

۶۰
 هَذَا كِتَابُ الْإِسْلَامِ
 إِلَى أَفْكَارِ الْعَنِيدِ
 تَرْوِيهِ شُعَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بِدِيَارِ الشَّامِ

تأليف

شَيْخُ الْعَالَمِ دُرَّةُ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ
 حَضْرَتُ مَوْلَانَا خَلِيلُ أَحْمَدُ سَهَرَنْشُورِي قَدْ تَبَيَّنَ الْإِسْلَامُ لَهُ



الْمَكْتَبَةُ الْمَكْنِيَّةُ

اردو بازار ○ لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ١

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٢ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ٣

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ٤ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ٥

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ٦ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ ٧ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ٨

یہ کتاب، عقیدہ لا بیری

(www.aqeedeh.com)

سے ڈانلوڈ کی گئی ہے۔

هَذَا نَائِلُ الشَّيْخِ

إِلَى أَفْهَامِ الْعَنِيدِ

تردید شیعیت پر لا جواب کتاب

ہدایۃ الشیعہ

تألیف

قُطْبُ الْعَالَمِ قُدَّةُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَحَرِّينَ سُلْطَانُ الْمُحَقِّقِينَ وَالْمُنَاطِرِينَ
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ العزیز



المكتبة المكنية

اردو بازار ○ لاہور

فہرست مضامین ہدایات الرشید الی فہام الغیہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳	دیباچہ۔	۳۵	واقفوں اور ناواقفوں کو دین میں کلام اور گفتگو کرنا منع ہے۔
۴	شیعہ کے نزدیک مخالفوں کے بزرگوں کو برا کہنا حرام ہے۔	۳۶	اکابر شیعہ نے مذہب کے چھپانے میں امام کی اطاعت نہ کی۔
۵	ذکر مناظرہ لدھیانہ۔	۸	ظہور بدعات کے وقت سکوت کرنے والا ملعون ہے۔
۱۰	بطلان عصمت الہیہ۔	۳۸	التماس ضروری بطور مقدمہ۔
۱۱	شیعہ اور خوارج کا عقیدہ صحابہ اور اہل بیت علیہم الرضوان کے متعلق۔	۴۲	شیعہ کے یہاں القابات کی درازی اور اس کی قباحت۔
۱۲	شیعہ کے چند مکروہ عقائد۔	۴۳	اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے میں تمیز احتمال اور ان کی غلطیاں۔
۱۵	ایسی روایات جن کا ثبوت نہیں۔	۴۴	اعتراف افضلیت و مضمونیت خلفاء۔
۲۱	تردید متہید۔	۴۶	مستلزم افضلیت و رض کو نہیں۔
۲۳	بحث تفتیہ۔	۴۹	امام المتکلمین شیعہ مومن العاق ایک طفل مکتب سے مغلوب ہو سکتے تھے۔
۲۴	شیعہ کے حوالہ سے تفتیہ کے واقعات۔	۵۲	شیعہ کو مخالفین سے جھگڑنا نہیں چاہیے کیونکہ ان کو حجت تلبیق ہوتی ہے۔
۳۱	حضرت شاہ عبدالعزیز نے تحفہ میں اپنا مشہور نام کیوں نہیں لکھا۔	۵۴	بحث حدیث و قبح۔
۳۲	نزدید اصل جواب۔	۵۵	بنابر اصول شیعہ کے خدا پر عقول حاکم ہیں۔
۳۴	بحث آلہ کی تقدیم اصحاب پر۔	۶۹	مذہب شیعہ میں دوسروں کو اپنے مذہب میں بلانا حرام ہے۔
	خطبہ میں صحابہ کا ذکر نہ کرنا شیعہ کا شعار ہے۔		
	زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف شیعہ ہے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۵	بحث، مذہب شیعہ میں مباحثہ مذہبی حرام ہے۔	۴۳	اہل بیت کی جناب میں حضرات شیعہ کی گستاخیاں۔
۱۱۱	مسئلہ خلافت کی اہمیت۔	۴۸	شیعہ کے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے یہاں کون ہیں۔
۱۱۳	دین و ایمان کے مآخذ شیعہ و اہلسنت کے یہاں کون ہیں۔	۴۹	محققین شیعہ کے نزدیک جناب امیر المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء سے افضل ہیں۔
۱۱۵	حقیقین شیعہ کے نزدیک جناب امیر المؤمنین صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔	۸۰	اصول شیعہ کے موافق جناب امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔
۱۲۰	حضرت عباس کی درخواست بیعت اور حضرت علی کا انکار۔	۸۲	شیعوں کے راوی ائمہ کی طرف سے ان پر حجت ہیں۔
۱۲۱	کوئی صحابی معصیت سے خالی نہیں۔	۸۵	شیعہ کے ہاں مخالف مذہب والوں کی روایت بھی مقبول ہے۔
۱۲۲	صحابہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے۔	۸۶	تطبيق در میان حدیث سفینہ و ثقلین در حدیث نجوم۔
۱۲۵	حضرات صحابہ کرام اور اہل سنت نیز شیعہ اور متقدم۔	۹۳	شیعہ کے وہ مسائل جن میں بہت قیل و قال ہے۔
۱۲۶	بحث فضائل صحابہ۔	۹۸	اجماع دلیل قطعی ہے۔
۱۲۷	آیات دالہ بر فضائل صحابہ۔	۱۰۰	حضرات شیعہ کا عجیب و غریب اجماع محدثین شیعہ کے نزدیک اصول و فروع خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں۔
۱۳۵	کتب شیعہ میں صحابہ کرام و بزرگ ہونا اس الزام کا جواب کہ صحابہ نماز جمعہ میں حضرت کے پیچھے سے چلے گئے۔	۱۰۱	انبیاء کے کفر کا ثبوت مذہب شیعہ کا جواب۔
۱۴۵	صحابہ کرام کے متعلق شیعہ مقالوں کا جواب۔	۱۰۲	شیعہ مصنف کا صاحب تحفہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے نام سے مخاطب تھا۔
۱۴۹	شیعہ مصنف کی فریب دہی۔	۱۰۵	مثالب صحابہ میں عبارت تحفہ کی توجیہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۲	جواب مطاعن صحابہ۔	۱۸۹	شیعہ کو پریشانی اور اس پریشانی کا ازالہ۔
۱۵۵	اس طعن کا جواب کہ صحابہ تجنیز و تکفین	۱۹۰	صحابہ سبھی اچھے تھے اس پر شیعہ کا
۱۵۶	حضرت کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔	۱۹۱	اعتراض اور اہل سنت کا جواب۔
۱۶۰	عراق بیت کی دھمکی کا جواب۔	۱۹۳	محکم امتحان ایمان صحابہ مقدمہ خلافت
۱۶۳	خاندان حضرت علیؑ پر صحابہ کی طرف سے	۱۹۸	نہیں ہے۔
۱۶۴	زیادتیوں کی من گھڑت داستانیں۔	۱۹۹	بحث حدیث متحرصون علی الامارۃ
۱۶۸	حضرت عباسؑ اور ابوسفیانؑ نے چاہا	۲۰۰	دستکون نہ امت۔
۱۶۹	تھا کہ حضرت امیرؑ سے بیعت کریں،	۲۰۳	شیعہ کا اپنے دعویٰ سے انحراف۔
۱۷۰	آپ نے قبول نہ کیا۔	۲۰۴	ائمہ کی عصمت کا متحقق ہونا محال ہے۔
۱۷۱	خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔	۲۰۵	خلافت سے متعلق شیعہ حضرات کے
۱۷۲	حضرت شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ پر	۲۰۶	مناظرے اور ان کے جوابات۔
۱۷۳	شیعہ اعتراض۔	۲۰۷	شرائط امامت شیعہ کے ہاں حسب
۱۷۴	جواب اعتراض۔	۲۰۸	موقع و مصلحت وضع ہوتی ہیں۔
۱۷۵	در باب خطبہ للہ بلاد فلان علامہ کنز	۲۰۹	شیعہ کا خلافت سے متعلق شرائط کا
۱۷۶	کی تکذیب۔	۲۱۰	دعویٰ بلا ثبوت و دلیل۔
۱۷۷	شاہ ولی اللہؒ کی ازالۃ الخفا کے حوالہ	۲۱۱	خلفا ثلاثہ کی خلافت کا متحقق۔
۱۷۸	سے شیعہ کی مخالفت دہی۔	۲۱۲	حضرات شیعہ نے ائمہ کے لئے انبیاء
۱۷۹	بحث اس حدیث کی جو مشورہ نقض	۲۱۳	کی عصمت میں قدر کیا ہے نہ اہل سنت
۱۸۰	خلافت پر دلائل ہے اور اس مخالفت	۲۱۴	نے۔
۱۸۱	کا جواب۔	۲۱۵	شیعہ میں اختلاف ائمہ کا ہی ڈالا
۱۸۲	حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خلاف شیعہ	۲۱۶	ہوا ہے۔
۱۸۳	کی زبان درازی اور اس کا جواب۔	۲۱۷	ازالۃ الخفا کے حوالہ سے شیعہ اعتراض
۱۸۴	شیعہ حضرات کا عبارت میں تحریف کرنا۔	۲۱۸	اہل سنت نے جو طریقہ انعقاد خلافت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۱	کے لئے ہیں ان پر لزوم صادرہ علی المطالع	۲۱۹	کے لئے ہیں ان پر لزوم صادرہ علی المطالع
۲۱۳	باطل ہے، اعتراض سابع کا جواب۔	۲۲۰	دوسرا جواب۔
۲۱۵	بعض اصولی مذہب شیعہ دلائل عقلی و	۲۲۱	نقلی سے ثابت نہیں۔
۲۱۶	نزدیک عصمت شرط ہے۔	۲۲۲	خلافت و امامت کے لئے شیعہ کے
۲۱۷	اس لغویت کا جواب۔	۲۲۳	مناظرے اور ان کے جوابات۔
۲۱۸	اجمالی طور پر روایات شیعہ شرائط	۲۲۴	شرائط امامت شیعہ کے ہاں حسب
۲۱۹	ثلاثہ کا ابطال۔	۲۲۵	موقع و مصلحت وضع ہوتی ہیں۔
۲۲۰	خلیفہ اول کی خلافت کا ثبوت۔	۲۲۶	شیعہ کا خلافت سے متعلق شرائط کا
۲۲۱	سقیفہ بنی ساعدہ کے مسئلے پر شیعہ	۲۲۷	دعویٰ بلا ثبوت و دلیل۔
۲۲۲	کے شبہات کا جواب۔	۲۲۸	خلفا ثلاثہ کی خلافت کا متحقق۔
۲۲۳	ائمہ مصیبت کے وقت تو ممبر کرتے ہیں	۲۲۹	حضرات شیعہ نے ائمہ کے لئے انبیاء
۲۲۴	لیکن حلول مصیبت سے پہلے جزع	۲۳۰	کی عصمت میں قدر کیا ہے نہ اہل سنت
۲۲۵	فزع فرماتے ہیں۔	۲۳۱	نے۔
۲۲۶	نقض خلافت کے مشورے اور تبریر	۲۳۲	شیعہ میں اختلاف ائمہ کا ہی ڈالا
۲۲۷	کرنے کے الزام کا جواب۔	۲۳۳	ہوا ہے۔
۲۲۸	بحث حضرات حنین کا حضرت شیخین	۲۳۴	ازالۃ الخفا کے حوالہ سے شیعہ اعتراض
۲۲۹	کو یہ کہنا کہ ہمارے باپ کی جگہ سے ترو	۲۳۵	اہل سنت نے جو طریقہ انعقاد خلافت
۲۳۰	اس پر تفصیلی بحث۔	۲۳۶	ہوا ہے۔
۲۳۱	اہل سنت کے اصول موضوعہ متعلق	۲۳۷	ازالۃ الخفا کے حوالہ سے شیعہ اعتراض
۲۳۲	خلافت پر اعتراض اور اس کا جواب۔	۲۳۸	اہل سنت نے جو طریقہ انعقاد خلافت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۰	بحث اشتراط عصمت ائمہ کی پہلی دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال۔	۲۳۵	اصول موضوع متعلقہ خلافت کے متعلق لایعنی اعتراضات کا تجرار اور اس کا جواب۔
۲۶۸	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی دوسری دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال۔	۲۳۹	امامت کو خلافت کے برابر بلکاس سے زائد اقرار دینے کی شیعہ جہارت اور اس کا جواب۔
۲۶۹	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی تیسری دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال۔	۲۴۱	شیعہ کو جملہ صحابہ کے ایمان و فضائل میں گفتگو ہے۔
۲۷۱	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال۔	۲۴۲	بحث تعریضات بشرائط ثلاثہ میں جبرج وقدر۔
۲۷۲	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی پانچویں دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال۔	۲۴۵	عصمت انبیاء اور عصمت ائمہ کے شیعہ لفظ نظر پر جرح۔
۲۷۳	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی شیعہ شاہ عید العزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انجیری کا جواب۔	۲۴۸	بحث عصمت۔
۲۷۴	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی شیعہ شاہ عید العزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انجیری کا جواب۔	۲۵۱	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی پہلی دلیل کا ابطال۔
۲۷۵	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی شیعہ شاہ عید العزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انجیری کا جواب۔	۲۵۳	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی دوسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔
۲۷۶	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی شیعہ شاہ عید العزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انجیری کا جواب۔	۲۵۶	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی تیسری دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔
۲۷۷	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی شیعہ شاہ عید العزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انجیری کا جواب۔	۲۵۸	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل ماخوذہ تفسیر کبیر کا ابطال۔
۲۷۸	اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی شیعہ شاہ عید العزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انجیری کا جواب۔	۲۵۹	بحث در نل عصمت ائمہ از تین عشریہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۴	اشتراط افضلیت کی چوتھی دلیل کا ابطال۔	۲۹۰	حضرت شاہ ولی اللہ اور خلیفہ رابعؒ امامت کے متعلق سنی شیعہ لفظ نظر کی تفسیر۔
۳۲۷	اشتراط افضلیت کی پانچویں دلیل کا ابطال۔	۲۹۱	اشتراط نص کی پانچویں دلیل کا ابطال۔
۳۲۸	بحث نفیس، خواجہ محمد یار سا کی فصل الخطاب میں انساب معانی سے ابو جعفر قمی شیعہ کے ساتھ امام بخاری کے تشاد کے باب میں۔	۲۹۳	حلفانہ ثنائہ کے معاملہ میں شاہ عبدالعزیز کی عبارات سے مغالطہ انجیری کی شرمناک مثال اور اس کا جواب۔
۳۲۹	شیعہ مذہب کی خرابی ظاہر و باہر ہے۔	۲۹۴	اشتراط نص کی چھٹی دلیل کا ابطال۔
۳۵۰	کیا ائمہ شجاع تھے۔	۲۹۸	شیعہ کی متنی دامن لیکن ضد و اضداد۔
۳۵۰	ائمہ کی محدثیت کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔	۳۰۱	اشتراط نص کی ساتویں دلیل۔
۳۵۱	ائمہ کے علم کی گفتگو۔	۳۰۳	اشتراط نص کی آٹھویں دلیل۔
۳۵۲	انبیاء کے سوا کوئی معصوم نہیں۔	۳۰۶	اشتراط نص کی نویں دلیل کا ابطال۔
۳۵۳	اشتراط افضلیت کی چھٹی دلیل کا ابطال۔	۳۰۸	عصمت ائمہ کی شیعہ تخیل سے خاندان ولی اللہی کا کوئی تعلق نہیں۔
۳۵۴	اشتراط افضلیت کی ساتویں دلیل کا ابطال۔	۳۰۹	حضرت شاہ صاحب کی عبارات شیعہ سمجھ نہیں سکتے۔
۳۵۵	اشتراط افضلیت کی آٹھویں دلیل کا ابطال۔	۳۱۰	بحث افضلیت۔
۳۵۶	شاہ عبدالعزیز کے تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیعہ کا اضطراب۔	۳۱۱	اشتراط افضلیت کی پہلی دلیل کا ابطال۔
۳۶۰	اشتراط افضلیت کی نویں دلیل کا ابطال۔	۳۱۸	اشتراط افضلیت کی دوسری دلیل کا ابطال۔
۳۶۱	حضرت عمر فاروقؓ کے حوالہ سے مغالطہ وہی اور اس کا جواب۔	۳۱۹	زیادہ کا مختصر تاریخی حال۔
۳۶۲	اشتراط افضلیت کی دسویں دلیل کا ابطال۔	۳۲۲	تفسیر میضاد سے مغالطہ انجیری کی شرمنگ مثال اور اس کا جواب۔
۳۶۵	اشتراط افضلیت کی گیارہویں دلیل کا ابطال۔	۳۲۳	اشتراط افضلیت کی تیسری دلیل کا ابطال۔
۳۶۷	اشتراط افضلیت کی بارہویں دلیل کا ابطال۔	۳۲۴	اشتراط افضلیت کی تیسری دلیل کا ابطال۔
۳۶۸	اشتراط افضلیت کی تیرہویں دلیل کا ابطال۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۹	اثبات حقیقت خلافت خلفاء کی چوتھی دلیل منہج البلاغت سے۔	۵۳۲	حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ
۴۹۹	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی پانچویں دلیل۔	۵۳۳	تعالیٰ عنہما کی خط و کتابت۔
۵۰۳	حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دور خلافت ہر قسم کے فتنوں سے پاک تھا۔	۵۳۴	حضرت علیؑ نے خلفاء ثلاثہ کے دور میں سمس و طاعت کا وظیفہ اختیار فرمایا۔
۵۰۸	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء کی چھٹی دلیل اس طویل حدیث کا مدعا و مضمون،	۵۳۴	حضرت علیؑ نے خلفاء ثلاثہ کے وزیر کے طور پر کام کیا۔
۵۱۸	ما ذون فی الجہاد کون لوگ ہیں۔	۵۳۸	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی گیارہویں دلیل۔
۵۲۱	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء کی ساتویں دلیل ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی	۵۳۸	خلافت کے بارے میں شیعہ حضرات کی کج فہمی۔
۵۲۲	اسمعیلیوں کی دلیل۔	۵۴۰	اہل سنت اور شیعہ میں خلافت کے اہم المہمات ہونے کی نسبت مابہ النزاع کی تحقیق۔
۵۲۳	حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے خلفاء راشدین کی عصمت نیز خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ثبوت۔	۵۴۲	شیعہ مصنف کا مقصد سے ہزار اور محض لفظی کج سمجھی۔
۵۲۵	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قول کی صحیح حقیقت اور شیعوں کی زیادتی کی تکذیب۔	۵۴۳	شرح عقائد کی ایک عبارت سے شیعہ مصنف کیا سمجھے اور حقیقت کیا ہے۔
۵۲۸	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی نویں دلیل۔	۵۴۵	خلافت کے اصنی اغت دی ہونے کی دلیل کا ابطال۔
۵۲۹	منہج البلاغت سے مذہب اہلسنت کے حق ہونے اور شیعہ کے باطل ہونے کا بیان۔ دین کا مشر	۵۴۶	فروعی اختلافات میں بھی تشدد ہو سکتا ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۴۸	تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت سے شیعہ مجیب کی جہالت اور مسئلہ خلافت پر گفتگو۔	۵۵۰	جناب امیر جمعی بعض مسائل نہ جانتے تھے ہر ضرورت اعتقادی نہیں ہوتی بلکہ
۵۸۱	قصہ اعرار بیت کا جواب۔	۵۵۲	بہت سے فروعات بھی ایسے ہی ہیں۔ ثبوت اس کا کہ مسئلہ امامت کتب کا
۵۸۳	قصہ امر قلبی ہے۔	۵۵۵	میں ذکر کرنے سے اعتقادی نہیں ہوتا اور بیان فرق مسائل فرعیہ و اعتقادیہ
۵۸۶	بحث تحریف قرآن۔	۵۵۶	مسئلہ امامت کے فرعی ہونے کی دلیل امتحان سے کیا مقصد ہوتا ہے۔
۵۸۸	تحریف قرآن کے دلائل شیعہ کی کتا بوں سے۔	۵۶۰	حدیث الخلافۃ بعدی ثلاثون سنہ کی تحقیق اس پر اعتراض کا جواب۔
۵۹۰	شیعہ کی مغنبر کتاب کافی سے تحریف قرآن کا ثبوت۔	۵۶۳	شیعہ مجیب کی کم علمی۔
۶۰۳	تفصیلی طور پر آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا اور دو مستقل سورت کا ذکر۔	۵۶۴	مکذیب اس کی کہ غیبتہ الطالبین میں امیر معاویہ خلیفہ راشد لکھا ہے۔
۶۰۴	سورۃ النورین شیعہ کا آج قرآن کی تعظیم کی بات کہنا محض دھوکہ سلہ اور تلبیہ ہے ورنہ	۵۶۵	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق خلافت کا اطلاق اور غنڈت کی فہمیں۔
۶۰۹	فی الحقیقت ان کا ایمان قرآن پر نہیں۔ مشائخ شیعہ کا اعتقاد در باب تحریف قرآن	۵۶۷	بحث روایات بشارت دوازده امام۔ روایات متضمن بشارت دوازده امام
۶۱۴	صدق اور مرتضیٰ و غیرہ کا تحریف سے انکار قواعد شیعہ کی رو سے غلط ہے۔	۵۶۸	مذہب تشیع کو صد مرتبہ رسال ہیں۔ جو روایت موافق قرآن ہو و قابل
۶۱۹	عوسی اور جبری کا قرآن میں زیادتی کے ابطال کو مجمع علیہ کہنا غلط ہے۔	۵۶۹	قبول ہوگی۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
۶۲۱	متاخرین علمائے شیعہ کی تحقیقات سے تحریف کا ثبوت۔	۶۲۱	پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اکرم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے مبلغ ہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲۳	توان کے دعویٰ کو کچھ مفر نہیں۔	۴۱۵	حضرات سے سوال۔	۴۱۵	بطور مختصر نہیں۔	۴۱۵	نزدیک قرآن سے زیادہ محترم ہونے کا ثبوت۔
۴۲۴	اہل سنت کی کتابوں سے فاروق کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراءؑ کے نکاح کا ثبوت۔	۴۱۸	نکاح ام کلثوم کے متعلق مزید بحث۔	۴۱۸	شیعہ اہلسنت کی مانند قطعاً نہیں۔	۴۲۴	عین مذہب اور لازم مذہب کی تحقیق۔
۴۲۵	اہل تشیع کی کتابوں سے فاروق کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراءؑ کے نکاح کا ثبوت۔	۴۹۱	حسب مذہب شیعہ نکاح مومنہ ماصی کے ساتھ ناجائز ہے۔	۴۱۸	شیعہ مدعی کی تہی دامنہ۔	۴۲۵	شیعہ کے اصولی عقائد کی رو سے قرآن میں تحریف کی عقلی دلیل۔
۴۲۸	اہل تشیع کی کتابوں سے فاروق کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراءؑ کے نکاح کا ثبوت۔	۴۹۱	فریقین کے نزدیک ابتداء اسلام میں مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا کیجئے منوع ہو اتوا ام کلثوم کے نکاح کا قیاس اس پر نہیں ہو سکتا۔	۴۱۹	طعن قصداً اوراق بیت فاطمہ کا جواب۔	۴۲۸	پوری شیعہ برادری مشرک سے عاری۔
۴۵۳	شیعہ کے اس دعویٰ کا البطلان کہ فاروق کا نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا۔	۴۹۲	فائدہ جلیلہ در باب نسخ نکاح با مشرک۔	۴۱۹	شیعہ کے دعوے کے بطلان کی وجوہات۔	۴۳۰	روایات اہل سنت پر ثبوت تحریف کے اعتراض کا جواب۔
۴۵۷	ہمت السعداء کی روایت کی تعلیظ۔	۴۹۹	نکاح ام کلثوم میں بحث تاریخی نہیں بلکہ شیعہ کے مخصوص عقائد کے تحت ہے۔	۴۲۶	جمع کرنا غلط ہے اور ثبوت ایقاع فضل نہیں۔	۴۳۱	امام سیوطی کی روایت سے شیعہ کا اعتراض اور اس کا جواب۔
۴۵۹	مطالبہ تصحیح حوالہ اور مجیب کی دیانتدارانہ جواب امیرؒ کے تفتیہ کرنے اور مجبور و مکروہ ہونے کا روایت متعدد سے بطلان۔	۴۹۸	محبیب لبیب کی تہذیب اور مسئلہ لفظ حرر کا ذکر اجمالی۔	۴۲۸	آیت غار کے جواب میں قاضی نور اللہ شومتری کی غلطی اور غلطی کی تائید کی تردید۔	۴۳۲	امام رابعی کا حوالہ اور اس کا جواب۔
۴۶۲	روایت قس ابو ہریرہ شمع عامل مذکر۔	۵۰۱	فیصلہ کن بحث در باب نکاح ام کلثومؑ۔	۴۳۰	آیت سیکنے پر بحث۔	۴۳۳	نقل روایت میں مجیب لبیب اور ان کے بزرگوں کی دیانت کا ثبوت۔
۴۶۶	شیعہ کا دعویٰ وصیت محض بناوٹ ہے۔	۵۰۲	محبیب لبیب نے حضرت عباسؑ کی نسبت قدح کو تسلیم کیا۔	۴۳۳	اپنے اصول مذہب کے معاملہ میں شیعہ کی کمزوری۔	۴۳۴	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ کے طعن کا جواب۔
۴۷۱	حدیث بساط۔	۵۰۵	حضرت عباسؑ کے دشمنوں کی نسبت شیعہ کی فحش بیانی اور مجیب کی تاویل علیل اوراق تہذیب۔	۴۳۴	جواب دروغی۔	۴۳۸	نیل کو دبلیا ایسے کو تیرا۔
۴۷۳	شیعہ سے سوال۔	۵۰۹	شیعہ کے نزدیک ولد الزنا ہونے کا قاعدہ کلیہ۔	۴۳۸	جواب دروغی۔	۴۴۰	حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم و عنہن کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔
۴۷۹	روایت متضمن خوف خلیفہ ثانی از جناب امیر۔	۵۱۱	حب روایات شیعہ آیت من کان فی ہذو المحلۃ عباس کے حق میں نازل ہوئی۔	۵۰۹	اور اس کا البطلان۔	۴۴۲	بحث نکاح ام کلثومؑ تفصیلی بحث۔
۴۸۱	روایت میزب عباس۔	۵۱۱	میر ہمدی علی صاحب آیات بنیت کی نسبت کم علمی اور بیخبریت کا جواب۔	۵۰۹	ابن سنت کی خدمات حدیث۔	۴۴۳	اہل سنت کی کتابوں سے فاروق کا نکاح بنت زہراء رضی اللہ عنہا سے ثابت نہ ہو۔
۴۸۲	شیعہ مصنف کی بے شرمی اور شیعہ	۵۱۱	میر ہمدی علی صاحب آیات بنیت کی نسبت کم علمی اور بیخبریت کا جواب۔	۵۰۹	ابن سنت کی خدمات حدیث۔	۴۴۳	اہل سنت کی کتابوں سے فاروق کا نکاح بنت زہراء رضی اللہ عنہا سے ثابت نہ ہو۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدك حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا يامن هو متصف بالمجد والعلو
وصفات الكمال ومنزه عن شوب النقائص والقبايح والزوال والمنزّهات
ذاته، وتقدسست اسمائه وصفاته، لا اله الا هو الكبير المتعال، الذي
انزل علينا احسن الحديث كتابًا مشابهاً مثاني نقشه عن منة الجنود
منه آيات محكمات هن ام الكتاب، يهدي به الى دار الخلود
قرآنًا لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم
حميد، فارقنا بين الحق والباطل ونورًا وهدى للناس فالذين كفروا
بآيات الله لهم عذاب شديد، فاكل لنا الدين القويوم، واتم به نعمه
الظاهرة والباطنة علينا وعلى عباده المؤمنين - ونصلى ونسلم على
خلقه وزنة عرشه ومداد كلماته، ايمامتوا ليا على رسوله وخير خلقه
سيدنا ومولانا محمد سيد المرسلين خاتم النبيين قائد الغر
المحجلين رسول الثقلين امام القبليين - الذي عصمنا عن السبل
المتفرقة العوجاء وشرع لنا الشريعة الغراء - وهذا الملة الحنفية
السحرة السهلة البيضاء التي ليلها ونهارها سواء - وعلى آله واصحابه
العروة الوثقى للمستسكين - ونجوم الهدى المستهدين - خصوصًا
منهم من قوموا الاقدود والوسى العمدة وكان مكانهم في الاسلام اعظم
والمصائب بهم في الاسلام اجرح شديد بشهادة خاتم الاختلاف الراشدين
بل كانوا مثل نوح وابراهيم من النبيين على لسان سيد المرسلين و
على من تبعهم باحسان الى يوم الدين - اما بعد :-

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خطبہ لشہ باد فلان حسب تحقیق ابن میثم		مقدمہ فذکر میں ابو بکر کے ساتھ حضرت	
ابو بکرؓ یا عمر کے حق میں ہے اور شرح		فاطمہؓ کی رضا کا ثبوت۔	۸۱۳
کی عبارت اور اس کی تحقیق۔		معاملہ فذکر میں در باب رضا فاطمہؓ	۷۹۳
خطا ہی خطا۔		بخاری کی حدیث کی توجیہ۔	۷۹۲
شیعہ اعتراض کے باطل ہونے کا بیان		حضرت زہراؓ کا ابو بکرؓ کے ساتھ اخیر	۷۷۵
دین و دیانت سے عاری۔		عمرؓ تک کلام نہ کرنا روایت شیعہ سے	۷۷۷
خلفائے ثلاثہ کے بعض میں اندھا بین۔		بھی باطل ہے۔	۷۷۹
کذب و افتراء کی حد۔		حضرت مجیب کا بجالا معالم التنزیل یہ	۷۸۰
ابن میثم نے شرح بیخ البلاء کے خطبہ میں		فرمانا کہ ایک نبی نے دین کی ترویج کیلئے	
خدا سے عہد باندھا ہے کہ ناسخ کی طرف ذاری		کفار کی عبادت میں شریک ہونا اختیار	
اور خواہش کی طرف میل نہ کروں گا۔		کیا تھا محسن کذب و افتراء ہے۔	۷۸۳
فاش غلطیاں۔		انتباہ۔	۷۸۴
انکار کی سزا۔		تقدیق خواجہ غلام فرید چشتی صغی عنی	۷۹۰
عبرت ناک محسوس۔		تقریظ دلپذیر و تحریر بے نظیر	۷۹۳
مجیب کے اس اعتراض کا جواب کہ علماء		مولوی عزیز الدین صاحب	۸۳۶
ابنست لشہ باد فلان کو غلطی سے قسم		ولہ قطعہ تاریخ۔	۸۳۸
کیتے ہیں۔		ولہ قطعہ تاریخ لبصنعت زبر و بنیات۔	۷۹۸
تقاضا احتیاط۔		قطعہ تاریخ مولوی فیروز الدین صاحب	۸۰۲
مثال سے سمجھیں شاید کہ عقل آئے۔		ایضاً اردو۔	۸۰۵
عقل والفساف سے عاری کون۔		تقریظ مولانا مولوی محمد عالم صاحب	۸۰۹
صاحب طعن الرماح کا کتاب		کھڑوی عربی۔	
مجانج الساکین کے نام سے گھرنے کو		تاریخ منظوم عربی۔	۸۲۰
صاحب تحفہ کیعرف نسبت کرنا غلط ہے۔		تاریخ منفرج فی رسی۔	۸۱۲

بندہ حافظ ابو ابراہیم خلیل احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب علی
رحمۃ اللہ علیہم ساکن قصبہ اندھڑہ ضلع سہارنپور جس کو فخر تلمذ دو اور تین واسطوں کے ساتھ حضرت
خاتم المحدثین و استاد البرہہ مؤلف تحفہ اثنا عشریہ سے حاصل ہے ارباب دین و دیانت و
فہم و فراست و عقل و کیاست کی خدمات و بركات میں عرض کرتا ہے کہ جو فیما بین اس عاجز کے
اور سید فرزند حسین صاحب شیعہ اثنا عشری کے مسائل مختلف فیہا میں تخریری گفتگو ہو رہی
ہے اس کا اصل قصہ یہ ہے کہ میرے عنایت فرمایا جی عنایت احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور
مولوی ابوالطیب غفر اللہ لہ نے ایک سوال متعلق مسئلہ خلافت محمدیہ سید فرزند حسین
صاحب جو حسب عادت حضرات شیعہ متضمن کلمات طنز و تعریف آمیزہ وطن خیر نسبت صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم و دیگر اکابر اہلسنت رحمۃ اللہ علیہم تھا بغرض تخریر جواب میرے پاس بھیجا قطب غفر
اخلاق و تہذیب کے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میرا صاحب کو اپنی مذہبی محرکات کی بھی خبر
نہیں ہے۔

شیعہ کے نزدیک مخالفوں کے بزرگوں کو برا کہنا حرام ہے

کیونکہ محدثین و مفسرین شیعہ نے ائمہ رضوان اللہ علیہم سے ہر روایات صحیح نقل فرمایا ہے کہ
اعداء کی مثال بیان کرنا اور ان کی نسبت ضرر و تعریف کرنا اور سب و دشمنی کرنا حرام ہے اور
اس کا ترجمہ ائمہ رضی اللہ عنہم کی زبان مبارک سے ملعون ہے محمد بن مرتضیٰ اپنی تفسیر صافی میں
نیرایۃً وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ هُمْ نَقْل کرتے ہیں

وفی الکافی عنہ (ای عن الصادق
فی حدیث ذایاکم و سب اعداء
اللہ حیث یسمعونکم فیسبوا اللہ مدو
بغیر علم و فی الاعتقادات عنہ مدقین
انما نری فی المسجد رجلاً یحذر
تروی من اقبلہم لیسبوا عدوہم
و الفضل ما شہدت بہ العدا
اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ اس عاجز نے اس کا جواب لکھا اور بیجا کے ساتھ
بجواب مطاعن مذہب اہل تشیعہ کی شتائے اور علما شیعہ کی غصیل بجز منہ عرض کیس۔ اور
مقصود اس سے یہ تھا کہ میرا صاحب منسوب ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس بھڑے چارے سے کچھ نہ بڑھ

یسب اعداءکم و یسبوا قتال مالہ
لعنہ اللہ یعرض بنا قال اللہ تعالیٰ
وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ (تیسری صاف منہ)
تو یہی کہنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لاتسبوا الذین یکفرون باللہ
علاوہ ازیں قبل خروج امام حجاب تقیہ کو رفع کرنا اور مذہب تشیعہ کو بر ملا کہنا و انحراف اسلام
سے خارج ہونا ہے چنانچہ اعتقادات صدوق سے یہ امر مثل روز روشن ثابت ہے اور روایات
مباحثہ آئمہ میں بعض محل مناسب مذکور ہوں گی۔

یہ امر یقینی ہے کہ یہ جھگڑا اور نزاع جو اسلام کے دو عظیم فرقوں میں صد با سال سے چلا آتا
ہے جس نے باہم دونوں فرقوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا جیسا کفر و اسلام میں واقع ہے بلکہ اس سے
بھی کچھ بڑھ کر اس کا اس طرح طے ہونا ممکن نہیں اور میدان مناظرہ تخریری نہایت وسیع ہے
ہر ایک فریق دوسرے کے جواب میں کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ دنیا کے حالات میں غور کرنے
سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر بمقابلہ ادیان باطلہ کچھ کھٹے تو وہ بھی جواب دینے سے دریغ نہیں
کریں گے۔ پھر کوئی مسئلہ مختلف فیہ ایسا باقی نہیں رہا کہ علماء فریقین نے کہا حق اس کی بحث و
تفتیش اور تجوی اس کی چھان بین نہ کی ہو اور جد و جہد کو اس کی تحقیقات میں غایۃ قصویٰ کو نہ پہنچایا
ہو۔ یہ ہی درجہ ہے کہ علمائے اہل سنت نے یہ عقبات و ماحول طے کر کے استراحت فرمائی ہے
اور بدون ضرورت اس حرف توہر نہیں فرمائی اور شیعہ کی کتابیں دیکھنا اور ان سے ملنا اور جدال
و مناظرہ متروک کر دیا چنانچہ دوسرے اہل مذاہب باطلہ کے ساتھ بھی یہ ہی کیفیت ہے اور
تمام اہل مذاہب بحول اللہ تعالیٰ اہلسنت کا لوہا مان گئے ہیں جو فرقہ اہل سنت کے مقابل ہو اس
نے منہ کی ہی کھائی چنانچہ اہل سنت کے ان مباحثوں کے قصے جو حال میں ہی ہوئے ہیں جب کہ
اگرہ کا مباحثہ پادری فتنہ و غیرہ کے ساتھ اور چاند پور ضلع شاہجہان پور کا موکرہ الازار مباحثہ
ہنود اور عیسائیوں کے ساتھ قتل آفتاب رابوہ النہار روشن میں جس کو محضین خود اپنی زبان سے
تسلیم کر چکے ہیں۔

تروی مناقبہم لیسبوا عدوہم و الفضل ما شہدت بہ العدا

اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ اس عاجز نے اس کا جواب لکھا اور بیجا کے ساتھ
بجواب مطاعن مذہب اہل تشیعہ کی شتائے اور علما شیعہ کی غصیل بجز منہ عرض کیس۔ اور
مقصود اس سے یہ تھا کہ میرا صاحب منسوب ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس بھڑے چارے سے کچھ نہ بڑھ

بحول اللہ تعالیٰ نہ اہلسنت کچھ اپنے مذہب میں بڑھے اور کزور ہیں۔ نہ مذہب تشیع کی قبائح و شنائع مخفی و مستور۔ پھر کس برتے پر اہل حق سے پھیر چھاڑ شروع کرتے ہیں۔ اور مصداق اس قول کے ہوتے ہیں۔

ہر کہ بافلاذ بازو پنجبہ کرد
ساعدا سییں خود را رنجہ کرد
بحمد اللہ تعالیٰ تیر و سو برس سے اہل سنت اور ان کا مذہب حسب وعدہ خداوندی نکالے
بمضمون آیت کریمہ:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ وَلِيُكَفِّرَ عَنِ الْكَافِرِينَ
وہ ذات وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ غالب کرے اس کو تمام ادیان پر اگرچہ بڑے کافروں کو۔

عموماً تمام ادیان و مذاہب پر اور خصوصاً مذہب تشیع پر جو ابتداء حدوث سے تشریف میں مستور و مستتر رہا ہے غالب چلا آیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ حسب وعدہ تاقیام قیامت غالب رہے گا۔ پھر کس کا حوصلہ ہے جو ان سے آنکھ ملا دے۔ لیکن میر صاحب کو بدین و جہ کہ ان کو اپنے مذہب سے واقفیت نہیں ہے صرف مناظرہ کی ہی کتابیں بھیجیں اور نیز خیال ہے کہ اہل سنت کتب شیعہ کے دیکھنے کو خود ہی حرام سمجھتے ہیں اور ان سے متنفر ہیں اور عام طور پر کتابیں بھی دستیاب نہیں ہو سکتیں جو ہر کسی کو الزام کا موقع میسر ہو اور ہم اہل سنت کے مذہب سے واقف ہیں۔ پس اہلسنت بمقابلہ ہمارے کیا جواب دے سکتے ہیں۔ غنیمت نہ ہوا۔ اور برخلاف نصوص ائمہ کے جن کی تفصیل عنقریب ابکاٹ آئندہ میں مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے

اور اصل وجہ اس کی یہ ہوئی کہ میر صاحب کو دو قسم کے لوگوں سے گفتگو اور پھیر چھاڑ کا اتفاق ہوا۔ اگر علماء سے سلسلہ چھڑا تو انہوں نے تو فضول اور لغو سمجھ کر التفات نہیں فرمایا اور عوام بیچارے جو اپنے مذہب سے بھی چند دن واقف نہیں ہوتے دوسروں کا جواب کیا دے سکتے تھے اس لئے آپ کا دماغ عرش بریں پر جا پہنچا اور ہچو نا دیگر ہی نیست کا تحلیل سر میں سما یا اور اس مختصر تحریر کے جواب میں جو تقریباً باندہ ریتین چار ورق کے ہوگی ایک حوالہ طویل الذیل لکھ کر

بواسطہ عزیزان موصوفین بہاء ربیع الثانی سلسلہ میرے پاس بھیجا۔ اگر اس تحریر کو معمولی طور پر لکھا جائے تو تقریباً بیس یا بارہ جز ہوں گویا بڑے خود مختصر کو جواب کر دیا اور میدان مناظرہ جیت لیا۔ لیکن وہ تحریر سفر کے روزنامہ میں جب کہ میں وطن مالوؤ کی طرف عازم تھا اسٹیشن لدھیانہ پر ہی

مخفی اس لئے ہنگام قیام وطن میں اس کو دیکھ بھی نہ سکا۔ اور جب مع الخیر بہاولپور اپنے وطن اقامت کی طرف مراجعت کی اس وقت اس کو تامل کی نظر سے دیکھا باللہ العظیم میں باوجود اپنی عجمانی کے اس تحریر کو ہرگز اس لائق مبین سمجھتا کہ علماء اس کی طرف التفات فرمائیں۔ چہ جائیکہ اس کو قبل جواب سمجھا جائے اور دل نہ چاہتا تھا کہ اس کے جواب پر قلم اٹھایا جائے چنانچہ اس امر کی تصدیق ابھی ہوا چاہتی ہے لیکن پھر میری وہی عزیز تحریر جواب الجواب پر مصر اور دامگیر ہوئے اور فرمایا کہ اگر اس کا جواب نہ لکھا جائے گا اور پھر میر صاحب کا تکبر اور بھی دو بالا ہوگا اور ان کا وہی خیال خام پختہ ہو جائے گا۔

ان حضرات کا اصرار تو تھا ہی علاوہ اس کے حضرت دستگیر دراندگان بادیہ ضلالت رہنائے گمراہ وادی جہالت شمس العارفین بدر الکاملین الفقیہہ الکمال والمحدث البارع والمفسر الزاہر شیخی و مرشدی و سیدی و سیدی فی الیوم والغد مولائی و مولی العالم مولانا فی الحاج جناب مولوی رشید احمد صاحب دام اللہ خلال برکاتہم علی رؤس المسترشدین نے ابھی بنظر بعض مصالح وقت جواب الجواب لکھنے کی نسبت ارشاد فرمایا کہ کترین غلامان کو سرفراز فرمایا۔ بندہ نے تمہیں ارشاد حضرت محمد دوم دامت برکاتہم جواب الجواب لکھنے کا متہیہ کیا اور کتب مذہب شیعہ فراہم کیں اور ان کو مطالعہ کر کے کچھ کچھ لکھنا شروع کیا۔ لیکن بعض مولوی کی وجہ سے چندے پابندی وقت اور التزام میسر نہ ہوا۔

ذکر مناظرہ لدھیانہ

جب اسی طرح اس رسالہ کے چند اجزاء لکھ چکا تو بذریعہ عام اخبارات اور خاص تحریر کے معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لدھیانہ میں جو سفر خاں صاحب شیعہ کے مکان پر منعقد ہوا اور اس میں فیما بین مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ انصھوی وغیرہ اہل سنت اور میر فرزند حسین صاحب وغیرہ اہل تشیع کے علی الاعلان زبانی مباحثہ ہوا۔ جس میں حسب وعدہ صادقہ خداوندی زمرہ اہل حق غالب آیا۔ اور فرقا اہل تشیع میر فرزند حسین صاحب علی رحمہم الاشہا و ساکت و منفرج ہوئے میر صاحب وغیرہ کی طرف سے سوال ثبوت تحقیقت خلافت افضل الصدیقین تھا۔ جس کو مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ نے آیت نور سے مثل آفتاب نوری کر کے دکھا دیا اور مولوی مشتاق احمد صاحب وغیرہ کی طرف سے سوال اثبات عصمت ائمہ کا تھا جو حضرت میر صاحب سے بن

نہ آیا و کیفیت کر۔

الحق یعلو ولا یعلیٰ

ارشاد ہے اور وعدہ ہے۔

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه
فاذا هون الحق (سورۃ الانبیاء آیت ۱۸)

سچی بات اونچی رہتی ہے نیچے نہیں ہوتی

بلکہ چھینکتے ہیں ہم حق کو اوپر باطل کے پس توڑتا
ہے سراسر اس کا پس ناگماں وہ فنا ہو جاتا ہے۔

بطلان عصمت ائمہ

حضرات شیعہ کا عصمت کی نسبت دعویٰ محض خیالی پلا تو ہے جس کی نہ کتاب اللہ لفظاً
مساعدا ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال ائمہ کرام ثبوت و مؤید سبحان اللہ
حضرات شیعہ کے محدثین اور مشرین خود ہی ائمہ کی نسبت ان سے روایت کرتے ہیں کہ آیت
إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنْ
الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ
لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ۔
تحقیق جو لوگ کہہ جاتے ہیں جو کچھ کہنا ہم نے رسول
سے اور ہدایت سے پیچھے اس کے کہ بیان کیا ہم نے
الناس فی الکتاب۔

انہی کی شان میں نازل ہوئی اور نیز:

أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ
الْمَلَائِكَةُ (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۹)
لعنت کرتا ہے ان کو اللہ اور لعنت کرنے والے ہیں
ان کو لعنت کرنے والے۔

سے بھی ائمہ ہی مراد ہیں چنانچہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار کے باب کتمان العلم میں ان روایات کی
تخریج کی ہے، جس سے معاذ اللہ ان کا کاتیں حق اور ان کے دشمنوں کا ملعون ہونا ہی ہر دلیل
ہو تا ہے اور جو جن ان کی عصمت کے بھی مدعی ہیں پس حیاں کرنے کی جگہ کہ معصومیت
اور حوریت یعنی یہ:

لَعَنَ عَزْرَ عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ عَلِيَّ السَّامِ فِي قَوْلِهِ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْهُدَىٰ وَالنُّورُ
فِي الْكِتَابِ يَلْعَنُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ عَنِ ابْنِ مَرْعُومٍ وَكَرَّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ سُلَيْمٍ وَكَرَّ عَنِ ابْنِ سُلَيْمٍ
لَعَنَاتِ وَالْمَدَنِيِّ فِي صَلَواتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِمْ سَرَّ دَعْوَاهُمْ دَعْوَىٰ قَوْمٍ
تَقَرَّبُوا إِلَىٰ يَحْيَىٰ بْنِ جَعْفَرٍ وَكَرَّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الغرض بعد اس مباحثہ کے میں نے خیال کیا کہ محرمی پیر جی عنایت احمد صاحب سلمہ کا جو
مدعا تحریر جواب سے تھا وہ باحسن و جوہ حاصل ہو گیا۔ اب کچھ حاجت نہیں رہی کہ میر صاحب کے جواب
الجواب لکھنے میں تفسیر اوقات کی جاوے۔ چنانچہ حضرت مخدوم دامت برکاتہم کی خدمت میں بریں خیال
ایک عرضداشت لکھی جس کا خلاصہ مدعا یہ تھا کہ اس رسالہ کی تحریر سے جو مقصود تھا، وہ زبانی
مناظرہ سے حاصل ہو گیا پھر علاوہ حرج اوقات اور اخلال و اہمال مشاغل دینیہ کی اس تحریر میں
لکھا متضمن سورۃ ادب بجناب بزرگان دین مجبوری قلم سے نکلتے ہیں، اگر ان کا صادر ہونا محض
الزام یا نقل شیعہ کی روایات مذہب سے ہے اور اعتقاد ولی سے نہیں بلکہ دل سے ان کو نہایت
مکروہ اور بد جانتا ہوں اگر اجازت ہو تو اس تحریر کو موقوف و ملتوی کر دوں جو اب اس کے حضرت
مخدوم دامت برکاتہم نے ارقام فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کام لکھی طور پر شروع کر دیا گیا ہے
اس کا تمام کو سمجھنا ہی مناسب ہے، انا تمام چھوڑنا مناسب نہیں اور جس کام کی ابتدا نیک نیتی
کے ساتھ بعض حمایت اسلام کی گئی ہے اس کا انجام بخیر ہے، اس تحریر کو پورا کر دینا ہی مناسب
ہے۔ حضرت مخدوم دامت برکاتہم کے اس ارشاد سے جب معلوم ہوا کہ امر تحریر بمطور
عزیمت ہے نہ بطور رخصت اور تحریر جواب سے کوئی چارہ نہیں اس وقت سے کہ بہت جیت
باندھ کر بالترام خارج از اوقات مدرسہ لکھنا شروع کیا، ہر چند کہ اس مسجد ان اور ضعیف و ناتواں کی
قدرت و استطاعت سے اس تحریر کا لکھا جانا باوجود تنہائی و مشاغل کشیدہ کے دشوار بلکہ خارج
تھا، لیکن محض حق تعالیٰ شانہ کے فضل و کرم نے دستگیری فرمائی، جو کچھ آمد و اعانت خداوند
تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس جواب کے لکھنے میں اس عاجز و ناتواں کے شامل حال ہوئی، اس
کے بیان سے قلم و زبان قاصر و کوتاہ ہیں کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت
سے خارج تھا، لیکن محض بفضل خداوند تعالیٰ کتب بجز ضرورت میسر و فراہم ہو گئیں
روایات محتاج ایسا جن کا کتب مہسوطہ میں سے برآمد ہونا غایت تفحص اور نہایت تلاش
و تجسس پر منحصر تھا وہ بلا کفایت و تلاش و مشقت تتبع مل گئیں۔ یہ محض ادھر سے ہی امداد ہے
مضامین متعلقہ اسی طرف سے ذہن میں وارد ہوئے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اس تحریر
میں کسی شخص سے استعانت کی ضرورت واقع نہیں ہوئی اور وقت التزام سے
تقریباً سات ماہ میں بفضل تعالیٰ اتمام کو پہنچ گئی۔

اللہم صل علی محمد و آلہ
الہی میں تیری شان کا احسان نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ

کما اثبتت علی فلسفک

اور یہ سب حضرت مخدوم دامت برکاتہم کی برکات دعوات اور توجہات کا طفیل ہے ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ نہج کت گل نسیم صبح تیسری ہسبانی
حق جل و علائق نہ حضرت مخدوم کے علم میں اور عمل میں دین میں اور دنیا میں برکت عطا فرماوے اور مراتب قرب پر مضامیر رکھے اور عالم کو ان کے انوار فیضان سے منور رکھے اور اس عاجز کو اور تمام دوستوں کو ان کی جماعت میں محشور فرماوے اللہم آمین ویرحم اللہ عبدالخالق ائینا دلمایسر اللہ تعالیٰ علی اتمامہ وقوت عن الاعتقاد خیارہ جلالتہ بضاعتہ مزاجاتہ و ہدیۃ محقرۃ ممداتہ بھشت مولائی و مرشدی وسیلۃ یومی و غدائی اسبغ اللہ علیہ لطفہ الخفی و الجلی و توسلت بہ الی غفرۃ لیکون وسیلۃ الخافی و کفیلۃ لرفع درجاتی و فاعلم رحمہن الطافہ الکریمۃ ان یا خذیدہ المذنب الخانی یوم تزل فیہ الاقدام و لا یضائی یوم الفزع الا کبر یوم تزلیغ غیر القلوب و تذوب الاجسام و ما کان تالیف علی وفق امر و ترصیف علی حسب ارشادہ سمینہ مورخا ہدایات المرشد الی الفحاح العینہ

التماس ضروری بطور مقدمہ

ناظرین اہل انصاف و تمکین کی خدمات میں التماس ہے کہ ہنگام ملاحظہ تحریر ہذا بصورت مقدمہ چند امور ملحوظ خاطر رکھیں۔

اول ناظرین رسالہ اس رسالہ میں اگر کوئی کلمہ ناست نہ و ناسزا نسبت جناب خداوند علام یا نسبت شان انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام یا نسبت حضرات ائمہ و دیگر اہل بیت کرام یا صاحب بر عظام وغیرہ بزرگان کے ملاحظہ فرمادیں تو اس کو اس عاجز کے عقیدہ پر محمول نہ فرمادیں اور یہ نہ سمجھیں کہ بندہ نے یہ کلمہ اپنے اعتقاد سے لکھا ہے ناشائعوں کے میسر ہرگز نہ ہو یہ عقیدہ نہیں کہ ان میں سے کسی کی شان میں خلاف تعظیم و ادب کوئی کلمہ جاز و مباح سمجھا جاوے بلکہ قطعی کفر اور حرام اعتقاد کرتا ہوں

شیعہ اور خوارج کا عقیدہ صحابہ اور اہل بیت علیہم الرضوان کے متعلق

فرق اسلامیہ میں سے کوئی فرقہ ایسا نہیں کہ جس کو جناب خداوند و انبیاء و رسل کے وجوب تعظیم میں کلام ہو، سوائے بعض فرقہ شیعہ کے یا بعض مرویات امامیہ اثنا عشریہ کے، البتہ صحابہ اور اہلبیت کی تعظیم و توقیر میں شیعہ و خوارج خذلیم اللہ کو غایت دربر شغف ہے کہ شیعہ صحابہ کرام کی اہانتہ کو واجب اور تفسیق و تکفیر کو فرض اعتقاد کرتے ہیں اور خوارج خذلیم اللہ اہلبیت کرام کی تذلیل کو واجب اور تزیلیل کو فرض اعتقاد کرتے ہیں، لیکن ہم محشر اہل السنۃ والجماعہ عموماً اپنے اعتقاد میں پیروی اپنے مذہب کی اہل بیت نبوت کی محبت اور تعظیم کو ایسا ہی واجب اور عزیز و اسلام اعتقاد کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کی محبت اور تعظیم کو واجب اعتقاد کرتے ہیں، اور ان کی جناب میں گستاخی کو ایسا ہی حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام کی جناب میں گستاخی کو۔ غرض شیعہ و خوارج کو اس باب میں اپنے اعتقاد کے میزان کے دونوں پولوں میں بہہ وزن کرتے ہیں، لیکن چونکہ اس رسالہ میں شیعہ کو ان کی روایات سے الزام دینا مقصود ہے اس لئے موافق مثل مشہور رج نقل کفر نہ باشد اس قسم کا جو کلمہ قلم سے لکھا گیا ہے وہ مذہب شیعہ کے مطابق ہے کہ وہی مضمون ان کی روایات سے بدلات مطابق یا التزامی ثابت ہو ثابت

شیعہ کے چند مکروہ عقائد

مثلاً حضرت ابوالانبیاء آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفوذ ہائے کفر میں ابلیس لعین کے برابر بلکہ درجہ اور سہ چند ہونا، حضرات شیعہ کی روایات سے لکھا گیا ہے، علاوہ اس کے اور انبیاء کی نسبت خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، امر کا قرآن مجید کی توہین و تذلیل کرنا اور اس میں وقوع تخریص و تبذیل، امر کا فرمانا جناب فاعمر رضی اللہ عنہما کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا، اور ان کا مذاق و فحار کے مجمع میں تشریف سے جانا، جناب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عام مسلمانوں کے حقوق میں ناب نہزت و اور خیانت کرنا، جناب ام کلثوم رضی اللہ عنہا صاحبزادی جناب امیرہ و فاعمرہ امیرہ رضی اللہ عنہما کی دشمنوں کی دامن پک

کو فسخ کی بجائے سے ملوث کرنا وغیرہ، اس قسم کی سب کفریات اور ضرائف حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و استنکار بطور الزام لکھی گئی ہیں۔ ناظرین رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ میں دیکھ کر چین بچیں نہ ہوں۔ اور بندہ کو معاف اور معذور فرمائیں میں بہزاد زبان اور صمیم فواد و جنان سے ان کفریات سے تہمتی و ستھائی کرتا ہوں۔

دوم۔ میر فرزند حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں تحریر فرمایا تھا کہ ہمارے مقابلہ میں جو عبارت تحریر فرمادیں، بچشم خود دید لکھیں، سختہ و غفرہ کے بھروسے پر نہ رہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت میر صاحب نے تو ضرور ہی اس کا التزام فرما رکھا ہے کہ جو عبارت کتب خصم سے نقل کرتے ہیں وہ چشم دید ہوتی ہے، چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے جواب میں جو روایت لکھی وہ چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایت کو وسیع کر دیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ اور غیر صحیح الماخذ ہر ایک فریق نے دوسرے فریق سے نقل کی ہیں تو اس صورت میں اس قدر کافی ہے کہ جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا جاوے اس کا حوالہ دیا جاوے اصل مانو ذمہ سے نقل کرنا کچھ ضروری نہیں۔ ہاں اگر خصم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا ہانکا کرے اور کہے کہ یہ روایت کذب و دروغ ناقض ہے تو اس وقت اس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب معتبرہ مذہب خصم سے لازم ہوگا۔ باوجود اس دعویٰ کے جو میر صاحب نے فرمایا اور باوجود اس توسیع کے جو بندہ نے عرض کیا، میر صاحب نے نقل روایات میں نقص نظر التزام حوالہ کتب خصوصاً معتبرات کے صحت نقل کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا، بلکہ بمقتضا ترین ادعائی روایت کے الفاظ میں موافق مطلب مسخ و تحریف فرمائی۔

ایسی روایات جن کا ثبوت نہیں

مقدمہ نکاح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں ایک روایت فتح الباری سے لکھی ہے جس کے خاتمہ کے الفاظ یہ ہیں۔

لو لیکن یقبل منه ذلك العذر حتى الجاء۔ اس کا یہ عند قبول زیبا یہاں تک کہ اسکو مجبور کر دیا شوہر روایت پر کوئی حوالہ نہیں دیا جس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاید آپ نے فتح الباری سے ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی۔ حالانکہ فتح الباری میں اس روایت کا ہمیں نام و نشان نہیں ملا اگر آپ نے فتح الباری سے نقل کی ہے تو فرمائیں کہ فتح الباری میں یہ روایت کس باب میں کس صفحہ پر فرمائی ہے

اور نیز تغیر معالم التنزیل سے لکھا ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی نے بیت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق کی ترویج کے لئے اختیار فرمایا یہ بھی محض دروغ ہے۔ تغیر معالم التنزیل سے بحوالہ نزہہ ایک روایت نقل کی جس سے آپ کو اہل حق کے مذہب پر کلام مجید میں تحریف کا واقع ہونا ثابت کرنا منظور ہے اس کے آخر کا یہ جملہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ فی المصحف لئلا وسیعۃ العرب بالسنۃ اور ترجمہ اس کا اس طرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن میں لحن اور سقیم العرب ہے یہ لفظ یعنی وسیعۃ العرب بالسنۃ محض حضرت میر صاحب یا ان کے بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہہ کا مسخ اور تحریف کیا ہوا ہے ماسکا کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہ لفظ اس طرح مروی ہے وسیعۃ العرب بالسنۃ۔

بین تفاوت رہ از کجاست تا بکج

لیکن ہم نے جس قدر اس رسالہ میں روایات لکھی ہیں۔ حسب قرار داد اکثر اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے تلاش کر کے چشم دید لکھے ہیں۔ اور جس جگہ کوئی بالواسطہ روایت نقل کی ہے وہاں حوالہ بھی دے دیا ہے۔ جس مضمون میں متعدد روایات نقل کی ہیں، اس جگہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں۔ تو دو ایک روایتیں چشم دید بھی لکھی ہیں، پھر باوجود اس کے اگر کسی جگہ خلاف معاہدہ ناظرین کوئی ایسا امر ملاحظہ فرمائیں جو سہواً واقع ہوا ہو تو بندہ کو معذور سمجھیں کہ جناب میر صاحب پہلے اس معاہدہ کو توڑ چکے ہیں۔ والبادی اعظم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کے مواقع مختلفہ میں اپنے اخلاق و تہذیب و مشائستگی پر افحیٰ رونا زفسر مایا ہے۔ باین ہمہ ادعائی تہذیب حضرت نے اسی تحسیر میں بمقتضائی اپنے ادعائی اخلاق و تہذیب کے تقریفات و مطالع سے کہیں دریغ نہیں فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیب کا اٹھا نہیں رکھا کیونکہ فحش اور گالیوں تک سے نہیں چوڑے۔ باوجود اس کے بندہ نے ایسے کلمات کے جواب ترک بہ ترکی سے دانستہ اعراض و اعراض اختیار کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی کلمہ خلاف تہذیب بطور محض و تشنیع کے دانستہ نہیں لکھے گا اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ نادانستہ سبقت قلم سے نکل گیا ہو جس کی نسبت بندہ نے یہ خیال نہ کیا ہو کہ گڑاں بار

خاطر سامی ہو گا تو بندہ اس کی نسبت نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواہاں ہے۔ کہ میرا مقصود کسی کا دل دکھانا نہیں ہے بلکہ خود میر صاحب نے آخر تحریر میں گویا میری طرف سے فرمادیا ہے کہ مباحثہ مذہبی میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے ایسے الفاظ بولنے اور لکھنے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ پھر اگر سموز ایسا کوئی ٹکڑا نادرستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ بھی واجب الغفر ہے۔

چہارم۔ تحریر جواب الجواب کے بارہ میں حضرت میر صاحب کی یہ فرمائش تھی کہ جواب الجواب بجنف و استعاطہ عبارات اصل جواب قول قول کے طور سے ملحق نہ لکھا جاوے بلکہ پوری پوری عبارتیں جواب کی لے کر تردید کی جاوے چنانچہ حسب فرمائش میر صاحب بندہ نے پوری پوری عبارتیں اور جملے لے کر تردید کی ہے کہیں کوئی عبارت نہیں چھوڑی جس کا جواب نہ لکھا ہو اور جواب الجواب میں جس کو لے کر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب نے شروع تحریر میں بطور تمہید کے لکھی ہے اس کی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا تعویلاً داخل اور فضول و لا حاصل سمجھا اس لئے اس میں سے تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہے اور نیز ترجمہ روایات بھی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا میں نے خوف اظہار جواب الجواب میں اس کو اختہ میں کیا صرف اس عبارت کی نقل پر اکتفا کیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر واقع ہوئے ہیں اور ان کے جواب میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہے تو کچھ نہ کچھ لکھا ہے اگرچہ ہر موقع میں حتی الوسع طرز جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہے مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئے ہوں گے پس ناظرین دقیقہ شناس دل تنگ نہ ہوں اور مجھ کو معاف فرمائیں۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنے جواب میں مختلف عنوان سے لے کر جواب تحریر فرمایا ہے کہیں کہیں بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہے اور اکثر جگہ لفظ قول کے ساتھ عبارت کو اخذ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن جگہ بندہ کی تحریر میں بھی لفظ قول لکھا ہوا تھا اس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قول قول مکرر لکھا ہے جو ذوق سلیم کے نزدیک مستکہ و مستعجب ہے۔ اس نے بندہ نے باندیشہ خلط و التباس عبارت نقل عبارت میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کے کلام کو لفظ قال یا قول سے شروع کیا ہے بندہ نے اس کی نقل میں اس کے عنوان پر لفظ قال انضافاً الجیب بجنف و استعاطہ لکھا ہے اور اس کے

بعد اپنی عبارت سابقہ اور میر صاحب کے جواب کا جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اس کی تردید کو بلفظ لفظ العبد الغفیر الی مولانا سے شروع کیا ہے جو بجنف و استعاطہ جلی ہے اور اس درمیان میں جو لفظ قال یا قول یا قول میر صاحب کی تحریر کا ہے اس کو بجنف و استعاطہ باریک لکھا ہے پھر اس جواب کے جس قدر جملے باقی ماندہ ہیں ان کو لفظ قول خط نسخ جلی سے اور ان کی تردید لفظ اقول نسخ جلی سے شروع کی گئی ہے یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تمہید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط و التباس نہ تھا اور تحریر بھی بنظر اختصار چند اقوال ملتقطہ پر کی گئی تھی۔ اس لئے نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قول نسخ جلی کی گئی اور اس کی تردید اسی طرح بلفظ اقول شروع کی گئی۔ ناظرین منہ گام ملاحظہ ملحوظ خاطر رکھیں۔

ہفتم۔ میر صاحب نے اپنی تحریر کو دو تین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خان صاحب سلمہ اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جس کو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھے ہوں گے منسلک و مذتب فرمایا۔ شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اس کا جواب بھی بندہ ہی لکھے لیکن چونکہ ان کے اکثر مضامین کی تردید اس رسالہ میں گزر چکی تھی اور تحریر بھی طویل ہو گئی تھی اس لئے بندہ نے بنظر اختصار اس کے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو ماضی پر حوالہ کر دیا۔ و ہاذا اشرع فی الامرام مستغنیاً بالملک العتہ و هو حسبی و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تردید تمہید

قولہ جواب سے پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکھا جاتا ہے۔ الہ اقول یہ قسم تو خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن علماء اور ذہانت شیعہ کا عام قاعدہ ہے کہ جہاں تک دسترس اور موقع پاتے ہیں۔ اعتقاد اہلسنت سے اختلاف کر کے مذہبی پیچیدہ جہاز کرتے ہیں۔ اور چلنی چڑنی باتیں بنا کر اپنے مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ دتیرہ حضرات شیعہ کا ان کی مذہبی روایات منقولہ بحار الانوار وغیرہ کی رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ تخلف نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسی تفسیر کلیہ کے مطابق ہمارے میر صاحب نے بھی مکرر چیر چر عنایت احمد صاحب قدوسی لکھنؤی کے ساتھ یہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت مخدوم انعام مورانا و مرشد نامولوی رشید احمد

صاحب گنگوہی دام برکاتہم اور ان کے تلامذہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ حاصل تھی اس لئے پیر جی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور ان کو جواب دیئے اور ان کے چالوں کو اور پتھوں کو کاٹا۔ پس میر صاحب کا یہ فرمانا کہ پیر جی صاحب خود اس امر کے بادی ہوئے۔ غابرا غلط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے لکھا ہے کہ ان کو مباحثہ مذہبی کا شوق ہوا جس سے غابرا ہے کہ پیر جی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے۔ پھر معلوم نہیں یہ شوق کیوں کر پیدا ہوا اور کس امر سے ناشی ہوا غابرا بجز اس کے کہ میر صاحب کی چھیڑ چھاڑ سے پیر جی صاحب کو یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا ہو اور کوئی قریب احتمال نہیں ہے۔

کیونکہ اقل علما اہلسنت کو مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی، علی الخصوص پیر جی صاحب تو علوم و درجہ عقیدہ و نقلیہ سے بھی کچھ ایسے واقف نہیں ہیں جو ان کو خود بخود بیٹھے بٹھائے شوق مناظرہ پیدا ہوا اور خود اس امر کے بادی ہوں۔ جب آپ باوجود مخالفت مذہب کے ان کا اتحاد قلبی اپنے ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب عادت ان سے مذہبی چھیڑ چھاڑ نہ کی ہو اور ان کو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو۔ پھر اس بنیاد پر اگر پیر جی صاحب نے آیت استحلاف (النور آیت ۵۵) لکھ کر آپ سے جواب چاہا ہو تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے اور ان پر لفظ بادی کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ آخر میں جو میری تحریر لکھی تو تمام علماء لدھیانہ نے اس کے جواب سے پہلو تھکی کی۔ اور عقب گزارنے کے لئے حیلے اور بہانے پیدا کئے، ہر چند آپ نے ان کے حیلے قطع کئے، لیکن بزم آپ کے کسی میں جرات نہ ہوئی کہ آپ کا جواب لکھنا یا آپ کے مناظرہ کا قصد کرتا۔ یہ محض آپ کی لن ترانیاں ہیں جو آپ کے جماع قلب و دماغ میں سمائی ہوئی ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت ہر شخص آپ کی تحریر کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ آپ کے زبانی دعویٰ کو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ آشنائی نہیں اور یہ دعادی بالکل خلاف واقع ہیں۔ چنانچہ اس تحریر کے دیکھنے سے جس کے رد و قدح کے بندہ درپے ہے اور میر صاحب کا مایہ ناز و افتخار ہے میری اس گزارش کی بخوبی تصویب و تصدیق ہو سکتی ہے مگر میں یہ مستحکم علماء لدھیانہ نے انماض ۱۶۱۷ میں جواب سے فرمایا ہو گا اور جواب نہ دیا ہو گا لیکن ان کے اعراض کا محل یہ نہیں ہے کہ جو میر صاحب نے گمان فرمایا بلکہ انہوں نے اس وجہ سے جواب نہ دیا ہو گا کہ آپ کو قابل خطاب اور آپ کی تحریر کو قابل جواب نہ

سمجھا ہو گا۔ ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء فریقین نے کوئی دقیقہ تحقیقات مسائل میں باقی نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا داسح ہے جو ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے۔ پھر کیا کوئی عاقل باور کر سکتا ہے کہ علماء لدھیانہ کوئی مضمون جواب اپنے علماء سے بھی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی تاویل بھی پیدا نہیں کر سکتے تھے حاشا وکلا پھر بعد اس ادعا کے یہ کس لفظی اور تواضع فرمانا کہ پیر جی صاحب کی طرف سے در باب تحریر سوال اصرار اور آپ کی طرف سے مدافعت اور عذر و انکدار ہوا طر فز تماشائے۔ اول تو پیر جی صاحب کو جب جواب آخری تحریر سامی علماء لدھیانہ کے سکوت سے غیرت و شرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی اور مدافعت کی آپ کی جانب سے کیا حاجت۔ وہی آخری تحریر سامی جس کے جواب سے بزم جناب علماء لدھیانہ عاجز ہو چکے تھے دوسرے علماء کے پاس بھیجنے کے لئے اور ان سے جواب لینے کے واسطے کافی تھے اور آپ کو بھی گنجائش تھی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء لدھیانہ ساکت ہو چکے ہیں۔ اسی کا جواب دوسرے علماء سے لینا چاہیئے۔ مگر یہ کہ شاید آپ کو خیال ہو گا کہ دوسرے علماء بھی ایسے عذر و حیلے مثل علماء لدھیانہ نہ کریں اور بدین وجہ جواب دہی سے عقب گزار سی نہ کریں کہ اس مباحثہ کی ابتداء ہی صحیح نہیں اس لئے آپ تحریر سوال پر آمادہ ہوئے لیکن یہ تو آپ کا عین مدعا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ پہلی تحریریں بھی مسئلہ امامت ہی میں تھیں اور یہ سوال جدید بھی امامت ہی میں لکھا گیا ہے۔ علاوہ انیل میر صاحب کے نزدیک علماء اہل سنت عموماً شیعہ کی کتابیں دیکھنی ان سے ملنا مسائل متنازعہ فیما میں خصوص مشابرات صحابہ میں گفتگو کر کے گنگناہ اور مذہب کے محل جانتے ہیں اور علماء لدھیانہ تو آپ کے ذور تحریر کے سامنے ساکت ہو ہی چکے پھر عذر قلت استعداد و ایچھادانی و عدم الفہم و ضعف دماغ وغیرہ کے کیا معنی یہ حالت تو اس کو مقتضی ہے کہ آپ کی دہی لن ترانیاں بجا ہوں جنہوں نے آپ کے تحلیلات کی یہ نوبت پہنچائی۔ تعجب ہے کہ علماء لدھیانہ کے مقابلہ میں تو یہ زور شور کہ ان کو تو مباحثہ کی دعوت فرمائیں اور علم اجازت دیں کہ چاہو اسر نو گفتگو شروع کرو یا طر مباحثہ حسب مرضی خود بدل دو اس وقت زقلت استعداد و ایچھادانی کچھ مانع ہو اور نہ عدم الفہم و ضعف مرضی خود بدل دو اس وقت زقلت استعداد و ایچھادانی کچھ مانع موجود ہو جائیں۔ پس ان حالات اور قرائن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ انہما خیال مباحثہ واقع سے کس قدر براہ عمل بعید ہے۔

قولہ: غرض یہ تھی کہ کوئی صاحب اس کا جواب انصاف سے تحریر فرمادیں اور محض تحقیق حق منظور ہو۔

اقول: جناب میر صاحب اگر آپ کو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کتنا۔ لیکن تحقیق حق کی تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنے معتقدات سے خالی الذہن اور تعصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ میں حقانیت و انصاف کی نظر سے غور فرمائیں اور آپ کا خصم بھی یہ ہی طریقہ ملحوظ رکھے۔ اور یہی تحقیق حق کی کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ نے فرمادیا کہ ہمارے معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں۔ ہم نے ان کی صحت اور ثبوت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپ کے معتقدات عند الخصم صحیح ہوں یا غلط اور واقع کے مطابق ہوں یا غیر مطابق۔ لیکن خصم اپنے معتقدات کے جو بزم سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہیں۔ تحقیق کرے اور محض تحقیق حق منظور ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں آپ کا خصم آپ کو بھی یہی کہے گا اور صریح آپ کا جدل مکابرہ ہے نہ تحقیق حق کیونکہ جب ہر فریق اپنے اپنے معتقدات کو حق اعتقاد کئے بیٹھا ہے اور دوسرے فریق کے معتقدات کو باطل توہرگز اپنے معتقدات کی قباۃ اور دوسرے فریق کے معتقدات کی محاسن ذہن میں نہیں آئے گی اور ہر فریق اپنے معتقدات کی جن کو وہ حق اعتقاد کئے بیٹھا ہے نصرت اور جانب داری کرے گا۔ اور کبھی تحقیق حق نہ ہو گی۔ بہر کیف لفظ تحقیق حق میں اگر لفظ حق سے مراد حق واقعی اور نفس الامری ہے تو چشم مارو سن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضر ہیں ہم کو کسی صرح دریلغ نہیں اور اگر حق مرعوی مراد ہے تو وہ سر امر ہے فائدہ۔ کیونکہ خصم کے نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپ کو تحقیق حق مد نظر تھی تو اول آپ نے اپنے معتقدات کی نسبت حق الیقین کا خلاف واقع دعوے نہ فرمایا ہوتا اور جب آپ ان کی نسبت اس کے مدعی ہیں کہ آپ کو ان کے ثبوت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے تو بناؤ تحقیق حق و انصاف تو خود بدولت ہی نے منہدم فرمادیا۔ اب اپنے خصم سے انصاف و تحقیق حق کا طالب ہو نا عبث اور خیال محال ہے۔ اگرچہ اس خرد کے نزدیک آپ کے اس جیسے انقدر دعوے کی تکذیب و تردید آپ کی اسی تحریر سے آشکارہ ہو رہی ہے۔ بالین ہمہ جو آپ بھی تحقیق حق کے لئے بزم چشم حاضر ہیں اور متمسک ہیں کہ اگرچہ آپ نے ہماری یہی تحریر کو بنظر انصاف مدح نہیں فرمایا۔ چھاس اس مورد میں کو ہی بنظر انصاف و تحقیق

ملحوظ فرمادیں۔

قولہ: دو ماہ کے بعد میرے شفیق نے مجھ کو جواب لا کر دیا کسی گننام شخص نے لکھا ہے جواب تو کیا ہے حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو میرے سوال کو مجھ ہی پر منتقل کیا ہے گو بنظاہر یہ علم مناظرہ کے ہتھکنڈے ہیں مگر اصل میں یہ بھی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اس کا جواب ہی کیا تھا۔ حضرت نے غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچھ ہو نہیں سکتا اور بدو ن لکھے کچھ چارہ نہیں اس لئے یہ طرز اختیار فرمائی۔

اقول: جناب کا سوال او آخر شعبان ۱۳۳۳ میں میرے پاس میرے عزیزوں نے ارسال فرمایا تھا۔ رمضان شریف میں بسبب شدت گرما و کسل و ماندگی صیام و مدارست قرآن شریف کے تحریر جواب سے مقصر رہا جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں۔ بعد اختتام ماہ صیام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع شوال میں جواب لکھ کر لکھیا نہ ان کی خدمت میں روا ذکر دیا۔ گننامی کی شکایت فضول ہے آپ کو اپنے جواب سے مطلب ہے مجیب کی گننامی اور نام آوری سے کیا مطلب۔ کیا آپ نے یہ نہ سنا ہو گا۔ انظر الى ما قال۔ علاوہ انہیں آپ کے مجیب تو آپ کے شفیق پیر جی صاحب تھے خواہ وہ آپ کو اپنا جواب طبع فرادیلو یا کسی سے پوچھ کر جواب دیلوں اور ظاہر ہے کہ پیر جی صاحب علماء اہل سنت میں سے جس سے دریافت کر کے یا لکھ کر جواب دیں گے وہ اس کو جانتے ہوں گے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں کہ آپ بھی واقف ہوں۔ ناں اگر آپ ایسے علامۃ الدہر ہوتے کہ آپ کی نظیر دشوار ہوتی اور اس وقت آپ فرماتے کہ ہم اس وقت جواب قبول کریں گے جب کہ فلاں عالم اہل سنت میں سے ہو جائے مقابل ہو اور ہمارے سوال کا جواب لکھے۔ تو کچھ چنداں مضائقہ نہ تھا۔ لیکن جب کہ آپ خود اپنے اعتراضات سے محض فارسی خواں ہیں اور مناظرہ ہی کی چند کتابیں آپ کا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت میں آپ کا گننام کے جواب سے کراہت و استنکاف فرمانا اور نامہ آور کے جواب کا طالب ہونا بروئے عقل سر اسرنا زیادہ ہے اور یہ بندہ عاجز بے شک گننام ہے اگر جواب میں اپنا نام لکھ بھی دیتا تو بھی اپنی گننامی کی وجہ سے وہ تحریر گننام ہی کے تحریر ہوتی اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہوتا۔ باقی رہا بندہ کی تحریر کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اس کے جواب میں مختصر کیفیت

آپ کے سوال کے اور اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں اور انصاف کا طالب ہوتا ہوں۔ سوال سامی بحیثیت مقصود و دوا مردوں کو متقن تھا۔ اہل جناب نے بڑے جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنے اصول ثلثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ یہ اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی مثبت حقیقت اصول مذکورہ آپ نے بیان نہیں فرمائے تھے پھر باوجود اس کے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی صاحب ہماری شرائط کو رد کریں تو محض لاسلم کہہ کر نہ ٹال دیں اور یہ حضرت کے مناظرہ دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل کہیں اور خصم سے اس کی تردید میں دلائل کے طالب ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول ثلثہ تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول ان کو دلائل عقلیہ نقلیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اس کے خصم کو کہتے کہ محض لاسلم کہہ کر نہ ٹال دیں پھر ان کے جواب میں آپ کا خصم آپ کے دلائل پر حسب قواعد مناظرہ نقض یا مصلحت پیش کر تا بلکہ جب آپ کا خصم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب قاعدہ لاسلم بھی کہہ سکتا تھا۔ پس آپ کو اپنے رتبہ کی اور اپنے منصب کے منصب کی خبر نہیں لیکن بایں ہمہ آپ نے دعویٰ خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل و بویلا پیش کر دیا۔ یہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ اس لئے ہم کو اس کی کچھ شکایت نہیں اور دوم آپ نے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کریں۔ علاوہ اس کے اس کے ذیل میں آپ نے کچھ مضامین خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر کئے اور باقی ماندہ بخاری و بخاری صاحب تحفہ و منہتی الکلام دہرید و ہدایہ کی تعلیل میں نکالا۔ چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولادگی اور ثانیاً سائل تھے تو حسب قاعدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنے دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اس کے اہل سنت سے ان کے اصول پر دلائل ثبوت کے طالب ہونے کا آپ کو منصب حاصل ہوتا بر خلاف اس کے آپ نے اپنے دعویٰ کو اپنے زعم میں بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور مسلمات خصم سے بچ کر دلائل ذکر فرمایا اور خصم سے اس کے اصول پر دلائل کے خواہاں ہوئے تو ظاہر ہے کہ آپ کا خصم آپ کے ایسے کب آئے گا اور آپ سے ضرور دلائل ثبوت اصول ثلثہ کی نسبت ملو گھر ہو گا۔ یہ تو تحریر سامی کی کیفیت تھی۔ اب بندہ کے جواب کی کیفیت اہل انصاف نہیں کہ بندہ نے اول آپ سے آپ کے اس دعویٰ کا جو شروع تحریر میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات چاہا اور ثبوت اصول ثلثہ کے دلائل طلب کئے اور اسی پر گفتا نہیں کیا بلکہ بعد

اس کے محض تبرعاً پاس خاطر سامی آپ کی روایات مسلمہ سے آپ کے اصول مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کے بزرگ جناب اصول موضوعہ کے ثبوت کے لئے ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی۔ بعد اس کے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور باتباع سامی تفصیل دلائل سے اغماض کیا۔ لیکن بطور تنبیہ والیقا خدا ان کے ثبوت کا حوالہ مجمل اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم پر کر کے تفصیل اقوال و افعال کو وقت تفصیل دلائل و ثبوت اصول ثلثہ سامی پر منحصر رکھا تفصیلی ذکر اقوال و افعال کا موقع اس وقت ہو گا جب کہ جناب اپنے اصول مسئلہ کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول کے بطلان سے پیدا ہو ہی چکی تھی پھر مختصراً آپ کے مضامین کا جواب دے کہ الزاماً چند مفاسد مذہب سامی لکھے۔ پھر صاحب تحفہ و منہتی الکلام کی تعلیل کا ابطال لکھ کر آپ کو آپ کے علم کے اعلا پر تہنہ کیا۔ اب ہم کچھ نہیں عرض کرتے آپ بھی بزم خود مصنف ہیں اب آپ جو چاہیں فرمائیں چاہے اس کو اپنے دل میں واقعی جواب تصور فرمائیں اور چاہے مناظرہ کے ہتھکڑے تباہیں اور چاہے گریز فرمائیں۔

قول: مگر تعجب ہے کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیوں نہ تحریر فرمایا۔ تفتیہ تو شاید ان کے نزدیک علامت نفاق ہو یہ بھی شلن پروردگار و رحمت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تفتیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان فرماتے ہیں پھر ایسے خفیہ امور میں تفتیہ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں وحید عصر تھے اور متاخرین جمہور اہلسنت اس مناظرہ میں ان کے مقابلہ میں بایں ہمہ تحفہ میں اپنا نام لکھتے ہیں وہ بھی تو یہ جو از قلم تفتیہ ہی فرماتے ہیں۔ چنانچہ ازالۃ الخفا کے خاتمہ الطبع میں مولوی محمد اسحق صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب ازالۃ الخفا عن خلافت الخلفاء تصنیف عالم ربانی جنید زمانی محمد اسماعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است واپچہ بعض کس نرا از عبارت تحفہ اثنا عشر ہے۔

بحث تفتیہ

اقول: ہمارے حضرت مجیب نے اس جگہ تفتیہ کا ذکر فرمایا اور ہم کو عدم تحریر نامہ کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہ حضرات تفتیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان کہتے ہیں جو خود ہی اس

کے مرکب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں میں تفتیہ کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتے یا لکھتے ہیں تو ریزہ لکھتے ہیں جو از جنس تفتیہ ہے، حضرت نجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم کچھ گئے ہوں گے کہ حضرت کو نہ حقیقت تفتیہ سے واقفیت ہے نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتے ہیں اس لئے ضروری ہوا کہ ہم مختصراً اس جگہ تفتیہ کا ذکر کریں اور حضرت نجیب کے کمال علمی اور مناظرہ دہلی اور انصاف کو انشا کارا کریں۔ اول تو یہ ہی سراسر غلط ہے جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تفتیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان کہتے ہیں اور یہ اہل سنت پر محض افتراء و بہتان ہے پھر عدم تحریر نام اور تو ریزہ کو تفتیہ محرم میں داخل کرنا دوسرا طرف ماجرا ہے، میر صاحب مدعی ہیں کہ ان کو عنفوان سن قیصر سے مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کے مطالعہ میں اسناک رہا ہے بتلاشیں تو سہی کہیں انھوں نے دیکھا ہے کہ اہل سنت نے مطلقاً تفتیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہے یا کہیں یہ لکھا ہے کہ تو ریزہ از قسم تفتیہ ہے یا نام نہ لکھنا یا غیر مشہور نام لکھنا از جنس تفتیہ ہے اور اس کا ثبوت ان کو کسی روایت معتبرہ اہل سنت سے ملا ہے۔ انوس ہے کہ میر صاحب اتنا بڑا دعوے فرمائیں اور اس کا ثبوت نہ دیں۔ بڑا انوس یہ ہے کہ میر صاحب نے تحفہ اشاعرہ کو بھی کھول کھول دیکھا اس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اگر حضرت نجیب تحفہ کا ملاحظہ فرمالیے تو یہ تحریر اس طرح چشم انصاف بند کر کے تحریر نہ فرماتے، جناب میر صاحب جس تفتیہ کو علماء اہل سنت حرام اور منافقوں کا نشان قرار دیتے ہیں وہ تفتیہ وہ ہے کہ علماء شیعہ جس کی اپنے رسائل میں یہ تعریف فرماتے ہیں وہی صحابہ اہل انجیل و یسوع فرماتے رہے۔ یعنی اہل خلاف کے موافقت سے ان کے دینی امور میں حسب مثل مشورہ لڑنا گناہ گناہ کا واسطہ جتنا گئے جتنا اس ذرات خیالی منافق کی امید پر کو ذرا غصہ و کرم ہوگی یا بخود اسے سے وہی ضرر کے اندیشہ سے اگر کوئی جوتو انصاف کے محافل میں جا پہنچے تو معاذ اللہ مجاہد خوشنودی کو سراسر اپالو اہل سنت رضوان اللہ علیہم کے جناب میں بے محابا گستاخیاں کرنے لگے اور اگر ناہنس اہل سنت میں نہ ایک ہونے تو مزہ سوئی اعداء اہل سنت کے فطائل و مناقب بیان فرماتے لگے اور تفتیہ حرام وہ ہے کہ جو شیوخ اکرام علیہم السلام، حاشائے کی جناب پاک کی صرف منسوب کرتے ہیں۔

شیعہ کے حوالہ سے تفتیہ کے واقعات

چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ ان کو کچھ خوف نہ تھا، خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کر کے تمام عمر ان کا ہی کلمہ پڑھتے رہے بلکہ ان کے انتقال کے بعد بھی بیان فضائل و محامد کا ورد رہا، ہمیشہ باہم شیر و شکر رہے جو جماعات و اعیاد انھیں کے پیچھے ادا کرتے رہے، اکثر مسائل خلفاء کی رعایت سے ان کے موافق خلاف ہی لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرتے رہے، غضب خلافت و امتداد امت پر اسی تفتیہ کی بدولت چون و چرا نہ کی قرآن کی تحریف پر جبر و سکوت فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلی قرآن منزل من السماء صفحہ کائنات سے گم ہو گیا، غضب فذک پر نہ بولے معاذ اللہ تہذیب اہلیت ہوئی اور حضرت سیدہ مظلومہ رضی اللہ عنہا پر حسب تصریح علماء قوم کیا گیا جو رد جفا میں گذریں اور خبر نہ ہوئی علیٰ ہذا القیاس جس کی تفصیل سے اہل ایمان کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں، بعد اس کے خلیفہ ثانی جناب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسی تفتیہ مشہور کی بدولت خلعت خدخت نبوت جو نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق کی جواب دہی اور ذمہ داری اس کے ساتھ منوط ہے اپنے اوپر سے انار کر برہم شیعہ ایک کافر کو پہنا دیا اور اس کے حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو گئے، لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ دیا، علاوہ ان کے آٹھ افراد کے کہ انہوں نے تو خلافت کا نام تک بھی نہ لیا اور آخر میں خاتم سلسلہ امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ شریعت میں اسے میں وہ غیوریت کبریٰ اختیار فرمائی کہ صدائے برس گذر گئے اور شیعہ ایمان پاک متضرر ان قدر کہ جانیوں پر آئیں لیکن حضرت اپنے جمال جہاں آرد کو مشتاقان زیارت پر حضور گر نہیں فرماتے، پہلے کچھ دنوں سلسلہ سفارت و خط و کتابت رقصات جاری رہی اب وہ بھی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہ خبر نہ ہو گی کہ اس زمانہ میں غزوہ اس کے خون و خونِ صب کا وہ زور، شور نہیں، ہاں کسی جگہ نہ کاؤٹ ان کو نہیں ہے کیا مہدی سو فیاض کا منہ ہو کر بھی آپ کو اس میں کچھ شک و تردد نہ رہی رہا ہو گا، ہم نے فرض کیا کہ یہ خوف کسی جگہ سوچیں سہی، اور کوئی اللہ مصلحت و غیر ذلک اخصاس و دین

قابل اعتماد نہ ہو لیکن اور کہیں نہیں تو بلاد المومنین ایران ہی میں ظہور فرما کر اظہار دعوت حتیٰ فرماتے جہاں لاکھوں مخلصین آپ کے فدائی ہیں اور جان بازی کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہیں مگر یہ کریم مذہبی اسرار میں سے ہے جس کی دریافت حقیقت سے عقول مومنین کو تار و قارم ہیں۔ سبحانک ہذا بعتان عظیم اور بحول اللہ وقوتہ۔ اس تفسیر کے لکھنے کا اظہار آیات قرآنی و احادیث نبوی اور قصص انبیاء سابقین اور اقوال و افعال جناب امیر کرام رضوان اللہ علیہ سے مثل آفتاب رالبعہ النائر ثابت ہے آیات قرآنی سے ایک آیت مع اس تفسیر کے جو مفسر صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ملحقاً نقل کرتا ہوں ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں

ہو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کے سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں فرشتے ان کی جان نکالنے وقت از روی توبیخ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیوں! امور دین میں تمہارا کیا حال تھا! تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اس وقت مقبرہ و مغرہ تھے یعنی ہمارے ملک و دیار میں جو مشرک لوگ

تھے انھوں نے اپنی قوت اور کثرت تعداد کے سبب ہم کو دبا لیا تھا اور خدا نے تعالیٰ پر ایمان لے کر رسول کی پیروی کرنے سے ہم کو روکتے تھے پھر اس تکوین و سرزنش کے جواب میں یہ عذر لائیں گے کہ ہم مغلوب زیر دست تھے اس لئے ہجرت یا اظہار اور اعتقاد و کلمۃ الحق ذکر کے تھے فرشتے انکو جھٹلاتے کہہ سکتے ہیں کیا خدا تعالیٰ کا ملک اتنا خزانہ نہ تھا کہ وہ ان سے ہجرت کو جانتے اور اپنے وطن اور گھر سے چل نکلتے اور جو لوگ تم کو ایمان نہ دے روکتے تھے ان سے قلعہ قلعہ کر کے کسی اور

حرف کو رستہ لیتے جیسا کہ ماجرہ کو مدینہ منورہ اور مکہ حبشہ کی طرف نکلتے تھے پس ایسے لوگوں کا

دلیل علی وجوب الهجرة من موضع لا یتمكن الرجل فيه من اقامة دينه۔ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فربدینہ من ارض الی ارض وان کان شبرا من الارض استوجب الجنة وکان رفیق ابراہیم و محمد استغنی مطلقاً تفسیر صافی ص ۱۲ پارہ ۱

دورخ ہے اور یہ بہت بُری بازگشت ہے پس یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہ اپنے دین کو قائم نہ کر سکے تو اس کے لئے اس مقام کا چھوڑ دینا واجب ہے اور آنحضرت سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے دین کو سلامت رکھے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاگ جائے اگرچہ یہ مسافت ایک ہی باشد کی کیوں نہ ہو اس پر حجت واجب ہو جاتی ہے اور وہ ابراہیم و محمد کا رفیق بن جاتا ہے۔

اہل انصاف اس آیت شریف کو اور اس کی تفسیر کو مع آیات ثلاث طحہ کے ملاحظہ فرمائیں اور حقیقت تفسیر پر وقوف و اطلاع حاصل کریں اگرچہ اس جگہ بہت بحث کی گنجائش ہے اور اس تفسیر سے بہت سے عقیدہ حل ہو سکتے ہیں لیکن بغیر تعویض اسی قدر قلیل پر اکتفا کر کے اور مضامین منبسط کو اذنان صافیہ ناظرین پر حوالہ کر کے آگے چلتا ہوں احادیث نبوی سنیں علامہ باقر مجلسی جلد اول بحار میں نقل کرتے ہیں۔

ابن یزید عن محمد بن جہور القمی رفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم یفعل فعلیہ لعنة اللہ الی عن عبد اللہ بن المغیرۃ ومحمد بن سنان عن طلحة بن زید عن ابی عبد اللہ عن ابی امیہ عیوبہ لیسہ قال قال علیہ السلام ان العالمہ کما تم علمہ یبعث انتن اهل القیامۃ ریحاً تلعلعہ کل دابة حتی دو اب الارض الصغار۔

یہ روایات صریح مبطل تفسیر ہیں اور علما شیعہ جو چند روایات میں تاویل فرما کر مسند

ان الذین توفیہم الملکۃ کالجمی الفیہم فی حال ظلمہم انفسہم بترک الهجرة وموافقة الکفرۃ قالوا ای الملکۃ توبیخا لہم فیم کنتم من مردینکم قالوا لا مستضعفین فی الارض یتضعفنا اهل الشرک باللہ فی ارضنا وبلادنا بکثرة عدوہم وقوتہم ویمنعوننا من الایمان باللہ واتباع رسولہ اعتذروا واما وبخوابہ یضعفہم وعجزہم عن الهجرة او عن اظہار الدین واعلاء کلمۃ قالوا ای الملکۃ تکذیباً لہم اللہ تکرر اللہ واسعة فشاہجروا فیہا فتخرجوا من ارضکم و دورکم و تفارقوا من ینعکم من الایمان انقطع اخرکم فاعل المهاجرون فامدینۃ و نجشۃ فاولئک ماؤہم حبیہم وکانت فیہم رؤیۃ

تخریب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد ماسوائے مواقع تفتیہ کے ہے وہ بروئے عقل و انصاف ہرگز قابل قبول نہیں۔ اقوال و افعال ائمہ کی تفصیلی نقل موجب تطویل ہے اس لئے اس میں سے قدر قلیل کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ بہت سے اقوال مبطل تفتیہ بیخ البلاغہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں ان میں سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو بیخ البلاغہ میں شریف رضی نے نقل کیا ہے لکھتا ہوں۔

ومن كلام له عليه السلام لما
عزموا على بيعته عثمان لقد علمتم
ان الحق بهما من غيري
والله لا مسلم ما سلمت امورا لمسلمين
ولم يكن فيهما جور الا على خاصة
جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا تو اس وقت
جو کچھ جناب امیر نے فرمایا اس میں سے یہ کلام ہے تم
جان پکے ہو کہ میں اپنے فرائض کی نسبت اس حق باطلت
ہوں خدا کی قسم میں تسلیم کروں گا دوسرے کی خلافت کو
جب تک کہ مسلمانوں کے امور میں ظلم نہ پڑے گا اور
نہ ہوگا اس میں کسی پرندہ سوائے میرے نفس خاص کے

اس قول سے صاف ثابت ہے کہ جناب نے تسلیم و انقیاد غلیظہ کا اسی وقت تک قبول کر رکھا ہے جب تک کہ مسلمانوں کے امور سلامت میں ہیں اور سوائے ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم و جور نہ ہو اور جب یہ ہوگا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہوں گے اور ان پر جور ہوگا تو پھر یہ تسلیم و انقیاد نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ جیشہ شیر و شکر رہے۔ کبھی کبھی لغت نہیں فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ ذرا نرمی اور مدارات نہ فرمائی اول ہر طرح نمایاں فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتال سے بھی دریغ نہیں فرمایا اگرچہ کامیاب نہ ہوئے اور فتنہ فروز نہ ہوا۔ غرضیکہ یہ قول اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا سر اسرہ مبطل تفتیہ ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مناقضہ نہ فرمایا لیکن یہ بدیدہ جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواستگار تھا آپ نے ہرگز اس کی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور اپنی قات اور اس کی فوج کی کثرت سے ذرا ہراس نہ کیا اور اپنے آپ کو اور جو انان اہل بیت کو مطمئن بنانے کے شہادت نوش فرمایا اور شیعوں کے ایک فرض مذہبی کو جو تفتیہ ہے بے بیجا و جیاد سے اکھاڑ دیا۔ یہ مقدار استغراقی ہے اور سوس کا بھی اندیشہ ہے اس لئے جو بعد و تفتیش سے حق نہیں کر سکتے۔

خاص یہ تفتیہ ہے جو مختلف فیہا میں انہیں ہے اور جس کو بہ سنت حراد اور منافقوں

مشتان کہتے ہیں نہ تو یہ و معارضین کجا تو یہ اور کجا تفتیہ کجا ریاکان و کجا آسمان۔

اہل سنت کے یہاں اکثر غزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہے اور تو یہ میں امر و معین و ذو جہتین بغرض اسہام مقصود اور ایہام خلاف مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور نام نہ لکھتا تو تو یہ بھی نہیں ہے چر جائیکہ تفتیہ تحریر ہو پس حضرت مجیب جیسے داعی انصاف سے نہایت استعجاب ہے کہ ایک دفتر لایسٹ لکھ ڈالا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ بھی اسی تحریر میں کر چکا ہوں۔ اگر کوئی ان دونوں باتوں کو جمع کرے گا تو کیا کہے گا۔ پھر اب ہم ان تحقیقات پر اپنے مجیب لبیب سے کیا انصاف کی امید رکھیں۔ اگرچہ تو یہ میں بحیثیت ہوا ضرورت و عدم ضرورت دونوں مساوی ہیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اس پر شاہد ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے تحفہ میں اپنا مشہور نام کیوں نہیں لکھا؟

معبد التحفہ کے دیباچہ میں جو حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے تو یہ اپنا غیر مشہور نام تحریر فرمایا۔ علاوہ اور مصالح کے ایک یہ بڑی ضرورت اس طرف داعی حق کی اس زمانہ میں شیعہ کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی منصب دار درمیں متعصب شیعہ تھے چنانچہ تفتیہ بنا اسی زمانہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ بدو ان کے کہ کوئی گناہ مستوجب قتل ان سے سرزد ہوا ہو بے گناہان کے دست تقدی سے طعنہ سنگ اجل ہو کر شہرت شہادت نوش فرما چکے تھے اور اس کا کچھ تدارک و انتقام نہ ہوا تھا تو ایسے طوفان بے قیزی کے وقت میں اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال کا بالیقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شرارہ صدا خانان کو خاک سیاہ کرتا۔ اور بعض اوباش اسی زمانہ میں بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں بھی آئے لیکن حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے محفوظ رکھا اور ان کے شر کو دفع کیا یہ قصہ کچھ بہت پرانا نہیں ہے اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائے گا یوں ہی بے تحقیق اعتراض کرنا آپ کے ادعا کے انصاف پر زیبا نہیں ہے۔ اور اگر بڑی عمداری اور انتظام کو ملحوظ اس زمانہ کے اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سر اسرہ خلاف عقل ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ اجتہاد عملداری اور تسلط کا تھا اس وقت جس قدر عداوت و مداخلت و غماض ہوتے تھے اس وقت سر کا

نام و نشان بھی نہیں بلکہ جو حقیقت قبل از غدر تھی وہ بھی اس وقت نہیں ہر شخص جانتا ہے کہ اگر بری قسط مرتبہ جی ہوتا ہے آج کچھ ہے کل کچھ پس جی دوزمانوں میں تقریباً سو برس کا فصل واقع ہو گیا جو ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے ایک حکم کرنا کس قدر بعید از عقل و انصاف ہے اور بندہ نے جو اپنا نام نہیں لکھا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پوری سی میسرے پاس بالواسطہ آئی تھی مجھ کو معلوم نہ تھا کہ پرچی صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیوں کر رکھا ہے اپنی ہی طرف سے اپنے علماء سے لے کر جواب دیتے ہیں یا وہ ہی جواب بعیدہ پیش کر دیتے ہیں اور بندہ کو اس شرط کی اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کسی کا نام نہ ہوگا تو آپ اس تحریر کو قبول نہ فرمائیں گے اور کچھ نام ادوی بھی مقصود نہ تھی تو میں نے خیال کیا کہ جواب عدوی از نام پیرچی صاحب سلمہ کی خدمت میں بھیج دوں پھر آگے ان کو اختیار ہے یہ جواب پیش کریں یا نہ کریں اور اگر پیش کریں تو خود جس طرح مناسب سمجھیں پیش کر دیں گے تو فی الحقیقت مجھ سے سائل پیرچی صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب مخدوم تھے اور ان کو اس امر کی اطلاع تھی کہ یہ تحریر اس عاجز کی ہے تو اس صورت میں نام نہ لکھنا تو یہ ہے نہ تفتیر اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی اگر آپ کو اس میں شک ہو تو پیرچی صاحب سے دریافت فرمائیں اب آپ اس کو چاہیں تو یہ فرمائیں یا تفتیر بنائیں آپ کے انصاف ادعائی کے سبب شایان شان ہے قولہ: اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ مجیب کا نام ضرور ہوگا بلکہ اسی شرط پر مجھ سے نام لکھوایا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکھیں تو تو جواب نہ لکھنا مگر اب وہ بھی حیرا ہیں اور کہتے ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ وفادانہ ہوا مگر تو میری خاطر سے جواب لکھ دینا

اقول: پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ آپ کے شفیق نے یا کسی نے مجھ کو آپ کی اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی ورنہ نام لکھنے میں کچھ تاہل اور کچھ دریغ نہ تھا پھر یہ جو میر صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق بھی چاہے موجود حیرت میں گرفتار ہو گئے اور وعدہ وفادانہ کو تسلیم کر کے جواب الجواب کے متمسک ہونے لگے سراسر لغو ہے اول اپنے شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے شرط مقرر کی مؤلف جواب کو اطلاع دی ہے یا نہیں جب اس کے جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں نے اس شرط کی اس کو اطلاع دی ہے تو آپ نے دریافت فرمایا ہوتا کہ اس نے نام لکھنے سے انکار کیا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ نام لکھنا بوقت نقل سوارہ گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ اس شرط کی اس کو اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس تحریر کو واپس

بھیج دیا جائے تاکہ وہ یا نام لکھے یا انکار کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو بذریعہ ایک کارڈ کے آپ کے شفیق دریافت فرما سکتے تھے کہ نام کیوں نہیں لکھا اور عجب نہیں کہ میں ان کو غائر تحریر پر اپنا نام لکھنے کی اجازت لکھ بھیجتا یہ موقع ہرگز نہ آپ کے انکار کا تھا نہ ان کے متبائے حیرت ہونے کا اور اصرار کا لیکن اہل انصاف ادعائی کا مقصد یہ ہے کہ بدون تحقیق بافتیش اس پر تفتیش کا حکم لگا دیا اور اس اذعان و یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی نازل ہوئی۔

قولہ: اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی ہیں حتیٰ اگر امتحان لینے کو مستعین اقول: میں یہ چھیدان و پچکارہ ہرگز مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ تمام خاندان میں اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہیں لیکن اہل گاہے بنظر حمایت اسلام مخالفین کی زعم شکنی کے لئے مدعی بھی ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ البیابہ محمود ہے جیسا کہ جہاد اعداد کے وقت پسندیدہ خداوند تعالیٰ ہے اور واضح رہے کہ امتحان لینے کے قصد سے جو ادعا کمال علم و فضل استنباط فرمایا ہے یہ محض خوش فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئے عرض کیا گیا تھا اس کے واسطے کمال علم و فضل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ یہ دریافت کرنا کہ فلاں کتاب کا کون مصنف ہے اور فلاں مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کے لئے کمال علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے پس دلیل دعویٰ کو مثبت نہ ہوئی البتہ ادعائے کمال علم و فضل سامی قابل تا شاہ ہے جو خیال فرماتے ہیں کہ ایک عالم ہمارے مقابل میں مسرہ سکوت بر لب ہے سو بفضل تعالیٰ اس دعویٰ کی اصلیت عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے قولہ: اور بغاہر بڑی کروفر سے میدان مناظرہ میں قدم رکھا ہے۔

اقول: یہ کچھ طعن و تشنیع و شکوہ و شکایت کی بات نہیں ہے حمایت دین اسلام بڑی کروفر اور مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی حصہ ہے آخر بزم خود اپنے جواب میں تو آپ نے بھی بڑا کروفر دکھایا ہے۔

قولہ: مگر ضعف تحریر یہیں سے ثابت ہے کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ بھی تحریر نہ فرمایا اور بحر حق و تشنیع اور سخندیزی زبانی کے کسی بات کا تعرض نہ کیا۔

اقول: یہ حضرت کے فخر کی خوبی ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ بھی تحریر نہ فرمایا اور بحر حق و تشنیع و سخندیزی زبانی کے کسی بات کا تعرض نہ کیا ورنہ اگر نہ

تردید اصل جواب

قال الفاضل المحجیب قال المجیب اللیب بسو الله الرحمن الرحیم ونصلى على رسولہ الکریم وعلى آله واصحابہ اجمعین۔

اقول: اس خطبہ میں یہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت و جماعت خصوصاً حضرت مجیب اصحابہ کو اگر پر مقدم کرنا مناسب تھا نہ بالعکس کیونکہ بعد جناب رسول خدا ص کے کل خلائق پر من حیث النواب والرتبۃ تفضیل شیخین کو ہے جیسا کہ بشرح عقائد نسفی میں جو اہلسنت کی معتبر کتاب ہے موجود ہے۔ افضل البشر بعد نبینا ابو بکر الصدیق ثم الفاروق ثم انتی۔

اور حضرت مجیب کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود اسی پرچم میں تحریر فرماتے ہیں علی الخصوص خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اہلسنت تمام امت سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و افضل اور ایمان میں اثبات و اکمل اعتقاد کرتے ہیں۔ ہذا حالانکہ اسی اعتقاد نسفی بلکہ اور کتاب عقائد میں خلفاء اربعہ کی تفضیل بترتیب خلافت ذکر ہے مگر حضرت مجیب نے خلفاء اربعہ میں نہ لکھا اس لئے مناسب تھا کہ اصحابہ کو اگر پر مقدم فرماتے تاکہ زبان ساتھ قلب و جان کے موافق و مطابق ہوتے نہ یہ کہ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ۔

بحث آلہ کی تقدیم اصحابہ پر

يقول العبد الفقير الى مولاه: ہمارے میر صاحب نے خطبہ ہی سے جو یہ ہے سوچے سمجھے کلام و تردید شروع کی شاید اس سے یہ مطلب ہو گا کہ جہاں میں باعث فخر و نیکی نامی ہو کہ میر صاحب نے بسو اللہ سے لے کر آخر تک کی تردید کر دی۔ لیکن اہل علم و فہم کے نزدیک تو ایسے اعتراضات سے بھرنا بظاہر اپنی ناواقفی اور کم علمی کے اور کچھ حاصل نہیں بلکہ اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ تخیل و حامل ہو کر بیان مقصود میں محفل ہوتا ہے چنانچہ ہم نے اپنی ہی تحریر میں بھی اس کو ترک کر دیا تھا لیکن پیاس خاطر حضرت مفتی صاحب بحث لفظی کی جاتی سے کہ ان کے شبہ کا رفع و اجابت سے ہے پس واضح ہو کہ ہمارے مجیب نے شروع اعتراض میں تقدیم لفظ آل کی نسبت لفظ اصحاب پر مناسب ہونے کا

غور سے ملاحظہ فرماتے تو اس میں اپنا جواب پاتے۔ چنانچہ اجمالی طور پر اس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کے سامنے پیش کر چکا ہوں بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جناب کو تو اختیار ہے چاہے مناظرہ کے ہتھکنڈے بتائیں یا گمبیز فرمائیں یا متدبیر زبانی اور طعن و تشنیع تصور کریں مثل مشہور زبان کے آگے نہ کو انہ کھاتے۔

قوله: حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائے تحفہ اور کچھ سامان نہیں ایسی چال چلنی چاہیے کہ وہ ہی امور جن کا تحفہ میں ذکر ہے اور ان میں ہی ان کے زعم میں کچھ بحث ہو سکتی ہے اس مباحثہ میں چھیڑنے چلیئے اس لئے میرے وہی قول لئے کہ جن کی بحث تحفہ میں موجود ہے یعنی اول شرط ثلاثہ امامت کے دلائل طلب فرمائے۔

اقول: یہ بھی حضرت کا تخیل محض ہے یا بذریعہ استعارہ طاق جفت کے معلوم فرمایا ہو گا کہ میں نے خیال کیا کہ میرے پاس سوائے تحفہ کچھ سامان نہیں حالانکہ خود ہی ازالہ الغلبین اور آیات و بیانات کی میرے پاس ہونے کا اعتراف فرماتے ہیں اور اس امر کا نتیجہ کو بھی اعتراف ہے کہ ازالہ الغلبین تحفہ سے ماخوذ نہیں۔ اچھا پاس خاطر سامی مستحکم کہ میرے پاس سوائے تحفہ کوئی سامان نہیں اس لئے وہی اقوال لئے جن کی بحث تحفہ میں موجود ہے اور تحریر ضعیف ہے اور آپ کے پاس مواد تالیف ہر قسم کا موجود معادین مستعد ملک بدرجہ قصویٰ لیکن اگر یہ آپ کا زعم صحیح ہو تو آپ کو مبارک ہو اجلدی فیصلہ ہو جائے گا۔ آپ کو کچھ دقت اٹھانی نہ پڑے گی پس وہی ابحاث لکھ دیجئے کہ جن کی بحث تحفہ میں موجود نہیں اور میدان مناظرہ جیت لیجئے۔ اور کوئی قول اپنے سوال میں ایسا بندھیے تو سمجھیں جس کی بحث تحفہ میں نہیں ہے۔

قوله: ہم حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

اقول: ادب عرض ہے۔

قوله: اور حسب وعدہ جواب کے منتظر ہیں۔

اقول: لیجئے حاضر۔

حکم کیا ہے جو اولویت کو مقتضی ہے اور عدلت تقدم جو ذکر کی ہے وہ مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب و جان کے موافق ہو جائے زبان کا قلب کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین سے ہے اور عدم توافق نفاق ہے۔

مہر تقدیر اولامیر صاحب کو ثابت فرمایا چاہیے کہ عطف بالواو ترتیب ربی کو مستلزم ہے ہم اس کو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ واو محض جمعیت فی الحکم کو مفید ہے چنانچہ وائٹان فن عربیہ جلد نئے ہیں کہ کلام افصح میں بھی تنزل اعلیٰ سے اسفل کی طرف ہوتا ہے اور گاہے ترقی اسفل سے اعلیٰ کی جانب کی جاتی ہے۔ قرآن شریف کی مواضع متعددہ میں حق تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو آپ کے اس دعویٰ کو مبطل ہے آیہ وَبَلَدِكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاكَ آخِرَ جَيْدِ آيَاتِنَا تک پڑھ جائے اور اگر یاد نہ ہو تو کسی حافظ سے پڑھو ایچے یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پہلے سپاہ میں مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ پڑھ لیجئے۔

خطبہ میں صحابہ کا ذکر نہ کرنا شیعہ کا شعار ہے

ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ لفظ آل اصحاب کو بھی شامل ہے اور اس کے معارض و مقابل نہیں اور کچھ ضرورتاً نہیں تھی کہ لفظ اصحاب ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ اکثر حضرات مسننین شیعہ نے یہ طرز اختیار فرمایا کہ اصحاب کا ذکر خطبوں میں نہیں فرماتے اور شاید ان کا یہ معمول اس وجہ سے ہے کہ ان کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص معصیت تو درکنار سوائے حضرت مقداد کے حصہ ارتداد سے بھی نہیں بچا چنانچہ اس جگہ ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہوں جناب قاضی صاحب شمس ستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر مقداد فرماتے ہیں ویشیخ ابو عمر و کثی کہ از علماء امامیہ است در کتاب اسماء الرجال باسناد خود از حضرت امام محمد باقر روایت نموده۔

ان تد الناس انو نشاة نفر سلمان
و البوذ و المنقر دقتلت فعمار
سب بکر متہ موتہ حمزین شخص سلمان ابوذر
مقدم میں نے چچا ابوہار فرمایا کہ وہ کچھ پھر گیا

قال کان حاص حصمة ثور رج
قال ان اردت الذی لم یثک
و لوید خللہ شئ فامقداد لہ
تھا لیکن پھر لوٹ آیا فرمایا اگر ایسا شخص چاہے
جس کو کچھ شک نہ ہو ہو اور جس کے کچھ دل میں
نہ داخل ہوا ہو تو مقداد ہے۔

علی الخصوص حضرت مخاطب کے مذاق پر کہ انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ معصیت کرام ہونے سے بالکل خارج کر دیتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کل صحابہ کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ خود صاحب نخطہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا۔ سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمائیے۔ وَیَا ذَا أَرْوَا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا الْفَضْلُ الْيَقِينُ ۝۱۰۱ تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ معصیت مکرمات کے بالکل خلاف ہے تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہ ہوئے اور جب کہ صحابہ کرام کا وجود ہی متحقق نہ ہوا تو شاید اسی لئے مصنفین شیعہ نے لفظ اصحابہ کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ اصحابہ کو ترک کرتے ہیں تو وہ خلاف مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک امر شیعہ میں تشبہ بشیعیہ لازم آتا ہے تو بغرض دفع توہم خلاف مقصود اور حذر از من القتبہ بطور تخصیص بعد انیم کے لفظ اصحابہ کو ذکر کیا۔

ثالثاً فرضاً لفظ آل و اصحاب میں تقابل ہے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہیں تاہم یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ اگر غناء کو افضلیت حاصل ہے تو وہ فضل کلی ہے اور فضل کلی اعتبار تقدم فضل جزئی کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعتبار فضل جزئی یعنی جزئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ راہبایہ اعتراض بدتبر کیا گیا ہے اور اس کی دلیل مدعا کی مثبت نہیں اس لئے کہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب کو آل پر مقدم کرنا چاہیے اور اس کی دلیل یہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کل ظلالین پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شیخین کو ہے اور ظاہر ہے کہ تفضیل شیخین مستلزم تفضیل جمیع اصحاب رضی اللہ عنہم نہیں پس اگر لفظ اصحابہ کا آل پر مقدم کیا جاوے تو موافق زکوٰۃ سامی مومن ہوتا ہے کہ جمیع صحابہ اہل بیت سے افضل ہوں اور ماثلاً کہ اہلسنت ایسا اعتقاد رکھتے ہوں لیکن میں نہایت متعجب ہوں کہ ہم جن حیرت ہوں کہ جناب و رسلے باہن جہاد عاقلی انصاف و دانش جب اس خطبہ پر جو بظاہر ہے الجملہ مسلک سامی کے موافق تھا کہ اس میں لفظ مقدم آل کا صحابہ پر ذوق ہے جو مقتضی تقدم ربی کو ہے اور نیز

اصحاب کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ غایت مافی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجھیں گے جن کو برخلاف نصوص روایات صحیحہ اپنی کے آپ نے کرام اعتقاد فرما رکھا ہے اس جوش و فروغ سے معترض ہیں تو اپنے جمہور علماء مصنفین پر جو قدیم و حدیثاً لفظاً ال ہی پر اکتفا فرماتے ہیں اور گویا اصحاب کے ذکر کے خطبوں میں صلوة و سلام کے لئے قسم کھا رکھی ہے کیا کچھ اعتراض نہیں کیا جو گا اکثر حضرات شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور بعض حضرات جیسے ہمارے مجیب و مخاطب شاید اس خیال سے کہ مبادا کوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل و اصحاب بہر دو ترک فرما دیتے ہیں اور بعض متقیین اگر کہیں اہل سنت میں جا پھنسے اور وہاں تصنیف کا اتفاق ہو یا لباس تسنن میں کوئی کتاب تالیف کی تو لابد اصحاب کا بھی ذکر فرما دیتے ہیں پس ہمارے حضرت مجیب فرمائیں تو سہی کیا کسی روایت میں اصحاب کرام پر تنہا صلوة و سلام بھیجے کی حرمت وارد ہوئی ہے یا کسی نے ائمہ نہیں سے خطبات وغیرہ میں اصحاب پر صلوة و سلام کی ممانعت فرمائی ہے جس کی وجہ سے حضرات نے یہ عمدہ موثق باندھا ہے ہم نے تو صحیفہ کاملہ کی روایت میں یوں پڑھا ہے

اَللّٰهُمَّ وَ اَصْحَابُ نَحْنُ خَاصَّةً
اَلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الصَّحَابَةَ

فرا تخصیص بعد تعمیر بھی ملاحظہ فرمائیے گا۔ اگر یہ فرمائیں کہ اصحاب کرام معصوم نہیں ہم من کریں گے کہ آل بھی تمام معصوم نہیں بلکہ صرف آپ کے نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہیں پس بجز اس امر کے اور کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ اصحاب کے ساتھ بغض و عداوت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بوجہ اشتراک لفظی کے جو کہ لفظ اصحاب میں ہے اور بوجہ اشتراک لفظی اصحاب کے اپنے معنی علیہ اصحاب کو بھی جن کو برخلاف روایات کرام اعتقاد فرما رکھا ہے صلوة و سلام سے محروم کر دیا۔

زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف شیعہ ہے

باقی رہا یہ ارشاد نامک زبان ساتھ قلب و جنان کے موافق و مطابق ہونا ہے نہ یہ کہ در میں کچھ اور زبان پر کچھ باتو اپنے مذہب کی نادر تقیید سے ناشی است۔ صفات کا مطلقہ است نہ نسبت کی روایت کو تو بوجہ نہایت و حدیث سے ماریہ و غیرہ صحت سے روایت

کرتے ہیں۔

انکم علی دین من کتمہ
اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذله اللہ - عن
الارغامہ۔

پس جب دین اسلام کی یہ حالت ہے تو زبان کا قلب و جنان سے موافق ہونا مخالفت شرع اور محرم قرار پایا اور زبان کا دل سے مخالف ہونا اصول دین سے ٹھہرا مگر یہ کہ حضرت نے اس میں بھی تفسیر فرمایا ہو لیکن غالباً حضرت حکم کتاب محتوم بخواتیم الذہب مامور بالظہار حق تھی اور حضرت کو تقیید جائز نہ تھا۔ اور یحییٰ آپ کے شیخ صدوق اپنے اعتقاد میں فرماتے ہیں ومن ترکہا ای التقیة قبل خروجہا جس شخص نے ہمارے مذہب سے پسے لیتے چھوڑ دیا فقد خرج عن دین اللہ و دین وہ شخص جھیک اللہ کے دین سے اور ائمہ کے الاثمہ و خالف اللہ و رسولہ و الائمہ۔ دین سے بھل گیا اور اللہ اور رسول اور ائمہ کا عن کاشف اللثام۔ مخالف ہوا۔

واقفوں اور ناواقفوں کو دین میں کلام کو گفتگو کرنا منع ہے

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ناواقفینک ائمہ خروج و ظهور نہ فرما دیں کسی شخص کو اظہار اپنے معتقدات کا اور توافق قلب و زبان ہرگز جائز نہیں بلکہ یہ خدا کے تعالیٰ اور ائمہ کے دین سے خروج ہے کیونکہ وقت حضور ائمہ تک زمانہ نہ دوام نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت ہی کیوں چھپے چھپے رہتے اور کیوں حضور نہ فرماتے۔ پھر معلوم نہیں کہ ہمارے حضرت مخاطب نے خصوصاً اور تمام مکملین شیعہ نے عموماً برخلاف فرمودہ ائمہ کے اپنے معتقدات کو کیوں ظاہر فرمایا کیا وہ اس وعید سے مستثنیٰ ہیں اور اگر یہ خیال ہو کہ یہ حکم کو علم اور ناواقفوں کے لئے ہے اور جو صنوت جہال و مناخرہ سے واقف اور اس کے مشاق ہوں تو وہ اس وعید سے خارج ہیں تو ذرا حدیث شیخ ابن بابویہ کو جو کتاب التوحید و النبی التنبیہ والجرم میں روایت کی ہے ملاحظہ فرمائیے حدیثنا محمد بن عیسیٰ قال قال کتاب محمد بن یحییٰ کہتا ہے کہ میں نے علی بن ابی ہریرہ سے سنا کہ

یہاں ہمارے اس میں کہ جب کسی شخص سے نہ تھا اس سے بڑا خان چھوڑ دی گئی۔ مزارقہ

عليه السلام انه روى عن ابي ابي
عليه السلام انه لم يرو عن الكلوم
في الدين فتناول مواليك المتكلمون
بانه انه ما نهى من لا يحسن ان
يتكلم فيه فاما من يحسن ان يتكلم فيه
فلم ينهه فيه ذلك كما تناولوا اولاد
فكتب عليه السلام المحسن وغير
المحسن لا يتكلم فيه فان اتعه اكبر
من نفعه عن كاشف اللثام

کلام نہ کرنے والا کوئی دین میں کلام نہ کرے کیونکہ اس کے نفع سے اس کا گناہ بڑا ہے
اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کلام مجید میں شراب و قمار کی نسبت ارشاد فرماتا ہے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ
قُلْ فِيهِمَا اَثَمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ
وَإِنَّ أَثَمَهُمَا أَكْبَرُ مِمَّنْ تَنفَعِبُهُمَا فَجِزْءُ

تو حضرت امام نے بھی اپنے ارشاد میں درباب ممانعت کلام و گفتگو اس آیت کی حرف
اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو بمنزلہ شراب و قمار کے واقفوں اور نادانوں کے لئے برابر حرام
قراردیا

اکابر شیعہ نے مذہب کے چھپانے میں امام کی اطاعت نہ کی

اگر اس بارے میں چشم دید روایات منقول ہوں تو سنی علماء مجلسی بجا الزوار کے
جلد اول باب کہ کتاب العلم میں جو بے شمار روایات کہی ہیں ان میں سے چند روایات منشیطی
لغات میں بعض کرتا ہوں

عن عبد الله بن يحيى عن حماد
بن عبد الله السجستاني عن معلى
بن خنيس قال قال ابو عبد الله عليه السلام

حضرت حماد بن عمار روایت کرتے ہیں کہ
نہ زیادہ آپ نے اسے معنی ہمارے معاذ کو پیش
رہا اور اس کو تشبیہ و تمثیل میں جو شخص ہمارے

يا معلى اكرم امرنا ولا تذعه فانه من
كتم امرنا ولم يذعه اعز الله في الدنيا
وجعله نور ابدن عنيده في الآخرة
يقوده الى الجنة يا معلى من اذاع
حديثنا وامرنا ولم يكتمه اذله الله في
الدنيا ونزع السور من عنيده في الآخرة
وجعله ظلمة يقوده الى النار يا معلى
ان النقية دجى ودين ابائى ودين
لعمري لا تقية له يا معلى ان الله يحب
ان يعبد في السر كما يحب ان يعبد
في العلانية يا معلى ان المذيع
لا امرنا الا لاجل دبه

اور یہ ہے معلى بن خنيس راوی حدیث باوجود امام کی اس ممانعت کے اظہار سے باز نہ آیا اور
امام کی مخالفت کی یہاں تک کہ مقتول ہوا

قال ابو عبد الله عليه السلام اقرءوا
موالينا السلام وادعوا لهم ان يجعلوا
حديثنا في حصون حصينة وصدور
فقيهة واطوار رزينة والذي منق
الحجة وبرأ النسمة ما الشاهد لنا عرضنا
والناصب لنا حربنا اشد مؤمنة من
المذيع غلب حديثنا عند من لا يحتمله
ما تلهوا ان يراكم في كل نفس من كل
ايه شخص پر غلبہ کرے جو اس کا حق نہیں جانتا

عن ابي عبد الله قال ما تفتن
من اف حد يثك خطا ولكن قلنت

ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص
نے ہماری حدیث کوئی پرکریا اس نے جو چوکر کرنا

امر کو چھپائے اور اس کو پھیلانے نہیں بخدا
تعالیٰ اس کو دنیا میں عزت دے گا اور اس کو تان
امر کو نور بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھیں
وہ نور اس کو جنت میں پہنچنے لے جائے گا۔ اسے معلى
جو شخص ہماری حدیث اور ہمارے امر کو ظاہر کرے اور اس
کو مخفی نہ کرے خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں غور کرے گا اور
قیامت کو اس کی پیشانی سے نور کو سلب کرے گا اور اس
افسانے امر کو عظمت بنا دے گا جو اس کو دوزخ میں پہنچنے لے
جائے گی۔ اسے معلى تیسرا اور میرے باپ دادا کا
دین ہے اور جس شخص میں تعقیب نہیں وہ دین سے بیزار
ہے اسے معلى خدا تعالیٰ کے نزدیک پوشیدہ عبادت بھی
اس میں پسندیدہ ہے کیا انشکرا اور پر پرستش کرنی

اسے معلى ہمارے امر کو خام کر دینے والا ایسا ہے جیسا کہ
اس سے انکار کرتے ہیں فرمایا ابو عبد اللہ حضرت جعفر صادق
نے کہ ہمارے دوستوں سے سلام کہو اور یہ بتا دو کہ وہ
ہماری حدیث کو مستحکم کلموں میں رکھیں اور تشنہ سیر میں
مکروں اور باوقار مرد با وقفوں کے حوا کر ہیں تم سے اس
ذات کی جس نے دوزخ کو چھوڑ کر جنت کو چھوڑا اور حقیقت کو
پیدا کیا ہے کہ ہماری امت میں جہل و غفلت اور ہمارے
ساتھ لڑائی پر اکرے میں کوئی شخص اس کوئی سے زیادہ جو کہ کھیت دینے والا نہیں ہے جو ہماری حدیث کو
ایسے شخص پر غلبہ کرے جو اس کا حق نہیں جانتا

ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص
نے ہماری حدیث کوئی پرکریا اس نے جو چوکر کرنا

ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص
نے ہماری حدیث کوئی پرکریا اس نے جو چوکر کرنا

قتل عمد عن ابی بصیر قال قلت لابی
عبد اللہ مالنا لن نخبرنا بحایکون
کما کان علی یخبر اصحابہ فقال علی
واللہ ولکن ہات حدیثا واحدا
حدیثک فکنتہ فقال ابوبصیر فواللہ
ما وجدت حدیثا واحدا کتتہ
ایک ایسی حدیث بیان کردی جو میں نے تجھ سے کہی ہو اور تو نے اس کو پوشیدہ رکھا ہو ابوبصیر کہتا ہے کہ وائے
مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس کو میں نے چھپایا ہو۔

غرض ان روایات سے ائمہ معتقدات زمانہ تقیہ تک صاف حرام معلوم ہوتا ہے پھر
باوجود اس کے حضرات شیعوں کے اکابر کا جو ہرگز ان کے خلص اصحاب ائمہ تھے یہ حال ہے کہ
امام کی نافرمانی کریں امام ان پر لعنت کرے پھر بھی ائمہ اسے باز نہ آویں۔

ظہور بدعات کے وقت سکوت کرنے والا ملعون ہے

اور ان ہی پر کیا منحصر ہے صحابہ مقبولین نے بھی تو امام بلا فضل کے سر منڈانے میں
اطاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب تو یہ ہے کہ باوجود ان روایات کے
پر حضرات یہ روایتیں بھی فرماتے ہیں۔

عن محمد بن جمہور النقی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اذا ظهرت البدع فی مملکتی
فلیظفر العالم علمہ فان لم یفعل
فعلیہ عذاب اللہ
محمود بن عبد السلام نے فرمایا جب میری امت میں
بدعات کا ظہور ہو جائے تو عام کو اپنا علم ظاہر
کرنے ضروری ہے ورنہ ان کو دغیب کرے
ورد اس پرستہ مٹانے کی لعنت
ہوگی رعوی

پھر یہ فرمائیے کہ روایات مذہب کی رو سے زبان کا قلب و جان کے ساتھ موافق
ہونا اصل نہیں دین سے یا مخالفت ہونا اور زبان دونوں کے ساتھ موافق کرنے سے دین سود
سے خارج ہوتا ہے یا مخالفت کرنے سے فاعلیہ و یا موی ابصار۔

قال الفاضل الحلیب: ثم قال: اما بعد ان دون یک سوالی محمد موی فرزند حسین

صاحب اثنا عشری متعلق بحث امامت میری نظر سے گذرا، اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں اور
اس کے متعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ ہو چکے ہیں اور ہنوز فیصلہ نہیں ہوا اور
مذہب تک قائم توفیق راہ ہدایت کی طرف کشاں کشاں لاوے اور عنایت خداوند تعالیٰ
شانہ دستگیری فرمائے تب تک فیصلہ ممکن ہے۔

اقول: مجھ جیسے پیچیدگان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمانا محض تواضع و عنایت سامی
ہے ممنون ہوں۔ واقع میں میں بیچارہ فارسی خواں ہوں ہرگز مولویت کی لیاقت نہیں رکھتا
ہاں یہ ضرور ہے کہ ابتداء میں تفسیر سے مناظرہ مذہبی کا شوق رہا ہے کسی قدر طرفین کی کتابیں دیکھی
اور باتیں سنی ہیں۔ لفظ مولوی اپنے نام کے ساتھ لکھا جانا ایک قسم کی ہنسی و استہزاء سمجھتا ہوں
اس لئے آئندہ معافی کا خواں ہوں۔

لیقول العبد الفقیر الی مولانا: اگر آپ اپنے اس بیان میں سچے ہیں، اور آپ محض
فارسی خواں ہیں اور عبارات عربیہ کو نہ سمجھ سکتے ہیں نہ ترجمہ کر سکتے ہیں، تو ضرور ہے کہ آپ اپنی
تحریرات کے مواقع اعتراض و جواب میں جو عبارتیں اپنی یا خصم کی کتب عربیہ سے نقل کرتے
ہیں جن کا سمجھنا بجز استدلال و علوم عربیہ کے نہیں ہو سکتا ان عبارتوں کی نقل اور ان سے استدلال
کرنے میں اپنے مذہبی بھائیوں سے مدد لیتے ہوں گے اور آپ کے علماء کی اعانت و امداد
اس میں آپ کے شامل حال ہوگی۔ چنانچہ اس قسم کی تحریرات حضرات شیعوں کے ہاں بذریعہ کیٹی
ہوا کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں میرے مخاطب اور میرے مجیب و معترض آپ مع اس
قوت اور تائید برادران ایمانی اور اصدقاء روحانی کے ہوں گے جو شامل حال سامی ہے علی ہذا
جس عنوان سے میں آپ کو تعبیر کروں آپ اس قوت کے ساتھ مل کر معبر عنہ ہوں گے تو اگر
میں نے لفظ مولوی آپ کے لئے اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بیجا نہیں کیا کیونکہ میرے
مخاطب محض آپ ہی نہیں ہیں بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہیں اور اس کے انصار کے
ساتھ بے شک آپ مولوی ہیں تو مجموعہ پر لفظ مولوی حمل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت و تائید
عوارض خارجیہ سے ہے لیکن چونکہ بمنزلہ لازم غیر مشک عن الذات ہے اس لئے اس کو
وصف ذاتی سمجھ لیجئے پس اس کو محض تواضع اور عنایت پر محمول فرمانا محض تواضع و عنایت
ہے ممنون ہوں۔

قول: بدایت کے لئے توفیق پروردگار ہے مگر جس فرقہ سے یہ توفیق بیان نہ

سلب ہو گئی ہو کہ فریق ثانی کی کتابوں کا دیکھنا ان سے ملنا امور متنازعہ فیہا میں گفتگو کرنا خصوصاً مشاجرات صحابہ میں گناہ سمجھتے ہوں اور ان باتوں کو اپنے مذہب کا محل جانتے ہوں عالم اسباب میں اس فرق کی ہدایت کی کیا امید ہے۔

اقول: اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ کو توفیق کے معنی سے بھی نا آشنا ہے۔ جناب من توفیق کے معنی توجیہ الاسباب نحو مطلوب الخیر (مطلوب خیر کے اسباب کا مہیا کرنا) ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں مطلوب خیریت کے ساتھ مقید ہے جو یہاں مفقود ہے مطلوب شرک کی توجیہ اسباب کو کوئی ماد اف بھی توفیق نہ کہ گام اور اگر غیر معنی مراد ہوا اور مطلقاً ہر ایک فریق کی کتابیں دیکھنا ان سے ملنا امور متنازعہ فیہا میں گفتگو کرنی اور اس کو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خوارج کو بھی جو کہ اپنی کتابوں میں اہلبیت نبوت کو سب و شتم کرتے ہیں اور سواد الوجہ فی الدارین کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرات شیعہ نے بھی بد نسبت کہا صحابہ کے یہ ہی و نیز اختیار کر رکھا ہے مزدہ ہو کہ حضرات شیعہ کو کہہ سکتے ہیں کہ جس فرقہ سے یہ تفریق بیان تک سلب ہو گئی ہو، ہلا تو اس صورت میں آپ کے ہی اقرار سے آپ سے اور تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی متدین خیال نہیں کر سکتا کہ خوارج کی کتابوں کا دیکھنا جن میں معاذ اللہ اہلبیت اہلدار کے دشمنوں کی توہین و تمذیل ہو مستحب اور موجب ثواب ہو، اگر ہمارے مجیب ہر وہ اپنے مذہب کے واقعی الیاسی اعتقاد رکھتے ہوں تو ہمیں بھی مطلع فرمائیں، علیٰ ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس و بت پرست وغیرہ سب کا بمقابلہ حضرات شیعہ کے اپنی ان کتابوں کے نسبت جن میں حق تعالیٰ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کلمات سقط و ناسر لکھے ہیں یہی ترانہ ہوگا۔ پھر جو کچاس کا جو ب حضرات شیعہ خوارج وغیرہ کو دیویں و جہاں ہمارے طرف سے بھی قبول فرمائیں۔

اور اس سے کہ جس فریق کے نزدیک فریق ثانی کے پیشواؤں کو برا کنا جہنم مذہب ہو اور اس کو عبادت خلفا کرتے ہوں بعد اپنے پیشواؤں کو برا کہنے سے پاک نہ ہو اور ان کی کتابوں میں اس قسم کے مضامین سے منو ہوں اور ان کی زبانیں ایسے کلمات کی نوکر فرما ہوں کہ بے شک ہر حق مانی ایسے لوگوں کے معنی اور ان کی کتابوں کے دیکھنے سے کارہ ہوگا اور اگر ہم نے کہا کہ یہ سب وہاں سے ہے اور ان میں قاعدہ ہے کہ جب حق منصف اور محقق ہو جائے ہے تو اس میں کوئی شک نہیں اور ان سے ملنا امور متنازعہ فیہا میں گفتگو کرنا اب سود نہیں

اوقات بلکہ کسی قدر خطرناک ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک امر کے استحسان کے ادرارک سے عقول قاصر ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے:

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝۹۹ اور تم کو علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا۔
فرما کر اس پر متنبہ فرمایا اور جا بجا کلام مجید میں مخالفین کے ساتھ اختلاط اور ان کی دوستی اور موالات کی ممانعت فرمائی۔ اور جب اہل سنت اپنے مذہب کو منصف و محقق کر چکے اور موافق کتاب و سنت پانچے تو ان کو کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ بنظر تحقیق حق شیعہ و خوارج سے ملیں اور ان کی کتابیں دیکھیں اور اپنے بزرگوں کا سب و دشنام سنیں اور دیکھیں۔ ہاں گاہی بنظر حمایت اسلام و تہکیت لالہ الخضم بغرض الزام کتب مخالفین دیکھتے ہیں اور امور متنازعہ فیہا میں گفتگو کرتے ہیں اور اس کو کوئی حرام نہیں کہتا۔ البتہ اس میں اگر کچھ فرامیٹیں تو اہل درع و تقویٰ فرمائیں سو وہ خارج از قانون مجوٹ ہے۔ لیکن سلب توفیق اس فرقہ سے دیکھنا چاہیے کہ کہاں تک اور کس درجہ تک ہے کہ جو تمام اثر کتب اہل حق دیکھتے ہیں کتاب اللہ پڑھتے ہیں اور ہدایت ان کے نصیب نہیں ہوتی اور صراط مستقیم سے منحرف ہیں۔ خدا تعالیٰ شانہ کے لئے مجرم و صورت ثابت کرتے ہیں۔ کھوکھو اور محسوس بتلاتے ہیں۔ کتاب اللہ کو محرف کہتے ہیں انبیاء کے حق میں ناسر لکھتے ہیں انہما و انبیاء افضل کہتے ہیں۔ الی غیر ذلک من المذمومات۔ اب اس سے اندازہ کر لیں پابستے کہ سلب توفیق زیادہ کس سے ہے اور معاذ حق کون ہے۔

قولہ: شاید یہ ہی سبب ہے کہ حضرت نے قاعدہ توفیق کے ساتھ لفظ کشاکش استعمال جو مستلزم جہر ہے زیادہ کیا ہے۔

اقول: اگر یہ ہی غیر مندرجہ کا حال ہے تو اسی طرح کلام اللہ کی بہت سی آیتیں مومن جہر میں جو بدایت و خدادلت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ وہاں بھی آپ شاید جہر ہی سمجھتے ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ پر لعن واجب کر کے اس کو اپنی عقول سے مجبور کرنا مستلزم جہر ہے کہ نہیں۔ ان سب کے علاوہ حدیث الطیثہ کو بھی مؤخر فرمایا لیجئے سس میں صریح ہے کہ کلمات مخالفین کے شیعین پاک کے بمقتضائے طین حوالہ ہوں گے اور سیئات شیعان پاک کے مخالفین کے لئے دشمنی جائے گی یہ سراسر جہر اور لعن و لعن موعود ہے۔ اچھی یہ بھی مذہبی ہم ایک۔ دینت مجالس المؤمنین۔ میں لکھتے کرتے ہیں جس کو قاضی نور اللہ

صاحب کتاب سلوة الشيعة وفيه الدلة على تحقيق ايمان الطالب
 ہے جس میں دلائل ثبوت ایمان الی طالب کے ہیں

اب آپ غور فرمائیے کہ اس شخص کو امام کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ غیر امام کو امام کہنا شیعہ کے نزدیک ایسا ہی بڑا ہے جیسا غیر خدا کو خدا کہنا اور غیر رسول کو رسول کہنا تو معلوم نہیں اس قسم کے کلمات کو جو عموماً علماء کی نسبت کتب شیعہ میں بلائیں گے پائے جاتے ہیں ہمارے حضرت مخاطب کس قدر مستنک اور مستحجہ سمجھتے ہوں گے اور ان کے فاضلین کو

کس درجہ دراز نفسی اور بد تمیزی سے مطعون فرماتے ہوں گے۔ حالانکہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ ان کلمات کا عشرہ عشرہ بھی نہیں۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ایسے الفاظ اور ان کے

شُرکی بہ ترکی جواب کو غلافِ تہذیب سمجھتے ہیں اور بجز سکوت کچھ جواب نہیں دیتے، بمعاینہ اب کہ اس تحریر کے حسرت و توبہ انگڑے۔ کیونکہ اب نے اسی تحریر میں باوجود ادعا تہذیب

کے کوئے دقیقہ و دقائق خلاف تمیزی کا اٹھائیں رکھا فحش نگاہوں تک دیر نہیں فرمایا
چینا بچہ اُٹھ دوسرے جگہ ایسے کلمات آپ لکھیں گے اس جگہ اشارہ کیا جائے گا۔ پھر معلوم نہیں

آپ نے تہذیب کس چیز کا نام رکھ لیا ہے۔ مگر شاید آپ کے نزدیک گائیاں، خلاف تہذیب

نہ ہوں اور یہ کلمات خلاف تمذیب ہوں۔ پھر بایں سببہ اگر ان کلمات کو آپ اس وجہ سے کہ

خاص میرے قلم سے نکلے ہیں مکروہ اور خلافت تہذیب خیال فرماتے ہیں تو یہ سچے میں معافی مانگتا

ہوں اور ممنون ہوں کہ اس کے جواب میں آپ نے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجھ سے

آپ کے سامنے برابر ہی نہ ہو سکے گی۔

قال الفاضل المحيىب - قوله: وديہ ہے کہ اپنی مسلمہ شریعت امامت کو کفر پر قرار

ان کی نسبت و عمومی فرمایا ہے کہ یہ شرائط و دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اس لئے بعد لکھنا

کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادیں ان کو چاہیے کہ اگر ہماری ستر الخط اور دفر مادیں کو محض لاسلمہ

کرنہ مال دیں بلکہ جلال عظمیہ و تہنیتیہ و تفسیر مافیہ :-

اقول: اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے والے سابعین سے سبقت کا قصد نہ کرے گا جو یہ

سبب تحریر فرمایا ہے محمد بن سہیل اہلِ اُلیا حضرت حبیب ان ستر ائمہ کو میرا ہی اجداد ہے

ہیں۔ الزان کا یہ خیال ہے کہ وہ محض انا عشریہ سے باب ہفتم کو ملاحظہ فرمادیں کہ صاحب غنہ تحریر

فرمائے ہیں کہ یہ تہہ اس امامیہ کے اس لئے امامت میں لگائی نہیں رہدیتے عقائد مسلمانوں کو یوں

میں برہم کریں۔ کل علماء شیعہ کثر ہم الشد فی البریہ یہی شرائط لکھتے آتے ہیں۔ یا اس لئے کہ میں نے ان کو مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہے۔ یہ بھی بحث امامت میں مشرع و مفصل موجود ہے یا یہ کہ دلائل نہیں لکھے سوداب تحریر یہ ہی ہے کہ اپنے دعویٰ کو گوسر دست اس کے دلائل نہ لکھیں مدلل بدلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے بھی صحابہ کرام و خلفاء ثلاثہ کی تمام امت سے افضلیت کے دعوے میں تحریر فرمایا ہے کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہے اور اقوال و عترت بے شمار ان کے مدارج میں وارد ہیں حالانکہ ایک آیت قرآنی اور ایک قول عترت بھی نقل نہیں فرمایا۔ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سبب میرے سبقت وغیرہ کا لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه: میں آپ کی ادعاے انصاف اور مدارت من مناظرہ پر کہ ابتداء میں تیز سے اسی میں منہمک رہا نہایت مناسب ہوں کہ خصم کا کلام جمیع محتملات میں سمجھ سکتے یا یہ سمجھتے ہیں لیکن صرف بغرض ایراد اعتراض کلام کے اس تحمل سے انھیں فرماتے ہیں جس پر بناء مرقوم اقام ہے۔ پس اگر اسی کا نام انصاف اور مناظرہ دانی ہے تو دیکھئے نا انصافی کیسی کچھ ہوگی۔

اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے میں تین احتمال اور ان کی غلطیاں

میں پوچھتا ہوں کہ اسلاف سے بڑھ کر قدم رکھنے اور سابقین سے سبقت کا قصد کرنے کے جو جناب نے کلام میں سے تین احتمال پیدا فرمائے ہیں کیا بجز ان احتمال سے کا ذکر اور کوئی احتمال اس حکم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی دلیل حصر عقلی یا استغرافی جناب نے اس پر قائم فرمائی ہے۔ یہ تو یہ آپ کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ فی الحقیقت دیکھئے تو یہ تینوں احتمال غلط ہیں اور تمام سبقت اس پر سے کہ جناب نے اول تحریر فرمایا کہ یہ مدعی بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے اور بعد اس کے لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرماوین تو محض لائق کہ رہنمائیں ان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بڑے جناب یہ شرائط اس درجہ ثابت و مطلق ہیں کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور خصم و بجز لائق کہ رہنمائیں ان کو یا اہلسنت و جماعت تک

بجواب شرائط لائق کرتے چلے آئے ہیں حالانکہ اس قدر وسیع مسئلہ میں کہ جس میں مجال کلام کو بہت وسعت اور گنجائش ہے بلکہ اگر انصاف سے دیکھئے تو علماء شیعہ اس مسئلہ میں محض محتملات بعید از لفظ اور دور از عقل سے ہمیشہ استدلال کرتے ہیں اور بجز دعویٰ کفر و ارتداد و کبار صحابہ و مجاہدین و انصار و ازواج مطہرات رسول کریم و کارامات المؤمنین کے اور کوئی مسامح نہیں پاتے۔ تو ایسے مسئلہ کی نسبت اتنا بڑا کلمہ کہنا بہت بڑی تقدم و عزم سبقت کو متقاضی ہے۔ جو بہت سے اکابر شیعہ سے صادر نہیں ہوا۔ پس حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سبب میری سبقت وغیرہ کا لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا البتہ قابل افسوس ہے اور یہ جو ارشاد ہے کہ داب تحریر یہ ہے کہ اپنے دعویٰ کو گوسر دست اس کے دلائل نہ لکھیں۔ لیکن مدلل بدلائل لکھتے ہیں الہ۔ یہ اور بھی طرف تماشہ ہے کیوں حضرت یہ کہاں کا داب تحریر ہے کہ خصم پر دعویٰ پیش کریں اور اس کے دلائل ذکر نہ فرمائیں کوئی شخص مناظرہ میں بقا پر خصم دعویٰ کو ذکر کر کے دلائل کو برت عاشقان بر شاخ آہو نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ خصم اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خود جناب کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ دعویٰ بلا دلیل نامسموع ہے تو معلوم نہیں کہ یہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہے۔ رہا یہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے ہیں چنانچہ حضرت مجیب نے خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کے دعویٰ میں اپنا اور بندہ کو بھی اپنی خطا میں شریک کرتے ہیں یہ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے بدحضرت کے مناظرہ دانی کی نہایت قوی دلیل ہے۔ اس سے اس قدم صاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کو مدعی اور حاکم دعویٰ میں امتیاز و تفرق نہیں ہے۔ اگرچہ میں یہ بندہ سر ایک شخص اہلسنت میں سے افضلیت بخلفاء رضی اللہ عنہم کا معتقد و مدعی ہے لیکن اس عبادت میں جس کو جناب نے نقل فرمایا ہے میری طرف دعویٰ کو نسبت کرنا نہ غلط ہے کیونکہ سباق کلام بصراحت دال ہے کہ یہ عبارت حکایت دعویٰ ہے بلکہ متفقہ اہلسنت کہ جی ہے نہ کہ مستحکم کے مدعی ہونے کو مثبت ہے پس مالکی دعویٰ کو مدعی کہنا آپ جی سے مناظرہ دان کا کام ہے تو اس لئے بندہ کو عدد سوق دلائل مطہر نہیں حضرت نے بھی اگرچہ ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہے جس سے شبہ آپ کو بھی یہ شبہ پیدا ہو کہ ہم بھی مدعی نہیں اور حاکم دعویٰ ہیں اور بندہ نے جو آپ کو مدعی قرار دیا ہے اس کو غلط و اختلاف سمجھیں لیکن اس قدر اور بھی خیال فرمائیں کہ آپ نے آخر تحریر میں یہ فقرہ نثر فرمایا ہے جو صاحب جواب تحریر فرماوین وہ ہماری نظر لائق کہ رہنمائیں

رد فرمادیں (الہ) جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کی غرض محض نقل و حکایت مذہب نہ تھی بلکہ آپ کو دعویٰ مقصود تھا اس لئے آپ کو مدعی قرار دیا گیا جس کو جناب نے بلار و انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل فرمائیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ میں اس خطائیں آپ کا شریک نہیں کہہ سکتا۔

قولہ: معہذا بشرائط ایسی متحقق و ثابت ہیں کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطیں تو تسلیم فرمائیں۔ افضلیت خلفا، ثلثہ کا تصریحاً اقرار ہے اور نص کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس باب میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں، اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اقول: کہاں ہیں اہل علم و فہم و انصاف جو ہمارے فاسل مجیب کے انصاف و مناظرہ مناظرہ دانی کو ملاحظہ فرمائیں اور حضرت کی شرائط ثلثہ کا ایسا کمال ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا بغیر تمام دلچسپیاں اور اس مدلل ثبوت کی کیفیت سنیں۔ اگر حضرات کے پاس اس سے بڑھ کر شرائط ثلثہ کے اثبات کے لئے اور کوئی حجت نہیں تو اس سے یقین کر لینا چاہئے کہ حضرات کے پاس شرائط ثلثہ کا کچھ ثبوت نہیں ہے۔

اعتراف افضلیت و منصوبیت خلفاء مستلزم افضلیت و نص کو نہیں

بنا ب میر صاحب میں نے اگر خدا شہادہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا تصریحاً اعتراف کیا تو اس سے موجب کس قدر وہ مناظرہ کی خرافات کے لئے اشتراط افضلیت لازم آیا اور اگر میں نے یہ لکھا کہ یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس باب میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں تو یہ کیونکر مستلزم اشتراط نص کو ہوا خدا کے لئے ذرا تو سوچئے اور کچھ تو انصاف فرمائیے یہ وجود شے اور اشتراط شے متحد ہیں حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ بدیہی ہے کہ اشتراط شے جو بعض اعتبارات سے موقوف علیہ ہوتا ہے نفس وجود شے سے ایک دھن زائے اور اس پر متعلق ہے جیسا کہ اور اوصاف بھی متعلق علی وجود ہیں اور وجود خود عین ذات ہے۔ دیوبند کے یہاں علی اہل سنت بھی جادو و سحر و جادو ہر جہت سے اشتراط ہے جس سے کہ اتحاد و امت مع اوصاف محسوسات اور اتحاد و عین متغایرین بھی ممکن ہے یہ کہ وجود شے مستلزم اشتراط کو کہے اور یہ بھی ہر اہم غلط ہے کیونکہ عقد لزوم انہی قسمی ہے دربارہ لازم کو کہے

تمام صفات موجود فی فرد واحد کا اشتراط مستلزم ہونا لازمی یہ صراحتہً باطل ہے اس لئے کہ مستلزم بطلان تعدد دائرہ بلکہ انبیاء کو ہے۔ دونوں اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام صفات موجودہ فی شخص قطعاً و یقیناً دوسرے شخص میں نہیں موجود ہوں گے ورنہ لازم آوے کہ متغایرین متحدین ہو جائیں۔ پس جب کہ اتحاد اور استلزام دونوں باطل ہو گئے تو اشتراط کہاں رہا۔ پس چپ دیدہ بصیرت و انصاف کھول کر ملاحظہ فرمائیں اور تامل کریں کہ یہ جو تحریر فرمایا ہے کہ اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اعتراف ہے کہ آپ کے پاس شرائط ثلثہ کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے پس جب کہ آپ کو شرائط کے مدلل ہونے کا اعتراف ہے تو ہم کو ان کی تردید کی کیا ضرورت ہے اور آپ کا ان کی تردید میں دلائل کا مطالبہ سراسر بے جا۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: بیشتر علماء شیعہ کا یہ دتیرہ رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراف کیا کیے۔ اقول: تین چار سہ بیٹے حضرت تحریر فرما چکے ہیں کہ اس مسئلہ اور اس کے متعلقات میں طریقین سے دفتر سیاہ ہو چکے ہیں۔ اگر علماء شیعہ ہمیشہ اعتراف کیا کئے تو یہ دفاتر کس نے سیاہ کئے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر سیاہ کیا کئے، اگر یہ ہے تو پھر طریقین کی فیدائش محض ہے اور یہ بھی سچ میں نہیں آتا کہ تا وقتیکہ ایک فرقہ کچھ نہ لکھے اس کا مخاطب فریق خود بخود دفاتر سیاہ کیا کرے ابھی سے قلم میں یہ تناقض ہے جب اسی بحث شروع ہوئی تو دیکھئے کیا ہوگا۔

ایقول العبد الفقیر الی مولاد: اس جگہ ہمارے حضرت میر صاحب نے ہمارے کلام میں وقوع تناقض کا دعویٰ فرمایا۔ اہل دانش و انصاف اس کے ملاحظہ کی بھی تکلیف فرمائیں اور ہمارے حضرت مجیب کو ان کے اعتراض کی داد دیں اور وہ واہ آفرین احسن کا شوق عرض بریں تک پہنچائیں۔ میر صاحب میں تو آپ کی مناظرہ دانی کا قائل ہو گیا جو حضرت فرمائیں وہ بجا اور درست ہے۔ جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہے۔ ہندو کی عبارت یہ ہے بیشتر علماء شیعہ کا یہ دتیرہ رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراف کیا کئے اور جب کبھی خدا بخوانے جواب دہی کا موقع پڑا تو شہ گم ہونے لگے اور ایسی تقریریں فرمانے لگے جو منہجہ اطفال ہوں اس اور دو عبارت میں ہمارے فاضل مجیب نے عاجزانہ اعتراض کو جو عمر نے باب افتعال سے لکھا تھا اعتراض باب افتعال سے سمجھی در ذوق تن قفس کے ہمارے کلام میں ملتی ہوئے۔ ہم نے

مانا کہ ہماری تحریر میں شاید نقطہ امتداد افتعال کے سموارہ گئے ہوں گے۔ لیکن سابق عبارت کیا چلا کر نہیں کہہ رہا ہے کہ اس جگہ اعراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور یہاں لفظ اعراض ہی مناسب ہے کیونکہ دو امر متقابل ذکر کئے گئے ہیں۔ اول اعراض دوسرا موقع جواب۔ وہی ظاہر ہے کہ اعراض و جواب باہم متقابل ہیں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت اعراض کو ہے تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ پہلے جو لکھا گیا تھا وہ لفظ اعراض باب افتعال سے تھا نہ اعراض باب افعال سے۔ تعجب ہے کہ آدمی بے سوچے سمجھے اتنا بڑا اعراض کرنے اور سیاق و سباق عبارت میں تامل نہ فرماوے۔ جب اردو عبارت سمجھنے میں یہ حال ہے تو اردو عبارت کیا خاک سمجھ سکتے ہیں۔ پھر اس فہم پر فرماتے ہیں کہ ہم نے مذہب کی حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے مگر شاید آپ یہ مقرر فرمائیں کہ میں ایک ایک جملہ کے تردید کرتا تھا اور جب منمنون جملہ سابق کا تمام ہو کر حافظہ سے نکل گیا اس وقت دوسرے جملہ کی نوبت آئی۔ لیکن جب کرا بھی سے انصاف و تحقیق حق اور مناظرہ دانی یہ حال ہے تو جب اصلی بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھنے کیا ہوگا۔

قولہ: تعجب ہے کہ اعراض کی نسبت ہماری طرف کی حافی ہے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ اس باب میں سکوت اہل سنت کا مذہب ہے نہ ہمارا۔

اقول: یہ دعوی غلط ہے میں نے ہرگز آپ کے علماء کی طرف اعراض و سکوت کی نسبت نہیں کی۔ آپ بندہ کی عبارت نظر تامل سے مکرر ملاحظہ فرمائیں۔ تسامی معاف میں نے اس تحریر میں آپ کے علماء کی نسبت یہ عرض کیا ہے کہ حضرات موقع جواب وہی ہیں تقریرات لغو اور لاعالی فرماتے ہیں جس کا منشا انسانیت و ابطال حق ہے یا قلت استعداد اور قصور ملکہ اور اس کو اعراض کے ساتھ تعبیر فرمانا صحیح نہیں ہے۔ کہاں اعراض کہاں تقریرات خبیثہ ناں آپ نے اعراض اور سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا یہ صحیح ہے بے شک علماء اہل سنت اعراض و سکوت ایسے مواقع میں اختیار فرماتے ہیں جب کہ دیکھ لیتے ہیں کہ خصم پر حجت تمام ہو گئی اور حق منکشف ہو گیا اور خصوصاً حق سے دست بردار ہو کر برسر جدال و مسابروہ آگیا یا یہ کہ رائے میں عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ خصم مخالف صحیح اور قابل خطاب ہی نہیں تو ایسے مواقع میں علماء اہل سنت مقتضاً فیہ نیت جواب الش کہ جوابش نہ ہی۔ اور بھگوں اذا سمعوا اللغو اعراض اعراض اور جب یہ وہ باتیں سنتے ہیں تو اس سے بھی اعراض کرتے ہیں۔ اعراض و سکوت

فرماتے ہیں اور یہ اعراض و سکوت محمود و پسندیدہ ہے اور ہر چیز اپنے موقع پر پسندیدہ ہوتی ہے۔

دو چیز تیرہ عقلت دم فرو بست بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی اور حاشا کہ سکوت و اعراض علماء شیعہ کی نسبت خیال کرتا ہوں۔ بھلا شیعہ جن کے صرف زبانی دعوے اطاعت ائمہ کے ہیں۔ ائمہ کی کیوں کہ اطاعت فرماتے اور ائمہ نے جس کو حرام اور موجب لعنت فرمایا ہے اس سے کیوں کہ احتراز کرتے۔

امام المتکلمین شیعہ مومن الطاق ایک طفل مکتب سے مغلوب ہو سکتے تھے

لیکن اس تقریر سے پایا جاتا ہے کہ مطلقاً آپ کے نزدیک اعراض و سکوت علامت عجز و تسلیم ہے کہ اس سے تبری و تخاصی فرماتے ہیں تو علاوہ اس کے کہ وجوب سکوت و حرمت کلام و گفتگو آپ کی روایات سے واضح ہو چکی ہے حضرات ائمہ میں سے جنہوں نے بمقابلہ اعداء سکوت فرمایا یا علماء امامیہ میں سے جنہوں نے مخالفین کے جواب نہیں دیئے تو حسب قاعدہ مسلمہ جناب مستلزم عجز و تسلیم حضرت ہے۔ علاوہ ازیں بیچارے متاخرین متکلمین شیعہ تو کس شمار میں ہیں۔ آپ کے وہ امام المتکلمین جو بڑے بڑے آپ کے علماء مقتدیہ کے کلام میں اس قدر بدعولے رکھتے تھے جو قتادہ اہل مذاہب پر غالب آئے اور خلق اللہ میں سے کئی تاب و طاقت نہ بچتی کہ ان سے کلام کر سکے اور ان پر ازراہ حجت غالب ہو سکے وہ آپ کے مخالف راہبین و الاخرین بشادات امام معصوم کلام میں ایسے عاجز تھے کہ ان کو ایک طفل مکتب ساکت و مزم کر سکتا تھا۔ پس آپ کا اور آپ کے دوسرے مذہبی بھائیوں کا کلام پر فخر کرنا اور اپنے آپ کو یہ سمجھنا کہ جو کوئی فرد بشر جواب بھی نہیں دے سکتا سرسبز بجا اور زرافات اور تکریم امام ہے۔ لیکن روایت سنئے آپ کے عد مر باقر مجلسی جلد اول بحار میں نقل فرماتے ہیں۔

سید ابن داؤد نے کشف المحجج میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ بن مسعود سے خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو عرض کیا کہ

قال السید ابن داؤد فی کشف المحجج عن عبد اللہ بن مسعود قال اردت لدخول علی ابن

عبد اللہ فقال لب مومن الطلاق استاذن
لی علی ابی عبد اللہ فقلت له نعوذ بخلت
عنیہ فاعلنت مکانہ فقال لا تاذن له علی
فقلت جعلت فداک انقطاعہ الیکم و
ولہ لکم وجد الہ فیکم ولا یقدر احد
من خلق اللہ ان یتخصمہ فقال لی یتخصمہ
صبی من صبیان الکتاب فقلت جعلت
فداک ہو جدل من ذلک وقد خامم جمیع
اہل الدیان فتخصمہ فکیف یخصمہ
غلوہم من العلمان وصبی من صبیان
فقال یتول لہ الصبی الخبر فی عن
ما ملک امرک ان تخصم فلا یتقدرون
یکذب علی فیتول لہ فانت
تخصم ان س من غیر ان یا امرک
امامک فانت عاص لہ فیخصمہ
یا ابن سنان لا تاذن لہ فان الکفر
والخصومات نفس الذیۃ وتمحق
المدین

کے گھر پہنچے تو اپنے امام کے ہم بیزار تاج پڑے پس تو نافرمان ہے اور وہ لڑکا اس پر غائب رہے گا اسے اس
اس کو مجھ تک اجازت مت دے کیونکہ جھگڑے میں شیخین نہیں بھاڑتے اور دین کو میں میٹ کرتے ہیں
پس سب آپ کے مومن اور حق کا پیش دست امام یہ جان سے تو دوسروں کے حق کو
پر قیاس کر کے اپنے دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب بہت زیادہ اپنے دین و ریاست و شرف کے واسطے
پس ہمارے حق کرنے کی کچھ عاقبت نہیں رہی

قولہ میں اپنا بھروسہ عرض کرتے ہیں کہ میں دینت تک دوسروں کے بن سب سے گشتگرہ
تھاں میں ایک وہ کہ جس سے رابطہ تعارف و مشابہت نہ ہو کر یہ حضرات سے کچھ ہوا تو سوا

ہنسی و مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہ ہی فرمایا کہ ما بین دوستی ہے اور دوستی میں مذہبی گفتگو
نہ چاہیے حالانکہ یہ گفتگو کسی طرح محض دوستی نہیں ہے اگر انصاف مدنظر ہو۔

اقول: فی الواقع عوام کو یہ ہی چاہیے اس لئے کہ جب ان کو نہ اپنے مذہبیات پر عبور
ہو نہ دوسروں کے مذہب کی اطلاع نہ مناظرہ جائیں نہ مباحثہ کے ڈھنگ سے واقف نہ اپنا
جواب دے سکیں نہ دوسروں کے جواب کی صحت و غلطی پر متنبہ ہو سکیں تو وہ کیا مباحثہ کریں
گے اور کیا انصاف کر سکیں گے پس ایسے لوگوں کو یہ ہی چاہیے کہ مذہبی گفتگو سے پہلو سنی کریں
بلکہ ان کو قطع تعلق دوستی کرنا چاہیے۔ آپ ہی فرمائیں اگر ایسی صورت عوام اہل تشیع کو پیش آئے
تو علماء شیعہ اس کی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یا ترک تعلق کا حکم فرمائیں گے یا نتیجہ کا حکم
لگائیں گے۔ اور سنئے کہ بندہ نے جو کچھ جواب مکتبہ میں عرض کیا تھا کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے
کہ حضرات اہل سنت سے اختلاف کر کے مذہبی چھڑ چھاڑ کیا کرتے ہیں اور پیر جی صاحب اس امر
کے بادی نہیں ہیں الحمد للہ اس معروض کی تصدیق خود حضرت مجیب کے اعتراف سے ہو گئی
آپ فرماتے ہیں کہ اگر ایسے حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ آشنائی تھا تو انہوں نے
ہنسی و مذاق کے سوا جواب نہ دیا بلکہ گفتگو کو روکا اور غدار کیا کہ دوستی میں مذہبی گفتگو
نہ چاہیے۔

قولہ: دوسرے وہ حضرات جن سے یہ رابطہ نہ تھا۔ اگر ان سے کبھی اتفاق ہوا تو
یا مطلق سکوت اختیار فرمائی یا بدشتی جواب دیا۔

اقول: بے شک سکوت اختیار فرمایا ہو گا۔ میں پیشتر گذارش کر چکا ہوں کہ بعض
موانع میں علماء ہدایت و اہل اور سکوت اختیار فرماتے ہیں لیکن اس کو علامت خیر اور دین
تسلیم سمجھنا غلط ہے اور جن حضرات نے بدشتی جواب دیا وہ بپا و دانش آپ کی بدشتی اور
تقریبات کے موافق

قولہ: میرے مذہبی صاحب مباحثہ آیات و کتابت کہ جس کے کلام کو ہمارے حضرت مجیب
بڑے فخر و مہابرت سے اس جواب میں نقل فرماتے ہیں جس زمانہ میں سر پور میں تھے پندر
تھے اور بندہ ریوڑ میں تھا اور یہ زمانہ آیات و کتابت میری نگرانی سے گزرا تھا اس کی خدمت
میں ایک یا زمانہ کہ بعض مسائل میں گفتگو چاہی تھی مگر میرے صاحب موصوف نے منع کیا کہ جواب
نہ دیا اور اہل حق ہی فرمایا۔

اقول: میں عرض کر چکا ہوں میرے مہدی علی صاحب نے بے شک آپ کو جواب نہ دیا ہوگا۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا اور قابل خطاب نہیں سمجھا نہ یہ کہ بجز کی وجہ سے سکوت اختیار فرمایا یہ محض جناب کا خیال ہی خیال ہے۔
قولہ: خود اسی شہر میں مجھ سے تین حضرات تحریری گفتگو کر چکے ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی۔

اقول: ایسے ہی حضرات کی بے اعتنائی اور کم التفاتی نے آپ کے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے تو آپ کے ان دعوؤں کی کیونکر میاں تک نوبت پہنچتی۔ پس آپ کے جواب سے اعراض یا توجہ وقت اشتداد و مبالغہات کے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ آپ نے حسب مادہ مطاعن و متحریضات تحریر فرمائی ہوں گی اور ظاہر ہے کہ ان کے جواب میں ایسے ہی کلمات الزام لگائے جاتے تو عجب سنیں کہ بوجہ استکبار ایسے کلمات کے اگرچہ الزامی سہی جواب سے اعراض فرمایا ہوگا۔ پس یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس سے مضموم ہوتا ہے کہ بوجہ بجز جواب نہ دے کے نہ اس غلطی ہے کیونکہ ظاہر ہے میدان تحریر یا وسیع ہے کہ اس میں کوئی شخص عاجز نہیں ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچھ لکھ سکے اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت البتہ خیال نہیں کرتا کہ کوئی مخالف اس کا معارضہ خطایا باطلہ کر سکے یہ آپ ہی کا عقیدہ ہے کہ علماء شیعہ کی کتب اس درجہ معجز ہیں کہ ان کا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ ہشادات امام معصوم امام المتکلمین شیعہ حضرت مومن الطاق ایک فضل کتب سے مناظرہ نہیں کر سکتے تھے اور وہ ان کو لکھ کر سکتا تھا۔ اور اگر بیاس خاں سامی اس کو تسلیم کر لیں کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا تو یہ بھی انصاف اور حقانیت کی بہت جرمی دلیل ہے۔ بلکہ حضرات شیعہ کے کہ ان کا مایہ فخر یہ ہے کہ مخالفین کی تحریر کا برائے نام جواب لکھا جاوے حق و ناحق سے کچھ بڑے نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص اہل سنت کی تحریرات کے ساتھ معاملہ ہے۔ صدہ تحریریں بخاری و مسند و آیوں و فقیر کی شاہ ہوتی ہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ سند آخر میں نہ کہیں منقطع ہوگا۔ پھر یہ خیال کہ انہما سکوت عجز کی وجہ سے ہے محض داجیات ہے آخر علماء شیعہ نے بھی تو اس سادگی کی بہت کتابوں کے جواب نہیں لکھے پھر کیا یہ صاحب اپنے صد کا بجز بھی تسلیم فرمائیں گے۔

شیعہ کو مخالفین سے جھگڑنا نہیں چاہیے کیونکہ ان کو حجت تلقین ہوتی ہے

ہاں ہر اگر چارے فاضل مخاطب کے نزدیک اہلسنت کا سکوت اسی وجہ سے ہے کہ آپ کے استدلال کا جواب نہیں دے سکے تو واضح رہے کہ اس صورت میں فاضل مخاطب نے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جہاں و مناظرہ سے اس وجہ سے ممانعت فرمائی کہ مخالفین تا انقضاء مدت حجت تلقین کئے جاتے ہیں۔ پس اگر حسب اعتقاد فاضل مخاطب مخالفین آپ سے اور آپ کے علماء سے ساکت ہوتے رہے ہیں اور ان کو جواب نہیں بن آیا تو معلوم ہوا کہ ان کو حجت تلقین نہیں ہوئی اور ائمہ نے جو کچھ تلقین حجت کی بابت فرمایا ہے معاذ اللہ دروغ ہے۔ روایت کے الفاظ سنیں آپ کے علماء مجلسی جلد اول بحار میں نقل کرتے ہیں۔

عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کدو جد ان کل مفتون فان کل مفتون یفتن حجة الی انقضاء مدته فاذا انقضت مدته احرقه فتنه بالنار
امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پناہ اپنے آپ کو مزید مفتون کے جھگڑنے سے کیونکہ ہر ایک مفتون یعنی گمراہ اپنی مدت کے تمامی تک حجت تلقین کیا جاتا ہے اور جب اس کی مدت تمام ہو جائے گی تو اس کا فتنہ کوئل میں جلا دے گا۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ اعراض و سکوت عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ توجہ بھی عرض کر سکتا ہے کہ اس شہر میں بندہ کی بھی ایک حضرت سیدنا صاحب سے جو اس نوح کے مجتہد سمجھے جاتے تھے تحریری گفتگو ہوئی اور تیسری یا چوتھی خبر یہیں انھوں نے اعراض اور سکوت فرمایا تو حسب قاعدہ حضرت مجیب میں بھی کہہ سکتے ہوں کہ آخر کو ان کو اعراض ہی کرتے بن آئی۔

قولہ: اس مدت مجیب کی نوبت آئی ہے۔

اقول: دیکھ دیجئے گا۔

قیس و فرہاد سے کہہ دو کہ وہ اس جنگل سے بستر باندھ کے چل دیں میری باری آئی
قال الفاضل المجیب۔ اقول: اور جب کبھی خدا نخواستہ جواب دہی کا موقع آ
 پڑا تو شتر گربہ لانے لگے اور ایسی تقریریں فرماتے لگے جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اقول: اس کے
 جواب میں بجز خاموشی کیا عرض کریں۔ سخت افسوس اور تعجب ہے کہ ابتدا ہی میں یتن الفاظ
 اور سخت کلامی شروع ہوتی ہے خدا فیہ کرے۔ دیکھئے آئندہ کہاں تک نوبت پہنچتی ہے جو
 ہنوز دہلی دور است۔ مگر گستاخی معاف۔ اس قدر عرض کئے بدون رہا نہیں جاتا کہ آپ
 نے محض یہ ہی ایک اصطلاح مثنیٰ ہے ایک اور شتر غمزہ بھی مشہور ہے، اگر آپ جنگ
 جمل کے واقعات کو بہتر غور و تامل و انصاف ملاحظہ فرمادیں تو وہاں آپ کو بہت سے
 شتر غمزے معلوم ہوں۔

يقول العبد الفقير الى مولاه، اس جگہ ہمارے حضرت میر صاحب نے باوجود التزام
 تہذیب و اختیار سکوت کے جو کچھ مجبوراً تشبیحات و تقریفات لطیفہ نے لطف کے پیالے
 میں ادا کر کے اپنے بزرگوں کے ارجح کو ثواب پہنچایا ہے کسی منصف لبیب پر مخفی نہیں
 ہر چند خواہش نفس مشتغلی ہے کہ ہم بھی اس کے جواب میں کوئی نمکین لطیفہ عرض کریں لیکن
 چونکہ ہم التزام کر چکے ہیں کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب و دانستہ نہیں لکھیں گے۔ اس لئے
 اس کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔

قولہ: مضحکہ اطفال جو لکھا ہے واقع میں یہ برہنا و طفل و جوان و بالغ و نابالغ میں
 متحققین کے نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہے گلستان سعدیؒ میں یہ فقرہ لکھا ہے۔

بزرگ عقل ست نابال

ہیں جو فرق اصول دین میں عقل سے دست بردار ہو سکتی کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو
 وہ عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہے اور ظاہر ہے کہ اگر وہ عقل کی باقی نہ سمجھے اور منہ تو موندو ہے
 ہرگز نہ سمجھے۔ ان کے حریفوں نے
 اس کا اسرار و معنی ان میں خود ملاحظہ فرمائیے۔

بحث حسن و قبح

اقول: اس قول میں بھی حضرت مجیب نے یہ کہہ دیا کہ کیا کچھ نہیں فرمایا چاہا تو

اہل خرد سمجھتے ہیں مگر ہم حسب التزام خود اس سے انصاف کرتے ہیں۔ ہاں حسن و قبح کی بحث جو
 حضرت مجیب نے فرمائی اور اس کی نسبت ہم پر طعن کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی کے قائل نہیں
 ہیں تو اس لئے بمنزلہ اطفال ہوئے۔ اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور واضح کرتے
 ہیں کہ کون سا فرق عقل و شرع سے دست بردار ہے۔ لیکن اول ہم اپنے فاضل مجیب ہی
 سے ان کو ان کے انصاف و مناظرہ وافی کی قسم دے کر پوچھتے ہیں۔ خدا کے لئے ذرا انصاف
 سے فرمائیں کہ بزرگ جناب جو فرقہ اصول دین میں عقل سے یہاں تک دست بردار ہو کہ حسن و
 قبح عقلی کا قائل نہ ہو۔ تو وہ آپ جیسے عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہے تو اب فرمائیے کہ جو
 فرقہ اصول دین میں شرع اور شارع سے یہاں تک دست کش ہو کہ حسن و قبح شرعی کا بھی
 قائل نہ ہو بلکہ خداوند تعالیٰ اور عباد پر اپنی عقل کو حاکم قرار دے تو وہ فرقہ شارع کے نزدیک
 کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہوگا بدون لعنیت و حیات و بلا لحاظ غولیش
 و بیگانہ بجا اب عنایت ہو۔

بنابر اصول شیعہ کے خدا پر عقل حاکم ہیں

اس سوال میں دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ عقل کا خدا پر حاکم ہونا
 اور عقل کا عباد پر حاکم ہونا مبادا کوئی نادانف ان کو اس عاجز کا افتر نہ تصور کرے اس
 لئے مجھلاں ان کا ثبوت ضرور ہے۔ امر اول عقل کا خدا پر حاکم ہونا۔ سو اس کا ثبوت یہ ہے
 کہ ابن مضر صی باب دومی عشر میں فرماتے ہیں۔

الخامس في انه تعالى
 يجب عليه اللطف۔

السادس في انه تعالى يجب
 عليه فعل عوض الاله الصادرة
 من الاله قال ويجب زيادة على ذلك
 من الاله قال ويجب زيادة على ذلك

اس سے بصرہ ثابت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر جو عقل صفت اور ارادہ کا عوض
 واجب ہے اور جب صفت اور عوض جو عقل اس پر واجب ہے تو ترک صفت و عوض
 عقل اس پر حرام ہوگا اور ظاہر ہے کہ وہ جو واجب و حرام کا حکم حسن و قبح کا حکم ہے تو اس

میں معاذ اللہ خداوند تعالیٰ بحکم وجوب و حرمت و حسن و قبح اس فرق کی عقل کا محکوم ہے جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی محکوم ہوا۔ سبحان اللہ ما قدر روک حتی قدرک۔ امر ثانی عقل کا عباد پر حاکم ہونا پس اس پر بدیسی ہے کیونکہ جب حسن و قبح عقل میں تو حضرات کے نزدیک عقل ہی محسن اور مفتح ہے اور وہ ہی موجب اور محرم اور میج ہوئے نہ ذات پاک خداوند تعالیٰ شانہ تو جب عقل ہی موجب ہوئے اور وہ ہی محرم اور میج ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع۔ سبحان اللہ ایسے مذہب کے قربان جس میں خدا تعالیٰ شانہ کا یہ رتبہ کہ عقل کا محکوم ہو اور عقل کا یہ مرتبہ کہ خدا تعالیٰ اور تمام عباد مکلفین اس کے زیر حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجلت و وقت ہم کو رخصت نہیں دیتی علاوہ ان حضرات مجیب کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائلین بحسن و قبح شرعی علی العموم حسن و قبح عقلی سے درست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افتراء ہے منشا اس کا یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابیں دیکھیں نہ اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے دیکھے بھالے اعتراض فرمادیا یہ کہ باوجود واقفیت کے انصاف ادعا سے نے رخصت نہ دی ہوگی کہ سختی لکھتے اور محض بغرض عموم و شمول اعتراض بلا لحاظ پس و پیش عموم کے پیرایہ میں طعن کو ادا فرمایا۔ ایسی باتوں پر اگرچہ ناواقف نامزد و افتخار کریں۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب بتم فرمائیں گے لیجئے ہم اس کا غلط ہونا آپ کی ہی معتبر کتاب سے لکھتے ہیں۔ النافع یوم المحشر فی شرح باب الحادی عشر میں صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔

اعلم ان الفعل ضروري لتصوره
اما ان يكون له وصف از شد على جودته
اولا انما في حركة الهاء والواو
من ينفر العن من ذب الزا
والاول هو التيقع والثلث وهو
نفي له ينفر العن من اه ينباوى
نعه وتركه وهو مباح وريتيوى
ان ترحح تركه فليسوا مع الغن من

واضح رہے کہ فضل سرحدی انصوبے پس یا تو اس نفل کے واسطے ایک ایسا وصف جو تمام اس کی صورت پر نہ ہو، یا نہیں، دوسری صورت کی مثال اس ہے کہ جیسے غافل شخص کی حرکت اور صورتوں میں یا تو یہ ہوگا کہ عقل سے زیادہ سے نفرت کرے یا نہ کرے، اور اس قیسمے اور دوم وہ ہے کہ عقل اس سے متفرق ہو، سو یہ تو اس کا کرنا اور نہ کرنا، سب ہی ہوگا اور اس کو مباح کہے ہیں اور باہر مادی میں ہوگا۔

التقيض فهو الحرام والوفى فهو المكروه
وان ترجح فعله فاما مع المنع من
تركه فهو الواجب او مع جواز تركه
فهو المندوب اذا تقرر هذا فاعلموا ان
الحسن والقبح يقالون على ثلاثة معان
الاول كون الشئ صنعة كمال كقولنا العلم
حسن او صنعة لفض كقولنا الجهل
قبیح - الثاني كون الشئ ملوفا
للطبع كالمستلذات او منافيا له كالاولم
الثالث كون الحسن ما يستحق على
فعله امدح عاجزة والثواب الجدة
والقبیح ما يستحق على فعله نذ
عاجزة والعقاب الجدة ولا خلاف في
كونهما عقليين بالاخبار الا وبنين
واما بالاخبار الثالث فاختل المتكلمون
فيه فقالت اشاعة ليس في العقل
ما يدل على الحسن والقبیح بهذا
المعنى بل الشرع فما احسن فهو احسن
وما قبح فهو القبیح وقالت المعتزلة
والامامية في العقل ما يدل على
ذلك فا احسن حسن في نفسه والقبیح
قبیح في نفسه سوء حكمه اشاع
بذلك ورواها انتهى بقدر الحاجة

پس اگر اس کا ترک راجح ہو تو اس کی نفی منوع ہو
گی پس وہ حرام ہے اور جو نہیں تو وہ مکروہ ہے اور اگر
اس کا فعل راجح ہے پس یا تو اس کا ترک منوع ہو گا پس
وہ واجب ہے یا اس کا ترک جائز ہے پس وہ مستحب ہے
پس جب یہ قرار پائیں تو جاننا چاہیے کہ حسن اور قبح
کا حمل تین معنوں پر ہوتا ہے اول ہونا ایک
شیء کا صفت کمال جیسا کہ عام حسن ہے یا صفت
نقص جیسا کہ جہل قبیح ہے۔ دوم ہونا کسی شے کا
موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلزمات یا مخالف
طبیعت کے جیسا کہ آلام و سوء حسن وہ ہے جس کے
کرنے پر مرجع عاقل ہو اور ثواب اجمل اور قبیح ہے
وہ جس کے کرنے پر مذمت دینا میں ہو اور مضاب
آخرت میں۔ ان پہلے دونوں صورتوں کے عقل
ہونے میں اختلاف نہیں ہے اور سوء کی نسبت
مستلکین کو اختلاف ہے چنانچہ انشاء و کتبے میں
بعض کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو
س حرج و حسن و قبح پر دلالت کرے بلکہ شرع
جس چیز کو حسن کہہ دے وہ حسن ہے اور جس
کو قبیح کہہ دے وہ قبیح ہے اور معتزلہ اور
امامیہ کا قول ہے کہ عقل میں ایسی شے ہے
جو اس پر دلالت کرتی ہے پس جو حسن ہے وہ
حسن فی نفسہ ہے اور جو قبیح ہے وہ قبیح فی نفسہ
ہے بخود اس پر شارع نے اس حرج و مکروہ

میں بھروسے ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہے اس کی حدت

اقول: یہ محض حضرت کی وہی لہر ترائیاں ہیں جن کی نسبت پیشتر گزارش کر چکا ہوں۔
 ورنہ حضرت کے اسلاف کو تو کبھی یہ جرات و ہمت نہ ہوئی کہ بمقابلہ اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ
 اپنے منہ سے نکالیں ان کا تو یہ حال تھا کہ ذرا ذرا سی حدیث کے جواب میں ان کے دل اور
 جگر کا پھٹنے پھٹے متلائے حیرت و تشویش ہوتے تھے کف افسوس ملتے تھے، پھڑپھڑ سے
 اپنا سر مچھوڑنے کو تیار ہوتے تھے، منشی سبحان علی خان صاحب کا خط بنام مولوی نور الدین
 صاحب جو رسالہ المکاتیب میں درج ہے اور اس کا خلاصہ و انتخاب آیات جنیات میں
 بھی نقل کیا ہے اس کی عبارت ملحقہ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمایا لیجئے اور سوچئے کہ ایسے اکابر
 متکلمین شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باجمہ فحش و فحارہ کی جاتی تھی ایسے تھے
 اور بندہ خیال کرتا ہے کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کے اپنے آپ کو کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں گے،
 تو اس پر قیاس کر لیا جائے کہ آپ کی دلی حالت بروئے نفس و انصاف اہل سنت کے مقابلہ
 میں کیسی کچھ ہوگی، منشی سبحان علی خان اپنے اس خط میں جو بار مولوی نور الدین صاحب کے
 منہ سے کہتے ہیں، چنانچہ ان ہی بے پایاں ازبودن سند حدیث الصحابہ کالجہوم در طرق شیعہ
 از تحریر خدام دریافتہ برداشتہ ام برای خداوند در قی کر دو کہ چگونہ و چنان سند پیدا کردہ و
 پرکھہ سند جمیع احادیث در حرق شیعہ یافتہ باز سر نہ کہہ ر سنگ تون زور بجواب اس کے
 جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل ملاحظہ وہ تحریر فرماتے ہیں: جیرانی و
 تشویش سامی از ہمہ سید سند حدیث نجوم کہ صاحب رتفاق افتادہ بجای خود دست پھر
 اس کے کچھ بعد تحریر فرماتے ہیں: و بندہ را حیرتی کہ در خصوص این دست و زبان جنت کہہ
 یافتہ، اعلان و فعلن، از روی یہ بلکہ حیرت، زبان است کہ بندہ زان دست و جہر غصہ و غصہ
 یعنی قرآن و حدیث ارشاد دین معنی کہ صاحب من مثل جو زور و سمن و حار و مزہ و مسئلہ دو
 ابن مسعود بخود ہمایت نہ کہہ کہ قتلہ کہہ رو دین و بخت خویش یافتہ و ہمدی خود ہمدی
 بر کس دستہ ہائی، و ابیہ دست ہنکہ بعضی از علوی گویند کہ از اس سبت نہ دین معنی بعضی

اقول: یہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متنات سے مسکت خصم ہونا محض خیال سامی ہے، واقع میں نہ ان میں متنات ہے نہ ان سے اسکاٹ خصم حاصل ہے بلکہ فی نفس الامر متصف بصحت بھی نہیں۔ اب اسی کو آپ ملاحظہ فرمائیے کہ بندہ نے بھی تو جواب سوال سامی آپ کے گمان کے موافق تحفہ سے ہی خلاصہ کر کے کچھ لکھا تھا پھر اس کی ترمیمیں جناب نے وہی نقل کیا ہو کہ جو تحفہ کے جوابات میں ان مضامین کے جواب میں درج ہے پس خدا کے لئے ذرا تو عقل و انصاف سے دیکھئے کیا اسی کا نام متنات اور اسکاٹ خصم ہے۔ مثلاً الزام تحریر کے جواب میں آپ بھی تحفہ کے جوابوں سے نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کی روایت سے بھی تحریر قرآن ثابت ہے اور روایات اس قسم کی لکھتے ہیں کہ ف ان المصحف لحناء وسقمیۃ العرب یا ستمب علی بذالقیاس تمام مضامین کا یہ ہی حال ہے جناب اس

کا نام جواب منین و مسکت خصم نہیں بلکہ اس کو موت کے پنجہ سے جان چھوڑنا کہتے ہیں باقی رہا یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ چھوٹے اچھوٹے رسالے لکھتے ہیں اور جوابات تحفہ کی تردید نہیں لکھتے پس اس کا جواب پہلے معروض ہو چکا ہے کہ علماء اہل سنت امر مفرغ عمدہ کی طرف بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں جب کبھی علماء شیعہ وہی اپنے پرانے اعتراضات جو قدیم ان کے اسلاف نقل کرتے چلے آتے ہیں علماء اہل سنت کے پاس صحیحہ ہیں یا ضعفاء اہل سنت کے سامنے فخر یا اغوار پیش کرتے ہیں اور وہ ان اعتراضات کے جواب کے لئے اپنے علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس وقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطال اعتراضات الزام و تحقیقاً تحریر فرماتے ہیں جو کل البصر انصاف پسندان روزگار ہوتا ہے ہاں اگر جوابات تحفہ کا مسکت خصم ہونا اس اعتبار سے آپ فرمائیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنے جواب ہیں کہ ان میں مضامین تعصب آمیز حق سے عاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ اور عبارات لاعلمہ مذکور ہیں اور اس وجہ سے مخالفین کے مسکت ہیں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلم لیکن آپ کو کچھ مفید نہیں اور اگر اس اعتبار سے مسکت خصم ہیں کہ ان میں ایسے مضامین عالیہ تھے صحیح مندرج ہیں کہ ان میں نہ جانے انکشت ہمارے باقی رہی ہے اور نہ گفت و شنید اور تحفہ کے کسی استدلال کو ہر ایک مجیب نے سالم باقی نہیں چھوڑا تو غلط ہے کیونکہ اول جواب تحفہ کا جو بنام نمبر لکھا گیا ہے جب وہی نہایت منین اور مسکت خصم اور غایت درجہ شہاد اور شاد و احسن و استیلا کو مضمین ہے چنانچہ ہمارے حضرت مجیب بھی فخر اس میں سے نقل کرتے ہیں جس کی کیفیت اپنے موقع پر واضح کی جائے گی پھر اس کے بعد اس ظہور کی کیا حاجت تھی جو متاخرین شیعہ نے بعض بعض ابواب کے بزرگوں کو جواب تحریر فرما کر شائع فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمبر اپنے مطلب میں کافی سنیل تھا پھر صاحب عبتات نے تو اور بھی رہی سہی اجوہر سابقہ کی وقعت کھودی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب سے شیعان پاک کو قیامت تک بھی رسنگاری ممکن نہیں اور ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی و عجز واضح کرتا ہے پس آپ کا ان جوابوں پر ناز فرمانا سراسر خلاف انصاف ہے اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تحفہ کس رتبہ کی کتاب ہے اور اس کے مضامین کس قدر منین اور مسکت خصوصاً ہیں۔

قولہ: اگر حضرت مجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہے تو لہجہ اندہ کسی جواب کا جواب تحفہ فرمادیں آیات و بیانات کے جواب کا ہی جواب لکھیں۔ تحفہ الاشعریتہ جواب ہدیتہ الشیعہ چھپ کر شائع ہوا ہے اس کے جواب الجواب کی طرف متوجہ ہوں اور نہیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہے اس کا ہی جواب لکھیں مگر جب مناظرہ کی کتابیں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔

اقول: جناب میر صاحب گستاخی معاف چونکہ ابتداء سن تیز سے کتب مناظرہ ہی آپ نے دیکھی ہیں اس لئے تخیلات کا طبع ملازمان پر استیلا ہے اس کا علاج کتب مذہبی دیکھ کر معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سے فرمائیے۔ مثنیٰ اس تخیل کا محض کبر و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو آپ کے اسلاف مثل شیخ مفید و شیخ صدوق وغیرہ کے رسائل و کتب بھی نہیں ہیں بلکہ مستحیل الجواب تو کیا عیسر الجواب بھی نہیں۔ ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جن کی بحول اللہ تعالیٰ بآسانی تردید ہو سکتی ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ علماء اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اسی طرح خوارج کو کبھی کسی شمار میں نہیں سمجھا اور ہمیشہ جیسے حجتت اور لاشی محض سمجھے رہے یہ ہی وجہ ہے کہ کتب مذہب فقہ اصول وغیرہ میں جب خلافیات مسائل ذکر کئے جاتے ہیں آپ صاحبوں کا کوئی نام تک بھی نہیں لیتا الا نذرۃ و شذوذاً۔

اور آپ کے لئے ہمارا مقابہ اور ہمارا جواب دینا سہرا یہ ناز و افتخار ہے چنانچہ آپ کی تمام کتب مذہبی اس دعویٰ کی شاہد ہیں چنانچہ ہمارے اقوال کا ذکر آپ کے علماء شذوذ و نذرانہ ترک کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ متعدد بالبحث والاقتناع ہی مذہب سمجھا جاتا ہے جس کے دل میں کچھ وقعت ہو۔ جب ہم آپ کو اور آپ کے مذہب کو کچھ سمجھنے ہی نہیں تو اس کے ابطال میں اس طرح کیوں منہمک کہوں گے جس سے اس کی طرف اعتقاد و اہتمام ثابت ہو بل بوقت ضرورت یا جس موقع میں عوام کی گمراہی کا خوف ہو ورنہ البتہ کچھ لکھ دیں گے۔ ہمارا مذہب بحمد اللہ تعالیٰ اصول و فروعاً بقا نقص و عیب سے پاک و صاف ہے اور مخالفین کی ہدایت کے توق منتفع پھر اس فعل غیث کی طرف کیوں متوجہ ہوں۔ علاوہ ازیں آجکل ہندوستان میں بہت مذاہب اسرار کے مخالفت میں نصاریٰ و یہود و آریہ و بزم و غیرہ درالکچ میں اور دراز ان کی تحریروں چھپتی اور شائع ہوتی ہیں جو اسرار کے مخالفت اور اس پر حملہ آور ہوتی ہیں۔

اور اہل اسلام میں سے کوئی ان کے جواب کی طرف قلم بھی نہیں اٹھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک یہ دلیل عجز و بیچارگی ہو سکتی ہے۔ میں حضرت ہی سے پوچھتا ہوں کہ جس قدر شریعی ہنود و نصاریٰ کی مثلاً مخالفت اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیعہ نے ان سب کا جواب لکھا ہے تو کیا اس کو دلیل عجز و بیچارگی تصور فرمائیں گے۔ حاشا و کلا پس عدم تحریر جواب کو دلیل عجز و بیچارگی سمجھنا خطا ہے۔ قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوت فرماتے ہیں اور جن کو اعجاز کے مرتبہ میں مستحیل الجواب تصور فرماتے ہیں اگر اس اعجاز کی یہ وجہ ہے کہ ہم سے ان کی فتن اور پیکڑ اور گالیوں کا جواب نہیں ممکن ہے تو مسلم اس اعتبار سے بے شک ممکن ختم ہیں اور اگر باعتبار علمی مضامین کے اور دلائل مثبتہ اصول مذہب کی پختگی کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر بھیج دیجئے پھر دیکھئے کہ مستحیل الجواب اور ممکن ختم ہیں یا نہیں۔ رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی ناواقفیت کا الزام کسی قدر صحیح ہے کچھ کو تو اکتفا اس رشد سے اس کا شوق نہیں ہوا اور نہ کبھی اس میں انہماک رہا البتہ آپ صاحبوں کی چٹھ چھڑ کے بدولت فی الجملہ اس طرف توجہ ہوئی حضرات کے اصول مذہب کی واقفیت حاصل کی اور کتب مناظرہ کسی قدر دیکھیں۔ چنانچہ اس کی کیفیت مطاوی ابحاث میں منکشف ہو جائے گی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ہمارے حضرت مجیب کو کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائے اور ان کو بشارتیں دیں سو وہی فائدہ تو یوں برباد ہوا البتہ اگر کچھ منبوی نفع ہو تو مضائقہ نہیں لیکن وہ اہل دیانت کے نزدیک بعنوان نفع دینی قابل اعتبار نہیں پھر معلوم نہیں اس پر اتنا ناز و افتخار کیوں ہے۔

قال الفاضل المجیب قولہ تو بناب سائل کے اس طرز جدید اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق مذہب ہے۔ اگر یہ ہے تو چشمہ روشن دل ماشاء دو سرے یہ کہ وہ اہل سنت کے لئے محض تزیین و تسویل ہے بہر گیت جو کچھ ہے وہ ابھی کھلا جاتا ہے۔

بوقت صبح شود ہجوم روز معلومت کہ باکہ باختر عشق در شب و بچہ

اقول حضرت یہ طرز جدید نہیں وہی قد طرز ہے کہ جس کا جواب آپ کے علماء بزرگوار دیتے آئے اور ہرگز عمدہ برا نہیں ہو سکے۔ چنانچہ الشاہدہ اگر آپ اس میدان میں ثابت قدم

رہیں گے تو آپ پر بھی بخوبی روشن ہو جائے گا۔

بقول العبد الفقیر الی مولانا: اہل سنت کا عمدہ برانہ ہونا تحریرات منشی سبحان علی صاحب و مولوی نور الدین صاحب سے بخوبی واضح ہے اور نیز یہ آپ کی تحریر بھی گویا خلاصہ مضامین سلف کا ہے اس کے جواب سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ فریقین میں کون سا فریق دوسرے کے جواب سے فی نفس الامر عمدہ برا نہیں ہو سکتا اور کسی قدر اس تحریر کے ابحاث سابقہ سے واضح ہو بھی چکا ہے پھر معلوم نہیں کہ اسی فضل و کمال کے بھروسے پر یہ دھمکیاں ہیں کہ اگر آپ اس میدان میں مناظرہ میں نہایت قدم نہ رہے تو آپ پر بھی بخوبی روشن ہو جائے گا یا کوئی دم واپسین کسی خاص وقت کے لئے محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ اہل النفاذ ذرا غور فرمائیں یہ تو ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت مع اپنی شرائط و توابع و لواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہے اور اہل سنت اس کو اصلی اعتقادی نہیں کہتے علی ہذا القیاس اس کی شرائط وغیرہ میں گفتگو ہے کہ شیعہ ان کو واجب الایمان اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ان کا کچھ ثبوت نہیں توحید اور نبوت باہم متفق علیہ معاد اخروی جس کو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ بھی متفق علیہ البتہ ائمہ اور ان کے اعدا حقیقی یا مزعومی شیعہ کا دار دنیا میں پھر رجوع فرمانا جس کو رجعت اور قیامت صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے مختلف فیہ ہے کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہے اور اہل سنت کے نزدیک نہیں۔ پس اس صورت میں اہل سنت کا جو اعتراض ہے وہ اصول مذہب تیش پر ہے اور اس کا بیخ کن ہے کیونکہ اہل سنت ان اصول میں سے جن کی صرف علماء شیعہ مدعی ہیں جس پر اعتراض کریں گے وہ اعتراض اصول مذہب شیعہ کو عدم رسالہ ہوگا اور اہل تشیعہ اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہیں کر سکتے کیونکہ توحید و نبوت و معاد متفق علیہ اور امامت خود فروع میں معدوم ہے تو علماء شیعہ اہل سنت کے اصول مذہب سے کسی اصل کو اپنے اعتراض سے عدم نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں غایت سے غایت باعتبار اصول مذہب یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اہل سنت بعض اصول اعتقادات کے غایت میں جن پر مدعیان ہے اور خاہے کہ اس صورت میں اس امر کے اثبات کا عمدہ بھی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقادی ہونا ایسے دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جو اثبات مضامین اعتقادیہ کے لئے کافی ہوں اور جس قدر شور و مدعی اور مثبت

ہوتی ہے مافی کو نہیں ہوتی، پھر اس کے معارضہ میں اہلسنت کہتے ہیں کہ آپ نے ان امور کو جن کو دلائل قطعیہ سے اصلی اعتقادی ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اصلی و اعتقادی اعتقاد رکھا ہے اور جیسا اعتقادی کا انکار مذموم ہے غیر اعتقادی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا بھی مذموم ہو گا تو اس تمام گزارش سے جو اجمالاً عرض کی ہے اہل فہم والصفاء سمجھ سکتے ہیں کہ ہم میں سے کونسا فریق عمدہ برائیں ہو سکتا اور کس فریق کو دوسرے کے مقابلہ میں دشواری پیش آ رہی ہے۔
قولہ: یہ ہر دو احتمال بجائے خود نہیں خدا خواستہ مجھ کو اپنے عقیدہ میں کسی طرح کا شک و ریب نہیں۔ میں نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنے مذہب کی حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعویٰ لسانی ہی نہیں بلکہ بفضل تعالیٰ ثابت بھی کر سکتا ہوں بایں ہر بعض محال مثل شریک باری اگر اس کے خلاف حق ثابت ہو تو اس کے تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔

اقول: سبحان اللہ یہاں تو ہمارے حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیٹھے یا یہ شورائو ییادہ بے نمکی۔ یا تو یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خواں ہوں اور لفظ مولوی کے اطلاق کو بھی سخریہ و استنزا سمجھتا ہوں۔ یا یہ کہ اپنے مذہب کی حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ یہاں تک حاصل کر لیا ہے کہ اس کا حق الیقین ہونا اپنے خصم پر بھی محقق و ثابت کر سکتے ہیں۔ پھر اس فضل و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ آپ کے قدم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو ان کا فخر ہے۔ اور امام المتشیعین اور فخر الاولین والاخرین کے لقب سے ملقب کریں تو ان کو زیبا ہے۔ اب اس سے خیال فرمایا کیجئے کہ بندہ نے جو سالفاً عرض کیا تھا کہ سابعین سے سبقت کا قصد کیا جس پر آپ مجھلاٹھے وہ کچھ بے جا نہ تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتھ یہ جو آپ نے قید لگائی ہے (اپنے علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا مرتبہ حق الیقین میں ہے باعتبار علم اور عقل اشخاص کے تشکیک ہوتی ہے اس سے اہل خرد بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ آپ محض تخیلات و وہمیات کو مرتبہ حق الیقین میں سمجھتے ہیں اور آپ جانتے ہی نہیں کہ حق الیقین کس کو کہتے ہیں اور یہاں ہرے کہ حصول مرتبہ حق الیقین بغیر کشف یا الہام یا تحدت یا استیلاۃ حاق و جفت کے تو نہ ہوگا کیونکہ یہ طریق یقین ہیں اور زمان سے خسر پر مدعا کا اثبات ممکن اور نیز نہ آپ کو ان کے کسی مجر صادق نے قبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علاوہ ان کے اور کوئی طریق عدم الیقین کا ایسا حاصل نہیں ہوا جو مشرقیین کو ہو بجز اس کے کہ یہ مرتبہ حق الیقین کا ج

آپ نے اصولاً و فروغاً حاصل کیا ہے بعد استیفاً اولہ تفصیل کے ان میں نظر و استدلال سے اور بعد استوار مایہ توقف علیہ الاولہ اور ان سے کا حق ماہر ہو کر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول ممنوع ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ علوم آلیہ کے جاننے پر موقوف ہے اور نیز اس پر موقوف ہے کہ کتاب اللہ کو بسلاسل سند متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو اور نیز احادیث کو باسناد صحیحہ یا دیکھا ہو حالات رجال سے آگئی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب و سنت کی اوامر و نواہی عام و خاص و مؤل و مشترک و حقیقت و مجاز و ناسخ و منسوخ وغیرہ کا واقف ہو اصول صحیح جامعہ اس کے پاس موجود ہوں اور ان کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد اجماع بھی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہوں گے تو بطریق نظر و استدلال یقیناً یاطن مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ میں محض فارسی خواں ہوں نہ کتاب اللہ کی سمجھ ہے جس پر دار و مدار اصول عقائد کا ہے بلکہ کتاب اللہ بنقل متواترہ ترین سے محفوظ شیعہ کے پاس موجود بھی نہیں ہے اور جو موجود ہے وہ نہ بتواتر شیعان ثابت ہے اور نہ حسب اعتقاد محمد ثن و مفسرین شیعہ تحریر سے خالی بلکہ بتواتر محرف ہونا اس کا روایات سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جائے کہ کتاب اللہ موجود متواترہ غیر محرف ہے تو ان اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتویٰ دیں گے جنہوں نے بڑی شد و مد سے اس کو محرف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تشریف میں مفصل اس کا ذکر آئے گا اور یہ آپ جانتے ہیں کہ تلمذ کتاب اللہ اور انکار متواترہ کیا ہے۔ اور نہ حدیث سے آشنائی ہے اور ان کے سمجھنے میں دوسروں کے محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارات کریں اور آپ سمجھیں خواہ غلط ترجمہ کریں یا صحیح۔ علاوہ انہیں علوم آلیہ کی بھی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی۔ صرف و نحو سے بے خبری معانی و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپ کو صحت مذہب میں مرتبہ علم الیقین کا بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے چرچائیکہ مرتبہ حق الیقین کا جو بالاترین مراتب یقین ہے حاصل ہو۔ بہر کیف اگر دعویٰ محض فارسی خوانی کذب و دروغ ہو اور یہ سب مبادی مذکورہ آپ کو مستحکم ہوں تو غایت سے غایت آپ کو صحت مسائل میں علم الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہے لیکن آپ مدعی حصول مرتبہ حق الیقین ہیں جو اعلیٰ ترین مراتب سے ہے اور محسوسات و بدیہیات اولیہ سے بھی زیادہ اطمینان بخشن ہے اور ابنا و صدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مہنود ہوتا ہے کہ شاید دعویٰ نبوت یا امامت کمون خاطر ہوگا

محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کے حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب و حصول مرتبہ حق الیقین ممکن ہے پس میں متحیر ہوں۔

حضرت یا زمین پر تھے یا آسمان پر جا بیٹھے شاید فارسی خوانی اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کھا جائیں تو کچھ بہت ندامت و بدنامی نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہی مشہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا الزام کھا گیا۔ غرض اگر اس تحریر کو لحاظ کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہے بلکہ اس تحریر کے آپ کی طرف منسوب ہونے میں بھی شک ہوتا ہے اور بھی کچھ نہیں تو دوسروں کی امداد ضرور ہوگی اور اگر ادعا ہے حق الیقین کو دیکھا جاوے تو قطع نظر اس سے کہ اس دعویٰ کو یہ آپ کی تحریر زبان حال سے مکذب ہے محض فارسی خوانی غلط ہوئی جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں لغز و نامل نظر کرتے ہیں کہیں اس غیر القدر دعویٰ کا ثبوت نہیں دیکھنے بلکہ ہر بحث سے اس کی نفی کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ بعض مضامین سے جو اباحت سابقہ کے ضمن میں مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہے اور اباحت آئندہ سے بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تغلیط سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تحقیق حق ہرگز مد نظر نہیں ہے کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہے و بس تو عداوہ ازیں آخری فقرہ متضمن تعلیق بالمحال مزعوم با این ہمہ بغیر محال سے آخر تک اس مدعا کو آشکارا طور پر ثابت کر رہا ہے پھر معلوم نہیں کہ انصاف و تحقیق حق کا حکم بمصدوق قولہ تعالیٰ اِنَّ اَكْثَرَكُمْ اِلَیْهِ رَاٰی بَصَرًا (بقدر آیت ہم) دوسرے کے ہی لئے ہے بایں ہمہ عبارت آئندہ میں احتمال ثانی کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت کی ہدایت معمولاً اور اپنے شفیق کی خصوصاً ہے اور بندہ کی غرض تزدیر و تسویل سے یہ ہی تھی پس انکار احتمالیں اس مناظرہ وانی پر تعجب انگیز ہے۔

قولہ: اور تزدیر و تسویل سے مجھ کو کیا حاصل۔ مولوی میں نہیں مسجد کا و اعظم میں نہیں مذہبی خدمت سے معاش میں حاصل نہیں کرتا مرجع خلافت میں نہیں خواہ مخواہ دکان چھانٹنے کے لئے ایسی باتیں کروں پھر لوگوں کو فریب میں پھنسانے سے مجھ کو کیا خاطر ہی فائدہ ہوگا اقول: معصوم نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات کو مورد اپنے ذہن عانی میں کس کو قرار دیا ہے اور یہ تصریحات کس کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ ہادی المنہ میں معصوم ہوتا ہے مصلحت نے اپنے علماء و اکابر و معتدیان مذہب بہتندین وغیرہ کو توکا ہے کہ وہ درکھا ہوگا

بندہ عاجز یا اس کے دوسرے ہم مذہب مراد ہوں گے لیکن بفرض و ندیم اگر ان تصریحات کا اطلاق ہم پر من و جب بھی ہو سکے گا تو حضرات مجتہدین شیعہ جن میں یہ سب اوصاف مع شئی زائد پائے جاتے ہیں ان تصریحات کے ساتھ اولیٰ و احق ہوں گے۔

شادم کہ ازرقیبان دامن کشان گذشتی گوشت خاک با ہم بادرفتہ باشد قطع نظر اس سے ہمارے حضرت مجیب بھی تو بزرگ خود درجہ اجتناد حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلافت بنے۔ اور دوکان جمانے کے لئے کیا سر پر سنگ نکتے ہیں۔ مذہبی خدات سے معاش یوں ہی پیدا کی جاتی ہے۔ قبل و کعبہ بننے کی دیر تھی کہ سب کچھ موجود۔ مخالفین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی موافقین کو فتوے دینے کا بیڑہ ادعا ہے اجتناد فرمایا پھر مجتہد بن بیٹھے پھر کیا تھا چراغ روشن مراد حاصل۔ اہی حضرت آج ہی کیا تھا اس کشت کا مژدہ آئندہ دیکھئے گا۔ خدا نخواستہ اہل سنت تو فریب میں آنے سے رہے ہاں اپنے ہم مذہبوں سے توقع مفاد رکھنی چاہیے۔ اہل سنت کو تو اگر براہ تقیہ سنی بن کر فریب دیتے تو شاید کوئی شوق ازلی شامت کا مارا مرقم ہو جاتا چنانچہ حضرت کے بعض بزرگوں نے ایسا کیا ہے رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب سرودی اپنی کتاب معالم العلماء میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے فرماتے ہیں۔

ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن یوسف	ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن یوسف
یوسف الکاتب و کان علی الظاہر	یوسف الکاتب و کان علی الظاہر
یفتی علی مذهب التقیہ	یفتی علی مذهب التقیہ
من کتبہ لکشف القناع العہد	من کتبہ لکشف القناع العہد
الاستعداد	الاستعداد

اور اس امر کو آپ خوب سمجھتے ہیں کہ بزرگ شافعیہ کا بھیس کیوں جھٹکتے تھے۔

مذہب شیعہ میں دوسروں کو اپنے مذہب میں بلانا حرام ہے

قولہ: بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت کی ہدایت معمولاً اور اپنے شفیق کی جو اس مسئلہ میں دلسر ہیں درمختص ان کی خاطر سے یہ بحث شروع ہوئی ہے ان کی ہدایت خصوصاً اقول: بکاش آپ جانتے کہ آپ اپنی اس غرض میں محانت مارا اور متکبر حرمدی ص

گنہگار بروئے اپنے مذہب کے ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے مذہب کی کچھ خبر نہیں ہے۔ لیجئے ہم ہی بتلاتے ہیں کیا احسان مانینے کا علامہ مجلسی بجا میں نقل کرتے ہیں اس میں سے چند روایات نقل کرتا ہوں ان کو ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی النضر عن یحییٰ الجلی
عن ابوب بن الحر قال سمعت ابا
عبد اللہ علیہ السلام یقول ان رجلا
الجلد فقال اف رجل خصم اخاصم
من احب ان یدخل فی هذا الامر
فقال له ابی لا تخصم احدا فان الله اذا
اراد بعید خیرا نکت فی قلبه حتی
انه لیبصر به الرجل منک لیستہی لقائه
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
لا تخصموا الناس فان الناس
لو استظاعوا ان یجبونا لا یجبونا
ان الله اخذ میثاق شیعتنا یوم
اخذ میثاق البیہب فلا
یزید فیہم احدا ابدا ولا ینقص
منہم احدا ابدا۔

الجب عن صفوان وفضالة عن
داود بن فرقد قال کان ابی یقول
ما لکم ولدعة الناس انه لا یدخل
فی هذا الامر الا من کتب الله له۔

ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس غرض سے جبکہ ناکہ لوگ اپنے مذہب سے چھڑ کر شیعوں بن جائیں منہی عنہ اور ناجائز ہے۔ پس اس سے آپ خیال فرمائیے کہ آپ نے جو اپنی غرض اس مباحثہ سے بھرائی ہے وہ کس قدر بد ہے اور جو بیکار ملت بھی عموماً کو محقق

ہے اور نیز سابقہ روایات معتبرہ ثابت ہو چکا ہے کہ ظہور امام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مقرر ہے تو یہ نہیں ائمہ گذشتہ کے زمانہ امامت پر بھی منحصر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اگر مباحثہ و گفتگو سے آپ کی غرض اصلی یہ ہی تھی تو اول غلطی یہ کھائی کہ آپ نے اپنے آپ کو محض فارسی خواں ظاہر کیا کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خواں ہے وہ کیونکہ مطالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسروں کو ہدایت کر سکتا ہے بلکہ وہ مصداق اس مصرعہ کا ہے۔ ع۔ ادخولیشن کم ست کرار ہیری کند محمد اگر لفظ ہدایت سے ہدایت مرعوم مراد ہے تو حسب قول ع۔ برعکس ہند نام زنگی کا فور تسمیہ الشی باسم ضہہ اور اگر ہدایت واقعی اور نفس الامری مراد ہے تو یہ حضرت کا کام نہیں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے فضل و کرم سے اہل سنت کو متمک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بخوم ہدایت فرما کر حقیقی و نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا ہے کہ تشکیک و مشکک سے تذبذب محال ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰہُ وَ لَکَ الْحَمْدُ فِی الْوُجُوْیِ وَالْآخِرَةِ۔

قولہ: شمر جو حضرت نے لکھا ہے شوخی طبع پر دال ہے اس کا جواب کیا لکھیں مگر بات یہ ہے کہ ہمارے عجیب عالم و فاضل ہیں اور اہل علم کی نظر ناکل پر ہوتی ہے و در اندیشی فرما کر اپنے نفس نفیس سے ہی مخاطب ہیں۔

اقول: سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کے نزدیک گناہ گناہ بھی عالم و فاضل ہو گیا۔ خیر بہر کیف اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیے گا تو واضح ہو جائے گا کہ اس شمر میں آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہے یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار سے دریافت فرمائیے گا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں۔

قولہ: چشم مارو شن دل باشد و تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاد و چشم روشن ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی نہ فرماتے بلکہ نہایت نرمی و ملائمت و اخلاق سے پیش آتے۔

اقول: کسی قدر سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعریضات کے مقابل میں کی گئی ہے و بس۔ اگر آپ اس کی بنیاد نہ باندھتے تو بندہ سے بھی کوئی کلمہ تخیل نہ سننے معجزہ مخالفین کے مقابل میں ہر جگہ نرمی و ملائمت و اخلاق اپنی چشم روشن و دل شاد ہونے کو مستلزم

نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غفلت و شدت محمود ہوتی ہے تو یہ تفریع غلط ہے۔ ہاں اگر بجلائے اس کے یہ فرماتے کہ ہم کو تحقیق حق مد نظر نہیں ہے (چنانچہ ابھی صاف انکار کر چکے تھے) تو چشم مار و شن دل باشد و فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا تو سبھا تھا کیونکہ چشم کار و شن اور دل کا شاد ہونا تو تحقیق حق پر مرتب تھا اور جب وہی جاتا رہا تو یہ بھی درست نہ ہوا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار کریں تو کیونکہ کریں کہ صریح خلاف الصاف ہے اور اگر اقرار کریں تو کس طرح کریں کہ مستلزم تشکیک فی المذہب کو ہے۔ بغیر حسب موقع اقترا یا انکار جو مناسب ہوتا ہے وہ کرتے ہیں۔

قال الفاضل الجلیب قولہ: اس لئے مناسب خیال کیا کہ چند ہی اپنے وقت گراں مایہ کو اس میں صرف کروں کہ احدی الحنین سے خالی نہ ہوگا۔ اقول: مباحثہ مذہبی کیا ایسا خفیف کام ہے کہ اس میں وقت صرف کرنے کو وقت گراں مایہ کہا جائے اگر غور فرمائیے تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

بحث مذہب شیعہ میں مباحثہ مذہبی حرام ہے

يقول العبد الفقير الى مولاه اس سے صاف مثل روز روشن ظاہر و باہر ہے کہ حضرت میر صاحب اپنے مذہبیات کے کوچہ سے بالکل نااہل ہیں جہاں تک روایات شیعہ میں غور کیا جاتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جدال و مباحثہ کرنا حرام اور خلاف اللہ و رسول و ائمہ کے ہے بلکہ مباحثہ کرنا دین سے نکلنا اور رسول کی زبانی بشتادات ائمہ ملعون ہونا سب چنانچہ کچھ روایات معتبرہ سابقہ مذکور ہو چکی ہیں اور کسی قدر اب معروض ہوں گی تو معلوم نہیں ہو رہے مجیب بسبب مباحثہ کو کس بنیاد پر اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیتے ہیں اور کیوں نہ پر معترض ہیں۔ مگر ان اگر ملعون ہوں اور خدا و رسول و ائمہ کے خلاف کام کرنا اور دین سے خارج ہونا ہے حضرت مجیب کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہو تو مصطفیٰ اللہ نہیں تو اس صورت میں خوارج نہروان و فوج شام کو بھی مدعوہ فتح سنا دیں۔ روایات سینے آپ کے عدم مجلسی بجائیں تخریج فرماتے ہیں اس میں سے مطلقاً چند روایات نقل کرتا ہوں۔

با سناد و تلمیح عن اوصاف عن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

اباۃ عن علی علیہ السلام لعن اللہ الذین یجادلون فی دینہ اولئک ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث سے مناظرہ کرنے والوں کا ملعون ہونا بعبارات النص ثابت ہے۔ فرمایا ان پر خدا لعنت کرے جو خدا کے دین میں جھگڑا کرتے ہیں یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ملعون ہیں۔

عن ابی عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق انہ قال لا صحابہ اسمعوا منی کلاما ہو خیر کم من الدہم الموقفۃ لا یمارین احدکم سفیہا ولا حلیما فانہ من ماری حلیما اقصاه ومن ماری سفیہا ارده۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہارے لئے دہنیاں پر کھڑے ہوں مثالی گھوڑوں سے بہتر ہے تم سے کوئی نہ کسی سفیہ سے جھگڑے اور نہ کسی حلیم سے کیونکہ جو حلیم سے مباحثہ کرے گا وہ اس کو حق سے دور کر دے گا اور جو کسی سفیہ سے جھگڑے گا وہ اس کو ہلاک کر دے گا۔

اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی مخالفت ثابت ہوئی کیونکہ لایما یمارین فعل منفی ہے اور اس کا فاعل و مفعول دونوں نکرہ واقع ہوئے ہیں اور قاعدہ ہے کہ نکرہ سیاق نفی میں عموم و شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو کسی کے ساتھ مباحثہ کرنا جائز نہ ہوا۔

عن ابی عبد اللہ قال یفلت اصحاب الکلام وینجو المسلمین ان المسلمین هم النجار۔ امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کلام گشتگو کرنے والے ہلاک ہوں گے اور مسلمان نجات پائیں گے بے شک مسلمان ہی نجات یافتہ ہیں۔

سمعت ابا عبد اللہ یقول لو تخاصموا الناس لדיتکم فان المخاصمة ممرضۃ للقلب۔ میں نے امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے اپنے دین کے معاملہ میں لوگوں سے نہ جھگڑو کیونکہ جھگڑا دل کو بیمار کرنے والا ہے۔ سمعت ابا جعفر یقول انما شیعۃ الخرس۔ میں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے ہمارے شیعہ صرف گونجے ہیں۔

قال امیر المؤمنین ایاکم و الجدل فانہا یورث الشک فی دین اللہ۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے آپ کو جھگڑے سے بچاؤ کیونکہ وہ اللہ کے دین میں شک پیدا کرتا ہے۔

سمعت ابی عبد اللہ یقول متکلموا
هذه العصابة من شرار من
هم منهم
میں نے امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے
سنا فرماتے تھے اس گروہ میں کے متکلمین
سب سے بدتر ہیں۔

اس باب میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر ان کا استیفاء کیا جائے اور بسط کے
ساتھ ان پر بحث کی جاوے تو ایک کتاب جدا گانہ تیار ہو اس لئے ہم صرف ایک قول فیصل
پر اکتفا کرتے ہیں جو امام جعفر صادق سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت
طویل ہے اس لئے ملاحظہ نقل کرتے ہیں۔

عن ابی محمد العسکری قال ذکر
عند الصادق الجدل فی الدین
وان رسول اللہ والائمة المعصومون
قد نبهوا عنه فقال الصادق لعنه عنه
مطلقا لكنه نهى عن الجدل بغير التقی
فی احسن اما تسمعون الله یقول ولا
تجادلوا اهل الکتاب الا بالتقی فی
احسن وقوله تعالی ادع الی سبیل
ربک اما قال جدال بالتقی فی احسن قد
قرنه العلماء بالدین والجدال بغير التقی
فی احسن محرم وحرمة الله تعالی علی
شیعتنا اقبل یا بن رسول الله فالجدال
بالتقی فی احسن والتی لیس باحسن قال
اما الجدل بغير التقی فی احسن ان تجادل
مبغاة فیه رد علیک باطله فنه تردد بحجة
قد نصبها الله ولكن تجحد قولہ ونجحد
حقا بیرید ذلک المبطل ان یعین به باطله
فتجحد ذلک وحاقه ان یکون له

امام عسکری فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق کی خدمت
میں دین میں بحث و مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا
اور یہ کہ رسول اللہ نے اور ائمہ معصومین نے اس
کی ممانعت فرمائی ہے فرمایا کہ اس کی ممانعت کی ہے
نہیں فرمائی لیکن ان اس مباحثہ کی ممانعت کی ہے
جو بغیر عمدہ طریقہ کے ہو کیا تم نہیں سنتے خدا تعالیٰ فرماتا
ہے اور بدون عمدہ طریقہ کے اہل کتاب سے
دھمکڑو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وانا الی اور ابھی
نصیحت کے ساتھ اپنے پروردگار کے رستہ کی طرف
دعوت کر لا پس علمائے اس مباحثہ کو جو عمدہ طریقہ
سے ہو دین کے ساتھ حق کی بات ہے اور وہ جہاں نظر
جو عمدہ طریقہ سے نہ ہو حرام ہے اس کو اللہ نے ہمارے
شیعہ پر حرام فرمایا ہے کسی نے پوچھا اے رسول اللہ
کے فرزند کون سا مباحثہ عمدہ طریقہ والا ہے اور
کون سا مباحثہ بدون عمدہ طریقہ کے ہے فرمایا بغیر
عمدہ طریقہ کے مباحثہ تو یہ ہے کہ تو کسی سے باطل سے
مناظرہ کرے اور وہ تجھ پر باطل پیش کرے اور تو اس
جست کے ساتھ جو خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اس کو

علیک فیہ حجة لوانک لا تدری کیف
المخلص منه فذلک حرام علی شیعتنا
ان یصبروا فلتنة علی ضعفاء اخوانهم و
علی المبطلین اما المبطلون فیجدلون
ضعف الضعیف منکم اذا تعاطی مجادلتہ
وضعت فی یدہ حجة له علی باطلہ و
اما الضعفاء منکم فتغتم قلوبهم لما یرون
من ضعف المعق فی ید المبطل واما
الجدال التقی فی احسن فهو ما امر الله
تعالی به بنیہ ان یجادل به من جحد
البعث بعد الموت وایمانہ فقال حاکم
عنه وصرّب لنا مثله ونسوی خلفه
قال من یحیی الختام وھی حیم
فقال الله فی الرد علیہ قل یا محمد یحیی
الذی السها اول مرة قال فهذا
الجدال بالتقی فی احسن لون فیہا
قطع عذر الکافرین وازالة شبهتہم
واما الجدل بغير التقی فی احسن
بان تجحد حقاً لا یسکت ان تنفرت
بینه وبتین باطل من تجادل واما
تدفع عت باطلہ بان تجحد الحق
فیہذا هو المحرم لوانک مثله جحدہو
حقاً وجحدت انت حقاً اخر انتہی
ہے کہ اس نے ایک حق کا انکار کیا اور تو نے دوسرے حق کا انکار کر لیا۔
قطع نظر تعارض ان روایات سے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اس قول فیصل سے نہ

رو ذکر کے لیکن تو اس کے قول کا انکار کرے
یا اس حق کا جس کے سبب سے وہ مبطل اپنے باطل
کی اعانت و تقویت چاہتا ہے منکر ہو جائے اور
اس خوف سے کہ مبادا تجھ پر اس کی حجت قائم ہو جائے
اس حق کا بھی انکار کر دیوے کیونکہ اس سے خلاصی
کی راہ تو نہیں جانتا ہے تو یہ ہمارے شیعہ کے لئے حرام
ہے کہ اپنے ضعیف بھائیوں اور اہل باطل کے حق
میں فتنہ ہوں کیونکہ جب اہل باطل سے مناظرہ کریگا
اور اس کے مناظرہ کے پہرے میں حسد ہوگا تو وہ تمہاری
اس خشکی کو اپنے باطل کی حقیقت پر حجت قرار
دیں گے اور ضعف و شیعہ جب مبطل کے پہرے میں
اہل حق کو خسرت حالت میں دیکھیں گے تو ان کا دل
اُداس ہوگا اور عمدہ طریقہ کا مباحثہ وہ جس
کا خدا نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ منکرین حشر سے
مناظرہ کرے وہ کہتے تھے کہ پرانی ہریوں کو کون جلا
گا فرمایا اے محمد تو کہ ان کو وہ جلائے گا جس نے
پسلی و فخر پیدا کیا تھا تو یہ جدال و مناظرہ عمدہ طریقہ
کا ہے کیونکہ اس میں کافر کے عذر کا قطع اور ان
کے شبہ کا رفع ہے اور مباحثہ بغیر عمدہ طریقہ کے
یہ ہے کہ تو ایسے حق کا انکار کرے کہ تجھ کو اس میں
اور خصم کے باطل میں فرق و امتیاز نہ ہو اور اس کے
باطل کو حق کا انکار کر کے دفع کرے تو یہ مباحثہ حرام
ہے کیونکہ اس صورت میں تو ہی منسل اہل باطل کے

قطع نظر تعارض ان روایات سے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اس قول فیصل سے نہ

ثابت ہوتا ہے کہ مباحثہ کرنا سوائے انبیاء اور ائمہ کے دوسرے شخص کا کام نہیں ہے بلکہ دوسروں کو ناجائز و حرام ہے کیونکہ سوائے انبیاء و ائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہیں پہچان سکتا اور نہ ضعفاء و اخوان یا مبطلین کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی الخصوص ایسا شخص جس کو اپنے مذہبیت کی بھی پوری واقفیت نہ ہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو اس کے حق میں منافرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بے شک حرام ہوگا اب دل چاہتا ہے کہ اس باب میں علامہ مجلسی کی تحقیق نقل کروں۔ اہل الضاف اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور ہمارے مجیب کی واقفیت مذہب کی داد دیں۔

و یتظہر من الاخبار ان المذموم
منہ هو ما کان الغرض فیہ الغلبة
والاخبار لکمال والفخر والتعصب
وترویج الباطل واما ما کان لوظہار
الحق ورفع الباطل ودفع الشبهة
عن الدین وارشاد المضلین فهو
من اعظم ارکان الدین لکن التیزبینہما
فی غایۃ الصعوبة والامشکال و
کثیرا ما یشبہ احدهما بالآخر
بادی النظر وللنفس فیہ تسویلات خفیة
لا یکن التخلص منها الا بفضلہ تعالیٰ
علامہ کی اس تحقیق میں بھی ہم بحث سے انصاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے بھی
مجیب جیسے مشکوکین کے سنے منافرہ کا عبادت نہ ہونا بلکہ حرام اور مستوجب لعن ہونا ثابت
ہوتا ہے پھر اب ہمارے مجیب لہذا الضاف سے فرمائیں کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی
نامی امور ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگرچہ مباحثہ مذہبی خفیہ کام نہ ہوتا ہو اس سے یہ لازم نہیں
آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے برتر نہ ہو بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر
ہوں گے علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ چند ان ضروری یا مفید نہ ہو اور مخالفین کی
داد دہانی کی توقع نہ ہو تو ایسے وقت میں جو شخص دوسرے امور مذہبیر عالیہ میں مشغول ہوگا

و بے شک مباحثہ میں اپنے وقت کے صرف کرنے کو وقت گراں مایہ کہے گا۔
قولہ: اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تحقیق حق و ابطال باطل منظور نہیں
بلکہ اپنی رائی یا مخالفت کی مغلوبیت اصلی غرض ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان میں سے کوئی غرض
بھی حاصل شدنی نہیں ہے۔

اقول: جب آپ کے نزدیک تحقیق حق مستلزم شک فی المذہب کو ہے تو واقعی
مجھ کو ہرگز تحقیق حق منظور نہیں کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ درجہ مجھ کو اپنے مذہب کی صحت و حقیقت
میں کسی نوع کا شک و ریب نہیں ہاں ابطال باطل و مغلوبیت مخالف بھی مقصود ہے جو
انشاء اللہ تعالیٰ علی الرغم ہم کو حاصل ہے۔

ستعلم لیلیٰ دین تدانیت وای غریم فی التفاضل غریبھا
قال الفاضل المجیب: قولہ: پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و جماعت
وشیعہ اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع میں مخالفت ہے لیکن مبنی مغنم اختلاف
کایہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اہل سنت
تمام امت سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و افضل اور ایمان میں اثبات و اکمل اعتقاد کرتے ہیں۔
اقول: اصل اختلافی مسئلہ اور مبنی مغنم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہے بعد
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امامیہ کل اصول و فروع کو اہل بیت طاہرین
سے کہ بموجب حدیث متفق علیہ مثل اہل بدیتی کسفینۃ نوح الہ سفینۃ نجات میں
اور موافق حدیث متفق علیہ الخ تارک فیکم الشکلیں کتاب اللہ و عتقنی الخ
ان کا حکم ہرگز حکم خدا سے جدا نہیں ہو سکتا اور صحابہ بھی ان کے ہی حکم کے مامور تھے مانود
کرتے ہیں۔ اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین اور ایمان کا ٹھہراتے
ہیں۔ اگرچہ بعض ان میں سے تابعین عداوت اہل بیت طاہرین اور قاتلین ذریرہ سید المرسلین
اور مارتقین اور قاسطین و ناکثین سے ہوں۔ جیسا کہ ملاحظہ رواقہ صحاح اور غیر صحاح المصنوع
سے ظاہر ہے۔ پس حضرت مجیب نے جو مبنی اختلافات کا منہ صحابہ ٹھہرایا ہے بجائے
خود معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر فرض خیال مثل شریک باری سب صحابہ عدول ہے ٹھہرائیں اور
برخلاف احادیث کثیرہ مثل حدیث حوالہ وغیرہ و سیکنہ و ثلاث علیہ و تعالیٰ کے جس میں
کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہیں کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائے تو اس سے مانند مسائل

اصولیہ و فردعیہ ہونا ان کا ثابت نہ ہوگا اس لئے کہ عدم عصمت ان کے اتفاقی بین الامت ہے اور شیعوں کے نزدیک بلکہ ہر عقلمند کے نزدیک۔ بحر اہلبیت معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کوئی مافذ اصول و فردع نہیں ہو سکتا پس کیوں ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیر کا مبنی ہے جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه: دانشمندان روزگار اور منصفان قری و امصار کو سلامی عام ہے کہ ذرا اس بحث کو بنظر غور و تامل ملاحظہ فرما کر ہمارے مجیب کے انصاف و تحقیق حق اور منافیہ دانی و اجتہاد مطلق کی داد دیں۔

مسئلہ خلافت کی اہمیت

میر صاحب کے نزدیک مسئلہ امامت کے معظم خد فیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تھا کہ اہم الخد فیات اور مبنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علیہما اور خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً ہے کہ اہل سنت ان کو تمام امت میں افضل اعتقاد کرتے ہیں اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہیں اور اختلاف مسئلہ امامت بھی اسی اصل سے ناشی ہے۔ بجواب اس کے مسئلہ امامت کے مبنی معظم خد فیات ہونے کی تائید میں ہمارے حضرت فاضل مجیب نے بابر خد صہ ارشاد فرمایا کہ اصل خد فی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا مافذ مسائل دین و ایمان ہے۔ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امامیہ کی اصول و فردع کو بموجب ارشاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت خاہرین سے لیتے ہیں اور اہلسنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو مافذ اپنے دین و ایمان کا ٹھہرتے ہیں اگرچہ بعض ان میں سے ناصبین عداوت اہل بیت خاہرین اور قائلین ذریعہ سید ام ربین اور مارقین اور ناکشین سے ہوں ہیں حضرت مجیب نے ہو مبنی اختلاف کا معاملہ صحابہ ٹھہرایا ہے جو نے خود و معوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر بہر ض محال سب صحابہ عدول ٹھہر جائیں تو اس سے بوجہ اس کے کہ ان کو عدم عصمت اتفاقی ہے مافذ مسائل اصولیہ و فردعیہ ہونا ان کا ثابت نہ ہوگا پس کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیر کا مبنی ہے۔ اسے حضرت خد کے سے ذرا حضرت مجیب کے اس جواب کو ملاحظہ فرمائیں

کہ اس سے بندہ کے موضوع کی تسلیم و تائید ہوتی ہے یا تغلیط و تردید۔

دین ایمان کے مافذ شیعہ و اہلسنت کے یہاں کون ہیں

اب سنئے کہ فاضل مجیب فرماتے ہیں کہ مافذ مسائل دین شیعہ کے نزدیک ذریعہ ظاہرین ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ و غیرہ ہیں تو اگر اس تعادل سے حضرت مجیب کی یہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریعہ ظاہرین کو مافذ دین نہیں اعتقاد کرتے تو بدھمتہ غلط اور محض افتراء ہے کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابہ کلم عدول جزئیات ذریعہ ظاہر و کو بھی مشتمل ہے اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات اہل بیت سے مملو و مشحون ہیں اور ان کے فضائل و محامد سے مشرف و مزین ہیں اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً مافذ اہل بیت ہی سے ہے۔ اہلسنت کے بزرگان طریقہ خوشہ چین میا من اہلبیت کے ہیں۔ ہاں دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم و صف مقتدرائیت اور ماضیت میں اہل سنت کے نزدیک بلکہ حدیث متفق علیہ اصحابی کا انجور اہل شریک اہل بیت ہیں اور اگر اس تعادل سے حضرت مجیب کی غرض انتفاء مافذیت اہل بیت عند اہل سنت نہیں ہے تو حیدر الوفاق اس صورت میں حاصل یہ ہوا کہ اہلبیت با اتفاق فریقین مافذ دین ہیں اور صحابہ و علی الا اختلاف۔ اہل سنت ان کو بھی اس لئے کہ وہ مطلقہ کلمہ خیر امت ہیں۔ مافذ دین قرار دیتے ہیں۔ اور شیعہ ان کو مافذ مسائل دین نہیں ٹھہراتے اور نہ اہلسنت اعتقاد کرتے ہیں اور اس کے وجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بعض ان میں سے بزرگ شیعہ ناصبین عداوت اور قائلین اور مارقین اور ناکشین ہیں اور بغرض محال مثل شریک باری اگر کو صحابہ عدول ٹھہر جائیں تو عدم عصمت اتفاقیہ مانع مافذیت ہے۔ تو اس سے کاشس فی ربنا انتہا ثابت ہو کہ دار مدار اختلاف مافذیت کا غیریت اور شریعت صحابہ پر ہے۔ اور جب مافذیت صحابہ کے اختلاف کی علت غیریت اور شریعت اور افضلیت اور انقصیت صحابہ ہوئی تو فرمایئے اس وقت اصل مبنی اختلافات کا معاملہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تھا ہوا یا نہ ہو۔ اور اس جواب سے بندہ کی گزارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ نہ ہوئی۔ سلسلہ مبنی معظم خد فیات کا مافذیت صحابہ و اہلبیت ہی سی۔ لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اس سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خد فیات کا مافذیت ہے۔ در مسئلہ امامت بھی اسی اصل سے

ناشی ہے تو آخری تفریح جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے ذکر کی ہے، پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل رہے۔ خوش گفت عہد میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

چونکہ اس جگہ ہمارے حضرت مجیب نے ماخذین البیوت و صحابہ کا ذکر فرمایا اور بہت غلطیاں کھائیں اور حق سے براہل دور ہو گئے اس لئے کسی قدر اس کا بیان بھی واجب ہوا۔ پس واضح ہو کہ فی الاصل ماخذین دایمان ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس قدر دین ہے وہ ماخوذ مشکوٰۃ نبوت سے ہے و بس اور واسطہ تبلیغ دین ہیں اللہ تعالیٰ والاہمیت رسول ہی ہو تب سے اور علاوہ رسول کے جس قدر احاد امت ہیں وہ سب محتاج تبلیغ رسول ہیں اور مکلفین و مصلحین اور فی الحقیقت متبع اور اخذین دین ہیں نہ مبتوع اصلی کیونکہ اگر ان کو ماخذ اصلی دین کا قرار دیا جاوے گا تو ان کا خلیفہ جو ناباطل ہوگا اور بنی ہونا لازم آوے گا اور یہ بالفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب اہل سنت تو اس کا بطلان بدیہی ہے۔ اور شیعہ اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے خواص و لوازم میں شریک کرتے ہیں جو ان کی نبوت کو مستلزم ہے بلکہ انبیاء سے رتبہ میں بڑھاتے ہیں۔

محققین شیعہ کے نزدیک جناب امیر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں

چنانچہ حضرت علیؑ کو تمام انبیاء سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافت عقل و نقل افضل اعتقاد کرتے ہیں۔ شیخ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ میں فرماتے ہیں۔

اختلف الشيعة في هذه المسئلة فقالوا
الجاروديه انه كان عليه السلام افضل
من كافة الصحابة فاما غيرهم فلو
نقط على فضله على كفتيه وبدعوا من

منه تفضيل في شيعه باخر مختلف بين جاروديه
كثرت من كحضرت عليؑ تمام صبر سے تو
بے شک افضل ہیں لیکن سوائے صحابہ کے
سب سے افضل ہونے کا ہم یقین نہیں

سوی بینہ و بین من سلف او فضلہ
اوشك في ذلك وقطعوا على فضل
الانبيا عليهم السلام كله عليه واختلف
اهل الامامة في هذا الباب فقال كثير
من متعليهم ان الانبياء عليهم السلام
افضل منه على السطح والنبات وقال جمهور
اهل الآثار منهم والنقل والنفق بالروايات
وطبقة من المتكلمين منهم واصحاب
الحجاج انه عليه السلام افضل من كافة
البشر سوى رسول الله محمد بن عبد الله
صلوات الله عليه فانه افضل منه ووقف
منهم لفرقيل في هذا الباب ففتواوا
لنا نعلم ان افضل من سلف من الانبياء
او كان مساويا لهم او دونهم فيما يستحق
به الثواب كما قال رسول الله صلي الله عليه
 وآله محمد بن عبد الله فكان افضل منه
على غير رتياب وقال فرقي منهم اخوان
امير المؤمنين صلوات الله عليه افضل
البشر سوى اولى العزم من الرسل
فانهم افضل منه عند الله

اور اسی رسالہ میں کسی قدر آگے بڑھ کر یہ روایت لکھی ہے۔

وقوله عليه السلام وقد سئل عن
امير المؤمنين ما كان منزلته من
النبي عليه وآله السلام قال حركين بينه
وبينه فضل سوى الرسالة التي اوردها
امام رضی اللہ عنہ سے کس نے پوچھا
جناب حضرت امیر کا مرتبہ ہر نسبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کرتا
نہر مایا بجز رسالت کے جو حضرت

کر سکتے اور ان کو مبتدع کہا ہے جنہوں نے
گزشتہ لوگوں کے حضرت امیر کو برابر کہا
یا حضرت کو بڑھایا یا اس میں متردد رہے۔
لیکن جارود یہ حضرت امیر سے تمام انبیاء کو یقیناً
افضل کہتے ہیں اور امامیہ بھی اس باب میں
مختلف ہوئے بہت سے کچھ اولادین میں سے کہتے
ہیں کہ انبیاء حضرت سے قطعاً و یقیناً افضل ہیں
اور جمهور اہل اخبار و حدیث اور فقہاء اور متکلمین
اور اہل حجت کہتے ہیں کہ حضرت سوائے محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیوں سے افضل
ہیں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جناب امیر سے افضل ہیں اور متورے سے لوگوں
نے اس باب میں توقف کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم
نہیں جانتے کہ حضرت امیر انبیاء گزشتہ سے باعتبار
زیادتی استحقاق ثواب کے افضل ہیں یا برابر یا کم
لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے
بے شک و شبہ افضل ہیں اور امامیہ میں سے ایک
فریق کہتا ہے کہ حضرت امیر افضل البشر ہیں سوائے
رسل اولو العزم کے وہ خدا کے نزدیک حضرت امیر
رضی اللہ عنہ سے فضیلت میں زیادہ ہیں۔

وجاء مثل ذلك بعينه من أبيه عن
جعفر و أبي الحسن و أبي محمد العسكري عليه السلام
صلى الله عليه وسلم كمل متقى اور کچھ
زیادتی نہ تھی۔

اصول شیعہ کے موافق جناب امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرچہ وصف رسالت کے جناب امیرؑ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی وصف نہ نہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر استدلال کیا جاوے۔ اور اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دوسرے مدارج صفات بن پر فضل کلی کا در مدار ہے مثلاً کثرت ثواب و قرب من اللہ تعالیٰ وغیرہ میں جناب امیرؑ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں تو کم بھی نہیں۔ اور آیت مباہلہ و الفنا و الفکم حسب ادعائے شیعہ خود مستلزم مساوات ہے اور وصف رسالت خود مستلزم فضیلت کو نہیں کیونکہ یہ امر یہی ہے کہ فضیلت نبوت و رسالت رسل و انبیاء باقیین کے لئے بھی حاصل تھی لیکن باوجود اس کے جناب امیرؑ ان سے باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت کو نہیں بلکہ مرتبہ امامت مرتبہ رسالت اور خلعت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور اگر ہم اس سے بھی ترقی کریں اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیرؑ کی فضیلت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدعی ہوں تو بے جا نہ ہو کیونکہ علاوہ ان فضائل کے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں جن میں جناب امیرؑ کو شرکت اور مساوات ہے بہت سے فضائل جناب امیرؑ میں ایسے موجود ہیں جن سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہیں جو شجاعت اور سخاوت اور فصاحت و جدانت جناب امیرؑ کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں ہوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باجاء کا و مجید میں عتاب ہوا اور جناب امیرؑ کی نسبت بجز حامد کے اور کچھ وارد نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر لمعات معاتب سے افضل ہے۔ ان سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیرؑ کی فضیلت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصاً ادعا کریں تو ممکن ہے۔

فَلْيَا دَعَا كَرِيمٍ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
تو کہ دے کیا نہ بنا و رہیت برابر

وَالْبَيْتُ أَرْضَهُ لَنْ تَسْتَوِيَ الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ (الروایت ۸) ہیں یا تیرگی اور نور برابر ہیں۔
حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ نور ظلمت سے افضل ہے اور شیعوں کی روایات سے ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہؐ ظلمت ہیں اور جناب امیرؑ نور ہیں۔

علامہ مجلسی بحاریں ابو نصر بن قابوس سے اور وہ امام صادقؑ سے روایت کرتا ہے۔
قال السواد الذی فی القبر محمد امام صادقؑ نے فرمایا کہ چاند میں کی سیاہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
اور تفسیر حافی میں بذیل تفسیر آیت: فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ لکھا ہے۔

والعیاشی عن الباقر النور علی امام باقرؑ سے مروی ہے کہ نور حضرت علیؑ ہیں۔
وفی الکافی عن الصادق کافی ہیں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ اس جگہ النور فی هذا الموضع علی والائمة نور سے مراد حضرت علیؑ اور ائمہ ہیں۔

علاوہ انہیں اور بہت سے ایسے فضائل ہیں جو جناب امیرؑ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور ذات بابرکات جناب سرور کائنات کی ان سے خالی ہے جن کی تفصیل میں مستقل جلد کا رسالہ تالیف ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ بروایات شیعہ جناب امیرؑ کا نہ بشر سے بلا استثناء افضل ہیں۔ چنانچہ یہ مدعا حدیث متواتر المعنی سے جس کو شیخ فقیر ابو محمد جعفر بن احمد بن علی الطی نزیلی نے اپنے رسالہ نوادر الاثر لعلی خیر البشر میں جو اس وقت میرے روبرو دکھلا ہوا رکھا ہے روایت کیا ہے الفاظ روایت اس طرح ہیں۔

حدثنا ابو محمد هارون بن موسى
التلعكبري قال حدثني احمد بن
محمد بن سعيد قال حدثني محمد بن
عبيد عتبة الكندي قال حدثني
عبد الرحمن بن يزيد عن ابيه
عن الوشم عن عاصم بن
عمر عن جابر بن عبد الله

قال قال رسول الله صلى الله عليه واله رسول الله صلى الله عليه وسلم نه فرمايلى خير البشر
على خير البشر من مثك فيه فقد كفر
ہے جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔
لیکن باوجود ان سب امور کے غلیف و نائب نبی ہی کہتے ہیں بنی و رسول نہیں کہتے۔
قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویر لکھتے
ہیں۔ زیرا کہ امام قائم مقام نبی ست در جمیع امور مگر در اسم نبوت و نزول وحی۔

تو جب ائمہ علیہ السلام اور قائم مقام ہوئے علی الخصوص ایسے نبی کے قائم مقامی جو دین کو جمیع
جہات سے مکمل فرما گیا اور کسی قسم کی کمی کو تاہی باقی نہیں چھوڑی تو ایسے نبی کا نائب و غلیف
محض ناقل و حاکی ہے و بس۔ تو وہ اصلی و حقیقی ماخذ دین ہرگز نہیں ہو سکتا ہے لیکن با این ہمہ
چونکہ قرن اول امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلوب انوار و برکات آفتاب عالم تاب
نبوت سے منور ہو گئے اور فیض صحبت سر حلقہ انبیاء سر تاج اصفیاء سے جو جس رنگ اکو در زائل
کے لئے کبریت احمر اور اکیر اور معصوم معاصی کے لئے تریاق کیر ہے مجلی و محلی ہوئے اور ان کے
قلوب میں اشعرا نور نبوت نے یہاں تک پرو ڈالا کہ ان کو اس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئیں
جو آہن کو آگ سے بلکہ سنگ پارس سے حاصل ہوتے ہیں، اور مدارج ابتلا میں محکم امتحان
پیکر کامل العیار زمیں پکے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو نجوم ہدایت فرما کر امت کو
ان کی اقتداء کی طرف رغبت دلائی اور ان کو ماخذ قرار دیا لیکن ماخذ اولیٰ و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی
اس کے بعد ظاہر ہے کہ دین خداوند جل شانہ جس کا ماخذ و مبلغ اصلی رسول ہے قرن ثانی سے
آخر تک اس کا بد واسطہ پہنچنا محال ہے تو اس لئے ضرور ہوا کہ ہر قرن لائق اپنے قرن سابق سے
دین اخذ کرے اس صورت میں ہر قرن سابق اپنے قرن لائق کے حق میں ماخذ دین ہوگا بلکہ
ہر ایک استاد اپنے شاگرد کے لئے ماخذ ہو، غرضیکہ اولاً و بالذات ماخذ دین ذات بابرکات
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً و بالبعث اصحاب کرم میں جن میں اہل بیت بھی
شامس ہیں اور ثانیاً و بالعرض ہر قرن سابق اپنے قرن لائق کے لئے ماخذ دین ہے جن میں محدثین
انجبار ہیں و مجتہدین و متبحرین و فقیہین و اصحاب رسالت و ارباب ربعات و درویش
نثار داخل ہیں پس اگر حضرت مجیب کی ماضی لفظ ماخذ سے ماخذ قول و اصل ہے تو بالکل غلط
اور غلط ہے کہ شیعوں بیت کو ماخذ قرار دیتے ہیں اور اہل سنت صبی کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہیں، اور اگر ماخذ سے ماخذ بضرع علوم و ادب سے

تو اور بھی زیادہ غلط اور اپنی کتب سے چشم پوشی ہے بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہے کیونکہ
اس قول کے آخر عبارت سے ظاہر ہے کہ مدار ماخذیت کا عصمت پر ہے اور جس میں عصمت
و پائی جاوے گی وہ ماخذ دین ہونے کی صلاحیت و قابلیت نہیں رکھے گا، لیکن یہ امر مشعل
بدیہی اولیٰ کے واضح ہے کہ عصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ماخذ اول ہیں صحیح و مسلم
ہے و بس، اس لئے کہ بعد تکمیل دین کے کسی شخص کی عصمت کی ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ
کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہے، اور اگر کسی کے لئے عصمت کی ضرورت
ہے تو پھر ضرور ہے کہ تمام ماخذ دین نیچے کے رتبہ تک بھی معصوم ہوں اور سوائے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور کوئی معصوم نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ علماء شیعہ جو مسائل شرعیہ اہل بیت سے
نقل کرتے ہیں اکثر ان مسائل میں اہل بیت ماخذ اصلی صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ناقل و حاکی
ہیں نہ خود ماخذ اصلی اور اگر بغرض محال اہلیت کی عصمت تسلیم کر لیں تو ان سے نیچے کے درجہ
والوں کی نسبت کلام ہے اور وہ بالاتفاق معصوم نہیں ہیں حالانکہ وہ ماخذ دین ہیں پس یہ
دعویٰ کہ شیعہ بلکہ ہر عاقل کے نزدیک سوائے معصوم کے اور کوئی ماخذ نہیں ہو سکتا غلط ہوا
اور اس کی تفسیل خود معالم الاصول وغیرہ کتب اصول سے ہوتی ہے کیونکہ جو اجماعات
بعد غیبت کبریٰ امام آخر الزمان کے منعقد ہوئے ہیں معلوم نہیں ان کو کون سے معصوم
سے اخذ کیا ہے۔

شیعوں کے راوی ائمہ کی طرف سے ان پر حجت ہیں

غرض جب روایات و مجتہدین وغیرہ بھی ماخذ دین ٹھہرے کہ جن کی عدم عصمت ہی
مسئلہ نہیں بلکہ ان میں سے بعض کافق و کفر بھی تسلیم و ثابت کیا گیا ہے تو اب فرمائیے گا کہ
حضرت مجیب کا یہ قول کس قدر غلط اور خلاف واقع ہوگا، اول ہم روایات کا ماخذ دین ہونا ثابت
کرتے ہیں، بعد اس کے ان کے کفر و فسق سے بحث کریں گے، بعد مجلسی نے بحار میں نقل کیا ہے۔

الکلینی عن اسحاق بن یعقوب قال سالت
محمد بن عثمان العدی رحمہ اللہ ان یوصل
لی کتابا سالت فیہ عن مسائل اشکت
عفی فورد التوفیع بخد مولدنا صاحب
علینی محمد بن یعقوب سے روایت کرتا ہے
اس نے کہا میں نے محمد بن عثمان عری سے سوائے
کہ ماخذ الزمان کی خدمت میں میرا یہ نامہ جس میں
میں نے کچھ مسائل شکریہ پوچھے تھے پہنچا دیے ہیں

الزمان عليه السلام واما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة حديثنا فانهم حجتي عليكم وانا حجة الله الخبير
 کے جواب میں مولانا صاحب آخرا زمان کا دستخطی فرمان نازل ہوا اس میں لکھا تھا کہ حوادث واقعہ میں ہماری حدیث کی روایت کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں خدا کی حجت ہوں۔
 اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایت حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت ہیں اور ایام غیبت امام میں وہی ماخذ دین ہیں۔

شیعہ کے ہاں مخالف مذہب والوں کی روایت بھی مقبول ہے

اب دوسرے دعویٰ کا جو کفر و فسق روایت ہے ثبوت یلجئے، اگرچہ حضرات شیعہ کی سهام لعن سے انبیاء تک نہ پہنچے تو یہ سچا رہے روایت کس شمار میں ہیں، لیکن چونکہ یہ موقع بیان محامد و مناقب روایت کا ہے اس لئے یہاں صرف روایت کے بیان احوال پر اکتفا کیا جاتا ہے انبیاء کے محامد عنقریب بذیل ذکر اصحاب بزرگان حضرات شیعہ بیان ہوں گے، اولاً میں اس دعویٰ کے اثبات کے لئے معالم الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہوں جو خبر واحد کے معمول بہ ہونے کی بشرط میں لکھی ہے۔

الثالث الايمان واشترطه هو المشهور ببلن الاصحاح وحجتهم قوله تعالى ان جاءكم من فاسق فاحذروا ان جاءكم فاسق فاحذروا ان جاءكم فاسق فاحذروا ان جاءكم فاسق فاحذروا
 تیسری شرط ایمان ہے اور ایمان کا شرط ہونا اصحاب میں مشہور ہے بذیل قول تعالیٰ ان جاءكم فاسق فاحذروا اور محقق نے شیخ سے نقل کیا ہے کہ شیخ نے فطیر اور ان جیسے بد مذہبوں کی خبر پر بشرطیکہ جھوٹ کے ساتھ مستم نہ ہوں عمل کرنا اس دلیل سے جائز رکھی ہے کہ ائمہ امامیہ نے عبد اللہ بن بکر اور سائر اور علی بن ابی حمزہ اور عثمان بن عیسیٰ کی خبروں پر اور ان خبروں پر جن کو بنو فضل اور غافر بنوں نے روایت کیا ہے عمل جائز رکھا ہے محقق نے اس کا جواب دیا کہ اب تک ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے ان لوگوں کی خبروں پر عمل کیا ہو اور

بالاشتراط في التمهيد اكثر فرف
 الخلاصة من ترجيح قبول روایات
 ناسدی المذهب
 علامہ طوسی نے باوجودیکہ ایمان کے شرط ہونے کی تمہید میں تصریح کی ہے تاہم خلاصہ میں بد مذہبوں کی روایات قبول کرنے کو مست ترجیح دی ہے۔
 اس سے صاف واضح ہے کہ حضرات شیعہ کی روایت کفار و بد مذہب بھی ہیں سبحان اللہ کیا اہلیت کے ساتھ تمک اور دلاء ہے کہ کفار اور بد مذہبوں کی روایات قبول کریں اور ان کو ترجیح دیں۔ بے شک کفار سے دین اخذ کر کے سفید بخت میں حضرات شیعہ ہی سوار ہوتے ہیں۔ حضرت من۔ ع۔

کیں رہ کہ تو میری بہ ترکستان است
 سید دلدار علی نے اساس الاصول میں نقل کیا ہے۔

واما الفرق الذين اشاروا اليهم من الواقعية والفطحية وغير ذلك فعد ذلك جوابا بان احد هان ما يروونه هؤلاء يجوز العمل به اذا كانت في النقل وان كانوا مخطئين في الاعتقاد اذ علم من اعتقادهم تمسكهم بالدين و تعرجهم من الكذب ووضع الاحاديث وهذه كانت طريقة جماعة عاصروا الوئمة نحو عبد الله بن بكير وسماعة بن مهران ونحو بن فضال من المتأخرين عنهم وبن سماعه ومن شاكلهم فاذا علمنا ان هؤلاء الذين اشترنا اليهم وان كانوا مخطئين في الاعتقاد من القول بالوقف وغير ذلك كانوا اثبات في النقل فاليكون طريقة هؤلاء حاز العمل به
 لیکن فرق باطلہ وافتیر اور فطیحہ جن کی طرف اشارہ کیا اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ ان کی روایات پر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ نقل میں معتبر ثقہ ہوں اگرچہ اعتقاد کی رو سے خطا پر ہوں لیکن ان کے اعتقاد کی رو سے دین پر چلنا اور جھوٹ سے اور امدادیت کی گھڑ سے پرہیز کرنا معلوم ہوتا ہو اور ان لوگوں میں سے جو ائمہ کے ہم عصر تھے ایک جماعت کا یہ ہی طریقہ تھا چنانچہ عبد اللہ بن بکر اور سماعة بن مهران اور بنی فضال میں سے متاخرین اور بنی مہران اور حواری کے مشابہ ہیں اور جب ہم نے جان لیا کہ یہ لوگ جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اگرچہ اعتقاد میں بسبب وقف وغیرہ کے قائل ہونے کے خطا پر تھے لیکن نقل میں ثقہ تھے تو جو ان کا سلسلہ ہو گا اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

اب کسی قدر تفصیل اس اجمال کی سنیے اور اپنے حضرت محقق کی تحقیق کی داد دیکھو اور دیکھئے کہ جو خاص تلامیذ ائمہ میں اور تشیع کے ماخذین ہیں ان کے کیسے کیے عجیب و غریب حالات ہیں۔ آپ کے تفرقہ الاسلام کلینی روایت کرتے ہیں۔

عن ابن الحراز وابن الحميين ان
ميشي يقول انه تعالى اجوف الى السرة
والباقي ممد كما يقوله الجواليق
وصاحب الطاق

ميشي کہتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ
ناف تک کھوکھلا ہے اور باقی ٹھوس
ہے جیسا جو الیق اور صاحب الطاق
کہتے ہیں۔

اور نیز کلینی نے روایت کی ہے ۔
عن الحسن بن عبد الرحمن الحماني
قال قلت لأبي الحسن الكاظمي هاشم
بن الحكم بن عثمان الله تعالى
جسمه قال قاتله الله
اور نیز کلینی کی کتاب التوحید کو دیکھ لیجیے ۔
حسن بن البرقانی حاکم نے کہا ہے کہ میں نے امام کاظم
کی خدمت میں عرض کیا ہاشم بن حکم کتا ہے
کہ خدا تعالیٰ (معاذ اللہ) جسم سے فرمایا خدا
اس کو ہلاک کرے ۔

عن محمد بن النضر الخجعی قال کتبت
لی ابی الحسن اسئلہ عما قال هشام بن
الحکم فی الجسم و هشام بن سالم
فی الصورة فکتب عن عند حیرة الحیران
و استعذ بالله من الشیطان الیس
نقول ما قال البشامان .
بہاں کشی میں زرارہ کا حال ملاحظہ فرمائیے .

۱۔ حضرت محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ اس نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۲۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۳۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۴۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۵۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۶۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۷۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۸۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۹۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ
 ۱۰۔ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ میں نے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ

اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں مت
جائیں نے تعجب سے پوچھا کیا زرارہ (ک)
نسبت ایسا فرماتے ہیں، فرمایا ہاں یہود
نصارے اور قائلین تکلیت سے بھی
بدتر۔

اور یہ زرارہ دوسرے جو حضرت امام پر لعنت کیا کرتا تھا مختار ابو عمر و کشتی میں اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حدثنا محمد بن مسعود قال حدثنا
جبریل بن احمد الفارابی قال حدثنا
العبيدی محمد بن عیسی عن یونس
عن عبد الرحمن بن مسکان قال سمعت
زراره يقول رحم الله ابا جعفر واما جعفر
فان فی قلبی علیه لعنة قال قلت واما
عمل زرارة علی هذا قال ان ابا عبد الله
خرج من خازیه

ابو الجارود و ملقب بر لقب اعمیٰ سرحوب ہے جو بعض دریائی شیاطین کا نام ہے
فاضل استرآبادی نے نقل کی ہے۔

قال ابو عبد الله عليه السلام
كثير النوى وسالم بن ابرحفة
والوالجار وكذابون مكذبون
كفار عليهم لعنة الله

اور جو عبد اللہ فرماتے ہیں کثیر النوی
ورس و بن ابی حفصہ اور ابوالجار و
جھوٹے مصلائے ہوئے یا جھٹلانے والے کفار
ہیں ان پر خدا کی بھیڑ کا رہو۔

ابو عمر و کشی کی کتاب کو ملاحظہ فرمائیے اس میں لکھا ہے ۔

حدثنی محمد بن علی بن یونس حماد کہتا ہے کہ ابو بصیر امام ابو عبد اللہ کے
 عن حماد قال جلس ابو بصیر علی باب دروازہ پر بیٹھ تھا کہ حضور نمودار
 ابو عبد اللہ علیہ السلام لیغلب الاذن پر پہنچے ۔

فلم یؤذن فقال لو كان معنا طبق لاذن
فجاء كلب فشغرف وجهه البصير
قال اف ان ما هذا قال جليسه هذا
كلب شغرف وجهك كلبا عن الازعام
تعجب یہ ہے کہ یہی حضرات نبیاء اللہ اور ائمہ اللہ تھے اور یہی بزرگواران ائمہ کے
خواص مخلصین تھے علامہ مجلسی نے روضۃ المتقین میں ائمہ سے نقل کیا ہے۔

لبشر المجین بالجنة یزید بن معاویہ
العجلی والبصیر لیث بن البختری
ومحمد بن مسلم و زرارة اربعة نجباء الله
واما ناد الله على حلوله وحرامه لئلا
هولاء له تقطعت اثار النبوة.
اساس الاصول میں لکھا ہے۔

وقد ذكر هو الشيخ الشدة الجليل
الصدوق ابو عمر الكشي في كتابه فقال
اجتمعت العصاة على تصديت
هؤلاء الاولين من اصحاب ابی جعفر
واصحاب ابی عبد الله والقاد والمو
بالفقه فقالوا افتدوا الاولين ستة زرارة
ومعروف بن محبوب و یزید و البصیر
ابو بصیر اسدی ان قال - وقال بعضهم
كان بنی بصیر اسدی ابو بصیر مرادی

عن محمد بن عبد الله المسمی عن عی
بن السباع عن محمد بن سنان عن داود بن
سرحان قال سمعت با عبد الله يقول
ان لا حدث الا من بعدی و انما

عن القیاس فیخرج من عندی
فتناول حدیثی علی غیر تاویلہ الخ
امرت قومًا ان يتكلموا و نهیت قومًا
فكل ینا و ل النفس یرید المعصية
لله و لمسوله فلو سمعوا و اطاعوا
لرود عنهم ما اودع ابی اصحابه ان
اصحاب ابی كانوا زینًا و احیاء و امواتًا
اعنی زرارة و محمد بن مسلم و منهم
لیث المرادی و یزید العجلی هؤلاء
قومون بالفسط هؤلاء قولون بالصدق
وهؤلاء السابقون السابقون اولئك المقربون

علاوہ انہیں طرفہ تماشا یہ ہے کہ ابتداء ایام غیبت امام میں سلسلہ سفارت و خط و کتابت
جاری رہا ہے جو حضرات امامیہ کا مانع دین ہے ادھر سے شیعیان پاک نے علیحدہ لکھ کر امام
کی خدمت میں بھیج دیا ادھر سے کسی سفیر کے وسیلہ سے جواب آگیا اور سب سے زیادہ عجیب
و غریب یہ ہے کہ حضرات طریقہ رقعات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار
سمجھتے ہیں۔ اساس الاصول میں نقل کیا ہے۔

الخامس منها ان الشيخ الصدوق
قال في القصة بعد نقل توقيع هذا
التوقيع عندي بخط ابی محمد الحسن
بن علی وفي كتاب محمد بن یعقوب
الکلبی رواية خلاف ذلك التوقيع عن
الصادق ثم قال لست انتی بهند
الحديث مشیرا الی مارواه محمد بن
یعقوب الکلینی عن الصادق بل انتی بما
عندی بخط الحسن بن علی .

پانچویں یہ کہ شیخ صدوق نے قصہ
میں بعد نقل ایک فرمان کے کہنا
کہ یہ فرمان میرے پاس امام
ابو محمد کا دستخطی موجود ہے اور
کلینی نے امام صادق سے اس فرمان
کے خلاف روایت کی ہے چھ کتاب ہے
کہیں کلینی کی اس حدیث پر فتویٰ سنیں
دیتا بلکہ امام کا دستخطی فرمان جو میرے پاس
موجود ہے اس پر فتویٰ دیتا ہوں۔

تو اس صورت میں ماخذ اصلی اپنے دین کا اہل بیت کو قرار دینا سراسر غفلت اور محنت ہے ہاں شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ و انابت کے درپے ہو اس لئے اس کے متعلق مختصر گزارش ہے کہ اس کا فیصلہ پہلے ہی آپ کے قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المؤمنین میں اور علامہ مجلسی بحار میں علی شیح المشائخ سے فرما چکے ہیں۔ قاضی صاحب بنو حنفیہ کے ذکر میں لکھتے ہیں۔ مخفی مانا کہ وجوب حسن ظن بخدا ئے تعالیٰ و انبیاء و اوصیاء معصومین معقول و مسموع است اماں بغیر ایشاں کہ جائز الحظا باشند ممنوع است۔ علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عامر عن معلى بن محمد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ما قال محمد بن جهمور الفهمي باسناده رفعه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني الله لصاحب بدعة بالتوبة قبل يارسول الله وكيف ذلك قال اشرب قلبه حبها۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بدعتی کی توبہ سے انکار فرمایا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ اس کے دل میں اس کی محبت بچ گئی ہے۔

اور ان روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ حالات ان حضرات کے وقت مصابحت امر کے تھے اور ان کی آمدورفت محض بغرض طمع نفسانی و جہاد پرستی و تحزیب دین منین تھی تو ایسے شخصوں کے لئے توبہ و انابت کا قائل ہونا اور ان کی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضرور ہے تو پھر ایسے لوگوں کو ماخذ دین قرار دینا اور پھر اہل بیت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیوخ کی جرأت ہے اور زیادہ تبیع سے تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ بشہادت امام معصوم خوارج و نواصب کی روایات کہ بھی رد کرنا جائز نہیں۔ مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحار الانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں۔ امام صادق نے فرمایا۔

لو تكذبوا بعد ذلك انما كذبوا مرجحاً كوفي مرجحاً ياق رسي يا خارجي تمنا رسي و قد رسي و اخراجي لاسبه اليه فانكم و قد روي لعله شئ من لحن فتكذبوا على الله عز وجل فوق عرشه۔

کوفی مرجح یا ق رسی یا خارجی تمنا رسی یا ق رسی کوئی حدیث لاوے اور ہماری حرف نسبت کرے تو تم اس کو مت جھڑپو کیونکہ تم نہیں جانتے تیرے دوجہ سے ہو اور تم خدا کی تکذیب کر دے اس کے عرش پر۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ نواصب شام و خوارج نہروان جو ائمہ سے روایت کریں ان کا بھی رد کرنا جائز نہیں ہے تو جب روایت ہی ماخذ دین ہوئی تو اس صورت میں صرف اہل بیت کو ماخذ دین کہنا اور یہ کہنا کہ ہر عاقل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرا کوئی شخص ماخذ دین نہیں ہو سکتا سراسر واہیات اور ترافات ہے۔

پھر اب ہم کو اپنے فاضل مجیب کی دیانت و انصاف پر کمال افسوس ہے کہ اس قول میں اپنا ماخذ دین تو صرف عمرت طاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امامیہ کل اصول و فروع اہل بیت طاہرین سے بموجب حدیث سفینہ و حدیث ثقلین لیتے ہیں۔ اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو فرمایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا ٹھکانہ تھے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ناصبین عداوت اور قاتلین ذریت اور مارقین اور مایطین و ناکثین سے ہوں کیوں حضرت کیا اسی کا نام انصاف ہے کیا اسی کو دیانت کہتے ہیں۔ اگرچہ ماخذ سے عام ماخذ مراد ہے تو پھر اپنے لئے عمرت طاہرہ پر ہی کیوں اکتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ مراد ہے تو پھر اہل سنت کے لئے تابعین اور تبع تابعین کو کیوں زیادہ فرمایا وہ بھی تو صحابہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے مگر شاید ماخذ سے عام ماخذ مراد ہو اور تمام شیوخ و ائمہ عمرت ہوں لیکن اس صورت میں وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونے کے لئے شرط ٹھکانی تھی وہ مفقود ہے بہر کیف یہ انصاف ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔

تطبیق در میان حدیث سفینہ و ثقلین در حدیث نجوم

باقی رہا یہ جو ہمارے فاضل مجیب نے حدیث سفینہ و حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہے اس کے متعلق مختصر گزارش ہے کہ حسب اعتراض آپ کے مذہبی بھائی مولوی نور الدین کے حدیث نجوم معارض حدیث ثقلین ہے اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے بھی معارض ہوگی اتحاد بھائی اندھا اور یہ بھی مولوی نور الدین کے کلام سے ظاہر ہے کہ معارض حدیث ثقلین و حدیث نجوم میں درباب ایک جزو کے ہے جو عمرت ہے اور جزو ثانی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچھ تعارض نہیں ہے۔ اور جب یہ تعارض کی وجہ میں نور ملتے ہیں تو ان میں کچھ مندرجہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جب الفاظ احادیث کو دیکھا جاتا ہے تو حدیث ثقلین میں الفاظ متک و قے سے اور حدیث نجوم میں الفاظ اقتدا ہے اور کتب غات سے واضح ہے۔

تمک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہیں اور نہ رکوب سفینہ جو حدیث سفینہ میں واقع ہے اس کے معنی حقیقی اقتداء کے ہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ اقتداء کے حقیقی معنی پیروی کے ہیں منتہی الارب میں لکھا ہے اسماک چنگ در زون یقال امک بالشی اذا تمک بہ۔ پھر لکھا ہے تمک چنگ در زون و باز ایستادن از چیزے۔ اور لکھا ہے اقتداء پرے بردن کسی۔ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ تمک کے معنی اتباع کے نہیں بلکہ پکڑنے اور چپکل مارنے کے ہیں۔ اور اقتداء کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب ہم نے قرائن میں تامل کیا تو قرائن سے بھی معلوم ہوا کہ حدیث ثقلین میں لفظ تمک کے معنی اتباع کے لُحقی عترت نہیں ہو سکتے بلکہ معنی ولاد و محبت کے ہیں چنانچہ حسب تحقیق علماء شیعیہ الامودۃ فی القرطبی کا مدلول ہے۔ کیونکہ اولاً تمک کے معنی اتباع معنی مجازی ہیں اور ظاہر ہے کہ صیرورت الی المجاز بلا قرینہ صارفہ جائز نہیں۔ اگرچہ معنی محبت کے بھی اس اعتبار سے مجاز ہیں لیکن چونکہ اس کا کوئی معارض نہیں اور قرینہ صحت عموم مؤید ہے اس لئے وہ صحیح ہوئی۔

ثانیاً حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں لفظ عترت اور اہلبیت واقع ہوا ہے۔ اور عترت کے معنی حضرات شیعیہ کچھ بھی کیوں نہ اختیار کریں باعتبار اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عترت علی الاطلاق غیر معصوم ہے تو حسب مذاق شیعیہ امامیت ہونا اور حضرت مجیب خصوصاً محال ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ غیر معصوم کے اتباع کی حرف دعوت فرمائے۔ اور اگر عترت و اہلبیت سے مراد صرف جناب امیر و حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم ہیں تو باقی ائمہ تسعہ خارج ہو گئے اور اگر مراد صرف دوازده امام ہوں تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قرینہ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خارج ہو جائیں گی مگر نہ یہ شہید و اسمعیل حسن مثنیٰ و یزید اولاد ائمہ عترت میں داخل ہیں تو ان احادیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل اور خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عترت سے خارج ہیں تو پھر ائمہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

ثالثاً یہ امر بھی ہے کہ جزئیات یا قرابت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ صریح دار مدار اتباع اس پر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور عنود سے استفادہ حاصل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جس قدر عترت گذرتی چلی آتی ہے صدائے ان میں سے ایسے ہیں جن کو حضرت

شیعہ کافر و فاسق سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ تمک کی علت اس جگہ جزئیات اور عترت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع کو نہ ہوئے تو پھر تمک کو اتباع پر محمول کرنا بعید از عقل ہے۔

رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عترت میں اور ان کی نسبت احد جا اعظم من الآخر ارشاد ہے اور حضرت مجیب بھی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے حکم سے جدا نہیں تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اس کو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس صورت میں تمک کے معنی اتباع لینا عترت کے لئے محض تاکید ہے اور ظاہر ہے کہ منافی عدم ضلالت جیسا اتباع ہے ویسا ہی محبت اور دلباہے تو تمک کو محبت اور دلباہے پر حمل کرنا تاسیس پر حمل کرنا باعتبار تاکید کے الٰہی و اولیٰ ہے۔

خامساً عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام زمان ہوتا ہے اور باقی سب تابع ہوتے ہیں اگر تمک سے مراد یہاں اتباع ہوتا تو صرف امام کے تمک و اتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا سب کو امام بنانا ہے۔ تو اس وجہ سے تمک کے معنی الٰہی جگہ اتباع جائز نہیں۔ ہاں ولاد و محبت باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لئے حاصل ہے تو اس سے صاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس جگہ تمک بمعنی ولاد و محبت ہے۔ اساداً اگر تمک اور رکوب سفینہ بمعنی اتباع ہو تو پھر فرق شیعہ زید و اسماعیل و ائمہ و نادسیہ و کیسانیہ وغیرہ جو بزعم خود تمک بہ ثقلین ہیں اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہیں دو بھی ناجی اور اہل حق ہوں وہو خلافت اصول الشیعہ۔

باقی رہا کتاب کی نسبت سواس کی نسبت لفظ تمک کے معنی بجز اتباع ممکن نہیں وہاں معنی اتباع ہی مانوڑ ہوں گے لیکن حدیث نجوم میں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا اصحابی کالجوم باہم اقتدیتعراہتدیتعصر صریح اقتداء بالا صحابہ مذکور ہے اور ہر ایک کی اقتداء کو اہتداء فرمایا۔ اس کے معنی میں را تاویل بھی مسدود ہے۔ تو کسی حرج کا تعارض حدیث نجوم میں اور حدیث سفینہ و ثقلین میں نہیں ہے کیونکہ حدیث نجوم عمومًا صحابہ کی اقتداء پر دلالت کرتی ہے اور حدیث سفینہ و ثقلین عمومًا عترت کے وجوب محبت اور ولاد پر دلالت کرتی ہے مولوی نور الدین حسین صاحب کی خوش فہمی تھی کہ دونوں حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غلطان و پیمان ہوئے۔ اور ائمہ میں سے جو زمرہ اصحاب میں محدود

ہیں ان کی اتباع پر حدیث نجوم دلالت کرتی ہے اور باقی ائمہ کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کرام کا بغضہ تعالیٰ عدل اور ناجی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ ان کا مقتدا اور بادی ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ پس اس تمام گزارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان لاعین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اور مارقتین میں شامل بیت طاہرین اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام نور الہدیٰ علی لسان سید المرئی اور حضرت طاہرین میں، والحمد للہ علی ذلک۔

قولہ: معتمد اگر مبنی اختلاف کثیر کا یہ ہی مسئلہ ہوتا تو صاحب بحث جنھوں نے ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی، اور اگرچہ اس کے لکھنے میں ان کو چنداں وقت نہیں ہوا تو صرف مواقع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی باب خاص اس مسئلہ میں لکھتے حالانکہ کوئی باب تفصیل صحابہ میں نہیں لکھا۔

اقول: اگر ہمارے محیب لمیب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند منظور ہے تو یہیچہ متنی الکلام میں خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعیہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا ہے اور جو کچھ اس کا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی نقل ہے اس میں سے لفظ اعتراض کرتا ہوں اس سے آپ دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف مذہبیں کا کیا ہے۔

اسی برادر اول بنائی ہر مذہبی دریافت کن و کتاب ہامی ہر فرقہ را یکم گنہار و در
خاکی بنزد و چون بر بنائی ہر یکی واقف شوی آن بنا را بر آیات قرانی مطابق کن و بنائی
ہر کلام مذہب کجھ کو در نسخہ می آرد مذہب حق دانستہ گنہارے آمنای میخوان
و بعمل آرد بنابر مذہبی کہ باطل یا بے کتابی آرد و سوسو شیطان دانستہ و در آب
اندازد و گرد آن نکر و آسمار پارہ و پارہ کن و لعین دان کہ آن مذہب اہلسنت نیست بنگہ
مذہب شیطان است پس بدینکہ بناء مذہب اہلسنت بر ایمان و تقوی و صلح و
راستی ابو بکر و عمر و عثمان و علی و غیر ایشان از مہاجرین و انصار و دیگر اصحاب
سیدہ سہیلین است صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہزار ہا کس بودند و ہمراہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم در آمدند اجماعاً و نمودند و تمامت حیات بشریت ہمیشہ در نصرت و
حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل و

الضفاف و راستی گزیدند و خدمت ابلهیت و محبت آنها بجا آوردند و امیرالمؤمنین علی کرم الله وجهه همیشه بآنها نشست و برخاست نموده و همراه آنها با کفله جهاد کرده و در پس آنها نماز خوانده و همیشه بآنها صحبت داشته و بعد وفات آنها و حتی آنها دعائی خیر نموده و بسیار مدح و مناقب آنها بیان نموده و بنا به مذہب شیعه برگزیده و اتفاق خلفائے ثلاثه و غیرهم بر آن صحابہ سید ابرار است که اینها میگویند که همه آنها ایمان بر لفاق آورده بودند و هجرت هم برای ریاست و طمع دنیا کرده بودند و همه جهاد و عبادت آنها برای ریا بودند نه برای خدا و بعد وفات آنحضرت صلعم بر ابلهیت او ایذا رسانیدند و مرتضی علی رایاری نکرند و حتی او را بزرگ گرفته و متابعت و نماز علی رضه همراه آنها بنا بخوف و تقیة بود حتی که علی دخترت خاہر خود را در نکاح عمر برای تقیہ داد و نام پسران خود ابوبکر و عثمان و عمر را برای تقیہ نهاد و الی آخر ما

قال بلفظه الشريف

اور تحفہ میں باب فضائل صحابہؓ کی نسبت انکار بایں معنی درست سہی کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہیں کیا، لیکن اس کو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے بجا راجح بعید ہے کیونکہ باب امامت کا دار مدار بالکل فضیلت صحابہ پر ہے، باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مراد نہیں تو اور کیا ہے باب تولد و تبرکاً کا مبنی بجز فضائل صحابہ کے اور کچھ نہیں، معجزہ حضرت شاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور مکملہ تحفہ کے ایک باب تفصیل جدا گانہ تالیف فرمایا اور وہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوا، میں نے خود اس کا مطالعہ کیا ہے اور اب بھی بعض احباب کے پاس موجود ہے، باقی رہا یہ ارشاد کہ صرف صواعق کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے حضرت عجیب کے کمال انصاف اور نہایت واقفیت کی دلیل ہے، میں یقیناً نہ سکتا ہوں کہ اگر آپ صواعق کو دیکھتے تو مگر گزریہ کلمہ مزب سے نہ نکالتے، آپ بلکہ تحقیق جھوٹی خبریں سننی سنائی بمقابلہ خسر لکھ کر ناحق خیف ہوتے ہیں، اسے حضرت تحفہ اور صواعق دونوں بندہ کے پاس موجود ہیں، اگر ٹاپ کا دل چاہے تو اپنے اس قول کے صدق و کذب کو دیکھ لیجئے، ہم نے مانا کہ صواعق سے بھی اس میں نیا ہے لیکن یہ کہنا کہ صرف صواعق کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے بالکل غلط ہے اور اگر بالفرض صواعق کا ہی ترجمہ ہو تو اس میں کیا عیب ہے اور کون سا طعن ہے اور انھوں نے تحفہ اپنے نام کی حرف منسوب نہیں فرمایا ہے، شاید جو کچھ لیا ہے اپنے مندرجہ

سے ہی اخذ کیا ہے کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا خارجی سے تو نہیں لیا جو شاید محل طعن ہوتا۔
قولہ: خلافاً لثلاثہ کی افضلیت کا جو آپ اعتقاد کتے ہیں تحفہ کے باب ہفتم میں اسی
 بحث میں وہ فرماتے ہیں۔ ودر افضلیت ہم گنجائش بحث بسیارست وہ تو اس باب میں مشکک
 اور متردد ہیں اور اکابر اہل سنت سے ہیں۔

اقول: انفس کس عبارت کے سمجھنے میں بھی آپ نے خطا کی۔ مشکک اور متردد ہونے
 پر کون سا لفظ دلالت کرتا ہے کیا بحث کی گنجائش ہونا مشکک و تردد کو متکرم ہے حاشا وکلا۔

شیعہ کے وہ مسائل جن میں بہت قیل و قال ہے

صدہا مسائل فقہیہ و اصولیہ و کلامیہ حضرات شیعہ کے یہاں ایسے ہیں جن میں گنجائش بحث
 بہت ہے بلکہ باہم اختلاف و جدال ہے کیا حضرات ان سب میں مشکک و متردد ہیں جناب
 امیر کی افضلیت انبیاء سے کس قدر محل بحث و گفتگو ہے خود مسئلہ امامت اور اس کے اصول
 دین ہونے میں بہت قیل و قال ہے۔ مسئلہ رجعت جس کو قیامت صغریٰ کہتے ہیں اور مسئلہ
 غیبت امام آخر الزمان جو اہمات مسائل سے ہیں اور جن میں حضرات متفرد ہیں باوجودیکہ اہمات
 مسائل سے ہیں۔ ان میں گنجائش بحث جس قدر ہے عقلاً پر مخفی نہیں۔ جب کوئی دلیل عقلی و
 نقلی ہم پہنچی تو یہاں تک مجبور ہوئے کہ مسئلہ غیبت میں یہ کہہ دیا کہ۔

و انما هو لحکمہ استأثر بها
 اللہ تعالیٰ۔

امام کے اخفا کی وجہ سبب پر شیعہ حکمتوں کے
 ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہی علم میں رکھا ہے

دوسروں کو اس پر مطلع نہیں فرمایا۔
 باوجودیکہ یہ معتقدات کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہیں اور حضرات محض تقلید
 سلف ان کے متفقہ ہیں کیا آپ ان کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرات شیعہ اپنے ان عقائد میں
 مشکک و متردد ہیں۔ پس گنجائش بحث کا ہونا کسی حرج مسئلہ و مشک و تردد کو نہیں ہے یہ
 صرف حضرت کی خوش فہمی ہے وہیں۔

علاوہ انہیں اگر کوئی شخص آپ کے تمام معتقدات و الیات و نبوت و غیرہ کا انکار کر کے
 آپ سے ثبوت طلب کرے تو مشکل پڑ جائے اور دخول طویل بحث کی نوبت آئے حالانکہ یہ نہیں
 کہا جائے گا کہ آپ اپنے معتقدات میں مشکک و متردد ہیں۔

قولہ: بہر حال۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا مدلل بدلائل غلطیہ و نقلیہ
 مسلمہ خود یقینی ہے یا محض تقلید سلف اور نقلی ہے۔ اس باب میں کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم
 نہیں چنانچہ بنظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل ہوئے ہیں۔ موافق قاضی عضد الدین
 کے صفحہ ۴۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے۔

واعلم ان مسئلہ الافضلیۃ لا مطیع فیہا فی الجزم والیقین ولیست
 مسئلۃ تتعلق بماعمل فتکفی فیہا بالنظر والنصوص المذكورۃ من
 الطرفين بعد تعرضها لا یفید القطع علی ما لا یخفی علی منصف لکن
 وجدنا السلف قالوا بان الا فضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحسن
 قلنا بھو یقضی بانھو لولہ لیر فوا ذلک لما اطلقوا علیہ فوجب علینا اتباعہم
 فی ذلک۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مسئلہ تفضیل قطعی و یقینی نہیں ہے بلکہ نقلی ہے اور سلف کا پابندی
 نے کہتے ہیں افضل ابو بکر و بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں لہذا عن مجمع البحرین۔ شرح عقائد نسفی
 میں بعد تفضیل علی ترتیب خلافت لکھا ہے علی ہذا وجدنا السلف والظاهر انہ لولہ
 یکن لہود دلیل علی ذلک لما حکموا بذلک۔ اور علماء کے اقوال بھی اسی قسم کے ہیں۔
اقول: چونکہ اس جگہ ہمارے مجیب لبیب کو فہم مطلب عبارت مواقف میں نظر ہونی
 اس لئے اولاً ضرور ہے کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے اور بعد اس کے جواب کے تقریر کی جائے
 پس واضح ہو کہ مواقف نے شروع اس بحث میں دلائل افضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 ذکر کیں اور بعد اس کے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی افضلیت کے وہ دلائل ذکر کیں جو علماء
 شیعہ ان کی افضلیت کے اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اس کے اجمالاً ان کا جواب دے کر
 یہ عبارت مذکورہ لکھی جس کا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ افضلیت (حسب مذاق متکلمین) اجزمی اور
 یقینی نہیں کیونکہ کلامی حُرز پر یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی جو مضمناً حقیقیہ ہے
 مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ افضلیت جس کا مدار کثرت ثواب اور علوم و ترب
 عند اللہ اور اقریت انی اللہ پر ہے امر معقول نہیں۔

مجیب نے یہ لفظ اس طرح اپنے قوس لکھا اس لئے کہ اس میں تغیر و تبدل نہیں کیا۔

اجماع دلیل قطعی ہے

چنانچہ سابقہ بشادات علم الہدی امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا نص قرآنی ہو جو عبارت النص اس کو ثابت ہو وہ بھی نہیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ بھی مفقود۔ احادیث احاد جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں تو اہل کلام کے طرز پر اس مسئلہ کا ثبوت یقینی نہ ہوا، لیکن ہمارے عجیب اس سے یہ سمجھ گئے کہ یہ مسئلہ کسی طرح یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس کے آگے ہی صاحب موافق نے بطور استدراک و دفع توہم کے یہ فرمایا، لیکن ہم نے سلف کو پایا کہ وہ افضلیت بہ ترتیب خلافت کہتے تھے اور حسن فتن حاکم ہے اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو اس پر متفق نہ ہوتے اور اجماع نہ کرتے تو ہم پر ان کی پیروی واجب ہوتی۔ یہ عبارت صراحتہ اس امر پر دال ہے کہ مسئلہ افضلیت صاحب موافق کے نزدیک اجماعی ہے اور اس کے نزدیک اجماع اس پر واقع ہے کہ افضلیت بہ ترتیب خلافت ہے اور اگر باہم خستین کے افضلیت پر اجماع نہ ہو تو شیخین کی افضلیت تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہ ہو سہی تاہم باتفاق شیعہ و اہل سنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کے نزدیک حجت، ہے جمال الدین ابی منصور حسن بن زبیر الدین بن علی بن احمد شہید ثانی شیعہ معالم الاصول میں بعد امکان اور وقوع اور حجیت اجماع کے تحریر فرماتے ہیں۔

ونحن لما ثبت عندنا بالادلة العقلية والنقلية كما احتق مستفتی فی کتب اصحاب الکلامية ان زمان التكليف لا يخلو من امام معصوم حافظ للشرع تجب الرجوع الى قوله فيه فثبت اجتماع رامة على قول كون داخدا في حملته لانه سديد واحدا ماضون عليه فيكون ذلك ارجاع حجة.

اور جب ہمارے نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو چکا چنانچہ ہمارے اصحاب کی کتب کھرمیں مفصل مذکور ہے کہ امام معصوم نجفیان شرع ہے جس کے قول کی حرف رجوع ہو سکے نماز تکلیف کا خالی نہیں ہوتا پس جب کسی قول پر امت مجتمع ہو جائے گی امام کا قول بھی اس میں شامل ہوگا کیوں کہ وہ امت کا سر دار ہے اور حجت کا اس پر غور نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔

اس سے صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہے اور امام معصوم کے منقول

کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک لغو بات ہے امام کا منقول اس میں خود قطعی نہیں کیونکہ اس کی قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔

حضرات شیعہ کا عجیب و غریب اجماع

اجماع کے ساتھ قول امام کے انضمام پر اگر کوئی دلیل خارجی مثل وجود امام بعینہ یا وجدان قول بعینہ اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا نام لینا ہی لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ اس وقت معتبر اور حجت قول امام ہے نہ اجماع اور اگر یہ ہی اجماع قول امام پر دال ہے تو مغلطہ اور محتمل پر سنا، اجماع ہے اور محض توہمات پر مذہب کی بنیاد قائم کی ہے، اور ظاہر حسب مذہب شیعہ شش ثنائی ہے کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر لکھتے ہیں،

ولا يخفى ان فاشدة اجماع تعدم عندنا اذا علموا امام بعينه لغو يتصور وجودها حيث لا يعلم بعينه ولكن يعلم كونه في جملة المجتمعين ولا يداني ذلك من وجود من لا يعلم اصله ونسبه في جملتهم اذ مع علم اصل الكل ونسبهم يقطع بخروجه عنهم.

اور پوشیدہ نہیں کہ جب بعینہ امام کا وجود معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نہ رہے گا اس کا وجود اس جگہ مقصود ہے جس جگہ امام بعینہ معلوم نہ ہو لیکن مجملہ اہل اجماع کے اس کا ہونا معلوم ہوا اور اس کے لئے ایسے لوگوں کا ہونا ضرور ہے جن کے اصل و نسب کی دلالت نہ ہو اس لئے کہ اگر سب کے اصل و نسب کی اطلاع ہو گی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہوگا۔

اب آپ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اجماع جس میں وجود امام اور اس کے قول کے دخول کی بنا، محض تخیلات و توہمات پر باندھ رکھی ہے حجت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایام غیبت کبریٰ میں نہ امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی یا غنی قائم ہے اور نہ اس کے قول کے دخول پر کوئی حجت ہے تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہی نزدیک حجت ہو سکتا ہے، اگرچہ اس جگہ بحث کی بہت گنجائش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اٹھان کر تا ہوں۔ اس سے ہم کو کیا بحث آپ جانیں اور آپ کے شہید ثانی اور آپ کا اجماع صرف مقصود یہ ہے کہ اجماع اہل تشیع کے نزدیک حجت ہے، اور وہ کیسا ہی کچھ سہی حضرت شہید ثانی کے کلام سے حجت ہونا اس کا ثابت ہو گیا۔

اہل سنت کے نزدیک سن یلحی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرة العینین کے مرقع میں تحریر فرماتے ہیں، باید دانست کہ مذہب حق کو اشاعہ شکر اللہ مساعیر مبتا بعت

صحابہ و تابعین، ان رفتہ اند تفصیل حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ سنت بر غیر ایشان از صحابہ علی مرتضیٰ و چہ حسین رمنی اللہ عنہم اجمعین و از عجائب امور آنست کہ این مسئلہ در زمان سلف از اجسلی بدیسیات بود کہ پیچ عاقلی در ان لشک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ متبع آثار صحابہ و تابعین شیعہ ایشان نباشد، دوسری بگہ اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ سادسا اجماع کہ اصل ثالث قرار دادہ اند از اصول از ابو بکر و جو یکہ اجماع منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیلی از کتاب و سنت و قیاس برامی و وفائدہ است کی آئینہ بسبب اجماع مسئلہ قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی مستند اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون مجتہدین بر مسئلہ اجماع کردند ماخذ را فراموش میسازند و داعیہ نقل ماخذ را تر میگرد و بجهت کفایت اجماع ازان لہذا در اکثر مسائل اجماعیہ ماخذ آنجا چنانچہ می باید دمی شاید منقول نیست۔ پس جب کہ یہ مسئلہ اجماعی اور مجمع علیہ سلف کا ہے بلکہ زمانہ سلف میں اجلی بدیسیات سے ہے تو یہ کہنا کہ مطلق اس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور مجمع وجوہ ظنی ہے غلط ہوا۔

محدثین شیعہ کے نزدیک اصول و فروع خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں

محدثین مسلمان کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی اس کے اثبات پر قائم نہیں تاہم ہمارے مجیب کو باعتبار اپنے مذہب کے اعتراض کی گنجائش نہیں کیونکہ حضرت مجیب کے مذہب میں اصول و فروع دین اخبار احاد اور ظنیات سے ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہی معالم الاصول مستداول دیکھ لیجئے خبر واحد جو قرائن مفیدہ للعلم سے خالی ہوا اس کی بحث میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل و لائق حجت خبر واحد میں لکھتے ہیں۔

قال الصدوق في النهاية ما زمامية
فان صاحبنا في خبر واحد لا يقول اني اصول
دين وفروع الا على اخبار الاحاد
امروية من الائمة و اصوليون منهم
كالب جعفر الطوسي وغيره و قدوا على
قبول خبر واحد ولو ينكره سوى
مرفض و التابع بشبهة قد حصلت به

عدم نے نمایاں کیا ہے مایہ سے محدثین نے
اصول و فروع دین میں اخبار احاد پر ہی اعتماد کیا
ہے جو ائمہ مروی ہیں اور اصولیین نے مثل انجیر
خوی وغیرہ کے خبر واحد کے قبول کرنے میں ان کے
موافقت کی ہے اور سوائے مرتضیٰ و اس کے
تباع کے کسی نے انکار نہیں کیا کیونکہ
کو ایک شیعہ پر کیا تھا

اور اس سے کچھ اگے چل کر لکھتے ہیں۔

و موافقون ما من اهل الخلاف احتجوا
بثل هذه الطريقة ايضا فقالوا ان الصحابة
و التابعين اجمعوا على ذلك بدليل ما نقل
عنهم من الاستدلال بخبر الواحد و
عملهم به في الوقائع المختلفة التي لا تكاد
تخصى و قد تكرر ذلك مرة بعد اخرى
و شاع و ذاع بينهم و لو ينكر عليهم احد
و الاستدل و ذلك يوجب العلم العادي
باتفاقهم كالقول الصحيح۔

یعنی ہمارے موافقوں نے اہل خلاف سے اس
جیسے طریقہ سے حجت پکڑی ہے پس کہا کہ صحابہ اور
تابعین نے اس امر پر اجماع کیا اس دلیل سے
کہ وقائع مختلفہ کثیرہ میں خبر واحد پر عمل اور اس سے
استدلال منقول ہے اور یہ امر مرتبہ بعد از مرتبہ واقع
ہوا ہے اور ان میں شائع و ناثق ہے اور کسی نے ان
کا انکار نہیں کیا ورنہ منقول ہوتا تو یہ مثل قول
صریح کے ان کے اتفاق پر علم مادی
کو موجب ہے۔

تو اس بیان سے ثابت ہوا کہ افضلیت پر اگر دلائل ظنیہ اخبار احاد ہی قائم ہوں تاہم
ہمارے مجیب کو گنجائش اعتراض نہیں حالانکہ اس پر دلیل قطعی مسئلہ فریقین قائم ہے اور یہ
حال جو اوپر مذکور ہوا اس خبر واحد کا ہے جو خالی عن القرائن ہو۔ چنانچہ شروع بحث معالم میں لکھا
ہے اور اگر خبر واحد کے ساتھ قرائن مفید یقین ملتی و مضمر ہوں وہ خود قطعی حجت ہے چنانچہ
یہ بھی اسی معالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس مسئلہ افضلیت میں قطع نظر اجماع سے
کی جاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اجتہاد فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ اور کتب اعداء اللہ کفار و
مرتدین اور فتح بلدان اور اشاعت اسلام اور عدل و داد و بیعت سر آمد اہلبیت اور ان کا خلفا
کی حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہ باجن کی مخرج کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں بہ شرح
و بسط مذکور ہے اس کے ثبوت پر قائم ہیں تو اگر اخبار احاد فی حد ذاتہ ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں
کیونکہ ان کی ظنیت تعین بعد انضام قرائن کو معارض نہیں۔ تو اس کو محض ظنی خیال کرنا اور بلا دلیل
عقلی و نقلی سمجھنا اگر نادانستہ ہے تو صرف خطا ہے اور اگر دیدہ و دانستہ ہے تو انصاف و تحقیق
حق کا خون کرنا ہے۔

قولہ بخبر واحد کا مقام ہے کہ اس تفضیل پر جس کے حضرات اہل سنت قائل ہیں اور اس کو
عقائد میں داخل کر رکھا ہے خود ان کے ہی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ لکھتے
ہیں کہ علی ہذا وجہنا السلف اس قول میں اور نادان و نادانانہ کیا فرق ہے حالانکہ اسی شرح

عقائد نفس کے شروع میں لکھا ہے و معرفۃ الحقائق عن اولئھا التفصیل بالکلام الخ
پھر تفصیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدون اقامت دلیل اس کا قائل ہونا اور علی ہذا وجدنا
السلف کنا کیونکر جاؤ ہوگا۔

اقول: گذارش سابقہ سے واضح ہے کہ یہ اعتراض بلاغور و تدبر مقام کیا گیا ہے اگرچہ
مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا اور نہ بمقتضائے انصاف یہ اعتراض نہ فرماتے
کیونکہ اسی گذارش سے ثابت ہو چکا ہے کہ اہل سنت کا یہ اعتقاد بلا دلیل قطعی نہیں لیکن حضرت
مجیب اپنا فکر فرما دیں ان کے علامہ و دیگر اساطین نے مبنی اصول و فروع کا کلیات پر رکھ دیا
اور بیچارے سید علم الہدی کے دعویٰ تو ان کو آپ کے شیعہ ثنائی نے غلطی اور شبہ پر محمول
فرمایا پس اس کے جواب کا فکر کیجئے قطع نفیر اس سے اگر آپ کو اپنے اصول کے ثبوت قطعی کا
دعویٰ ہے تو مسئلہ رجعت کو جو اصول مختلفات سے ہے چنانچہ شیخ محمد بن الحسن المر العالی
نے ہدایۃ الہدایہ میں لکھا ہے۔

یجب علی المکلف الاقرار بوجود اللہ
سبحانہ و وحدانیۃ وعدلہ و علمہ و
قدرتہ و تنزیہہ عن النقص و سائر
صفاتہ الواردة فی الکتب و السنۃ
والاعتراف بالمعاد الجسمانی و هو القیلة
کبری و بالوجعۃ وھی القیلة الصغری
محشی لکھا ہے و رجعت از ضروریات مذہب شیواسنہ کسی دلیل عقلی یا نقلی

سے ثابت فرما دیجئے اور اگر قطعی نہ ہو سکے تو ظنی ہی سے ثابت کیجئے ہاں نا انصافی کی راہ
سے کے جائیں کہ جہارے تمام اصول و فروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید مرتضیٰ کا
خیال ہے اس کا کوئی علاج نہیں باقی رہا آپ کے سوال فرق مانا وجدنا اور علی ہذا وجدنا السلف
کا جواب ہم پر جو اپنے التزام تنزیہ کے کچھ نہیں عرض کر سکتے مگر اتنا کہتے ہیں کہ فعلی ہذا ادراک
کوئی اور مانا وجدنا یا مانا میں جس قدر فرق ہے اس کی نسبت علی ہذا وجدنا السلف میں اور مانا
وجدنا یا مانا میں زیادہ فرق ہے۔

اقول: معتمد اس کو کتابوں میں تفصیل خلفاء اربعہ کے حسب ترتیب خلافت درج ہے

مگر ہمارے حضرت مجیب نے صرف خلفائے ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور باعث نہایت محبت و فائز
تمسک بہ اہل بیت اپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا۔

اقول: یہ امر یہی ہے کہ عدم ذکر شے اس کے نقص اور برائی کو مستلزم نہیں تو معاذ اللہ
حضرت امیر المؤمنین امام الاثنعین کا عدم ذکر اس وجہ سے نہیں کہ ان کی خدمت میں ولایت و تمسک
میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سود اعتقادی کو ہیں ایسی ہی بے دینی اعتقاد کرتا ہوں جیسا کہ
حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سود اعتقادی کو ہے دینی سمجھتا ہوں لیکن چونکہ
مناظرہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی مختلف فیہ کا ذکر البتہ ضروری ہے اس
لئے خلفاء ثلاثہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور یہ تو حضرت مجیب ہی جانتے ہوں گے لیکن آخر کیا کریں
آپ کے داعیہ انصاف اور تحقیق حق نے نہ چھوڑا کہ آپ یہ اعتراض نہ فرمادیں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام صفت احترامیہ ہے اور مقتضی
اس سے غیر صحابہ کرام سے احترام ہے تو عاذا وکلاً کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتے ہوں بلکہ اپنے
نزدیک جن لوگوں کو غیر کرام جانتے ہیں اور ان کا ایسا ہونا کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں
ان کو ہی برا جانتے ہیں۔

لیقول العبد الفقیر الی مولاه العفی: اے اہل دانش و انصاف و اے متجربان اعتقاد
ذرا ہمارے حضرت مجیب کے انصاف و تحقیق کو ملاحظہ فرمانا اور دیکھنا کہ کس شد و مد سے فرماتے
ہیں کہ عاذا وکلاً کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتے ہیں۔ اس جملہ کو نہایت مضبوطی کے ساتھ تھامنا
بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرات شیعہ نے یہ محض زبانی دعوے ہیں ورنہ حضرات نے اپنی کتابوں
میں تو انبیاء سے لے کر اصحاب تک سب امت مسلمہ و تحقیق سے نہ چھوڑا تو یہ دعوے محض محال
اپنی کتب محترمہ کے ہیں لیکن نقل روایات سے پسے یہ گذارش ہے کہ بطور مقدمہ یہ قاعدہ کبیر
اپنے ذہن میں محفوظ رکھیے کہ حضرت مجیب کے نزدیک معصیت کبریت کے بالکل خلاف ہے
اور جس میں معصیت پائی جائے گی کرامت مرتفع ہو جائے گی چنانچہ آئندہ عبارت میں بزور خود
اس قاعدہ کو ثابت کر کے بنا۔ اسے اثبات سی پر رکھو ہے۔

انبیاء کے کفر کا ثبوت مذہب شیعہ کے موافق

تو جب یہ مقدمہ محفوظ ہو چکا تو اب روایات سینے انبیاء کو کفر تک نہیں چھوڑا حضرت

شیخ صدوق طائفہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی خصال میں روایت فرماتے ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
اصول الکفر ثلثة الحرس والوسکبار
والحسد فاما الحرس فادم حین نهی
عن الشجرة حمله الحرس علی ان اکل
منها واما الوسکبار فابلیس حین امر
بالسجود فالی واما الحسد فابنا
ادم حین قتل صاحبه حسداً

یعنی حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں حسب روایت آپ کے صدوق کے اس فعل کا ارتکاب جو اصل کفر ہے یا ایگیا اور کفر میں ابلیس کے برابر ہو گئے کہ اس میں بھی ایک اصل کفر کی پائی جاتی ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ میں بھی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھئے کہ یا تو یہ عقیدہ کہ ائمہ تک صغائر و کبائر سے سنہو و عمدہ معصوم تھے یا یہ کہ لغو بذاتہ ابلیس کے برابر ہو گئے۔ اب حضرت مجیب یا تو نقل روایت کی تکذیب فرمادیں گے اور یہ تو ممکن نہیں کتاب بندہ کے پاس نبویہ تعالیٰ موجود ہے جس میں یہ روایت سراپا غویت مذکور ہے یا اس روایت کی تکذیب فرمائیں گے اور یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہے اگر اس کی تکذیب کی جاوے گی تو ان کا وصف صدوق نہ رہے گا بلکہ کذب صادق آئے گا علاوہ اس کے اور کسی احتمال و تاویل کی گنجائش نہیں۔ سبحان اللہ حضرت ایسی کفریات روایت فرمادیں اور پھر کوئی صدوق کے لقب سے ملقب ہوں اور کوئی علم الہمی کا خطاب اپنے اہل ملت سے پاویں۔ اور یسے ہی مبداء سلسلہ نبوت ابوالانبیاء والمرسلین میں جن کی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا میں ایک غویل روایت بیان فرمائی ہے۔ اور تفسیر صافی میں بھی ولتقرّب اہذ الشجرة کی تفسیر میں مذکور ہے۔

حدثنا عبد الواحد بن محمد بن عبد وکل
اللیثی اپوری العطار قال حدثنا علی
بن محمد بن قتبہ عن محمد بن سبلمان

عن عبد السلام بن صالح الہروی قال
قلت للرضا یا ابن رسول اللہ اخبرنی عن
الشجرة التي اکل منها آدم وحواء ما كانت
فتد اختلاف الناس فیها فمنہم من یروی
انہا الحنطة ومنہم من یروی انہا العنب
ومنہم من یروی انہا شجرة الحسد فقال
کل ذلك حق قلت فما معنی هذه الوجوه علی
اختلافها فقال یا ابا الصلت ان شجرة الجنة
تحتل انواعاً فكانت شجرة الحنطة وفيها

عنب ولیست ک شجرة الدنیا وان آدم علیہ
السلام لما اكرمه الله تعالى ذکرہا سجادة
ملئکة له وبادخاله الجنة قال فی نفسه
هل خلق الله بشراً افضل منی فعلم الله عزوجل
ما وقع فی نفسه فناداه و ارفع راسک یا آدم
فانظر الی ساق عرشی فرقع آدم راسه الی ساق
العرش فوجد علیہ مکتوباً لا اله الا الله محمد
رسول الله علی ابن ابی طالب امیر المؤمنین
وزوجته فاطمة سيدة نساء العالمین والحسن
والحسین سید اشباب اهل الجنة فقال
ادم یارب من هؤلاء فقال عزوجل هؤلاء
من ذریئتک وهم خیر منک ومن حیہ خلقت
ولولہم ما خلقتک وما خلقت الجنة
والنار واه السماء والارض وایاک ان تنظر
الیہم بعین الحسد فاخرجت من جوارى
فتنظر الیہم بعین الحسد وتمنی منزلتہم

لوگوں نے اس میں اختلاف کر رکھا ہے بعضے
کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا اور بعضے
روایت کرتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا
اور بعضے نقل کرتے ہیں کہ وہ حسد کا درخت
تھا آپ نے فرمایا اسے ابا الصلت حبت کا
درخت چند قسم پر مکتا ہے یہ درخت اصل
میں گندم کا تھا اور اس میں خوشہ انگور کے
تھے اور جب خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام
کو فرشتوں سے سجدہ کر کے اور حبت
میں داخل کر کے بزرگی عطا فرمائی تو
اپنے دل میں کہا کہ کیا کوئی مجھ سے افضل
ہے خدا تعالیٰ نے خضرہ قلبی معلوم
فرما کر فرمایا اسے آدم سر اٹھا کر ساق
عرش پر دیکھ آدم نے دیکھا تو اس پر لکھا ہوا
تھا لا اله الا الله محمد رسول الله علی بن
ابی طالب امیر المؤمنین وزوجتہ فاطمة
سيدة نساء العالمین والحسن والحسین
سید اشباب اہل الجنة تو کہا اے پروردگار
یہ کون ہیں فرمایا یہ تیری اولاد میں ہیں اور
مجھ سے اور تمام مخلوق سے بہتر ہیں اگر
یہ نہ ہوتے تو نہ مجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنت
و نار کو اور نہ آسمان اور زمین کو
اور خبردار ان کو حسد کی نگاہ سے دیکھنا
سنیں تو اپنے قرب سے مجھ کو نکال دوں گا
تو آدم نے ان کو حسد کی نگاہ سے دیکھا

فَتَسْلُطُ اللَّهُ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ حَتَّى أَكَلَ مِنْ
الشَّجَرَةِ الَّتِي نَهَى عَنْهَا وَتَسْلُطُ عَلَى جَوَادِ
تَنْظُرُ إِلَى فَاطِمَةَ بَعِينَ الْحَسَدِ حَتَّى أَكَلَتْ
مِنْ الشَّجَرَةِ كَمَا أَكَلَ آدَمُ فَخَرَجَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى
مِنْ جَنَّتهِ وَاهْبَطَهُمَا إِلَى جَوَادِهِ إِلَى الْأَرْضِ

اور ان کے مرتبہ کی آرزو کی پس خدا تعالیٰ نے اس
پر شیطان مسلط کر دیا یہاں تک کہ اس درخت
سے کھا یا جس کی ممانعت تھی اور جو آئے فاطمہ کی
دُشمنی کے نظر سے دیکھا تو اس پر بھی شیطان مسلط
ہوا اور اس نے بھی اسی درخت سے کھا یا پس
خداوند کریم نے ان کو اپنی جنت سے نکال دیا اور اپنے قرب سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا
یہ روایت بہت وجہ سے قابل غور ہے لیکن یہاں صرف اسی قدر ثابت کرنا ہے
کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بہت بڑی معصیت حضرات نے
ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ شانہ نے منیائیت تاکید کے ساتھ حسد کی ممانعت فرمائی پھر
باوجود اس کے حضرت آدم نے نہ مانا اور حسد کر بیٹھے جس کی سزا پائی اور فی الواقع ادنیٰ درجہ
کا حسد کبیرہ ہو گا کچھ جائیداد افضل الاولین والآخرین کے مراتب کا حسد کیا جاوے معاذ اللہ
کس قدر حضرت آدم کے عرق حسد جو شش میں آئی کہ خدا تعالیٰ کی بھی ایک نہ سنی اور پہلے گذارش
ہو چکا ہے کہ اصول کفر کے حضرات نے تین قرار دیئے ہیں حرص اور حسد اور استکبار تو پہلے
حرص حضرت آدم کے حق میں بعبارت انص بر روایت صدوقی ثابت ہو کر مساوات ابلیس تھا
سو چکی معاذ اللہ تو اب اس روایت میں دوسری اصل کفر کی یعنی جو حسد ہے بلکہ اعلیٰ درجہ
کا حسد حضرت کے واسطے ثابت کیا گیا تو اب معاذ اللہ تو یہ تو بہ شیعہ کے نزدیک حضرت
آدم علی نبینا وعلیہ السلام کا مرتبہ باوجود نبوت کے کفر میں ابلیس یعنی سے دو چند ہوا بلکہ
اگر غور کیا جاوے تو ایسی روایت سے آپ کا استکبار بھی معنوم ہوتا ہے۔ آپ کا یہ خیال
کہ مجھ سے کوئی افضل نہیں غالباً ناشی عوق استکبار سے تو گویا مبادئ سلسلہ انبیاء
وہ ان پارس خلیفہ سنی الارض بہ نسبت ابلیس کے کفر میں سرگودہ زیادہ ہوئے کیونکہ ہر مرتبہ
اصول کفر کے معاذ اللہ آپ میں پائے گئے باقی رہا یہ آپ بنقلہ فاضل جاسی وغیرہ حسد
کی تائید میں مذکور ہیں اور کلام کے اطراف وجوہ و ذرائع و محفوظ خاطر رکھیں کیونکہ
غبطہ اور حسد باوجود تضاد میں بغور تحقیقت اطلاق احد ہما علی الآخر صحیح نہیں غبطہ محض آرزو کرنا
اس جیسی نعمت کا ہے جو دوسرے کو حاصل ہے بدون قصد زوال کے اور حسد اس نعمت
کی فنا کرنا جو دوسرے کو حاصل ہو اس سے زانیہ ہو کر اور غبطہ شرف خواہی نہ کہ محمود ہے اور

حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو اس جگہ غبطہ پر چل کر نامحال ہے اور اگر بغرض محال حسد کے معنی
غبطہ کے ہوں تاہم جب کہ خداوند تعالیٰ نے سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ سے فرمایا
إِيَّاكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِمْ بَعِينَ الْحَسَدِ تَوَاسٍ حَسَدٍ اور مثل حسد ہونے میں کیا کلام باقی
رہا تو اس صورت میں اس کا ارتکاب مثل ارتکاب حسد کے ہوا اور ارتکاب حرام لازم آیا مگر عجیب
تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم کو صرف تمہنی منزلت ائمہ پر اس قدر مغضوب اور مضرود
فرمایا حالانکہ اس وقت اس تناسل سے اگر وہ بالفرض حاصل ہو جاتی تو کسی کچھ نقصان نہ تھا لیکن دنیا
میں جس جگہ تمام عالم کے حقوق امامت کے ساتھ متعلق تھے امامت غضب ہو گئی اور انہر ذلیل و خوار
ہوئے اور خدا تعالیٰ کو ذرا بھی غصہ نہ آیا اس لطف کے قربان اور اس عدل پر فدا بے شک یہ
بے شک باتیں حضرت شیعہ کے خدا کی ہی شایان شان ہیں مگر یہ کہ جیسا امام نے تقیہ فرمایا شاید خدا تعالیٰ
نے بھی ذکر تقیہ فرمایا ہو اور روایت یہ لکھی۔

روى محمد بن الحسن الصفار عن ابی جعفر
قال الله تعالى لآدم وذريته اخرجوا من صلبه
الست بربكم وهذا محمد رسول الله وعلی
امير المؤمنين ووصيائه من بعده ولاة
امرى وان المهدي انتقم به من اعدائى و
اعبد به طوعا وكفها قالوا اقررنا وشهدنا
واذعرو ليقرو ولو يكن له عز من على الاقرار عن التعنه

خلاصہ یہ ہے کہ خداوند متعالیٰ
نے روز میثاق جب سب
سے اقرار وحدانیت و نبوت
و وصایت لیا تو سب نے
اقرار کیا لیکن حضرت آدم
نے نہ اقرار کیا اور نہ ارادہ
اقرار کیا۔

علاوہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام حضرت یونس علی نبینا وعلیہ السلام کی شان
میں جو روایات مروی ہیں سنیہ کہین روایت کرتا ہے۔
عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد الله
وهو رافع بیده الى السماء رب یتکلم فی الخفی
طرفه عین ابداء اقل من ذلک فان کان
باسع من ان تعدد الذل مع من جوارب
لحیتہ ثم اقبل علی فقال یا ابن ابی یعفور ان
یونس بن متی وکله الله واولی نفسه اقل من

حاصل یہ کہ ابن ابی یعفور کرتا ہے کہ
نام ابو عبد اللہ دعا کر رہے تھے کہ الٰہی مجھ
کو میرے نفس کی طرف ایک لمحہ یا کم بھی نہ
سوچنا اور نہ یاد کر یوں کہ خدا تعالیٰ نے اس
کے نفس کی طرف پلک بچپک سے کو سپرد کی
تھا تو اس نے یہ احداث کیا میں نے پوچھا

عرفہ عین فاحدث ذلک قلت فبلغ به
 کفر اصلحک الله فقال لو وکن الموت
 علی نلت الحال کان هلاکاً عن التحفه
 اور ظاہر ہے کہ یہ حالت جس میں موت ہلاکت کے ساتھ تعبیر کی جاوے یہ وہی حالت ہے
 جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہو اور لیجئے

ملا باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل فرمائی ہے
 ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پسر عمر بن عبد المطلب جناب امام زین العابدین آمدو گفت کہ توئی
 کہ میگویی یونس را از برائی این بشکر ماہی انداختند کہ ولایت جدم امیر المومنین را بر وعرض کردند
 وادو توقف کرد و آنحضرت گفت بل من گفتہ ام مادر ت بعد از تو نشیند عبد اللہ گفت اگر راست میگویی
 علامتی بر راست گفتاری خود بمن بنما پس حضرت فرمود ما عصابہ بردیدہ من وابستند و بعد از ساعتی
 فرمود کہ چشمائے خود را بکشتاید چون دیدہ ہائے خود را کثودیم خود را در کن در ریائے کہ موجبانش
 بلند شدہ بود دیدیم پس پسر عمر گفت کہ اے سید من خون من در گردن تست حضرت فرمود کہ اضطر
 من کہ الحال راست گوی خود بتو میمانم پس فرمود کہ اے ماہی ناگاہ ماہی سر از دریا بیرون آورد مانند
 کہ وغیرہ میگفت لبیک ای ولی خدا حضرت فرمود تو کیستی گفت من ماہی یونس اسی سید من فرمود
 کہ ما را خبر دہ کہ قصہ یونس چگونہ بود ماہی گفت کہ اسی سید حق تعالی پیچ پیغمبری مبعوث نکردہ از
 آدم تا جہد تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را بر وعرض کردند پس
 ہر کہ قبول کرد سالم ماند و ہر کہ ابا کرد مبتلا گردید تا آنکہ حق تعالی یونس را پیغمبری مبعوث کرد و انید پس
 حق تعالی وحی کرد باو کہ اسی یونس قبول کن ولایت امیر المومنین علی و امیر راشدین از صلب ادبائے
 دیگر کہ باو وحی نمود یونس گفت چگونہ اختیار کنم ولایت کسی را کہ اورا ندیدہ و او منی شناسم و رفت
 بہتار دریا پس خدا بمن وحی فرمود کہ یونس را فرود بردارستخوان او راست مکن پس چل روز در شکم
 من ماند اورا میگورایندم در دریا باو تار یکیماندا میکرد و اذالہ اذ انت سبْحَانَک اِنِّی کُنْتُ
 مِنَ الظَّالِمِینَ قبول کردم ولایت امیر المومنین و امیر راشدین را از فرزندان او پس چون ایمان
 آورد بولایت شما کہم کرد پروردگار من کہ اورا انداختم ہر ساعلی دریا پس حضرت امام زین العابدین فرمود
 کہ اسی ماہی برگرد بسوی آستیان خود و آب از موج قرار گرفت رفتی حاصل یہ کہ حضرت یونس
 معبود اسد کو جب حکم خود و امری پہنچا کہ ولایت اندہ پر ایمان لاؤ تو انھوں نے خدا تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا

اور ولایت امیر کے ایمان سے صریح انکار کر دیا پس اس کی سزا میں چکا جو کچھ کہ چکا اسی طرح
 حضرت آدم سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے ولایت
 امیر ان پر پیش کی گئی اگر قبول کیا تو بلیات سے محفوظ رہے ورنہ عقوبت میں مبتلا ہوئے چنانچہ
 حضرت آدم کا جنت سے نکلنا اور حضرت ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا حضرت یوسف کا چاہا کہ خان
 میں مقید ہونا حضرت ایوب کا مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہ اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب
 مرتضوی سے خلاصہ اس کا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے تو اس سے پامال کیا کہ انبیاء
 نے اعتقاد امامت امیر سے جو جہد ایمان ہے انکار کیا سبحان اللہ جو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند
 مسلمانی جب انبیاء ہی حکم نہ مائیں اور رد وحی کریں اور بیچاروں کا تو کیا ذکر ہے

اہلبیت کی جناب میں حضرات شیعہ کی گستاخیاں

محملات انبیاء کے تو سن چکے اب ذرا امیر کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرت مدعیان
 محبت و ولایت فرماتے ہیں حضرت علی امیر المومنین و امام المتقین قائد الخراج مجاہدین جن کی فضیلت
 تمام انبیاء و رسل پر سوائے حضرت مسلم ہے ان کی شان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان
 میں من غضبنا نفث الغضب علی تسلیم کرتے ہیں ان کی زبان سے یہ کلمات نقل کرتے ہیں
 جو مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ملا باقر مجلسی سے نقل کئے ہیں
 مانند جنین پر دو نشین رحم شدہ و مثل خاتمان در خانہ گریختہ خود را ذلیل کردی گرگان میدرند
 دمی برند تو از جاعی خود حرکت نمی محل اعتماد من مرد و یاد من سست شد شکایت من بسوی پدر
 من و مخا صرم من بسوی پروردگار من اس اجمال کے کسی قدر تفصیل عبارت تذکرۃ الامم سے
 واضح ہوتی ہے وہی ہذہ و ہمچنین حق دانستند اپنے شیخین نسبت باہل بیت رسالت واقع
 ساختند و نسبت زنا انھیں اللہ بھرت فاطمہ و ادان و دو شنام دادن و باو غصب فدک و
 خلافت نمودن و کشتن و زدن آن مظلومہ و سقط شدن محسن شش ماہہ و آتش بخاند پیغمبر انداختن
 الی فرہ یہ باتیں کہ جن کی شکایت حضرت فاطمہ نے فرمائی پس اگر حضرت امیر اپنے اس سکوت
 میں ناطق ہوتے اور محض بوجہ جن و نامردی کے عاشق جناب عن ذلک یہ سب کچھ دیکھتے تھے اور
 نہ بولتے تھے تو قطع نفس کے کہ یہ عمل درجہ کے معصیت تھی یہ امر قاجار ستمناق خلاف
 ہے البیان یا ستمناق امامتہ قصیرہ ہے اور اگر آپ حق پر تھے اور بوجہ وصیت حضرت علی

علیہ وسلم کے آپ ساکت و صامت رہے تو اولاً کیا یہ وصیت ابو بکر اشجی کے قتل کے وقت فراموش ہو گئی تھی اور میرا حضرت عباس کے ہنگامہ میں تصنیف نہیں ہوئی تھی اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ مطہرہ حکم حضرت امیر نہ تھیں اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسے کلمات مستحبین جو اہل بیت میں بھی معیوب ہیں ان کو ناجائز نہ تھے اور کیا ان کو حضرت کا یہ ارشاد جو بخارا لانا میں خاتم المتکلمین نے نقل کیا ہے لا تعصی علیا فانہ ان غضب غضبت بخضبتہ یاد نہ رہتا تھا بہر کیف اگر آپ کا سکوت حق تھا تو معاذ اللہ حضرت فاطمہؑ ایسے کلمات مستحبین حضرت امیرؑ کی شان میں کہہ کر معصیت سے نہیں بچ سکتی۔

شیعہ کے نزدیک حضرت فاطمہؑ اہلبیت سے خارج ہیں

علاوہ اس کے علماء شیعہ کو تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہے چنانچہ صاحب ارغام نے شافی شرح کافی سے نقل کیا ہے۔

ان اہل بیت کل نبی او صیالہ و علی ہذا
تحقیق ہر نبی کے اہل بیت اس کی اوصیا ہوتی ہیں
لیکن دخول فاطمہ فی اہل بیتہ باعتبار انہا
تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہؑ کا اہل بیت میں
وسیلۃ وصیالۃ اہل البیت الی ان قال
داخل ہونا ممکن ہے کیونکہ آپ اہل بیت کے وصیائے
ویکمن ان لا تکلون داخلۃ فی اہل البیت
کا واسطہ ہیں (بیان تک کہ) اور ممکن ہے کہ

اہل بیت میں داخل نہ ہوں

اور نیز دیگر علماء شیعہ کے کلام سے بھی اس کی تائید و تقویت ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ مقداد نے کثر العرفان فی فہم القرآن میں لکھا ہے اور اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آل صرف امیر معصوم ہی ہیں اور کوئی نہیں اس کی عبارت یہ ہے۔

الذین یجب علیہم الصلوۃ فی الصلوۃ
جن لوگوں پر نماز میں درود پڑھنا واجب ہے
و یستحب فی غیرہا الوضوء للمعصومین
اور نماز کے سوا مستحب ہے ان معصومین میں کیونکہ
لا طباق الا صحاب انہم هو الاول و لدن
صحاب شیعہ کا اس پر اتنا قہر ہے کہ آل صرف معصومین
ہی ہیں اور دوسری ذریعہ ہے کہ درود کا حکم ہونا
الامری بذلک مشعر بغیۃ العظیم
نہایت تکبر کا مشعر ہے جس کا سوائے ان معصومین کے
الناطق الذی لا یستوجبہ الا المعصوم
اور کوئی مستحق نہیں ہاں حضرت فاطمہؑ و جوہرہ صلوۃ

لا نہا بضعة منہ انتہی بلغظہ
میں داخل ہیں کیونکہ حضرت کا جزد ہیں۔

اس جگہ شیخ مقداد نے دو دلیلیں بیان کیں پہلی دلیل بصراحت تمام لفظ آل کے امیر کے ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہؑ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا امیر کے ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہے۔ دوسری دلیل جناب فاطمہؑ کے معصوم نہ ہونے پر دال ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت تعظیم کے لئے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور پھر اس سے حضرت فاطمہؑ کے خارج ہونے کا شیخ کو اوجہ پیدا ہوا تو بطور دفع توہم اور استدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق غایت تعظیم کو بسبب جزئیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ انہیں علامہ مجلسی نے بھی حق الثقلین ص ۵۴ پر عصمت کو ملزوم امامت تسلیم کر لیا ہے اور لکھا ہے کہ وایضا صالحات جمع محرف بلام ست و افادہ معلوم میکنہ پس دلالت بر عصمت آنحضرت میکنہ و عصمت ملزوم امامت است تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ معصوم نہیں ہیں کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم بھی نہیں۔

پس ان دونوں دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام نہ آل میں داخل ہیں اور نہ معصوم ہیں۔ حالانکہ آیت تفسیر سے بعینہ حدیث کے حضرت فاطمہؑ کا اہلبیت میں داخل ہونا اسی قدر ثابت ہے جس قدر امیر کا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ سوائے جناب امیرؑ اور جناب حسینؑ کے باقی امیر قطعاً باعتبار نص اس میں داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہؑ باعتبار نص قطعاً و یقیناً اس میں داخل ہیں۔ تعجب ہے کہ جو یقیناً داخل نہ ہوں بلکہ قطعاً تفسیر سے خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تفسیر میں داخل ہو اس کو تفسیر سے بلکہ آل ہونے سے بھی خارج کر دیں۔ سبحان اللہ یہ حضرات شیعہ کا ہی دلا و تمسک ہے بیشک یہ وہی حضرات نے امیرؑ سے ہی اخذ کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہؑ تو اہلبیت اور عصمت سے خارج ہوں اور بنی اہلبیت میں داخل ہوں تو غیر جب ان کو اہلبیت سے ہی نکال چکے اور عصمت خاصہ امیرؑ کا ہی فرما چکے تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علیؑ کے حضرت فاطمہؑ کی طرف منسوب کرنا آپ کو سہل ہوگا۔

حضرت امام حسینؑ شیعہ کربلا کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ نے غسل بیت المال بلا اجازت و قبل قسمت مشک سے نکال کر تصرف کیا جو کبیر و گناہ ہے اصل

روایت امام اعظم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اس کا از النہ الغین میں فاضل جاشی کی کتاب نوامد صغیرہ و مواظبہ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے اس لئے وہ لکھنا ہوں۔ روزے مہمانے پیش حضرت امام حسینؑ نازل گردید پس امام حسینؑ در ہی قرض گرفتہ نہانے خرید دان خورشش نداشت کہ نان را با آن حاضر سازد دوران روز با چند مشکلمے عمل از طرف یمن بخد مت حضرت امیرؑ رسیدہ بود پس امام حسینؑ بقبر خادم فرمودند کہ دہن مشک را از مشکلمے بجکاید چون کشود حضرت بقدر یک رطل از آن مشک عمل گرفتند و بمہمان خورا نیدند پس چون امیر علیہ السلام خواست کہ مشک را امیاء مستحقین آن قسمت نماید از قبر پر سید کہ کسی دہن این مشک کشودہ قبر عرض کرد کہ بے یا امیر المؤمنین و سرگذشت رافعل نمود چون حضرت امیرؑ حرف اورا شنیدند در غضب شدہ فرمودند علیؑ بحسن حسینؑ را حاضر سازد چون حضرت امام حسینؑ حاضر شد حضرت امیرؑ در برداشت امام حسینؑ گفت بحق عتی جعفر یعنی بحق و حرمت عم من از تقصیر من درگذر و ضابطہ حضرت امیر المؤمنین بود کہ ہر گاہ کہ کسی جعفر میگفت پس غضب آنحضرت تسکین می یافت پس حضرت امیرؑ فرمود ما حملک اذاخذت من قبل القسمۃ چیز باعث شد ترا کہ قبل از قسمت آن بان متصرف شدی امام حسینؑ عرض نمود کہ حق مادر دست چون قسمت می شد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیرؑ فرمود کہ پدر تو فدائے تو باد کہ ترا نمی رسید کہ تو از آن منتفع شوی پیش از آنکہ مسلمانان قطع شوند آگاہ باش کہ اگر نمی بود کہ دیدہ بود کہ دند اسلئے ترا بیک خبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسیدہ ہر آئینہ من ترا درین وقت میزد بعد از آن حضرت امیرؑ خود رہی کہ در کنار روئے غول بستہ بود بقبر دادند و فرمود کہ قسم اول عمل از بازار خریدہ بیا چون آورد عقل قوم خورده میگردد گویا من می بینم کہ از ہر دو دست دہن مشک را حضرت امیرؑ گرفتہ اند و قبر عمل را در آن داخل میکنند بعد از آن حضرت امیر علیہ السلام دہن مشک را می بست و دیگر بلیت و میفرمود اللہم اغفر للہیین فانہ لم یعلمہ خدا و نماز تقصیر حسینؑ در گذر کہ او مادر استہ بین کار کردہ انتہی بلفظ۔

بوجہ مصنون اس روایت کے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ نے بہت اہمال کے شہد میں سے بل اجازت امام و قبل القسمۃ کہ جس میں دوسرے مسلمانوں کے حقوق بھی تھے لے کر تصرف کیا میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ آپ کے نزدیک معصیت نہیں کیا مسلمانوں کے مال میں بلا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جانے سے کچھ کم

ہے۔ حضرت امام حسنؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو طشت از با مہ ہے کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نیابت رسولؐ ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سو پ دی حالانکہ آپ کے ساتھ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھی اور فی الحقیقت آپ کو کچھ اس کی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ آپ کو اپنی موت کا تو حال معلوم ہو گا تو پھر آپ کو خوف کس بات کا تھا تو یہ معصیت اور ظلم و کفر پر امانت نہیں تو کیا ہے جس کی بابت حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کو علم شیعہ نقل کرتے ہیں۔ لوجز انف لکان احب الی مما فعلہ انھی الحسن۔ یعنی اگر میری ناک کٹ جاتی تو اس سے بہتر تھا جو میرے بھائی حسنؑ نے کیا کہ معاویہؓ کو خلافت پسہ کر دی۔ جزا نفی کے آپ معنی جانتے ہوں گے۔ خواہ حقیقی یعنی یا مجازی بہر کینت یہ نفع خلافت و صلح معاویہ ایسی حرکت تھی جس کو امام معصوم اپنی ناک کٹنے سے بدتر ارشاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسینؑ کا قول حق ہے تو فعل امام حسنؑ رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور معصیت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کے کلام میں لازم آتا ہے اور کذب معصیت کبیرہ ہے اور مکرمۃ کے خلاف تو پھر معلوم نہیں کہ صحابہ نے کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ ادنیٰ معصیت سے کرام ہونے سے خارج ہوئے اور انبیاءؑ اور ائمہؑ باوجودیکہ ان کے کفر و معاصی نقل کئے جاتے ہیں پھر ان کو کرام کہے جاتے ہیں۔

صحابہ مقبولین شیعہ کے حالات

انبیاء و ائمہ کا حال تو مجملات میں لیا اب اصحاب مقبولین کی کیفیات و حالات بھی ملاحظہ ہوں تاکہ اس دعویٰ کی تصدیق جو ہمارے مجیب نے فرمایا ہے بخوبی ہو جائے کہ حاشا و کلا شیعہ صحابہ کرام کو بڑا سمجھتے ہوں۔ منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ ان کی نسبت قاضی نور اللہ شہرستری مجالس المؤمنین میں تحریر فرماتے ہیں۔ علامہ علیؑ در خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال آورده کہ عبداللہ بن عباسؓ محب خاص حضرت امیرؑ و تمیز او بود و حال در بزرگی و اخلاص او با حضرت اشہر از آنست کہ مخفی ماند و بیشخ ابو عمر و کثی در کتاب خود بعضی از روایات آورده کہ متضمن قدح است در ابن عباسؓ و حال آنکہ شان ابن عباسؓ اجل و اعلیٰ از آنست و ما آن روایات را در کتاب کبیر رجال آوریدیم و جواب از انما گفتیم این ست تمام کلام علامہ علیؑ درین مقام و حاصل جمیع قواعد کہ از روایات کشی مغنوم میشود راجع بعضی اعمال ابن عباسؓ است و مؤلف این کتاب را با ایمان او اعتقاد است اما جو بہ کہ علامہ علیؑ در کتاب کبیر خود ذکر کردہ بنظر

ناصر ابن شکستہ نرسیدہ، مجملہ حال حضرت ابن عباسؓ کا تو معلوم ہو چکا۔ اب ان اعمال کی تفصیل سنیں۔ یہ ہی حضرت ابن عباسؓ جن کو آپ اور آپ کے بزرگوار اصحاب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پا کر بیت المال و دہاں کا لوٹ کر اور خیانت کر کے اپنے گھر آ بیٹھے۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط ان کے نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھنے کے قابل ہے نبج البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔

ومن کتاب له عليه السلام الى بعض عماله
اما بعد فان كنت اشركت في امانتي وجعلت
شعاري وبطانتك لم يكن في اهل رجل او ثقت
منك في نفسى لمواساقي وموازقي واداء الامانة
الى فلان رایت الزمان على ابن عمك قد كلب
والعدو قد حارب و امانة الناس قد خربت
وهذه الامة قد فنكت وشغرت قلبت
لا بن عمك ظهرا المعجن ففارقت مع المنافقين
وخذلت مع الخاذلين وخفنت مع الخائنين
فلذا بن عمك اسيت ولا الامانة اديت وكانك
لم تكن الله تريد بجهادك وكانك لم تكن
عم مينة من ربك وكانك امانك تكيد
هذه الامة عن دنياهم وتنسوي غرتهم عن
فيهم فلما امكنك الشدة في خيانة الامة
اسرعت الكربة وعاجلت الوثبة وانخففت
ما قدرت عليه من اموالهم المصونة
لا املهم و ايتا مهوره املت اخفاف
الذنب الازل و امية المعزى لكسيرة
فحملته الى الحجاز رحيب الصدر
تعمله غير متاثم من اخذه كانك لا بالغيرك

اما بعد میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں
اور بنایا تھا تجھ کو اپنا جانی اور پسانا میرے
جیسے میری فخواری اور معاونت اور اداء امانت
کے لئے میری اہل میں تجھ سے زیادہ مستعد کوئی نہ
تھا پس جب تو نے دیکھا کہ بچہ کے بیٹے پر نثار و شوار
و سخت ہے اور دشمن غضب ناک ہے اور لوگوں کی
امانت ذیل ہو گئی اور یہ امت قتل ہوئی اور منتشر و پشیمان
ہو گئی، دہاں کی پیچھے اپنے چپے کے بیٹے کے لئے کرتے
الٹی کر دی، اور جدا ہو گیا اس سے جدا ہونے
والوں کے ساتھ۔ اور ذیل چھوڑ دیا اس کو چھوڑنے
والوں کے ساتھ اور تو نے بھی خیانت کی خیانت
کرنے والوں کے ساتھ۔ تو نے اپنے چچے کے بیٹے
کی فخواری کی اور نہ امانت ادا کی۔ تو نے اپنے جہاد
میں خدا کی رضامندی کا ارادہ نہ رکھا تھا اور گویا تو
اپنے پروردگار پر ہوسہر دکت تھا اور گویا تو فریب کرتا تھا
اس امت سے ان کو دنیا کیلئے اور دل میں سچ رہتا تھا
خفت کو مال غنیمت سے پس جب تجھ کو امت کی خیانت میں
حملہ کی قدرت ہوئی سرسخت سے حملہ کیا اور جلدی سے کود پڑا
اور کچھ کیڑیوں اور جواڑوں کے ہاں نمونہ سے ہاتھ آیا
لے لے اور اس چہرے پر بیڑیئے سے بھی جلدی کی جو لکڑی

حدوت الى اهلك تراثك من ابيك واتك
ففسد جان الله اما تو بمن بالمعاد و مات خاف
نفسا من الحساب ايها المعدود عندنا من
ذوي الابواب كيف تسبيح شربا و طعاما وانت تعلم
انك تاكل حراما وتشرب حراما و تبتاع الامانة
وتشكك الناس من مال اليتامى والمساكين والمؤمنين
و المجاهدين الذين اثار الله عليهم هذه
الاموال و حذر ربه بالبلاد فانك الله دار و دالي
هو اكد القوم اموالهم فانك ان لم تفعل شمر
امكنك الله لا عذر ان الله فيك ولا ضرر
ليسفى الذى ما ضربت به احد الا و دخل النار
ووالله لو ان الحسن والحسين فعلوا مثل
الذى فعلت ما كانت لهما عندى هو اذ قولوا
ظفرا حتى يارادة حتى اخذ الحق منهما و ازيل
الباطل عن مغلطتهما و اقسام بالله رب العالمين
ما ليسرفى انما اخذت به من اموالهم حلال
لى ان اتركه ميترانا لمن بعدى فضح رويدا
فانك قد بلغت المدي و دفنت تحت
الثرى و عرضت عليك اعمالك بالمحل الذى
ينادى الظالم فيه بالحسرة و يفتنى المغيص
الوجهة و لات حين مناص و السلام
ہے۔ اور مٹی کے نیچے دفن کیا جائے گا۔ اور تجھ پر ترے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ ایسے مقام میں کہ ظالم
اس میں حسرت کی فریاد کرے گا۔ اور حقوق ضائع کرنے والا واپس لوٹنے کی آرزو کرے گا۔ اور کہاں چھپا سکے
کا وقت ہے۔

ابن شمر بحرانی شارح نبج البلاغت اپنی مختصر شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود

ہے بعد قتل ایک دوسرے خط کے کتا ہے اقول المروئی ان الکتاب الاول الی عبد اللہ بن عباس کیا ہوں بعض النسخ حین کان والیالہ علی البصرة قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کی حفاظت کے لئے الی بعض عمالہ تحریر فرمایا اور صاف نام نہیں لیا یہ خط کس قدر ابن عباس کے اعمال شنیعہ اور احوال فظیحہ حرص دنیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام حق وغیرہ ناخبر کرتا ہے معلوم نہیں باوجود اس کے حضرت مجیب اور ان کے علماء نے پھر کیوں کرام میں شمار کر رکھا ہے حالانکہ بشکارت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کی اصلاح کے لئے تاویل کی کچھ ضرورت نہیں اور یہ جی ابن عباس ہیں جن کا اہل اور اعلیٰ ہونا شنیعہ ثالث بیان فرما رہے ہیں حضرت یحییٰ امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ ایت ومن کان فی ہذہ اعمی فیدوف الاخرة اعمی یعنی جو دنیا میں راہ حق سے ناہینا ہے وہ آخرت میں بھی راہ جنت سے اہلک ہوگا اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس اور ان کے والد ماجد حضرت عباس کے حق میں نازل ہوئی از منشی الکرام اور یہ جی ابن عباس ہیں کہ حضرت مغیرہ صافی اپنی تفسیر میں ان کے حق میں روایت فرماتے ہیں

وعن ابی اقر قال قال امیر المومنین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مسجد والناس مجتمعون بصوت غل الذین کفروا وحده وعن سبیل اللہ اضل اعمی ابوہ فقال قال ابن عباس یابا الحسن لم قلت ما قلت قال قرأت شئی من القرآن قال بعد قلنہ از مروی عن عبد اللہ بن عباس فی کتابہ ما اناہم الرسول لحدودہ وما یفکونہ وایستغفر فاستغفر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایستغفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایستغفر

ابو جعفر سے روایت ہے کہ امیر المومنین نے بعد وفات حضرت کے مسجد میں جب کروگ مجتمع تھے چلا کر یہ احادیثوں نے کفر کیا اور منہجیر اللہ کے رستے سے خارج کر دیا ان کے نام ابن عباس نے کیا یا ابی الحسن یہ کیوں پڑھا آپ نے فرمایا قرآن کی آیت پڑھی ہے ابن عباس نے کہا کہ بے شک کسی وجہ سے پڑھا ہے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اجماعا سے پس رسول اللہ اس کو بواور جس سے منع کرے اس سے باز رہو کیا تو کو ای دیتا ہے کہ حضرت نے ابو جعفر کو غلط بنا دیا میں کیا میں نے حضرت سے نہیں سنا مگر آپ کی وصیت کو فرمایا تو پھر مجھ سے کیا بیعت نہ کی مصل

نکت منہو فقال امیر المومنین کما جئ اہل العجل علی العجل ہہنا فنتعرو و مشکلم کثل الذی استحق قد ناراہ فلکنا امکارت ما حول ذہب اللہ بنو رھو و تککھو فی غلقت لا یصرون صو نیکو غل فیکو لا یجھون

میں بھی ان ہی میں تھا حضرت نے فرمایا جیسا گوسالہ پرست گوسالہ پر مجتمع ہو گئے اس جگہ سے تم بھی منتہون ہوئے رہا رہی کماوت اس شخص میں ہے کہ آگ جلانی پس جب گردا گرد روشن ہو گیا تو اللہ نے ان کا نور کھو دیا

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ابن عباس گوسالہ پرستوں میں تھے یہی ابن عباس ہیں کہ روایت علت متو کے بارہ میں حضرت امیر نے ان کی نسبت فرمایا ایک رجل تامہ منجد صحابہ کرام کے حضرت عباس اور حضرت عقیل ہیں تافضی نور اللہ شوشتری نے مجالس میں لکھا ہے در کتاب کامل بہائی از امام محمد باقر روایت منوہ کہ حضرت امیر در ایام خلافت درست خاصان بود ظنا گفته

واللہ لو کان حمزہ وجعفر حیین ما لمع فیہا البوکس ولكن ابتلیت بحلیفین حافین عقیل و العباس نقلا عن مجالس

خدا کی قسم اگر حمزہ وجعفر زندہ ہوتے تو ہرگز ابو جعفر و عمر ہمارے ملحق نہ کرتے لیکن میں نے ان کے لئے عقیلین جو عقیل و عباس ہیں مبتلا ہوں اور انہی پر دو بزرگوں کی نسبت روایت سائلہ کے ہم معنی روایت سے جس کا ترجمہ ماباقر مجلسی نے حباب القلوب میں لکھا ہے کہ سیدہ زہرا حضرت امام محمد باقر العلوم پر سیدہ کجا بود عزت و کثرت و شوکت جی ہاشم کہ حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو جعفر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از جی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت یمن و یثرب و از سابقین اولین بودند بسا بقا طاعت کردہ بودند و در وضعیف العقیل ذلیل تازہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل ایشان را در جنگ ہر اسیر کردند و آزاد کردند ایمان جنیں قوق فیہ ارد جنت سوگند اگر حمزہ وجعفر حاضر می بودند در ان وقت ابو جعفر و عمر ہاشمی آن نہ است نہ کو حق امیر المومنین را غضب کنند و اگر سعی میکردند البتہ ایشان را می کشتند نقل من فتنی الکلام

حضرت عباسؓ کی درخواست بیعت اور حضرت علیؓ کا انکار

اور یہی حضرت عباسؓ ہیں کہ انھوں نے بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کروں لیکن حضرتؓ ہی نے قتل و تردد فرمایا اور حضرتؓ نے بیعت قبول نہ کی اور کیونکر قبول فرماتے آپ کو معلوم تھا کہ حق ابو بکرؓ کا ہے، منہج البلاغت میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباسؓ کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب ثنوی سترہ نے مجالس میں بعضی ذکر عباسؓ لکھا ہے تا آنکہ بعد از وفات حضرت پیغمبرؐ بحضرت امیرؓ گفت:

امد دیدك ابایك حتی لا یختلف ذك اشان۔ یعنی اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں آپ سے بیعت کر لوں تاکہ پھر آپ کے بارہ میں دو شخص بھی اختلاف نہ کریں۔

باوجود حضرت عباسؓ کے اس فدائیت کے پھر بھی سهام ملامت سے نہ بچے بلکہ جناب امیرؓ نے ان کی اس درخواست پر اعتماد نہ فرمایا اور اس کو لافاق پر محسوس کر کے قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی امیرؓ معاویہؓ کی رفاقت اور حضرت امیرؓ کی ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت از باہم ہے۔ پس جب کہ ادنیٰ معصیت کو کام ہونے سے نکال دیتی ہے تو یہ حضرات باوجود ایسے ذمام موضوعہ کے کیونکر کرام رہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی اس لئے مختصراً چند اصحاب کے حالات ذوالفقار سے ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ منجملہ ان کے اسامہ بن زیدؓ ہے کہ وہ حسب تصریح کتاب منہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تھا اور تفسیر اہل بیت سے واضح ہے کہ عتروث ثقات میں رفاقت حضرت علیؓ کی ترک کی منجملہ ان کے خرمیہ بن ثابتؓ ذوالشہادتینؓ ہے مجالس المؤمنین اور کامل بہائیؓ سے واضح ہے کہ یہ حضرت اول ان میں کے ہیں جنھوں نے سعد بن عبادہ کی خلافت پر اس کو درغلا تھا منجملہ ان کے عامر بن وائلؓ ہیں جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئے اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا منجملہ ان کے ابو ذرؓ ہیں کہ جامعین بیاض ابراہیمی ان کے نفی اسلام پر دلیل لائے ہیں اور بقول ابو جعفر بن احمد بن عقیلؓ صاحب صفات العارفین اخوت پیغمبرؐ سے خارج ہیں منجملہ ان کے براء بن عازبؓ ہیں کہ انھوں نے گواہی کا انھما کیا حضرت امیرؓ نے ان کو بدعافز مائی کہ نبیا ہو گئے کافی الکشی و خلاصۃ الاقوال اور امام حسینؓ کے ساتھ کر بلا جانے سے اختلاف کیا کافی مجمع البحرین و بیاض النخري منجملہ ان کے ابن مسعودؓ ہیں کہ باقرؓ مجلسی نے حیات القلوب میں درود مشامین و ذمام ابن مسعودؓ کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے منجملہ

ان کے حذیفہؓ ہیں کہ بقول صاحب تلخیص الرجال کے حذیفہؓ اور ابن مسعودؓ مولین خلفاء سے شمار ہیں اور کثی و صاحب خلاصۃ الاقوال نے منجملہ مالکین کے شمار کیا ہے اور عمارؓ کو خلفاء نے حاکم کو ذکا مقرر کیا۔ اور سلمانؓ کو حضرت عمرؓ نے مدائن کا حاکم بنایا۔ اور ابو ذرؓ و سلمانؓ و مقدادؓ کو بڑی بڑی لڑائیوں پر بھیجا کہ انھیں علیؓ فی الشافی و البجار حالانکہ کلینی میں نص امام باقرؓ کے موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسے ابو بصیرؓ کو فی شیعوہ دینار بنی امیہ سے سنیں یا تا مگر آنکھ پاوے دین اس کا مثل اس کے اور امام کاظمؓ سے مروی ہے کہ جو میں پہاڑ پر سے گر کر پارہ پارہ ہوں۔ اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کی طرف سے عامل ہوں پس بموجب ان روایات کے ابو ذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ بھی زمرہ خلفاء سے ہو کر معصیت سے نہ بچے۔ کلامن ذوالفقار اور بقول حضرت مجیب کے کرام ہونے سے خارج ہوئے۔

کوئی صحابی معصیت سے خالی نہیں

علاوہ ازیں اگر بالا جمال دیکھا جائے تو کوئی صحابی خالی از معصیت نہیں لیجئے چہ چند روایتیں مختصر ذکر کرتا ہوں۔ مقدادؓ کے ذکر میں قاضی صاحب مجالس میں فرماتے ہیں و شیخ ابو عمرؓ و کثی کہ از علماء امامیہ است در کتاب اسماء الرجال باسناد خود از حضرت امام محمد باقرؓ روایت نموده۔

ارتد الناس الا ثلثۃ نفر سلمان و ابو ذر و المقداد فقلت فعمار قال کان خاص حیصۃ شعرجہ قال ان اردت الذی لعیشک و لو بدخلہ شی فالمقداد صدوق طائف شیخ ابن بابویہ قمی در علل الشرائع باستناد خود دش از حضرت ابو عبد اللہؓ روایت میکند۔

قال علیہ السلام لکان یوم واحد انبئتم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لو یبق معہ الاعلیٰ بن سبطالب و ابو ذرؓ سمک بن خرشہ۔ من کاشف الشام۔ اور ابو عبد اللہؓ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کھائی اور بھاگ گئے اور حضرتؓ کے ہمراہ سوائے علیؓ اور ابو ذرؓ کے کوئی باقی نہ رہا۔

اور تفسیر صافی میں بھی لکھا ہے ولم یبق مع رسول الله إلا البود جاذہ سماک بن خرشہ و علی نسخہ سلیم بن قیس میں سلمان سے مروی ہے جس کا ترجمہ باقر مجلسی نے حتی الیقین میں کیا ہے۔

قال فلما كان الليل حمل علي فاطمة علي حجاب واخذ بيدى الحسن والحسين عليهما السلام فلم يبدع احدا من اهل بدر من المهاجرين ولا من الانصار الا اتاه في منزله وذكر حقه ودعاه الى نصرته فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلا فامرهم ان يصبحوا محلقين روسهم معهم سلاحهم على ان يبايعوه على الموت فاصبحوا ليوافه منهم الا اربعة فمكثت لسلمان من اربعة قال انا وابوذر والمقداد والزبير بن العوام عن منتهى الكلام.

مصنف کتاب اختصاص نے عربین ثابت سے روایت کی ہے۔

قال سمعت ابا عبد الله يقول ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس على اعتقادهم كقار الاثنته سلمان والمقداد وابوذر والغفاري وانه لما قبض رسول الله جاء اربعون رجلا الى علي بن ابي طالب فقالوا لواء الله لا نطلي احدا فاعة بعدك ابد اقال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فيك يوم غد ير قال اقتلون قالوا نعم قال فانوني عندا محلقين في اتاه الا هؤلاء

الاثنته قال وجاء عمار بن ياسر بعد الظهور فضرب يده على صدره قال له مالئنا ن تستيقظ من نومته الغفلة الرجوع فلا حاجة لي فيكم انتو لم تطيعوني في خلق الراس فكيف تطيعوني في قتال جبال الحديد فلا حاجة فيكم.

لڑائی میں کیونکہ اطاعت کرو گے تمہاری بھوک کچھ حاجت نہیں۔ اور اسی کتاب میں دوسری جگہ روایت ہے۔

عن ابي عيسى رفعه عن ابي عبد الله قال سلمان كان منه الى ارتفاع النهار فعاقبه الله ان وجي عنقه حتى صيرت مثل السلعة تراء وابوذر منه الى وقت انقضاء فعاقبه الله الى ان سقط عليه عثمان حتى حمل على قتب واكل لحم اليته وطرده عن جوار رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما الذي لم يتغير منذ قبض رسول الله صلى الله عليه واله حتى فارق الدنيا طرفة عين فالمقداد ابن الاسود ولم يزل قائما قابضا على قائموا سيف عينا في عيني امير المؤمنين بنصرته يا مؤمن منتهى الكلام.

کر میرے پاس آؤ، سوا ان تین آدمیوں کے اور کوئی آپ کے پاس نہ آیا امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ بعد ان کے آیا آپ نے اس کے سید پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی غفلت کی تیندے اب تک بھی نہیں جاگا باؤنچہ کو تمہاری ضرورت نہیں جب سر منڈانے میں تم نے میری اطاعت نہ کی تو لوہے کے پہاڑوں کے ساتھ

امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ سلمان سے تاخیر دن چڑھے تک ہوئی خدا نے اس کو یہ سزا دی کہ اس کی گردن کو پانچال کیا یہاں تک کہ مثل سرخ دھل یا رسولی کے ہو گئے اور ابوذر سے تاخیر تک نہ ہوئی خدا تعالیٰ نے اس کو یہ سزا دی کہ عثمان کو اس پر مسلط کیا اس نے اس کو ایسے پالان پر سوار کیا جس سے اس کا سر بن زخمی ہو گیا اور رسول اللہ کے پڑوس سے اس کو نکال دیا لیکن وہ شخص جو بعد وفات رسول اللہ کے مرنے تک معلق نہیں بدلا مقداد بن الاسود ہے ہمیشہ تلوار کا قبضہ کرے امیر المؤمنین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے تعدی کے ساتھ فتنہ کر حضرت کب حکم فرماتے ہیں۔

حاصل روایات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی مصیبت سے نہیں بچا بلکہ ارتداد سے نہیں بچا حضرت مقداد اگرچہ داخل مرتدین نہیں لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے اور جس کے حتی میں وارد ہے فَقَدْ بَاؤُ بِغَضَبِ مَنِ اللَّهُ وَمَا وَادَّ جَهَنَّمُ وَمَسَاوَتْ مَصْنِعَاتُهَا آپ کی طرف منسوب ہو گا اور کرام ہونے سے بروایات شیوخ خارج ہوں گے۔

صحابہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے

پس اب دیکھنا چاہیے کہ ہمارے مجیب کا فرمانا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو بڑا جانتے ہوں فرمادیں تو میں وہ صحابہ جن کے کرام ہونے کے ہمارے مجیب قائل ہیں وہ کون ہیں کہ جن سے کوئی مصیبت سرزد نہیں ہوئی وہ یہ ہی بزرگوار ہیں جن کے اوصاف کتب شیعہ سے مذکور ہوئے یا کوئی فرضی ہیں اگرچہ خصال ابو جعفر محمد بن بابویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جن کی صفت حسب مذاق مجیب لیب کرام ہو سکتی ہے بارہ ہزار ہیں۔

حدثنا احمد بن جعفر الصمدانی قال حدثنا
ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرۃ
عن ہشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ
السلام قال کان اصحاب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ والہ اثناعشر الفاشیۃ الاول
من غیر الممدینۃ والثانی من الممدینۃ
والثانی من الطلقاء لم یر فیہم قد رآی ولا
مرجی ولا حروری ولا معتزلی ولا صاحب
رای کا نوا یبکون الیل والنہار ویقولون
اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الخبز الخبیر

یہ تعدد اگر جن میں مدینہ اور غیر مدینہ سے دس ہزار اور طلقاء دو ہزار تھے اس میں معلوم نہیں وہ حضرات جن کے مناقب و فضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکے ہیں داخل ہیں یا خارج اور یہ حضرات باوجود ان محامد کے مرتبہ میں معدود ہیں یا نہیں باہمی تناقض و ہافت روایات کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہے۔ ماہذ و بادل قارورۃ کسرت فی الاسلام صد بار روایات میں یہ ہی کیفیت تعارض و تناقض کی ہے بجز تفسیر کوئی مفسر نہیں دہوگا تری دیل اعجز پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ بروایات معتبرۃ قوم ماضی اور فاسق بلکہ مرتد ہوئے تو صفت احترامیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس وقت صفت احترامیہ ہو سکتی ہے کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہوں اور جب اہل سنت کے نزدیک سب کرام ہیں تو حسب مذہب اہل سنت صفت احترامیہ

نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے نزدیک سب غیر کرام ہیں تو ان کے نزدیک بھی صفت احترامیہ نہیں ہو سکتی تو اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت سب کو بہتر اور برتر سمجھتے ہیں اور بخلا کہتے ہیں اور شیعہ سب کو بڑا سمجھتے ہیں اور بد کہتے ہیں پس حضرت مجیب کا حصر کے ساتھ فرمانا کہ ان کو ہی بڑا جانتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ بعض مراد ہیں غلط ہوا باقی را کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہ ایک خیال باطل ہے۔

حضرات صحابہ کرام اور اہلسنت نیز شیعہ اور متعہ

کیونکہ اہلسنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ مسلم ہیں۔ اول یہ کہ بعد انبیاء کے کوئی معصوم نہیں دوم یہ کہ وصفت صحابہ سے ان کے ساتھ جس میں ایمان بھی مانو ذہب کوئی مصیبت مضرت نہیں پہنچائی اور کرام ہونے سے نہیں خارج کرتی جیسا کہ شیعہ متعہ نکاح میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے درجہ حسین کا پاوے اور دو دفعہ کرنے سے درجہ حسن کا اور تین دفعہ میں علی کا اور چار دفعہ متعہ میں خود حضرت افضل البیین والمرسلین کا درجہ اثر اڑے یا حب اہلسنت کے باب میں فرماتے ہیں کہ باوجود کفر کے بھی ذریعہ نجات و فلاح ہے توجہ و صف صحابہ کے ساتھ کوئی مصیبت دون الکفر مضرت نہیں تو اہلسنت کی کتابوں سے غیر کرام ثابت ہونا محال ہو اخیات مافی الاباب کوئی روایت دال بر مصیبت ہوگی سو وہ کرام ہونے سے خارج نہیں کرتے تو یہ بھی غلط ہو اگر کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ہاں آپ کی کتابوں سے بے شک صحابہ کا غیر کرام ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ ائمہ اور انبیاء کا بھی غیر کرام ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن اس جگہ ہمارے مجیب وہی اپنا قدیمی جواب دے سکتے ہیں کہ یہ امر لازم مذہب سب سے مذہب نہیں۔

قولہ: اور اگر لفظ کرام صفت کا شفع ہے اور یہ مطلب ہے کہ جلد صحابہ کرام ہیں تو البتہ محل نزاع ہے۔

اقول: حضرت مجیب کی مناظرہ دانی اور جنہا داس بد قابل دیکھنے کے ہے کیوں نہ صفت کا شفع کس کو کہتے ہیں کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہی صفت کا شفع ہی ہے موصوف میں نون مابہار تھا جس کے شفع کی مذہرت ہے اور اگر بالارض ابہار ہو بھی تو وہ باعتبار متعلق کے ہے یہ صفت کرام اس ابہار کو رفع نہیں کر سکتی بلکہ ایسے وجہ کے لئے متعلق کی صرف

اضافت کرنا چاہیے مثلاً کہیں کہ صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیجئے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں ایسی صفات کو صفات مادہ کہتے ہیں صفات کاشفہ نہیں کہتے یاد رکھیے گا اور جب یہ صفت مادہ ہوتی تو بس محل نزاع بینا و بینک یہ ہی ہے۔

بحث فضائل صحابہ

قولہ: ہر صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے جن کو آپ خاتم المحدثین فرماتے ہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف اس کے ثابت ہوتا ہے۔

اقول: بفضل اللہ تعالیٰ کل اصحاب کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود آپ کی روایات و قواعد سے بھی ثابت ہوتا ہے لیجئے مختصر گذارش ہے۔

آیات دالہ بر فضائل صحابہ

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ
ہو تم بہتر امت جو نکالے گئے ہو واسطے لوگوں کے حکم کرتے ہو سائتھ چھانی کے اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان والے ہو سائتھ اللہ کے۔
صاحب معالم الاموال کہتا ہے۔

وما وضع لخطاب المشافهة نحو يا ايها الذين امنوا ويا ايها الناس لايحوج بصيغته من تاخر عن زمن الخطاب والله يثبت له بعد بدليس اخر وهو قول صحابنا واكثر اهل الخلاف
جو ان خطب مشافہت کے لئے موزون ہے مثل يا ايها الناس اور يا ايها الذين امنوا کے نہ۔ خطب سے پہلے لوگوں کو اپنے عہد کے اعتبار سے شان میں بتا ہن کے لئے کوہن دوسری دین سے ثابت ہوتا ہے ہمارے صحابہ اور گذر اہل علوف کا یہ ہی قول ہے۔

تو اس قاعدہ کی رو سے یہ خطاب صحابہ مہاجرین اور انصار کی شان میں وارد ہے اور وہی خیر امت ہیں اور منہ عن شیعہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں صحابہ ہی کو مہم اور کما ہے صاحب مجمع البیان کہتا ہے۔

واختلف في المعنى بالخطاب ففيل هم المهاجرون خاصة وقيل هو خطاب للمصاحبة ولكنه يعبر سائر الاممة۔

(۲) لَنُيَسِّرَنَّ سُبُلَهُمْ لِيَسْجُدُوا لِلَّهِ اِنَاءَ الْاَيْلِ وَهُمْ يَتَجَدَّدُونَ يَوْمَئِذٍ وَنُيَسِّرَنَّ عَنْ الْمُنْكَرِ وَيُيسِّرُ عَمَلَهُمْ فِي الْاَعْيَادِ وَوَالَّذِينَ مِنَ الصَّالِحِينَ كَمَا يَفْعَلُونَ مِنْ خَيْرٍ فَلَنَنُيَسِّرُوهُمُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ۔

اختلاف ہوا ہے کہ خطاب سے کون مخاطب مراد ہے بعضوں نے کہا کہ صرف مہاجرین مراد ہیں اور بعض نے ہیں کہ خطاب مجمع صحابہ کو ہے۔ لیکن تمام امت کو شامل ہے نہیں وہ برابر صاحب کتاب کے ایک جماعت ہے تمام پر حق ہے انیس خدا کے اوقات رات میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور دن بچے کے اور حکم کرتے ہیں ساتھ بھلائی کے اور منع کرتے ہیں برائی سے اور بھلائی کرتے ہیں سچ بھلائی کے اور یہ لوگ حالوں سے ہیں اور جو کچھ کریں وہ بھلائی سے پس ہرگز نہ کی جاوے گی ناقدری اس کی اور اللہ جاننے والا ہے ہر چیز کا رسول کر۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان اہل کتاب کی طرح فرمائی جو اپنے دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور اصحاب کے زمرہ میں شامل ہوئے تفسیر صافی میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے
لَيَسِّرَنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ سُبُلَهُمْ لِيَسْجُدُوا لِلَّهِ اِنَاءَ الْاَيْلِ وَهُمْ يَتَجَدَّدُونَ
الذین وہ الذین اسلام انہم

(۳) وَاذْخُلُوا مِنْ اٰهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ الْمَوْتِ مَتَاعًا لِلْبَيْتِ وَاللَّهُ يَسِّرُ عَلَيْكُمْ اِذْ هُمْ لَا يَفْقَهُونَ مِنْكُمْ اَنْ تَخْشَوْا اللَّهَ وَلِيُخَوِّعَكُمْ اَللَّهُ فَلَئِنْ كُنْتُمْ اٰمِنًا مِّنْهُ
اور جب جمع کو نکلو تو لوگوں اپنے سے جبر و تہمت مسلمانوں کو بھیٹنے کے واسطے لڑائی کے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جب قصد کیا تھا دو فرقے نے تم میں سے یہ کہ نامزدی کریں اور اللہ دوستار تھا ان کا اور اللہ کے پس چاہیے کہ تو لوگ کریں ایمان والے

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے انصار کے دو قبیلوں بنی سلہ اور بنی حارثہ کے لئے یکساں چھوٹو شہر مدینہ عطا فرمایا اور اس سے ان کی کس قدر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان طبرسی میں ہے۔

ہر بنو سبہ و بنو حارثہ حیان منہ والانصار و قبلہ بنو سبہ من الخزرج و دو دوں گروہ بنو سبہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبیلے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنو سبہ قبیلہ خزرج سے تھے

بنو حارثۃ من الدوس وکان جنای العسکر
اور بنو حارثۃ قبیلہ اس سے اور یہ لشکر کے دو بازو تھے
اس جگہ حضرت مفسر صافی وقتی کی دیانت و دین قابل تماشا ہے وہ عالیشان منکر کی تفسیر
میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی ربیع منافقین اور اس کے اصحاب ہیں۔ اول تو اس
سے لفظ طائفتان جو تثنیہ واقع ہے صریح انکار کرتا ہے۔ بعد اس کے لفظ منکر اس کی مخالفت
ہے پھر باں ہر حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ ان کا ولی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی
موالات تسلیم کی جائے گی تو بہت سے دلائل قطعیہ شیعہ کا استیصال ہو جائے گا۔

(۴) اِنَّ الَّذِیْنَ لَوَلَّوْا اَمْنَكُمْ یَوْمَ النِّقْمِ
تحقیق جو لوگ پیچھے موڑ گئے تم میں سے اس دن کہیں
الْجَعَلْنَ اِنَّمَا اسْتَشْرَکُمْ الشَّیْلُنَ بِمَعْصِرِ
دو جماعتیں سو اس کے میں کر دے یا ان کو شیطان نے
مَا کَسَبُوا وَلَقَدْ عَمَّا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ
بعض اس چیز سے کر لیا تھا انہوں نے اور تحقیق معاذیک
عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ
اللہ نے ان سے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۵) الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ
جن لوگوں نے قبول کیا واسطے اللہ کے اور رسول کے
مَا اَصَابَهُمْ الْفَرَجُ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوا مِنْهُمْ
پچھے اس کے کہ پیچھے ان کو فرج اسنے ان لوگوں کے کہ
وَالْفَوْا اَجْرَ عَظِیْمٍ الَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ
یہ کی کرتے ہیں ان میں سے اور پر ہیز گاری کرتے ہیں تو اب
اِنَّ النَّاسَ لَشَدِیْقُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
بڑا وہ لوگ کہ کہا ان کو لوگوں نے تحقیق آدمی تحقیق
فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَاُولَئِکَ احْسَنُ اللّٰهُ وَلَهُ الْوَلِیُّ
جمع ہوئے ہیں واسطے تم سے پس درہم تم میں زیادہ
کیا ان کو ایمان اور کہا انہوں نے کفایت ہے ہم کو ات اور اچھا کار ساز ہے۔

(۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهٗ لَیَضَعُ
پس قبول کیا واسطے ان کے رب ان کے لئے یہ کریں
عَمَلًا مِّمَّنْ مَنَکُمْ مِنْ ذِکْرِ اَوْ اَنْتُمْ لَبِیْضُکُمْ
مناہع نہیں کروں گا عمل کی نسل کرنے والے کہ تم میں سے
مِنْ بَعْضِ خَالِذِیْنَ هَاجِرُوْا وَاُخْرَجُوا مِنْ
مروے یا عورت سے جعلن مہارے بعضوں سے
دِیَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فَاِنْ مَسَّیْہُمْ
میں ہیں جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور کھائے گئے لوگوں
لَا کُفْرَیْنَ عَنْهُمْ سِبَاطِهِمْ وَاُوْدُوْا خَلْفَهُمْ حَتّٰی
اپنے سے اور ایذا دینے گئے پھر راجہ میری کے اور نہ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہِ الْاَوْبَ رُؤُوبَا مِنْ عِنْدِ
اور ہر سے گئے الہیہ دو کروں گا میں ان سے برائیاں
لِلّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَ ذٰلِکَ شَآءٌ
ان کی اور عہدہ واقع کروں گا میں ان کو بہشتوں میں

جتنی ہیں نیچے ان کے سے نہریں لو اب نزدیک خدا کے سے اور اللہ نزدیک اس کے ہے اچھی ثواب
اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے مہاجرین کے لئے تفسیر سہولت اور امداد جنات اور ثواب
عظیم کا وعدہ فرمایا ہے جس دخلت میں ہے اور تفسیر سیئات سے اس حرف اشارہ ہے۔

کہ ان سے وقوع سیئہ کچھ ممکن نہیں ہے اور یہ قادح ان کی افضلیت کو ہے۔

(۷) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَآجَاہَدُوْا
اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اُوْدُوْا وَلَمْ یُکَفِّرُوْا وَلَیْسَ
بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی
ہُمْ اَلْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی لَیْسَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّزَرْقٰ
یہ لوگ وہ ہیں ایمان لائے والے ہیں ان کے واسطے بخشش
کَرِیْمٌ
ہے اور زرق ہے بکرامت۔

حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت شریفہ سے مہاجرین و انصار کے لئے افضلیت فی الایمان
کی شہادت دی۔ اور ضمیر فصل کے توسط سے جو کفر کو مفید ہے ان کے کمال ایمان کو محقق فرمایا
اور ان کے لئے مغفرت اور ثواب رفیع کا وعدہ فرمایا۔ لیکن انہوں نے کفر سے شیعہ نے ان کے
حق میں مغفرت عظیم کو لعنت فاحشہ سے اور ایمان کامل کو کفر شدید سے اور ثواب کرم کو عذاب
عظیم سے بدل دیا۔ سبھا مکہ ہذا بہستان عظیم

(۸) وَالسَّیْقُوْنَ اَلْوَلُوْنَ مِنَ الْمُہَاجِرِیْنَ
اور آگے بڑھ جانے والے ہیں ہجرت کرنے والوں
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
سے اور مدد دینے والوں سے اور دو لوگ کہ پیروی کرتے
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَهُمْ
ہیں ان کے ساتھ نیکی کی راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی
جَنَّتْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَوْنٰہَا خَلِیْدِیْنَ
ہوئے وہ اس سے اور تیار کی واسطے ان کے بہشتیں
فِیْہَا اَبَدًا ذٰلِکَ النُّوْرُ الْعَظِیْمُ
جتنی ہیں نیچے ان کے نہریں جھیں رہنے والے ہیں سچ اس
کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا جہاد

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی جو کچھ مدح فرمائی محتاج شرح نہیں
حضرت شیخ اس کی تاویل بلکہ تخریف میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ اس کو ابو ذرؓ
مقداد وغیرہ کے ساتھ مخصوص فرمائیں اور پہلے ان کے حالات معلوم ہو ہی چکے ہیں علاوہ انہیں
جمع معرفت بلام الفاظ عموم سے ہیں بالاتفاق۔

(۹) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسِہُمْ
تحقیق اللہ مولیٰ ہے مسلمانوں سے جائیں اور ایمان
وَاَمَوَ الْہُوْیٰ اَنْ لَّہُمْ اَجْرٌ اَبَدٌ یَّسْتَلُوْنَ
کے سبب اس کے کہ واسطے ان کے بہشت ہے کہ انہیں
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَقِیْتُ لُوْنَ وَلَیْسَ لُوْنَ وَخَدَا
کے بیچ راہ اللہ کے پس ماریں گے اور ماریں جائیں گے
عَلِیْہِمْ حَقًّا فِی النَّوْرَةِ وَالْاَوْجَلِ
وعدہ ہے اور اس کے سبب بیچ تورات کے اور نبی
وَالْفَرٰ اَنْ وَمَنْ اَوْفٰ بِعَہْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ
نے اور قرآن مجید کے اور کون شخص پر کر کے ورنہ ہے

فَأَسْبَغُوا بِمَنِيِّكَمُ الَّذِي بَالَيْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ
هُوَ الْغُزَا الْعَظِيمُ الَّذِينَ آمَنُوا وَالْعَبِيدُ
وَالْحَامِدُونَ وَالسَّائِحُونَ الْمُرَكَّبُونَ
السَّاجِدُونَ وَالْمُوقِفُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالسَّائِقُونَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَاطِطُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَ
بَشِيرِ الْمُؤْمِنِينَ

عہد اپنے کو اللہ سے پس غرض وقت ہوتی سورہ اپنے
کے ہے جو سوسو اگر کسی کی تم نے ساتھ اس کے اور یہ وہ
ہے مراد پانا بڑا تو بہ کرنے والے میں عبادت کرنے والے
میں تفریق کرنے والے میں پھرنے والے میں سجدہ
کرنے والے میں حکم کرنے والے میں ساتھ بھلائی کے
اور منع کرنے والے میں مامعقول سے اور نگاہ رکھنے والے
میں مددوں اللہ کی کو اور بشارت دے ایمان والوں کو

۱۰۱ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ
الْفَتْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَنْفُخُ تَلُوكُوبُ
فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ
رُحِيمٌ رَحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ
خَلَفُوا عَلَى إِذَا صَافَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ
بِمَا رَحِبَتْ وَمَافَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَخَلَوْا
أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

پھر آیا اوپر ان کے تو کہ پھر اوس وہ تحقیق اللہ وہ ت پھر آنے والا ہر بن
۱۰۲ الَّذِينَ آمَنُوا وَآذَنُوا بِحَرْبٍ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ
عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ
وَجَنَّتِ لَهُمْ فِيهَا يُعْطِيهِمْ مَبْنًى خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرُ
عَظِيمٌ

۱۰۱ لَكِنَّ الرُّسُلَ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَهْلًا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرُ
وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
جَنَّتِ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

۱۰۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا امْنُوا
مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ
بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُجْزِيهِمْ أَذِلَّةً عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةً عَلَى الْكُفَرِيِّينَ
يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ
لَوْمَةً لَوْ يَكُونُ ذَلِكُ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ
يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ أَمْوَالُكُمْ
وَرُسُلُكُمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُبَيِّمُونَ
الْمَصْلُوحَةَ وَيُلْزِمُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

۱۰۳ أَوْزِلَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
فَلْيُؤْتُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ
وَالَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ
حَقٍّ إِذَا اتَّيَقُوا أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِمْ جُنُودُ اللَّهِ
وَلَوْ نَزَّلَتْ جُنُودُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ لَكُنَّا
مِنْهُمْ بَعْضٌ لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ مَعُودَةٌ وَفَعَلَ
فِيهَا أَنْفُسُكُمْ وَلِيَنْتَصِلَ اللَّهُ مِنْكُمْ
يُتَصَرَّفُونَ اللَّهُ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا
مَنْتَ هُمُ الرَّاكِعُونَ أَمْوَالُكُمْ

لیکن رسول اور جو لوگ کہ ایمان لائے ساتھ اس کے
جہاد کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنے کے
اور یہ لوگ واسطے ان کے بھلائی ہے اور یہ لوگ وہ ہیں
فلاح پانے والے تیلر کی پس اللہ نے واسطے ان کے
بشپس جلی ہیں نیچے ان کے سز سہیش رہنے والے
بیچ اس کے یہ ہے مراد پانا بڑا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی پھر جاوے کا تم
میں سے دین اپنے سے پس البتہ لاوے گا اللہ ایک
توم کو پر بار کر تا ہے وہ ان کو اور بار کرتے ہیں دوس
کو نرمی کرنے والے ہیں اوپر مسلمانوں کے سنجی کرنے
والے ہیں اوپر کافروں کے جہاد کریں گے بیچ راہ اللہ
کے اور نہ ڈریں گے علامت کرنے کسی علامت کرنے
والے سے یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے اس کو جس کو
چاہے اور اللہ کشائش والا ہے جلتے والا سوائے
اس کے نہیں کہ دوست تارا اللہ ہے اور رسول اس کو

اور وہ لوگ کہ ایمان لائے وہ لوگ کہ قائل رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ رکوع کرنے والے ہیں
اذن دیا گیا واسطے ان لوگوں کے کہ لڑائی کی جاتی ہے
ان سے بسبب اس کے کہ وہ غم گئے ہیں اور تحقیق
اللہ اوپر مردان کی کے البتہ قادر ہے وہ لوگ کہ جنگ
کئے گھروں اپنے سے ماضی گمراہ کیا انہوں نے پروردگار
ہمارا اللہ ہے اور اگر نہ جوتا دور کرنا اللہ کو لوگوں کو
بعضے ان کے کو بعضے سے البتہ دھجے جاتے خوت خاست
درویشوں کے اور عبادت فاسقاری کے اور عبادت
خانیہ سود کے اور مسجدیں کو نام لیا جاتا بیچ اس کے
نادرہ دہشت اور البتہ مدد دے گا اللہ اس کو مدد دیتا

وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ
عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

کریں ناممقول سے اور واسطے اللہ کے ہے انجام سب کاموں کا۔

ہے اس کو تحقیق اللہ البتہ نور نور ہے غالب ہے وہ لوگ
کہ اگر قدرت میں ہم ان کو بیچ نہیں کے قائم رکھیں غاکو
اور دین زکوٰۃ کو اور حکم کریں ساتھ جہاد کے اور منع

(۱۵) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَتَّىٰ جِهَادِهِ
هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي
الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّمَّا أَنبَأَكُمْ
أَبْرَآئِهِمْ هُوَ سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ
مِن قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ
الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ
عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَاعْتَصِمُوا بِآلِلَهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنَجِمُوا
الْمُؤَلَّفَاتِ وَنِعْمُوا النِّصْرَ

(۱۶) هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي
قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَرُدَّادُوا إِيْمَانًا
مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا خَلِمْ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ
فَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِدِينَ فِيهَا وَلَيْسَ
عَنْهُمْ مَسَآئِرُ يَوْمٍ وَلَا لَيْلٍ عِنْدَ اللَّهِ
فَوَنَّ عَظِيمًا

تک لہم خلیفین من الغر اب سترعون
ف قوم اوف باس شدید تعالیٰ علیہم
اف یسمنون ان لی یخیر یومکم اللہ
جہاد جسے اور ذلک سے کہ تو لیتے من

قَبْلُ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ
الْعَلِيُّ وَهُوَ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابَ الْوَعْدِ
وَلَا عَلَى الْكَافِرِينَ وَكَانَ يُنْعِ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَدْخُلُ جَنَّتِ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ
يُعَذِّبُهُ عَذَابًا أَلِيمًا

(۱۸) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمُوا مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنبَأَهُمْ
فَنَحْنُ قَرِيبٌ أَوْ مَعَانِيَهُمْ كَثِيرَةٌ يَدْخُلُ مِنْهَا
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

(۱۹) إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ
النَّجِسَةَ حِجَابًا قَبْهِتَةً فَاَنزَلَ اللَّهُ
سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ
وَأَنزَلَ مَغْشَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَكَانُوا أَحَقَّ
بَهَا وَأَهْلُهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
(۲۰) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ نَزَّلَ
أَسْهَادًا عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَدِيْعُو
سَرَّاهُمْ رُكْنًا سَجِدًا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي
وُجُوهِهِمْ مِنْ أَشْرَ السُّجُودِ ذَلِكَ
مَنْشُورٌ فِي السَّوَادِ وَمَنْشُورٌ فِي
الْوُجُوهِ كَرْنٍ أَخْرَجَ سُطُلًا مَّارِدَةً
فَانْتَظَرُوا نَاسْتَوَى عَلَى سُرَّتِهِ

پھر جاؤ گے تم جیسا پھر گئے تھے پہلے سے عذاب کرے
کاتم کو عذاب درود دینے والا نہیں اور پرانہ کے
تنگی اور درود پر تنگ کرے تنگی اور نہیں اور پھر کے
تنگی اور جو کوئی فرمانبردار کرے اللہ کی اور رسول اس
کے کی داخل کرے گا اس کو بشتوں میں جاتی ہے نیچے ان
کے سے نریں اور جو کوئی پھر جاوے گا عذاب کرے گا

اس کو عذاب درود دینے والا
البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ مسلمانوں سے جس وقت بیعت
کر کرتے تھے بقدرے نیچے درخت لیکر کے پس جانا جو کچھ بیچ
دلوں ان کے کے تھا پس اتاری تکیں اور پران کے اور
ثواب دیا ان کو فتح نزدیک اور لوہیں بہت کریں گے
اس کو اور سب اللہ غالب حکمت والا

جس وقت کیا ان لوگوں نے کہ کافروں سے بیچ دلوں اپنے
کے کہ کہ جاہلیت کے پس اتاری اللہ تکیں اور پر رسول
اپنے کے اور اور ایمان والوں کے اور لازم کرے ان کو
بات پر مزید گامی کی اور تھے وہ بہت حق دار ساتھ اس
کے اور لائق اس کے اور سب اللہ ساتھ ہر چیز کے جانے والا
محمد رسول اللہ کا ہے اور جو گ کہ ساتھ اس کے ہیں
سخت ہیں اور پھر ان کے ردوں میں درمیان اپنے دیکھا
ہے تو ان کو کوع کرنے والے سجدہ کرنے والے
چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی نشانی
ان کی بیچ مومنوں ان کے کے ان سجدہ کسی یہ ہے
صفت ان کی بیچ قورات کے اور سخت ان کی تہ
انہیں کے جیسی کھیتی نکالی جو فی اپنی پس قوی سر
اس کو پس مونی سر جاوے پس کھری سر جاوے سر

وكان في سنة مني فلا عذر لكم في ترك
سنتي ومالكم يكن في سنتي فما قال اصحابي
نقولوا له مثل اصحابي تيكمل كل النجوم
باليها اخذ اهتدى وبأى اقاديل الصحابة
اخذتوا اهتديتم واختلفوا اصحابي لكم
رحمة. قيل يا رسول الله من اصحابك
قال اهل بيته.

یہ سوال و جواب جو خاتمہ روایت میں درج ہے یہ سراسر حضرت صدوق کی گفرت
ہے کیونکہ لفظ اصحاب کوئی پہلی چیتان نہیں تھا جس کے حل کی ضرورت تھی پھر بیان اختلاف
خود اس کو مبطل ہے۔ علاوہ جامع الاستفسار کی روایت اس منصوبہ کو صریح باطل کر رہی ہے
(۲) حدثنا الحاكم ابو علي الحسن بن احمد
البیهقي قال حدثنا محمد بن يعقوب الصولي قال
حدثنا محمد بن موسى بن نصر الرازي قال حدثني
ابي قال سئل الرضا عليه السلام من قول النبي
اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم وعن
قوله ودعوا لي اصحابي فقال هذا صحيح عن

آیات بینات۔ از جامع الاخبار

۳۔ انك لشئس وعلى كالتعمرو
اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم
اهتديتم عن آيات بينات.

۴۔ الله و اصحاب محمد خاصة الذين
احسنوا الصحابة و الذين
ابكوا الحسن في نصره. صحيفه کامله.

امام حسن عسکریؑ کی تفسیر میں ہے
ان رجلا من بغض آل محمد و

تحقیق جو شخص کہائے محمد سے یا اصحاب

اصحابه او واحد منهم يحذبه
الله عذابا لوقسم على مثل ما خلق
الله لاولئكهم اجمعين. عن آيات بينات.

امام کی تفسیر میں ہے۔

(۵) فقال يا موسى اما علمت ان
فضل صحابة محمد على صحابة
جميع المسلمين كفضل آل محمد على آل
جميع النبيين. عن آيات بينات.

جامع الاخبار میں ہے۔

(۶) قال النبي من سبني فاقتلوه
ومن سب اصحابي فاجلدوه.

جلد اول بحار مجلی کے صفحہ ۵۱۳ پر مذکور ہے۔

(۸) علي عن ابيه عن ابن ابي جحزان
عن ابن حميد عن ابن خازم قال قلت لابي
عبد الله عليه السلام ما لي اسئلك عن
المسئلة فتجيبني بالجواب ثم

يجيبك غيري فتجيبه بجواب
آخر فقال وانا نجيب الناس على الزيادة
والنقصان قال قلت فاخبرني عن

اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله
صدقوا على محمد ام كذبوا قال بل صدقوا
قلت فما بهم اختلفوا فقال اما الله ان
الرجل كان ياتي رسول الله صلى الله عليه وآله
آله فيسأله عن المسئلة فيجيبه فيها

محمد سے یا ان میں سے کسی سے بغض رکھتا ہے خدا
اس کو ایسا عذاب کرے گا اگر اس کو تمام مخلوق میں بانٹ
دے تو وہ سب کو ہلاک کر دے۔

فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ محمد کے اصحاب کی
بزرگی اور فضیلت تمام رسولوں کے اصحاب
پر ایسی ہے جیسے آل محمد کی فضیلت
تمام نبیوں کی آل پر۔

بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ کو برا کہے اس کو قتل
کر دو جو میرے اصحاب کو برا کہے اور سب کہے اس کے
کوڑے مارو۔

ابن خازم سے مروی ہے کہ کتاب میں نے امام ابو
عبد اللہ کی خدمت میں عرض کیا میرا کیا حال ہے میں
آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں آپ مجھ کو کچھ جواب
دیتے ہیں پھر وہی مسئلہ دوسرا شخص آکر پوچھتا ہے آپ
اس کو کچھ اور جواب دیتے ہیں فرمایا ہم لوگوں کو کم
و بیش جواب دیتے ہیں کتاب میں نے عرض کیا یہ تو
مجھ کو بتائیے کہ اصحاب رسول اللہ نے راوی حدیث رسول
اللہ سے کچھ بولے یا نہ بولے آپ نے فرمایا
میں نے بد سچ بولے ہیں نے پوچھا تو میرا ہلکا اختلاف
دیکھا دو جو ہے فرمایا تو نہیں جانتا کہ حضرتؑ کی خدمت
میں ایک شخص حاضر ہو کر کوئی مسئلہ پوچھتا تھا اور آپ
اس کو جواب دیتے تھے پھر بعد اس کے اس کا ناخ

بالجواب ثبوت حبیہ بعد ذلك بما ينسخ
ذلك الجواب فنسخت الاحادیث بعضها بعضاً
امام کے اس ارشاد سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ روایات حدیث میں سچے اور
عدول اور ثقہ ہیں۔

(۹) وقال عليه السلام في مدح الانصار
والله رلوا الاسلام كما يربى الفلوع عناً
بايد يهوا السباو السنهم السلاو الفلو
المهرو السباط السباح ويقال للماهر في
الطن انه سبط اليدین ای انه لقب
فيه والسلو الحداد والفصیحة شرح
نهیج البلاغة ابن مینم

۱۰. منبانی خطاب اصحابہ وقد بلغتم
من کرامۃ اللہ لکم منازلۃ تکلم بها
امادکم وتوصل بها جبرائیل و یغفرکم من
ارفض لکم علیہ ولاید لکم عندو
یہا لکم من لایخاف لکم سفوفہ وزکم
علیہ مرة وقد ترون عیود اللہ
منقبو حنة فلو تعضبون وانتم لنقص
ذمم ما نکونما لغون وکانت امور اللہ علیکم
ترو وذنکم تصدرو سیکو ترجع فکنتکم
نقلۃ من منازتکم ولقیتمو الیہم رتو
و ستم مو رتہ فی ید یسم لعلون
باسبہدت ولیدرون فی الشقیات و
یدتہ فی ذلکم تحت کی وکوب لجم
لقد لست یورسہم اقور کما لست یورسہم

بالاسلام وقوله وكانت امور الله ال
قول ترجح ای انکونکتموا اهل الاسلام
والعل والعقد فیہ ولنهوا المهاجرون
والانصار والظلة البغاة وامور الله
التي اسلمت فی اید یهوا احوال العباد و
البلد وشرح نهج البلاغة ابن مینم
باندہا تبارسی ہی رائے پر منحصر ہے کیونکہ تم مهاجرین و انصار ہو اور غلاموں سے مراد باغی ہیں اور اللہ کے امور جو ان کے
ہاتھوں میں سپرد ہیں اودیہوں کے اور دشمنوں کے احوال ہیں۔

(۱۱) ومن كلام له عليه السلام للخوارج
فان ابیتم الا ان تزعموا اني اخطأت و
ضللت فلم تصطلحوا عامة امة محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ بضلا لی الج
نهیج البلاغة
جنسوں نے مجھ کو غیض بنایا سب کے سب گمراہ کے نمینہ بنانے کے سبب گمراہ ہوں اور ان سب کی گمراہی محال
ہے تو میں بھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

(۱۲) ومن کتاب له عليه السلام الى
معوية انه بايعني القوم الذين بايعوا
ابا بكر وعمر وعثمان عني ما بايعوه
عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا
للغائب ان يرد و نعم الشورى
للمهاجرين و انصار فان جتمعوا على
رجل وسمره مما ما كان ذلك نذره نفي
فان خرج من امره خارج بعضن وبيعة
ردود الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه
علی بابہ غیر سبیل المومنین

اور اپنی لغائی خواہشوں میں جلتے ہو۔ خدا کی قسم اگر
وہ تم ہر شکر کے نیچے تفریق کر دیں گے تو خدا تم کو ان
کے کسی برے دن کے لئے جمع کرے گا شارح کہتا ہے
کہ اللہ کی کرامت ان کے لئے اسلام ہے اور قول کا تہا
سے لے کر ترجیح تک سے یہ مراد ہے کہ تم اہل اسلام ہو اور
اسلام میں اہل حل و عقد جو یعنی مہات اسلام کا کھولنا
باندہا تبارسی ہی رائے پر منحصر ہے کیونکہ تم مهاجرین و انصار ہو اور غلاموں سے مراد باغی ہیں اور اللہ کے امور جو ان کے
ہاتھوں میں سپرد ہیں اودیہوں کے اور دشمنوں کے احوال ہیں۔

آپ کی کلام جو بقا بلخوارج فرمائی تاکہ تم میری خطا کے
قائل ہونے اور مجھ کو گمراہی کی طرف نسبت کرنے سے باز
نہ آؤ میری گمراہی کے سبب سے کام تمام محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو کیوں گمراہ بتاتے ہو۔ حاصل یہ کہ اگر میں گمراہ ہوں
تو زہم آتا ہے کہ اہل حل و عقد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جنسوں نے مجھ کو غیض بنایا سب کے سب گمراہ کے نمینہ بنانے کے سبب گمراہ ہوں اور ان سب کی گمراہی محال
ہے تو میں بھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

امیر مویہ کو آپ نے فرمان لکھا کہ میرے ہاتھ پر ان
لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابو بکر و عمر و عثمان کے
ہاتھوں پر بیعت کی تھی جس امر پر ان سے بیعت کی تھی
اسی امر پر مجھ سے بیعت کی ہے۔ اس صورت میں نہ
حاضر کو کچھ اختیار باقی ہے اور نہ غائب کو۔ اگر کسی گمراہ
مشورہ صرف مهاجرین و انصار کا ہی ہے، اگر وہ کسی شخص
پر جمع ہو جائیں اور اس کو گمراہ یا یوں تو اللہ کی رضا نہ
مجھے اس میں سے پھر اگر کوئی نیک والا احسن کرے یا بیعت
نکال کر ان کے کام میں سے نکلے تو اس کو وہیں لو، مگر
جگہ سے حکمت اور فکر نہ کر کے تو اس سے مومنین

وولده الله ما تولد ويصله جهنم
وساكن مميلا - نهج البلغة -

(۱۳) ما كنت الا رجلا من المهاجرين
اوردت كما اوردوا وامدرت كما امدوا
وما كان الله ليجمعهم على الضلالة و
بصيرهم بعني - شرح نهج البلغة
(۱۴) ان هذا الامر لو يكن نصره فلا
خلونه بكنزة ولاد بقله وهو دين الله

الذي اظهره وجنده الذي اعزوه وامده
حتى بلغ ما بلغ وطلع من حيث طلع ونفن
على موعود من الله - نهج البلغة

(۱۵) ومن كلام له عليه السلام في معنى
الانصار قالوا لما انتهت الى امير
المؤمنين انباء السيفة بعد وفات
رسول الله قال ما قالت الانصار
قالوا قالت منا امير ومنكم امير قال
عليه السلام فهذا اختججتون بان
رسول الله وصي ان يحسن الى محسنهم
ويتجاوز عن مبينهم - نهج البلغة

ومن قوله عليه السلام وقد شاوره
عمر بن الخطاب في الخروج الى غزوة
اسروم وقد تكون الله اهل هذا الدين
باغزاد العورة وسترا عورة والذي نصرهم

کے رستہ کے سوا پر دی کرنے پر لڑو پھوڑ دیں گے
ہم اس کو جہد مرد متوجہ ہوا ہے اور خدا اس کو جہنم
داخل کرے گا اور وہ بڑی جگہ ہے ۔

میں صرف ایک شخص مساجد میں سے ہوں جس طرح
وہ وارد ہوئے میں بھی وارد ہوا اور جس طرح وہ لوٹے
میں بھی لوٹا اور ہرگز خدا ان کو گمراہی پر اکٹھا نہ کرے گا
اور ان کو حق سے اندھے ہونے میں مبتلا نہ فرمائے گا ۔
اس دین کی نصرت اور اس کی ذلت کچھ وقت و کثرت
تعداد پر نہیں ہے کیونکہ وہ خدا کا دین ہے جس کو
غالب کیا اور اللہ کا شکر ہے جس کو عزت دی اور
جس کی تائید کی یہاں تک کہ جس مرتبہ پر پہنچنا تھا پہنچ
گیا اور جس جگہ سے نکلنا تھا نکل آیا اور جس جگہ
کے وعدہ پر ہیں ۔

انصار کے باب میں آپ نے یہ کلام فرمایا بعد وفات
حضرت کے جب اصحاب سقیفہ جناب امیر کے پاس
پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ انصار نے کیا کیا انہوں نے
عرض کیا کہ انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو
اور ایک امیر تم میں سے ہو تو جناب امیر نے فرمایا
تم نے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ حضرت رسول نے
وصیت فرمائی ہے کہ انصار کے نیکو کاروں کے ساتھ
سلوک کیا جاوے اور جنگوں میں سے درگزر کیا جائے
آپ کی تقریر جب کہ حضرت نے غزوہ روم میں
خود جانے کا قصد کیا اس میں دین و دنوں کی بات
اور پردہ پوشی کا غرض تھا جس نے ان کی گفت کے
وقت مدد کی تھی جب کہ یہ مدد نہ کئے جاتے تھے اور

وهو قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم
قليل لا يمتنعون جي لا يموت انك متي
تسرا لي هذا العدد وبفسدك فتلقهم
فتنكب لا يمكن للمسلمين كافه دون اقصي
بلادهم وليس بعدك مرجع يرجعون
اليه فالبعث اليهم رجلا معجربا واحضرو
معه اهل البلدة والنصحة فان اظهر الله
فذاك ما انتخب وان يكن الاخرى كنت
رداء للناس ومثابة للمسلمين ۔

علی بن القیاس اگر متبع تمام سے دیکھا جاوے تو بہت روایات فضائل صحابہ اور ان کے
ایمان کے ثبوت برآمد ہوں گی لیکن اگر کوئی نصر انصاف سے دیکھے تو ایک ہی کافی ہے اب دل
چاہتا ہے کہ اسی طرح مختصر بطور تکرار روایات خاص فضائل شیخین رضی اللہ عنہما کی بھی
بیان کی جائیں اگرچہ روایات سابقہ کے ضمن میں ان کے فضائل و محمد بالا ولیدہ والاد لویت
ثابت ہو چکے ہیں ۔

علامہ متحرک مال الدین دین میثم بخرانی نے نہج البلغة کی شرح کبیر میں بذیل شرح خط
فارادوق من اقل نبینا جناب کے خط کا ایک حصہ نقل کیا ہے جس کو آپ کے مشرف رضی نے
بمقتضائے دین و دیانت حذف فرمایا اس کو ہم اصل شرح سے نقل کرتے ہیں ۔
(۱۶) و ذکر ان اجتبی له من المسلمين
اعوانا ایدھربہ فکانوا فی منازلہم
عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام
وکان افضلہم فی الاسلام کما ذعمت
والنصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق
وخلیفۃ الخلیفۃ عازوق ونعمری ان
مکانہما فی الاسلام لخمیع ان

ان سے دشمنوں کو روکا تھا جب کہ یہ قلیل تھے
اور باز رہنے کے قابل نہ تھے وہ جی لا یبوت ہے
جب تو خود اس دشمن کی طرف کوچ کرے گا اور کچھ
صدر سپہیا یا جانے گا تو مسلمانوں کے لئے ان کی اقصی
بلاد تک کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی اور نہ تیسرے بعد کوئی
لوٹنے کی جگہ ہے جس کی طرف لوٹیں گے تو ان دشمنوں
کی طرف کسی تجر بہ کار آدمی کو بھیج اور آمودہ کار خیر
خواہوں کو اس کے ساتھ کر اگر خدا تعالیٰ نے غلبہ دیا تو
یہ تو تو جانتا ہے ہی اور اگر امر دیگر پیش آیا تو تو لوگوں
کی پشت پناہ اور مسلمانوں کے واسطے ملجا و ماوا ہے ۔

علی بن القیاس اگر متبع تمام سے دیکھا جاوے تو بہت روایات فضائل صحابہ اور ان کے
ایمان کے ثبوت برآمد ہوں گی لیکن اگر کوئی نصر انصاف سے دیکھے تو ایک ہی کافی ہے اب دل
چاہتا ہے کہ اسی طرح مختصر بطور تکرار روایات خاص فضائل شیخین رضی اللہ عنہما کی بھی
بیان کی جائیں اگرچہ روایات سابقہ کے ضمن میں ان کے فضائل و محمد بالا ولیدہ والاد لویت
ثابت ہو چکے ہیں ۔

اور تو نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے لئے مسلمانوں
میں سے مددگار چنے جس سے پیغمبر کی تائید کی اور پیغمبر
کے نزدیک اپنی اسلامی بزرگوں اور فضیلتوں کے اعزاز
کے موافق اپنے اپنے مقاموں میں تھے اور سب سے افضل
اس میں چناؤ تو نے کیا ان کی اور اللہ اور رسول کا پیغمبر
نیز صدیق تھا اور دو سر فضیلت فاروق تھا اور میری جان
کی قمریے شک ان کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے

المصائب بيماني الاسلام لجزع شديد
يرحمها الله وجزاها باحسن ما علموا.

(۱۸) عن ابی عبد الله فی حقه ما هما اما ان
عادون قاسطان كانا علی الحق وماتتا علیہ
فعلیهما رحمة الله یوم القیلة. کاشف وایات
(۱۹) عن الحسن بن علی قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم ان ابابکر منی بمنزلة السبع و
ان عمر منی بمنزلة البصر وان عثمان منی
بمنزلة الفواد آیات. از کتاب معانی الاخبار

(۲۰) انه سئل الامام عن حلیة السیف هل
یحوز فکان نعم قد حلی ابو بکر الصدیق
سیلفه بالفضة فقال له الراوی القول هكذا
فوثب الامام عن مکانة فقال نعم الصدیق
نعم الصدیق نعم الصدیق من لو لقی له الصدیق
فلا صدق الله قوله فی الدنیا والآخره
ایات وفیروز. از کشف الغر.

اساس الاصول کے صفو ۳۱ پر سید ولد ارعلی نے نقل کیا ہے۔

(۲۱) العاشر منها هو ایضاً فی الاحتجاج
ان المامون بعد ما زوج ابنته ام الفضل
ابا جعفر کون فی مجلس وعنده ابو جعفر و
یحیی بن اکبر وجماعة کثیرة فقال له یحیی
بن اکبر ما تقول یا ابن رسول الله فی الخبر
الذی روی انه نزل جبریل علی رسول الله
وقال یا محمد ان الله عز وجل یقرک السدم

اور ان کے مصائب اسلام میں سخت زخم ہیں اللہ تعالیٰ
ان دونوں پر رحمت کرے اور ان کے نیک کاموں کا
ان کو اجر دیوے۔

امام ابو عبد الله سے حضرت ابو بکر و عمر کے حق میں مروی
ہے وہ دونوں لام عمل والوں کا کہنے والے حق پر وہی اور
حق پر وفات پائی قیامت کے دن ان پر اللہ کی رحمت ہو۔
امام حسن سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ابو بکر میرے لئے بمنزلہ کان کے ہے اور عمر
بمنزلہ آنکھ کے ہے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہے

کسی شخص نے امام سے تلوار کے زیور کو پوچھا کہ جائز ہے
آپ نے فرمایا ناں جائز ہے کیونکہ ابو بکر صدیق نے
اپنی تلوار کو جائزی کا زیور پہنا یا راوی نے عرض کیا
کیا آپ بھی ایسا فرماتے ہیں ابو بکر صدیق کہتے ہیں
یہ سن کر امام اپنی مگر سے اچھین کرے اور فرمایا ہاں صدیق
ہاں صدیق ہاں صدیق اور جو شخص ان کو صدیق نہ کہے خدا
تعالیٰ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ سمجھے۔

احتجاج طبری میں ہے کہ مامون رشید بعد اس کے کہ اپنی
بچی ام الفضل کا نکاح امام ابو جعفر کے ساتھ کرچکا ایک
مجلس میں تھا اور امام ابو جعفر اور یحیی بن اکبر اور ایک بڑی
جماعت اس کی میں بیٹھ کر تھی یحیی بن اکبر نے انور
سے پوچھا کہ رسول اللہ کے فرزند آپ سے حدیث کے
بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو مروی ہے کہ جبریل رسول اللہ
کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا محمد اللہ تعالیٰ آپ کو

قول لك سل ابابکر هل هو من عني
الافن وامن فقال ابو جعفر قلت بئک فضل
ان بکرو لکن یحب علی صاحب الخبر ان
یأخذ مثال الخبر الذی قال رسول الله فی
حجة الوداع قد کثرت علی الکذابة و
وستکثر من کذب علی متعمداً فلیتوبوا مفعده
من النار فاذا اتاکم الحدیث فاعرفوه علی
کتاب الله وسنتی فاو افی کتاب الله وسنتی
فخذوا به وما خالف کتاب الله وسنتی فلا
تاخذوا به ولبیس موافق هذا الخبر کتاب
الله قال الله تعالی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعَّمْ
مَا تَوْسَّوْسُ لَفْسُهُ وَنَحْنُ اقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ
خَبْرِ الْوَرِیْدِ فَاللّٰهُ سَدِّجَانُ خفی علیہ رضا
ابی بکر من سخله حتی سأل عن ملکون
سواء هذا مستحیل فی العقول. انقی

اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ امام محصور نے فرمایا کہ میں ابو بکر کی فضیلت کا منکر
نہیں لیکن صرف روایت کی سمحت میں عقل اور رائے سے کلام کیا حالانکہ محض وامیات اور نزافات
حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ سوال کرنا ہرگز عدم علم کو متقنی نہیں قرآن
میں مذکور ہے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا۔

وما تلتک بمینک یا موسیٰ
اگر سوال عدم علم کو متقنی ہے تو کیا خدا تعالیٰ نہیں جانتا تھا کہ موسیٰ کے ہاتھ میں کیا ہے اور
اگر سوال سے سوائے تکمیل حاکم کے جو بیشیتر سے حاصل نہیں تھا کوئی دوسری غرض بھی ممکن ہے
تو پھر اس روایت میں کون سا استحضار قائم ہے کہ اس میں سوال بجز عدم علم کے اور کسی عمل پر قبول
نہ کیا گیا۔ بلکہ اگر حضرات قرآن میں تبت فرمائیں تو معلوم کریں کہ بعض افعال خدا تعالیٰ نے اس لئے حادث

سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے ابو بکر سے پوچھ کیا وہ مجھ
سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں امام جعفر نے
فرمایا کہ میں ابو بکر کی بزرگی اور فضیلت کا منکر نہیں ہوں
لیکن اس حدیث والی پر لازم ہے کہ اس حدیث کی مثال
کو تکمیل کرے جو حضرت نے حجۃ الوداع میں فرمائی ہے کہ مجھ
پر جھوٹ کی بندش بست ہو گئی ہے اور بہت ہو گئی جو شخص
غمنا مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ روزِ نہ ٹھہرے
جب تمارے پاس کوئی حدیث آئے اس کو کتاب اللہ پر
اور میری سنت پر پیش کر دو کتاب و سنت کے موافق ہو
اس کو قبول کر دو اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہو اس کو نہ
قبول کر دو اور یہ نیز کتاب اللہ کے موافق نہیں ہے کیونکہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں
اس کے دل کے وسوسہ کو اور ہم اس کی شرار کے سچے
اس کے نزدیک ہیں تو کیا ابو بکر کی رضا مندی اور ناراضگی
خدا پر پوشیدہ تھی جو پوشیدہ بھید کو اس نے پوچھا
یہ امر عقول کے نزدیک محال ہے

اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ امام محصور نے فرمایا کہ میں ابو بکر کی فضیلت کا منکر
نہیں لیکن صرف روایت کی سمحت میں عقل اور رائے سے کلام کیا حالانکہ محض وامیات اور نزافات
حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ سوال کرنا ہرگز عدم علم کو متقنی نہیں قرآن
میں مذکور ہے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا۔

وما تلتک بمینک یا موسیٰ
اگر سوال عدم علم کو متقنی ہے تو کیا خدا تعالیٰ نہیں جانتا تھا کہ موسیٰ کے ہاتھ میں کیا ہے اور
اگر سوال سے سوائے تکمیل حاکم کے جو بیشیتر سے حاصل نہیں تھا کوئی دوسری غرض بھی ممکن ہے
تو پھر اس روایت میں کون سا استحضار قائم ہے کہ اس میں سوال بجز عدم علم کے اور کسی عمل پر قبول
نہ کیا گیا۔ بلکہ اگر حضرات قرآن میں تبت فرمائیں تو معلوم کریں کہ بعض افعال خدا تعالیٰ نے اس لئے حادث

کئے تاکہ ان سے بعض امور معلوم فرماوے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

اور یہ دن باری باری سے پھیرتے ہیں ان کو زمین
لوگوں کے اوتار کا فہرستہ ہے اللہ ان لوگوں کو کراہان
لائے ہیں اور تاکہ پوچھنے تم سے گواہ۔

پھر فرماتا ہے۔

اور بھی نہ ظاہر کیا صبر کرنے والوں کو

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمْ يَأْمُرِ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا بِمَنْ تَحِدُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَلِيْحُجَّةٍ

کیا تم کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اور حالِ انہ
ابھی نہ آیا ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کرتے ہیں تم
میں سے اور میں سے سوائے اللہ کے اور نہ رسول
اس کے کے اور نہ ایمان والوں کے دوست ملی

ان آیات کو ملاحظہ فرمائیے اور سوچئے کیا خدا تعالیٰ کو پسند یہ باتیں معلوم نہ تھیں۔ کیا یہ کہ
آیتیں اور آیت سابقہ آیت۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَلَعَلَّهُمْ يَأْتُونَ
بِهِ نَفْسَهُ
اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو اور جانتے ہیں
ہم جو کچھ ضرور کرتا ہے ساتھ اس کے دل اس کا
کی مخالفت نہیں ہے پس یا تو ان آیات میں علم کے حاصل کرنے سے اور سوال کرنے سے کچھ
اور غرض مراد لیجئے، اگر کچھ اور مراد ہے تو پھر حدیث کو امام کا باطل فرمانا غلط ہو یا ان آیات کو بھی
غلط اور متحرف فرمائیے، خدا کے لئے ذرا تو انصاف سے آنکھیں کھول کر دیکھئے کیا حدیث کی
مخالفت کتاب اللہ کے ساتھ یوں ہی ثابت کی جاتی ہے کیا حدیث کی تضعیف اسی طرح
ہوتی ہے کیا کسی امر کو پوچھنا بجز علم کے حاصل کرنے کے اور کسی علم میں سے منہیں ہوتا،
افسوس کو ایسی خرافات خود گھڑتے ہیں اور جناب ائمہ کی حرف نسبت کرتے ہیں، سبحانک
ہذا بہتان عظیم تو اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث بالکل مطابق کتاب اللہ ہے
جس میں سو بھی تفاوت نہیں۔

۱۲) اللہ نے درفلون لقد قوما الودود والعهدة الخ۔ نفع قال الشراح المراد منه ابو بکر واعمر۔
 (۱۳) ان جعفر الصادق قال ولد فی البکر امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابو بکر میں نے مجھ کو دو دونوں
 الصديق مرتین۔ ذوالفقار روایات۔ اگر کتب الخ۔ جہا امام جعفر صادق ابو بکر صدیق کی طرف دو سلسلوں
 سے منسوب ہیں جس پر امام نے فخر فرمایا اور ان کو صدیق کہا۔

منعطف بسبب اگر ان آیات و اقوال ائمہ کو دیکھے تو ممکن نہیں کہ صحابہ کرام کی بزرگی کا اعتراف نہ کرے۔ پس جب کہ آیات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اقوال ائمہ سے اصحاب کا کرام ہونا ثابت و محقق ہو گیا تو اگر بعض محال اقوال و افعال صحابہ یا صاحب تحفہ کی تحقیق سے نہ ثابت ہو تو کچھ حرج نہیں اور فی الحقیقت یہ محض آپ کا خیال اور نرم ہی ہے ورنہ محال ہے کہ اہلسنت کی تحقیق خلاف کتاب ثابت ہو جائے۔

اس الزام کا جواب کہ صحابہ نماز جمعہ میں حضرت کی پیچھے سے چلے گئے

قولہ: چنانچہ اس باب میں مختصر گزارش ہے کہ کتاب اللہ میں اگرچہ بہت سی آیات اس پر دال ہیں مگر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہوں، سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمائیے۔

واذا راولت تجارتا اولعول انفسوا اليها
اور جب تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو سمجھ کو کھٹک رہتا ہے
مگر اس کی طرف چلے جاتے ہیں۔

صحیح بخاری میں کتاب الحجۃ باب اذ انظر الناس عن الامام میں جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں
 بینما نحن نضرب مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبلت غیر تحمل خلعنا فالتفتوا
 الیہا حتی ما بق مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 الا شاعشر رجلا فنزلت ہذا الایۃ
 واذا راوا تجارۃ الحجۃ
 ہر حضرت کے ساتھ خازین تھے کہ ایک قاند
 غم لے کر آیا سب اس حرف متوہر ہو گئے
 اور بارہ آدمیوں کے سوا حضرت کے
 ساتھ کوئی باقی نہ رہا تو یہ آیت نازل ہوئی
 واذا راوا تجارۃ الحجۃ

اب انصاف فرمائیے کہ نماز واجب ہے جس کو احادیث میں معراج مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا منہ بولت کا معیار ہے اور وہ بھی رسول اللہ کی پشت منہ کے پیچھے

۱۴۸۰ قمری ۱۲۰۰ شمسی ۱۸۸۲ میلادی

سے انفضاض کرنا اور آنحضرت کو کھڑا چھوڑنا اور لمبو تجارت میں مشغول ہونا یہ ہی کرامت کی نشانی ہے۔ کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایک ادنیٰ امام کے پیچھے سے قطع کر کے چلا جائے تو آپ اس کے حق میں کیا حکم فرماویں۔ ایک ادنیٰ مومن نماز مستحب کو قطع کر کے خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا کرے تو کوم و دھامت سے زچہ۔

اقول: اگرچہ اس شبہ کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہے لیکن ہم اس جگہ بھی لباس دیگر باضافہ بعض فوائد اس کے رد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ معنی اس اعتراض کا وہ بھی ایک اپنا خیالی قاعدہ ہے جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت مجیب نے تسلیم کر رکھا ہے وہ یہ کہ معصیت مکرمات کو رفع کر دیتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے ان کے لغوہ میثات اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیرہ و معصیت دونوں کفر مفسر نہیں ہے اور مکرمات صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریاق سموم معاصی ہے پس یہ اعتراض اپنی کمال مناظرہ دانی سے خلاف اصول اہلسنت اپنے قاعدہ مسلمہ کی بناء پر کیا ہے پس اس مناظرہ دانی کو افرین ہے کہ آپ ہی ایک قاعدہ تلاش لیا اور خیالی طور پر اس کو مسلمہ خصم سمجھ کر اسی بناء پر اعتراض کر دیا اور حالکہ وہ قاعدہ مسلمہ باعتبار اپنے مذہب کے بھی غلط ہو۔ چنانچہ پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا خاتمہ ہو چکا۔ اب میں ارباب انصاف کی خدمت میں حضرت مجیب کے دعویٰ اجتہاد و تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش کرتا ہوں بغور ملاحظہ فرماویں۔ ہمارے مجیب لبیب نے حدیث بخاری کو اور قصۃ انفضاض کو نماز جمعہ پر محمول فرمایا ہے اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ چلے گئے جو باتفاق اہلسنت و شیوخ غلط اور خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے ہرگز صحابہ نہیں گئے تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطبہ کی حالت میں پیش آیا چنانچہ مسلم کی روایت میں صریح مذکور ہے تو اس لئے سخن نصلی کے معنی سخن منظر الصلوۃ کے ہیں یہ ہی روایت جابر بن عبد اللہ کی جو بخاری کی کتاب التفسیر میں وارد ہے اس میں یہ لفظ نہیں ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت علیہ
یوم الجمعة ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فثار الناس الاث عشر رجلاً
فانزل اللہ واذاروا وتجارة بالہ
تاس سے پایا یہ کہ قصہ حالت صلوۃ کا نہیں لیکن بمقتضا کمال بعض صحابہ کے حضرت

نے بطور اجتماع اس کو حالت صلوۃ پر محمول فرمایا۔ اگر اہلسنت کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو تو ضرور دیکھ کر حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے تو اب بغور سینئے۔ آپ کے رسالہ امامت صدق سے جو میرے سامنے موجود ہے اس کی سند دیتا ہوں۔

فمن ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کان
یخطب علی المنبر فی یوم الجمعة اذ
جاءت غیر لقیش قد اقبلت من الشام
ومعها من یضرب بالدف ویصد ویستعمل
ما قد خطرہ الاسلام فترکوا النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ علی المنبر و انفضوا منه الی
الہو واللعب و رغبۃ فیہ و زہذا فی سماع
موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ و ما تیلو
علیہم من القرآن فانزل اللہ عز وجل
فیہو و اذ اراوا تجارتہ الخ۔
مبطل اس کے یہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت
منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ قریش کا
ایک قافلہ شام سے آیا اس کے
ساتھ میں کچھ لوگ دف بجاتے تھے کچھ
زفیلی تھے اور منابی شرعیہ استعمال
کرتے تھے تو حضرت کو منبر پر
چھوڑ کر دغ و لغویت سے
من موڑ کر لمو و لعب کی طرف
چلے گئے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے
یہ آیت نازل فرمائی۔

آپ کے حضرت صدوق صاحب کی شہادت سے بھی ثابت ہوا کہ یہ قصہ نماز میں واقع
نہیں ہوا پس اب بھی محقق ہوا کہ آپ کا اجتہاد غلط ہے۔ اور یہ لفظ تفسیر مجمع البیان جو اس
وقت میرے سامنے رکھی ہے اس میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

و روى عن ابی عبد اللہ انہ قال انما
الیہا و ترکوا کما مات خطب علی المنبر
امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا اس کی
طرف چلے گئے اور تجھ کو منبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ
پڑھتے ہوئے چھوڑ گئے۔

علاوہ ازیں دوسرے قاعدہ کی رو سے بھی یہ خلاف قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہے اور
محض قواعد شیخ پر اس اعتراض کی بناء پر شرح اس اجمال کے یہ ہے کہ حسن و قبح اشیاء عند الشیوخ
عقلی ہے اور عند الاشاعره شرعی۔ تو نماز میں سے یا خطبہ میں سے چلا جانا عقلاً عند الشیوخ قبیح ہے
خواہ منی شرعی وارد ہو یا نہ ہو۔ اشاعره کے نزدیک جب تک منی وارد نہ ہو اس پر اطلاق یہ قبیح
کا نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک اس فعل کے منی وارد ہونا ثابت نہیں تو اس لئے صحابہ نے کوئی
امر قبیح اور منی عند نہیں کیا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں جو حالت قبیح ہے

ممانعت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی عنہ ہونے کی زیادہ تقویت ہو گئی ورنہ ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اسٹھے کا قعدہ کیا تھا یا اسٹھے تھے آپ ممانعت فرما دیتے تو اس کو اس زمانہ کے ادنیٰ مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اس وقت بسبب ورود منی کے قبیح ہو چکا ہے اور اس وقت میں بوجہ عدم ورود منی کے قبیح نہ تھا ومن ادعیٰ فعلیہ البیان مہذا اگر بالفرض والتیم نہ منی بھی وارد ہو چکی تھی اور سنہ غایہ فعل قبیح ہی تھا اس کے علوم میں وہ اصحاب بھی تو داخل ہیں جن کو محیب لبیب نے بر خلاف شہادت قوم کرام سمجھ رکھا ہے علی الخصوص عموم روایت صدوق نے تو کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑا۔ پس اس اعتراض کا جواب اپنے صحابہ کرام کی طرف سے عطا فرما دیں گے وہ ہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرماویں اور حسب روایت اہلسنت بارہ شخص مستثنیٰ ہیں جو عشرہ مبشرہ اور اہل اہل اور ابن مسعود ہیں لیکن شیعوں کی روایت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں۔ ائمہ سے لے کر صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرمائیے وہ کرام کون ہیں جو باقی رہے اور جن کو آپ کرام سمجھتے ہیں اور لوم اور ملامت سے بچے ہوئے ہیں اسی یہ صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت کی لوم و ملامت سے تو تمام بزرگان دین بچے ہوئے ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم و ملامت سے بچنا محال ہے کہ اس سے انبیاء اور ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا جائے یا باقی رہ گئی کہ آپ نے نماز کو معراج المومنین اور محل مناجات پروردگار فرمایا اور اس سے چلے جانے کو مستحبی لوم و ملامت قرار دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے استبصار کی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔

الحسین بن سعید عن فضالة
عن معاوية بن عمار قال سألت
ابا عبد الله عليه السلام عن الرجل لعبث
بذکره في المسلوقة المكتوبة فقال
لو باسعد

میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز معراج امومن ہے جن میں ذکر سے کیسیں اور اسی کا نام محل مناجات ہے اور اس کے قطع کرنے سے لوم و ملامت سے نہیں بچتا سبحان اللہ اگر وہ نماز یہی ہو تو ایسی نماز کو امام ہے ہمارے مقابلے میں تو وہ محل مناجات اور معراج ہو اور قطع نظر اس سے وہ یہاں فعل جو جاوے کہ اس میں ذکر سے کہیں بھی بڑا ہو۔

صحابہ کرام کے متعلق شیعہ مغالطوں کا جواب

قولہ: اما حدیث پس بخاری کی کتاب حوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ فرمائیے بہت سی احادیث میرے قول کے مصداق پائے گا بخوف طوالت عرض نہیں کرتا۔
اقول: اس جگہ تو حضرت مجیب نے کمال ہی تجربہ ظاہر فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ اجمالی طور پر بیان کیا ہے اس لئے جواب بہ پیرایہ اجمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اغراض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو صحابیت کے معنی سے اغراض سے شاید لغوی معنی پر اعتراض کا دار و مدار رکھا ہے واضح ہو جب کہ اہلسنت کے نزدیک صحابیت کے لئے خاصہ نمک بقاد ایمان مشروط ہے تو ممکن نہیں کہ بخاری کی کتب مذکورہ کی احادیث معینہ آپ کے قول کے مصداق ہوں اور بغرض محال اگر تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپ نے اپنے مقبولین کی طرف سے تجویز کر رکھا ہے وہی جواب سب کی طرف سے قبول فرماویں۔

قولہ: اما اقوال صحابہ بخاری کی کتاب الاحکام دیکھئے اس میں اجماع کی کیفیت معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ متعلقہ کتاب اللہ بھی دیکھئے گا۔

اقول: میں بخاری اور اس کی کتاب الاحکام دیکھ چکا اجماع کی کیفیت معلوم ہے مسائل متعلقہ کتاب اللہ بحوالہ وقوف معلوم کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا سامی حاصل شدہ نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں یہ گول مول تقریریں قابل بحث و التفات نہیں ہاں اس قدر کہ حاضر در ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب صحابہ سے پُر اقوال ائمہ اور ان سے مناقب میں بے شمار ہیں چنانچہ ایک شمر ان کا اقوال سابقہ میں ظاہر کر چکا ہوں جو ان کے تتبع سے حاصل ہوا تھا۔

قولہ: اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے فقلت قتل اللہ سعد بن عبادہ بھی ملاحظہ اقدس میں گزرے گا اور قتل اللہ کے معنی آپ جانتے ہی ہوں گے۔

اقول: یہ کلمہ نہ نے دیکھا اور قتل اللہ کے معنی بھی معلوم ہیں۔ لیکن جناب کا اس سے کیونکر عتاب ثابت ہوا حضرت کے نزدیک تو جب کہ سعد بن عبادہ اپنی امامت کا مدعی ہوا اور امام برحق کی امامت کا منکر ہوا تو کافر ہو چکا معاذ اللہ پھر جس قدر تخریج کی جائے اور جس قدر امانت

کی جائے بجائے خود ہے کیونکہ بوجہ کفر کے کوئی احترام باقی نہیں رہا اور اہلسنت دون الکفر کسی مصیبت کو ملاحظہ کر موت صحابیت باعث انحطاط نہیں سمجھتے تو ایسے اقوال کو ان کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ایک خیال خام ہے۔ مہذب اس جملہ سے یا مرد اخبار ہے یا انشاء اگر اخبار مراد ہے تو کچھ قابل گرفت نہیں کیونکہ اخبار صحیح مطابق نفس الامر ہے بایں معنی کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا کہ اس کا مدعا جو خلافت حق حاصل نہ ہوا اور اگر انشاء ہے تو چونکہ سعید بن عبادہ سے اس وقت نصرت حق ترک ہوئی اور ایسی خطا سرزد ہوئی تھی جس سے اسلام میں وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا اس لئے خلیفہ ثانی نے ان کو بدعادی پس نہ کچھ الزام خلیفہ دوم کی طرف ہے نہ سعید ابن عبادہ کی طرف۔ صرف باعث اس کا عناد و بغض صحابہ ہے کہ جن سے محاسن بھی قبائح نظر آتے ہیں۔

وعین الرضا من كل عيب كيلة ولكن عين السخط بتدبى المسايا
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات حضرت امیر کے حق میں فرمائے اور مطہادی اہل بیت
ساتھ میں مذکور ہوئے ان کا اور ان کلمات کا اپنی عقل والصفات کے میزان میں موازنہ کر لیجئے
اور پھر اعتراض کیجئے۔

شہید مصنف کا صاحب تحفہ حضرت شاہ عبد العزیز کے نام سے منعالطہ دینا

قولہ: آپ تحفہ کے باب مطاعن کو ملاحظہ فرمائیے اور مطاعن عمر میں سے طعن دوم نکالئے، میں بغیر مطلب فقرات لکھتا ہوں آپ اصل کتاب کو دیکھ کر مطابق کر لیجئے۔ آپ کے خاتم المدینہ فرماتے ہیں واگر مرد الایمان از قصد تحویل و تشدید زبانی ست و گفتن انیکہ من خواہم سوخت پس وجہش آنت کہ این تحویل و تشدید کسائی را بود کہ خانہ حضرت زہرا را ملجا و پناہ ہر صاحب خیانت دانستہ و حکم حرم مکہ معظمہ دادہ و آماج جمع می شد نہ و فتنہ و فساد منظور میداشتہ و برہمزدن خلافت خلیفہ اول بہ نکاشا و شور و فساد انگیز قصد میکردند حضرت زہرا پر ازین فتنہ و بغاوت آہنا کدر و ناخوش بود لیکن بسبب کمال حسن خلق باہما بے پردہ نمی فرمود کہ در خانہ من نیامدہ باشند عمر بن خطاب جو بدیکہ حال برین منوال است آنجماعت را تشدید نمود کہ من خازرا بر شام خواہم سوخت و تخصیص سوختن درین تشدید ہمیں بر استنباط دقیق است از حدیث پیغمبر کہ آنحضرت نیز در حق کھانیکہ و جماعت حاضر می شدند و با امام اقتدا نمیکردند و ہمیں قسم ارشاد

فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت باز نخواہند آمد من خائلا ابر الایمان خواہم سوخت و چون ابو بکر نیز امام منصوب کردہ پیغمبر بود در نماز و آئین ترک اقتداء آن امام بحق خاطر خود می اندیشید و رفاقت جماعت مسلمین درین باب نمیکردند مستحق تہان تشدید پیغمبر شدند پس این قول عمر شاہ است بفعل پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور او عرض نمودند کہ ابن خطلہ کیکی از شرعائے کفار بود و بار بار بہ ہجو پیغمبر در اشعار خود روی خود را سیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ بردہ و در پردہ ہائے آنجا تجلی آشیاء خود را پنهان ساختہ در باب او چہ حکم است فرمود کہ او را ہما نجا بخشید و پاس نکند و ہر گاہ ان قوم مرد و دان جناب الہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ حضرت زہرا پناہ باید داد و حضرت زہرا اگر از مردان و ان اشعار فساد پیشہ مکرر کرد کہ تخلتو با خلق اللہ شیوہ آن پاکستیت بود انتہی بقدر الحاحیہ اگرچہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی اور تشبیہ المطاعن میں ہر قول بیچ ساطعہ رو کیا گیا ہے مگر اس مقام میں حضرت مجیب کی خدمت میں صرف اس قدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام تھے اور کتاب اللہ ان کے فضائل سے پر ہے اور اقوال و عترت ان کی مدائح میں بے شمار و اردیں جیسا کہ قول آئینہ میں آپ فرمائیں گے تو یہ لوگ صاحب خیرات اور اشعار فساد پیشہ و این قوم مرد و دان جناب الہی جو خانہ حضرت زہرا میں جمع ہوتے تھے کون تھے صحابہ ہی میں سے تھے یا یہود و نصارا و مشرک وغیرہ تھے۔

مثالب صحابہ میں عبارت تحفہ کی توجہیہ

اقول: اس جگہ بھی مجیب لیب نے حسب عادت قدیم وہی اعتراض بابت مثالب صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جس کا جواب ابجاث سابق میں مکرر دیا جا چکا ہے لیکن چون کہ بہ نسبت اجمال و تمہیت کے تفصیل و قصدیت کا جدا رنگ ہے اور خالی از زیادت و قوائد نہیں اس لئے اس جگہ بھی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن بطور مقدمہ چند امور ملحوظ خاطر سامی رکھیئے ۱۔ سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہیں رہا کوئی مصیبت دون الکفر فضل صحبت کو رفع نہیں کرتے اس بلنگام مصلحت کلی مثلا جبکہ امور مہمہ میں اختلاف کا اندیشہ ہو تو اس فضل کا لحاظ نہیں کیا جاتا ۲۔ ابو بکر صدیق خلیفہ راشد اور امام بحق تھے وہ مشابہت ایک شے کی دوسری شے کے ساتھ کسی خاص فعل میں اس کو مقتضی نہیں کہ مشابہت اور مشابہ جمع امور میں مشارک اور مساوی ہو جاویں اگرچہ یہ مقدمات سابقہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت و

منتہی ہیں لیکن اس جگہ مجھ مسئلہ اہلسنت ذکر کئے گئے ہیں پس واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپ مدعی نبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم ہے کہ آپ یہ ثابت فرمائیں کہ یہ لوگ صرف صحابہ ہی تھے سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں نہ تھا جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں گے آپ کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا کیونکہ مانع کو پہنچنا ہے کہ وہ اس انحصار کو تسلیم نہ کرے اور کہے کہ لازم کہ یہ کل صحابہ ہی تھے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین اکابر عبداللہ بن سبا فتنہ انگیز بھی اس میں شامل ہوں کہ جن کو شب و روز اسلام کی درجہ و برتری کا خیال مرکوز خاطر رہتا تھا اور جب ان کا مشغول محفل ہوا تو ہم کہیں گے کہ یہ طعن صرف انہیں منافقین کی طرف سے متوجہ ہے جو باعث اشتغال و فساد تھے اگرچہ روایت ازالۃ الخفاء سے وجود حضرت امیر جمعی از بنی ہاشم معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبارت نفی غیر قطعاً دلالت نہیں کرتی اور چونکہ بزرگ سبب اس کے کہ ان سے مشورت خلافت صدیقی نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اس کی مستولی تھی نہ یہ استحقاق میں متاثر تھے منافقین نے موقع پا کر اس کو زیادہ مشغول کیا اور چونکہ اصل بناء اس اجتماع کی وہ ہی ناخوشی اصحاب تھی اور منافقین باہر موشگ دوانی کر کے صرف باعث زیادتی اشتغال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع ایسے بزرگوں سے زیادہ تعجب انگیز تھا تو ایسی روایت میں صرف ان ہی حضرات کے نام پر لکھنا کی گئی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا کہ ان کا شریک ہونا ایسے امور میں برہمی ہے کہ قدیم سے اسلام و اہل اسلام کے ساتھ ان کا یہی دیر و رہا ہے۔ ثانیاً اگر سیاق عبارت میں تو جہ سے بظہر قائل و یکجا جاوے تو معنی ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردودان جناب الہی ہرگز بھی صحابہ پر راجع نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں آپس و حبش آنت کہ این تخریف و تمہید یک فی را بود کہ خانہ زہرا علیا رہنا دہر صاحب خیانت و انت لفظ دانستہ معنی واضحی ہے اور اس کی ضمیر راجع ہونے مان ہے تو اگر صاحب خیانت سے مراد صبیحہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ وہ خود ہی اپنے آپ کو صاحب خیانت جانتے و اسے ہوں اور یہی اہلسنت ہے بلکہ حاصل معنی یہ ہے کہ ان صحابہ نے جو جمع ہوتے تھے حضرت زہرا کے خانہ بركات آشیانہ کی نسبت یہ خیال کیا کہ جو شخص خیانت کرے اس میں مستحکم ہو تو یہ بوجہ عظمت و سزا و وجود حضرت سیدہ زہرا علیا کے طبا و مامن ہی ہوگا اور جو نے تو بزرگ خود کوئی خیانت نہیں کی ہے اور اسی طرح کلمہ مردودان جناب الہی صحابہ پر گز نہیں اطلاق کیا گیا بلکہ دین خصل اور اس کے ان ہم جنسوں

پر اطلاق کیا گیا ہے جن کو خانہ حرام محترم کعبہ میں پناہ سنیں علی جملہ درخانہ خدا پناہ بنا شد جو منقول مذکور ہے وہ اس کی دلیل اور اس پر تکرار ہے تو تقدیر عبارت اس طرح ہے وہ کہہ گاہ این قسم مردودان جناب الہی را کہ از ہجو بیغیر روئے خود سیاہ کردہ و چنان و چنین کردہ درخانہ خدا پناہ بنا شد آسمانہ کہ از اطاعت امام حق انحراف در زیدند ز مشور تہائے میبج فتنہ و فساد میکردند بخانہ زہرا چرا پناہ باید داد تو اس سے واضح ہوا کہ اطلاق لفظ مردودان جناب الہی کا صرف ابن خطل اور اس قسم کے لوگوں پر ہے کیونکہ جب دو صنفیں جدا جدا ہیں اور حکم بھی ہر ایک کا علیحدہ ہے کہ ایک صنف کے لئے عدم لمباثیت کعبہ کی ہے اور دوسری کے لئے عدم لمباثیت خانہ زہرا کی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ایک کو دوسری پر محمول کر کے وہ کلمات جو ایک کے حق میں اطلاق کی گئی اس میں دوسری کو بھی شامل کیا جاوے کیونکہ تشابہ فی الجملہ جمیع امور میں مشابہت کو مقتضی نہیں غرضیکہ جب اہلسنت کے نزدیک صحابہ معصوم نہیں اور صدور مصیبت جائز ہے تو اس مصیبت کی نسبت طعن بطور استبعاد کرنا یا کسی امر اسم کے انتظام و اصلاح کے لئے کوئی امر کیا گیا ہو اس کی نسبت تفتیش کرنا محض عدم تدبر اصول کی وجہ سے ہے کیا معلوم نہیں کہ حضرت امیر کے زمانہ کے واقعات تو بہر حال اس سے بڑھ کر ہیں باوجود اس کے اہلسنت نہ ان کو مطلقاً کرتے ہیں نہ ان کو ملامت کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ نے جو کچھ اپنے زمانہ خلافت میں انتظام کیا حق کیا مخالفین خطا پر تھے لیکن معذور حق تعالیٰ ان کی خطائیں حسب وعدہ بخشے گا علی الخصوص ایسے امور میں کہ جس کی نظیر اور مقیس علیہ موجود ہو اور شارع کی طرف سے اس میں اسی قسم کی تہدید کی گئی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا با این ہمہ حضرات شیعوں بھی تو جن اصحاب کو کرام اعتقاد کرتے ہیں ان کو مہر ترین اور خائنین اور امثال ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہیں بلکہ بعض اثر معصومہ تک بھی خیانت کا الزام لگاتے ہیں پھر جو کچھ اس کا جواب تجویز کر رکھا ہے وہ ہی ہماری حرف اسے سمجھ لیں۔

شیعوہ مصنف کی فریب دہی

قولہ: تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ اگر بیچارے شیعہ بعض اشخاص کی شان میں جنسوں نے موقع و فرصت پا کر و تدابیر ملکی کر کے حکومت و ریاست کر لی و تجزیہ و تکیف و تفریق رسول کی حرف بھی متوجہ نہ ہوئے اور بعد میں المہیت کو بجائے تسلی و تسفی اور تعزیرت کھ

اقول: اس عبارت میں بلکہ آخر قول تک حضرت حبیب نے جھگڑا جو کچھ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی آنکھوں کو بغض و حسد کی میل سے کو کر کے جو کچھ ناشائستہ گفتگو فرمائی ہے، ہوا اس کے ترکی جزی جواب میں حسب التزام اپنی زبان آلودہ کرنا نہیں چاہئے اس لئے اس کے جواب سے اعراض و اعماض کر کے اصلی جواب کی حرث عنان توجہ پھیرتے ہیں۔ تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ حبیب لیبیب بایں ہمہ ادعاۓ انصاف و دانش ان بیچارے شیخ کے راضی اور کاؤ اور بے دین ہونے میں متدد ہوں جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کو کافر ابلیس سے دو چند و سر چند کہا، ان کو خائن اور تارک واجب بنایا، اصحاب مقبولین کو مکرر اور مضروب من اللہ اور جہنمی قرار دیا، اہل بیت و حضرت طاہرہ کی دوستی کے پردہ میں ان کی اہانت و تذلیل کے وہ مضمون تراشے کہ ابلیس و دجال کو بجز خجالت و شرمندگی میں غوطہ زن کر دیا، اور ذات پاک خداوندی پر تو وہ وہ ہنہشیں باندھیں کہ ایک مٹی کا پتلا بنا کر جھگڑا دیا، جو حضرات کی غصہ چلبہ وہی لے تو اگر اسی کا نام دلا، اہلیت ہے تو یہ دلار شیعیان پاک ہی کو مبارک رہے کیا انصاف و دینداری سے کہ ہمارے مقابلہ میں تو انبیاء و ائمہ معصومین اور طاہرین ہوں اور اصحاب کرام کسلاویں اور جب اپنے اعتراف فاسد و متعلق ہوں یا بدوین مخالف قابل ان کے شیون بیان ہوں تو معاذ اللہ نقل کفر کتبہ نباشد جیسا آپ کے صدوق وغیرہ فرماتے ہیں انبیاء کفر و فحاشہ ہوں، انہ خائن اور تارک واجب اور معین علی الشکر و النضال ہوں اور اصحاب کرام برترین و معضوب صیہو ہنھریں اور باوجود ان باتوں کے اہلیت پر زبان درازیاں، روایات ان مضامین کی گذشتہ جانتے

اس طعن کا جواب کہ صحابہ تجزیہ و تکفین حضرت کیسے متوجہ نہ ہوئے

اسم تجنیہ و تکفین رسول صلعم کا الزام اولاً مشترک ہے کیونکہ یوم انتقال سے حضرت تیسرے روز دفن ہوئے پس اگر صحابہ تدابیر ملکی کے فکر میں مشغول تھے تو اہل بیت کس کام میں مشغول تھے جو نقش کوئین روز تک دفن نہیں کیا اگر یہ کہیں کا غم میں مبتلا تھے جس کے غلبہ میں کچھ نہ کر سکے تو یہ بالکل غلط اور البہ فریب بات ہے بقول حضرات شیوعہ کے اہلبیت میں سے تو حضرت کے غم میں کوئی بھی بے ہوش نہیں تھا کسی کو اپنی غصب خلافت کا غم تھا کوئی اپنی میراث و فدک

کے اندوہ میں معاذ اللہ مجاہدین و انصار میں در بدر پھر رہے تھے اور اس کے پیچھے نہ مصطفیٰ کے غم کا خیال تھا نہ مرتضیٰ کی ابرو کا پاس تھا تو جب اہل بیت کا بھی یہی حال تھا تو جو الزام آپ صحابہ کو دیتے ہیں وہ ہی اہل بیت کی طرف راجع ہوتا ہے۔ مثلاً مثلاً خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر بگڑنے اور متعفن ہونے سے پاک و منزه تھا تو اس لئے دفن کی عجلت کی ضرورت نہیں ہے اور امر خلافت میں اگر اختلاف واقع ہوتا اور جس طرح انصار کا ملنا تھا اسی طرح خلافت متفرق ہوتی تو اندیشہ برہمی اسلام تھا اس لئے اس کو مقدم کیا گیا۔ ثالثاً ایک کام کی طرف سب کا مجتمع ہونا ضروری نہیں جب اہل بیت اس کے متولی اور مشغول تھے تو اوروں کی حاضری و شرکت چنداں ضروری نہیں تھی اس لئے وہ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے۔ رابعاً حضرت امیرؓ کے کام سے جس کو آپ کے صدوق نے خصال میں روایت کیا ہے جو اس وقت میرے روبرو حاضر ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و تکفین میں صحابہ کو خود حضرت امیرؓ نے ہی دانستہ شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیرؓ کا صحابہ کو شریک نہ کرنا بوجہ کمال محبت کے تھا نہ یہ کہ صحابہ ہی تدابیر ملکی میں مشغول رہ کر شرکت و حاضری سے باز رہے تھے۔

حدثنا ابی محمد بن الحسن بن احمد بن اسد بن محمد بن یحیی العطار رضی اللہ عنہما قالوا حدثنا سعد بن عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبہ عن حارث بن المغيرة عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جئنا لوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الی امیر مومنین علیہ السلام دفن فاطمة علیہا السلام فی حدیث خویش قال لعلما فیہ اماما ذکرتمانی فی حدیثکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فاته قال یرید و عدو فی غیرک و ذہب بصر فلان لا و ذکیابہ مذہب

امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت فاطمہ کو دفن کیا جاتا امیرؓ کے پاس آئے۔ اس کا قصہ طویل ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جناب امیرؓ نے ان سے کہا کہ یہ جو تم نے شکایت کیا کہ میں نے تم کو حضرت کی تجزیہ و تکفین میں حاضر نہ کر شریک نہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ میرے مکر کو سونے یہ جو دیکھے گا اس کی بینائی جاتی رہے گی۔ پس میں نہیں تھا کہ تم کو یہ ایذا پہنچاؤں۔

یہ حدیث نص صریح ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجزیہ و تکفین سے قاعدہ نہیں کیا بلکہ حضرت امیرؓ نے ہی بنظر خیر خواہی ان کو شریک نہیں کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیرؓ کے اس جواب محبت آمیز کے کیا معنی تھے۔ اگر ان کی طرف سے کوئی نامی ہوتی تو حضرت امیرؓ یہ فرماتے کہ تم خود ہی اپنی تدابیر ملکی میں مشغول رہ کر حاضری و شرکت سے باز رہے میں نے تم کو شرکت سے کب منع کیا تھا جو آج شکایت لے کر آئے علاوہ اس کے اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ یہ لوگ خود حضرت کی تجزیہ و تکفین میں شریک ہونے سے باز نہیں رہے۔ دوم یہ کہ حضرت امیرؓ نے بنظر خیر خواہی شریک نہیں کیا۔ سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ ان کی تکلیف گراں بار خاطر حاضر حضرت امیرؓ تھی۔ چہاں یہ کہ یہ حضرات کافرو فاسق و غاصب و ناکث نہیں تھے ورنہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت امیرؓ کو باوجود ان اوصاف کے کہ جن کی نسبت ذاعلم کلینم ارشاد ہے ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔

احراق بیت کی دھمکی کا جواب

(۴) اہلبیت کو بجائے تعزیت کے گھر جلانے کی دھمکی کے، میں لیجئے اور حضرت شہید نے کون سے فرد پر افراد اہل بیت سے حضرت کا غم باقی چھوڑا ہے۔ افسوس جس کا ایسا باپ انتقال کر جاوے یا جس کا ایسا مربی وفات پا جاوے ان کو چند خرما کے درختوں اور تنہو درمی سی دنیاوی ریاست کے چھین جانے کا وہ قلق ہو کہ اپنے باپ یا مربی کے غم و اندوہ کو بیگنت طاق نسین میں رکھ کر ان درختوں کے پیچھے مجمع کفار و منافقین میں در بدر پھریں بھلا کوئی عاقل کے لگا کہ ان کو اپنے باپ کا یا اپنے مربی کا غم ہے معاذ اللہ من ذلک مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ سیر بن قیس بلانی سے بروایت سلمان نقل کیا۔ فلما کان اللیل حمل فاطمة علی حمار و اخت بیڈی الحسن والحسین علیہما السلام فلم یجد احد من اهل بدر من المهاجرین والانصار و اتاہ فی منزل و ذک حنفہ و دعائی نصرت فاستجاب لہ الاربعۃ و اربعون رجلا فامرہ ان یصبحوا محلقین رؤسہم معهم سوا حنفہ علی ان یأیعوہا موت فاصبحوا ذلک و منهم زید وربعۃ فقلت لسلطان من الاربعۃ

قال انا والبوذرو للقداد والنزير بن العوام.
دوسری روایت سینٹ ابن میثم شارح منہج البلاغۃ اپنی مختصر شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے اس کتاب کی شرح میں جس کا شروع یہ ہے۔ ومن کتاب لہ الی عثمان بن حنیف وهو عاملہ علی البصرة وقد بلغہ انہ دعی الی ولیة قوم الہ لکھا ہے۔

وذلك قرية كانت لرسول الله خاصة
صالح اهلها على النصف بعد فتح خيبر
واجتمع الشيعة على انهما اعطاهما حصة
عليها السلام في حياته فلما ولي البوكر
الخلافة عزم على اخذها منها فارسلت
اليه تطلب ميراثها من رسول الله وتقول
اعطاني قدك في حياته واستشهدت على ذك
علياء واما من قتلها اعداها فاجابها عن
الميراث بخبر رواه نحن معاشر الانبياء
نورث ما تركنا فهو هذقة وعن دعوى
ذلك انها لم يكن للنبي صلى الله عليه
وسلم واهل بيته ما اوله للمسلمين في
يد يجل به الرجايز وينتفع في سبيل
الله وانا اليه كما كان يليه فلم بلغها ذلك
لوثت بخمارها واقبلت في مة من حقد
ولسنا قومها لظاني ذينعنا حتى دخلت عليه
وصعد جل مهاجرين وروند راي اخوانا
میں جیتی ہوئی نہیں اور ابو بکر کے پاس اس میں دغل ہوئیں جس میں اکثر مجاہدین اور انصار حاضر تھے۔

ہمارے عجیب مضغ مزاج نے روایت ازاد الخی کو جس میں اجتماع حضرت علی وزبیر وغیرہ کا بیت فاطمہ کے دینی فرمایا تھا تو یہ روایت کہ جس میں معاویہ نے توبہ لکھ دینی

طلبی کی غرض سے حضرت معصومہ کا مجامع فثاق و فجار و کفار و اشترار میں پھر نامہ کر رہے کس درجہ کی بے دینی بلکہ کون سا درجہ جو بے دینی سے بالاتر ہے قرار دیں گے، غرضیکہ جب اہل بیت طاہر و میں سے کسی کو حضرت کے انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو تعزیت اور تسفی کسی کی کرتے، (ثانیاً) پیش گزارش ہو چکا کہ اہل بیت کو گھر جلانے کی دھمکی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حق کے برہم کرنے کے مشورہ کرتے تھے ان پر گھر جلانے کی دھمکی دی تھی جو عین اتباع پیغمبر تھا پس اگر ہمت اور حوصلہ ہو تو بسم اللہ شرعاً اس کی برائی ثابت کیجئے اگر یہ ایک برائی ثابت ہوگئی تو انشاء اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی نسبت دس گنا زیادہ ثابت ہوگی۔

خاندان حضرت علیؑ پر صحابہ کی طرف سے زیادتیوں کی من گھڑت داستانیں

(۵) امرت حرج کے غم و دستم اور اقسام اقسام کی جوہر و جفا اور انواع انواع کے آلام و مصائب جن کا اہمیت اظہار پر واقع ہو نا طحابہ کے دست تقدس سے بیان کیا جاتا ہے اور جن کی مجملہ تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر کے ساتھ غدر کیا اور پرانے کیسوں سے اپنے سینوں کو بھرا اور خلافت کو غضب کیا اور فدک کو چھینا اور معافی کی سند کو بچھاڑ ڈالا اور معاذ اللہ حضرت امیر کے گلے میں رسی ڈال کر جبراً بیعت ان سے لی اور ان کے قتل کے درپے ہوئے اور حضرت سیدہ کے گھر کو جلایا اور معاذ اللہ حضرت سیدہ معصومہ کے پہلو مبارک پر لٹک کر صدر مہنچایا اور حمل ششماہر حضرت محسن کا اپنی ضرب کے صدمہ سے گرایا حضرت سیدہ معصومہ کے دشمنوں کو منبروں پر علی الاعلان تمت فاحشہ کے ساتھ متم کیا اور بیت کی لڑکیوں کو غضب و عدوان کے طور پر لے گئے قرآن تحریت کیا، پیغمبر کے دین کو بدل ڈال چنا پڑ کھینی اور قحی اور طوسی نے اپنی تالیفات میں اور مجلسی نے بحار اور حق البیقین اور حلاء العیون میں ان کی تفصیل لکھی ہے اور مولانا حیدر علی بعد نقل فرماتے ہیں و این ہمہ کہ گفتہ بے شائبہ انرا حق حریفی از ان کتابها و لفظی از ان خطابها و سنگی از بیستون و قطرہ از چو و خوشہ از خم و گلی از گلش است اور یہ محض افتراء و مہتان اور ترش خراش حضرات اکابر امامیہ کی ہے حاشا کہ جن منت کے یہاں اس کا نام و نشان بھی ہو پس اہمیت کو ایسے

موضوعات و مفتریات سے الزام دینا اپنے علم و عقل و انصاف کو رسوا کرنا ہے، اور بانی ہونے سے اگر سبب قریب مراد ہے تو اس کے بانی حسب اصول شیعہ حضرت امیر اور حضرت حسین اور تمام بنی ہاشم اور صحابہ مقبولین امامیہ ہیں کہ ان کی خاموشی اور مدابہت اور جہن اور مسامحت نے تو یہ نوبت پہنچائی کاش ان فسادات کو عباس کے پرنا لہ کے برابر وقت کی نظر سے دیکھتے یا ابوبکر اشجع کے ہم جنب سمجھتے امنوس کہ قوم عاد کو تو یہ ضرورت جاکر تین بے دریغ کریں اور یہاں اسلام خراب ہو اور اہل بیت ذلیل و خوار ہوں اور حضرت فاطمہؓ جلالتیں اور ام کلثومؓ جلالتیں اور کان پر جوں تک نہ چلے معاذ اللہ، اگر سبب بعید مراد ہے تو پھر خود ذات پاک خداوند تعالیٰ شانہ جو تمام علل العلل اور مسبب الاسباب ہے اسی کو بیچے بیچارے خلفائے نے کیا تصور کیا کہ وہ بیچ میں سے پکڑے گئے۔

حضرت عباس اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر سے بیعت کریں آپ نے قبول نہ کیا

(۱) خلافت صدیقی بحول اللہ تعالیٰ حسب وعدہ خداوندی جس کی حرف اوپر اٹھا لیا گیا ہے قائم ہوئی اور مہاجرین و انصار نے اس کو بسر و چشم قبول کیا، اہل بیت نے اس پر اقدام نہیں کیا اور کیونکر کرتے وہ جانتے تھے کہ یہ حق صدیقی ہے پھر کیونکر اس پر اقدام کرتے، منہج البلاغہ میں خصبہ مذکور ہے کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں آپ نے منظور نہ فرمایا تو یہ انکار یا بوجہ خوف ہے اور یہ محال ہے یا بوجہ اس کی کہ اپنا حق نہیں سمجھتے تھے وہ وعید المدعا فثبت انہا حق الصدیق۔ تو یہ کتنا کہ مجزاجہم کے کوئی دلیل عقلی و نقلی و عینی نہیں غلط محض ہے خطبہ پنج ابلاغہ سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔

خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

وہم کلامہ لہ علیہ السلام: لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خاضع العباس رحمہ اللہ و ابوسفیان بن حرب فی ذی القعداء بالحدود

ایہا الناس شفقوا امواج الفتن بسفن النجاة و عرجوا عن طریق المناقرت و وضعوا یتجان المفاخرۃ افلح من نہض بجناحہ او استسلم فاراح ماء الجن و لقمة یغص بہا کلہا و مجتنی الثمرۃ لخیار وقت اینا عہا کالزراع بغیر ارضہ فان اقل یقولوا حرص علی الملك و ان اسکت یقولوا اجزع من الموت ہیہات بعد اللتیا و الی کیف اجزع من الموت واللہ لا یمن ابی طالب انس بالموت من الطفل بشدی امہ بل اسند مجت علی مکنون علم لو بحت بہ لوضطربتم اضطراب الورشیۃ فی الطوی البعیدۃ۔ انتہی

اب میں اس خطبہ کا ترجمہ بطور شرح کے لکھتا ہوں خیال و توجہ کے گوش اس طے متوجہ فرمائیے (۱) منہجکام وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ حضرت عباسؓ اور ابوسفیانؓ نے آپ سے آپ کی خلافت پر بیعت کی درخواست کی، اور یہ عباس کی درخواست اس وقت تھی جب کہ حضرت ہشامؓ و غل جسد مطہر میں مشغول تھے چنانچہ علامہ کنزوری نے سینا مصری میں فاضل مدائنی اور جلالی اور صاحب فتح السبل سے نقل کیا ہے حضرت علی علیہ السلام و بعض بنی ہاشم تجہیز و غل جسد مطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشغول بودند پس عباس از علی گفت کہ دست خود را دراز کن تا با تو بیعت کنم تمام دمان خواہند گفت کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہم رسول خدا را بیعت کرد پس اختلاف خواہند کرد و بر تو دو کس حضرت علی علیہ السلام در جواب گفت آیا طمع خواہد کرد اے عم درین امر طمع کنندہ بغیر من عباس گفت قریب است کہ خواہی دانست پس درنگ نہ کن کہ خبر ما آمدند کہ انصار سعد بن عبادہ را نشانیدہ اند کہ با او بیعت کنند و ہم آمد و ابوبکر بیعت کرد و سبقت برد بر انصار باین بیعت ابن ابی الحدید میگویہ پس علی تا دم شد بر اینکہ بیعت عباس را نکر گفت رانقی نست لاعن از زلعین، انوار شاد فرمایا اے لوگو فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے بھاڑو اور آپس میں نفرت ڈالنے کے رستے سے بچو اور باہمی فتنہ کرنے کے تاجوں کو تار رکھو، یعنی عداوت کا لینا جو ناحق طور پر ہوگا فتنوں اور آپس کی نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو کیونکہ جب یہ دوسرے شخص کا حق ہے تو حذر و ترس و فساد قائم ہوں گے تو نجات اور باہمی اتفاق اس میں ہے کہ نفرت کی بیعت اس وقت میرے ہاتھ پر نہ کی جاوے (۲) جو شخص قوت و بازو کے ساتھ اٹھا اس نے فلاح پائی یا مجمع ہو گیا تو اس نے اپنے آپ کو راحت میں رکھا، یعنی دو شخص میں ایک وہ کہ

اس کو ظاہری قوت اعوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کی حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے اٹھا اس نے فلاح پائی دنیا و آخرت میں وہ کون ہے وہ ابو بکر ہے اور ایک وہ ہے کہ جس کا حق اطاعت تھا وہ میطع ہو گیا اس نے اپنے آپ کو تکالیف سے راحت دی یہ اپنے نفس کی طرف کنایہ کیا اس خلافت کی مثال مکہ ز پانی کی ہے اور اس لقمہ کی ہے جو کھانے والے کے گلے میں پھنسنے لگتی یعنی جو شخص ناحق اس کا غالب ہو تو اس لئے میں اس کو منظور نہیں کرتا اچھل کا چھٹنے والا خامی کے وقت میں ایسا ہے جیسا بغیر زمین کے بونے والا یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ابھی تک میری خلافت کا وقت نہیں پہنچا تو سعی بے سود ہے (اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا حالانکہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا بعد ہے یعنی تمہارا مطلوب مجد سے بعید ہے یا ملک و بادشاہت کا حرص کرنا اور موت سے ڈرنا بعید ہے ان سب کے بعد کیونکر موت سے میں بے صبری کروں قمر خدا کی ابن ابی طالب اس بچے کے نسبت جو اپنی ماں کے پستان کی رعنت کرتا ہے موت کے ساتھ زیادہ مانوس ہے بلکہ میں ایسے پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اس کو ظاہر کروں تو قہر بے قرار ہو جاؤ اور لرزے لگو جیسے رسیاں گھر سے کنوڑوں میں یعنی احوال قیامت جو کچھ مجھ پر مشکشف ہیں اور محشر کی سختیاں جو مجھ کو معلوم ہیں اور گندگاریوں اور لوگوں کے حقوق میں دست اندازی کرنے والوں کی بدحالیاں جو میں جانتا ہوں اگر میں ظاہر و مشکشف کر دوں تو قہر مضطرب ہو جاؤ حضرت کے کلام کو دیکھئے اور اپنے دعوے سے مطابق فرمائیے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز وغیرہ پر شیعہ اعتراض

قولہ مولوی حیدر علی جن کو آپ بتخلیہ میر محمدی خاتم المتکلمین کہتے ہیں ازادہ الغیب میں کنوڑی علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خیر صہ بلاد فلان میں محض اس گمان سے کہ ان کے زعم میں علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن میثم نہیں دیکھی جس بحث کو آپ نے بڑے ناز و افتخار سے حدیث جو واقع میں تہذیباً ہی لکھا ہے کیا کیا زبان و زبیاں فرمادیں منصب تالیف و تصنیف سے ان کو انھیں تعجب ہے کہ صاحب تحفہ کتاب ازادہ الخ ذکر کوش کا جو از خود باب ہفتم میں دیتے ہیں اور ان کے مصنف کی اہوت کا توبہ انہیں نہیں فرماتے مگر آیتہ من آیات تہ و مجزۃ رسول اللہ ان کی شان میں لکھتے ہیں

خود اس کتاب کو ملاحظہ نہ فرمادیں تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا میں کون بزرگوار جمع ہوتے تھے جن کی شان میں گستاخانہ ایسے کلمات کفر لکھتے ہیں اور پھر خاتم المحدثین کا خطاب پائیں سبحان اللہ ع۔ بین تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔

جواب اعتراض

اقول: اس قول میں مجیب لبیب نے دو امر تحریر فرمائے جن کا جواب لکھنا اور اہل انصاف کے روبرو پیش کرنا ضروری معلوم ہوا اول علامہ کنوڑی کی شرح ابن میثم نہ دیکھنے کی نسبت مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کی تحقیر و تکذیب دوسرے صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ازادہ الخفا نہ دیکھنے کا ادعا پس واضح ہو کہ حضرت مجیب امر اول کی نسبت صاف طور پر نہ اقرار کرتے ہیں نہ انکار لیکن قرائن و دفعائے کلام سے صاف انکار مفہوم ہوتا ہے کیونکہ لکھتے ہیں (محض اس گمان سے کہ ان کے زعم میں شرح ابن میثم نہیں دیکھی) تو اس قول میں شرح ابن میثم کا نہ دیکھنا مجیب کے نزدیک بڑا و گمان حضرت خاتم المتکلمین کو یا خلافت واقع ہے لیکن میں پوچھتا ہوں اپنے انصاف کو نصب العین کر کے فرمائیے کہ فی الحقیقت نفس الامر میں علامہ مذکور نے شرح ابن میثم کا مطالعہ فرمایا نہیں اگر مطالعہ نہیں فرمایا تو اس جوش و خروش و مدانکار و تہجمات کے جو صاحب تحفہ نے کی ہیں کیا معنی؟

در باب خطبہ لشہر بلاد فلان علامہ کنوڑی کی تکذیب

چونکہ مجیب لبیب نے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو زبان درازی سے تعبیر فرمایا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ مختصراً عبارت تحفہ کے اور اس پر جو کچھ علامہ کنوڑی نے بیوجہ زبان درازی و یادہ گوئی فرمائی ہے مکملی جاوے تاکہ اہل انصاف پر واضح ہو جاوے اور معلوم کریں کہ خاتم المتکلمین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ محض بجواب حضرت علامہ کی زبان درازی کے حکم لا یحبب اللہ الخ جہنم بالتشؤم من ان نقل الامن خلطہ نہ تحریر فرمایا ہے خاتم المتکلمین علامہ مولوی قدس اللہ سرہ العزیز نے تحفہ میں بعد نقل خطبہ لشہر بلاد فلان لفظ قوم الادود و دادی العمد الخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہے اس میں لکھتے ہیں ولہذا اشارہ صیحیح البلاغۃ از امامہ در تعین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی گزشتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضی گزشتہ اند کہ مراد علامہ مذکور فرماتے ہیں

علیہ وسلم کان علی والزبیر یدخلون علی فاطمة فتقبول الله صلی الله علیہ
 وسلم فیثاورنها ویترجعون فی امرهم فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتى
 دخل علی فاطمة فقال یا بنت رسول الله والله ما من الخلق احب الینا من ابیک
 وما من احد احب الینا بعد ابیک منك وایم الله ما ذاک بما فی ان اجتمع
 لهما الذرعة عندک ان امرهم ان یحرق علیهما البیت قال فلما خرج عمر جاؤا فعاقلت
 تعلمون ان عمر قد جانی وقد حلف بالله للثیث عدت لی حرقن علیکم البیت
 وایم الله یحضین لما حلف علیہ فالنصر فواراشدین فزوا یکم وادرجوا
 الی فالنصر فزوا عنہا فلم یرجعوا الیہا حتی بالیعو الولی بکر اخرجہ ابن ابی شیبہ
 اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ کلام ہو تو اسی کتاب کے متصفحہ ثانی کی چھٹی فصل تحقیق عمر
 واقعہ صفحہ ۶۹ ادا خط فرمائیے کہ اس روایت کو باسناد صحیح علی شرط الشیخین یعنی بخاری و مسلم
 لکھتے ہیں۔

بحث: اس حدیث کی جو مشورہ نقص خلافت پر دال

ہے اور اس مغالطہ کا جواب

اقول: یہ روایت نہ آپ کو کچھ مفید ہے اور نہ آپ کے نصیحت کو مضرت ہے کیونکہ جس بنیاد پر جناب نے اس روایت کو نقل کیا ہے فی الحقیقت وہ بنا ہی فاسد ہے۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ دلسوزی حضرت زبیرؓ کے واسطے تو نہیں ہے کیونکہ ان کو تو کافر جانتے ہیں تو صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے کہ ان کو بہرہ منی کسی دلیل عقلی نقلی عرفی کے معصوم اعتقاد کو رکھا ہے یہ شور و شغب ہے اگر اہلسنت بھی معتقد عصمت حضرت امیرؓ و صحابہؓ ہوتے تو اہل یہ الزام کسی قدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو معصوم نہیں اعتقاد کرتے تو نہ ان پر یہ الزام وارد ہوتا ہے نہ اس کی طرف التفات کی ضرورت ہاں ان کو افضل امت اور کرام میں جانتے ہیں اور دعوات صالحہ سے یاد کرتے ہیں اور ان کے حق میں کہتے ہیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي

اسے ہمارے رب بحق تو کو اور بھی عیوس جو اسے پہ
جو آئے اسے عیوس میں اور میں کہیں دوس

قُلْ يَا عِبَادِ لِلّٰهِ اٰمِنُوْا اِنَّكُمْ
رُفُوحٌ رَّجِيْمٌ

کے برائی واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اے رب
ہمارے تحقیق تو شفقت کرنے والا مہربان ہے،

اور کوئی محصیت ان کے مرتبہ عالیہ کو کم نہیں کرتی حسب وعدہ خداوند تعالیٰ ان کی سبھی جیلہ فی الدین مبرور و مشکور اور ان کی زلات و محاصی مغفور ہیں باین ہمدکار و بار انتقامیہ اور امور مہتممہ کے انتظام کے وقت رحمہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مراعات فرمائی اور فرمایا۔

لو ان فاطمة بنت محمد (اعاذاها الله
من ذلك) سرق لقطعت يدها

اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا محمد کی بیٹی (اللہ اس کو پناہ دے
رکھے) چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔

زانی کو جرم کر یا فاذت کو حد گنوانی شارب حرم کو پٹوایا۔ تو جب اولی ادنی شخصی حقوق میں یہ نوبت ہے تو جن امور میں نوعی حقوق تمام مسلمانوں کے اور خداوند تعالیٰ کے متعلق ہوں گے ان میں کیونکر رعایت کی جاسکتی ہے۔ اور باوجود اس کے پھر حضرت نے ایسے لوگوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتے ہی ہوں گے۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ اور حضرت کا ارشاد آپ کو معلوم ہی ہوگا تو خلفاء رضی اللہ عنہم نے بھی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہ طریقہ اخذ کیا اور اس پر عمل کیا تو اگر اس پر طعن کیا جائے گا تو سیرت نبوی پر طعن عائد ہوگا بلکہ خود حضرت امیر کے طریقہ پر طعن والزام منصرف ہوگا کہ ان کا فعل بدرجہا اس سے زیادہ بے حضرت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نزوجہ محبوبہ ام المومنین کا بھی جو بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت میں رہیں اور منصف قرآنی ام المومنین ہیں پاس ادب نہ فرمایا اور قتل و قتال سے بھی دریغ نہ کیا۔ علاوہ انہیں نفقض بیعت حدیثی کے مشورہ کی بابت خواہ اس کو آپ حق سمجھیں یا مانع حضرت امیر کی نسبت آپ کے اصول کے مطابق الزام اور معصیت ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر کو غضب حقوق و خلافت کی خبر دی تھی اور صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی اور قسم مایا تھا خبردار کچھ ہی کیوں نہ کریں خلافت چھینیں گھر جلاویں معاذ اللہ بنات طیبات غضب کریں دم نہ مارنا چون و چرا نہ کرنا پھر باہیں ہجرت کیا کہ امت بیخ و بن شہیدات شدیدہ آپ نفقض خلافت کے مشورہ کرنے لگے اور خلافت و معیت و حکم پیغمبر کے عمل کرنے لگے علاوہ اس کے کہ معاذ اللہ معصیت او مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں لبیک ہوئے۔ آپ کے اصول پر اس مخالفت پیغمبر کے مکافات میں خلفاء نے جو کچھ عترت کے ساتھ کیا بجا کیا۔ معتمد روایات شیعہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے خطا و نادانستی کی حرکات انبیاء سے بھی سرزد ہوئیں اور سبب لعن و طعن نہیں قرار دیتے

کے حضرت موسیٰ کا قصہ حضرت ہارون کے ساتھ پوشیدہ نہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ نے ہارون سے
 اَلَّذِي تَبْعَنَ اَلْعَصِيَّةَ اَمْرِي .
 فرمایا اور درجی پر کر کہ کھینچی تو اب خیال فرمایا کچھ گا کہ موسیٰ کون تھے اور ہارون کون تھے، علی بن
 ابراہیم اوستاد کھینچی نے تفسیر اہل بیت میں لکھا ہے جب کہ حضرت موسیٰ کے استاد حضرت
 خضر نے طفل کو مار ڈالا تو موسیٰ نے ان کو زمین پر دے مارا اور کوئی دقیقہ ان کی بے حرمتی میں باقی نہ
 چھوڑا، الفاظ روایت یہ ہیں۔

جب کشتی دریا میں باقی ہوئی خضر اپنے کشتی کے
 کن روں کو دیکھنے لگا پھر اس کو توڑا اور پتھروں میں سے
 اس کو بند کیا تو موسیٰ نہایت غصہ ہوتا اور حضرت کہ
 کہ تو نے اس کو پھاڑ ڈالا اس سے کہہ دے اس کے کوٹ
 کو تو نے کی ایک چیز انوکھی خضر نے کہا میں نے نہ کہا تھا کہ
 تو میرے ساتھ صبر نہ کرے گا موسیٰ نے کہا نہ سو خدا کر
 مجھ سے میری جھون پر اور نہ ڈال مجھ پر میرے کام میں شغل
 پھر کشتی سے نکلے اور حضرت ایک حسین چاند کا بخور دیا
 دیکھا جو لوگوں میں کھین رہا تھا اس کے کان میں دو
 موتی تھے خضر نے اس کو تامل سے دیکھا پھر پوچھا کہ
 ذرا پس موسیٰ نے خضر پر جھڑکیا اور زمین پر
 دے پڑے اور کہا کہ تو نے ہارون کی ایک سنہری
 جان بن دے کسی دن کے ٹوٹنے کی ایک

جبریا مقتول

جو بہت بڑا پتھر تھ حضرت موسیٰ سے حضور پھیرا ہو خضر نے ہارون کی کشتی کے طور پر واقع ہوا کہ پتھر
 تھ نہایت بڑا تو اب نہ رہی اور کہہ بیٹھے جو کچھ کیا ان حرج ان حضرت سے بھی استراہ الغنا
 خدوات مسیحی میں نہ تھا کوئی امر باخبر سن واقع ہو تو ہرگز سبب خضر و عن نہیں ہو سکتا
 قولہ اس مقام میں بہت کچھ بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ صرف ہارون غاص میں ہی تھا
 ہے کہ جو حضرت نے نہ جناب زہرا میں جمع ہوئے تھے وہ کون تھے اس سے زیادہ نہیں سمجھتے۔

اقول: اس تھوڑی بحث کا نتیجہ و ثمرہ تو آپ پاپے اگر بہت کچھ بحث ہوئی تو آپ ہی کے
 اجتہاد و انصاف پر بہت کچھ وجہ آتا اور اس روایت کے ذکر سے اگر اتنی ہی غرض تھی کہ حضرت
 خانہ جناب زہرا میں جمع ہوتے تھے وہ کون تھے تو اس کا کسی نے انکار کیا ہے کہ یہ حضرات ان
 میں نہیں تھے اور اگر مقتود یہ ہے کہ یہ بزرگوار بوجہ از تکاب اس فعل کے درجہ کمزور اور بزرگی
 سے ساقط ہو گئے اور مستوجب لعن طعن کے ہوئے تو ثابت کیجئے اور ثابت کر کے اپنے ائمہ
 اور مقبولین کو بچا سیتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے خلاف شیعہ کی زبان درازی اور اس کا جواب

قولہ: مگر اس قدر غرض کرنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اس بگڑ چوچال کی وہوشیاری حضرت
 شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہے وہ قابل دیدہ ہے فارسی عبارت میں زیر و جمعی از جی باشم لکھا ہے
 جناب امیر کا نام نہیں لکھا تا کہ فارسی خوان یہ نہ جانے کہ جناب امیر بھی مخالف تھے۔

اقول: حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجوع کی تو چالاک ہے یا نہیں لیکن عجیب لبیب کی
 دانشمندی و انصاف قابل دیدہ ہے کوئی عاقل حجب کہ وہ یہ جان سکتا ہو کہ یہ اجتماع و شوری
 جناب علی و حضرت زہرا کے خانہ میں ہوتا تھا کیا اس میں تردد کرے گا کہ حضرت امیر اس میں شریک
 تھے یا نہیں تھے، جتنا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے گھر میں اتنے بڑے عظیم الشان امر میں شوریہ
 ہوتا ہو اور اس کو اس سے کہہ دے جو بعض انصوص جب کہ اس کے ساتھ میں یہ بھی عجیب کیا جاوے
 کہ حضرت زہرا جیسی روجہ کر مر مطیع کے ساتھ مشورہ ہوتا ہو تو ہرگز عقل کو اس کے تسلیم کر سکیں
 تامل نہ ہوگا اور عقل اس کو ہرگز قبول کرے گی کہ حضرت کو اس میں شمولیت ہے تو فارسی عبارت
 میں اس کا عدم ذکر بوجہ ہدایت کے ہے نہ چالاک کی وہوشیاری کی وجہ سے علاوہ اس کے اگر یہ
 امر جیسی نہ ہوتا تاہم فقرہ و تذکرہ ملالی کہ ہرمزاج حضرت مر تفضی عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودہ
 انھما اس مطلب میں ایسا صاف ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت امیر اس وقت باخوش
 تھے معہذا عجیب لبیب یہ جو فرماتے ہیں تاکہ فارسی خوان یہ نہ جانے اس میں فارسی خوان
 سے کیا مادہ ہے اگر فارسی خوان کسی مادہ سے تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اس کو جانے کا تو
 کیا حرج ہے وہ کہ عقائد رکھتا ہے کہ حضرت معصوم ہیں اہلسنت جیسے زہرا کے معتقد فصلا
 ہیں ویسا ہی حضرت امیر کے ہیں جب زہرا کا ذکر ان کو مضر نہیں تو حضرت امیر کا ذکر کیوں مضر

ہوگا جیسا ان کے فعل کو خطار پر محمول کرتے ہیں دلیا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول برخطا کرے گا اور اگر شیعہ مراد ہے تو اولاً یہ کتاب شیعہ کے واسطے لکھی نہیں گئی کیونکہ دلائل الزامیہ مسلمات خصم سے اس میں استدلال نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً شیعہ تو پہلے ہی سے اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی اس بیعت صدیقی کے مخالف رہے۔ پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کی ہی شرکت جانے لگا تو کیا حرج ہوگا۔ پس یہ عجیب لیبیب کی نظر تعصب و عناد ہے جس نے دانش مندی والضاف کو خاک میں ملا رکھا ہے۔ ہاں چالاک و ہوشیار سیاح کا رہنما شیعہ کی قابل دید ہے کہ وہ اپنے مذہب کے حفظ ناموس کے لئے روایات میں تراش تراش کر ڈالتے ہیں۔

شیعہ حضرات کا عبارات میں تحریف کرنا

طاہر بکار الانوری آپ کے امام المحدثین کلینی کی روایت نقل فرماتے ہیں اور اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس میں صدوق صاحب نے تغیر تبدیل کیا ہے۔

هذا الخبر مأخوذ من الكافي وفيه تغير
عجيب تورث سودا الخن بصدوق وهو
انما فعل ذلك لتوافق مذهب اهل العدل
یہ خبر کافی سے ماخوذ ہے اور اس میں عجیب
تغیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سودا بن سواد
ہے اس نے یہ تغیر اس لئے کیا کہ اہل عدل کے موافق
ہو جائے۔

اور نیز علامہ رحمی کی چالاکیاں بھی جو نقل خطبات جناب امیر میں انھوں نے فرمائی ہیں جن کا شرح کو بھی اعتراض ہے قابل تماشہ و کفا بہما فخر او قدوة۔ پس یہ چالاکیاں و ہوشیاراں حضرت کے اکابر ہی کرتے چلے آئے ہیں بفضل اللہ تعالیٰ مذہب اہلسنت تراش و تراش سے پاک و منضو رہے اور یہ حال تو اس شخص کا ہے جو بدعت صدوق ملقب ہے تو جو حضرات صدوق نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

قولہ: بحث یہ ہے کہ شاہ صاحب گھر جانے کی تدبیر و حسن منہجیت تحریر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شرماتے۔ شاید حضرات اہلسنت کی اصطلاح میں ایسی ہی باتوں کو حسن ملاطفت کہتے ہیں تشدد تو نہ جانتے کیا ہوگا۔

قولہ: اس مضمون و حیا پر آفرین ہے کہ عبارات کا مطلب لغت سیاق خود ہی اپنی طرف سے تراش لیا اور علم حق کر دیا پھر اس پر جوش جیسا میں طعن و تشنیع مزید ہوں سو غیر معمولی

طعن و تشنیع سے قطع نظر کر کے عجیب لیبیب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ شاہ صاحب نے گھر جانے کو حسن ملاطفت کہاں تحریر فرمایا عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے حضرت شیخین انرا بر تدبیر یک باستی برہم زدند و تدارک ملالی کہ بر مزاج حضرت مرتضیٰ عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند اس میں دو جگہ مذکور ہیں جو لاحق سابق پر حرف واد کے ساتھ کے ساتھ معطوف ہے اور کیا آپ بایں ہمہ ادعا تے اجتہاد اتنا بھی نہیں جانتے کہ فی الاصل عطف بالواو مغائرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے تغیر کا انکسار اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ محل مغائرت کو محتمل نہ ہو۔ استعمالات اس کے شاہد ہیں ورنہ لازم آوے کہ تاکید تائیس سے بہتر ہو۔

حسب روایات شیعہ جناب امیر خلفاء کے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر

اور شریک مشورہ رہے

حاصل مدعا عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ شیخین نے اس نکتہ کو جو ان حضرات کے مشورہ سے اسٹھے والا تھا اس تدبیر اور تشدید سے فرو کیا اور حضرت امیر کے ملال کا جو مشورہ بیعت صدیقی میں شامل ہونے یا اس تدبیر کی وجہ سے ناشی تھا جن ملاطفت سے تدارک کر دیا اور دلیل اس رفع ملال کی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ میں شریک رہے اور نیک صلاح بتاتے رہے۔ منج البلاغہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میرے اس قول کی تصدیق پائے گا اور ایک روایت استبصار کی بھی یاد آئی جو باب الحد فی اللواطہ میں مذکور ہے سو لکھ دیتا ہوں۔

ابو علی الاشعری عن الحسن بن علی الکوفی
عن العباس بن عامر عن سیف بن عیینہ عن
عبد الرحمن العزیمی قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ
السلام یقول وجدر رجل مع رجل فندد
فجذب احدهما و اخذ الآخر فنجی بہ الی غیر
لغالب الناس ما ترون قال فذلک هذا صنع
کذا و قال هذا صنع کذا قال فذلک ما ترون
یا ابا الحسن قال اصبر عنقہ قال ففصر
عبد الرحمن عزمی کہتا ہے کہ میں نے
امام ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ میں نے
کچھ کو ایک مرد کو کسی مرد کے ساتھ
دیکھا کہ وہ کہتے ہوئے ایک تو جگہ
گیا اور دوسرے پکڑ گیا اس کو دھکے دیا
دے رہے انھوں نے لوگوں سے پوچھا کیا یہ
کیا ہے اس نے کہا ایک کوس نے یہ
کر پس کہ ابو حسن آپ کی فرمائش پر آپ نے

عنقہ قال ثم اراد ان يحمله فقال له انه قد بقى من حدوده شئ قال اي قال قد بقى قال ارج بحطب قال فذاع امر بحطب فامر به امير المؤمنين فاحرق به
فسرنا اس کی گردن مار پس اس کی گردن ماری پھر اس کا اٹھانا چاہا آپ نے کہا مٹھا بھی کچھ صدائی ہے لکڑیاں منگائے لکڑیاں منگائیں پس آپ نے جلانے کا حکم کیا اور جلایا گیا۔

اور اگر اس سے تسکین خاطر سامی نہ ہو تو لیجئے اس سے بھی زیادہ صریح پیش کش کرتا ہوں۔ حضرت مولانا خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغیض میں آپ کے فاضل اخباری کے جواب ایضاح میں سے عبارت نقل کی ہے وہ عبارت مطلقاً بندہ عرض کرتا ہے و اگر بالانصاف تامل فرماید واضح است کہ بنا علی مرسوم الامامیہ از خلفائے ثلاثہ راشدین گو نسبت با امیر المومنین و فاطمہ سلام اللہ علیہا نقض عمدہ و نکث بیعت غدیر و غصب فدک و دیگر چند اعمال دال بر عناد و سرزدہ آما با این ہمہ باز در خاطر طریقت معاشرت این بابا اہل بیت ہمیں اعزاز و اکرام با اتفاق فریقین بود و اجرائی شعائر اسلام را بجز افعال محدودہ و در کتب کلامیہ و سیر موجود و مشاطن و قدح در شان شان سنت باطنہ نزد امامیہ نیز زمین بر نہ داشتہ بود نہ در پاس شرع متین رانصب العین خاطر خود بلامیداشتہ الخ۔ اب آپ بغور اپنے فاضل اخباری کی شہادت کو ملاحظہ فرمائیے کہ شیعین کے حسن ملاحظت کی کس طرح شہادت تیار ہے اور پھر بھی اگر شک رہے تو اپنے فاضل کی روح پر فتوح سے دریافت کیجئے کہ حضرت جب ان بزرگواروں نے نقض عمدہ کیا اور نکث بیعت کی اور فدک کو چھینا اور نبات نبات کو غصب کیا جب یہ سب کچھ کیا تو تذلیل و اعانت میں کون سا دقیقہ باقی رہ گیا پھر آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ اعزاز و اکرام با اتفاق فریقین بود اگر یہ ہی اعزاز و اکرام ہے تو خدا جانے تذلیل و اعانت کیا ہو گی آپ ایسی بات فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شہادت پھر جو کچھ آپ کو آپ کے فاضل کی روح سے جواب ملے وہی ہمارا جواب سمجھ لیجئے۔

تقریباً اب ذرا غور فرمائیے کہ جن حضرات کو آپ کے خاکہ المحمدین صاحب خیانت و شہادت شہادۃ شیعہ و مردودوں جناب اعلیٰ ملتے ہیں وہ ان کے والد ماجد کی شہادت سے یہ حضرات ملتے۔ اس کا جواب سابق میں بیان کیا جا چکا ہے حاجت اعدا و نہیں۔ درجہ کو حیا و شرف سے کچھ بہرہ مند اوصاف و کمالات کو نقل کریں جو شیخہ انبیاء سے کرسچیاں تکسک کر بیان میں فرماتے ہیں۔

جواب اس امر کا کہ صحابہ کا حضرت فاطمہ کے گھر میں داخل ہونا شیعہ

بے دینی کہتے ہیں

قولہ: جناب سیدہ کی نسبت یہ کہنا کہ ان کے پاس ایسے اشخاص آتے تھے بے ادبی ہی نہیں بلکہ بے دینی ہے آج کوئی ادنیٰ مولوی ضعی کی بیٹی کی نسبت اس کے شاگردوں میں سے یہ کہہ کر کہہ سکتا ہے یہ حضرات اہل سنت کی ہی کمال رشادت ہے کہ اہل بیت جناب رسالت مآب کی شان میں یہ کلمات کہتے ہیں اور پھر خیر امت میں داخل اور مدعی ولادت و تمکک الہییت ہیں۔
اقول: اے اہل انصاف اور اے اہل فضائل و کمالات کیا جاگتے ہو یا سو گئے قطع نظر مجیب لبیب کی تندیب سے ان کے اجتہاد اور انصاف اور علم و فضل اور دانش مندی و عقل و جرات و ہمت اور حیا و شرم کو ملاحظہ فرماؤ اور تحقیر و آبرو پر جو کہ ہمارے حضرت مجیب کو اگر کتاب اللہ کی خبر نہیں تو چند ان مصائب میں کہ معذور ہیں لیکن اپنے مذہب کی روایات پر بھی تو مطلق نظر نہیں شاہش عریان کا راز تو یہ و مردان چہین کنند اب لیجئے اور کتاب اللہ کی شہادت سنئے حق تعالیٰ شانہ سورۃ نور میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ
غَيْرِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا
فَإِنْ كُنْتُمْ دَعَاكُمْ فَاغْلُظْ
فَإِنْ كُنْتُمْ سَأَلْتُمْ فَاغْلُظْ

یہ آیت شریفہ صراحۃً مومنین کو اجازت دیتی ہے اور حکم کرتی ہے کہ دوسروں کے گھروں میں اجازت و استیاس داخل ہونے کا مضائقہ نہیں ہے اور یہ بزرگوار قطع نظر اس کے کہ اگر برصحاہ میں سے تھے حضرت زہرا و حضرت امیر کے ساتھ قرابات بھی رکھتے ہیں تو ان کے لئے بادل و اجازت دخول ہوئی۔ ظاہر ہے کہ حضرت زہرا آپ کے چھو بھی نرادر بھائی تھے اور جب حضرت امیر بھی شریک مشورہ تھے تو ممکن نہیں کہ یہ دخول حضرت کی اجازت ہو اگر مجیب مدعی ہیں تو ملاحظت نہایت فرمادیں۔ اگر اس سے تشفی نہ ہو تو اور سنئے حق تعالیٰ شانہ مومنین کے اپنے نبی کے گھر میں باذن داخل ہونے کی اجازت فرماتا ہے اور فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ غَيْرِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا

يُؤْتِيكَ اللَّهُ مِنْ لَدُنْكَ لُكُومًا

مت عاذہ مگر جو تم کو عازت ہو۔

اور جب کہ غوثی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہے تو اہل بیت کے گھر میں داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہ حضرات داخلین اکابر صحابہ اور اعیان مسلمین سے ہیں اور جو عزا وہ ان کے دوسرے لوگ نفع تھے تو وہ ان ہی کی معیت اور تبعیت میں تھے اور باجائز و مشورہ حضرت امیر داخل ہوئے تو کوئی قباحت شرعی و عقلی لازم نہ آئی اور بحکمہ اللہ تعالیٰ نہ کچھ اہل سنت کی رشادت اور ولادت تک میں فرق و قصور آیا، لیکن اب حضرات شیوخ کی روایات معتبرہ کی شہادت پیش کر کے اہل انصاف سے ملے ہوں، کہ عجیب و غریب اور اکابر شیخ کے رشادت اور ولادت و تمکک کا مشاہدہ فرما دیں، اور دیکھیں کہ ہمارے عجیب و غریب کا پایہ انصاف و تدین کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے۔ بحاجت جلی کی روایت جو صحن الزماح میں مذکور ہے اس کا ترجمہ مولانا جید رحلی نور اللہ غفر لی نے ازالۃ الغلبین ص ۵ میں نقل کیا ہے۔ سینے حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابو بکر و زبیر المؤمنین سوال کر دئے کہ کشت نما یہ و ایشان را بہرہ خود نزد فاطمہ زہرا بہرہ دہ کہ داخل شدہ گفتند کہ نہ در پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہ حال داری فرمود کہ بعد از تہذیب امت اہل بیت روایت نفس بہرہ ہے اس امر میں کہ شیخین حضرت زہرا کے پاس گھر میں داخل ہوئے، دو روایت روایت اگرچہ حوالہ حویل ہے لیکن ملتفتا فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہوں۔ پس آنحضرت عیار شد و جناب و دیت ماب در اوقات نماز ہائے پنجگاہ بمسجد میرفت و ابو بکر و عمر پرستی حال سیدہ یٰ فرمودند تا اینکه بیماری آنحضرت سنگین شد آن ہر دو کو گفتند اسے علی در میان ما و فاطمہ بخشش کر واقع شد و بود تو بہتر میدانی پس اگر مناسب دانی اجازت فرماتا ماری از تقصیر و گنہ خود بیان نماید فرمود شہادین باب اختیار داری پس آن ہر دو ہر سر دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شد نہ وہ جناب نہ لون دولت سرار و نفع افزا گشت و فرمود کہ شیخین حاضر اند و میخواند کہ سلام نمایند بر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود نہ خانہ شما است و من از وجہ مطیع شما پس ہر چہ مرضی شریف باشد بجا آید فرمود ہر در بہرہ گیر پس گفتند مگر ہر بہرہ کشید و روی خود را جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند و گفتند کہ رضی شو تا خدا رضی شود ز تو را۔ لہذا یہ روایت بھی نفس روایت سابقہ کے تشکیک را بر پردہ کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت زہرا کے پاس گھر میں داخل ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ جو اہل بیت میں نہ دے یہی ہے جس میں سے یہی ہے ان حضرات سیدہ نے قیود کی ہیں اجازت دے دوں گی اور شیخین سے کلام

روای کی بعد اس کے بسفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین اندر داخل ہوتے تو اب سبب کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر زبیر و غیرہ کا حضرت زہرا کے گھر میں آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کے نزدیک اعانہ اہل اسلام اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں بے ادبی ہی نہیں بلکہ سیدی بھی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کے حضرت شیخین کے حضرت سیدہ کے پاس گھر میں داخل ہونے کی نسبت باوجود اس کے کہ حضرات شیخین کی جناب میں کون سی برائی اور گستاخی ہے جو نہیں کرتے حضرت عجیب و غریب روایات ہی کے حق میں کون سا بے ادبی کا مرتبہ ثابت فرمائیں گے اور کس درجہ بے ادبی ان کو ٹھہرا دیں گے، اور کچھ ان روایات ہی پر منحصر نہیں حضرات شیخہ تو معاذ اللہ حضرت سیدہ کے جمیع فساد و اہل فساد و شقاق میں جانے بلکہ ان میں سے ہر ایک کے در بدر پھرنے کی روایت کرتے ہیں، الفاخہ روایت عنقریب ذکر کرتا ہوں دو پارہ ورق الٹ کر دیکھ لیجئے اور دیکھ کر انصاف سے فرمائیے کہ یہ روایت جواز اہل بیت سے نقل فرمائی ہے بے ادبی ہے یا یہ روایت جو حضرات شیخہ نے روایت فرمائی ہیں، اگر آپ نے اس روایت کو بنظر انصاف بے ادبی فرمایا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان روایات کو جو آپ کے اکابر عمار نے نقل فرمائی ہیں بعد ملاحظہ بشرف انصاف و عدم تعصبیت و حقیقت اہلسیرہ اور وجاہت کے ساتھ بغیر فرمائیں گے۔ ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے آپ اپنے انصاف سے جو چاہیں فرمائیں، اور اگر روایات گزشتہ کا دیکھ کر ان بار خاں گرامی ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ میری تمت قاصر میں اور بھی روایات میں خوف حوت صرف استبصار سے جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے ایک روایت نقل کرتا ہوں باب استبصار علی الجنازہ معہا امراتہ میں روایت ہے۔

عَلِي بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابِي جَعْفَرٍ
وَسَلْمَى بْنِ مُحَمَّدٍ وَبِجْدِ بْنِ الْوَلِيدِ جَمَاعَةٍ عَنْ سَمِ بْنِ
حَمِيدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَلِيفَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبْدِ
عَلِيهِ السَّلَامِ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ تَقَالَى النَّبِيُّ عَمِّي ابْنُ جَعْفَرٍ
فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ لِيَمَدُ
هَدْرًا مِمَّنْ لَمْ يَخْلُقْ بِنْتُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ
حَدِيثًا طَوِيلًا وَأَنْ زَيْنَبُ بِنْتُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ

یزید بن خلیفہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا ہے کہ رسول اللہ کیا عورتیں بھی جنازہ کی نماز پڑھیں اور ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ منجمل ان کے جن کا خون صبا کر دیا تھا غفرہ بن ابی معاذ تھا اور عیین قعد بن فریاد کہ زینب حضرت

یہ کلمہ عقیدہ ہو رہا ہے۔ وہ علت اور مدار حکم ہے گویا فی الحقیقت حکم اس حیثیت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائرہ وارد ہو رہا ہے لیکن چونکہ عموماً حیثیات و اساف توابع ہوتے ہیں اور بدن وجود موصوفات کے وجود خارجی سے معز ہوتے ہیں اس لئے موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ ذات موصوفات کے مطلقاً محکوم علیہا ہے طلبہ ایسا غوجی خوانان سے بھی بعید ہے پس اس اعتراض سے حضرت مجیب لبیب اور ان کے ان بزرگواروں کی جنوں نے تحفہ پر اس قسم کے اعتراضات کئے ہیں کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق واضح ہوتی ہے۔ محمد صاحب حضرت مجیب کا ناخوشی و نکر حضرت زہرا سے جناب امیر کے رائے اس قدر استنکاف محض اپنے اکابر کے نصیحتات کے نادانیت یا تجاہل کی وجہ سے ہے ورنہ حسب تصریح علماء اساطین فرم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو دروغ برگردن راوی جنہیں پر وہ نشین تلمیح تجا سے تشبیہ دینا اور خاتین درخشاگرینہ کے مثل فرمانا کو سی خوش دلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہے اور خاص اس معاملہ میں فرائض صاف طور پر دال ہیں کہ جناب سیدہ اس نشست و برخاست سے مکملہ ناخوش تھیں قرینہ اقول یہ ہے کہ بعد تمتد یہ حضرت عمر کے حضرت سیدہ نے مجاہدین و انصار میں سے کسی کے درازہ پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ لوگوں کو میرا گھر جلانا چاہتا ہے۔ لہذا ہے کہ چند درخت خربا کے نیچے تو (معاذ اللہ) دروغ برگردن راوی یوں مجمع مجاہدین و انصار میں فریاد و فغان فرمادیں اور اتنے جڑے ام کو کوشن کر اس طرح خاموش ہو کر بیٹھ رہیں دوسرے عمر سے کہ آپ نے ان کو بھرا تمام حجت کے بھڑکھڑا جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ ہی نہ تھا تیسرے یہ کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہ ہی صلاح دی کہ باؤ اپنی لئے آپ سوچو اور میرے پاس نہ آنے سے منع فرمادیا ہوتا ہے کہ آپ کا یہ ہی نہ تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دشمنی کے پردہ میں ظاہر فرمایا اور بوجہ کمال انصاف کے آپ اس کے پردہ پر در نہیں فرمائی تھیں پس حسدات مجیب خوب غور و تأمل کے ساتھ ہر نظر انصاف ملاحظہ فرمادیں اگرچہ انصاف کی امید تو نہیں۔

شیخو حضرات کی جوابی کارروائی کا جواب

جواب میں ناظر سے جو جواب تحریر کی عبارت میں دیکھتے ہوئے حجت اعلیٰ کے حضرت مجیب سے قول "بہرہ" جواب کھینچتے ہیں

اقول: یہاں تک مجیب لبیب نے جس قدر اعتراضات فرمائے اور انماض نہیں کیا ان میں حضرت کامرتہ علم و انصاف و تحقیق حق واضح ہو چکا اگر یہاں بھی کچھ فرماتے تو بجز اس کے اور کیا تھا کہ ایک دھبہ غلطی کا اور لنگ جاتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دل میں کچھ سمجھ کر ہی چپکے ہو رہے خیر ہم اتنے ہی انصاف کے شکر گزار ہیں کہ تناقض کا ہونا اور بوجہ طوالت انماض نہ کرنا تمیزاً بیان فرماتے ہیں۔

قال الفاضل المجیب (قولہ) اپنا بڑا کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پڑ اور اقوال عترت بے شمار ان کی مراجع میں وارد ہیں۔ (اقول) کیوں حضرت شروع میں خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو الہ لکھنا اور بعد میں فقط لفظ صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ان کے فضائل کا مدعی ہونا اس کو کیا کہتے ہیں ہم تو بیاس ادب کچھ کہہ نہیں سکے مگر آپ منصف ہیں آپ ہی ارشاد فرماتیں۔

القول العبد الفقیر الی مولاه العفی: سبحان اللہ ہمارے مجیب لبیب نہ عبارت کو دیکھتے ہیں نہ مطلب سمجھتے ہیں اور اعتراض فرما دیتے ہیں۔ اے حضرت بندہ کی عبارت کو تو دیکھتے کہ کیا عرض کیا گیا ہے پھر اعتراض فرماتے۔ اب میں اپنی عبارت نقل کرتا ہوں۔ اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس پر اعتراض ہمارے مجیب کا بجا ہے یا بے جا لیکن مبنی معضم اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اہل امت تمام امت سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و افضل و ایمان میں اثبات و اعلیٰ اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہے اور اقوال عترت بے شمار ان کی مراجع میں وارد ہیں یہ عبارت ہے جس پر مجیب لبیب معترض ہیں اور مذکور کے فرماتے ہیں کہ ہم بیاس ادب کچھ نہیں کر سکتے حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ شروع میں خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اور عموماً صحابہ کرام کو نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں تو صحابہ کی افضلیت کو ذکر کیا گیا ہے اور بعد اس کے ثانیاً بطور تخصیص بعد تعمیم خلفائہ ثلاثہ کو بوجہ نہایت اہتمام کے ذکر کیا گیا ہے ورنہ اگر صرف مدنیوں سے تو صحیح ہے لیکن مفید نہیں بلکہ اعتراض محل ہے اور اگر خلفائہ کرام سے آپ متردد و متشکک ہیں تو کیا آپ باایں ہر منافع و زانی اتنا بھی نہیں جانتے کہ اہل سنت کا مذہب جمیع حق پرک نہایت ہے عدوہ اس کے اگر باطن میں شروع میں صحابہ کرام کا ذکر نہ ہو اور صرف خلفائہ ثلاثہ کا ہی ذکر ہوتا اور بعد اس کے غرضاً ہی بکلمہ کہ کتاب اللہ سے ان کے فضائل کا مدعی کیا جاتا تو کچھ ترجیح نہیں تھا ورنہ حسب اصول اہل سنت کوئی اعتراض تھا کیونکہ جو فضائل

اقول: وہیں یہ بھی عرض کیا چکا ہے کہ حسب لیسوس اکابر قوم صحابہ کرام کا وجود غنائی صفت محض فرضی اور ادعائی ہے پس آپ کا یہ فرمانا صرف بوجہ اغماض التصبیحات اپنے علماء کے ہے اور اگر آپ مدعی ہیں تو لبس اللہ ہمیں میدان میں چوگاں ہیں کہ تشریف لائے اور اپنے اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتے ہیں کتاب اللہ سے ان کا کرام ہونا ثابت فرمائیے۔ جب کہ صحابہ کی قرآن شریف سے بھی فضائل ثابت ہیں اور زرائع بھی ثابت ہیں تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ سہو واقع ہوا تھا یا بد واقع ہوا جو اس اختلاف فاضل کا سبب ہوا یا یہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن نے اضافہ کر دیئے اور اگر یہ عرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کے زنا تم اور زرائع مذکور ہیں تو برائے خدا ذرائعین تو کیجئے اور اپنی مقبولین لسانی کو غیر مقبولین سے تمیز تو دیجئے حتیٰ کہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مدارج دنیوی و اخروی بیان فرمائیے اور خداوند تعالیٰ مجہول اندس کو ہر واقع ہوا اور نہ کسی نے قرآن پر کسی پیش کی اور خداوند تعالیٰ نے ان کی معاصی کی مغفرت کا وعدہ فرمایا جو ان کے گناہ میں وہ مغفور اور جس قدر معاصی ہیں وہ مغفور ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء اللہ ذو فضل یتفضل۔ یہ روایت صحیحہ مندرجہ لکھی تھی اس کو نسبت خدا پر کر دیا یہ کہ جس دعویٰ کے ثبوت میں یہ مؤلف پیش کیا تھا فی الحقیقت اس کے لئے مؤلف نہیں بلکہ حضرت اے

ف ابو بکر لونه اشترى المایک الذین
اسلموا مثل بلال و عامر بن نفیر و
غیرہما ما عتقہم والاولی ان یکون
الویات محمولۃ علی عمر و ہانی کل
من یعطی حق اللہ من مالا و کل من منع
حقہ سبحانہ۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اَكْثَرَ مَلٰئِكَةٍ عِنْدَ اللّٰهِ اَلْتَّائِبُوْنَ

جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

تو جب ابو بکر اسی ہو کے تو عند اللہ اکرم اور افضل بھی ہوئے تیسری۔

وَالَّذِيْ جَاء بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ

بِهٖ اُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔

سب سے بہتر ایمان میں ہے۔

قیل انہ جاء بالصدق رسول اللہ

و صدق بہ اسو ب کیں۔

تصدیق کی ابو بکر نبی۔

ظاہر ہے کہ اس جگہ حضرت ابو بکر کی تخصیص کی ہے۔ اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ

اس میں فرد کامل تھے اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق قرار پایا جس کو حضرات امیر

نے بھی بیان فرمایا علاوہ اس کے آیت اشد استیلاۃ علیہ علیہ السلام فی غزواتہ

و غزواتہ من بعدہ اور اس کا عصیان جنگ بدر کے قصص میں درباب اسیران بہر حضرت شیعہ نے

جیسا کہ فرمایا۔ یہ عدد ان سب کے استیلاۃ علیہ علیہ السلام فی غزواتہ من بعدہ کی نصیبت کو کتابت

کتابت سے معذور ہونے اور ہر سنی آئین میں بڑے گدازش کو چکا چون بڑے خدا انسان کی نظر سے

محذوف ہونے قرآن کے تحریف کے درپے نہ ہوں آئندہ آپ کو اختیار ہے۔

اقوال عشرت کا مخالفین پر حجت ہونا

قرآن عشرت کے بڑے شاعر تحریر فرماتے ہیں معذور نہیں اس سے آپ کی کیا مرد

ہے اگر مقبول خود مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہیں۔

اقول: اگر اقرار عشرت مقبول خود مراد ہوں تاہم مطلقاً یہ زمانا کہ خصم پر حجت نہیں

آپ کے اپنے بزرگوں کی اقوال کی نافذیت کی دلیل ہے بے شک عدم حجت اس وقت

ہے جب کہ غیر مسلم خصم ہوں اور سب کہ خصم ان کو تسلیم کرتے ہوں تو اگرچہ مقبول خود ہوں خصم پر حجت

ہوں گے اب سینے علامہ عبد الرزاق لاہجی نے انکو ہر مراد میں صحت روایات اہل سنت کی تصریح فرمائی

ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل النصارى و فرقة سنیاں محدثین و ایشیائے ہند کہ ہرچہ از پیغمبر صلی اللہ علیہ

و آلہ بائند رسیدہ کہ و کاست روایت می نمایند انتہی لمحضاً عن الازعام پس جب کہ خصم نے

صحت روایات نعم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجت نہ ہوں۔

شیعہ کتب سے فضائل صحابہ کے اقوال

قولہ: اور اگر متفق علیہ مراد ہیں تو سب سے چھان بین کے بعد آپ کے علماء نے ہماری

کتابوں سے بڑے خود کسی نو قول نقل کئے ہیں جیسا کہ آیات، مینات والے اپنے رسالہ میں

لکھتے ہیں ہر ایک کا جواب اپنے محل پر دیا گیا ہے پس آپ کا ان کو اقوال بے شمار لکھنا مبالغہ

شاءانہ ہے

اقول حضرت میر صاحب آپ انھیں کھول کر دیکھئے کہ بحول اللہ تعالیٰ علماء اہلسنت

نے کیا کچھ کیا باوجودیکہ آپ کے علماء نے اپنی تارخ و افتخار محامد و فضائل و مناقب میں اس

میں صحت کردہ تو اس حالت میں ایسے ایک قول کا ملکہ جو صحابہ کے فضائل پر دلالت کرے یہ عجائبات

قدرت الہیہ سے ہے جیسا کہ خود راجح کتابوں میں فضائل و محامد حضرت امیر کا پایا جاتا ہے

مستبعد اور کرامت جناب امیر سے چر جائید حسب اعتراف سانی نو قول پاسے باوین امر کا ایک

حکو بھی واجب تسلیم ہے اور جب نوم تبریک کو فرمادیں تو افسوس کہ علماء شیعہ اس میں ان

کی تملیذ فرمادیں اور ان اقوال کی تحریف کریں باوین امر یہ قدر حسب اعتراف عجیب عجیب

ہے ورنہ فی الحقیقت اقوال بے شمار شیعہ کی کتب سے یہ نکال سکتے ہیں چنانچہ اس عاجز نے

بحاث سالہ میں ایک موقع پر یہی اقوال ان کے جو صحیح ہونے کے لئے علماء یا خصوصاً دورت

کرتے ہیں مبالغہ کتب موجدہ کا بھی اور اس سے بوجہ کثرت فروغ تبلیغ نہیں ہو سکا۔

سامان کتب کافی موجود ہو اور فراموش ہو اور حسب حریہ مد شیعہ ہمیں کے عور پر اس دور

نہ اپنی کتاب میں دیکھیں نہ اپنے علماء کی شہادتیں سنیں بچا رہے صحابہ کس گنتی میں ہیں آپ کے بزرگواروں نے تو انبیاء و ائمہ کو بھی کفر و خیانت سے نہ چھوڑا اور صحابہ میں سے تو منی و کفر و نفاق وارد اس سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ تو شاید کرام کے تسلیم علی سبیل الفرض ہوگی۔ پس اس کو اہلسنت کا افترا کہنا طرف تماشا ہے۔ یہ وصف تو گستاخی معاف جنگ ب کے ہی اکابر میں پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افترا کرتے تھے مبتان باندھتے تھے جھوٹی روایتیں بنا کر ان کی طرف سے شائع کرتے تھے اور حضرت ہی کی کتابوں میں یہ بھی موجود ہے۔

الشیعہ کا تو ایکذبون علی الذلۃ وھم قد
تادوا منھم علی ما ذکرہ الیکلین فی الکافی عن زید اللہ
شیعہ ائمہ پر جھوٹی باتیں بتاوتے تھے اور امام
شیعوں سے اذیت پاتے تھے۔

ہاں اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو کرام کہتے ہیں اور اپنے بزرگواروں کے جھوٹے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے تلمذ کیا کرتے ہیں تو مہربانوں فاق و حبہ الاتفاق۔

صحابہ کے نفاق کے متعلق شیعہ کی یادہ گوئی اور اس کا جواب

قولہ: ہاں جن کا نفاق ان کے نزدیک ثابت ہے اور روایات اہل سنت بھی اس کی مساعدت کرتی ہیں ان کو ہی ایسا سمجھتے ہیں نہ کہ کل کو ایسی گول مول بات لکھی اور سب کو غلطہ کرنا انصاف سے بعید ہے۔

اقول: وہ منافقین کہ جن کا نفاق کتاب و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اہلسنت کے نزدیک ہرگز اعداء صحابہ میں معدود نہیں اہلسنت کے نزدیک صحابیت کے واسطے ایمان خاتمہ نہ ہو نہ شر ہے عا شاؤ کہ اگر اہلسنت کی روایتیں نفاق صحابہ کی مساعدت کرتی ہوں لیکن ان حضرات شیعہ کی روایات صحابہ کرام کے ائمہ و نفاق کو صاف صاف بیان کرتی ہیں پس حقیقت میں کلمہ صحابہ بزرگان دین کے اپنی روایات میں فرما رکھا ہے نہ ہرگز۔

قولہ: یہ آپ ممکن ہے کہ شیعہ نفاق ثقلین کریں حضرات اہلسنت سے اس امر میں کو مخالفت و رجحان ہے۔

اقول: حضرت میرے صاحب یہ محض یہ کہ آپ کے بزرگوں کا نہ بانی دعویٰ سے شیعہ اور اہل سنت ثقلین کو کیا عدو شیعہ تو اتباع بشار بن حکم اور بشار بن سہل اور یحییٰ اور زید

اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو الجہاد اور ابوبصیر وغیرہ کے دین کا اتباع ہے آپ جہلیات کو چھوڑے اور اپنی کتابوں سے اس امر کی تحقیق فرمائیے اگر انصاف سے دیکھئے گا تو معلوم کیجئے گا کہ یہ خلیفہ ان ہی حضرات کا اور ان کے بزرگوں کا ایجا دو اختراع ہے کہ ہمیشہ تراش تراش کر اور بنا بنا کر ائمہ رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کرتے تھے اور ائمہ ان کی تکذیب فرماتے تھے کسی پر لعنت فرماتے تھے کسی کو شہر من الہیہ و انصار فرماتے تھے پس جو طریقہ ایسے بزرگواروں کے توسط سے لیا جائے گا وہ ہرگز ثقلین کے مطابق نہیں ہوگا فحجب یہ ہے کہ شیعہ نے ان حضرات کی روایات و روایات کو محتاسن صحابہ و مشہور اہلسنت میں تو پیشہ قرار دے رکھا ہے کیا وجہ ہے کہ الہیات میں ان کی روایات و روایات کو قبول نہ کیا۔

حضرات شیعہ اصول و فروع میں ثقلین کے مخالف ہیں

چونکہ ان حضرات کا کسی قدر حال معروایات سابق میں بھی بیان کر چکا ہوں اس لیے اس موقع پر اسی قدر ثقلین پر اکتفا کر کے حضرات شیعہ نے جو خلاف ثقلین اپنے اصول و فروع میں کیا ہے اس کو نقل کرتا ہوں (و) وجوب معرفت خدا تعالیٰ عقلاً ہے حالانکہ یہ ثقلین کے مخالف ہے کتاب اللہ۔

ان الحكم اولہ اللہ اولہ العلم یعنی ما
یشاء ویحکمہ بیدعتہ وری الیکلین
عن ابی عبد اللہ انہ قال لیس منہ
علی خلقہ ان یعرفوہ و یخلق علی اللہ
ان یدفعہم۔
نہیں ہے علم کو اس سے اللہ تعالیٰ کے بعد اس کے لئے
موجب ہو چکا ہے کہ اللہ در حد کہ کتاب و سنت کے
امام ابو عبد اللہ رحمہ اللہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ خدا
کے لئے مخلوق پروردگار نہیں ہے کہ وہ اس کو بنائے
اور مخلوق کے لئے خدا پروردگار ہے۔ اور ان کو اپنے

امام اکابر شیعہ مثل زید بن عیینہ اور کبیر بن عیینہ اور سہمان بن جعفری اور محمد بن مسور کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان میں سے غلام تھا نہ جمیع ذلہ اللہ اور یہ صریح مخالف ثقلین ہے (۲) اتباع صاحب النفاق اور بعض شیعہ اسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض اشیاء کو قبل وجود نہیں جانتا چنانچہ شیخ مقداد صاحب کنز العرفان اس کو قائل ہے کہ جزئیات سے قبل وجود خدا تعالیٰ جاہل ہے اور یہ بالکل خلاف ثقلین ہے (۳) ابو جعفر طوسی اور شریعت مرتضیٰ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مین مقدور بندہ پر حق اور نہیں یہ کہ صریح موافق ثقلین سے اور شیعہ عقائد دکر تے ہیں کہ کلمہ اللہ میں صحابہ نے تحریف کی

اور یہ عقیدہ بالکل مخالف کتاب اللہ اور محنت کے ہے (۶) کہتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو
بدار واقع ہوتا ہے اور یہ صریح مخالف ثقلین ہے (۷) اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ غیر شیعہ کی
ضلالت اور گمراہی پر راضی ہے اور یہ مخالف ثقلین ہے (۸) اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ محکوم
عقل کا ہے اور بحکم عقل بہت سی چیزیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں (۹) اعتقاد رکھتے ہیں کہ بندہ بکلام
طہور و بہار و حیوانات اپنے اپنے افعال کے خالق ہیں اور خدا تعالیٰ کو ان کے افعال میں کچھ دخل
نہیں اور یہ اعتقاد مخالف ثقلین کے ہے (۱۰) اعتقاد رکھتے ہیں کہ ائمہ تمام انبیاء اور رسل سے
عند اللہ افضل ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہ عقیدہ ثقلین کے مخالف ہے۔
(۱۱) اعتقاد رکھتے ہیں کہ انبیاء اور ملائکہ کی پیدائش اربعین حضرت علی کے ہے اگر حق تعالیٰ حضرت
علی کو پیدا نہ کرتا تو انبیاء اور ملائکہ اور جنت کو پیدا نہ کرتا اور یہ مخالف عقل و نقل ہے (۱۲) اعتقاد رکھتے
ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء سے اور ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور ان کی اطاعت کا میثاق لیا (۱۳)
اعتقاد رکھتے ہیں کہ انبیاء ائمہ کے انوار سے اقتباس کرتے تھے (۱۴) اعتقاد رکھتے ہیں کہ قیامت
میں تمام انبیاء حضرت علی کے محتاج ہوں گے (۱۵) اکابر امامیہ انبیاء سے صدور کفر و ثبوت کبیرہ
روایت کرتے ہیں (۱۶) کہتے ہیں کہ جب کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے میثاق لیا تو حضرت آدم نے
انکار کر دیا (۱۷) کہتے ہیں کہ بعض رسل نے رسالت سے عذر کیا اور استغنیٰ دیا (۱۸) کہتے ہیں کہ بعض
مہتمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کی وجہ سے وحی کو رد کیا اور تبلیغ احکام سے قناعہ کی
(۱۹) اعتقاد رکھتے ہیں کہ ائمہ اور ان کے اعداء قبل قیامت زندہ رکھے جائیں گے جس کو رجعت سے
تعبیر کرتے ہیں (۲۰) اعتقاد رکھتے ہیں کہ امامیہ میں سے کسی کو معصیت ضعیفہ و یا کبیرہ پر عذاب
ہوگا (۲۱) نہ ہی اور وہی اور آب استنجی کو پاک قرار دیتے ہیں (۲۲) شراب کو ابن عقیل وغیرہ
نے طہارت کا حکم دیا ہے (۲۳) کہتے ہیں کہ اگر حسین عورت کو حالت نماز میں بغل میں لیوے
بیان تک کہ خیمہ نشین و انتشار ہو اور سر ذکر کو محاذی سوراخ عورت کے کرے اور مذی بھی بہہ کر
خصوں تک پہنچے تاہم نماز بائز ہے (۲۴) بعض فرماتے ہیں کہ نماز میں بکلی شراب مضہ نہیں
آدم کہتے ہیں کہ بعض سلاطین چرخے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (۲۵) پانی میں نمونہ گئے کو
مضہ صور فرماتے ہیں (۲۶) کہتے ہیں کہ اعداء سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (۲۷) روزیوں کے
فروج کو عاریز دینا جائز فرماتے ہیں (۲۸) عورت منکوحہ اور منکوحہ ہوتی اور وقت کی
ہوتی اور منکوحہ کے ساتھ راحت کو جائز فرماتے ہیں (۲۹) مستور دور یہ کوجب کز

قرار دیتے ہیں اور اس کی سورت یہ ہے بہت سے مرد ایک عورت کے ساتھ مستحکم کریں اور دور
نوبت مقرر کر لیں کہ ایک شخص اپنی نوبت میں جماع کرے علیٰ ہذا القیاس بہت سے ابواب فقہ کے
مسائل کثیرہ ہیں مشتی نمونہ از خروار و قطرہ نمونہ از بحار نہایت تلخیص و اختصار کے ساتھ صواب و تحفہ
وغیرہ سے نقل کر دیئے جناب مجیب غور فرمادیں اور سوچیں کہ ثقلین کا اتباع اسی کا نام ہے
باقی رہا فضل کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث میں ذکر کیا جائے
گا جناب مجیب اگر زیادہ تفصیل چاہیں گے تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضر ہیں بعد اس کے اب واضح
واضح ہو گیا کہ جو مجاہد مجیب سبب نے تخریف فرمایا اہلسنت سے اسی امر میں تو مخالفت و جھگڑا
ہے نہایت صحیح ہے۔

صحابہ کرام کے فضائل و محامد سے شیعہ کو پریشانی اور اس

پریشانی کا ازالہ

قال الفاضل المجیب ر قوئلہ اس سے حضرت شیعہ کی جہالت تک دسترس ہے ابطال
فضائل اور انکار معاصن میں تجدید ہر ساعی میں بقول بے شک ہن کے فضائل کتاب اللہ و اقوال
عترت سے ہر گز ثابت نہیں اور اہلسنت خود بخود فضائل ان کے ذمہ لگاتے ہیں اور وہ مطاعن
جو طشت ازہار افتادہ ہیں کہ چھپاتے سے نہیں چھپ سکتے چھپانا چاہتے ہیں ان فضائل کے
باطل اور ان معاصن کے انکار میں تہور کوشش کرتے ہیں تاکہ امر حق کا ہر جو۔

بقول العبد الفقیہ الی مولاد: بول لہ وقونہ گذشتہ اباحت میں مناقب و محامد
صحابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے بھی اور اقوال اللہ سے بھی منظر کیا گیا اب ہر دیکھتے ہیں کہ مجیب
لبیب تسلیم فرماتے ہیں یا بر حافت تحریر خود فضائل ثابت کر باطل فرماتے ہیں جیسے مطاعن جناب
مجیب نے دو ذکر فرمائے تھے الفضائل عن سلوة المؤمن اور تخطف عن بیعة الصدیق سوچو اللہ ان کا
بھی قطع و استیصال بھی کیا جا چکا ہے پس حضرت شیعہ بر خلاف شہادت کتاب اللہ و شہادت
ائمہ فضائل سے کہ باہتساب و شہادت خاک سے چھپانا چاہتے ہیں ورنہ ان کے ذمہ اپنے مومنوں
سے بھی چھپاتے ہیں اور بدوستی چنی ترشی ہوئی تو ان کی نجاست سے ان کے دامن نہ بچے
کو ملوث کرنا چاہتے ہیں اس میں حیرت و کفر و کفر و کفر کا حال ہے ان کو بھی تو سادہ و سادہ سے خالی نہیں

چھوڑتے ہیں، بایں ہر صدوق المتشعین باوجود ارتداد صحابہ کے خصال میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابہ ایسے تھے جو کوئی ان میں سے جبری اور قدری اور حروری نہ تھا رات دن خدا کے خوف سے رویا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ تھے جو ہنگام فتنہ مکہ اسلام لاتے تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے فناء کی خواہ مخواہ اہلسنت ہی ان کے ذمہ لگاتے ہیں اور ان کے مطاعن جو طشت از بام ہیں اہلسنت ہی چھپاتے ہیں، یا یہ ان کے فضائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ معاذ اللہ اگر بعض مجال یہ ہی امر حق قرار پاوے جس کے درپے حضرات شیعہ ہیں تو نہ خدا کی خدائی باقی رہتی ہے نہ رسل کی رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی امامت نہ اہلبیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت، پھر اس پر امر حق کے انکار کی سعی کا دعویٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العزیز ربنا فتح بیننا و بین قومنا بالحق وانتم خیر الناسین۔

صحابہ سبھی اچھے تھے اس پر شیعہ کا اعتراض اور اہلسنت کا جواب

قال الفاضل المجیب۔ قولہ چونکہ مقدمہ اختلاف خلافت بھی اسی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعہ کو اتنی جبری فتنیات باعتبار اپنے اصول مذہب کے کب گور تھی اگر پرہیزگاری اس کے ثبوت کے شاہد ہیں اس لئے خلافت کے اصول و شرور ایسے وضع فرمائے کہ جن کی مراعات سے مدعا حاصل ہوا اور اہل اس استحقاق خلافت اپنے اعمیٰں جو ہر دسے اقول یہ اصل ہے دراصل سبھی کے خود منیں جیسا کہ پہلے گذارش ہوا کہ صحابہ اچھے نہ تھے، حتیٰ کہ آپ کے خاتم محمد ثین بعض کی شان میں صاحب خیانت و اشترافنا و پیٹہ و مردود و ان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه اس اصل کا دراصل سبھی نے خود ہونا سابقاً اپنے موقع پر مشرور نمایان کیا جا چکا ہے حاجت امادہ نہیں اس جگہ اگر کسی جہ یہ عنوان سے مجیب لیب اس کا مادہ دہواتے تو تعجب کیا جاتا ورنہ تلامذہ ثین کے کلمات کی نسبت بھی منصفانہ طور پر جو چکا ہے لیکن اس جگہ بھی اس قدر حق سبب کہ تلامذہ ثین نے صحابہ کے حق میں یہ لفظ نہیں کہے، خصوصاً لفظ مردود و ان جناب کسی جگہ صحابہ کے حق میں نہیں لکھی یہ محض آپ کا یا مجاہدین کا کلام ہے اور باطنی اگر صحابہ کے حق میں لکھتے تو بصورت مردود و ان جناب شیعہ کے کھاتے وہیں اور جناب مجیب

نے جو یہ جملہ تحریر فرمایا کہ صحابہ اچھے نہ تھے اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو البتہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک جملہ ہے جو انصاف و راستی و صدق سے باعتبار اپنی روایات و اصول مذہب کے سرزد ہوا ہے اور اگر کل مجموعی کی طرف نفی راجع ہے تو خلاف نصوص و روایات ہے چنانچہ بارہا اس غلطی پر تنبہ کیا جا چکا ہے اور نیز اچھا نہ ہونا مرتبہ تشکیک میں ہے اگر اس سے مراد ہے کہ معصوم نہ تھے اور شیعہ جیسا کہ انبیاء سے بھی برتر اور بہتر فرماتے ہیں ایسے نہ تھے تو صحیح و مسلم نہ معصوم تھے اور نہ انبیاء سے بہتر بلکہ مساوی بھی نہ تھے اور اگر اچھے نہ ہونے سے مراد ہے کہ مرتد اور غاصب حق خلافت و ذلک اور مغیر دین اور محرف کلام رب العالمین تھے تو غلط اور کذب و افتراء اور دسائوس و تخیلات حضرات شیعہ سے ناشی ہے۔

محکم امتحان ایمان صحابہ مقدمہ خلافت نہیں ہے

قولہ: ہاں بلکہ یہ فرمائیے کہ مقدمہ خلافت ہی وہ مقدمہ ہے کہ جس سے صحابہ کے فضائل و زرائل پھر کھے جاتے ہیں۔

اقول: یہ مسرہ اسکل غلط اور باطل ہے فتنائے و زرائل صحابہ وغیرہ صحابہ کے پرکھے جانے کے صد باعتبار اور ہزار ذرائع زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قطع ہو چکے اور انواع انواع کی تکلیفات میں زمانہ شیش و چپکس اور حرج و مرج کے صدقات میں امتحان ہو چکا۔ اول جب سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار مادہ فساد و یارسانی ہوئے جن لوگوں نے اس وقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لائے اور کفار کی انڈانیس سنی اور کبھی اپنے مار و جان و برو کا پاس نہیں کیا عی الا اعلان بے خوف و خیر بوازہ دعوت اسلام کو بلند رکھا چنانچہ بہت سے کافر قریش سے کافر قریش اس دعوت کی وجہ سے مشرف ایمان ہوئے اور بہت سے غلاموں کو جو ایمان لائے تھے اور کفار کے پنجہ تکلیف میں گرفتار تھے اپنے خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار کی تکلیف دینے سے ان کو رہائی دوائی۔ اور ستر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمگین رہے دین اسلام کی محبت میں ازواج و اولاد و خویش و اقارب سے پیوند توڑا اور مال و منال کو چھوڑا اپنے وطن سے منہ موڑا۔ رادعات اختیار کی مہیبت کو سر پر لیا، صحوئیں جھیلیں، فریسیں سمیں تکلیفیں اٹھائیں کفار و کفار سے قطع تعلق کر کے حذات کے قدموں میں چڑھنے کو زمین کی سعادت سمجھا اور

جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے رفقاء و اہل وطن کو اپنے گھروں میں جگہ دی جان و مال سے خدمت کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین و اسلام کی اشاعت میں سامی ہوئے غزوات و سہایا میں اعلا رکلم اللہ کے لئے اپنی جانوں کو معرض ہلاکت سے میںیں بچا اپنی جانوں کو حضرت کے نفس نفیس کی آڑ بنائے رکھا۔ دین اسلام کو عالم میں پھیلا یا کفر و اہل کفر کو مخذول و مفلک کیا۔ آزمائشوں کی بجھی میں ان کی میل کچل دور ہوئی اور سواہن فیض صحبت پیغمبر نے ان کو مصفا و مجلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے ان کے قلوب منور ہوئے اور انشاء ماہتاب فیوض و برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے دل روشن ہوئے عالم خلق و امر کو قطع کیا ملکوت کی سیر کے حقیقۃ الحقائق کو بچشم قلب کشا ہر دہ کیا۔ جب ان کی جان نثاریاں اور خدمات نمایاں برگزیدہ جناب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدہ حضرت کبریائی جل و علاشا ہوئیں تو خداوند علام الغیوب کی بارگاہ عالی متعالی سے ان کے صلہ میں رضا و خوشنودی کے ثمن عطا ہوئے اپنے رسول کی زبانی دخول جنت کا وعدہ فرمایا ان کی خطایا و ذلات کی مغفرت اور معاصی و سیئات کے کنارہ کا مژدہ سنا گیا تو گو یہ آزمائشیں ختم ہو چکی اور ان کے محامد و فضائل مہرے ہو چکی تو پھر عتقہ خلافت پر آزمائش کا حصہ کرنا اور کتنا کہ مقدم خلافت ہی سے فضائل و زرائع مل پرکھے جاتے ہیں سترہ غلط اور جہر ہی البطلان ہے معیار آزمائش اور تک امتحان وہ مراحل تھے جو حضرت کے زمانہ میں طے ہوئے منافق و مخلص ممتاز ہو گئے حق تعالیٰ نے فرمادیا۔

ما کان اللہ لیدر امر منین علی ما نذرو سنیر کہ چھوڑ دے کہ مسلمانوں علیہ حتیٰ میز الخبیث من العیب کو جس طرح پر تم ہو جب تک جدا نہ ہو کا نہ سے یطعنکم علی عیب رضا کرے تا پاک کو پاک سے اور اللہ یون نہیں اور حسب الذہان تترکوا ہذا کہ تم کو خبر دے عیب کی اور ایسے بزرگان دین دراکبر بن نبیین کے سیوب کا تجسس کرنا اپنی عمر و پرکھواری کا برباد و تلف کرنا ہے۔

کسی در سخن کو پی قسم تجویہ اصاح العمر فی طلب الحمال

معنا اگر یہ ہی مقدم ہے جس سے فضائل و زرائع مل پرکھے جاتے ہیں تو بغرض الحمال علی جہیل منیر ہو گئے ہیں کہ حسب تعریات علامہ شیعہ فضائل و زرائع مل پرکھے گئے بعض نے جن کو رعیت تجویہ و تلمین متقی حسنہ سے کہا کہ جو کہ تو ہیں روز یک بن دفن رکھا حسنت کے وصال کا

کسی کو نہ غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور چند درخت خرما کے پر گئے جس کے پیچھے نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا پاس کیا کہ آپ نے صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی نہ دو دمان نبوی کی آبرو کا پاس کیا کہ در بدر پھرنے لگے منافقین کے ہم پیالہ و ہم نوا رہے اپنے دین کو ان کی خواہشوں کے مطیع رکھا کسی شہر کو دارالاسلام نہ بنایا۔ معاذ اللہ اللہم اخی القوب و ابر الیک مما افتروا ہولاء اور بعض نے حضرت کے دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سنبھالا اور عالم میں شائع کیا ہزار ہا ملک فتح کئے ہزار ہا ملک اسلام میں منسلک کیا حضرت کے وصال کے صد میں بیانشک بے ہوش ہوئے کہ آپ کے انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ ہی نے یہ فضائل و زرائع کی اعتبار فرمائی ہے پھر جس پر چاہے فضائل منطبق کیجئے اور جس پر چاہے زرائع

بحث حدیث ستحرصون علی الامارۃ و ستکون ندامتہ الخ

قولہ: جب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص دنیا فانی اس قدر غالب ہوئی کہ باوجود تمدید و ترمیم و تحویف حضرت نبوی ستحرصون علی الامارۃ و ستکون ندامتہ الخ الیقینۃ کما فی صحیح البخاری آپس میں مخالفت و تشاجر کر کے نفسانیہ جناب رسول خدا کو بے غل و کفن و دفن چھوڑ کے غلیظ بن گئے اور اہل بیت کی جن کی فکر کا حکم تھا بات ہی نہ پوچھی بات پوچھنے کے کیا معنی بجاتے نس و تشقی کے گھر بھانے کی دھمکی دمی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائیے کتب تاریخ و سیر کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ وقت انعقاد بیعت کیا کیفیت تھی۔

اقول: یہاں تو مجیب بسبب جوش بغض و عنادین اگر ہا مہر سے باہر ہو گئے تو میں زبان بے لگام ہو گیا۔ انصاف و تحقیق حق کو بآوازے طاق رکھ کر جو مہر میں یا فرما شہر و ج کر دیا۔ نیز ہم آپ کے کلمات تشفی کے جواب میں کچھ نہیں لکھتے لیکن آپ نے بخاری کی حدیث سے استدلال کر کے صحابہ کی حرص و مح کو بجز خود ثابت کیا ہے اس کا جواب و تحقیق ضرور ہوئی پس واضح ہو کہ مجیب بسبب معیار اپنے استدلال میں اس حدیث کو پیش فرماتیں تو اول ان کو ثابت کرنا چاہیے کہ ستحرصون میں جناب کس کو ہے نہ کہ تمام صحابہ تو قصہ ادا نہیں اس لئے کہ بالافاق حش علی الامارۃ تمام فرد صی سے واقع نہیں ہوئی تو رومی بعض صحابہ مراد ہوں گے اور اس کے

مصدق وہ بعض ہیں جو بلا استحقاق امارت کے طالب ہوئے چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ منامیر و منکم امیر میں لفظ امیر اس پر قرینہ اور دال ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہ بھی طالب امارت ہوئے اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہرگز طالب امارت نہیں ہوئے اور نہ اس پر حرص کی آپ کتب سیر و تاریخ ملاحظہ کیجئے حضرت صدیق اکبرؓ اپنے خطبہ میں جو بمقابلہ انصار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اور اس وقت حضرت فاروقؓ نے اپنے اوپر سے دفع کیا اور صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتی تو ہر شخص اپنے نفس کو امارت کے لئے مقدم کرتا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اس قدر ضرورت تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے قول پر فاروقؓ چپکے ضرور ہو جاتے تو اس سے بروئے عقل و انصاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو ہرگز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہیں تھی بلکہ امارت کی طرف انتشار بھی نہیں تھا لیکن ہاں تصفح تقریحات علماء شیوخ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بروئے روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر تریس اور طمع رہے نسخہ سلیم بن قیس ہلالی کی روایت منتہی سے نقل کرتا ہوں۔

فلما كان الليل حمل على فاطمة على حمار واخذ بیدی الحسن والحسين فلو يدع احدًا من اهل بيته من المهاجرين ولا من الانصار او تاه في منزله وذكر حقه ودعا الى نصرته الخ۔ یہ روایت کس طرح صحیحہ معارفہ حضرت کے حرص اور وسیع پر دلالت کرتی ہے اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو منہج البلاغہ کو کھولنے اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں صرف خطبہ شوقیت کے شروع میں دیکھئے اس میں ابتداء ہی میں یہ الفاظ ہیں۔
والله لئن قمصنا فلان و نه ليعلم ان محلى
فداكى قتلنا شخص نے ابزر قميص غدا تہیں یہ
منہا محل القبط من ارحى
جیسا کہ وہ جانتے ہیں کہ غدا تہیں میرا مرتبہ ایسا ہے
جیسا کہ کبھی میں۔

ان الفاظ سے کس قدر حرمت چلتی ہے جس کا مدار صرف حرص و جمع پر ہے ابن مہتمم شارح پنج اپنی شرح میں جو اس وقت میرے سامنے کھٹنے پر رکھی ہوئی ہے اس خطبہ کی شرح میں لکھتا ہے
واذ ثبت نه فاحسن ف هذا
النفس غلبت بوجرد الشكر له و ان لم
يسمع ذلك فسلوا عن ان امر شكايه بلغت
ملك الله ان معنى لكثيره وشعر بها
اور جب ثابت ہو کہ جناب امیرؓ اپنے رفعت کی طرف شہرت فرمائی تو ان شخصوں نے یہ کہ آپؓ سے شکایت پہنچی ہوگی اگر مجموعہ ان جو میرا مرتبہ پر شکایت کر رہے تھے اور ان کے تو یہ کہ میرا مرتبہ کچھ نیچا ہے۔

اور یہی شارح اسی خطبہ کی شرح میں کسی قدر اگے بڑھ کر لکھتا ہے۔

والشورى مصدر كالنجوى وخلصة خبم
انه لما طعن عمر دخلت عليه وجوه الصحابة
وسالوه ان يستخلف رجلا يرشاه فقال لا
ان اتجمل حيا وميتا فقالوا لا التشير علينا فقال
ان خبئتم فقالوا نعم فقال انصالحون بهذا
الامر مبيعة وهم سعيد بن زيد وانا مخرجه
منهم ولونه من اهل بيتي وسعد بن ابى
وقاص وعبد الرحمن بن عوف وطلحة والزبير
وعثمان وعلي فاما سعد فيمنعني عنه عفا
ومن عبد الرحمن فانه قارون هذه الزمة
ومن طلحة فتنكبوه ومن الزبير شجعه ومن
عثمان جبه لغومه ومن على حرصه على
هذا الامر الخ۔

اور علو اور اس کے پنج البلاغہ کے بہت سے مواضع سے جناب امیرؓ کی حرص و طمع امارت پر صاف صاف ثابت ہوتی ہے اور اس خطبہ کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے۔ ومن كلامه في
بيعة عثمان علامہ تہ کمال الدین ابن مہتمم لکھتا ہے۔

وفيه اشارته الى ان غرضه من المناقصة
في هذا الامر هو صلاح حال المسلمين
و استقامة امورهم وسرعة فقههم من الفتن
اس سے آگے بڑھ کر علامہ لکھتا ہے۔

ومن ثمة نسور من وجع من وجع
وجع المناقصة في هذا الامر مع نه منصب
يتعلق بمورد من وجع وجع مع مستغبر
عمر من دو وجہ سے ہے اول تو یہ کہ وجود ایک
امور دنیوی منصب ہے جو امور دنیوی اور ان کے
صلوات سے متعلق ہے تو ہر چیز کی حرص اور شہرت کی

منه من التوهيد فيها والاعراض عنها
وہ ہے حالانکہ آپ کی دنیا کے اندر یہ رفعتی اور اس
سے اعز اور اس کی مذمت اور اس کا ترک مشہور ہے

اس تصریح سے کچھ صرف جناب امیرؒ کی حرص و رغبت بطرف امارت ہی ظاہر نہیں ہوتی اس
سے یہ بھی ثابت ہے کہ حرص بر امارت مسلمانوں کے اصلاح حال اور دفع فتن کی غرض سے اعظم
ارکان دین سے ہے اور اگر آپ کے نزدیک حرص امارت مطلق حرام ہے تو خدا اللہ جناب امیر
مکتب ہوئے اور اگر اصلاح کی غرض سے جائز ہے تو اگر فرض کریں کہ جناب خلفاء نے حرص کی بھی
تو کچھ عملی طعن نہیں کیونکہ ان کی حرص علی الامارت بغرض اصلاح حال امت تھی چنانچہ ان کے
ایام امارت میں جو اصلاح امور امت ہوئی وہ شیعہ کو بھی تسلیم ہے اور وہ استقامت ہرگز جناب امیرؒ
کے ایام خلافت میں نصیب نہ ہوئی اس کے ثبوت میں بھی ہر علامہ متجربین میں کم کی ہی تحقیق پیش
کرتے ہیں

وقد كان لبعده من سلف من الخلفاء
استقامه اصول كان رقيقه عندكم ان
كوشة خلفاء کے لئے استقامت امر تھ اور اگرچہ
آپ کے نزدیک کم استقامت تک جو آپ کی خلافت
سے حاصل ہو نہ پہنچا ہوا تھا

دفع فتن خود بھی ہے کہ ایام خلافت جناب امیرؒ فتنوں میں ہی گذری اور ام خلافت آخر تک
مستقر نہ ہوا غنیلہ حرص علی الامارات جو بنی ہر مجیب کے نزدیک مطلق حرام ہے جناب امیرؒ سے پانی
گئی نہ یہ بھی کوئی نہ ہو تو خصال صدق جو اس وقت میرے سامنے لکھی ہوئی رکھی ہے اس میں
ایک روایت طویل ایضاً نقل ہے جس میں بیان آزمائش و امتحان جناب امیرؒ کا ہے ایک یہودی کے
جو اب میں کہ اس نے سوال کیا تھا کہ اوصیاء کے لئے سات موضع امتحان کے حیات نبی میں ہوتے
ہیں اور سات موضع بعد وفات کے ہوتے ہیں تو اس روایت میں کثیر مواضع سے آپ کی حرمت
امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتی ہے پس اگر ستر حصوں علی الامارۃ میں خطاب اصحاب کو ہے تو
جناب امیرؒ کا بعد روایت آپ کی اولی و اقداس کی مصداق میں کیونکہ انصار تو اپنا دعویٰ سے باز
مبھی آگے لیکن اور دلائل پر گردن رونی جناب کی آخر تک یہی حرمت وقت رہی پس آپ کی اس
وہ جمعیت و جماعت عزت کے آپ کے تابع بھی تھے جو بائیں کسٹھن نہ موم پور القیادہ
عراق و مصداق جناب امیرؒ کی کو قرار دیا اور واضح رہے کہ حضرت امیرؒ مامور با سکوت اور محکوم
امیرؒ خدا کے کہ نہ اعلیٰ میں ہیں چوں وہ خدا کا ولی ہیں کیونکہ انھوں نے رسول خدا پر قمر کی تائید کر کے

مناذ اللہ عاجز ہو چکے تھے ہر چند چاہا کہ حضرت امیرؒ بعد حضرت رسالت مآب کے جانشین ہوں
اور کسی طرح غاصبین کی دست برد سے یہ حق محفوظ رہے آخر کچھ پیش نہ چلی اور لاچار ہو کر صبر و
سکوت کا حکم کرنا پڑا لیکن ادھر صبر و سکوت ان سے نہ ہو سکا انھوں نے اگر اس طرف مخالفت
کی تھی تو ادھر انہوں نے اس طرف حکم کو نہ مانا۔ باقر مجلسی کی حیات القلوب سے خانم المثلکین
نے مفتی الکلام میں وصیت نامہ کی روایت طویل نقل کی اس میں سے ملخصاً نقل کرتا ہوں واز جملہ
امور یہ براں حضرت شرف گرفت بام جبریل از جانب خداوند عالمیان ان بود کہ گفت یا علی وف کنی
آنچہ ورن نامر بہت از دوستی کسیکہ با خدا و رسول دوستی کند و از دشمنی کسی کہ با خدا و رسول
دشمنی کند و نیز از روی مودودان از ایشان و بران کہ صبر کنی بر فر و خوردن خشم ایشان و بر رفتن حق و غضب
کردن خصم تو مضائق کردن حرمت تو حضرت امیرؒ گفت بل یا رسول اللہ اور اس سے یہی سیرتی
نہ ہو تو اپنے ابن میثک کی شہادت سینے شرف منج البلاغہ میں تحریر فرماتا ہے

وان كان معبودا عليه ان لا ينزع في
امر الخلوۃ الخ
اور حضرت امیرؒ سے یہ حدیث لگیا تھا کہ اگر نہ نعت ہیں
جھگڑا نہ کریں

اور یہ امر بھی ہے کہ یہ کشتش و کوشش تمسید و مقدمات نزاع کے ہیں حسب تصریحات
قوم اگر حضرت کو اس وقت اعوان ہم پہنچتے تو آپ قتل و قاتل سے دیلغ نہ فرماتے پس اس
دل و تمسک پر آفرین کہ علاوہ حرص و طمع کے آپ کو عاصی اور مخالف اہل نبی اور وصیت رست
پنا ہی ٹھہرایا غرض خلاصہ یہ ہے کہ حسب تصریحات شیعہ آپ نے حرص و طمع فرمائی اور یہ حرص
و طمع آپ کی شہ جاب نہ تھی اس سے صاف طور پر فعلیت خلافت ہی مفتی نہیں ہوتی ہمد
استحقاق و بیاقت خلافت بھی مفتی ہو گئی با این ہمد اگر آپ استحقاق کا ذکر بھی کریں گے تو آپ
کو اقل ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اس کے ہر معارضہ دوسرے استحقاق اور فعلیت سے ہیں
کے پس اگر آپ بروئے استحقاق حدیث استحقاق میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں
تو چشم مار و دشمنی دینا شد و ہم بھی بشرطیکہ سبیل انصراف حرص وضع
خلفاء کو تسلیم کریں یہ جن عسریں کریں گے باقی جسرف و اس عبارت
میں علت اخلاص و امتحان میں ان کا جواب پیشتر گذارش ہو چکا ہے حاجت
تھکر نہیں

شیعہ کا اپنے دعوے سے انحراف

قولہ: معاذ اللہ کہ جس امر کے ثبوت کے ثقلین شاہد ہوں وہ شیعوں کو گوارا نہ ہو شیعوں کا مذہب ہی تمکک ثقلین ہے اور اسی امر میں ہمارا آپ کا نزاع ہے یہ محض آپ کا خیال ہے۔
 اقول: اگرچہ اس معاملہ میں قریب ہی ہم بحث کر چکے ہیں جس سے ادعا تمکک کی پوری کیفیت واضح ہوتی ہے لیکن یہاں بھی اتنی گزارش ضرور ہے کہ جناب میر صاحب یہ محض آپ کا خیال ہی خیال ہے جس کا دار و مدار کسی قدر اس امر پر بھی ہے کہ آپ اپنی روایت کی نسبت جو آپ کے علماء کی تصریح کے موافق معروض دوم و دوم بار گاہ جناب ائمہ متبعین جن جن بوجہ سادہ لوح کے رکھتے ہیں، اگر آپ انفسانیت کو چھوڑ دیں اور حقیقات کو ترک کر کے بالانصاف اپنی ہی کتابوں کا ملاحظہ فرمایں تو آپ پر یہ عقیدہ بخوبی حل ہو سکتا ہے واللہ سیدہ من لیس انی راہ مستقیم معذرا اگر یہاں غلط ہے تو پھر ان ارشادات ائمہ میں جو فضائل صحابہ و ائمہ میں وارد ہیں کیوں تاویلات بعیدہ اور توہمات رکھ کر کے ان کو مسخ کرتے ہیں ان کو اپنے ظاہر پر مگر سیدھی صریح تسلیم کر لیتے کہ واقعہ اور نفس الامری طور پر بھی تمکک پایا جائے اور جب تک یہ نہیں تب تک نصیحتیں کا تو تمکک نہیں ہوا اپنے ابوہریرہ کا تمکک ہے اہم احفظ قومنا منہ۔

ائمہ کی عصمت کا متحقق ہونا محال ہے

قولہ: اصول و شرع و خلافت واقعی ایسے ہی ہونے چاہئیں چنانچہ وہ مشرطن کو تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں اور چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت کا متحقق ہونا محال ہے اس لئے اس شرع سے دور لڑاتے ہیں۔

اقول: یہ وہ مسئلہ ہے جو پیشہ بہرہ بانہ طور پر ہو چکا ہے اور اس کا جواب بھی مذکور ہوا ہے۔ آپ و سنی اور واقفیت سے کہ آپ انبیاء و نوح کو بعد از انبیاء و ائمہ و ائمہ کے ہیں و ائمہ کے ہیں تو حیات و حیات میں تو متباہین ایک دوسری ایسے ہی معمولات پر جلتی ہیں عصمت سے ان کی کوئی تفریق نہیں ہے نہ وقت اپنے موقع پر ہے کہ جب کوئی شخص میں عصمت ہو اور جب وہ کسی شخص کو غیر ہے نہ کہ ہے پس ہر شخص یہ ہے کہ جو کہتے ہیں ائمہ میں عصمت کے متعلق ان کے لئے ہر چیز و حیثیت کے کوئی دلیل و ثبوت نہیں ہوتا ہے مگر ان کی عصمت پر تو کوئی دلیل ہے۔

قولہ: جب کہ ہم نص کے قائل ہیں تو وضع اصول کی نسبت ہماری طرف کو بوجہ صحیح ہو سکتی ہے اقول: سبحان اللہ حضرت کا یہ افادہ کمال ہی دانشمندی اور علم اور واقفیت اور فہم پر مبنی ہے۔ اسے حضرت آپ یہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ہم اثبات اصول میں نص کے قائل ہیں۔ تو وضع اصول کی نسبت ہماری طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلاف واقع کیونکہ نص کا قائل ہونا اشتراط امامت و خلافت میں مد نظر ہے نہ اثبات اصول میں اور اثبات اصول و شرائط کے لئے حضرات کے پاس کوئی نص قطعی موجود نہیں بسم اللہ اگر ہو تو لایئے اور اگر مقصود یہ ہے کہ ہم جب خلافت و امامت ائمہ میں بعض کے قائل ہیں تو نسبت وضع اصول باطل ہے تو یہ بالکل وہی ہے اور ایسی ہی بیچ دلیل ہے کہ ادنی طالب علم بھی پیش نہ کرے کیونکہ آپ کا خصم یہ کہتا ہے کہ یہ آپ کا نص کا قائل ہونا یہ بھی انہیں اصول موضوعہ میں سے ہے جن کی نسبت آپ کی طرف کی جاتی ہے وضع اصول کی نسبت کی امتناع کو نص امامت کے اصول میں ہونے سے کیا تعلق بلکہ اگر آپ تامل فرمائیں گے تو اس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بالنص نص کے اصول میں ہونے کے قائل ہوتے تو خود یہ ہی اصل موضوعہ پائے گئے اور اس اقتساب کی تائید و تقویت ہو گئی۔ پھر اس علم و سند اور پر ہارے عجیب لہیب کے کیا کچھ دعوئے اور فرماتے ہیں کہ ہمارے مقابلہ میں وہ بھی ساکت اور وہ بھی متحیر۔

خلافت سے متعلق شیعہ حضرات کے مغالطے اور ان کے جوابات

قولہ: ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ غیر مستحق کی خلافت ضرور باطل و مستحق کی برستور ثابت و قائم رہتی ہے۔ گو عوام الناس خلیفہ زمانیں اور ظاہری ریاست حاصل نہ ہو۔
 اقول: یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ اگر ان کو تسلیم کیا جاوے تو مستحق و غیر مستحق کی خلافت کی جڑ کاٹتی ہیں بشرحیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کتاب و سنت و جہان شرع کا احاطہ نہ ہو۔ میں تفصیل اور تجسس کیا جاوے کیونکہ تمام افراد میں سوائے ائمہ علیہم السلام کے کوئی معصوم نہیں اور اگر اس سے قطع نہ کیا جاوے تو یہ وہ شرائط ہیں کہ مستحق و غیر مستحق کی خلافت کو ثابت و متعلق کرتے ہیں علی الخصوص جب کہ اس کے ساتھ ہیں اس طریقہ کا بھی انصار کی جاوے کہ اس طریقہ سے علما شیعہ و بہان شرعہ ائمہ میں جان فرماتے ہیں کیونکہ یہ ایک شخص کے دستے و دلوں و جہنم شرعہ کے ساتھ ہو سکتا ہے اور اس کے اقوال و مخالف کو توجہ کی جا سکتی ہے شرعہ یہ کہتے ہیں۔

حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم امام برحق ہیں اگر وہ یہ کہیں کہ ان میں تمام شرائط عصمت و نص و افضلیت پائی جاتی ہیں اور اقوال مخالفہ کی تاویل کریں تو فرمائیے کہ آپ کیوں کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرمائیے گا علی ہذا اسماعیل کہ ان کے حق میں توسیع و دلالت کے بھی قائل ہیں تو اثنا عشریہ ان کی امامت کو کیونکر باطل کریں گے۔

قال الفاضل المجیب۔ قولہ جب دیکھا کہ شرائط ثمرہ سے تفویل کلام محل مقصود ہے اور تفریب مرام حاصل نہیں اس لئے بعض حضرات نے اثنا عشریہ کو بڑھایا اور جب دیکھا کہ کچھ عجیب عباسیہ کی خلش دور نہیں ہوتی تو علویہ کو وضع فرمایا تاکہ مطلب بسوالت نکل آوے اسے اقول آپ غور فرمادیں کہ آپ کا یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو اگر تفویل کلام محل مقصود ہو تو باثنی عشریہ و علویہ کا بڑھانا اور زیادہ تر تفویل ہوگی پھر محل کو بڑھانے کی کیا حاجت ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاد۔ اس قول کے جواب میں ہمارے محیب بسیب نے آخر تک جس قدر تحریر فرمایا ہے اس میں حضرت کا اندازہ علم و اجتہاد و غور و فکر و ادراک قابلِ معانیہ ہے اور دیکھنا چاہئے کہ میں نے کیا عرض کیا تھا حضرت اس کے جواب میں کیا فرما رہے ہیں اسے حضرت آپ تفویل کلام سے کیا سمجھے کیا اس سے آپ یہ سمجھے کہ بیان شرائط میں عبارت کی تفویل ہوگی یا آپ نے یہ خیال کیا کہ اثبات شرائط میں متبادلہ خصم تفویل کلام ہوگی۔ اول یہی اعلان ہے جملہ اس لئے بعض حضرات نے اپنے اس کو باطل کرتا ہے اتنا ہی بھی باطل ہے کیونکہ ثبوت قیاسی تو نہیں بلکہ ثبوت کا دار و مدار کسی اصل شرعی پر ہے جو اسکا تخریم کے لئے کافی ہوگی تو اس میں بھی تفویل کلام نہ ہوگی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شرائط ثمرہ میں باعتبار امکان وقوع کی تعمیر ہے جو محل مقصود ہے تو اس لئے زیادہ قیود لگا کر اس میں تقلیل اثبات کی فرمائی اور بعض فساد کے ساتھ ہی مخصوص کیا تاکہ امکان وقوع اثبات کی تعمیر کی گفنگو کو تادہ ہو پس باثنی عشریہ و علویہ کو بڑھانا لکھنا و تادہ کرنا ہے تفویل کیونکہ ہر تفریق و تخصیص شرط ہے جہاں تک اسی تخصیص ہوتی جاوے گی جسے معنی ثانی کے بھی توجہ یہ ممکن ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ باثنی عشریہ و علویہ کے برخاستہ سے زیادہ تحریر ہوئی نہایت عجیب و غریب ہے اور محض سمجھنا اور بھی زیادہ عجیب ہے۔

شرائط امامت شیعہ کے ہاں حسب موقع و مصلحت وضع ہوتی ہیں
ہر جہاں کہ جس کے لئے یہ شرطیں وضع ہوئی ہیں مثلاً اگر کسی جگہ پر شیعیہ کے لئے یہ شرطیں وضع ہوئی ہیں

ہوتی اور جب بعض دور اندیشوں نے اس کی تعمیر کو محل مقصود پایا اور دیکھا کہ ہر شخص مدعی خلافت اور وجدان شرائط کا مدعی ہو سکتا ہے تو اس لئے اثنا عشریہ کو بڑھایا پھر بھی کسی قدر تعمیر باقی رہی کہ تمام بنی باثنی عشریہ وغیرہ مدعی ہو سکتے تھے تو علویہ کو بڑھایا لیکن یہ تخصیص بھی حسب مدعا کا فی نہ ہوتی اور اس میں حقیقہ کا جدا خورشید لگا ہوا تھا اور حدیث کا علیحدہ کھڑا گناہ اور روز کی

تحقیقات اور آئے دن کی تسلیات سے بناوٹ کا زیادہ اشتباہ پیدا ہوتا تھا تو اس لئے اثنا عشریہ و دانش مندوں نے ایسی قید لگائی کہ تمام جھگڑا ہی فیصلہ کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ ہر شخص سے کہ بجز خاص بارہ اشخاص کے کوئی امام نہیں اور جو ان کے سوا دعویٰ کرے وہ ایسا اور ایسا چاہئے ہمارے محیب نے بھی اپنے ہی قول میں اس حکم کے تسلیم کو ظاہر فرمایا ہے کاش اگر اول ہی سے اس تعمیر کا نام ہی نہ لیتے اور اس حکم کو بچاتے تو آج یہ دقت کیوں پیش آتی لیکن کیا کریں جب قرآن اولیٰ میں اس کا پتہ و نشان ہی نہیں تھا سو اول سے ہی کیوں کر لو سکتے تھے اگر محیب بسیب کو دعویٰ ہو تو ہمارے محیب اپنے دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کر دکھلائیں تو اس سے صاف معلوم ہوگا کہ یہ محض بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ معذرا اگر شرائط ہی میں ادنیٰ تاہل سے خیال کیا جاوے تو واضح ہوتا ہے کہ ان شرائط کی وضع ہی ٹھیک نہیں کیونکہ اس میں لوازم کو بھی شرائط قرار دیا ہے فی الحقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہیں جو شارع کسی امر کی نسبت تخصیص فرماوے تو اس میں کوئی حالت غلطہ باقی نہیں رہتی غایتہ ما فی الباب عصمت و افضلیت لازم ہوں گی تو ان کو شرائط میں داخل کرنا بالکل لغو اور فضول ہے اور غلط جب نص پائی جائے گی تو اس کے لوازمات عصمت و افضلیت بھی پائی جائے گی لان الشیٰ اذا ثبت ثبت بلوازمہ قولہ واقعہ میں شرائط ثانیہ جامع و مانع ہیں کہ ان سے جوئی مقصد حاصل و تفریب مرام نہ رہے **اقول** یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ جب تک ان کے ساتھیوں قید ہر نہ لگائی جائے گی تب تک ہر گز مانع نہیں ہوں گی اور جب محتاج انہم قید آخر ہوتی تو یہ فرمانا کہ ان سے تفریب مرام تاہم ہے غلط ہے اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو شیعہ میں باہر اختلاف نہ ہوتا آپ شیعہ کے اختلافات و خصوص کے اعتقادات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اس کی کیفیت آپ پر واضح ہو جائے۔

قول اگر باثنی عشریہ و علویہ داخل شرائط امامت ہیں تو انہیں شرائط ثمرہ میں داخل میں کیونکہ شرائط ثمرہ میں سے نص بھی ہے اور نص انہیں خلافت کی شان میں ہے مدعی کی جہاں آپ بغیر اسے حدیث الہیہ میں قریش امامت و خلافت قریش کا ہی حق سمجھتے ہیں نہ غیر کہ پس آپ کا

یہ فرمانا کہ بعد میں ہاشمیر و علویہ کو بڑھایا بجائے خود نہیں۔

اقول: جس قدر افراد خاصہ ہوتے ہیں وہ سب اپنے عام کے نیچے داخل ہوا کرتے ہیں قاعدہ مسلمہ ہے اس کا کون منکر ہے لیکن کلام اس میں ہے کہ عام میں انواع خاصہ کے تقسیمہ مضبوط تفسیل اشتراک بناتی گئی پس اس کا کیا جواب حضرت کے کلام میں پیدا ہوتا ہے اور جواب اس کے یہ کہ اگر خاص بھی اس عام میں داخل ہے مصداق اس جملہ کا ہے کہ سوال از آسمان و جواب از آسمان علاوہ اس کے یہ داخل ہونا بالضمائم تفسیری تفسیہ کے ہے جو کہ خصم اس کو بھی موضوع قرار دیتا ہے محذرا اگر داخل ہونا ہی باعث ترک ذکر اشتراط ہے تو بوجہ تلامذہ نص کے ساتھ عصمت و افضلیت کا ذکر بھی بے فائدہ ہے پھر آپ کی تفریح اور فرمانا کہ اصناف ہاشمیر و علویہ بجائے خود نہیں محض آپ کے ذہنی مقدمہ پر متفرع ہوگی اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجائے خود نہیں۔

قولہ: اور چونکہ امامیہ کے نزدیک امامت و خلافت راشدہ بشرط غلبہ سے ہی ممکن ہوتی ہے نہ مطلق قہر و غلبہ و تسلط و حکومت و ریاست ظاہری سے اور جو شخص بدون تحقق بشرط غلبہ متقدم ہی امر خلافت ہو اور گواس کو حکومت و ریاست ظاہری حاصل ہو وہ غلبہ مستحق و راشد نہیں ہے پھر عباسیہ کی غلبہ دور کرتی کہ ہم کو کیا ضرورت تھی وہ تو بشرط غلبہ سے ہی دور ہو چکے تھے جو اور خلفائے غیر مستحقین کا حال ہے وہی ان عباسیہ وغیرہ کا

اقول: اختلاف فیما بینہ نص کی بابت تو واقع میں ہی موجود ہے باقی رہی عصمت و افضلیت وہ ہر وہ ایسی چیز نہیں جو بدلتے معلوم ہو سکے تو نہ خالہ کسی ایسی چیز میں ام کی طرف ضرورت دئی ہوئی جس میں مجال لشکر و ماری ہی اس سبب سے خلفاء غیر مستحقین کی غلبہ دور کرنے کی ضرورت پڑی ہاشمیر و علویہ فاحشہ ایسی چیزیں ہیں جس میں خالہ کلام نہیں تو حسب مناسب و مصلحت وقت ان کو اضافہ کرتے گئے تو یہ فرمانا کہ ہم کو کیا ضرورت تھی یہ محض اس وجہ سے ہے کہ زمانہ سابق کو جب کہ ہاشمیر و علویہ میں سکون و اتحاد و تحالف تھا زمانہ میں پر قیاس فرمایا ہے اور حق قہر و تسلط سے ان کے خلاف رائدہ کی قوائیں کو راجع ہونے بسنت ہے تو اس میں کوئی شک نہ ثابت کرنا

عائینہ پھر عباس کے حق و تخریب و فساد میں قرآن و احادیث میں نہیں کہے بلکہ ان سنت بھی جن اشخاص میں ان کے مذہب کی رائدہ پائی نہیں جائیں وہ بھی ان کو غلبہ مستحق نہیں کہنے کوئی یہی حکومت ان کو حاصل ہو چنانچہ امام جس میں سب سے زیادہ تلامذہ میں فرماتے ہیں وہ اور دھماکا

خروج و لویتھو لاہ مرگلیٹر من العلویین و قلیل من العباسیین ولو اور دھماکا من الخلفاء العبدیین لدن امامتہم غیر صحیحۃ لہم و منہا انہم غیر قرشیین و انما استہم بالفاطمیین

بجملۃ العوام والد فجد ہم مجوسی انتہی بقدر الحاجۃ۔
اقول: پھر اس سے کیا حاصل اس کا انکار کس نے کیا تھا آپ پہلے اعتراض کو ہی نہیں سمجھے اول اس کو بخور سمجھے اس وقت جواب کے درپے ہو جائیے۔

شیعہ کا خلافت سے متعلق شرائط کا دعویٰ بلا ثبوت و دلیل

قولہ: اور چونکہ یہ مسئلہ فی کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ فخر سے ثابت ہیں اور واقعوں جامع مانع ہیں اس سے ہم کو اور شرائط کے وضع کرنے کی کیا حاجت ہے

اقول: بشرط غلبہ کے ثبوت کی نسبت کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ فخر کا اس وقت دعویٰ فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنے اس رسالہ میں ان شرائط کے ثبوت کے وقت وہ آیات و احادیث و روایات و اقوال کیا تفسیر میں رائے سے برآمد نہیں ہوئی تھی یا فراموش ہو گئی تھی اور نیز اس مادہ میں جو چارے عجیب بسبب کہ زمانہ مناظرہ مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ مدرسہ مائیکول لدھیانہ سے عصمت کے اشتراط میں ہو اور عجیب بسبب اسکت ہونے اور ثابت نہ کر سکے اور ترک کھائی کیا اس وقت تک یہ آیات و احادیث و روایات و اقوال تصنیف و تالیف نہیں ہوتے تھے لیکن یہ تحریر تو مناظرہ سے پہلی ہے پھر معلوم نہیں وہ کس دن کیواسطے رکھی گئی ہیں اور شرائط کی نسبت جامعیت و مالیت کا دعویٰ بھی بالکل غلط ہے جامع میں مانع جامع تو اس سے نہیں کہ وہ جناب میرزا علی محمد اگر مامور بصبر اور دینی بالکوت تھے تو انھوں نے اس حکم اور وصیت کے برخلاف کیا جو سر اسر عصمت تھی اور خلافت عصمت اس کی نسبت کچھ روایات نہ مامور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دل چاہے تو قصہ میزاب عباسیہ اور قتل ابوبکر اشجع کو ملاحظہ فرمایا لیجئے اور اگر مامور بصبر و سکوت نہیں تھے تو پھر اہل بیت کی تائید قرآن و تشریف دین کی تحریک کس نے کر لی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہ سب حضرت کے ذمہ علاوہ اس کے طفل پر عجب ہی کمزور و ہکا بکا ہے یہ مخالفت عصمت ہیں تو اس شرط نے پہلے تو حضرت اور ائمہ سید البیتین و ائمہ سبعین و ائمہ اثنا عشریہ کو ہی خارج کر دیا بعد ان کے امام ثانی شیعہ

کہ انھوں نے بے وجہ خلافت جو نیابت رسول ہے خود بخود ایک غیر مستحق بلکہ بقول شیعو کا فر کے حوالہ کر دی اور اسلام و اہل اسلام کو معرض تفسد میں ڈال دیا یہ بھی اعظم معاصی میں سے ہے تو اس شرط سے آپ کو بھی خارج کیا۔ ان کے بعد امام ثالث شیعو نے حسب الشریعہ قوم بیت المال کے مال میں بے اجازت امام کے تصرف کیا جو حرام تھا اور بیاداش اس کے امام نے ان کے زور و کوب کا قصہ کیا اور نیز تفسیر جو واجب تھا ترک کر کے جو انان اہلیت کو تہ تیغ بیدریغ ظالمان کرایا اور نسار و ذراری اہلیت کو ذلیل و خوار کرایا تو آپ کی اس شرط نے ان کو بھی خارج کیا پھر اب بتلایے جامع کیونکر رہی۔ اور اگر ان مضمرات کے اقوال کو دیکھا جائے تو خلاف مشرطہ ثابت ہوتا ہے منہج البلاغہ میں حضرت عثمان کے پیام کے جواب میں ارشاد ہے

واللہ لشد فعت وحتی خشیت حد کی قسم تحقیق میں نے اس سے انحراف و فحی ان احسن تشاہیر یہاں تک کہ میں گنہگار ہونے سے ڈرا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کو اپنے اس فعل میں معصیت اور اثم کا خوف نہ اور آپ کا یہ ارشاد ہے

لا تکتوا عن مقاتلہ بحق او مشورۃ لعلہ فاف لست لبق ان خطہ قول من ورنیک مشورہ سے بڑا رہو کیونکہ میں کچھ اس سے باز نہیں ہوں کہ خطا کروں یا آتا ہے شاید منہج البلاغہ میں ہے یہ بھی تفسیر عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر مسئلہ حضرت مشکل کتابی کے قول سے باطل ہوئے والحدۃ علی ذلک اور عدم مہلیت حضرت جب اقوال کو مشرطہ میں مذکور ہو چکی ہے بائیں ہر اگر حضرت مجیب کو دعویٰ تھا تو وہ پکارا ہی آیات و روایات و اقوال و حدیث بیان فرمائی ہوتی۔

خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا تحقق

قولہ: مگر ان حضرات ہست چونکہ ایسے خلفاء کی خلافت کے قول میں جو دونوں میں منقول و نقلی محض موقع و فرصت پائے خلیفہ بن بیٹھے۔ اہل ان کو ایسے اصول وضع کر کے ان کے ضرورت بھی چنا یا انھوں نے ایسا ہی کیا۔

اقول: ان سنت پر ایسے خلفاء کی خلافت کے قول میں نہیں ہیں جو موقع و فرصت پائے خلیفہ بن بیٹھے اور میں ان کو خلافت میں منقول و نقلی سے ثابت نہیں ہے۔ ہر ایسے خلفاء کی خلافت

کے قائل ہیں جن کی خلافت کا ثبوت کتاب اللہ سے مثل روز روشن روشن ہے اور ائمہ کو بھی ان کی ہی اقتدار کا حکم تھا اور ہرگز اجازت نہ تھی کہ ان کے مقابلہ میں دم ماریں یا چوں چا کریں۔ تمام عمر ائمہ کا ان کے مطیع رہنا ہی ان کی حقیقت خلافت کے لئے شاہد عدل کافی ہے پس ایسی خلافتائے حقہ جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتاب و سنت بھی ان کو مؤید تھی وہی اصول و شرائط خلافت کے لئے اہل سنت نے قرار دی اور بحمد اللہ وضع اصول اہلسنت کے ماننے صحیح سے قرار پائی خلافت اصول موضوعہ اہل تشیع کے ان کی تکذیب جا بجا خود کلام ائمہ میں ہے۔

قولہ: اور جب ہنظر غور دیکھا کہ واقعہ میں یہ امامیہ کی شرائط ٹکڑے نہایت ہی درست ہیں تو باوجودیکہ ہمارے مقابلہ میں ان شرائط کو خلافت عقل و نقل کئے رہے۔ مگر پھر بھی ان میں سے دو شرائط تسلیم کر لی ہیں۔

اقول: شریعت ثلاثہ کی دستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو رہنے دیجئے اگر کبھی خود بھی ان کے دلائل کی طرف متوجہ ہوتے ہوں گے تو آپ کا دل ہی جانتا ہو گا کہ دلائل سے ثابت ہیں یا نہیں اور دو شرائطوں کا تسلیم کرنا وہ غلطی ہے جو آپ کی زبان پر جاری ہے اور چند بار اس پر ہم متنبہ کر چکے ہیں۔

قولہ: اور چونکہ عصمت کسی خرج خلافت ثلاثہ میں ثابت نہ کر سکتے تھے اس لئے اس کے ماننے سے مجبور رہے۔

اقول: بحمد اللہ تعالیٰ اہلسنت کا معتقد و پیشوا مسائل و مباحث میں کتاب اللہ و سنت ہے وہ خلافت اس کے کوئی امر کسی میں ثابت نہیں کرتے اور جو جس قدر ثابت ہو گیا اس میں چون و چرا نہیں کرتے بلکہ معتقدان شیعو کے کہ انھوں نے اپنا مقتدا اپنی اجواء کو قرار دے رکھا ہے خلافت کتاب سنت جس کے لئے جو چاہتا ہے ثابت کر دیتے ہیں اور جس سے جو چاہتا ہے حسب موقع سلب کر دیتے ہیں نہ کتاب و سنت کو دیکھتے ہیں نہ ائمہ کے سنتے ہیں منجملہ ان کے یہ مسئلہ عصمت ہے کہ زبردستی ائمہ کے سر منڈھتے ہیں حالانکہ نہ کتاب اللہ اس کی مساعدت کرتی ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے پس اہلسنت و اس مسئلہ کے ماننے سے مجبور ہی اس وجہ سے ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں ہو وہ کہ جو کہ یہ منہج نے کہاں کیا پنا پڑا دوسری دونوں شرائطوں کو بھی اس وجہ سے انکار کیا گیا ہے۔

حضرات شیعہ نے ائمہ کے لئے انبیاء کی عصمت میں قدر کیا ہے

نہ اہل سنت نے

قولہ: مگر خلفاء ثلاثہ کے لئے انبیاء کی عصمت میں قدر کرنے لگے۔
 اقوال: اس جملہ کا مطلب تو آپ یا آپ کے مذہبی بھائی سمجھیں گے، خلفاء کے لئے انبیاء کی عصمت میں قدر کرنے سے کیا مراد ہے اگر یہ مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم نہیں اعتقاد کرتے اور انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کریں گے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئے گی اس لئے انبیاء کی عصمت میں قدر کر کے ان کو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہیں تاکہ افضلیت لازم نہ آوے تو یہ تو بالکل غلط اور راہیات ہے سراسر مذہب اہل سنت کے خلاف ہے صریح مذہب اہل سنت یہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں اور سوا انبیاء کے کوئی شخص خلفاء میں سے ہو یا ائمہ میں سے ہرگز معصوم نہیں اور اگر کچھ اور مراد ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنے ذہن میں اعتبار کر رکھا ہے تو صاف غور پر بیان کرنا چاہیے لیکن بات اصل یہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسی کو بڑھاتے ہیں تو یہاں تک جرحا تے ہیں کہ اس کو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گراتے ہیں تو یہاں تک گراتے ہیں کہ حد اعتدال سے نکال دیتے ہیں مثلاً اسی مسئلہ عصمت انبیاء میں یہاں تک بڑھے کہ صغیر و کبار سے سوا و بعد اقبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا گیا تو یہاں تک گرایا کہ انبیاء کی نسبت کفر اور حسد وغیرہ سے بھی دریغ نہ کیا ائمہ کی نسبت یا تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ ہمیں و مرسلین سے بھی ان کا درجہ اونچی کر دیا گیا کہ یا تو یہ نبوت پہنچائی وہ امور ان کی طرف منسوب کئے کہ کفار و فجار کو بھی ان کی نسبت سے تنگ و سار ہو فروغ میں اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً سوم کی یہاں تک اختیار کیا کہ پانی میں غوطہ لگنے سے بھی ٹوٹ جائے یا بد اختیار کی تو یہاں تک کہ غلام سے بھی نہ ٹوٹے پس مذہب کیسے مرزا رفیع السودا کی جو یا صرح ہے کہ کبھی عرش برہین پر بٹھلادیا اور کبھی تخت انعام میں گر دیا یا میر دبیر و انیس کے مثنویوں کی بندشیں ہیں کہ ہر شعر میں بے شمار مبالغہ کی گھیت جناب میسر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کے دسے فرمایا ہے جو پنج البدلتہ میں کسی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے۔

بلک فی صفات محب مفرط مذہب
 المحب الم غیر الحق و مبغض
 طایذہب بہ البغض الم غیر الحق
 غیر الناس فی حال العظا الاوسط
 بالمزموہ والزمو السواد الاعظم فان
 ید اللہ علی الجماعۃ انتہی بقدر العاقبۃ

اور پنج البلاغہ میں دوسری جگہ فرمایا۔

یہلک فی رجولن محب مفرط
 باہت مفرط

قرب ہے کہ میرے باب میں دو گروہ ہلاک ہونگے ایک
 تو افراط کے ساتھ مجھ کو دوست رکھنے والے کہ میری محبت
 ان کو ناحق کی طرف لے جائے گی دوسرے نہایت دشمنی
 رکھنے والے جن کو دشمنی بغض کی طرف لے جائے گی
 اور میرے باب میں متوسط جان والے سب سے بہتر ہیں
 پس ضرور لو اس کو اور بڑی چاہت کو اختیار کر دو کیونکہ
 جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ہلاک ہوں گے میرے باب میں دو شخص، فرد کی تو
 دوست رکھنے والا اور مفرطی بت نہ دھتے۔

حسب ارشاد جناب امیر تمام فرق شیعہ و خوارج و نواصب اس وعید میں داخل ہوتے
 کس قدر افراط فی المدح اور افراط فی المہمت سے کہ حضرت کا مرتبہ انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے
 اللہ تعالیٰ اہلسنت یہاں بھی ثابت الاعتقاد اور راسخ القدم رہے انبیاء کو ان کے درجہ
 میں رکھا اور خلفاء کو ان کے درجہ میں رکھا نہ ان کے درجہ میں اعتدال سے کمی بیشی کی جائے
 درجہ کو اعتدال سے گھٹایا بڑھایا۔ اور اگر روایات شیعہ کا قبیح کیا جائے تو حد حد ثابت رہتا
 ہے کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کی وجہ سے عصمت انبیاء میں جرح قدر کیا ہے جس سے حضرت
 علیہ السلام کی انکار امامت کی روایت اور حسد کا قصہ اور سنہ کا ذکر اور مذکور ہو جو جسے
 علاوہ انہی روایات قوم سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جس قدر مصائب و مہمات
 مبتلا ہوئے سب بوجہ انکار امامت ائمہ مبتلا ہوئے اور یہ ان کو کسرا اسی انکار کی بنا پر
 سے اہل الصاف و معتلا صاف سمجھ سکتے ہیں کہ حضرات شیعہ نے ہی ائمہ کے لئے غیر عصمت
 میں جرح و قدر کیا ہے نہ اہل سنت نے۔

قولہ: بغرض کہ امامت و خلافت کے بارے میں ان حضرات کے قول میں نہایت
 میں اگر حضرت مجیب یہ سلسلہ جاری رکھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ بحث امامت میں
 بخوبی آئے گا۔

اقول: معلوم نہیں ہمارے مجیب نے یہ نتیجہ کس جملہ کا سابق سے یہ کیسے ہے

اور بحار میں ہے۔

عن زرارة عن ابی جعفر قال قال سألته عن
مسئلة فاجابنی قال شرعا رجل مناله عنها
فاجابه بخلاف ما اجابنی شرعا رجل
فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی و
اجاب صاحبی فلما خرج الرجلون قلت یا ابن
رسول الله رجلون من اهل العراق من شیعته
قد مایسلون فاجبت کل واحد منهما بالخیر
ما احببت بالاخر قال یا زرارة ان هذا خیر
لنا والی لیا ولکم ولوا لجمعت علی امر
واحد لقصدکم الناس ولکان اقل لبقائنا
ولبقائکم فقلت لابی عبد الله - الح ان
قال فاجابنی بمثل جواب ابیه
اور اسی بحار میں ہے۔

عن ابی عبد الله قال انی لو تکلم علی سبعین
وجیافی کلها المغرور. نقله عن ارغام.

امام ابو عبد الله سے مروی ہے فرمایا میں ستر شخص پر
کہا کہ تم سبوں کو ان میں سے ہر ایک میں مخرج ہے۔
تو ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اختلاف فی الدین حضرات ائمہ کا ہی تعلقین
کیا ہوا ہے اور واضح رہے کہ اس کی تاویل میں اختلاف امتی رحمتہ کو پیش نہ کیجئے گا کیونکہ حسب
تصریح صدوق جو علل الشرائع میں کی ہے اس حدیث میں اختلاف سے مراد اختلاف فی البلدان
ہے نہ اختلاف فی الدین پس اپنے اختلافات و اضطرابات سے اغماض کر کے اس حق کی طرف
اضطراب و اختلاف منسوب کرنا ظر فہ تماشہ ہے۔

قال الفاضل المحیوب قولہ - پس جناب مخاطب کا یہ قول مانخذ ان اصول موضوعہ
کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ کا وقوع ہے۔ بجائے خود نہیں۔ اقول معلوم نہیں کہ جناب محیوب
نے اپنے کس قول و مقدمہ پر یہ تفریع فرمائی ہے۔ اگر اصول خدفت مسلمہ خود کو اہل مدلل تحریر فرماتے
اور پھر خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر ان تر ثابت کرتے بعد میں ایسا کہتے تو مضائقہ نہ تھا۔ اب جناب

کون سا اختلاف و اضطراب اہلسنت کا مسئلہ امامت میں ذکر کیا ہے جس کی طرف یہ غرض ایما
کرتی ہے۔ اگر بالفرض اہل سنت کو مسئلہ امامت میں باہم اختلاف ہو تو یہ اختلاف بحمد اللہ تعالیٰ
کچھ قاصر نہیں کیونکہ اہلسنت کے نزدیک مسئلہ امامت فدوع میں سے ہے اور بالالتفانی
اختلاف فی الفروع ممنوع نہیں ہے حالانکہ اہلسنت میں اس کی بابت کوئی معتد بہ اختلاف
نہیں ہے لیکن اگر اختلافات فرقی شیعہ کو عموماً اور اختلافات فرقی امامیہ کو خصوصاً دیکھا جاوے
اور آپس میں باہم جو کچھ متافقت و تنافس و تشکاذب و تنجاہد ہے اس کو غور کیا جاوے تو بلے اغنیاء
آیت و کفی اللہ المؤمنین القتال زبان سے نکلتی ہے اور آیت ان الذین ذکر قوا
دریکھو وکانوا شیخاکست منہم فوفی شکی اس پر صادق آتی ہے خوف تطویل ہے اور
یہ مقام بھی تطفلی و استقامت اسی ہے ورنہ اس بحث کو ہم بسط کے ساتھ قیہ تحریر میں لاتے لیکن جس
کو اس اختلاف کے دیکھنے کا شوق ہو وہ بسوطات مثل صواعق دھجہ اثنا عشریہ وغیرہ کو دیکھے

شیعہ میں اختلاف ائمہ کا ہی دالہ ہوا ہے

لیکن اس بک مجیب لبیب میری اس گزارش پر ناخوش نہ ہوں کیونکہ یہ اختلاف
فی تحقیقت آپ کا یا آپ کے اکابر علماء کا قصور نہیں ہے بلکہ حسب تصریحات قوم یہ کشتی تو
خضر ہی کی ڈوبائی ہوئی ہے یہ اختلافات تو بقول حضرات شیعہ ائمہ کا دالہ ہوا اور ان ہی کا تعلیم
کیا ہوا ہے۔ لیکن میں باب اختلاف الحدیث میں منصور بن ابی الجازم سے روایت ہے۔

قلت لابی عبد الله، سئلک من المسئلة
فتجیبت فیها بالجواب تعریح جعیدک
غیری فتجیب بجواب اخر قال ان
نجیب الناس علی من یأخذوا انقصان
لوگوں کو ہم کہ ہمیشہ جواب دیتے ہیں۔
اور بحار النوار میں ہے۔

عن محمد بن بشیر وعزیز عن ابی عبد الله
قال قلت لہ انہ لیس شئی اشد علی من
اختلاف اصحابنا قال ذلک من قبی
مروی کہ آجے کہ میں نے امام ابو عبد الله سے کہا کہ مجھ
پر کوئی چیز مجھ سے اسباب کے اختلاف سے زیادہ
سخت نہیں فرمائی یہ میری طرف سے ہے۔

کایہ قول بجائے خود معلوم نہیں ہوتا۔

بقول العبد الفقیر الی مولانا الخنی: حضرت مجیب نے یہ عجیب قسم سے اعتراض فرمایا ہے شروع سے کچھ مفہوم ہوتا ہے اور آخر سے کچھ اور کچھ میں آتا ہے اقل تحریر فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ یہ تفریح کس قول و مقدمہ پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفریح اس وجہ سے غلط ہے کہ ماسبق میں اس کا مفرع علیہ کوئی قول و مقدمہ نہیں ہے اور آخر میں لکھتے ہیں کہ اگر اپنے اصول کو مدلل لکھ کر خلفاء پر ثابت کرتے اور پھر تفریح کرتے تو صحیح تھا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مفرع علیہ سابق میں موجود ہے لیکن چونکہ مدلل نہیں کیا گیا اس لئے تفریح نامکمل ہے۔ قطع نظر اس سے جب کہ اصل منشاء اعتراض پیدا کر کے اعتراض کو ختم پر منقلب کیا گیا اور اس پر بطلان اعتراض کے تفریح کی گئی تو کون کہہ سکتا کہ یہ تفریح صحیح نہیں ہے یہ ہم نے مانا کہ دلیل پر بھی تفریح ہو سکتی تھی لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ بدون دلیل تفریح صحیح نہ ہو تفریح فی الحقیقت ذکر ایسے امر کا ہوتا ہے جو اپنے ماسبق کی فرع ہو اور بطلان اعتراض قطعاً اس کے انقلاب کی فرع ہے تو اس کو تفریح کے طور پر ذکر کرنا بھی صحیح ہوا آپ مکرر غور فرمائیے اور اس عبارت کو سوچئے۔

ازالۃ الخفاء کے حوالہ سے شیعہ اعتراض

قولہ: معہذا میں نے جو یہ لکھا تھا تو کتاب کے حوالہ بھی دیا تھا انوس کہ جناب نے کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی ورنہ ایسا ہرگز تحریر نہ فرماتے نیز اب بھی ازالۃ الخفاء کی عبارت لکھ کر اپنا مطلب ثابت کرتا ہوں اگر محض گفتگو ہو تو بسم اللہ حضرت فرمادیں ازالۃ الخفاء کے مقصد اول کی فصل اول واقعہ مذکور میں یہ عبارت درج ہے مسئلہ طرق انعقاد خلافت انعقاد خلافت بچار طریق واقع شود طریق اول بیعت اہل حل و عقد از علماء و قضاة و امراء و وجود ناس کہ حضور ایشان میسر شود و اتفاق اہل حل و عقد جمیع بلاد اسلام شرط نیست زیرا کہ ان متفق است و بیعت یک دوس فائدہ ندارد زیرا کہ حضرت علم و خطبہ آخر خود فرمودہ اند فمن یایع رجلاً علی غیر مشورۃ من المسلمین لئلا یمالیع ہو و الذی بالیغ لفرقة ان یقتد و انعقاد خلافت حضرت صدیق یحییٰ بیعت بود است طریق دوم استخلاف خلیفہ است مستحبی شروط را یعنی خلیفہ عادل بمقتضائے نفع مسلمین شخصی را از میان استجمعیین شروط خلافت اختیار کند و جمیع نایب مردمان را و نفس کند باستنادات و بی و وصیت نماید باتحاد و بی پس این شخص میان

استجمعیین خصوصیتی پیدا کند و قوم را لانعم است کہ ہمان شخص را خلیفہ سازند انعقاد و خلافت حضرت فاروق بہین طریق بود طریق سوم شوری ست و ان آگست کہ خلیفہ شائع گرد اند خلافت را در میان جمعی از مستجمعیین شروط و گوید از میان این جماعت ہر کہ اختیار کند خلیفہ او باشد پس بعد موت خلیفہ تشاور کنند و یکی را معین سازند و اگر برائے اختیار شخصی را یا جمعی را معین کنند اختیار ہمان شخص یا ہمان جمع مستحب باشد و انعقاد خلافت ذی النورین بہین طریق بود کہ حضرت فاروق خلافت را در میان شش کس شائع ساختند و آخر با عبد الرحمن بن عوف برائے تعیین خلیفہ مقرر شد و ذی النورین را اختیار نمود طریق چہارم استیلاست چون خلیفہ بمیرد و شخصی مقصدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف و ہمد را بر خود جمع سازد با یتلاف قلوب یا بقہر و نصب قتال خلیفہ شود و لازم مرد و بر مردمان اتباع فرمان او در انچہ موافق شرع باشد و این دو نوع است یکی آنکہ مستولی مستحبی شروط باشد و صرف منازعین کند بصلح و تمیز از غیر از کتاب محرمی و این قسم جائز است و رخصت و انعقاد خلافت معاویہ ابن ابی سفیان بعد حضرت مرتضی و بعد صلح امام حسن بہین نوع بود انہی بقدر الحاح جائز غور فرمائیے کہ یہ جو چار طریق انعقاد خلافت کے لکھے ہیں کسی طرف کی کو بھی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیا ہے حالانکہ یہ کتاب خاص اسی باب میں بڑے زور شور سے تحریر ہوئی ہے ہر طریقہ کے ثبوت میں ہر فیض کی خلافت ہی بطور شہادت لکھی ہے پس میرا یہ لکھنا کہ اخذ ان اصول موضوعہ کا وہی خلافت خلف را کہ وقوع ہے انصاف فرمائیے تو نہایت ہی درست ہے اور جناب کا یہ لکھنا کہ بجائے خود نہیں واقع میں بجائے خود نہیں۔

اہلسنت نے جو طریقۃ انعقاد خلافت کے لکھے ہیں ان پر لزوم

مصادر علی المطلوب باطل ہے (اعتراض سابقہ کا جواب)

اقول: عنونہ تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض چار سے عجیب بسبب کا باطل ہے۔ پہلے یہ کہ یہ شیعہ اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا وہاں کہ انہی کی کیا تھا انوس کہ ہم نے عجیب سمجھنے کی اپنی جہد اختیار کی ہے اس کو تامل کی ضرورت ہے ملاحظہ فرمایا منہ اندر ہو کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ کچھ جانتے تاکہ عجیب بسبب کو معلوم ہو جس نے کہ یہ اعتراض محل گفتگو ہی

مہینے بلکہ محض غلط ہے اور مثلاً اس کا یہ ہے کہ ازالۃ الخفاء کے مطلب کو نہیں سمجھے پس واضح ہو کہ حاصل اعتراض دو امر ہیں، اول یہ کہ اہلسنت نے چند اصول وضع کئے ہیں جن سے ان کے نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہے اور چونکہ یہ اصول موضوعہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں تو باطل ہوئے اور خلافت جس کا ثبوت ان اصول پر موقوف تھا وہ بھی باطل ہوئے دوسرا امر یہ ہے کہ جن طریقوں سے خلافت خلفائے ثلاثہ واقع ہوتی ہے ان کی طریقوں کو اصول قرار دیا ہے اور یہ ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہے لیکن جہاں تک غور کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ لزوم مصادرہ علی المطلوب بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ مصادرہ علی المطلوب اس کو کہتے ہیں کہ مدعا کو عین دلیل یا خیر دلیل قرار دیا جاوے اور یہاں کوئی بھی نہیں صادق آتا پس یہ حضرت مجیب کی کمال منافرہ والی ہے کہ رد وزم کی اعطالات کی بھی خبر نہیں پھر معلوم نہیں کہ یہ جو تقریر فرماتے ہیں کہ ابتداً اس تقریر سے منافرہ مذہبی کا شوق رہا ہے محض تہدید ہے یا سبقت قدر ہے شاید حضرت کو دور اور مصادرہ علی المطلوب باہم مشتبہ ہو گئے ہوں گے اور دور کو مصادرہ علی المطلوب سمجھ گئے ہوں گے کہ لفظ ہر اس بحث میں دور کا شائبہ پڑتا ہے جس کی تقریر جواب کی طرف بہتر عامتوجہ ہوتے ہیں اس کی تقریر یہ ہے کہ اہلسنت نے چند اصول وضع کئے ہیں جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے اور خلافت کی حقیقت کو ان اصول سے ثابت کرتے ہیں اور یہ ان ہی اصول کی حقیقت کو خلافت پر موقوف کر رکھا ہے کہ ماخذ ان اصول کا خلافت خلفائے ثلاثہ رکھی ہے تو اہلسنت کے اصول پر دور لازم آتا ہے اب ان کے جواب کی طرف توجہ فرمائیے، امر اول کی نسبت گزارش ہے واضح ہو کہ خلافت خلفائے ثلاثہ میں اہلسنت کے دو طریقے ہیں، بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ خلافت منصومہ ہے چنانچہ صاحب ازالۃ الخفاء ذکر سرفہ کی بھی یہی رائے ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ منصوم نہیں ہے بلکہ بیعت اہل حل و عقد و اجماع سے ثابت ہوتی لیکن چونکہ اس جگہ فریق اول کے مسلک پر گفتگو واقع ہوئی ہے کیوں کہ مجیب لمیب نے عبارات ازالۃ الخفاء کو اپنا مسئلہ قرار دیا ہے تو اس اسی مسلک کی بنا پر جواب کی تقریر کی جاتی ہے نہ کہ یہ کہ مسلک فریق اول پر خلافت خلاصہ رضی اللہ عنہ نص شرعی سے ثابت ہے اور خصوصاً علی وغیرہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال و بیعت و صحابہ و تفسیر کلام بالا مزید علیہ ازالۃ الخفاء میں مذکور ہیں اور انہیں انصاف بھی کسی تکرار مابقی میں مذکور ہو چکی ہیں تو جب خلافت نص سے ثابت ہوتی تو لازم آتا ہے کہ حق ہوگی اور جن اوضاع اور

اصول پر وہ خلافت واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بھی حق ہوں گے تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء منصوم ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اوضاع و اصول کہ جن پر یہ خلافت حقہ مبتنی تھی وہ بھی حق ہوئی، تو پھر یہ کہنا کہ جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطع نظر حقیقت عند اللہ سے تحقق خارجی محض ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپ کو کچھ مفید اور نہ ہم کو کچھ مضرب کیونکہ جب دار مدار حقیقت خلافت کا نص پر پھرا تو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہ ہوں تو بھی خلافت خلفاء کی حقیقت میں کچھ نقص نہیں بلکہ برعکس اس کے بوجہ حقیقت خلافت کے یہ اصول بھی حق ہو جائیں گے اور اگر مراد یہ ہے کہ وہ اصول جن پر خلافت کی حقیقت کا تحقق موقوف ہے تو بدیہی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصومہ ہو کر حق ہو چکی تو اس کی حقیقت کسی اصل پر موقوف نہ ہوگی اس کی حقیقت کے واسطے کوئی حالت مستعدہ باقی نہ ہوگی اگرچہ اس تقریر سے لزوم دور کا بطلان بھی واضح ہے لیکن مناسب ہے کہ بغیر من رفع علیہ ان حضرت مجیب خاص پیرا یہ ہیں اس کو ادا کیا جاوے، پس نتیجہ اس قیاس میں اگر توقف سے مراد توقف حقیقت ہے تو صرفی کا ذب ہے اور قیاس غیر منہج اور اگر مراد توقف وقوع خارجی حقیقت ہے تو کفری کا ذب اور قیاس عقیم پس لزوم توقف الشیء علی لفظ باطل دوسرے یہ کہ اس قیاس میں جز توقف منہج نہیں کیونکہ صرفی میں بظرف وقوع کے سب اور کفری میں بطور حقیقت کے تو سراسر مکرر نہ ہوا تو نتیجہ کا ذب ہوگا غرض بہر کیف ازالۃ الخفاء دیکھ کر یہ سمجھا کہ خلافت راشدہ ان اصول پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اس کے کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ دوسرے مسلک پر جواب کی تقریر کی جاوے کیونکہ معنی اعتراض کا مسلک اول پر ہی تھا۔

دوسرا جواب

لیکن تہ عام دومر مسلک پر بھی مختصر جواب کی تقریر کرتے ہیں تاکہ ہمارے مجیب کے دل میں کوئی جھوس و اشتباہ باقی نہ رہ جاوے۔ اس مسلک پر سمجھتے ہیں کہ وہ اصول جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہیں بلکہ اول ان اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اس پر انتفاع تفسیر اس جمال کی یہ ہے کہ اس بیعت صدیقی بیعت من و عنہ و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے اور بحیثیت بیعت اہل حل و عقد آیت کثر غیر امت سے ثابت ہے اور نیز اس کی صحت و حقیقت کی راجح امیر المومنین جو چند جملہ منہج البدیع میں مذکور ہے اور

خود شارح پنج البلاغہ سے منہم ہوتی ہے (۱) انما الشوری للمہاجرین والا نصار
 فان اجتمعوا علی رجل وسموہا اماما کان ذلک للہ رضی اس پر جو کچھ مجیب کا
 اعتراض ہے اور اس کو دلیل الزامی قرار دی ہے اس کا جواب ہم اسی موقع پر بیان کریں گے
 مگر مختصر ایماں اس قدر جاننا چاہیے کہ خود اس عبارت کا سیاق اور دوسری عبارات کا جو اس
 بارہ میں وارد ہوتی ہیں اس کا مکتب ہے (۲) لانہا بیعتہ واحدۃ لا یقتضی فیہا النظر
 ولا یستلزم فیہا الخیار الخارج منها طاعت والمروی فیہا مد اھن (۳) وکانت
 امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدروا لیکم ترجیح قولہ وکانت امود اللہ الی قولہ
 ترجیح ای انکم کنتوا اهل الاسلام والحل والعقد فیہ لا ینھم المہاجرون والاضافہ
 شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تتعقد حتی یحضرھا
 عامۃ الناس ما الی ذلک سبیل ولكن اھلھا یحکمون علی من غاب عنها ثم لیس
 للشاخص ان یرجع الی الغائب لیسختار الی الخاف اقامتہ یجلین رجلاً ادعی مال لیس لہ
 ورجلہ من الذی علیہ ترجمہ این عبارت بزبان زواری امیر کسی بن حسن نام اور ست
 ایست و قسم بزنہ گانی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شریہ جمیع مردمان نبی باشد بالاعتقاد
 امامت رہے کہ یہ پنج زمان و این جواب انکار معاویہ است و این شام اجماع را بر بیعت آن
 امام علیہ السلام بنا براینکہ اجماع محتاج است در انعقاد جمیع ابن اسامہ و آنحضرت اشارت فرمود
 باین کلام باین وجہ کہ اجماع برین درجہ امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت و ضروری
 می شود کہ معتبر در انعقاد اجماع اتفاق ہیں ص و عقد است امامت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اگر ہر
 مردی از امور چہ پڑشاہ فرمود بدان ولیکن این امامت غیر میگرد کہ کسی کہ غائب است از ان
 پس از ان نبیست معاویہ رضی را بچو علی و نہیم کہ از بیعت رجوع نماید و غائب را بچو معاویہ
 کہ از برای خویش اختیار سازد و الا فلما عین از ان نفیس اور جب بیعت ہیں و عقد نیج
 برین ترجیح صریح حق ہوتی اور چونکہ خلافت ہائے انیسویں پر تشریف اور بنی ہیں و ہمیں
 موا اصول خود صحیح اور حق ہوتی اور اگر مجیب نہیں بعض صحابہ کی تاثر کا خیال کریں تو اول تو اس
 کہ جواب خود وارتدادت جناب امیر میں موجود ہے معتد بہ ثابت فرمایوں کہ یہ تاثر بوجہ ترجیح
 اس شخصان غائب تھے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ اس شخص تک عمر اہل غور و فضول ہوگا
 و اس مسلک پر برکتس دعوی خود خلافت کے لئے اصول کا ماخذ ہو۔ مثل روز روشن ظاہر و باہر ہے

اور لزوم مصادرہ علی المطلوب جناب اور نقض بر آب بلکہ لمعان سراب ہے ہمارے عجیب
 کی تقریر اعتراض کی بعد وہ مثال ہے جیسا طفل کہ ابھی چلنا نہ سیکھا ہوا ٹھکر چلنے کا قصد کرتا
 ہے اور گر جاتا ہے ہر جگہ پاؤں ٹٹکھڑاتا ہے کسی جگہ بھی تقریر اعتراض یا جواب کی ٹٹیک نہیں
 پھر اس پر دعوی کچھ کیا پس مسلک ثنائی پر ماخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول کو موضوع کتنا
 بالکل غلط ہے اور مسلک اول پر خلافت کو ماخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ پہلی تحریر
 میں بھی اس کی طرف ایماں کیا گیا تھا لیکن اس کی نسبت یہ کہنا کہ بطور خود چند اصول وضع کئے ہیں
 یہ بالکل غلط ہے کیونکہ جو امر کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا اطلاق کیا جائے
 تو کلام دین موضوع ٹھہرے گا۔ علی الخصوص اہل تشیع کا تو دین اصول و فروع جو اکثر صرف امر ہی سے
 بزعم ہم ماخوذ ہے قطعاً موضوع ہوگا بغرض کہ مطلقاً خلافت کا ماخذ ہونا محال اعتراض نہیں ہے
 اگر اول منصوصیت خلافت باطل کرتے اور بعد اس کے یہ لکھتے تو مضائقہ نہ تھا۔ اور یہ قول اب
 قطعاً بجا ہے خود نہیں پس میری گزارش کی تدرید اس بنا پر ہے کہ نہ از ان الحار کے مطلب کو
 سمجھا اور نہ بندہ کی گزارش کو بنظر تامل اور انصاف کے ملاحظہ فرمایا سو فیہ اس کا کچھ علاج نہیں
قال الفاضل المجیب: قولہ کیونکہ فی الحقیقت یہ کام حضرات شیعہ کا تھا کہ مبنی ان کے
 اصول موضوعہ کا محض ابطال خلافت خلفا رضی اللہ عنہم ہے جس قسم کا الزام اہل سنت کی طرف
 نسبت فرماتے ہیں۔ اقول۔ شیعہ اپنے اصول کو دلائل عقلیہ اور ان دلائل نقلیہ سے جو میری عقل پر
 ثابت کرتے ہیں اور جب کہ امامت کو بھی اصول سے جانتے ہیں اس اصل کو بھی مثل اور اصول
 کے ایسے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

بعض اصول مذہب شیعہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں

یقول العبد الفقیر الی مولاه: ہمارے حضرت مجیب نے جن دنوں کو عقلیہ تصوف نے
 رکھا ہے وہ فی الحقیقت سور خیالیہ و دہمیہ ہیں۔ صد وہ ازین جس قدر محانت فرستے ہیں۔ سب
 اپنے اپنے اصول کی نسبت اسی حرج شدہ سے صحت و حقیقت کے قائل ہیں۔ اگر یہ دعویٰ
 بلا دلیل معتبر ہے تو سب فرق کی تحقیر کے قائل ہو جائیں۔ ورنہ اپنے اصول کے لئے دلائل
 حق کی فکر کیجئے جو جہاں تک غور و تامل سے بنظر انصاف دیکھتے ہیں تو حضرات کے اصول خصوصاً
 ہیں کہیں اس دعویٰ کی تصدیق نہیں پاتے۔ امہ کا انبیاء سے افضل ہونا آپ ہی فرمایا ہے

کہ بدیہیات اولیہ میں سے ہے۔ ائمہ اور ان کے اعداء کی رجعت، امام آخر الزمان کی غیبت، وجوب علی اللہ تعالیٰ حسن دین غفل، مساوات اولی الامر کی خاتم الانبیاء کے ساتھ جیسا صاحب نافع نے اپنی شرح میں تفسیر کی، ائمہ کی عصمت ان کا علم کان و مایکون و اختیار موت و حیات وغیرہ بہت مسائل ایسے ہیں کہ ان میں صرف جدلیات و اقلیاتیات پر ہی قانع ہیں اگر انصاف سے مد نظر فرماویں تو حقیقت حال مشکف ہو جائے، لیکن جب عقل و انصاف کو کام میں نہ لادیں تو اختیار ہے جو دل چاہے فرماویں زبان و قلم کو کون روک سکتا ہے۔

قولہ: اور ہر امر کے ثبوت کے لیے مستحکات و شرائط کا ہونا ضروری ہے۔
اقول: اگر مقتدمات و شرائط واقعی اور نشانی امری مراد ہیں تو مسئلہ لیکن حضرت مجیب کو مفید نہیں کیونکہ شرائط مقبولہ کے لیے نفس الامر ہی ہونا غیر مستمم ہے اور اگر عام مراد ہے تو خود غلط ہے

خلافت امامت کیلئے شیعہ کے نزدیک عصمت شرط ہے

قولہ: پس جب بنظر تحقیق اس باب میں غور کیا تو حقیقہ سلیم و کتاب خداوند علیم و احادیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے بخوبی ثابت ہوا کہ عصمت فضیلت و منصوبیت خلافت و امامت کے لازمہ میں سے ہے اس لیے ان شرطوں کو ضروری سمجھا۔

اس لغویت کا جواب

اقول: غلط سلیم تو وہی ہے جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور عام فرقہ شیعہ کو عموماً تمام اہل سے رحمت ہوئی اور کتاب سلیم و روایات صحابہ عظام نے ایام خلف بیعت گھر کے اندر تخلیہ میں جمع فرمائی اور ائمہ میں سے ہر ایک کے پاس یکے بعد دیگرے صندوق نقیہ میں بند چلی آئی اور احادیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام میں جو حضرت زرارہ اور مومن الحاق وغیرہ مسئلہ بیان قوم جن کا مجملہ حال مذکور ہو چکا ہے ان ہی صدیقین کے واسطے حضرت شیعہ میں شاک و مشتبہ ہوئی اور اقوال صحابہ عظام سے بکے ہونے کے جن کے مفصل حالات میں شاک و متنازعین حاضر و انکشاف بیان فرماتے چکے آئے، اور کسی قدر سابق میں گذر چکا ہے جو

ہمارے حضرت مجیب جیسے منصف و دانش مند کا ہی کام ہے، ہم تو جہاں تک غور کرتے ہیں تو اس کو خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف احادیث رسول اللہ اور خلاف ائمہ و صحابہ پاتے ہیں۔ اور اسی لیے شرائط ثلاثہ کو ضروری نہیں سمجھتے قال تعالیٰ وانا اویا کو علی ہدی اوفی ضلال مبین۔

قولہ: اور چونکہ یہ شرائط ثلاثہ عقلیہ میں بالمرہ منقود ہیں اور اہل سنت بلکہ خود خدا بھی اس کے مقرر ہیں اس لیے ان کی خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد نبیات رسول سے ہے نہیں جانتے۔

اقول: یہ شرائط ثلاثہ مسلمہ حضرات ائمہ میں بھی بالمرہ منقود ہیں۔

اجمالی طور پر روایات شیعہ سے شرائط ثلاثہ کا ابطال

چنانچہ باعتراف ائمہ ثابت ہے کہ ان کی امامت و خلافت راشدہ کو بھی: مانا جیتا چونکہ مقام بسط نہیں اس لیے چند روایات پر انکشاف کریں بنظر انصاف واضح ہو جائے کہ جو کچھ میں تو آپ بطور رد پڑھتے رہتے ہوں گے مگر کبھی تدبر معانی بھی تو فرمایا ہے۔

قد ملک الشیطان عنا فی سوء الظن
وضحف الیقین والی اشکوف سود
مجاورتہ لی وطاعة نفسی لہ
ایضاً انا الذی افسدت الذلوب عنہ ہر
تحقیر شیطان کا گناہ اور منصف یقین میں میں ہر گز
مجاورہ کی جگہ ہے اور میں اس کی بری سمجھتی تھی
اپنے نفس کے طمع سے ہونے کا شکوک کرتا ہوں۔
میں وہ شخص ہوں جس کی تمام عمر گناہوں سے
فنا ہوئی

منج البلاغۃ میں شریعت ارضی جناب امیر سے نقل فرمائی ہے۔

لا تکلموا عن متعلاتہ بحق او مشورہ تبدل
نالی لست بمنزق ان خطہ ولا امن من
ذلت فی فعلی ہر
ایضاً: ومن کلامہ علیہ السلام لما ان ارد
الناس علی البیعة بعد تئس عشر ن
دعوی والنفسو غدیری فانما مستقبون
حق بات اور رسد مشورہ۔ حکم لازم ہو کر چونکہ
میں خدا سے بدتر نہیں ہوں۔ اور میں اپنے نفس
میں خطہ سے، مومن ہوں۔
آپ کے کلام حسب کہ بعد تئس عشر ن کے لوگوں نے
آپ کی بیعت کا ارادہ کیا مجھ کو چھوڑ دو۔
میرے سوا کسی دوسرے کو تو نہیں کرے کیونکہ میں

امواله وجبره ولوان لا يقوم له العلوب
ولا تثبت عليه العقول وان الاتفاق قد
اغامت والمحجة قد تنكرت واعلموا
ان ان اجبتكم رديتكم ما علمو ولم اصغ
الى قول القائل وعتب العاتب وان تركتموني
فانا كاحدكم ولعلی اسمعكم والوعكم
لعن وليتموه وانا لكم وزين اخيركم
صحن اميرنا

ہوں جس کو تم امیر بناؤ اور میں اس سے کہنا امیر ہوں یہ بہتر ہے کہ وزیر ہوں

اور ذوالفقار میں مجمع البیان طبری سے منقول ہے

امر کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں جس کے لئے مختلف
طریقے اور نگارنگ ہیں کہ ذوال اس کے لئے ٹھہرتے
ہیں اور نہ عقلیں اس پر ثابت قدم رہتی ہیں اور دنیا
تاریک ہو گئی اور صاف رستہ ناپائیدار ہو گیا اور جانو
اگر میں تمہاری درخواست قبول کروں گا تو تم کو اپنے علم
کے موافق لے چلوں گا اور کسی قائل کے قول اور جانب کے
عتاب کی طرف کان نہ رکھوں گا اور اگر تم مجھ کو چھوڑ دو گے
تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں اور شاید میں زیادہ مصلح

روى محمد بن ابی عمر عن ابراهيم بن
عبد المجيد عن علي بن عبد الله الحسين
زين العابدين انه قال رجل انكم اصل البيت
مغضور فلكم قال فعصب وقال نحن احق
ان يجزى فينا ما اجزى في اذواج البني
ان يجزى لنا من اذواج البني
ولميتنا ضعفين من اذواج
لسان البني من يات منكم لنا حشر

اگر آپ نہ اٹھتے تھے تو ان روایات سے واضح ہو جائے گا کہ یہ شرط
فی الواقع شرائط نہیں اور اگر ان کے اپنے اندر فساد کے معترف تھے اب بعد ان کے
انہیں کو زکوۃ فرمائیے یہی دلیل شرعیہ سے ثابت کیجئے بعد اس کے اقوال و افعال کی تائید
و تہمات کے درپے ہو جائیے و نہ ہر کسی کے واسطے وجدان شرائط کا قائل ہو کر اس کے اقوال
و افعال کی تائید میں معارضہ پیش کیا جاسکتا ہے لیکن کوئی عاقل اس کو ثبوت نہیں دے
دے گا اور شرائط کا اثبات قیاس علی الابیہاء سے کرنا قطع نظر اس سے قیاس ہی قیاس
سے قیاس مع الترتیب ہے

قوله: پس شیعوں کی اصلی غرض اپنے اصول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا و اختلاق
حق و الباطل باطل ہے

اقول: ولین یصلح العطار ما افسد للہر جب وہ اصول خلاف عقل و نقل ہیں تو حضرات
شیعہ کی سعی و کوشش سے اثبات منجملہ محالات ہے اور اس جدوجہد کا نتیجہ بجز الباطل حق اور
اثبات باطل اور کچھ نہیں اور نہ یہ غرض حاصل شدنی ہے

قوله: اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں غیر مستحیقین کی خلافت ثابت نہ رہے گی
اقول: بلکہ یہ ظاہر ہے کہ مستحیقین کی بھی خلافت اس صورت میں ثابت نہ رہے گی کیونکہ
ائمہ کی بھی خلافت باطل ہو جاوے گی

قوله: نہ یہ کہ محض الباطل خلافت خلفائے شیعہ کی غرض سے بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط
کو خلافت و امامت میں معتبر جانتے ہیں جیسا کہ حضرت مجیب یا اور اہلسنت کا وہم و خیال
ہے حاشا و کذا

اقول: اہلسنت کا یہ ہی خیال انہیں کہ آپ بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت
و امامت میں معتبر جانتے ہیں بلکہ اہلسنت بدلائل قاطعہ و بشہادات ائمہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ باوجود
قیام دلائل عدم اشتراط کے ان شرائط کو حضرات شیعہ نے خلافت میں معتبر مان رکھا ہے پس
جب یہ حال ہے تو ان امور موضوعہ کی وضع محض بغرض الباطل خلافت خلفائے شیعہ رضی اللہ
عنہم ہے و بس

قوله: ہاں چونکہ بدون قیام دلیل حضرات اہلسنت ان خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں
اس لئے ان کو حضرات اہل اصول کے جن کے سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں سخت حاجت
تھی اس لئے حضرات نے ایسے اصول وضع فرمائے

اقول: خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کی حقیقت مثل روز روشن ظاہر و باہر ہے آفتاب
نص قرآنی اور احادیث نبوی اور اقوال و افعال ائمہ نے اس کے چہرہ شہوت سے حجاب خد
یک لخت دور کر دیا آیات و احادیث کسی قدر مذکور ہو چکی ہیں اس وقت منہج اہل حق کے
خطبہ کا ایک جملہ یاد آیا جو ثبوت مدعیان بشرحیکہ انصاف سے دیکھا جاوے نص ہے

واذا الميثاق فحسنى لغیرہ
تقریر لہ اس سے کہ اس جملہ کے الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہوتا ہے جو کچھ اس جملہ سے

میں نے مدعا سمجھا ہے جس میں متفقہ نہیں ہوں بلکہ اس میں حضرت ابن مینم بحرانی بھی میرے ہی بحمد اللہ تعالیٰ ہم بیان ہیں اور انھیں بھی اپنی مختصر شرح میں جو اس وقت میرے پاس موجود ہے مجبور ہو کر صاف لکھنا پڑا کہ بیعت ابی بکر کا میثاق ہی جو جناب امیر کی گردن مبارک میں تھا اسے حضرت آپ ابن مینم کی شرح لے کر میری اس گزارش کو مطابق کر لیجئے اور دیکھتے کہ جناب امیر کی طرح حقیقت خلافت کو تسلیم فرماتے ہیں اور شاید اگر آپ تمام خطبہ کی شرح ملاحظہ فرمائیں گے تو یہ بھی معذور ہوگا کہ جناب رضی نے اس میں کیا قطع و برید فرمائی ہے پس بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت بدون قیام دلیل ہرگز خلافت کے قائل نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کو اصول گھڑنے کی ضرورت نہ ہوئی تو حضرت مجیب کا یہ ارشاد جن کے سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں بالکل غلط اور خلافت واقع ہے۔ مثلاً اس کا یہ سبب کہ کتب فریقین سے بے خبر ہیں اور جو کچھ دیکھا ہے اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ واللہ میدی من یشاء الی صراط مستقیم

قال الفاضل المجیب۔ قولہ: وجب کہ ثبوت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ وشماعات امیر رضی اللہ عنہ سے واقع ہے تو اہلسنت کو وضاحت اسوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ قولہ: اگر حضرت مجیب کا یہ قول درست ہو تو خواہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الغمما میں چار طریقے لکھے بیعت کے کیوں تحریر فرمائے ہر امر کے ثبوت کے لئے شہادت و مقدمات وغیرہ کا ہونا ضروری ہے۔ **یقول العبد الفقیر الی مولادہ الغنی**۔ ازالۃ الغمما کی عبارت کو بت میں پھر ملاحظہ فرمائیے اور اس کے مصعب کو سمجھئے یا این ہر ہمدانی آپ نے اس کا مطلب نہیں سمجھا عریق رباعی کی شق ثنائی کو اگر آپ بناس ملاحظہ فرمائیں گے تو یہ عقیدہ حل ہو جائے گا۔

قولہ: تعجب ہے کہ حضرت کتابوں کو ملاحظہ نہیں فرماتے جو دلیل میں آتا ہے کچھ جانتے ہیں ورنہ ہر کتاب میں حرق و شتر لٹ و غیرہ تحریر ہیں۔

اقول: اگر کتابوں کے ایسے ملاحظہ کی طرف دعوت کی جاتی ہے جیسا کہ جناب نے ملاحظہ طلب فرمایا ہے تو ایسا ملاحظہ فائدہ ہی نہیں بلکہ مضرت پہنچا جناب پر واضح ہو گیا ورنہ اگر بشرط انصاف و تحقیق ملاحظہ خاطر ہے تو سبب بھی جناب کی خدمت میں اسی امر کا متمسک ہے کہ **لَا تُكَلِّمُونَ الْفَاسِقَ إِلَّا أَنْ يُبَيِّنَ لَكَ فَسَادَ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** اور نہ وہ کی نسبت تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط انصاف واضح ہو جائے گا کہ کتابوں کا ملاحظہ کیسے یا نہیں کیا باقی راجح و دلائل کی نسبت کتب انکار ہے آپ گزارش کو بخور ملاحظہ فرمائیے۔

خلیفہ اول کی خلافت کا ثبوت

قولہ: معذرا اور خلفاء کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کے ثبوت پر موقوف ہے اگر حضرت خلیفہ اول کی خلافت صحیح ثابت ہو جائے تو پھر جائے گفتگو نہیں۔

اقول: حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت و خفیت میں بحول اللہ تعالیٰ کچھ تردد و گفتگو نہیں ہے کیونکہ جس کی حقیقت پر کتاب اللہ شاہد ہو اور جناب امیر اس کی حقیقت تسلیم فرماویں اور اس کے میثاق کو اپنی گردن میں لازم تصور فرماویں اس کی صحت میں بروئے دین و ایمان کیا گفتگو باقی رہی۔ اور جب اس کی صحت و خفیت میں شک و شبہ نہیں رہا تو خلافت ائمہ باقیہ بھی صحیح ہوتی۔

قولہ: مگر جب اس خلافت کے انعقاد کا حال دیکھا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسی حالت اضطراب و اضطرار میں واقع ہوتی ہے کہ کسی شہادت کی بھی ثبوت نہیں پہنچتی۔

اقول: جب اس خلافت کا حال دیکھا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اعتقاد کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین مرضی خداوند تعالیٰ کی تکلیف ہوئی۔ اسلام مسلمین کو غلبہ و شوکت ہوئی کفار و مرتدین مقتول و مخذول ہوئے اور وہ وعدہ خداوند تعالیٰ جو اختلاف حق کی نسبت تھا بربروں کے کار آیا اس لئے ہر عاقل کے نزدیک ایسی خلافت کے لئے اس کا حالت اضطراب میں واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع نہ ہونا کچھ مضرب نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ علیم و قدیر اس کا ذمہ دار ہو چکا تھا جو خلافت موعود من اللہ تعالیٰ تھی وہی واقع ہوئی اور اس خلافت سے انکار نص قرآنی سے انکار ہے اور اس سے ناخوشی لیغیظ ہم الکفار کا مصداق ہے۔ علاوہ ازیں شہادت کی ضرورت اس وقت سے کہ جب کوئی منکر ہو اور جب کہ وہاں کوئی منکر ہی نہیں تھا تو شہادت کے پیش کرنے کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیر نے بھی تو بوقت شہادتی کوئی شہادت پیش نہ فرمائی ورنہ امیر معاویہ کے ہی مقابلہ میں کوئی حجت بجز بیعت اہل حل و عقد کے پیش فرمائی تو اگر شہادت پیش نہ کرنا دلیل عدم حقیقت خلافت کی ہے تو آپ کے اس قاعدہ سے جناب امیر کی خلافت کی عدم حقیقت ثابت ہوتی ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ کے مسئلے پر شیعہ کے شبہات کا جواب

قولہ: اس طوفان بے تمیزی میں کہ جناب سرور کائنات کے انتقال فرماتے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں جو ایسے ہی کاموں کے لئے تھا ایک شور و غل مٹا امیر و منکر امیر و منکر الامراء و انتم الوزراء کا بلند ہوا اور ہر گروہ نفسی نفسی کئے لگا بھلا ایسے ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی آیت قرآنی اپنے مطلب کی موید بیان کرتا تھا نہ دلیل عقلی و عرفی لاتا تھا نہ اس باب میں کسی نے عزت سے کچھ پوچھا۔ بدون قول فیصل بخوف اس کے کہ مبادا انصار سے یا کسی اور قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہو جائے اور ریاست و حکومت ہاتھ سے نکل جاوے حضرت ثانی نے اول کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اس پر شاہد ہے۔

اقول: مجیب لبیب کے کلمات نا سزا اور ضمن کا تو جو کیا جواب کہیں ہاں اس قدر گذارش ضرور ہے ذرا عقل کو شواہب نفسانی سے خالی فرما کر سوچیں کہ جب شور و غل مٹا امیر و منکر امیر و منکر الامراء و انتم الوزراء کا شور بلند تھا اور ہر گروہ نفسی نفسی کئے لگا تھا تو ایسی نفسا نفسی میں باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل پیش نہیں ہوئی، ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے دعوے کو کیوں قبول کر لیا اور بلا دلیل کیونکر اجماعت منظور کر لی، صرف ایک شخص کی بیعت وہ بھی اپنے گروہ میں سے مخالفین کی بیعت اور اخلاعت کے لئے کیونکر حجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گروہ کے اکابر و اعیان اس جلسہ میں موجود نہ تھے اور ان سے مشورہ نہیں لیا گیا تھا اور وہ اس کے مخالف تھے تو ایسی حالت میں عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہے کہ انصار جو اپنی امامت پر مصر تھے بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی وجہ سے بیعت کر بیٹے اگر ایسا ہوتا تو انصار میں سے ایک شخص اٹھ کر سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر مثل بیعت کر لیتا کیوں ان کی بیعت کو اپنے لئے حجت قرار دیتے ورنہ کہ ان کے یہ ہونا کہ ان کا حاضر ہونے باقی ماندگان و جوہر مہاجرین کے اپنی بیعت کو موقوف رکھتے تو اس سے صاف صریح پر معذور ہوتا ہے کہ انصار نے جب تک ان پر حجت تیار نہ ہوئی اور حق منکشف نہیں ہوا کہ گزشتہ بیعت نہیں کی تو حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ ثانی نے اول کو خلیفہ بنا دیا بالکل غلط ہے کیونکہ یہ نہ وقت بیعت و وجود مہاجرین و انصاریوں کے نہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت تھی بلکہ اس کے بعد دو گزرا ہے سود

بلکہ بے موقع ہے۔ معذرا جب ہم جناب امیر رضی اللہ عنہ کے استدلال کو دیکھتے ہیں جب کہ آپ کو اس بیعت کی خبر پہنچی اور آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ بھی کچھ اس سے زیادہ نہیں ہے یاد آتا ہے کہ منہج البلاغہ میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو مطاویٰ ابجاث میں مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ درخت کو لیا اور پھل کو چھوڑ دیا۔

قولہ: ائمہ کی شہادت کا جو ذکر فرمایا ہے مقام حیرت ہے اس وقت امام بالغل جناب امیر تھے ان کی کسی نے بات بھی نہ پوچھی وہ تجزیہ و تکفین آٹھ گزرت میں مشغول اور رنج و الم میں مبتلا تھے کہ ادھر خلیفہ بن بیٹھے۔

اقول: بے شک مجیب لبیب کے لئے یہ مقام حیرت ہے کیونکہ جب حضرت امیر کو امام بالغل تسلیم کر لیا تو دوسروں کی امامت کے لئے شہادت کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہوگا لیکن فی الواقع یہ مقام کچھ مقام حیرت نہیں کیونکہ یہ جہاں اس وقت امام بالغل جناب امیر تھے غلط ہے اور خلاف کتاب السنہ تسلیم کر رکھا ہے جس کی وجہ سے اس حیرت اور بردوات میں گرفتار ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ دلی عداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ زبانی محبت نے اکثر جگہ اصول و فروع مذہب شیعہ میں اسی طرح کے اولجھاوے اور پیچیدگیاں ڈال رکھی ہیں کہ نہ آج تک وہ کسی سے سلجے اور نہ قیامت تک سمجھیں ولن یصلح العظاما افسد الذہن انھیں شہادت کے بارے میں علامہ ابن میثم نے اپنی شرح کبیر منہج البلاغہ میں تحت شرح خطبہ لئلا یلا دفنان میں جو تعارض و تناقض بیان کر کے جواب تحریر فرمایا ہے قابل ملاحظہ اور اولا بقاء و منفعتان روزگار ہے، ذرا مجیب صاحب بھی ملاحظہ فرمائیں، اور اگر یہ حیرت متعلق نفس و فروع شہادت کی ہے تو اس کا جواب بجز اس کے کچھ نہیں کہ اپنی کتب معتبرہ دیکھ کر اپنی ظانیت فرما لیں۔ باقی رہا یہ کہ ان کی کسی نے بات نہ پوچھی سو جو امر بابت اختلاف صحابہ موعود تھا وہ لامحالہ واقع ہونے والا تھا کچھ ضرور نہیں تھا کہ ہر ایک سے پوچھا جاتا اور مشورہ کیا جاتا عداوت انہیں وہ وقت ایسا تنگ تھا کہ اگر اس امر میں تاخیر واقع ہوتی تو ظاہر وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا، اور نیز جب اکثر اکابر مہاجرین و انصار موجود تھے تو بعض اکابر کا موجود نہ ہونا حالانکہ وہ وقت دین فی الاستیطاق سے نہ تھے کچھ منہ نہیں۔

ائمہ مصیبت کے وقت تو صبر کرتے ہیں لیکن حلول مصیبت

سے پہلے جزع و فزع فرماتے ہیں

اور رنج و الم میں مقید ہونا اس کا جواب ابحاث سابقہ میں گذر چکا ہے کہ حسب روایات سامی غلط ہے ہرگز رنج و الم وفات شریفین میں قبل از موت ہاں اگر تھے تو اپنی دنیاوی حکومت کے غصب کے رنج و الم میں مبتلا تھے کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا ظاہر انصافین کے دست قدرت سے خارج تھا۔ ظاہری تسلط ہی آپ کے قبضہ سے غصب ہوا تھا تو اسی کا رنج و الم تھا۔ علاوہ اس کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول مصائب کے وقت عزیمت یعنی صبر و استرجاع کو اختیار فرماتے ہوں گے اور اپنی خدمت خاص یعنی ہدایت خلق میں مشغول ہوتے ہوں گے چنانچہ محمد اللہ اس کی موید روایات بھی موجود ہیں۔

حد ثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن بن مقبل الدقان قال حدثنا يعقوب بن يزيد عن الحسن بن علي بن فضال عن محمد بن عبد الله الكوفي قال لما حضرت اسمعيل ابن ابي عبد الله الوفاة جنح ابو عبد الله جزعا شديدا فانه فلان غمضه دعا بتميم غسيل او جديدا فلبسه ثوبا تسجيح وخرج يامروني ينهي قال فقال له بعض اصحابه جعلت فداك لقد نلنا انا لو نلتفع بك زمانا لما رأينا من جزعك فقال انا احدث بيت فخرج ما لم ينزل المصيبة فاذا انزلت صبرنا انتهي عن ازالة الغم

باب اسمعيل بن ابي عبد الله في وفاته قريب مني تو امام ابو عبد الله نے نہایت فریاد فغان کی اور جب وفات پاچے تو آپ نے دعویٰ ہوا یا نینین منگے یا اور پینا پھر گنگھی کی اور انکی کرامت منی فرمائی آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا میں قربان جب ہم نے آپ کا جزع دیکھا تو یہ گمان تھا کہ ہم ایک مرتکب آپ کی برکات سے، منتفع نہ ہوں گے فرمایا ہم اہل بیت جب تک مصیبت نازل نہ ہو جزع و فزع کرتے ہیں اور جب نازل ہو حسب قہر تو صبر کرتے ہیں

امام جعفر صادق نے فرمایا ہم اہل بیت مصیبت سے پہلے جزع و فزع کرتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ کا حکم آتا

عن رجل رخصنا بعضائنا و سلمنا امره وليس لنا ان نكره ما احب الله لنا انتهي عن من لا يحضره الفقيه۔ ہو جاتا ہے تو راضی بقضا ہوتے اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم کو لائق نہیں کہ جو کچھ خدا نے ہمارے لئے پسند کیا ہے اس کو مکروہ سمجھیں۔

پس جب کہ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ امر کو مکروہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ محبوب سمجھتے ہوں گے تو رنج و الم کیا اور جزع و فزع کیونکر ہاں جزع و فزع قبل المصیبت حسب روایات شیعہ مثل مشہور قبل از مرگ و ادیبانے شک انبیاء و ائمہ کی شان کے شایان ہے حضرات محبان لسانی جو دل چاہے ان کے جناب کی طرف نسبت فرمادیں لیکن جزع و فزع قبل البلایا علت اگر یہ ہی بلا ہو ہر الم وجود یا متوقع الوجود ہے تو جزع و فزع بعد حلول اولی واجب ہے بلکہ قبل الوجود زیادہ مستحق تر ہے اور اگر امر آخر ہے تو محتاج بیان ہے۔ اور لیجئے اسی من لا یحضر فی میں یہ بھی موجود ہے۔

وقال عليه السلام ان البلوى والصبر يستبان الى المؤمن فيأتيه البلوى وهو صبور وان البلوى والعجز يستبان الى الكافر فيأتيه البلوى وهو جزوع۔ اس حال میں کہ وہ بے صبر ہوتا ہے۔ اور نیز مذکور ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مرصن کی طرف دوڑتے ہیں پس مصیبت اس کے پاس پہنچتی ہے اور صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کا فریقین دوڑتے ہیں پس مصیبت اس کے پاس پہنچتی ہے

ولما قبض علي بن محمد العسكري کے فرزند علی کی وفات ہو چکی تو علی بن الحسن کو دیکھا کہ گھر سے نکلے اور آپ کا قمیص پیچھے اور آگے سے چاک چاک تھا۔

ولما قبض علي بن محمد العسكري رأى الحسن بن علي عليه السلام قد خرج من الدار وقد شق قميصه من خلف وقد ام انتهي۔

اب نور اہل انصاف ان روایات میں بغور و امعان نظر فرمادیں اور جناب محجب بھی نظر انصاف کا مشہور کریں روایتیں اولین درابعد کو صغریٰ بناویں اور ثانیہ کو کبریٰ قرار دیں اور پھر تھم کے مضمون کو ائمہ کی شان سے تعین دیں بعد اس کے اگر مذہب تشیع سالم باقی رہے تو اہل سنت سے دست و گریبان ہونے پر تیار رہیں لیکن انصاف مشروط ہے۔

تو نہ اور بعد فراغ امور ضروریہ اور انعقاد بیعت کذا ثبوت وہ حسب شہادت روایت از امام جعفر صادق ہے علامہ حضرت زہرا میں نفس خودت کے مشورہ کرتے دیکھئے اور اس خلاف

وقال الصادق عليه السلام انا اهل بيت نخرج قبل مصيبة فاذا نزل امر الله

کے برہم کرنے کی تدبیریں فرماتے تھے جس کے لئے غلیظہ ثانی نے ان پر گھر جانے کی دھمکی دی تھی کیا اس کا ہی نام شہادت ہے۔

نقض خلافت کے مشورے اور تدبیریں کرنے کے الزام کا جواب

اقول: اگرچہ مابقی میں اس کا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن اس جگہ بھی چونکہ ہمارے محبِ لبیب نے مکر ذکر فرمایا اس کا اعادہ باضابطہ افادات کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اگر مذہب تشیع پر بنا رکھنا ہو تو حضرت حبیب ہی جواب کا فکر فرمادیں کہ اولاً حضرت بسبب ترکِ تہذیب و احبہ و سکوت مامورہ و عدمِ مناظرہ آئمہ ہوتے ہیں اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بے فائدہ امر میں مبتلا ہوتے کہ بسبب علم کا ان و مایکون آپ کو معلوم تھا کہ یہ امر شدن تو اندھنیں اور نیز اس روایت کی بھی تکذیب ہوتی ہے جو آپ کے عالم الغیب و الشہادت ہونے پر دلالت کرتی ہے ثانیاً باوجود اس قوت و شجاعت معطرہ کی جو روایت بساط سے بتا بل و مقابلہ قوم عاد و معاد قتل ابوبکر اشجع عامل مذکر سے معلوم ہوتی ہے اور باوجود اس غل و فراست کا کہ جس کا بیان ناممکن ہے آپ کا زمانہ پردہ نشین میں حسبِ روایات شیعہ مانند جنسِ مطہرہ نجاسات اور خاسن منہک بھائی و سیئات کے میچ کر خفیہ مشورہ کرنا اور اپنے مدعا پر کامیاب نہ ہونا اور ذرا سی دھمکی سے پلینے و غوٹے سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علاوہ اس کے کہ اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور غیب خیز ہے کذب روایات سے جن میں تو وہ تو وہ آپ کے محمدی روایت کی ہیں اور اگر مذہب اہل سنت کے اعتبار سے گفتگو مد نظر ہو تو سنیہ کہ اہل سنت جناب امیر کو معصوم کہہ سکتے ہیں اور عالم کا ان و مایکون کب تسلیم کرتے ہیں اگر آپ نے ابتدا میں بالفرض نقضِ خلافت کے مشورے کیلئے تو خطا تھی ہرگز خطا اجتہادی کی اور بعد اس کے جب آپ متنبہ ہوئے اور اس کی حقیقت پر گماختہ و قوف حاصل کیا تو بیعت بھی کی اور شہادت بھی بیان فرمائی مگر غرض جب تک بیعت نہیں کی ممکن ہے کہ شہادت بیان نہ فرمائی ہوں اور جب حق متکشف ہو گیا اور بیعت کر لی اور بخیر دور ہو گئی بعد اس کے شہادت بھی بیان فرمائی ہوں اس میں کون سا تامل اور کیا استعلا ہے اور یہ تقریر اس وقت ہے کہ ہم علیٰ سبیل التقریر نقضِ خلافت کے مشوروں کے وقوع کو تسلیم کر رہے ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہ امر حاصل ہے کہ ہر ابتدا وقوع مشوروں کو ہی باطل کریں جیسے ہم حق کے نزدیک خلافت صدیقی حق ہے اور وہ بیعت اہل حل و عقدہ وجود مہاجرین و انصار سے واقع

ہوتی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اس کا مخالفت نہ تھا اور کسی کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استحقاق خلافت میں انکار یا شک و تردد نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اگر ملال تھا تو اس امر کا تھا کہ ہم کو شریک مشورہ کیوں نہ کیا جب ہم اہل حل و عقدہ میں سے تھے تو ہم مستحق مشورہ تھے چنانچہ جو عذر دیا جی کیا گیا وہ پذیرائی جناب ہوا اور بعد اس کے رنجش دور ہو گئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ ہم کو اس میں کلام نہیں تھی کہ ابوبکر باحق بالخلافت ہیں چنانچہ اس مضمون کو حدیث بخاری صراحۃً مثبت ہے اور جب ہم حدیث ازالۃ الخفاء کو جو جناب حبیب کا مسئلہ ہے دیکھتے ہیں تو اس میں یہ الفاظ ہیں فیئنا ورواؤکم ویرتجعون فی امرہم جس کا ترجمہ حبیب لبیب نے یہ کیا ہے اور جناب سیدہ سے مشورہ کرتے تھے اور اپنے کام میں مراجعت کرتے تھے اور ان الفاظ میں کہاں ہے کہ آپ نقضِ خلافت ہی کے مشورے کرتے تھے اور صرف مشورہ کرنے سے کیونکر لازم آیا کہ وہ مشورے نقضِ خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اگرچہ بعض اکابر شریک نہ تھے کیونکہ پیشتر روایات شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کے نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد کے واسطے ضروری نہیں تھا تو چچ کو نہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے نقض کی بابت دیدہ و دانستہ مشورے اور تدبیریں کرتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا آپ کی جناب میں منسوب کریں بلکہ فی الحقیقت یہ مشورے اس امر کے لئے تھے کہ جب اہل حل و عقدہ نے بیعت صدیقی میں بلا مشورہ سبقت کی اور استبداد کیا اگرچہ ضرورہ ہوا تاہم مقتضائے بشریت باعثِ طلال اور باعثِ تأخیر بیعت ہوا اور علوٰی اصحاب کو آپ کا یہ مثال اور تذکرہ باعثِ ناخوشی اور کشیدگی ہوتی تو جب کشیدگی اور شکر رنجی طرفین سے ہوتی تو جناب امیر اور ان کے ساتھیوں نے چاہا کہ کسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہمارے پاس آئیں اور ہم ان سے بلا دراندہ شکایت کریں اور وہ عذر دیا جی بیان فرمادیں تو باہمی شکر رنجی دور ہوا اور ظاہر کی طلال رفع ہوا اور بیعت کر لیں کیونکہ اگر یہ قصہ مجمع میں ہوتا مبادا بسبب اس کے کو مختلف الطباع لوگ جمع ہوں گے کوئی ایسا امر نہ ہو جاوے جو بیعت زیادتی میں ہو جس طرف اسی امر میں مشورہ تھا اور اسی بابت تجلیہ میں گفتگو ہوتی تھی چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت عمر تنہا جانے سے مانع ہوتے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ اور زمانہ تنہا لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ابوبکر کی حقیت بالخلافت کا اعتراف کیا اور عدم مشورہ اور استبداد بالبیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر نے جواب اس کے آپ کے

فضائل و محامد بیان فرمائے اور عدم منثورہ و استبداد کا عذر کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور
 ستر اور ہجرت ہو گئی چنانچہ آخر تک باہم شیر و شکر رہے اور شہادت فضائل و محامد غفار رضی اللہ
 عنہم بیان فرماتے رہے یہ مدعا بھی صحاح اہلسنت و التصریح علماء شیعہ سے بدالالت مطابق ظاہر و باہر
 ہے چنانچہ میر محمد باقر داماد نے ہراس میں اس کو تسلیم کیا ہے اور تشہید المطاعن کے مجلد ثامن میں
 عبارت مذکور ہے جو کثرت تقویٰ لخاص لئے بحذف روایات مختصر آمل کیا گیا، اب باقی رہا یہ
 امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ میں یہ جملہ جو تحریر فرمایا ہے (جمع شدہ در باب نقض
 خلافت مشورۃ بکار میر بندہ) پھر اس کے کیا معنی ہوں گے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر
 ہے کہ مفسر اس مال کا یہ ہی امر خلافت تھا تو جب گروہ مخالف نے خفیہ مشورے کئے تو اگرچہ مشورے
 بابت نقض خلافت کے نہ ہوں تاہم عوام میں شورش و اختلال پیدا ہونے کے باعث منظم نقض خلافت
 کے ہو سکتے ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ منافقین اور اعداء دین تخریب دین متین کے
 کمین میں بیٹھے ہوں تو چونکہ یہ مشورے منہج نقض خلافت تھے تو اس لئے ان پر اطلاق کیا
 گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کے بارہ میں تھا اس کی صدا بنظیر عالم میں موجود ہیں چنانچہ قاتل حلفا
 کو قاتل کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ مخفی کو جو حضرت زہراؑ کے دولت سرا میں ہوتا تھا حضرت
 عمرؓ تک ان بزرگواروں میں سے تو کسی نے نہیں پہنچا یا ہوگا جو باعث اس قدر جوش و خروش
 کا ہوا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان مشوروں کی خابری حالت سے
 سبب نقض خلافت، کہ سمجھ کر اس قدر تنبیہ فرمائی اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ یہ مشورے نقض خلافت
 کے باب میں تھے نہ انیاسلما کہ یہ مشورے در باب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اس کے معنی یہ
 کہاں سے پیدا کئے کہ یہ مشورہ کرتے تھے کہ جس طرح ہو سکے خلافت کو توڑیے بلکہ در باب نقض
 خلافت مشورہ نہ میکروند۔ کے معنی یہ ہیں کہ نقض خلافت کے بارہ میں مشورے کرتے تھے کہ آیا
 نقض خلافت مناسب ہے یا نہیں چنانچہ بالآخر یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حتمہ مناسب نہیں
 اور بحیث فرمائی نشانہ سنا کہ یہ مشورے در باب نقض خلافت بایں مراد تھے جو حضرت مجیب
 نے سمجھے لیکن یہ حکم مجموعہ کی طرف نسبت کیا گیا ہے جس کا صدق بعض کی طرف نسبت کرنے سے بھی
 ہو سکتا ہے تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حکم خفیہ نہ تھا اب میرزا اور حضرت زہراؑ کی طرف راجع ہے
 بلکہ یہ فیصل خفیہ خود پران حضرت کے تھا جو ان میں ادنیٰ درجہ کے تھے اور مہمات شریعت پر ان کو
 پورا وقوف حاصل نہ تھا لیکن چونکہ حضرت میرزا اور زہراؑ ان میں سرکردہ تھے اور جبر سے تھے تو

بشرکت مجموعی مجازاً ان حضرات کی طرف بھی وہ فعل منسوب ہو گیا چنانچہ عبارت تھخہ کی اسی
 طرف ناظر ہے پس انصاف سے ملاحظہ فرمائیے اگر بالفرض ان حضرات سے اس قسم کے
 مشورے واقع ہوتے بھی ہوں تو بھی وقوع شہادت کو مضر نہیں ہاں اس قدر گذارش باقی
 رہ گئی کہ ہمارے مجیب صاحب یہ جو تحریر فرما رہے ہیں کہ رخلیہ ثانی نے ان پر گھر جلانے
 کی دھمکی دی تھی اور پہلی تحریر میں یہ عبارت ہے "اور بیعت لینے کے لئے گھر جلانے کی دھمکی
 دی اگرچہ قصد احراق بیت، ناظر بہت سے اہل سنت کی کتب معتبرہ میں درج ہے مگر چونکہ بعض
 علماء عصر انکار کرتے ہیں اور شیعوں کا افترا بتاتے ہیں اس لئے گذارش ہے تو اس سے معلوم ہوا
 کہ مجیب کو دھمکی اور قصد احراق میں امتیاز اور تفرقہ نہیں حالانکہ فرق بدیہی ہے۔

قولہ: پھر جناب امام حسن و امام حسین علیہما السلام نے جو بالقولہ امام تھے خلیفہ اول زمانہ
 کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میرے باپ کی جگہ ہے اور ہر دو
 خلیفوں نے بجز انصار کے کچھ چارہ نہ دیکھا چنانچہ کتب معتبرہ اہلسنت مثل تاریخ الخلفاء و دیگر مجال
 میں یہ حال تحریر ہے پھر میں حیران ہوں کہ کس جرأت سے ہمارے مجیب فرماتے ہیں کہ خلافت
 خلفائہ ثلاثہ شہادت اتر سے واقع ہوئی۔

بحث حضرات حسنین کا حضرت شیخین کو یہ کہنا کہ ہمارے باپ کی جگہ سے اتر دو اس پر تفصیل بحث

اقول: ہمارے حضرت مجیب کے جوش و خروش کو دیکھنا کہ کس شد و مد سے اپنی روایت
 سے چشم پوشی فرما کر فرما رہے ہیں۔ ابی حضرت آپ کے یہاں تو بالقولہ نبی بھی معصوم نہیں ہے
 جانیکہ امام باقرؑ جو آپ اپنی کتابوں کو تو مد سطح کیے ایسے علماء کی شہادتوں کو تو سبب تقریباً
 میں جو اس وقت میرے سامنے کھنچتی ہوئی رکھی ہے محمد بن مرتضیٰ معروف ملاحق حضرت آدم
 کے قصید میں تحریر فرماتے ہیں۔

وفی العمیون عن الربیع قال سبوا لہم ریحاً
 ہذا الشجرۃ واثربھا فی شجرۃ
 العذق لعلہ یلعل بہ وادعوا لہ من ہذا
 عیون میں امام رضاؑ سے مروی ہے حضرت عائشہ
 زہراؑ کو گھیسوں کے درخت کی طرف اشارہ کر کے
 فرمایا کہ اس درخت کے پتوں کی مانند ہو جاؤ۔

الشجرة وانه مما كان من جنسهما فلم يقربا
تلك الشجرة وانما اكلوا من غيرهما ان
وسوس الشيطان اليهما ثم قال وكان
ذلك من ادم قبل النبوة ولو كان ذلك
بذنوب كبير استحق به دخول النار وانما
كان من الصغائر الموصوبة اليه تجوز
على الانبياء قبل نزول الوحي، انهم فعلوا
اجتباها الله تعالى وجعله نبيا كان معصوما
به يذنب مغيرة ولو كبرت قال الله تعالى
فَعَصَى اٰدَمُ رَبَّهٖ فَغَوٰى ثُمَّ اٰخٰىاهُ فَتَابَ
عَلَيْهِ وَهَدٰى وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓ اٰدَمَ وَ
نُوحًا الْاٰلِیَہٗ وَآلِیہٗ وَاٰلِیہٗ وَاٰلِیہٗ وَاٰلِیہٗ
حِجۃ فی رضه وخیلۃ فی بلده لہ
یخلقه للجنة وکان المعصية من
ادم فی الایة الاولی اور فی لیم مقادیر
امر الله عزوجل فلما احبط الى الارض
وجعله حجة وخیلۃ عن لوقه عزوجل
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓ اٰدَمَ وَنُوحًا الْاٰلِیَہٗ
نہیں فرمایا تھا کہ اس درخت کے نزدیک ہونا اور نہ
اس کے ہم جنس کے تودہ اس درخت کے نزدیک
نہیں ہوتے اور مرت دوسرے سے کھایا جب کہ شیطان
نے ان کو بہکا یا پھر فرمایا اور یہ آدم سے نبوت سے جینے
واقع ہوا تھا اور کچھ بہت بڑا گناہ بھی نہیں تھا کہ
کچھ سے دخول نہ کر کے مستحق ہوں اور درخت گڑ
صغیرہ بنجھا ہوا تھا جو انبیاء سے نزول وحی سے پہلے
جائز ہیں، پھر جب کہ خدا نے برگزیدہ کر کے نبی بنایا
تو معصوم ہو گئے کہ گناہ صغیرہ کہتے تھے نہ کبیرہ
حق تعالیٰ نے فرمایا آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی
پس گمراہ ہوا، پھر خدا نے اس کو برگزیدہ کیا اور اس کی
توبہ قبول کی اور ہدایت کی اور فرمایا اللہ نے آدم اور
نوح کو برگزیدہ کیا اور ایک روایت میں ہے اللہ
تعالیٰ نے آدم کو جنت کے لئے نہیں پیدا کیا تھا بلکہ
اس کو اپنی زمین میں جنت اور اپنے شہروں میں خلیفہ پر
کیا تھا، اور گناہ آدم سے جنت میں ہوا تھا زمین میں نہ
اللہ کے امر کی تعمیری ہو جس میں زمین پر نہاد اور جنت
اور خلیفہ بنایا تو معصوم ہوئے بسبب توبہ تعالیٰ ان اللہ
بصحتی آدم دونوں الیہ۔

ان روایات سے واضح ہے کہ قبل النبوة فی بالقرۃ۔ یہ اس محبت کا صدور جس کی
باعتبار میں ہوا خداوند تعالیٰ سے بیعت کے اور بہت سے سکین دے گئے اور توحید اور
معصوم میں دوا اور انبیاء جنس الہی میں جب معافی ہوتی جائز ہے بلکہ واقعہ میں اگر استواء اور
حق میں معصیت جس سے مستحق غلویہ دخول نہ ہوں اور وہ معصیت جو جنس الہی میں
کے ہو جو خدا سے آدم سے روایات سامی دوا رہے علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف
میں جو معصومین صحت رفیع غور کے ہے تو خداوند ربانہ، مہربانہ کیا استعمار و استبعاد ہے لیکن اگر

اس قول کو حسب ارشاد جناب امیر مقتضائے سن اسی فعل کے برابر سمجھتے ہیں جو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک پر سوار ہونے کی بابت مروی ہوا، قطع نظر اس سے مجیب کا
مدعا اس وقت ثابت ہو جب کہ امور مفصلہ ذیل ثابت ہوں (۱) آپ کو اس وقت رفع ثقیلہ جائز
ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہوں (۳) مقصود بیان استحقات امامت جناب امیر ہو
(۴) آپ اس وقت کامل الغفل اور مکلف ہوں (۵) عرفا آپ کے اقوال و افعال زمانہ طفولیت
پر محمول ہو کہ قابل اعتماد و قبول نہ جائیں جائیں والکل محال آنا، مراد اول پس حسب مزعم شیخ جن فائیلین
و مارقین و ناگشین نے معاذ اللہ جناب فاطمہ کے دشمنوں کے گھر کو جلا یا اور ضرب شمشیر آنا، زیارت
صدہ پہنچ کر محسن شش ماہر استفاہ کرایا اور برسہا برسہا فاشتر کے ساتھ منہم کیا اور اسد اللہ سے ہزار
گلے میں رسی ڈال کر بیعت کی اور نبات حیات کو غصب کیا اور فدک چھینا ان کے کیا توقع تھی
کہ وہ ایسی فتنہ انگیز باتوں سے سکوت کریں گے، اور ان پر ایمان معصومین کا کیا رعب ہو گا جو
ایذا رسانی سے باز رہیں گے پس رفع ثقیلہ کی کوئی وجہ نہیں، معاذ تعجب۔ بے کفایت میل
سے توجہ بظاہر حسب تصریحات قوم مطابق شرع معنی اس قدر استکراہ فرماویں اور دوسری بلا ضرورت
اس خلافت کو حوالہ امیر معاویہ فرماویں تو معلوم نہیں کہ حسب اصول طائفہ خدا و رسول کریم جواب
دیں گے، زیادہ تعجب صاحب تشبیہ المظاہرین سے ہے کہ باین تجر اس نے بجواب طعن سدیقی
کے عدم تقیہ کے علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ قرار دیا ہے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ حسب روایات
شعبہ پہلے کون سا ذوق بے حرمتی کا اٹھا رکھا ہے جو اب حضرت فاطمہ کا لحاظ کریں گے یا دیکھیں
گے، علاوہ اس کے یہ علت خود زمانہ غلیفہ ثانی میں جو یہ ہی قول امام ثالث سے صادر ہوا نہیں
جاری ہو گی، امر ثانی ہم کہتے ہیں کہ لفظ اب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ جناب
امیر کیونکہ اطفال کی عادت ہے۔ جب اپنے بزرگ کی جگہ کسی کو بیٹھا دیکھتے ہیں یا اپنے بزرگ
کا کپڑا کسی کو پہنے دیکھتے ہیں تو ناگوار سمجھتے ہیں اور متقاضی نزاع ہوتے ہیں تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا، اب آپ کی جگہ دوسرے لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر مقتضایہ غریبہ فرمایا
اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے اترا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اس کی تصدیق
فرمائی اور نیز اپنے ہونے سے بھی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیرے باپ کا منبر ہے میرے
باپ کا، اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے میرے باپ کا اور
آپ کی مفارقت کو یاد فرما رہا رہا ہے، پھر صاحب تشبیہ کا اس کو عاشیہ تشبیہ میں متغیر

پر محمول کر کے متصدی جواب ہونا طرفہ تماشہ ہے۔ امر ثالث اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جس میں اندیشہ ثبوت خلاف مقصود ہو خلاف فصاحت اور نہایت مستعجب ہے اور کچھ مفید نہیں چنانچہ اس عبارت سے بغرض محال اگر یہ ہی مدعا ہو تو ہرگز ثبوت کو نہیں پہنچتا، پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور موافق تصریح صاحب تشہید کے مخالفین کا کچھ خوف نہ تھا تو یوں فرماتے۔

ایہا الناس ان مستحق الخلافة بعد
حدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو
الی علی بن ابی طالب وان ابابکر تقتصھا
عصبا وعدوانا فانزلوه عن منبر حدی
فانہ لیس له اسلا۔
اے لوگو! مستحق خلافت بعد میرے نام صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے بعد بزرگوار علی بن ابی طالب ہیں۔
اور ابوبکر نے قبض خلافت غضب و تقدس کے طور پر ہی لیا ہے اس کو میرے نمائندے کے منبر سے اتار دو کیونکہ یہ اس کا اہل نہیں ہے۔

اس وقت شبیر کو گنجائش استدلال ہوتی در نہ ایسے بڑے امر کو ایسی طرح چستان اور پیس میں بیان کرنا اور ایسی عبارت میں اور اگر ناجس میں خلاف مقصود اقرب الی العظم ہو کوئی مائل بخیر نہ کرے گا۔ امر رابع بدین البطلان ہے انبیاء کی نسبت ارشاد ہے فلما بلغ الشہدہ و المستوی۔ جو سر اسناد وال۔ ہے کہ نبوت بعد بلوغ اشہد اور استونی سنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے اشہد کے معنی کماں عقل کے فرماتے ہیں محمد بن مرتضیٰ المعروف ملاحظہ تعبیر صافی میں تحت۔ قوله تعالى۔

فارد ربك ان يبلغا اشراهما ای العلم
ان کمال ان سے۔
پس تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی علم کا کمال کو پہنچ جائیں۔

فرما۔ تو اس سے مداف ثابت ہے کہ زمانہ بلوغ اشہد سے پیشتر کماں عقل و دماغ حسب شہادت ملاحظہ مفسر نہ تھے۔ معاذ استنار اطفال کا عموماً تکالیف شریعہ سے اس کی دلیل اس وضاحت سے جس میں کچھ خطہ نہیں۔ امر خامس کے بعد ان کے لئے حاجت بخیر استدلال نہیں یا آگاہ ہے کہ خود جناب امیر نے جناب حسین کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی اور شیعہ روایت کر کے ہیں وہ یہ کہ تم جانتے ہو کہ حضرت کے دوش مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے بس۔ یہ نہ افشاہت ہو کہ ان کی حالت صبا پر محمول فرما کر قبا میں مواخذہ و اعتبار نہیں کما پس ایسے استدلال نصیر کے رو برو پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دانشمند کا کام ہے

مگر کیا کریں جب استدلال صحیح نہ پہنچیں تو کیا ان اہل فریب و تقویر سے بھی دل خوش نہ کر لیں پھر معلوم نہیں کہ کس حوصلہ پر یہ جرات ہے اور کس بھروسہ پر دعویٰ تناقض مابین اقوال امیر و شہادات ہے۔

اہلسنت کے اصول موضوعہ متعلقہ خلافت پر اعتراض اور

اس کا جواب

قولہ: جب کہ یہ خلافت کتاب اللہ و شہادات امیر و غیرہ سے واقع نہیں ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اس لئے اہل سنت کو وضع اصول کی اشد ضرورت ہوئی۔
اقول: جب کہ مجیب لمیب کے شہادت کا امتیصال قرار واقعی کیا جا چکا تو وہ ہی امر حق متحقق باقی رہ گیا کہ خلافت خدا کتاب اللہ تعالیٰ اور شہادات امیر سے واقع ہے اور اہل سنت کو اس کے لئے اصول بنانے کی کچھ ضرورت نہیں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: ان خلافت راشدہ جس کا ثبوت کتاب اللہ و شہادات امیر سے ہے جن اصول و شرود پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کے نزدیک وہی اصول صلوح و وقوع کے لئے معتبر ہیں۔ اقول: آپ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ سوائے کتاب اللہ و شہادات امیر کے بھی خلافت راشدہ کے لئے اصول و شرود ہیں۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ صحیح ہو۔

یقول العبد الفقیر الی مولانا: اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجیب اپنی پہل تحریر کے اصل مطلب کو مجھوٹے ہوئے ہیں جو ایسا بے سرو پا اعتراض فرماتے ہیں۔ لیکن جب اب میں مختصر خلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہوں اور اس پر جو کچھ میں نے عرض کیا تھا وہ بھی مختصر اکتفا جوں اہل انصاف خود دیکھ لیں کہ اس پر عارے مجیب کیا فرما رہے ہیں۔ اور جناب مجیب تحریر فرماتے ہیں شیعہ کے نزدیک امامت مشرودہ بشرائے ثلثہ نص و عصمت و افضلیت ہے اور اہلسنت ان شراعت کو شرع خلافت نہیں مانتے بلکہ بغیر خود چند اصول وضع کرتے ہیں جن سے ان کے نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہے اور باخدا ان اصولوں کو مٹو کہ جس خلافت ختم ہوگا متنازعہ فیہا کا وقوع ہے اور یہی قرہ کا معاد در علی المصنوب ہے۔ انہی چند اصولوں کے

کی خاطر سے تسلیم کر لیں کہ ازالۃ الخفا کا مطلب جو ہمارے مجیب نے سمجھا ہے وہ صحیح ہے۔
 ورنہ فی الحقیقت اگر دیکھا جاوے تو ہمارے مجیب اصل مطلب ازالۃ الخفاء تک ہی نہیں
 پہنچے مگر سوچیں اور اہل علم والی صاف ہے۔ یہ پوچھیں بندہ نے بھی اجاث سابقہ میں اس کو مجملہ
 محقق بیان کیا ہے۔

اصول موضوعہ متعلقہ خلافت کے متعلق لا یعنی اعتراضات کا نکرار

اور اس کا جواب

قولہ: محمد اذ قیلک وہ اصول و شرط مفصل بیان نہ ہوں اور دلائل خارجی سے ثبوت
 نہ کے جائیں یہ کہنا کہ جن اصول و شرط پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کے نزدیک وہی اصول
 صلوح و وقوع کے لئے معتبر ہیں مصادروہ علی المطلوب ہے۔

اقول: سبحان اللہ حضرت مجیب پر مناظرہ دانی ختم ہے کیوں جناب میر صاحب ذرا
 سوچ کر فرمائیے تو کسی کہ منہ اور علی المضرب کس کو کہتے ہیں اور یہی مصادروہ علی المطلوب
 کیونکر لازم آتا ہے۔

قولہ: اور نیز اس تکرار سے بظاہر کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔

اقول: جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف کی آنکھیں کھول کر دیکھئے وہ کسی
 دوسرے سے پوچھتے کہ یہ تکرار سے یا نہیں پہلے یہ تو فرمایا ہے کہ تکرار کس کو کہتے ہیں فوج ہے
 کہ جناب اپنی تکرارات ہے فائدہ نہیں دیکھتے جو کہ بندہ بنظر غماض و مسامحت قدر انداز کر آیا
 ہے نقص خلافت کے مشورے، گھر جلنے کی دھمکی فعلیت، امامت بناب، امیر جناب امیر
 کی تجنیز و تکفین حضرت میں مشغولی، ابتداء ریح و اہم میں کسی کابات نہ پوچھا وغیرہ یہ سب امور
 اور علاوہ ان کے بہت سے امور جو اسی ایک صفحہ میں مذکور ہیں نفع نظر کرات کا کتاب
 سے اگر یہ تکرارات ہے فائدہ نہیں تو کیا ہے اب انسان سے سوچ کر دیکھتے اور فرمایا ہے
 کہ تکرار ہے فائدہ اس کو کہتے ہیں جو آپ کی عبارت میں موجود ہے یا اس کو کہتے ہیں جو آپ نے
 بندہ کی عبارت میں پیدا کیا۔

قولہ: ان مضامین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نوعیت کا ذکر حضرت نے فرمایا ہے

اسی مضمون عرض کیا کہ جب کہ خلافت خلفاء ثلاثہ کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت و واقع ہے
 تو اہلسنت کو اس کے اثبات کے لئے اصول گھڑنے اور بنانے کی کچھ ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے
 کہ خلافت کچھ خلافت ثلاثہ میں ہی منحصر نہیں ہے اور اگر یہ لفظ خلفاء مقید ثلاثہ نہ تھا تاہم
 بقریہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ فیہا ہی معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ بعد خلافتائے
 منصوحہ راشدہ کے دوسری خلافتوں کے لئے اصول کی ضرورت تھی تو جب یہ خلافتائے
 راشدہ حق ہوگی اور ان کا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور ائمہ نے ان کی حقیقت کی نسبت شہادات
 فرمائی تو جن اصول پر یہ خلافتائے راشدہ واقع ہوئی ہیں وہ اصول لا محالہ حق ہوں گے اور جو خلافت
 ان اصول کے مطابق واقع ہوئی وہ بھی حق و معتقد ہو گئی پس اس پر مجیب لبیب کا یہ فرمانا
 کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کے لئے سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کے بھی
 اصول لازم ہیں تو آپ کا یہ فرمانا کہ اہلسنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیوں کہ صحیح ہو
 عدم فخر مطلب عبارت سے ناشی نہیں تو کیا ہے کیونکہ اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
 مجیب نے کتاب و شہادات کو بھی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ عبارت تحریر سابقہ
 سے صاف واضح ہے کہ اس جگہ اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہیں جو اپنی جزئیات پر مستطبق ہوں نہ
 قطعا بے تشبیہ علاوہ اس کے کتاب و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ اصول ہیں
 جو بطور خود وضع کئے ہیں جس کا الزام لگایا گیا تھا ثانیاً میں نے عرض کیا تھا کہ خلافت ہائے
 متنازعہ فیہا کے لئے وضع اصول کی ضرورت نہیں لیکن جو اصول کہ ان سے مستطبق ہیں وہ اصول
 وقوع و حصول کے لئے معتبر ہیں اور اس سے ہر ایک کی دہمید سچہ سکتا ہے کہ اس سے یہ
 مراد نہیں ہے کہ وہ اصول مستند جو خلافتائے متنازعہ فیہا سے پیدا ہوتے ہیں اپنی ہی صلوح
 و وقوع کے لئے معتبر ہوں گے اگر ان کا اعتبار ہوگا تو ائمہ کے لئے ہوگا، لیکن ہمارے مجیب
 لبیب اپنی کمال دانش بندی سے یہ سمجھ گئے کہ گویا لفظ صلوح و وقوع کا مصداق الیہ منوی
 اس خلافت کے لئے متنازعہ فیہا مراد ہیں اور غلط سمجھ کر اعتراض فرمادیا ثانیاً حضرت مجیب نے
 عرض کیا کہ ان اصول کو قرار لگایا تھا جو بحت شرعیہ کے بہوئے نفسانی از خود وضع کئے
 ہیں اور نہ ان سے ان اصول موضوعہ کا انکار نسبت خلافتائے متنازعہ فیہا کیا ہے
 تاہم اس میں معذور ہوتا ہے کہ ہمارے مجیب اپنی اصلی فید کو فراموش فرما گئے ہیں
 و غرض کہ اس میں دیکھ دیکھ میں راہ تیرا کوئی شک و گمان وقت تک ہے کہ ہر جناب لبیب

وہ خلافت راشدہ نہیں۔

اقول: عبارت کے معنیوں سمجھنا یہ خاص آپ کا ہی حصہ ہے بلکہ شک خلافت کا ذکر پہلے اس طرح اس عبارت میں کر چکا ہوں (دور نہ جب کہ ثبوت خلافت خلفاء کتاب اللہ و شہادت ائمہ سے واقع ہے۔ یہ تو اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں ہے، اور ہر ایک ذکی و علید اس عبارت کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت کا راشدہ ہونا تو اپنے اختیار سے جس کو چاہا راشدہ کہہ دیا جس کو چاہا امارت و سلطنت کہہ دیا نہ کتاب اللہ کی سنی نہ ائمہ کی غرض نہ یہ معنیوں ہمارے مجسمہ نے ثواب سمجھا لیکن یہ کچھ نئی بات نہیں حضرت مجیب اور آپ کے اکابر علماء بیحد کتاب و سنت کے منہا میں ایسے ہی سمجھتے چلے آتے ہیں ماہذا اول قارر وہ کہ کثرت فی الامام۔

قرلہ: اور واقعہ میں بھی یہی بات ہے۔

اقول: جو خلافت کہ کتاب اللہ اور شہادات ائمہ سے ثابت ہو اس کو خلافت راشدہ نہ کہنا تو کہنا ہمارے مجیب جیسے منصف کا ہی کام ہے پس یہ محض ہمارے جناب مجیب کے لئے نہیں ہے نہ واقعہ میں۔

قولہ: حضرت کا یہ فرمانا شہادات ائمہ سے خلافت راشدہ ثابت ہے سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ خلافت راشدہ وہ امامت و دونوں لفظ مراد ہیں ائمہ خود خلفاء راستین ہیں ان کی شہادت اپنے سوا کسی کی خلافت راشدہ کے پر کیا معنی اگر وہ ائمہ ہیں تو خود خلفاء راشدین ہیں اور اگر خلفاء راشدین ہیں تو وہی امام ہیں پھر سوائے خلفاء راشدین کے ان کے غیر کو ائمہ کہا کیسے معنی رکھتا ہے۔

اقول: اس بلکہ ہمارے مجیب صاحب نے اپنی کتاب میں اہل سنت و ائمہ سے دو امامتیں منع کر کے فرما دی ہیں، اہل متعلق و قوع شہادات اور ثانی متعلق اذق لفظ ائمہ ان دونوں امتزاجوں سے ہیں عمر پر جو بنی روشن ہو سکتا ہے جسے کہ تا کثرت رسید است پائیدہ معلوم ہے شہادات ائمہ سے ثبوت خلافت راشدہ کے عدم فہم کی دین جو کچھ ارشاد ہوئی وہ اور بھی فوراً منور ہے لیکن سنئے اس تقریر کی غلط فہم نظر آگئی ہر شخص میں۔ وہ خلافت راشدہ اور امامت کو دو مرادوں میں فرمایا یہ اس پر مبنی ہے کہ آپ نے سایہ میزان منطبق اور تلمذ بھی نہیں دیجی جو حضرت کو مرادوں کی تعریف معصومہ ہوں اور اگر امامت خلافت کی جتنی

عبارات آپ کو شبہ ڈالیں تو واضح ہو کہ بعد تامل وہ آپ کی مفید مدعا نہ ہوں گی جو کچھ فرمائیں سوچ سمجھ کر فرمائیں ثنائی سلطنت یہ ہر دو لفظ اصطلاحاً مترادف ہیں لیکن کس کے نزدیک اگر شیعوہ کے نزدیک مراد ہے تو اہل حق پران کی مسلمات حجت نہیں اور اگر اہل حق کے نزدیک مراد ہے تو بدلتہ غلط ہے آخر یہ تو آپ نے بھی سنا ہوگا کہ امام مالک، امام شافعی، امام غزالی، امام رازخی علی العموم اطلاق کرتے ہیں اور ان کو ہرگز خلفاء میں سے نہیں سمجھتے اگر آپ نے ایسا ہی مترادف سمجھ رکھا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں بھی ہر جگہ یہی سمجھتے ہوں گے تو پھر ائمہ الکفر میں کیا کہے گا قرآن کو اگر پیش کیجئے گا تو پھر آپ کے خصم کو بہت وسعت اور گنجائش ہو جائے گی اور آپ تنگ ہوں گے علاوہ اس کے ابن بابویہ نے احضال میں روایت کی ہے۔

عن ابی عبد اللہ قال ثلثۃ یدخلوہم
الحجۃ بغیر حساب و ثلثۃ یدخلوہم
الغیر حساب و اما سیدین یدخلوہم
الحجۃ بغیر حساب و اما عاد و نوح
حدو و شیخ اخی عمرہ فی ناعۃ
سروجن و اما الثلثۃ الذین یدخلوہم
لنار الغیر حساب و اما جاش و تا جو کذب
و شیعہ زان۔

امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا میں نے شخص ہیں جو حجت میں بے حساب داخل ہوں گے اور تین شخص ہیں جو دوزخ میں بلا حساب داخل ہوں گے جو حجت میں بے حساب داخل ہوں گے وہ امام عادل و موسیٰ سود گرا و وہ جو صاحب نے اپنی عمر عبادت میں صرف کردی اور وہ تینوں جو دوزخ میں بلا حساب داخل ہوں گے وہ امام ظالم اور جھوٹا سوداگر و شیعہ زان۔

تو اس روایت میں قرآن کو بھی دیکھ لیجئے اور فرمائیے کہ امام سے کیا مراد ہے چونکہ اس وقت نقل روایت سے مقصود اسی قدر ہے اس لئے اس حدیث شریف کی تفصیل نوٹ نہ کی دوسرے وقت پر مختصر کرنا ہوں شائشا عموماً ائمہ کا خلفاء راشدین ہونا یہ بھی اپنی ہی مسلمات سے ذکر فرمایا ہم پر حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی بناء فاسد پر مبنی ہے۔ رابعا اگر حصر مراد ہے تو سوائے خلفاء اور غیر مسلم ہے جس سے دریافت کیجئے گا آپ کو بتلا دے گا کہ جب خلفاء و ائمہ باہم متقابل مناظرہ میں نہ کر رہوں گے تو ائمہ سے ائمہ ہیں ہیث مراد ہوں گے اور خلفاء سے خلفاء کیونکہ تو یہ جو غصہ اور از قبیل بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ خامسا اگر ائمہ خود خلفاء راشدین ہیں اور خلفاء راشدین ائمہ ہیں تو ہم کب کہتے ہیں کہ وہ اپنے سوائے کسی کی خلافت راشدہ پر

شہادت دیتے ہیں بلکہ بعض بعض شہادت دیتے ہیں اور اس کو کوئی مانع نہیں پس اپنے سوائے کسی کی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے معنی ہے۔ ساونا یہ فرمانا اگر وہ ائمہ ہیں تو خود خلفاء راشدین ہیں الخ فی الجملہ مسلم ہے لیکن یہ تصنیف محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہے۔ آپس عبارت احقر کے معنی بلاغیہ ظاہر ہیں یا باین معنی کہ جن حضرات کی امامت کے تم معتقد ہو انہیں کی شہادت سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے یا یہ کہ جو معتقد علیہم امام فی الدین ہیں ان کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ راشدہ ہیں یا یہ کہ وہ ائمہ جن کی خلافت و امامت اپنے زمانہ میں راشدہ متفق علیہ ہے ان کی شہادت ثابت کرتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ سابقہ خلافتیں راشدہ ہیں اور ان پر سہ تو جہیات میں کچھ خلل نہیں پس اگر اب بھی آپ نہ سمجھیں اور ہٹ دھرمی کریں تو خدا سمجھے۔

قولہ: اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادت ائمہ کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

اقول: اس کا جواب الجواب بھی وہیں ملاحظہ فرمائیے گا۔

قال الفاضل المجیب: قولہ بخلاف حضرات شیعہ کے کہ ان کے اصول میں باوجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں مسند دوم و درہم یا لفریہ اول یا آخرین لان الشی اذا ثبت ثبت بلو ائمہ تو ازوم مسند دوم و درہم یا لفریہ اول یا آخرین لان الشی اذا ثبت ثبت بلو ائمہ نسبت آپ کا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل غریب فرماتے تو تعرض کیا جاتا۔

بقول العبد الفقیر الی مولاه: سبحان اللہ ہمارے مجیب لبیب باین ہمدردی۔

مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنے اصول ثلاثہ کی نسبت اپنے خلاف منصب بنے دلیل دعویٰ فرماتے ہیں کہ ہماری شرائط ثلاثہ واصل عقیدہ و تفسیر سے ثابت ہیں اور جب مانع نے اس کے ثبوت کو منع کیا تو اسے اس سے اس کے منع پر دلیل کے جانب ہوتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا منصب کیا ہے اور اس کا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہ معلوم کہ دعویٰ کس کو کہتے ہیں اور منع کیسے ہے اور دین کے محتاج کون ہے اور کون نہیں پھر اس پر یہ کچھ نہیں ترائیاں۔

قولہ: معذرت سوائے عصمت کے دو منہ جوں یعنی افضلیت و نص کے حضرات

اہل سنت بھی قائل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلاثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات اہل شرعوں کو کن دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

اقول: یہ وہی غلطی ہے جو بار بار ہمارے مجیب لبیب سے سرزد ہوتی ہے اور ہم متنبہ کر چکے ہیں اور اب بھی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہ آپ غلط سمجھتے ہوئے ہیں اہل سنت ہرگز ان شرائط کو شرط نہیں جانتے آپ وجود کو اشتراط سمجھ رہے ہیں جو مثلاً اس غلطی کا ہے حالانکہ بدائینہ وجود اور اشتراط میں یوں بعد ہے جو اطفال مد رسہ پر بھی فحشی نہ ہوگا۔

قولہ: یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کے قائل ہوں۔
اقول: بے شک آپ نے یہ صحیح و راست فرمایا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اہل سنت کسی امر کے باقیام دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک متمسک بشرع ہیں کہ ان کے یہاں تو حسن و قبح بھی شرعی ہے واللہ الحمد والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

قولہ: گو خلافت پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو۔

اقول: کیوں حضرت اسے کیا کہتے ہیں پس اپنی اصلی حالت پر آگئے اہی حضرت کیا آپ کے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس رسالہ میں تو آپ اس کی قطعیت کا اعتراف فرماتے ہیں گو آپ کے اکابر علماء کے خلاف ہو چنانچہ اس موقع پر انشاء اللہ ہم اس کو ثابت کریں گے۔ چچہ خلافت کے بارہ میں کیوں قابل قبول نہیں اگر ائمہ نے تقیہ کچھ فرمایا ہو تو حق تعالیٰ شانہ نے توفیق نہیں کیا ہو گا ذرا اس کو بتاں صادق دیکھئے اور اپنے علماء کی مادیات کو اس کے ساتھ میزان انصاف میں تولیئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اہل سنت بلا دلیل شرعی خلافت کے قائل ہوئے ہیں یا بدلائل و لکن اللہ سیدی من لشار۔

امامت کو خلافت کے برابر (بلکہ اس سے زائد) قرار دینے کی

شیعہ جہارت اور اس کا جواب

قولہ: چونکہ دور کا ذکر آپ نے بالجمال کیا ہے مجملہ جواب بھی گذارش کہ ہر سید آپ کی کتب عائدہ وغیرہ سے یہ سہ سہ شہادہ خصوصاً بکچل دو مشرعیں یعنی افضلیت و نص تو ضرور ثابت ہیں مگر ہمارے مقابروں ان سے انکار ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ واصل شرائط میں ان کا ذکر کسی قدر

تفصیل سے آئے گا۔ مگر یہاں اس قدر گزارش ہے کہ اگرچہ آپ امامت میں ان شرائط کے منکر ہیں مگر ثبوت نبوت میں تو ضرور ہی قائل ہوں گے جو جواب آپ دلائل فرمادیں۔ وہی جواب ہماری طرف سے امامت میں کہ ثانی نبوت ہی قبول فرمائیے۔

اقول: یہ غلطی وہی ہے جس پر بارہا متنبہ کیا جا چکا ہے کہ اہلسنت کی نسبت تسلیم شرائط افضلیت و نص کا معنی محض ایک خفیف التباس پر ہے جو ادنی طلبہ پر بھی واضح ہو سکتا ہے باقی رہا لزوم دور کے جواب میں جو بطور الزام ارشاد ہوا ہے کہ اہلسنت شرائط ثلثہ کی اگر امامت میں منکر ہیں تو نبوت میں تو ضرور قائل ہوں گے سو جو جواب اس دور کا دین دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے یہاں قبول کریں اس الزام کا مدار محض اپنے گمان پر ہمارے عجیب لیب نے رکھ چھوڑا ہے۔ کیونکہ فرماتے ہیں (مگر ثبوت نبوت میں تو ضرور قائل ہوں گے) اقول چاہیے تھا کہ شرائط ثلثہ کا شرائط اہل سنت کے نزدیک ثابت فرماتے اور بعد اس کے الزامیۃ اب بھی اگر کچھ ہوش اور خیال ہو تو لہم اللہ لیکن پسند اس سے شرائط اور لوازم میں تفاوت اور امتیاز سمجھ لیں معہذا اگر نبوت مثلاً نص پر موقوف ہو اور نص موقوف نبوت پر تو البتہ دور لازم آوے لیکن ہم کہتے ہیں کہ نبوت کا توقف محض اعتباراً اور اصفاً و خداوندی پر اور حضور اس کا موقوف معجزات پر ہے نہ نص پر بخلاف شرائط ثلثہ امامت کے کہ امامت موقوف نص پر اور نص موقوف عصمت و افضلیت پر اور عصمت افضلیت موقوف امامت پر تو امامت اپنے نص پر موقوف ہوتی اور یہی دور ہے قطع نظر اس سے ان ہی شرائط ثلثہ میں جو دوسری خرابی آپ ہی کی تقریر سے لازم آئی وہ بھی ملاحظہ فرمائیے وہ یہ کہ آپ نے امامت کو ثانی نبوت قرار دیا تو بالکل یہ شرائط ثلثہ امامت نبوت کی بھی شرائط ہوں گی۔ تو ہم ایک قیاس بنائیں گے جس کا بڑی دقتیہ کلیہ ہوگا جواب اپنی تحریر سابق میں تحریر کر آئے ہیں وہ یہ کہ دین میں یہ شرائط متحقق ہوں وہ امامت و نائب رسول ہے۔ قیاس اسی طرح ہوگا۔ اس مسئلہ میں جو حدیث یہ ہذا الشرائط وکی من یوجد فیہ ہذا الشرائط فهو امام و نائب عن الرسول ینتجی الرسول نائب من الرسول اور یہ میری ابتلاں ہے اور لزوم لغویۃ کے جواب میں تو آپ طرح ہی دیکھیں معذور ہوتا ہے شاید کچھ بھی نہیں درنہ اسے بھی نبوت کے معارضہ فاسدہ سے گمان تھا۔

قول: اور لزوم مصادرہ علی المطلوب آپ کے ہی پچھلے قول سے ثابت ہے۔

اقول: اسے جناب گستاخی معاف پیسے آپ مصادرہ علی المطلوب کی توہین سیکھنے

اس کے بعد اعتراض کیجئے۔ اس کا کیا علاج کہ آپ یہ ہی نہیں جانتے کہ مصادرہ علی المطلوب کس کو کہتے ہیں یہ آپ کا عذر کافی نہ ہوگا کہ میں محض فارسی خواں ہوں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف میں بحث منظور معنی تو اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و فضائل میں بحث شروع کی ہو تو آخر نیز یہ بحث امامت ہوتی۔ اقول: مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ کتاب مناظرہ فریقین موجود ہیں اور ان میں ہر قسم کی بحث لکھی ہے منصف و حق کے طالب کے لئے کافی ہے۔ صرف پاس خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی جن کا حال شروع میں تحریر ہوا یہ سوال لکھا گیا اور اب جو کچھ لکھا جاتا ہے یا لکھا جائے گا محض ان کی خاطر سے ہوگا۔

یقول العبد الفقیر الی مولانا العفی: اسے جناب۔ آپ اصل شمار سوال ہی نہیں تھے آپ نے اپنے سوال میں تحریر فرمایا تھا فرقہ اہل سنت و جماعت و شیعہ اثنا عشریہ میں اگرچہ اصول و فروعاً بہت سے اختلاف ہیں مگر بہت بڑی مخالفت امر خلافت میں ہے، تو اس تمہید میں جناب نے گویا ظاہر فرمایا تھا کہ علت تخصیص بالبحث مسئلہ خلافت کے اس کی عظمت ہے بندہ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اگر یہی علت ہے تو اصل سے نزاع معاملہ صحابہ سے اس پر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑے بندہ نے کہ جواب کی ضرورت کا اثبات کیا تھا جو آپ نے اس سے تبری و تخاصی فرمائی شروع کی اور ہم نے مانا کہ اصلی غرض تحریر سوال سے پاس خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی تھا لیکن یہ تو جناب نے تحریر کہ نہیں فرمایا کہ اصل فوائش ان کی یہی تھی کہ مسئلہ امامت میں ہی سوال لکھا جائے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مدعا یہ تھا کہ کسی مسئلہ میں بحث شروع ہو جائے کیونکہ وہ خود چنداں اس مسئلہ سے واقف نہیں تھے لیکن یہ تعین مسئلہ جناب نے بغیر خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہ عذر پاس خاطر عزیز کا بھی بجا نہیں۔

قولہ: پہلے گزارش ہوا کہ اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے نہ محض فضائل بعض صحابہ۔ اقول: اسی جگہ یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ اس اصل کی اصل بھی وہی معاملہ صحابہ ہے کیونکہ ان کی خذیہ اور عدم ماخذیۃ باعتبار ان وصاف کے ہے جن میں فریقین اہلسنت و شیعہ باہم خلقت ہیں۔

شیعہ کو جملہ صحابہ کے ایمان و فضائل میں گفتگو ہے

قولہ: حضرت نے یہاں محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو رکھتے ہیں ماثلاً و کلاً یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے منکر ہوں یا کل کے ایمان میں کلام ہو۔ بلکہ بعض کے فضائل و غیرہ کی نسبت الہیہ گفتگو ہے۔ اور یہ صرف اہل حق ہی نہیں کہتے بلکہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ پہلے ثابت کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے فضائل کے یہ حضرات بھی قائل نہیں۔

اقول: شروع رسالہ میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے کہ علماء شیعہ کو کل صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے یا بعض کے اور اس جگہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی الخصوص ہمارے مجیب کو تمام صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے کیونکہ ان کے نزدیک معصیت خلاف کمرنت ہے اور صحابہ میں سے بالاتفاق کوئی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے ساکم بن خرنشہ یوم احد جنگ سے فرار کر چکے اور بعد انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات عالمانہ مذکورہ سابقہ متہ ہو چکے تو فرمائیے وہ کون سے صحابہ ہیں جن کا ایمان اور جن کے فضائل و محامد مسلم ہیں اور بعض محال اگرچہ پانچ چار بلکہ دس بیس بھی ہوتے تو انہوں کے شمار میں کس تعداد میں محسوب ہوں گے باقی رہا اہل سنت کی نسبت یہ الزام کہ وہ بھی کل صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض دھوکہ دہی اور افتراء ہے۔ اہل سنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت ادنی صحابی کے زنبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا مگر پھر بھی عصمت صحابہ مسلم نہیں پس بمقابلہ اہلسنت صحابہ کی خطایاں ان کی مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا۔ اہل سنت کو باوجود یہ کہ ان کے فضائل کا اعتراف ہے ان کی عصمت مسلم نہیں تو ان کو یہ روایات کچھ مضرت نہیں۔

قولہ: فضائل ایک طرف بعض کو آپ کے تمام ائمہ ثین صاحب خیانت و اشتہار فساد پیشہ و مردودان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں

اقول: بحول اللہ و قوتہ اس کا مجلس جواب بحث سابع میں جس جگہ ہمارے حضرت مجیب نے جری شدہ سے یہ اعتراض فرمایا ہے تحریر ہو چکا ہے حاجت تحریر و عداد نہیں مگر اس قدر گذارش ہے کہ اگر باشرط یہ کہ اسے مزید نہیں لکھتا تاہم یہ کہ صحابہ

مردودان جناب الہی لکھتے ہیں محض آپ کا افتراء اور بہتان ہے۔ قولہ: ہاں اگر ان امور میں خلفائے ثلاثہ کی بابت تحریر فرمائے تو مضائقہ نہ تھا۔ کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہیں نہ ہم۔

اقول: اگر آپ کو اور علماء شیعہ کو صرف خلفائے ثلاثہ کے ہی فضائل و ایمان میں گفتگو ہوتی تو بے شک کچھ مضائقہ نہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ کی ہی بابت تحریر کی جانی لیکن آپ کو تو حسب روایات کافی وغیرہ سوائے چند چار یا چھ صحابہ کے سب ہی کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے۔ محض آپ بھی اگر سوائے خلفائے ثلاثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ تسلیم فرمائیں تو ہم صرف معاملہ خلفائے ثلاثہ ہی پیش کریں گے اور جب کہ آپ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں صحابہ کے فضائل و ایمان میں کلام ہو تو پھر خصوصیت خلفائے ثلاثہ بالکل بے جا ہوگی اس وقت عام طور پر بحث ہوگی جس میں خلفائے ثلاثہ بھی داخل ہوں گے باقی رہا یہ کہ اہلسنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض کذب و افتراء ہے۔ مثلاً اس غلطی کا یہ ہے کہ فضائل کو ملزم عصمت تصور کر رکھا ہے اور یہ سراسر غلط ہے۔

قولہ: و نیز یہ بحث بھی آپ کے قول کے موافق بالآخر منجر بہ بحث امامت ہی ہوتی سو غیر ہم نے اول ہی شروع کر دی۔ اب آپ کا اختیار ہے۔

اقول: انفس کے اعتراض کچھ ہے آپ کچھ سمجھ رہے ہیں سوال از اسماں جواب از علیہما تمام جو کچھ ہو آپ نے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدامت کے موافق ہو یا مخالف آپ نے بہت اچھا کیا۔ آفرین و مرجا اصل غرض یہ تھی کہ علت کچھ بیان کی اور بحث کچھ شروع کی تو شاید بزم خود اس خاص محبت میں وثوق کچھ زیادہ ہوگا ورنہ ہماری طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع کیجئے ہم خود کیا دعویٰ کریں جناب کو خود معلوم ہو رہے گا۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت میں زیادہ دیکھ ہے اور اس کی بحث پر وثوق و اعتماد ہوگا اسی لئے اول اسی کو چھیڑا۔ اقول: ہر مسئلہ مختلف فیہ میں دعویٰ اور وثوق و اعتماد ہی اسی مسئلہ کی خصوصیت نہیں۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه العفی عنہ حضرت مجیب کے دعویٰ اور وثوق و اعتماد کا حال کسی قدر اباحت گذشتہ میں اہل انصاف و دانش پر منکشف ہو چکا ہے اور رہے سہا آئندہ کھل جائے گا لیکن تعجب یہ ہے کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہ اعتماد و وثوق کس رو سے

آیا اور مرتبہ یقین کا کیونکر حاصل ہوا۔ ہم جہاں تک تحریر کو دیکھتے ہیں اس سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور کیا عجب ہے شاید بعض اوقات میں آدمی کو غلطی پر بھی اعتماد اور وثوق ہو جاتا ہو گا جیسے بعض بے وقوف اپنے آپ کو دانشمند تصور کر لیتے ہیں اور بعض جاہل اپنے دماغ میں عالم بن بیٹھے ہیں آخر آپ کو معلوم ہو گا کہ علمائے ایک قسم یقین کا جہل مرکب بھی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا کام ہے۔

قولہ: مگر چونکہ اس مسئلہ میں پہلے سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہ ہی مسئلہ ہم تھا اس لئے اس کو بھیر ڈیا۔

اقول: یہ عذر جناب نے اسی تحریر میں فرمایا اگر اصل میں اس کو ظاہر فرماتے تو کچھ گفتگو نہ مٹتی۔ باقی رہا اہمیت متنازعہ فیہا اس مسئلہ کی تو آپ ثابت کر ہی نہ سکے اور جو کچھ ثابت فرمایا وہ مفید معانی نہیں تو انحصار اہمیت اس مسئلہ میں جس کا دعویٰ اس عبارت میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ پس پیاس خاص منظور کر کے گذارش کرتے ہیں جناب مخاطب مدعی میں کہ شرط ثلثہ امامت یعنی نفس وعصمت وافضلیت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں تو اول جناب کو لازم ہے کہ تعریف امامت کی فرماویں اور بعد اس کے شرط ثلثہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو دلائل موعودہ سے ثابت فرماویں۔ قول: آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: حضرت تسلیم۔

قولہ: مجھ کو امید ہے کہ بفضل الہی آپ امامت اور برسر شریعت کی تعریف بخوبی جانتے ہوں گے مگر خیال میرے اس قول اور اپنے اصول خلافت جو لکھیں پسے ان کی تعریف صراحتاً فرما کر کے منقلب کرنے کے لئے ایسا تحریر فرمایا۔

اقول: میں جانتا ہوں خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کرنے میں کیا حرج ہے اگر میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ اس کے موافق ہی ہوں معذرا جب کہ آپ کو جمیع مسائل میں وثوق و اعتماد ہے اور حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے تو محض پوچھنے ہی پر منقلب کر سکتے جس سے کیوں گھبراتے ہیں اور آپ غیر مذکورہ کشیدہ کیوں ہوئے جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ یہاں نو بندہ کے منہ کے سے متعلقہ ہوسکتا کہ خود بخود فرمایا گیا کہ میں امامت

اور اس کی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہوں گا اور جس جگہ امامت کے فروع میں ہونے پر میں نے مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہاں کیوں ایسے ناخوش ہونے کہ میرے جاننے کو بھی بے علمی سے تعبیر کیا۔

قولہ: افسوس کہ جناب نے میری عرض قبول نہ فرمائی میں آپ کے ارشاد کی تفصیل بسر و چشم کرتا ہوں متوجہ ہو جیتے۔

اقول: جناب کا ارشاد بے موقع دہلے محل تھا اس لئے کہ مدعی ہو کر اپنے مدعا کے اثبات سے گریز و اعراض کرنا اور دوسروں سے مطالبہ اثبات مقتدا تم کرنا بے محل تھا اس لئے جناب سے مطالبہ کیا گیا جب جناب اپنے واجب سے سبکدوش ہو جائیں گے اور اپنے دعوے کو خصم پر ثابت فرماویں گے تو لہذا اس وقت جناب کو استحقاق مطالبہ دلیل ہو گا ورنہ غلط الفتا باقی رہا بندہ کی گذارش قبول فرمانا کہ جناب نے اپنا ذمہ ہی وجوب سے بر ذمہ خود فارغ کیا ہو اور فی الحقیقت صحیح ہو یا نہ ہو اس کا بندہ ممنون عنایات ہے۔

قولہ: امامت کی تعریف یہ ہے دین دنیا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے کہ امت کا مقتدا و پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لطف و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کے بدی و گنہ کی خواہش و رغبت اس شخص سے ملتی ہو جاوے۔ نفس سے یہ غرض ہے خدا و رسول سے صاف ہو اس کی امامت کی بابت صادر ہو۔ افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ امت سے جس کا امام ہو صفات حمیدہ و خلاق مستودہ میں افضل ہو۔

بحث تعریفات شرائط ثلثہ میں جرح قدح

اقول: یہ تعریفات بوجہ چند محل بحث ہیں۔ اولاً یہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف قطع لفظ اس سے کہ حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف یا لفظی ہے یا اصطلاحاً اگر اول ہے تو بے محل اور نیز لفظ کو باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہ معنی پائے بھی نہیں جاتے اور اگر ثانی سے تو اصطلاح شرع سے یا غیر شرعاً اگر غیر شرع سے تو قابض امتات نہیں اور اگر اصطلاح شرع سے تو لسان شارع سے اس کا اثبات واجب ہے ورنہ دعویٰ ہے دلیل کب قابل حجت ہے کہ جو جمیع موارد میں شارع سے ہی موقع میں یہ لفظ بد قرینہ اخلاق کیا گیا ہے جو حسب

قائدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونے کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اپنی محدود پر منطبق نہیں
کیونکہ جامع نہیں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا۔
اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمْلًا۔ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔
اور نیز انبیاء کے باب میں ارشاد فرمایا۔

وَجَعَلْنَاهُمْ اُمَّةً مِّمَّنْ۔ اور ہم ان کو ان میں سے ایک قوم کی ہدایت کریں۔
اور بدین سے کہ انبیاء کی امامت باعتبار تشریف مذکور کے صحیح نہیں ہے۔ نہ انبیاء کی امامت کے یہ
اصطلاح شرعی اور حقیقت شرعی ہے تو جس جگہ بلقریب عارف اس کا اطلاق ہو گا یہ ہی معنی مراد ہوں
گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں مانتے اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت شیخیٰ فرمایا
ہا امامان عادلان اس میں کیوں معنی حقیقت شرعی مراد نہیں لیتے اور کس واسطے تاویلات بعید از
عقل فرماتے ہیں۔ ثانیہ یہ تشریف مانع بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تشریف ان انبیاء پر بھی صادق آتی ہے
جو کسی رسول کے بعد اس کی شریعت کے احیاء کے واسطے بعد اندر اس مبعوث ہوتی حالانکہ باقی
اس اصطلاح کے ان کو امام اور خلیفہ راشد نہیں کہنے۔ ثالثہ عصمت کی تعریف حالت کے ساتھ
فرمائی ہے کہ جس کے نبوت پر ثبوت کریں اس کے سبب سے معصیت کی رغبت مفتی ہو جائے
اور یہ غلط ہے کیونکہ عوام مومنین میں بھی بعض اوقات یہ حالت بنائیت الہی پیدا ہو جاتی ہے کہ
رغبت معصیت اس حالت کے سبب اس وقت مفتی ہو جاتی ہے اور اس کا انکار مکابر ہے
حالانکہ آپ اس کو عصمت نہیں فرماتے اور تشریف عصمت اس پر صادق آتی ہے ہاں اگر
مکر کے ساتھ تشریف کی جاتی تو شاید صحیح ہوتی کہ اس میں معنی رسوخ کے ہیں اور حالت میں معنی
تیر و تہن کے۔ خامسہ لفظ خواہش در رغبت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بدون رغبت کے مثلاً صہو
اور اشتہائی کی حالت میں صدر معصیت جائز ہے حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں ہیں۔ سادہ
تشریف کی آیت میں جو احکامات لے کر بیان ہو کر مذکور ہوئے ہیں۔ بجز ان پر شائبہ گردید جو خواہش در رغبت کرتے
ہیں کیونکہ تشریف تشریف فرما ہے۔

وَقَدْ جَاءَهُنَّ الْخُلُوفُ فَيَا۔ تشریف ہی خلاف کو موافقت ہے ان کے
یہ بدین اور یہ۔

ہے تو یہ عصمت کس کا نام ہے۔ سابقہ افضلیت کی تعریف میں تو امام ربیب لیب نے فرمایا
ہا امام ہو جس طرح کہ والا اس حضرت نور اس تشریف کو اپنے معنی پر محمول تو فرمائیے گا اور پھر فرما

یہ بھی تامل فرما کر دیکھ لیجئے کہ در مصرح لازم آتا ہے یا آپ کا وہ ہی مصادرہ علی المطلوب اور بعد
اس مرحلہ کے یہ بھی تحقیق کیجئے گا کہ معنی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہے اور مدد
بالنقل ہے یا مدار کثرت ثواب اور قرب من اللہ تعالیٰ پر ہے اور غیر مددک الا بالشرع بعد ان سبب
امور کے اپنی تشریف صحیح فرما کر درج جواب کیجئے گا۔ چونکہ خوف طوالت تھا اس لئے مختصراً
اعتراضات بتداخل بعضہما فی البعض عرض کر دیتے۔

عصمت انبیاء اور عصمت ائمہ کے شیعہ نقطہ نظر پر جرح

قول: اور ان ہر سر شریعت کے دلائل کی نسبت اگرچہ اس قدر گزارش کافی ہے کہ جب امامت
ثانی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل کہ عصمت انبیاء پر دال ہیں۔
وہی بعینہ یا کچھ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہوں گے اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کے
آپ قائل ہی ہوں گے افضلیت خلفاء کے آپ معتقد ہیں نص کے باب میں بھی آپ تحریر فرماتے
ہیں کہ اہل سنت نص کے علی الاطلاق منکر نہیں پس اس صورت میں ہم کو ہر سر شریعت کے دلائل
کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر چونکہ آپ نے پاس خاطر یہ بحث منظور فرمائی ہے
اس لئے اس کی رعایت ہم کو بھی ضرور ہے۔

اقول: یہ تقریر درغریب بالکل ناقص بلکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کے
علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ مراد ہے تو اس کی شرح کرنی چاہیئے اور اس کا ثبوت پیش کرنا چاہیئے
اور اگر نیابت ہی مراد ہے اور جملہ نیابت نبی سے مراد ہے، عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم
لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہوں گے وہی بعینہ عصمت ائمہ پر دال ہوں گے لہذا
مفسر ہے کیونکہ اس کا مدار اس پر ہے کہ اصل میں جس قدر اوصاف ہوں گے وہی فرع میں
بھی ہوں گے حالانکہ یہ پراہنہ غلط ہے ہاں اگر ذرا میں اوصاف اصل و نائب تشابہ فرماتے تو
مضائق نہ تھا اور اگر یہ مراد ہے کہ بعض اوصاف اصل نائب میں ہوتے ہیں تو قطعاً نظر تشریف
بلامرجح کے یہ آپ کا قیاس غلط اور باطل ہو گا۔ عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امامت
کو احیاء شریعت دین اور جبروت شفاء و مراحم اسلام میں نیابت نبوت، امتداد کرتا ہوں لیکن بار بار
اس کے اوصاف نبوت کو نبی کے ساتھ مختص سمجھتا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ
اور عصمت کو لازم نبوت سے ہے وہ جس پس نبوت عصمت کے لئے امام میں بجائے دلائل

کے امامت کو صرف نیابت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا محض ہمارے عجیب کی ناجائز تقلید ہے کیونکہ یہ ہی غلطی آپ کے شہید ثالث وغیرہ کو بھی سدا رہتی ہوئی وہ مجالس المؤمنین کے ذکر محض بن بابویہ قمی میں فرماتے ہیں زیر کہ امام قائم مقام نبی ست در جمیع امور مگر در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ متبع کیا جاوے تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا باطل ہوگا اپنے امام کلینی کی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عن السجاد ان علی بن ابی طالب کان
محدثا وهو الذی یرسل اللہ الیہ
الملك فی کلمہ ویسمع صوته ولا
یرى الصورة عن تحضرہ۔
امام سجاد سے مروی ہے کہ حضرت علی محدث
تھے اور محدث وہ ہوتا ہے کہ جس کی طرف
خدا فرشتہ بھیجے اور وہ اس سے بات چیت کرے
اور اس کی آواز سنے اور صورت نہ دیکھے۔

اور کتاب مختم سوا ائمہ الذمہ اور مصحف فاطمی اگر بغور وحی کے نازل نہیں ہوتی تو کوئی کون
آئی بہر کیف معلوم ہوتا ہے کہ کثرت یہ خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد
اور بیہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ مختص بہ نسبت عوام امت کے ہیں نہ نسبت ائمہ کے تو بس
یہ اصل آپ کی اور آپ کے اہل نخلت کی ہی مسلم ہے نہ اہل حق کے اور اپنے مسلمات سے خصم کو الزام
دینا یہ آپ جیسے منافقہ دان ہی کا کام ہے عدو وہ اس کے یہ محض قیاس ہے جس کو آپ فروع میں
بھی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا مجبوری پیش آئی کہ جس کی بدولت اصول عقائد
میں اس کو تکیہ کر کے مستدل قرار دیا، محمد زید دلائل آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت ہوں گے کہ
امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلائل عصمت انبیاء پر باعتبار اس مذہب کے وارد کئے ہیں کہ
جس میں انبیاء کی عصمت صرف زمانہ نبوت میں تسلیم کی گئی ہیں اور عصمت معتقد علیہا سامی
جس کے آپ اثبات کے درپے ہیں وہ ہی جو مختار و کبار سے سہواً و عمداً از عمد تالیف ہو تو
جس مدعا پر آپ یہ دلائل وارد فرما رہے ہیں خصوصاً پران سے تحت لانا بالکل لغو اور باطل ہے
پس میرا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا اللہ کی عصمت کو مستلزم نہیں اور آپ کا قیاس
قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی رہا اشتراط افضلیت و نفس کے نبوت میں صرف میرے
مستند دو افضلیت کو جو خلفاء کی نسبت ہی کافی سمجھنا اور میرے اس قول کو ممکن خیال کرنا کہ اہل سنت
میں اختلاف نفس کے منکر نہیں وہ بد ہی غلطی ہے جو ادنیٰ غلبہ بھی نہ کریں اور ہمارے علماء
بہت شہادت میں بہت بگڑ گئے ہیں اور جو غلبہ کر چکے ہیں اب اس قدر بیت صاف

واضح ہو گیا کہ ہمارے عجیب بسبب کو ہر سر مشرانط کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر ضرورت
تھی لیکن کیا کریں ہمارے پاس خاطر کی رعایت لادہی تھی اس لئے جب کوئی دلیل ہم نہ پہنچی تو
امام رازی کے ہی دامنوں میں پناہ لی ولات حین مناص۔

قولہ: لہذا گذارش ہے کہ اگرچہ دلائل عطیہ و نقلیہ و عقیدہ عصمت امام پر بے شمار ہیں اور ان
میں سے بہت سے ہمارے علماء کرام نے کتب مبسوطہ کلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں مگر یہاں
صرف اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ آپ کے محققین فہم نے بھی ان کو لکھا ہے تاکہ آپ کو بھی
جانے اعتراض نہ رہے۔ بیت۔

خواہی کہ شتو و خصم تو عاجز و سخن
می بند بکار قول پیران کن
خصم از سخن تو چون لنگر در ملزم
اور ابسخنمائے خودش ملزم کن
اقول: اسے حضرات اہل الصاف ہمارے عجیب کے شہید بڑا صاف کو دیکھنا چاہیے
کہ اس میدان مرد آزما میں کس قدر طریق عدل سے منحرف ہے کہ محبت اثبات عصمت ائمہ
از عمد تالیف میں دلائل عصمت انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں ہی تسلیم کی گئی ہے پیش فرماتے ہیں
اس کا نقص مجملہ گذشتہ قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور انکے اللہ تعالیٰ ہر ہر دلیل کے
ساتھ اس پر جرح و قدح کر کے اس خطا پر متنبہ کر دں گا کہ جو ہمارے عجیب اور ان کے ہم مذہبوں
کو واقع ہوئی ہے پھر با این ہمہ خوبی ہا کس ناز و افتخار سے رہائی زیب جواب فرماتے ہیں۔

بحث عصمت

قولہ: پوشیدہ نہ رہے کہ امام فخر الدین رازی صاحب نے سولہ دلیل عصمت انبیاء
پر قائم کی ہیں کہ وہ سب پیغمبر بسیر عصمت ائمہ میں بھی جاری ہیں بنظر اختصار ان میں سے
بعض لکھے جاتے ہیں حضرت عجیب تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں۔ امام صاحب موصوف سورہ بقرہ
پارہ اول رکوع ۴ میں ذیل قوله تعالیٰ فَاَرْكَبُكُمْ السَّيْفَانَ عصمت انبیاء میں اختلاف
مذاہب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں۔ والمختار عندنا انه لم یصدر عنہما الذنب
حال النبوة ابتداءً، کبیرة و ذل الصغیرة سیدل غیبہ وجود احدہما نہ
صدر الذنب عنہما کاف۔ اقل درجۃ من عصاة الامة و ذلک غیر جار
بیان الملزمة ان درجات الانبیاء کانت فی غایۃ العلو و الشرف

وکل من کان کذلک کان صدور الذنب عنه انخس الا ترى ان قوله تعالى
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ مِنْ يَأْتِ مِنْكَ بِخَبَرٍ مُبِينٍ يُصَافُّ لَهَا الْعَذَابُ ضَعْفَيْنِ
والمحصن يرجع وغيره بحد واحد العبد نصف حد الحر واما انه
لا يجوز ان يكون النبي اقل حاله من الامة فذلك بالاجماع انتهى
آپ ہی نور فرمائیے کہ دلیل بعینہ عصمت امام میں بھی جاری ہے اگر کے درجہ میں نہایت
شرف و جلال میں ہیں پس ایسے گناہ کا صادر ہونا بھی انہیں ہوگا اور یہ بات کہ امام کا امت
سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ہے افضلیت کی بحث سے ظاہر ہے چنانچہ اس کا بیان بھی آگے آئے
گا آپ افضلیت خلفاء کے محقق ہیں

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی پہلی دلیل کا ابطال

اقول: یہ دلیل جو امام رازی نے عصمت انبیاء میں وارد کی ہے کسی طرح عصمت
ائمہ کو ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور بوجہ محل بحث ہی اولاً ظاہر ہے کہ ائمہ مطہرین انبیاء اور
داخل افراد امت ہیں انبیاء نہیں جو جلال و شرف انبیاء کو حاصل ہے ائمہ کو نہ ہوگا کیونکہ
بالاجماع ہر نبی اپنی تمام امت سے اہل و اشرف ہے ائمہ اگر جلال و شرف کے کسی مرتبہ میں
واقع ہوں تو تمام افراد امت سے خارج نہیں ہو سکتے اور انبیاء کے جلال و شرف کو نہیں
پہنچ سکتے تو صد در معصیت اگر منافعی سے تو اس غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافعی سے جو
صرف انبیاء ہی کو حاصل ہے اور افراد امت کو حاصل نہیں ہو سکتا افراد امت میں سے
اگر کسی کو کوئی شرف و جلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کے جلال و شرف برابر نہ ہوگا تو صدور
معصیت کو بھی منافعی نہ ہوگا پس در صورت صدور معصیت مستلزم کون سے احتمال کو ہو
گا اس میں کیا احتمال ہے کہ امت میں کافر و اعلیٰ فرد ساقل ہو جائے لہذا افراد امت میں
سے ائمہ سے لے کر عدول و صلی امت تک جس قدر افراد و اصناف ہیں سب کو اپنے مرتبہ
کے موافق جلال و شرف حاصل ہے صحابہ مقبولین غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں بلکہ
اوصیائے اہل بیت و اطالب غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں ازواج معصرات میں آپ کے
نزدیک حضرت ام سلمہ غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اہل بیت سوائے امیر مومنان
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تسمیہ میں بھی داخل ہیں غایت درجہ شرف و جلال میں واقع

ہیں تابعین اہل بحران غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علیٰ ہذا القیاس محدثین و فقہاء
انبارین و اصولیین و متکلمین خصوصاً جن کی شان میں ہے۔

اولاً ہم لا انقطع انوار النبوة۔ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے
غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علاوہ ان سب کے نائب صاحب الزمان جو ہنگام
غیبت کا رکھ رہے ہیں پر تمام دین کا دار مدار ہوگا غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہے
پس اگر شرف و جلال مطلق مستلزم عصمت ہے تو تمام مذکورین معصوم ہوں گے۔ ولعل لعل
بہ احد۔ اور اگر شرف خاص ہے تو وہ فقط انبیاء کا شرف و جلال ہے جو غایت اعلیٰ
درجہ کا ہے ائمہ کے شرف و جلال کا استلزام کسی دوسری دلیل سے ثابت فرمائیے و ورنہ
خطر الفت در ثنائی بنی کا امت سے اشرف و اہل و اعلیٰ و افضل ہونا اور اقل حال نہ ہونا
امام رازی نے بالاجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود افراد امت میں داخل ہیں آپ ان
کا اسی طرح اہل و اشرف ہونا بھی بالاجماع ثابت کیجئے ورنہ اس دلیل سے ہاتھ دھو لیجئے اور
ائمہ کو قیاساً علی الانبیاء امت سے افضل کہنا جائز ہے عجیب جیسے ہمدان کا کام ہے ورنہ
فی الحقیقت یہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہے تفضیل اس اجمال کی یہ ہے کہ
کہ ائمہ افراد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہوں گے تو اپنے نفس سے بھی
افضل ہوں گے اور یہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہے و ہر فضل الشی علی نفسه
پس افضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیاء باطل ہوئی اور اگر ائمہ سے مراد ماعد القسم ہے تو پھر انبیاء
پر قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ البتہ آپ ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم
کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو علت عصمت انبیاء ہے وہ بعینہ ائمہ میں بھی پائی جاتی
ہے یعنی جیسے انبیاء غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں اسی طرح ائمہ بھی واقع ہیں اور
جس طرح انبیاء کا امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں
تو بوجہ اشتراک اس علت کے جیسے انبیاء معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہوں گے اور یہ صریح قیاس
ہے کیونکہ قیاس کی تعلیف صاحب مدارک اصول نے یہ کی ہے۔

القیاس هو الحكم على معلوم من الحكم قیاس دیگر ایک امر معلوم پر ہے مثل حکم

الثابت على معلوم اخر و اشترک فیھا دوسرے امر معلوم کے سبب اس کے رد و قبول

فی المناقاة

مستند بہ

اور یہ تعریف بجا ہر اس کے ساتھ آتی ہے اب ہم اس کی علت کو دیکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ علت منصوصہ تو نہیں ہے۔ تو مستنبط ہوئی چیراگر آپ معالم الاصول وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ قیاس جس کی علت مستنبط ہو آپ کے نزدیک بالاجماع باطل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔

والمشترک جامعاً وعلتاً وحیاً اما
مستنبط او منصوصة وقد اطلق اصحابنا
على منع العمل بالمستنبط الا من مشد
وکی اجماعاً عرفیةً غرواً واحد منصوصاً وتواتر
الوخبار بانكاره عن اهل البيت وبالحمل
فمنعاً ليعاد من ضروریات المذهب۔

اور بالقرین سے یہ قیاس کیا کہ علت منصوصہ ہی ہوتی تاہم مستلزم جواز عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ باب اعتقاد میں غیبات کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل ناکافی ہوئی۔ خاصاً وصفت جلال و شرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی محض کسی علت کے ہے اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت ہی مستلزم عصمت ہے اور یہی ہے کہ وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالحد منصوص ہے یہ قیاس بھی لغوی ہوگا کیونکہ علت عامہ اصل اور فرع میں مشترک ہی نہیں ہے نہ صاحب حکم علی المشتق علیہ فاختیار دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اجل و اشرف ہونے کا کیا گیا ہے تو ظاہر دلیل ہے کہ اس حکم کی علت نبوت واقع ہے یعنی یہ شرف و جلال جو انبیاء کو حاصل ہوئے اس کی علت نبوت اور اصطفاً خداوند تعالیٰ شانہ ہے اور یہ حکم جبکہ محض نبوت ہوتا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہوگا اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہو تو اس کا لازم ہے نبوت و عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی پس اگر ہم جن محال یہ دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہو تو جو اسے عجیب کے مدعا کو ثابت نہ ہوگی کیونکہ مدعی اثبات عصمت از صمد تالیف ہے اور اس دلیل سے غایت سے غایت یہ ثابت ہوگا کہ ائمہ زمانہ امامت میں معصوم ہیں و این بدان آنرا کہ معصومان بعد از اس دلیل کا اس پر ہے کہ اگر انبیاء سے معصیت عائد ہوگی تو انبیاء باری ہم جلیل و شرف عصمت امت سے اقل درجہ ہوں گے اور ظاہر ہے کہ اس کا

جرمان اسی وقت ممکن ہے جب کہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہاں ہوگی کیونکہ امت بعد بعثت ہوگی اور جب امت نہ ہوئی تو اقل درجہ ہونا در صورت حد و معصیت لازم نہ آیا تو عصمت قبل نبوت ثابت نہ ہوئی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامامت کیونکہ ثابت ہو گی پس ہمارے حضرت عجیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرمادیں کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیوں کہ جاری ہو سکتی ہے۔

قولہ: پھر امام صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ ثانیہ ان بتقدیر اقدامہ علی الفسق وحب ان لو یكون مقبول الشهادة بقوله تعالى ان جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا لکنه مقبول الشهادة والا كان اقل حالاً من عدول الامة وكيف لا تقول ذلك وانه لا معنى للنبوۃ والرسالة الا ان تشهد علی الله تعالیٰ بانہ شریع هذا الحكم وذات وایضاً فیہو یوم النبیۃ شاهد علی ان یقول تعالیٰ انکم لو شہدتم علی الناس ویقولون انکم یقولون علیکم شہید۔ چونکہ امام بھی احکام شریعت بیان فرماتا ہے اور شہادت دیتا ہے کہ خدا رسول نے یہ حکم امت کے لئے مشروع کیا ہے پس یہ دلیل بھی عصمت امامت میں جاری ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں قول خلیفہ کو دین میں حجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کی فصل دوم میں یہ عبارت درج ہے صلاً مضبوطاً متبع مذکور کے آخرت مشروع ہوتی ہے۔ وار لو ازہم خلافت خاصہ آئت کہ قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بان معنی کہ تعلیہ عوام مسلمین اور اصحیح باشد زیرا کہ این معنی از لوازم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آن گذشت و نہ بان معنی کہ خلیفہ فی نفسہ بے اعتماد و تنبیہ آنحضرت واجب الطاعت باشد زیرا کہ این معنی غیر نبی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منفرقتی است بین منفرقتین تفضیل این صورت آنست کہ آنحضرت مواءم فرمودہ باشند بعضی امور را بشخصی بخصوص اسم اولی لازم شود مثلاً امرای جیوش آنحضرت بمقتضای امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و این خصلت در خلفا راشدین ہمان میناید کہ قول زید بن ثابت را در فراغ مقدم باید ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبداللہ بن مسعود را در قرات و فقرہ قول ابن بن کعب را در قرات بر قول دیگران و قول اہل مدینہ را نزدیک اختلاف امت بر قول دیگران آنحضرت بتعلیم اللہ و جل و آئند کہ بعد آنحضرت اختلاف ظاہر خواہ شد و امت در بعض مسائل بحیرت در ماند رافت کامل آنحضرت براست اقتضای فرمودہ کہ مخلص آن حیرت برای ایشان تعیین فرمائند و درین باب جمعی برائے امت قائم کنند و این معنی

ثابت است برائے خلفاء اربعہ انتہی بقدر الجاہلہ۔ پس یہ دلیل بھی عصمت امام میں جاری ہے اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہیں پس وہ جناب بھی معصوم ہیں۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی دوسری دلیل مانعہ تفسیر کبیر کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی مثبت مدعا نہیں اور بوجہ چند اس میں اختلاف ہے چنانچہ وجہ اختلاف جو دلیل اول کے ابطال میں بیان کی گئی ہیں اس دلیل میں بھی جاری ہیں اور علاوہ ان کے اور بھی بعض وجوہ ہیں جو قراح استدلال ہیں۔ پس مختصر گذارش ہے۔ اول اس دلیل کا مدار اس پر ہے کہ رسول بحکم نص تمام امت پر شہید ہے یا بالبدلتہ خداوند تعالیٰ پر شہید ہے کہ اس نے یہ احکام مشروع فرمائے اور نیز اس پر ہی کہ رسول کا عدول امت سے کم درجہ ہونا یا مل ہے اب تم امام کو دیکھتے ہیں تو وہ بحکم نص تمام امت پر شہید ہے اور خداوند تعالیٰ پر اس کی تشریح احکام کا شہید ہے۔ ام اول کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ امَّةٍ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ لِيُخْبِرَ عَنْ اٰيَاتِنَا وَيُنْزِلَ عَلَيْهَا حَقَّ الْكَلَمِ وَجَعَلْنَا لِكُلِّ لِسَانٍ قَوْلًا مِّمَّا يَتْلُو لِيُتَفَكَّرَ فِيْهِ لَعَلَّ هُمْ يَرْجِعُوْنَ
اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو گروہ
مکہل آذ علی الناس ویکلون المرسل علیکم
عدول تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول
مشہد اذ

اور اس آیت شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو امت وسط اس لئے بنایا ہے کہ تم امام ماضیہ پر جب کہ وہ اپنے رسل کی تبلیغ کا انکار کریں گی ان کے رسل کی تبلیغ کی شہادت دو اور رسول تمہارا تمہاری توثیق فرمادے اور تمہارے صدق فی الشہادت پر شہادت دیوے تو اس میں حسب قاعدہ اصول مسلمہ سامی یا خطاب ان لوگوں کو ہے جو ہنگام نزول آیت موجود تھے یا خیارات کو یا تمہارا امت کو بہر کیف اگر یہ شہادت اول مستلزم عصمت ہے تو ہزار اہل احادیث معصوم ہوں گے کیونکہ اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق قائلے شہاد نے کسی کو امت میں سے شریک نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی المناہیہ کم ہے جو کسی دوسرے کے شریک کرنے کی ضرورت واقع ہوا اور نیز مستلزم اس کو ہے کہ جو شخص احادیث امت میں سے شریک شہادت رسول ہو گا اس کی شہادت اپنے صدق و توثیق پر ہوگی وہو برہنی ابطال اور ظاہر ہے کہ جب یہ شہادت جناب امیر کے واسطے ثابت نہ ہوگی تو عصمت بھی ثابت نہ ہوگی

امروانی کی وجہ یہ ہے کہ مجملہ۔

وانہ لامعنی للنبوۃ والرسالة لان نبوت اور رسالت کے سوائے اس کے اور کچھ معنی
لینشہد علی اللہ تعالیٰ انہ مشرع هذا نہیں ہیں کہ خدا پر گواہی دے کہ اس نے یہ اور وہ حکم
الحکم و ذاک۔ مشروع فرمایا ہے۔

کے یہ معنی ہیں کہ رسول بلا توسط کسی بشر کے بلکہ توسط وحی الہی کے یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ احکام خداوند تعالیٰ نے مشروع فرمائے اور یہ شہادت قطعاً امام کو میسر نہیں کیونکہ شہادت شہیدانہ شہادت شہادت ہو چکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہے امام اگر شہادت دیتا ہے تو رسول پر شہادت دیتا ہے اور بلا واسطہ رسول کے کتنا ہے کہ حق تعالیٰ نے بلا واسطہ اپنے رسول کے امت کے لئے فلاں احکام مشروع فرمائے اور یہ امر کچھ محض امام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علمدار و مفتاد و مجتہدین و فقات و فواب و رواۃ و غیرہ سب کے سب اپنے اپنے درجہ کے موافق اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ اپنے رسول کے یہ احکام امت کے لئے مشروع فرمائے تو یہ شہادت بھی کسی طرح مستلزم عصمت کو نہیں در نہ یہ سب فرقہ معصوم ہوں پس اس تقریر سے صاف واضح ہے کہ ہمارے عجیب نے جو عبارت ازالۃ الخفاء سے استدلال کیا ہے وہ محض لغو اور قلت فہم ہے در نہ اگر حقوڑے سے بھی فہم ہو تو ازالۃ الخفاء کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہے اور اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ غلطیہ کا قول بالاستقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین میں حجت نہیں وہ فرماتے ہیں و زبان معنی کہ خلیفہ فی فتنہ بے اعتماد بر تنبیہ آنحضرت واجب الطاعات باشند اس عبارت سے جو مطلب بصرہ ظاہر ہے وہ ادنی فارسی خوان بھی سمجھ سکتا ہے لیکن معصوم نہیں ہمارے حضرت عجیب نے باین جملہ ادعا سے ہمہ دانی کیوں کر اس کو اپنا مستدل قرار دیا اہل النصف ملاحظہ فرمائیں اور اگر اور بھی کچھ نہ کریں تو حضرت کی خوش فہمی کی تو ضروری داد دیوں بانی رہا یہ جملہ کہ جناب امیر کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہے یہ محض برات عاقلان بر شاخ آہو کا مصداق ہے اگر واقعی ثابت ہے تو لایعہ ہم بھی تو آپ کا یہ علم دیکھیں۔ علاوہ اس کے احادیث احاد کو اگر بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیں تو آپ حضرات ہی فرماتے ہیں کہ اعتقادات میں احادیث احاد کو کچھ دخل نہیں علی الخصوص جب کہ نص کے معارض واقع ہو۔ معتمد نے جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہے لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر یہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزار اہل احادیث معصوم ہوں گے۔ اور امام کی امت سے کم درجہ ہونے و

پہلی دلیل کے جواب میں اس کی بحث گذر چکی ہے ہم خوف تطویل اس کا عادیہ نہیں کرتے نہانیا
بغرض محال اگر جناب امیر کار رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو بھی تاہم آپ کا مدعا ثابت
نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ صرف عصمت جناب امیر ہی کے قوا قائل نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک
ائمہ اعدا عشر باقی بھی معصوم ہیں ان کی شہادت بھی ثابت کیجیے ورنہ ان کی عصمت سے دستبردار
ہو جیئے مثال شاہد دلیل ثبوت مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے معصیت
صغیرہ اور کبیرہ سے سہوا ہو خواہ عمدہ اور وہ اس سے ثابت نہیں ہوتا جو اس کی یہ ہے کہ اس دلیل
کا مدار و صورت صدور معصیت کے عدم ثبوت شہادت پر ہے اور نہ ہر ہے کہ یہ اسی معصیت
کے ساتھ مخصوص ہے جس کا صدور مستلزم رو شہادت ہو پس جو معاصی ایسے ہیں جن کا صدور
مستلزم رو شہادت کو نہیں مثلاً سہوا کوئی صغیرہ گناہ صادر ہو جائیے کہ وہ متمتع نہ ہو حالانکہ اس
کا صدور بھی مثل کبار کے متمتع الصدور متفقہ ہے راہ القاس دلیل میں قیاس در قیاس واقع ہے
کیونکہ جناب امیر المؤمنین کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کر کے حکم عصمت کا لگایا ہے
اور باقی گیارہ ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا وہو ظاہر البطلان۔

قولہ: پھر امام رازی صاحب فرماتے ہیں۔ لو صدرت المعصیۃ من الانبیاء لكانوا
مستحقین للعذاب لقوله تعالى وَمَنْ لِعِصِّیَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَأَنْتَ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدًا
فِیْهِ۔ وَامْرَأَتُهُ لَلنَّارِ لَقَوْلُهُ تَعَالَى أَلْزَمَهُ اللَّهُ عَلَى الْفَاطِمِیْنَ وَاجْتَمَعَتِ الرِّمَّةُ
عَلَىٰ اَنْ احَدًا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ لَا یُكْنٰی مَسْتَحِقًّا لِلْعَنْ وَلَا الْعَذَابَ فَثَبَّتْ نَهْ مَا صَدَرَتْ الْمَعْصِیَةُ
عَنْهُ اَنْتَ لَیْ۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر ائمہ علیہم السلام سے گناہ صادر ہوتا تو مستحق عذاب و
لعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ
ظاہرین علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ تھے پس ثابت ہوا کہ ان حضرات سے گناہ صادر
نہیں ہوا ہے۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی تیسری دلیل مانو وہ تفسیر کبیر کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ محدوش اور محل بحث ہے کہ جس میں کہ جناب فاطمہ
اور صاحب مغنیوں اور ذریعہ ظاہر وغیرہ مستحق لعن و عذاب کے تھے تو پھر یہ بھی معصوم ہوں گے
بلکہ ان کی اولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و اہل قومی مستحق لعن و عذاب نمودار نہیں مثلاً اس سفسفہ

کا یہ ہے کہ امامت کو ہم جنب نبوت جیسا کہ خود متفقہ ہیں ولیا ہی خصم کے نزدیک بھی سمجھ لیا ہے حالانکہ
خصم اس کو تسلیم نہیں کرتا اور چونکہ وصف نبوت بالبداهتہ بالاتفاق ایک الیا وصف ہے جس میں
غایتہ اقرب اور کمال خصوصیت حق تعالیٰ کی جناب کے ساتھ حاصل ہے اور کوئی وصف امامت
وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہنچتا تو جو منافات کہ اس وصف عالی کو عدم استحقاق مذاب
والعن کے ساتھ ہوگی وہ منافات کسی دوسرے وصف کے ساتھ نہ ہوگی اور جو استحلال و فساد اس
وصف کے ساتھ اجتماع استحقاق لعن و عذاب سے لازم آوے گا وہ کسی وصف کے ساتھ اجتماع
سے لازم نہ آوے گا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کرنے میں یہ معارضہ پیش نہیں ہو سکتا
علاوہ اس کے یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر ائمہ
ظاہرین مستحق لعن و عذاب نہ تھے پہلے آپ ان تمام حضرات کے بالا اجماع امامت کو ثابت فرمائیے
اس کے بعد اجماعی ہونے عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعویٰ کیجیے اور بالا اجماع ثبوت امامت
محال ہے غرض اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

قولہ: پھر امام صاحب مدد روح فرماتے ہیں کہ ائہم کانوا یا مروء الناس بطاعة فلولہ
یضیعوہ لذلخل تحت قولہ تعالیٰ اَتَاَمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْاِیْمَةِ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسُکُمْ اَلْیٰ قَوْلِ
کیف یجوز ان ینسب انی الانبیاء اخر میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات داعظین امت کو
رائق نہیں کیونکہ اگر جائز ہو کہ وہ انبیاء کی طرف نسبت کی جائے ائمہ بھی آدمیوں کو خدا کی اطاعت
کا حکم کرتے تھے کیونکہ اگر ہر بالمعروف اور نہی عن المنکر تعریف تفصیلی امامت میں داخل ہے پس
اگر ائمہ کو ذوات الطاعت المدخل شانہ نہ کریں تو اس آیت کے تحت میں داخل ہوں اور جو بات
کو داعظین امت کو لائق نہیں وہ ائمہ کی طرف کیونکہ نسبت کی جاوے۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل مانو وہ تفسیر کبیر کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی ثبوت عصمت ائمہ میں مثل دلائل سابقہ کے مجروح و محدوش ہے
کیونکہ اگر مطلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستلزم عصمت عند المجیب ہے تو پھر قضا و
نیکس اور وعادہ و غیرہ معصوم و نیک فرمائیں اور یہ امر یہی ہے کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر نہ تشکیک ہے اور عصمت میں تشکیک بالا اجماع نہیں تو امام رازی نے فرد
اصلی ائمہ کو جس میں تحقیق عصمت تین ہوگا حاصل کیا کہ وصف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اگر محصیت کا حکم کریں تاہم اطاعت واجب نہیں کیونکہ مطاع مطلق نہیں بلکہ مطاع محدود ہیں
کیونکہ واسطہ اطاعت خدا اور رسول ہیں اور نیز

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق جس میں خالق کی محصیت ہو اس میں مخلوق کی عینیت
بھی مانع ہے بخلاف اتباع کے کہ اول اتباع ہی ائمہ منصوص نہیں اور اگر کہیں وارد ہوا ہو تو ظاہر ہے
کہ اتباع مطلق نہیں بلکہ وہ بھی محدود ہے اور حق تعالیٰ شانہ نے رسول کی پیروی کو مطلق اپنی محبت
کے ساتھ مرتب کیا ہے جو کسی امام کے حق میں نہیں ہو سکتی فرمایا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
تو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو
اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخشتے گا
حق تعالیٰ شانہ رسول کی اتباع کو سبب محبت خداوند تعالیٰ اور سبب مغفرت ذنوب قرار

دیتا ہے اور ائمہ میں یہ امر سر اسر منفقو ہے۔ ثنائیاں اس آیت سے یہ دعویٰ کہ اطاعت امام
مثل اطاعت خدا اور رسول ہے بالکل غلط ہے ہرگز آیت سے مماثلت ثابت نہیں ہوتی
اور آیت میں کوئی لفظ مماثلت پر لفظاً و تقدیراً ادا ہے اور حرف تشبہ مطلقاً یا مقدر رہے
پس یہ محض ہمارے عجیب کا کمال علم ہے و بس۔ ثنائیاں یہ جملہ کہ اولوالامر کی اطاعت مثل اطاعت
خدا اور رسول ہے ہمارے عجیب کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر مماثلت سے
مراد صرف تشابہ اور مماثلت فی الجملہ ہے تو ائمہ کی بدولت مفید مدعا نہیں کیونکہ نفس
مماثلت مستلزم نہیں کہ سبب مشبہ کے واسطے ثابت ہو وہ مشبہ کے واسطے بھی ثابت
ہو ورنہ مشیر قالین بھی منترس ہو اور صورت انسان علی الحدائق عذوہ اس کے جو حکم کہ آپ ائمہ
میں جاری کرتے ہیں وہ ہی ہم ان اولوالامر میں جاری کریں گے جن کو امام عام خاص و ریات پر
عامل و حاکم مقرر فرما کر بھیجے جیسے زید بن ابیہر دعی ابی سفیان کہ جناب امیر کہ عامل ہتھاورہ بھی واجب
الاطاعت ہونے میں آپ کے نزدیک مثل خدا اور رسول کے ہے تو وہ بھی معصوم ہو معصوم اس پر
بھی سوال کریں گے کہ امام کی اطاعت میں خدا اور رسول کے ہوتی اور آپ نے رسول کی اطاعت سب سے
ساتھ مماثلت سے تو ائمہ کو خاصہ رسول یعنی عصمت میں شریک فرمایا کیونکہ ظاہر ہے کہ عصمت
صرف وحی رسول ہے تو رسول کے ساتھ ائمہ کی مماثلت ائمہ میں عصمت کے ثبوت کی مقتضی
ہوگی۔ لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے ساتھ بھی مماثلت فرمائی تو اس مماثلت کے
مقابلہ سے مگر کو خداوند تعالیٰ کے کون سے خاصہ میں شریک فرمائیے گا اور اگر مماثلت سے مراد

وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَيُصَافَّ لَهُ الْعَذَابُ جُذُوعًا. و معذب شدن خاصہ باشد عذاب
منافی و مخالف منصب نبوت است زیرا کہ نبی شیعہ اہم است و شاہد بنکی و بدی ایشان است
و چون خود در کار خود در مانده باشد شفاعت کہ کند و شہادت کہ ادا نماید۔ سیوم ائمہ اگر گناہ میکردند
مثل سلاطین جابر میشدند کہ مردم راز بر میکنند و سیاست می نمایند بر سر مردم فاسدہ و از کتاب فاضل
و خود بعل می آرند و لا بد روش انبیاء از ملوک جابر و سلاطین ظالم متعارف و مبائن می باید۔ چہارم ائمہ اگر
کنہ کنند مستوجب ایذا و امانت و عقوبت گردند۔ وقد قال الله تعالى ان الذين يؤذون
الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخره و اعد لهم عذاباً شديداً۔ پنجم ائمہ اگر گناہ
ایشان بر امت ظاہر نشود استکف نماید از اطاعت ایشان و از نظر ایشان بغتہ بلامن بعد نصہ بین
کنند و تکذیب نمایند و گویند اگر ایشان در اخبار و مواہید خود راست میگفتند خود چہرا ترکب یا ان
کار ہمیشہ ندانستی۔ بیان دلیل اول یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول
و اولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ضرور ہے کہ جن کی اطاعت
مثل اطاعت خدا و رسول ہے وہ معصوم ہوں ورنہ وہ ہی تناقض لازم آئے گا و باتفاق مفسرین
ظہیرین اولی الامر سے مراد ائمہ و خلفاء ہیں۔ اور اس آیت میں جو توجہیات بلحاظ مابعد کی آیتوں کے
اہمست کرتے ہیں۔ ان سب کو لفظ اطیعوا۔ باطل کرتا ہے۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی پہلی دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال

اقول: جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ میں بوجہ محل بحث ہے مختصر گزارش ہے اول
اس استدلال میں غلطی یہ ہے کہ اطاعت کو اور اتباع کو جو معنی سمجھو یا حالانکہ ان دونوں الفاظ
کے معانی میں جو برہمی تقارن ہے وہ ادنیٰ ظہر پر بھی محض نہیں۔ رسول کے حق میں اطاعت اور
اتباع ہر دو نازل ہوتی ہیں اور اولوالامر سے اگر مراد ائمہ ہی ہوں تاہم ان کے حق میں صرف
اطاعت وارد ہو ہے اتباع وارد نہیں ہوا اور علامہ دہلوی قدس سرہ و عزیز نے استدلال
عصمت انبیاء پر لفظ اتباع سے کیا ہے اطاعت سے نہیں کیا پس یہ ہمارے عجیب لیب کی
غوش فعی اور اعلان ہمدانی ہے کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت میں سے لگے و انکار اس میں
جاری نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ائمہ سے معصیت صادر ہو تو جو کہ کئے میں کہ ان کی شیعہ
کے مابین جو معصیت میں محض ائمہ۔ ورنہ تو اسے اور ان کی معصیت میں بھی اتباع کریں اور

ہے تو اس سے صاف منہموم ہوتا ہے کہ اس وقت خود جناب امیر امام مفسر من الطاعت نہیں تھے بلکہ امام مفسر من الطاعت وہ شخص ہے جس کو اہل حل وعقد امام بناویں اور جس سے وہ بیعت کریں اور خلفائے ثلاثہ اہل حل وعقد کی بیعت سے امام ہوتے تو وہ امام حق اور خلیفہ مفسر من الطاعت اور اولوالامر ہوئے اور انکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعدبار اس ممانکت کے جو ممانکت کہ آپ مراد لیں ہوئی۔ نامنا یہ جو چارے عجیب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین فریقین اولوالامر سے مراد ائمہ ہیں لکن اس سے مراد صحر ہے کہ سوائے ائمہ کے اور کوئی مراد نہیں تو غلط۔ یہ باتفاق مفسرین صحر باطل ہے کیونکہ ان حکم میں امر اور حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ بھی شامل ہیں بلکہ نزول اس آیت کا حسب تصریح محدثین و مفسرین اہل حق امر اور سرایا میں واقع ہوا ہے۔

اخرج البخاری ومسلم في الحديث و
 الترمذی والنسائی وابن حبیب وابن
 المنذر وابن أبي حاتم والنسائی في الحديث
 من طريق سعيد بن جبير عن ابن عباس
 في قوله **وَأُطِيعُوا اللَّهَ كَمَا أُطِيعُوا الرَّسُولَ**
وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ قال نزلت في عبد الله
 بن حذافة بن قيس بن عديّ أديبته النبي
 صلى الله عليه وسلم في سرية

و اخراج ابن عباس من طریق امدی
عن ابی صالح عن ابن عباس و خروج
بن جابر عن میمون بن عینہ فی قولہ
والقی ارمہ علی عقبہ و ان صاحب السمریہ
فی عیالہ جن میں سے غیبیہ مسودہ درود
مستثنیٰ انی غیر ذلک من سیدہ بدت

اور یہ جہنم جمع شدہ ہے، موقوف ہے علیٰ انھیں جو کہ ایم غیبت اور ہیں۔

مساوات ہے تو غلط اور غیر مسلم ہے اولوالامر کی اطاعت مساوی الطاعت خدا و رسول کے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول جو کچھ امر فرمادے اس میں ذرا گنجائش چوں و چرا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سر اسر تشریع ہے اور اولوالامر کا امر تشریع نہیں اور اس میں تامل ہو سکتا ہے۔ اگر موافق کتاب و سنت ہے تو واجب الطاعت ہو گا ورنہ نہیں چنانچہ خود جناب امیر نے اس کی نسبت شہادت فرمائی جو منہج البلاغۃ میں منقول ہے لہٰذا مکشوعا عن مقالة بحث او عشورة بعدل خالی لست بعقوب ان اخطی۔ خود خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں اس کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا۔

فَالْتَأْتَاهُ عِشْرَتُ نِسْوَةٍ فَرَوَاهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ إِنَّهُ

تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف مومناؤ۔

اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ امام اولوالامر میں تنازع ممکن ہے لیکن امر خدا و رسول بہر حال واجب الطاعت ہے اور اس میں تنازع بھی ممکن نہیں بلکہ تنازع کا فیصلہ اسنی کے امر کے ساتھ منوط ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ دعویٰ مساوات بین الاماعتین صریح و صوحا ہے جس کا منشاء کم غبی ہے۔ را بعا اگر اولوالامر سے مراد ائمہ و خلفاء ہیں اور ان کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے تو حسب شہادت جناب امیرؑ جس کو شریفہ رضی نے منج البلاغۃ اور ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے ابو جبر و عثمان رضی اللہ عنہو بھی امام حق اور معصوم ہوں گے علامہ رضی منج البلاغۃ کے خطبہ و من کو ذمہ علیہ السلام ملے اور اداہ الناس بالبیعة بعد قتل عثمان میں نقل فرماتے ہیں وان ترکتمونی فانما کاحدکم و علی اسمکم و اطوعکم من و لستم و ابن میثم اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں قوہ وان ترکتمونی ان کنت کاحدکم فی الطاعة لا میرکم و علی الیون اطوعکم و انی لقوۃ علمہ

بحسب طاعة الامام اس عبارت کو اگر آپ دیکھیں تو مختصر شرح ابن میثم میں دیکھیں بلکہ شرح میں ملاحظہ فرمائیں ظاہر ہے کہ جو شخص خود امام منصفین الطاعة و ظیفہ لرجح ہو تو وہ خود منصف ہوگا اس پر کسی کی اطاعت لازم نہیں تو جناب امیرؑ اس حل و عقد سے ان کی بیعت کے لئے وہ کے وقت یہ ظاہر فرما رہے ہیں جن میں صاف لازم و اطاعت میر فومہ جناب ثابت و

جمعیت آیات صحیح نہیں علاوہ اس کے یہ کہنا کہ لفظ طبعوا باطل کرتا ہے بالکل غلط ہے۔

قولہ: اور دلیل دوم کا بیان اولہ امام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا۔ رہی شفاعت سوائہ بھی شیعہ ہوں گے فاضل رشید ایضاً لطافتہ المقال میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے مناقب کے ذکر میں کتاب فضل الخطاب سے نقل کرتے ہیں عن الرضا انه قال من

مشد رحله الى زیارتی استجیب دعائہ وغفرت له ذنوبہ ومن زارنی في تلك البقعة کان کمن زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وكتب له ثواب الف حجة مبرورة و انت عمرة مقبولة و كنت انا و ابائی شفعائهم يوم القيامة الخ یہ روایت اس پر نص ہے کہ حضرت امام رضا اور ان کے باوجود ہرین زائرین قبر اقدس امام کی شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے، افادہ سے عصمت کے لوازم سے ہے پس الحمد للہ ان کے ہی اعتراف سے عصمت امر ثابت ہے۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی دوسری دلیل مانو ذہ تحفہ کا ابطال

اقول: اس دلیل کا جواب بھی بیان اولہ امام کے جواب میں گذر چکا ہے لیکن شفاعت کی بابت جو عجیب لیب روایت فصل الخطاب سے دھوکا کھا کر غلطیوں میں پڑے ہیں ان پر متنبہ کرنا ضرور ہے اس لئے مختصر گزارش ہے اول یہ روایت حسب قاعدہ حدیث ہی نہیں بعد اس کے صحت میں کلام ہے صاحب فصل الخطاب نے التزام صحت روایات نہیں کیا ہے جو اس کا وارد کرنا نتیجہ روایت سمجھا جاوے چنانچہ بہت سی روایات ابن بابویہ قبی سے نقل کی ہیں جس سے بعض روایات سے ہمارے عجیب لیب نے آئندہ اثبات میں استدلال کیا ہے اور اس کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ بشرح و بسط اسی جگہ مذکور ہوگا اور ظاہر ہے کہ ابن بابویہ اہلسنت کی روایات میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ مشواہ صواعق میں اس کو زامہ الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں مہذا قاعدہ ہے کہ جو روایات ثواب اعمال میں مروی ہیں اور ان میں متواتر سے متواتر پر بڑے بڑے مشاہیر موعود ہیں وہ اکثر ضعاف و موضوعات ہیں خاتم محمد ثانی قدس سرہ الخ نیز عجائب الآثار فی مناقبہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کے بیان میں فرماتے ہیں بہت کم افراد و عجمہ شہیر بہت کم و صغیر افراد و روادعہ عظیم بر فضل قلیل چنانچہ

من حی رعتین قد سبغون عذابی جو در کثرت پڑے س کے لئے ستر ہزار

کل دار سبعون الف بیت و فی کل بیت سبعون الف سریر و علی کل سریر سبعون الف جاریہ۔ اور ہر گھر میں ستر ہزار دالان اور ہر دالان میں ستر ہزار تخت اور ہر تخت پر ستر ہزار چھوکر یاں۔

بلکہ احادیث این نسخ را خواہ در ثواب باشند و خواہ در عذاب موضوع باید شناخت نم آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید انتہی۔ باوجود اس کے یہ روایت حدیث لا تشد الزمالات کے بھی معارض ہے پس قابل رزہ ہے بغرض محال ملنا کہ یہ حدیث صحیح سالم عن المعارضہ ہے لیکن تاہم ہمارے عجیب کا استدلال اس سے خطا ہے و چرا اس کی یہ ہے کہ شفاعت دو قسم ہے شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت کی شفاعت ہو یہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغریٰ شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص لوگوں کی کیجاوے اور یہ شفاعت صغریٰ عوام صلیاؤن میں کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ اہل سنت و شیعہ کی کتابوں میں اس کی موید مروی ہیں اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مروی ہوئی ہے وہ شفاعت خاصہ و صغریٰ ہے کیونکہ زائرین قبر اقدس کے ساتھ مختص ہے تو یہ مقتضی عصمت کو نہیں ہو سکتے قطع نظر اس سے یہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لوازم سے ہے یہ بھی غلط ہے شاہ صاحب کے کلام سے ہرگز یہ افادہ نہیں کہ شفاعت عصمت کے لوازم میں سے ہے ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ شفاعت و عصمت دونوں نبی میں مجتمع ہیں اور نبی کے اوصاف لازم میں سے ہیں تو متنبہ نہیں لیکن ادعائے تلازم اور ہمہ شاہ صاحب کے افادہ سے سراسر غلط ہے پس اگر اسی کا نام اعتراف عصمت ہے جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی حرف منسوب کرتے ہیں تو بے شک آپ میدان مناظرہ جیت چکے یہاں تو فارسی خوانی کا بھی حیلہ شاید کچھ پیش نہ جائے۔

قولہ: تیسری دلیل بھی بعینہ ائمہ علیہم السلام کی عصمت میں جاری ہے کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مل سلطان جابر کے ہوتے کہ اور آدمیوں کو رسوم فاسدہ اور ارتکاب فواحش پر زبردیاست کریں اور خود وہ امور عمل لائیں اور ضرر ہے کہ ائمہ و خلفاء راشدین کی روش ملک جابر و سلاطین ظالم کی روش سے جدا ہو۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی تیسری دلیل مانو ذہ تحفہ کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی عصمت ائمہ میں مثل دلائل سابقہ ہو بہو ساقطہ منقوض ہے۔ ازمنہ

تاکہ سہواً و غملاً اس دلیل سے عصمت ثابت کیجئے تب مدعا ثابت ہوگا۔ افسوس کہ سق و دلیل کے وقت آپ اپنے مدعا کو بھول جاتے ہیں اتنا بھی خیال نہیں رہتا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہے ہیں علاوہ ازیں وہ ائمہ خیالی جو از عمدہ تا لحد عوام کے زنی میں ہے اور تمام عمر بھی کبھی راتیر حکومت کا نہیں سونگھا نہ امر دینی کا اختیار ہوا نہ زبردستی کی کبھی کی ہمیشہ دوسروں کے محکوم و مطیع رہے ان کو ملوک سے کیا مناسبت اور سلاطین سے کیا نسبت پس اس دلیل سے ان کی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے مضمون سے چٹم پوشی و تغافل کرنا ہمارے عجیب جیسے منصف کا ہی کام ہے۔ ہاں اگر اس دلیل سے بالضام ارشاد جناب امیر کے جو منہج البلاغۃ میں منقول ہوا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا سَلْمَ مَاسَلَمَتِ اُمُورَ الْمُسْلِمِينَ خلفاءِ مثنیٰ کی عصمت پر استدلال کیا جاوے اور شارح ابن میثم نے جو کچھ اپنی شرح کبیر میں اس کی شرح میں تحریر فرمایا ہے ملحوظ رکھا جاوے تو ہمارے منصف مزاج عجیب سے کچھ تعبیر نہیں کہ اس استدلال کو حق سمجھیں شارح ابن میثم فرماتے ہیں وَفِيهِ اِشَارَةٌ اِلَى اَنْ غَرَضَهُ مِنَ الْمُنَافَسَةِ فِي هَذَا الْاَمْرِ هُوَ مَصْلَحَ حَالِ الْمُسْلِمِينَ وَاسْتِقَامَةُ اُمُورِهِمْ وَمُسْلَمَتُهُمْ عَنْ الْفِتَنِ وَقَدْ كَانَ لَهُمْ مِنْ سَلَفٍ مِنَ الْخُلَفَاءِ قَبْلَهُ اسْتِقَامَةُ وَاِنْ كَانَتْ لَا تَبْلُغُ عِنْدَهُ كَمَالِ اسْتِقَامَتِهَا لَوْ لِيَ هَذَا الْاَمْرُ فَلَمْ لَكَ اَقْسَمَ لَيْسَ لَكَ ذَلِكَ الْاَمْرُ وَلَا يَنَازِعُ فِيهِ . عاقل جناب امیر کے ارشاد کو دیکھتے بعد اس کے شارح کی عبارت میں غور فرما ہو تو تحقیق امامت حق اور خلافت راشدہ کا اس سے بین معلوم ہوگا اور پہلے اس سے عنقریب گذشتہ اقوال میں حضرت کی ارشاد سے خلفاء کی اطاعت کی تسلیم گزارش کر چکا ہوں تو اس سے عصمت خلفاء بجزوئی ہمارے عجیب مستنبط کر سکتے ہیں اگرچہ بخلاف تطویل اس ارشاد میں ہم بسط کے ساتھ بحث نہیں کر سکتے لیکن تاہم اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعہ خلفاء ثلاثہ کے دامن ہائے پاک کو طوٹ کرتے ہیں وہ بشادات جناب امیر باطل اور لغو ہیں نہ جناب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا نہ معاذ اللہ نبات طیباً غصب ہو میں نہ قرآنیں تحریف ہو نہ صحابہ پر ظلم و زیادتی ہوئی یہ سب ہشامین و زرارہ و ابو بصیر وغیرہ کے جادان اور ابن بابویہ و مجلسی وغیرہ کے انبان کا ذخیرہ ہے جو ہر موقع میں نسیا

لے اس کا ترجمہ سابق میں کر چکے تھے اس کا ترجمہ سابق میں کر چکا۔

رنگ پکڑتا ہے اور کسی طرح ٹھیک نہیں بیٹھتا خود جناب امیر کا کلام اس کا کذب ہو رہا ہے۔ قولہ: اور وجہ چہارم کی تقریر یہ ہے کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا و اذات و عقوبت ہو۔ و قد قال الله تعالى وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا مَا كَتَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بِهِنَّ اَنَّهُنَّ كَذٰبَتُهُنَّ اَوْ اَنَّهُنَّ مُّشْرِكٰتٌ اَوْ اَنَّهُنَّ مُّجْنُونٰتٌ اس آیت کے تحت میں نیشاپوری لکھتے ہیں۔ قیل نزلت في اناس من المنافقين كانوا يؤذون عليا كرم الله وجهه اور نیز احادیث سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی ایذا رسول خدا کی ایذا ہے من اذا عليا فعدا اذاف اور جب ایک المم میں یہ بات ثابت ہو تو کل میں ثابت ہوگی۔

اثبات اشترط عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل ماخوذہ تحفہ کا ابطال

اقول: یہ وجہ بھی ثبوت عصمت ائمہ میں غلط اور پورچ ہے اور نہ یہ دلیل وہ دلیل ہے جس کو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عصمت انبیاء میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ صرف ہمارے عجیب لبیب کا ایجاد بندہ ہے شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ دلیل شاہ صاحب کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ انبیاء کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جَٰوِزٌ عَنْهُ لَعْنَةُ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ سَعٰتٍ مَّكِيٰنٍ
اور ان کے لئے عذابی کا عذاب تیار کیا ہے۔

اس میں حق تعالیٰ نے رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور مطلق ایذا کو سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ان سے معصیت کا حد و ممکن نہیں در نہ وہ مستوجب ایذا کے ہوتے اور ان کی مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کا نہ ہوتی اور یہ دلیل ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ میں جاری کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کی شان میں فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں ایمان والوں اور ایمان
وایسوں کو جو دن کے کام کے تو اچھا یا اچھڑ
نے بھڑکے کا جو عہد اور صریح گناہ۔

اول نوح تعالیٰ شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور عموم جمع معرف باللام سے مستفاد ہے اور نیز حکم علی المشتق علیہ ماخذ پر دلیل ہے۔ سو جس جگہ علت پائی جائے گی یہ حکم پایا جائے گا۔ مسلمانہ نزول خاص جناب امیر کی ہی نسبت ہو لیکن العبۃ لعموم المذکر والخصم السبب قاعدہ مسلمہ فریقین ہے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائے گا کیونکہ اکثر آیات خاص مواقع اور خاص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو ہم اس کو فریقین کی تفاسیر سے ثابت کرتے۔ افسوس کہ ہمارے مجیب کو اتنی بھی خبر نہیں۔ دوسری یہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی ایذا میں فرمایا جیسا کہ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت میں ذکر جلال بطور توطیہ و تمہید کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایذا خدا تعالیٰ ہے اس طرح ایذا مومنین ایذا خدا تعالیٰ میں پس اس میں ماہ الفرق اگر پیدا ہو گا تو یہ ہی ہو گا کہ رسول معصوم ہے اس لئے اس کی ایذا میں حق تعالیٰ نے اپنی ایذا کو شامل فرمایا اور اس کی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین و مومنات معصوم نہیں تو ان کی ایذا کے ساتھ اپنی ایذا کو شامل نہ فرمایا بلکہ بغیر ماکتبو کے قید کے ساتھ مقید فرمایا جس سے معصوم ہوتا ہے کہ ان سے اکتساب ایسے افعال کا جن پر مستحق ایذا کے ہوں ممکن ہے۔ تیسری یہ کہ اگر مومنین سے مراد ائمہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لے جا کر ڈالیں گے اور کس محل پر محمول کریں گے۔ چوتھی یہ کہ خدا تعالیٰ نے ایذا مومنین کو بغیر ماکتبو کے ساتھ مقید فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناسق بدون پاداش کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتے ہیں وہ محال اور بدنام اور آٹام ہیں اور جو لوگ کسی فعل کے بدلہ میں ایذا دیتے ہیں وہ اس وعید سے خارج ہیں تو اس سے مثل ضرورت واضح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسے اعمال کے ہو سکتے ہیں جس کی پاداش میں مستوجب ایذا کے ہوں بخلاف رسول کے حق تعالیٰ نے اس کی ایذا کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا بلکہ اس کو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا جس سے صرف اس کی عصمت ثابت ہوتی ہے اور ائمہ کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ کہ جب نص قرآنی سے ثابت ہو گیا کہ مطلق ایذا مومنین مجرم نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذا علیاً فقتل آذانی نہ ہو کو کچھ مضرب ہے اور نہ ہمارے مجیب کے مفید مدعا کیونکہ یہ ایذا جناب امیر جس کو اپنی ایذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی ایذا ہے جو بغیر ماکتبو ہونے مطلق ایذا۔ معذرا اگر ہمارے

مجیب لیب ایسی ہی مطلق ایذا جناب امیر کو ایذا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں اور رسول کی ایذا خدا کی ایذا ہے اور خدا کی ایذا کفر ہے تو پھر ان کلمات موزیہ کی نسبت جن کا جناب سیدہ کی زبان مبارک سے نکلا نسبت جناب امیر کی علماء طائفہ شیعہ بیان فرماتے ہیں کیا فرماتے گے۔ مانند جنین پرودہ نشین شدہ۔ الخ۔ ظاہر ہے کہ ایسے کلمات ناسزا اگر اکتبا میں تو عصمت نبھا لیے اور اگر بغیر ماکتبو ہیں تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے ایمان سے معاذ اللہ ہاتھ دھو لیجئے کیونکہ ایسے کلمات جگر خراش ممکن نہیں کہ باعث کوفت قلب و سوزش دل نہ ہوں۔ علی الخصوص بے وجہ ناسق اور ایسی ضیق کی حالت میں چنانچہ روایت خصال ابن بابویہ سے جو ایک یہودی کے جواب میں جناب امیرؑ نے اپنی مواضع ابتلا ذکر فرمائی ظاہر ہے اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسب روایت سامی جب کہ بصرہ کے بیت المال کا مال غنیمت کے مکہ آ بیٹھے یہ بھی جناب کے ایذا کا باعث ہے۔ چنانچہ صیاح کچھ درد انگیز خط آپ نے ان کو لکھا ہے وہ کسی پر غمی نہیں۔ ہم سابق میں سچ البلاغتہ سے اس کی نقل کرتے ہیں خود حضرت عباسؑ نے بھی جب کہ ام کلثومؑ کا نکاح حضرت عمرؓ سے بوجہ خلاف رضا جناب امیرؑ بطبع نفسا نکاح کیسی کچھ جناب کو ایذا پہنچائی تھی عقیل صاف امیر معاویہ سے جلتے یہ بھی آپ کی ایذا کا باعث تھا۔ صحابہ مقبولینؓ نے سوائے مقداد کے آپ کو مخذول کیا اور تخلیق اس وغیرہ میں اطاعت نہ کی یہ بھی آپ کی ایذا کا سبب تھا۔ امام حسینؑ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ یہاں تک ناخوش ہوئے کہ ریحان رسول کے جس کو آپ دوش مبارک پر سوار کرتے تھے مارنے کا قصد کیا۔ اور ظاہر ہے یہ ہر ایک کا فعل دوسرے کے سخت ایذا کا باعث ہوا۔ امام حسنؑ نے خلافت امیر معاویہ کے سپرد فرمائی۔ یہ بھی آپ کے ایذا کا سبب تھا۔ اگر آپ بغیر حیات ہوتے تو قطعاً متاخری ہوتے۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا یہاں تک کہ آپ نے اس کو اپنی ناک مبارک کے کھٹے سے بدر سمجھا انھیں الخفیہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھرپی واعانت سے تاخیر و تقاعد کیا یہ کس قدر آپ کے ایذا کا باعث ہو گا بعد اس کے امام سجادؑ سے امامت کی بابت تنازع کیا یہاں تک کہ نوبت حجاز سو کی حکومت کی پہنچی یہ بھی یقیناً جناب امام سجاد کی ایذا کا باعث ہے کہ ان تک نہ مل سکے۔ یہ آپ کا قاعدہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی کے ایمان کو کبھی سلامت باقی نہیں چھوڑے گا۔ اگر آپ اس کے علی العموم والاطلاق قائل ہیں تو ان بزرگواروں کے ایمانوں کا ٹکڑا کر دیتے جیسی اگر ایک امام عصمت

ثابت ہوتی تو پھر کل اماموں میں اس کا ثبوت یا بطریق قیاس ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات میں مفید نہیں یا کسی دوسرے طریق سے ہوگا اس کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کیا ہے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کارآمد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ غرضیکہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکھ کر ہمارے عجیب کے فہم و انصاف کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ کیا عرض کریں۔

قولہ: وجہ پنجم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ کے گناہ امت پر ظاہر ہوں تو اطاعت سے استنکاف کریں اور ان کی نظروں سے گرجائیں اور ان کے احکام وغیرہ کی تصدیق و تعمیل نہ کریں بلکہ تکذیب کریں کہ اگر یہ مواہید وغیرہ کے بیان میں پیچھے ہوتے تو خود دیکھیں ان کاموں کے مرتکب ہوتے۔

اثبات اشتراط عصمت ائمہ کی پانچویں دلیل مانعہ تخریج کا ابطال

اقول: عصمت ائمہ میں اس کا ذکر ہم نے پہلے ہی کیا ہے اہل انصاف سمجھ گئے ہوں گے کہ عصمت ائمہ میں اس کا بیان مصداق اس شعر کا ہے بیت۔

پر خوش گفت است سعدی در زلیخا
الایا ایسا باقی اور کا سا و نادما

برابر اس دلیل کا معنی اس امر پر ہے کہ ائمہ بالاستقلال مبلغ شریعت ہیں پس اگرچہ تو یہ مسئلہ علماء شیعہ کے مسلمات سے ہے کہ تمام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھے ہیں۔ اہل حق برگزیدہ اس کو تسلیم نہیں کرتے وہ انبیاء کو انبیاء سمجھتے ہیں اور ائمہ کو ائمہ۔ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پھر اپنے مسئلہ کے خلاف کو الزام دینا ہمارے عجیب جیسے عاقل و انصاف پرست کا ہی کام ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں دین تکمیل ہو چکا ہے اور الیوم اکملت لکم دینکم نزل اجلال پاچکا تھا اور امام صرف مروج شرع ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ امت کو شریعت مکمل پر چلاوے تو وہ اگر مرتکب معصیت ہو تو اس کی اطاعت سے استنکاف کے کچھ معنی نہیں ہیں اور نہ ان کے احکام جو مطابق شرع ہوں عدم تصدیق و تعمیل کی کوئی صورت ہے اور جو احکام کہ شرع کے موافق نہ ہوں وہ خود بنص واجب الاطاعت نہیں تو امام کی اطاعت میں من حیث انہ فی الشرع ہے نہ بحیثیت تبع تو زور وہ ان امور کا مطلق نہ ہوگا۔ مصداق حق تعالیٰ شانہ نے ائمہ کی اطاعت کے

بیان میں صاف ارشاد فرمادیا۔ فَإِنْ سَأَلْتَهُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهِ سَمْعٌ
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی امر میں امت و اولوالامر باہم تنازع کریں اس کو کتاب و سنت کی طرف لوٹاویں اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کچھ ضرور سنیں کہ امام کا قول و فعل موافق شرع ہی ہو اور یہ ہی عدم عصمت ہے پس جب کہ امت کے ہاتھ میں میزان مستقیم شرع موجود ہے تو ان کو امام کے غیر معصوم ہونے سے کیا ڈر۔ اور کسی حکم میں امام کی تصدیق کرنے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اس سے استنکاف کریں اور اس کی تصدیق نہ کریں بلکہ تکذیب کریں۔ تو دین و شریعت ہی درہم و برہم ہو جاتے پس اس دلیل سے عصمت ائمہ میں استدلال کرنا ایک تعجب و عجیب قصہ ہے۔ علاوہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس استدلال پر وارد ہوتے ہیں وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان کر آئے ہیں معلوم ہو سکتے ہیں بخوف طوالت ہم ان کو نثر کر رہے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز کے معاملہ میں شیعہ کی مغالطہ انگیزی کا جواب

قولہ: الحمد للہ کہ آپ کے خاتم المحدثین کی ہی تقریر سے عصمت ائمہ ثابت ہے شاید اب تو آپ بھی مان لیں۔

اقول: پیارے عجیب یہ آپ کا محض زعم و توہم ہے۔ جو مقتضاً جبکہ الشیخی یعی و یصر۔ آپ کا سداہ تحقیق ہے ورنہ فی الحقیقت جو امر کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو بلکہ عقل و نقل کے خلاف ہو اس کا ثبوت خاتم المحدثین کی تقریر سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ بنظر انصاف و تحقیق حق اس مسئلہ میں غور فرمائیں گے تو آپ کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ واقعی یہ امر خلاف عقل و نقل ہے بلکہ آپ کی روایات مذہب کے بھی مخالف ہے۔ علامہ مجلسی نے جلد اول بحار الانوار کے باب کتمان العلم میں چند روایات تخریج فرمائی ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آیت اَلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا اُنْزِلَ اِیْهِمُ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالْاٰیٰتِ مِنْ رَبِّهِمْ
بَعْدَ مَا بَيَّنَّا لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ
کا مصداق ائمہ علیہم السلام ہیں۔

عن حماد بن عمار عن ابي جعفر عليه السلام في قول
اللّٰهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اُنْزِلَ اِیْهِمْ مِنَ الْاٰیٰتِ
امام ابو جعفر سے تفسیر قول تعالیٰ جو لوگ چھپتے
ہیں جو کچھ کہ کتاب میں اُن کے لئے نازل ہوتا ہے اور ہر بیت

الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ كَلْبٍ مَابِيَّتَاهُ
لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ يَعْنِي بِذَلِكَ نَحْنُ
وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ.

عَنْ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ ذَكَرَهُ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا
مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فِي الْكِتَابِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَكْرِ عَنْ حَدَّثَهُ عَنْ
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ أَوَّلُ ذَلِكَ
يَكْتُمُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ نَحْنُ
هُوَ وَقَدْ قَالُوا هُوَ أَمَّا الرَّحْمَنُ عَنْ
بَعْضِ أَصْحَابِنَا.

عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ
لَهُ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا
أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ كَلْبٍ
مَابِيَّتَاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ قَالَتْ نَحْنُ لَعْنُ
بِهِمُ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ إِنَّ الرَّجُلَ مَا أَصَارَتْ
إِلَيْهِ لَعْنُكُمْ لَهُ أَوَّلُ لَعْنِهِ الْإِنْسَانُ يَبْعَثُ
لِلنَّاسِ مَنْ يَكُونُ بَعْدَكَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ
قَالَ هُوَ أَهْلُ الْكِتَابِ.

بعد اس کے کہ بیان کر دیا ہم نے اس کو لوگوں
کے لئے کتاب میں ایں مروی ہے کہ اس سے ہم مراد
ہیں اور اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آیت
ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات
والهدى عنك يا ايها الذين آمنوا انزلنا
نزل ہے۔

امام ابو عبد اللہ سے تفسیر
قوله تعالى اولئك يلعنهم الله
ويلعنهم اللاعنون میں مروی ہے کہ فرمایا
وہ ہم ہیں۔ اور کہا ہے کہ حضرات الارض
میں۔

امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ راوی نے آپ
سے سوال کیا مجھ کو خبر دیجئے
ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات
والهدى عنك يا ايها الذين آمنوا انزلنا
في الكتاب سے فرمایا اس سے ہم
مراد ہیں اور اللہ سے مدد مطلوب ہے۔

ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کے دین کے پھیلانے
و اسے اور معاذ اللہ تو یہ ہیں کہ جو اس کو نقص کر دے خدا کے اور لعنت کرنے والوں کے
مخون ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت سے بخوبی یہ مدعا ثابت ہے جو حقیقی روایت اس مدعا کے
ثبات کے لئے بہت بڑی قوی دلیل ہے تو جب حضرات شیعوں نے مقتضائے کمال و اہتمام
ان کے دشمنوں کو اللہ کی آیتیں چھپانے والے اور ملعون ٹھہرائے تو ان کے غیر معصوم ہونے کو ہی

ثابت نہیں کیا بلکہ کفار سے بھی بُرائی میں بڑھا دیا۔ حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس صریح کفر کو
اس طرح چھپانا چاہا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت کی تفسیر میں جو عبد اللہ بن کبیر سے مروی ہے
فرماتے ہیں۔

بیان خفیہ ہم راجع الی اللہ عنین۔ بیان خفیہ ہم لفظ لعین کی طرف پھرتے ہیں۔
بھلا کوئی عاقل متدین علامہ کی اس پوچھ تو جہ سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے
مثلاً آفتاب روشن ہے پوشیدہ کچھ سکتا ہے۔ اگرچہ ہم کو علامہ کی اس تاویل بلکہ تحریف کے الباطل کی
کچھ ضرورت نہ تھی کیونکہ اہل فہم و انصاف سیاق عبارات سے خود سمجھ سکتے ہیں لیکن بنظر تسکین
خاطر عجیب لبیب کے ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت میں جس قدر آیت
لکھ کر فرمایا ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں۔ ان میں لا عنین کا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ اس میں صرف کا تین
کا ہی ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امہ کا تین ہیں نہ لا عنین۔ علاوہ ازیں لفظ واللہ
المستعان فرمایا خود اس کے ثبوت کی دلیل ہے کہ آپ کا تین ہیں کیونکہ اس کا اطلاق مشقت
اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے چنانچہ واللہ المستعان علی ما تصفون۔ جو حقیقی روایت اس کے ثبوت
میں نص صریح ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہے کہ یا مراد امہ ہیں یا اہل کتاب اور ظاہر ہے
کہ لا عنین میں یہ دونوں احتمال جاری نہیں ہو سکتے کیونکہ اہل کتاب لا عنین نہیں۔ ہاں ان میں
بعض کا تین حق ہیں جو ملعونین ہیں نہ لا عنین تو یہ دونوں احتمال کو مراد یا امہ ہوں یا اہل کتاب
اسی صورت میں صحیح ہو جب کہ خفیہ ہم کی راجع لفظ الذين يكتمون یا اولئك کی طرف ہو قطعاً بنظر
اس سے اس روایت میں حضرت امام نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہیں اس کی
تائید میں یہ بھی فرمایا کہ ہر امام سابق پر واجب ہے کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر کنص فرماوے اور
اس کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ نص نہ کرے اور اس کو چھپاوے تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقتضو
اس آیت سے بیان نہمدیدہ امہ ہے۔ لیکن اس میں کوئی ایسا لفظ جو عدم وقوع کتمان یا وقوع کے
مختل ہونے پر دلالت کرے وارد نہیں بلکہ یہ کلام صریح وقوع کتمان پر دال ہے چنانچہ اہل کتاب
اسی وجہ سے اس کے مصداق ہیں تو اس سے معاذ اللہ امہ کے دشمنوں کا بروایات حضرات شیعوں
کا تین حق ہونا ثابت ہوا اور علامہ مجس کی یہ دھوکا شاید تیسری روایت سے بڑھ گیا ہو کہ اس
میں وقد قالوا ہوام الارض مذکور ہے تو اس کے مقابل سے سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ تفسیر لا عنین
کی ہے نہ کا تین کی مگر یہ اس وقت ہے کہ جب کہ یہ مقولہ امہ کا تیسرہ ہو اور اگر اس کو مانع منہ

کرے اور کہے کہ یہ جملہ بعض روایت شیعہ کا اپنی ناموس مذہب کی حفاظت کے لئے نرا شاہد ہے تو اس وقت علامہ کا یہ توہم بھی باطل ہو گا۔ طرفہ کشا یہ ہے کہ علامہ مجلسی کو خود بھی اس جملہ کی نسبت یقین نہیں کہ یہ جملہ ائمہ کا مقلد ہے بلکہ علامہ کے نزدیک احتمال ہے کہ یہ جملہ ائمہ کا ارشاد ہو اور احتمال ہے کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کی ہے کلام ہو اور احتمال ہے کہ بعض روایات کا اضافہ ہو پھر جب اس قدر احتمالات قائم ہیں تو استدلال نہیں ہو سکتا ہے علامہ مجلسی فرماتا ہے۔

قوله وقد قالوا اما كلامه عليه السلام
فضمير الجمع راجع الى العامة او كلامه
المولف والرواية فيحتمل ارجاعه الى
اهل البيت عليهم السلام ايضا.
وقد قالوا لا كلام عليه السلام كلامه
جمع كغير عامه (الاستدلال في رد المحتار) كذا في
كتاب (مفرد عياشي) كذا في (مفرد عياشي)
تو اس صورت میں احتمال یہ بھی ہے کہ ضمیر اہل بیت کی
طرف راجع ہو۔

اچھا بغرض محال سلنا کہ ضمیر ہم لاعین کی طرف ہی راجع ہے اور حضرات ائمہ ہی بقول حضرت
شیعہ کے لاعین ہیں لیکن ہم کہتے ہیں یہ بھی بُرائی سے خالی نہیں کیونکہ جناب امیر نے اپنے شیعہ
کے سباب اور لعان ہونے کو مکروہ اور ناپسند فرمایا ہے تو جو امر ادنیٰ امت کے لئے ناپسند
ہو ائمہ کی جناب میں کیونکر نسبت کیا جاسکتا ہے۔

ومن كلام له وقد سمع قومًا يسيبون اهل
الشارع يامرحوم بصفيين ابي اكره لكم ان
تكونوا مسابين.
ایک کلام مجرب آپ نے ایک گروہ کو سننا کہ آپ شرم کو بکرتے ہیں
اور کہتے ہیں جگہ صغیر کے نام میں میں تمہارے لئے مکروہ
اور ناپسند سمجھتا ہوں کہ تم برباد نہ کہنے والے ہو۔

تعجب ہے اپنے شیعہ کے لئے تو لعان و سباب ہونا ناپسند فرماتیں اور خود اس قدر لعان
ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو اس وصف سے ذکر فرما دے یہ صرف حضرات مدعیان ولادہ و تمسک کی
زبانی ولادہ کا مقتضا نہیں تو اور کیا ہے۔

بحث نص

قولہ: اب نص کا بیان نیچے کو آپ نے بہ تفصیل اپنے خاتم المحدثین کی ان مشرکوں
نسبت فرمایا ہے کہ باوجود دیگر دلائل شرعی سے ثابت نہیں مستند و رد ہیں مگر نص کا وجوب

اقوال صحابہ و علماء کرام اہل سنت سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب الامارت میں باب الاستخلاف
ملاحظہ فرمائیے کہ جناب ابن عمر ترک استخلاف کو ضیاع و فساد مردم کا سبب جانتے تھے چنانچہ
اپنے اس عقیدہ میں ایسے راسخ تھے کہ جب سنا کہ ان کے پدر بزرگوار بدوی استخلاف دنیا
سے انتقال فرما چاہتے ہیں تو نہایت ہی تیریں و تورع سے اپنے باپ اور امام وقت کو نصیحت
فرماتی خوف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ استخلاف کو نہایت ہی موزوں
سمجھتے ہیں اور اس کے ترک کو عین نصیحت و فساد مردم جانتے تھے اور اس کے تارک کو اس راعی
سے مشابہت دی ہے کہ شتر و غنم کو مہمل چھوڑ کر کہیں چلا جاتے غور فرمائیے کہ آپ کے
خاتم المحدثین جو اس عقیدہ کو مخالفت و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کی شان میں بھی
ایسا ہی فرمائیے گے یا خاتم المحدثین صاحب نے صحیح مسلم ملاحظہ نہیں فرمائی تھی۔

شیعہ سنی نزاع پر مسئلہ عصمت ائمہ کی دلیل

اقول: بحول اللہ و قوتہ جب کہ ہم دلائل عصمت کا ابطال و استیصال کر چکے تو ہم کو کچھ
ضرورت نہ تھی کہ ہم ابطال دلائل نص و افضلیت میں اپنا وقت گراں بہا ضائع کریں کیونکہ جب
عصمت ہی باطل ہو گئی تو تمام امامت ہی اصولاً و فرعاً باطل ہو گئی تو پھر اشتراط افضلیت
و نص باطل کے ابطال کی کچھ حاجت نہ رہی لیکن ناظرین مناظرہ کے رفع غلبان اور اپنے عجیب
لبیب کے مزید اطمینان کے لئے ہم اس طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں اور مختصر گزارش کرتے
ہیں چونکہ ہمارے عجیب کی عادت ہے کہ استدلال کے وقت اپنے دعوے کو جھلادیتے ہیں
مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ مابہ النزاع مسئلہ مجمل
بیان کریں اور ناظرین اور اوراق اور اپنے عجیب کو یاد دلائیں کہ آپ کا یہ دعویٰ ہے اگر دلائل
اس کے مطابق ہوتے تو البتہ قابل التفات ہوں گے ورنہ لائق توجہ بھی نہیں سمجھے جائیں
گے پس واضح ہو کہ اس جگہ مابہ النزاع اہل سنت و شیعہ میں مسئلہ اشتراط نص و افضلیت ہے
شیعہ متفقہ ہیں کہ امام کے لئے نص و افضلیت مثل عصمت کے شرط ہے اگر نص و افضلیت
نہ ہو تو امامت باطل ہے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ جیسے امام کے واسطے عصمت شرط نہیں
اسی طرح نص و افضلیت بھی شرط نہیں ہے۔ عصمت سوائے انبیاء کے کسی بشر میں نہیں
پائی جاتی نص و افضلیت کا تحقق ہو سکتا ہے لیکن اگر ان کا تحقق نہ ہو تو بھی امامت متحقق ہو

سکتی ہے ہمارے عجیب اس جگہ اس امر کے اثبات کے درپے ہیں کہ اشتراط نص کو ثابت فرمائیں اور اس کے اثبات کے لئے سچو تکملاً مستلزم اعتقادی ہے دلائل قطعیہ ہم پہنچائیں تو بس خلاصہ دعویٰ عجیب بسیب یہ ہے کہ امامت کے لئے شرعاً غایض علی خداوند تعالیٰ کی طرف سے شرط ہے اگر نص نہ پائی جائے گی تو امامت و خلافت منقذ نہ ہوگی پس مدعا کو اپنے حافظ میں محفوظ رکھ کر ہماری گزارش سنیں کہ جب یہ مسئلہ آپ کے نزدیک اصول بلکہ اصل اصول دین میں سے ہے تو اول واجب تھا کہ اس کے اثبات کے واسطے دلائل قطعیہ پیش کرتے۔ اس مقام میں جس قدر آپ نے دلائل ذکر فرمائے ہیں اگر ان کی غلطیوں اور مفاسد سے جو مسئلہ متنازعہ فیہا میں جاری کرنے سے لازم آتی ہے چشم پوشی کی جاوے اور بغرض محال ان کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تاہم آپ کے مدعا کی ثبوت نہیں ہو سکتی۔ لہذا قطعی مدعا دلائل غبیہ سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے محضاً قطع نظر اس سے کہ آپ کا مدعا قطعی ہو یا ظنی اس قدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کرے کہ در صورت عدم تحقق نص کے عدم تحقق امامت ہوگا۔ اب آپ فرمائیے کہ آپ کی کوئی دلیل سے بدلات مطابق یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگر نص نہ ہو تو امامت متحقق نہ ہوگی۔

اثبات اشتراط نص کی پہلی دلیل کا ابطال

اب میں تفصیل طور پر دلیل پر بحث کرتا ہوں بغور و انسانیت سے۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو ابن عمرؓ کے قول کا حاصل نقل کر کے اس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے بالکل غیر مفید مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمرؓ کے قول سے آپ کا مدعا اس وقت ثابت ہوگا جب کہ آپ یہ ثابت فرمائیں گے کہ جو خلافت و امامت بلا نص و استخلاف واقع ہوئی وہ ان کے نزدیک باطل ہے اور خلافت ہے کہ خلافت ثلاثہ اور خلافت رابعہ ابن عمرؓ کے نزدیک بلا نص واقع ہوئی بلکہ اولیٰ کی بھی ابن عمرؓ کے نزدیک یہ ہی کیفیت ہے کیونکہ جناب غلیف ثانی کے اس قول کے جواب میں کہ تم استخلف فرمایا۔ اور روایتیں کیا اور ثانیہ فرس اولیٰ کے ہے تو مدعا عجیب بسیب اس وقت ثابت ہو جب کہ ابن عمرؓ کے قول سے بطلان خلافت ثابت ہو جائے اور بسبب عدم ورود نص کے ثابت ہو جائے اور یہ محال ہے۔ پس اس روایت سے استدلال کرنا اس پر مبنی ہے کہ ہمارے عجیب بسیب اپنے مدعا سے متغافل ہیں۔ ابن عمرؓ کے اس قول سے اگر بغرض محال وجوب نص ثابت ہو جی تاہم مستلزم اشتراط نہیں کہ مفید مدعا ہو آپ نے دیکھا ہوگا کہ امام نوویؒ نے

اس حدیث کی شرح میں عدم وجوب نص پر اجماع لکھا ہے تو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نص کو اولیٰ و مستحسن سمجھتے ہوں۔ لیکن عقلاء اسلام مستحبات کو بھی عمل میں مثل واجب کے سمجھتے ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنے مدعا کو حتیٰ الوسع مدلل و مبرہن بیان کیا کرتا ہے تو اس لئے انھوں نے اس کو اس مدلل پیرایہ میں ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر ضروری نہ تھا اس لئے سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں لب کشائی نہ ہوئی کیونکہ جو دلیل حضرت عمرؓ نے ذکر فرمائی وہ بدلتہ اس امر پر دال ہے کہ استخلاف و عدم استخلاف ہر دو جائز ہیں واجب نہیں اور نیز یہ ہی ممکن ہے کہ ابتداء میں دفعہ حضرت ابن عمرؓ کے ذہن میں لزوم نص آیا ہو لیکن جب کہ حضرت امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا تو اپنے قول سے رجوع فرمایا۔ محضاً جب کہ غلیف ثانی نے ان کے جواب میں عدم وجوب نص بیان فرمایا اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس کا رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع کوئی ہوگی۔ پس خانمہ دلیل پر جو کچھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ہمارے عجیب نے تحریر کیا وہ کمال وقاحت کی دلیل ہے مدعا کو دلیل سے ثبوت کی جو بھی نہیں پہنچی اور زبان درازی شروع کر دی حضرت ابن عمرؓ کا عقیدہ اشتراط نص کا جو مستلزم عدم اعتقاد خلافت غیر منصوصہ کو ہی پہلے ثابت فرمایا ہوتا اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کل فہم و انصاف سے خالی ہو تو بجز سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔

قولہ جناب ابن عمرؓ ہی پر منحصر نہیں ہے اور صحابہ کا بھی یہ ہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ خود کابلی صوافع میں جس کا ترجمہ آپ کے خاتم المحدثین نے فرما کر اور حضورؐ اسالغیر و تبدل کر کے نقل لکھا ہے۔ ذیل قول جناب امیر علیہ السلام بالیعنی القوم الذین یأیون ابابک و عمر ابی مطلب ثانی مقصد رابع امامت میں فرماتے ہیں و ذهب بعضهم ان الامام يجب ان یکون من عمر صالحاً و خفیاً و لیه ذهب عبد اللہ بن مسعود و ابو الدرداء و حذیفہ بن الیمان و السہل بن مالک و ابو ہریرہ و غیرہم و جعفر بن من المحدثین و مشردۃ من الاصولیین و ثانیہ عن المستملکین و جماعة من الفقہاء انتہی حیرت و تعجب ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل مضامین ترجمہ کئے ہیں اس مقام کو ملحوظ فرمایا و رد اس جرات سے اس عقیدہ کی نسبت نہ فرماتے کہ یہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔

اثبات اشتراط نص کی دوسری دلیل کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی زبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہے کہ ہمارے عجیب کو اپنے مدعا کی خبر نہیں رہی اور نیز اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے عجیب نے یا ہمارے عجیب کے اس بزرگ نے جس سے وہ اس کو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواعق میں کمال دیانت فرمائی ہے اور جو جملہ کہ اپنے مذہب کے مخالف اور اس عبارت کے مابعد مبت ہی قریب مذکور ہے اور گویا تمہارا عبارت کا ہے اس کو حذف کر دیا سمجھا ہو گا کہ صواعق عزیز الوجود کتاب ہے کہاں دستیاب ہوتی ہے جو کوئی معائنہ کر کے غلطی نہ کلا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہ کتاب بلا دقت میسر ہو گئی اس لئے اصل کتاب سے پوری عبارت اہل النصف کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اہل النصف ملاحظہ فرمادیں اور یہ بھی دیکھیں کہ ہمارے عجیب لبیب کے مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔

ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان
 يكون منصوحاً عليه لصاحباً له و خفياً
 و اليه ذهب عبد الله بن مسعود و الى
 الدر داء و حذيفة بن اليمان و الس بن
 مالك و ابى هريرة و غيرهم و جم غفير من
 المحدثين و شرذمة من الاصوليين و
 ظانته من المتكلمين و جملة من الفقهاء
 و تسكروا بالاحاديث الواردة في خلافة
 الخلفاء الاربعة و اختلفوا في النص
 و الجمهور على انه حلي و سمع على انه خفي
 و اليه ذهب الحسن البصري و الفقهاء
 انها كتبت بالاجماع ان لو يتعين الفضل
 و لم يوجد النص انبيء .

اس عبارت کے آخر کا جملہ واقفوا سے جو ہدایتہ مدعا کی نقیض کو ثابت کر رہا تھا ترک فرمایا

تاکہ استدلال بوجہ اقم راست ہو پس اگر یہ نقل میں خیانت نہیں تو کیا ہے۔ لیکن اگر اس جملہ سے قطع نظر کی جاوے تاہم یہ عبارت ہمارے محبوب کے ثبوت مدعائیں کچھ فائدہ بخش نہیں ہے کیونکہ نص عام ہے جلی ہو یا خفی اور آپ کا دعویٰ اثبات نص جلی کا ہے تو اس صورت میں آپ کا دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے اور دلیل عام سے خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بخبر و تامل دیکھا جاوے تو دلیل و مدعائیں باہم عموم و خصوص نہیں بلکہ لغات و تباہی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک انعقاد امامت کے لئے یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص وارد ہوئی ہو کہ فلاں شخص بعد فلاں نبی یا فلاں امام کے اس کا خلیفہ ہے اگر اس طرح نص نہ ہوگی تو امامت و خلافت مستحق نہ ہوگی اور صحابہ میں سے کوئی اس کے لزوم و اشتراط کا قائل نہیں اور کسی نے اس کو ضروری نہیں سمجھا اور نص جلی سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ جو

معتقد علیہ سامی ہے۔ چنانچہ جملہ و تمسکوا بالاحادیث الوارده فی خلافہ الخلفاء الوارجلہ
اس مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو بس دلیل و مدعا باہم مغائر ہوتی پس ایسی پوچ اور غلط دلیل پر
اس قدر ناز و افتخار اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مواقع میں اس مقام کے نہ دیکھنے
کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہے علی الخصوص جب کہ شاہ صاحب کی عبارت کو تو کتب میں مذکور
ہے دیکھا جاوے وہ فرماتے ہیں۔ واما میہ میگوتیند کہ نصب امام بر خدا واجب است پس میا تید
کہ منصوص بود از جانب خدا و این عقیدہ مخالف عقل و نقل است معلوم نہیں یہ مدعا جو مجموعہ
امریں کا ہے اور جس کو شاہ صاحب مخالف عقل و نقل فرما رہے ہیں اس کو ہمارے مجیب نے
کیونکر موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا تو انصاف فرمائیں اپنی دلیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور
جس کی نسبت شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اس کو بھی دیکھیں اور سوچیں بعد
اس کے اپنے طعن کہ میزان انصاف میں رکھ کر تو لیں تو صاف معلوم کر لیں گے کہ آپ نہ عبارت
صواقع کو سمجھ اور نہ نسخہ کو سمجھ اور نہ خود اپنا مدعا ہی ضبط فرمایا خدا تعالیٰ تو فقیہ انصاف و
راہ راست علیٰ فرماوے۔

خاندانِ شاہ ولی اللہ کے معاملہ میں شیعہ حضرات کی بدزبانی

اور تعریفیں کا جواب

قول: اگرچہ اس مقام میں ہم بہت کچھ گفتگو کر سکتے ہیں مگر بغیر اختصار ترک کر کے

اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نص کے باب میں شہادت لکھتے ہیں کہ یہ حضرت بنا بر مشورہ آپ کے خاتم المحدثین کے والد ماجد ہیں اگرچہ تحفہ میں ان کے نبوت میں توریہ فرمایا ہے مگر نہایت ہی درجہ کی تعریف و ستائش فرمائی ہے حتیٰ کہ آپ نے از آیات الہی و معجزہ از معجزات جناب رسالت پناہی ان کی شان میں لکھا ہے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔

اقول: نہایت انوس رہا کہ اس مقام پر آپ نے بہت کچھ گفتگو فرمائی جس قدر اس مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اس سے آپ کے علم و فہم و انصاف کی کیفیت اور استدلال کی حالت بخوبی منکشف ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہو کر اس دعویٰ کو باطل کرتے جو آپ نے ابتداء جواب میں فرمایا ہے بہتر ہو کہ آپ نے انصاف کے پیرایہ میں اس کو ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ بنا بر مشورہ لکھ کر تعریف فرمائی اور باوجود ادعاء تمیز و اخلاق کے بدتمیزی کا جامہ پہنا اس کے جواب میں ایسی تخریضیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہم بھی بہت سے مجتہدین حال و ماضی کی نسبت عرض کر سکتے تھے لیکن ہم بجز سکوت و صبر کے اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اس کے بعد جو شہادتیں کہ نص کے ثبوت کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی ان کی کیفیت بھی ملاحظہ فرمائی۔ آپ بنظر مندر و انصاف ملاحظہ فرمائیے کہ جو تفریریں ہم نص کے باب میں کرتے ہیں

بعید وہی حضرت شاہ صاحب از الہ الخفا میں رقم فرماتے ہیں مقصد اول فصل دوم نو ازہ خلافت خاصہ کے نکتہ سوم میں جو مذا میں واقع ہے یہ عبارت تحریر ہے نکتہ سوم آنکہ خلافت امیر خلیفہ است و نفوس بنی آدم مجبول بر اتباع ہوا شیطان در بنی آدم ہاری مجری آلام چون خلافت برای شخصی مستقر نشود احتمال دارد کہ جو رہن گاہ در دو مقاصد خلافت تعاون صریح لعل آورد و ضرر این خلیفہ در امت مروجہ باشد از ضرر ترک استخلاف دی و این احتمال کثیر الوقوع است بخوبی مبینی کہ بادشاہان ہمدالاماء اللہ درین مسئلہ گرفتار شدہ اند و مشورت و تفتیکہ بین احتمال بر انداختہ نشود بوعہ الہی یا باوصافی کہ نزدیک حصول آہنا جو رجوع و تعاون متنع عادی گردد و ضمن قوی بعدی و قیام خلیفہ بامر ملت بطور رسد استخلاف چنین شخصی خیر محض نباشد و نفوس بنی آدم بقامت اولائیان پیدا کنند و کسی کہ مرشد خلق گردد و در بی ایشان در خاہر و باطن متحمل گردد و حال خود غلغہ گردد باشد و دیگران بعضی قرآن متمسک شدہ بجان غطر را رواج دادہ باشند و ما حسن ما قیل بہیت۔

ای لہا بلعیس آدم روی ہست پس مجھو سے نشاید داد دست تا اعتماد بر علم و حال شخصی بحدیث مستفیض صادق و مصدوق و اشارات او حاصل نشود کہ اگر تمام است پس خلافت کا مل ہانت کہ ذوق بصاحب آن داشتہ باشم بنفس شارع و اشارات او انتہی بقدر الحاجت۔ اس عبارت کو تامل و انصاف سے ملاحظہ کیجئے جیسے کہ اس سے نص کا وجوب ثابت ہوتا ہے دیئے ہی عصمت خلیفہ بھی ثابت ہے بباعث خوف طوالت ہم اس کے الفاظ پر بسط و نشاط سے بحث نہیں کرتے اسی قدر اشارہ کافی سمجھتے ہیں۔

اشتراط نص کی تیسری دلیل کا ابطال

اقول: اس دلیل کو بھی مدعا سے کچھ ربط نہیں ہے۔ اور یہاں بھی اپنا مدعا بھولے جو نص کہ عبارت منقولہ از الہ الخفا سے مفہوم و مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نص معتقد علیہ جناب مجیب اور ان کے ہم مذہبوں کی ہے تو مرخبا بالوفاق لیکن یہ نص وہی نص ہے جو آیت سورہ نور وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ اور حدیث ان تو من و ابابکر اور اس کے امثال سے ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ وہی وعدہ خداوندی ہے جس نے احتمال اتباع ہوا کا استیصال کر دیا اور وقوع جو رجوع و تعاون کو ممتنع عادی بنا دیا اور یہ نص و اشارات وہ ہیں جن سے صرف استحقاق خلافت مستخرج ہوتا ہے نہ العقد اور یہ نص و اشارات متعدد اشخاص کے واسطے بھی ایک وقت میں بلا تعین تقدم و تاخر ممتنع نہیں ہیں پس اگر آپ اس کے قائل ہوں تو لیجئے ہمارے آپ کی کچھ نزاع نہیں اور اگر نص معتقد علیہ سامی جس کے اثبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نص جی ہے کہ جو علما قوم ائمہ اثناعشر کے واسطے دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں تو اس کے اشتراط کو اس دلیل سے یا کسی دلیل سے ثابت فرمائیے۔ میں اس استدلال پر ہر مرتبہ حیرت ہوں کہ مجیب لمیب نے اپنے آپ کو کم از کم فارسی خوان تو ضرور ہی تسلیم کیا تھا لیکن اس استدلال سے تو اس دعویٰ کے بھی ثبوت میں تردد قوی ہے۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوتے تو کیا اس عبارت کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جس کا سہل المائد ہونا مثل روز روشن ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے کسی نے یہ عبارت پڑھ کر سنائی ہوگی آپ نے لفظ نص کا سن کر کمال دانشمندی سے سمجھ لیا کہ بس ثبوت نص میں حجت قاطعہ مل گئی اور خصوص کے سامنے پیش بھی کر دیا۔ انوس کہ آپ نے بسط و نشاط سے اس عبارت کے

الفاظ پر بحث نہیں فرمائی۔ پھر جب کہ آپ اس عبارت سے نص کو جو اسکا مسوق لہ تھا ثابت نہیں کر کے تو عصمت کو تو کیا ثابت کریں گے

قولہ: اور سینے مقصد اول کی فصل ہفتم کے مقصد دوم مقدمہ غنیمتین صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ مطبع مذکورہ میں یہ فرماتے ہیں دلیل اول استحضار احادیث کہ در باب فقہ روایت میکنند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وقائع ائمہ تقریر فرمودہ است و ہر واقعہ را بلفظی ادا کردہ کہ رضا نے خدا تعالیٰ یا سخطہ بان اذن منہ مضمون شود چون این مقدمہ را بشناسیم بعد از قوی یقین می نمایم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ اول و ثانی و ثالث کہ بر نزدیک بودند در اختلاف قوم و در اختلاف ایشان فتنہ بر میخواست و کار ہائے عظیم مثلاً فتح فارس و روم بر ہم مخیر و البستہ تعیین فرمودہ اند عاقل نتواند تجویز کرد کہ اس مہمات را بکدام اند و در میان امور جزیرہ انعام مناسب سبحانک ہذا بہشتان عظیم انتی بقدر الحاجۃ۔ یہ دلیل بعینہ وہی تقریر ہے کہ اہل حق خلیفہ کے منصوص ہونے میں بیان کرتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب نے اصل اسس دلیل کی بجا رہی ہے تقریر سے اخذ کر کے بعض الفاظ زائد اپنی حرف سے زائد کئے ہیں اور بجائے مطلق غنیمت و امام کے خلفائے ثلاثہ کا بالخصوص ذکر کیا ہے اور حاصل یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر ایسی شفقت و عطوفت رکھتے تھے کہ احکام جزئیہ و مسائل فرود نہایت تشریح و تلمیص سے بیان فرمائی حتیٰ کہ آپس کی مصاحبت و عورتوں سے مباشرت بلکہ بیت النکاح تک کے آداب پر واقف فرمایا۔ کوئی مسلمان کب تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت با این ہمہ شفقت و رافت ایسی مہمات کو کہ امت کے جمیع مصالح دینی و دنیوی اس سے وابستہ ہیں مہل چھوڑ دیں اور اس پر بغل نہ فرمادیں اور امت کو معاذ اللہ عذرا اختلاف و تنازع و تشاجر میں ڈال دیں۔

اشتراط نص کی چوتھی دلیل کا ابطال

اقول: ہمارے علامہ مجیب نے جو اس جگہ عبارت ازالۃ تختہ سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہے کیونکہ ثبوت مدعا مجیب سے اس کو کچھ تعلق نہیں ہے بالخصوص حضرت صاحب ازالۃ النفاہار مبارک اس بحث میں تقریر فرما چکے ہیں و پیش از تشریح در تقریر بر آن نکتہ ایست مگر تریب و لاف و تقریب آن مسائل بر حروف و اموقوف است و آن نکتہ الیت کہ اودانہ

تین غنیمت کہ بموجب و لزوم آن زبان میکشایم نہ آنت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک ہونا خود مسلمانان را جمع فرماید و بیعت آن خلیفہ امر نماید البتہ اس سے صاف واضح ہے کہ وہ نص جس کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اس کی بجز بطلان کے اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ جب وقائع ائمہ کی تقریر فرمائی جس سے رضایا سخطہ خداوندی اس کے ساتھ منہم ہوتی تو وہ خلافت حقہ جس میں اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے کاموں کے درہم دبر ہم ہونے کا خوف تھا اولیٰ و احسن بالبیان ہے بہ نسبت اس خلافت کے کہ جس میں یہ اندیشہ نہ تھا بلکہ اس میں خود اختلاف واقع ہونے والا تھا اور اس اختلاف پر بھی مطلع فرمایا اور یہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور اخبار بالغیب واقع ہونی تو یہ غلط ہے کہ بجانے مطلق خلیفہ کے خلفائے ثلاثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی ذوات مقدسہ کے ساتھ وقائع عظیمہ متعلق تھی کہ جس میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے اس لئے بالخصوص ان کا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرات شیعوں کی تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کو و بیٹن کے گئے ہیں۔ سوال النفاہات جنہوں نے اول سے آخر تک کتاب ازالۃ تختہ کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعوں کی تقریر علمیہ ان کے پیش نظر ہیں معلوم کر سکتے ہیں کہ امت ہر حدث مذہب تشیع سے یا جس روز سے کہ اس مذہب کے علماء نے حجاب تقیہ کا چہرہ مذہب سے اٹھا کر طریقی کلام کو جاری کیا آج تک کسی شخص نے علماء شیعوں سے بیان معانی کتاب سنت میں با این غریب و اسلوبی کوئی تقریر دیکھی ہے اگر کوئی ہو تو عجیب لبیب ہی نام لیں۔ عدد اس کے ابتداء زمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم میں جناب ان ہی کے ہم مشرب رہے ان ہی کے موافق مسائل فرماتے رہے۔ اپنا قرآن جو تمسک اعظم و ثقل اکبر ہے پر دہ تقیہ میں ایسا چھپا یا کہ بجز ائمہ کے اس کو نہ کسی نے پڑھا نہ کسی نے دیکھا اپنے زمانہ خلافت میں بھی تقیہ کی وہی حالت رہی اور بعد اس کے تمام ائمہ کے بعد دیگرے حضرت ہی کے قدم بقدم چلے آئے اور ہمیشہ تقریر علمیہ اور مسائل دینیہ موافق ابن سنت کے بیان کرتے چلے آئے پھر اگر یہ اکابر اہل سنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنے معسرین کو دیکھئے کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں خوش چین و خوش فیوض بہشت میں تفسیر صافی کو دیکھئے کہ اس کے مصنف نے اس بارہ میں اپنے معسرین کیسے تشیع فرمائی تفسیر مجمع البیان جو نہایت معتبر تفسیر میں سے ہے ایک صفحہ اس کا آپ پڑھیں تو میرے قول کی تصدیق ہو جائے۔ اگر زیادہ تکلیف گوارا جمع سامی نہ ہو تو رتبہ

المکاتیب ہی دیکھ لیجئے کہ فاضل اجل مولوی نور الدین حسین اس بارہ میں کس درد انگیز افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں ص ۱۵۶ پر یہ عبارت مکتوب ہے۔ متاخرین بسبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر را درک نکردہ بکاسہ لیبی عامہ پر داخستہ اند و منشاء این امر غیر از قلت استعداد در فن حدیث شریف چیز ہی دیگر ملحوظ نیست جب کہ علماء اہل تشیع باعتراف خود ہمیشہ کا سہ بس اہمست رہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام اخذ دلیل کا لگاتے ہیں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے اور اپنے علماء کے حالات کو لحاظ نہیں فرماتے بے شک نمک حلائی اسی کا نام ہے لیکن جو دلیل کہ عجیب لیب نے ثبوت نص میں بیان فرمائی اور ان کے اکابر بڑے افتخار کے ساتھ ثبوت اس مدعا میں بیان فرماتے چلے آئے ہیں البتہ اس کی تردید اور اس کا جواب ضرور ہے پس واضح ہو کہ حضرات شیعہ کو بمثل مشرور

الغریق یثبت بکل حشیش۔ ڈوبتا ہر ایک گھاس پھوس پر سہارا پکڑتا ہے جب کوئی دلیل ثبوت مدعا میں ہم نہیں پہنچی تو ایسی ایسی وہابی دلیلوں سے ہی اپنا دل خوش کر لیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جیسا مدعا ہوتا ہے اس کے لئے ویسی ہی دلیلوں کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ امامت اور اس کی شرائط موقوف علیہ اور اصل اصول دین سے ہیں تو کیا ان کا ثبوت ایسی ایسی دلیلوں سے جو محض خیالی ہیں اور جن کی تائید کسی کتاب و سنت سے نہیں ہوتی بلکہ بالعکس کتاب و سنت سے ان کی تکذیب ہوتی ہے ہو سکتا ہے ہر گز نہیں قطع نظر اس سے یہ دلیل خود مستدل پر منتطب ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے کلام مجید میں جس کی محافظت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا مژدہ سنایا اور اصول دین میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جس کو حق تعالیٰ نے بیان نہ فرمایا ہو بلکہ فروعات فقہیہ عبادات و معاملات میں سے صوم و صلوة و حج و زکوٰۃ و نکاح و طلاق بیع و شرا و اعتکاف وغیرہ تک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت و رحمت کے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے کوئی مسلمان کیونکر تجویز کر سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے فروعات کو تو بایں اہتمام مکرر بیان فرما دے اور کسی ایسے اہل اصول دین اور اہم المہمات کو مکمل چھوڑے جس کے ساتھ عباد کے تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہوں اور علماء اہل کفر و تنازع و تشاجر میں ڈال دے بلکہ علاوہ فروغ دین کے متشکلیں اور پرانے قصبے بلکہ مشابہات تک فرما دے اور اصول دین کو چھپا رکھے اور نص نہ فرما دے اور تارک واجب ہو جائے بڑا بہتان غیور تعجب ہے کہ حضرت مسی اللہ علیہ وسلم کی نعت و رسالت کی کتب سے اہل تشیع

خداوند تعالیٰ نے خبر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توصاف نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَمُبَشِّرًا بِرُسُولِ يَاقِي مُنْ بَعْدِي اور خوشخبری دینے والا رسول کے جو آتے گا میرے اسمیٰ اَحْمَد۔ پیچھے نام اس کا احمد ہے۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ راشد جو انبیاء و رسل سابقہ سے افضل ہے اس کا کہیں ذکر نہیں فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان اسی پر موقوف تھا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصول دین ہی میں سے نہیں در نہ خود خداوند تعالیٰ ہی اپنے کلام میں نص فرماتا معجزا ہم کہتے ہیں کہ امر امامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل چھوڑ دیا اور عہد امت کو بایں ہمت شفقت و رافت اختلاف و تشاجر میں ڈال دیا اور یہ کچھ اسی پر منحصر نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام بنام نص فرماتے اور کہتے کہ میرے بعد فلان اور اس کے بعد فلان خلیفہ و امام ہے بلکہ ہر گاہ خداوند تعالیٰ اس ہم کامتکفل ہوا اور تمکین دین کا وعدہ فرمایا اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت دافع ہوگی وہ حق ہوگی اور منہاج نبوت پر ہوگی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تنصیب خاص فرمادیں لیکن آپ نے خلفاء اور ان کے اوصاف اور مدت خلافت کو صراحتہ اور اشارتہ بیان فرمادیا اور سب سے آخر میں بطور تمہید و تنبیہ یہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے قائم مقام امام صلوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتیمات کے وعدہ صادق خداوندی نے جبرہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ بروردے کا رآئی اور تمکین دین مرضیہ حاصل ہوئی تو اب اس سے جس کو ذرا سی بھی عقل ہے معلوم کر سکتا ہے کہ نص نہ ہونے کی صورت میں کس امر کا احتمال باقی رہا اور کون سا تنحاف و تشاجر ہے کہ جس میں امت کو ڈال دیا تنازع و تشاجر کے اندیشہ کو تو خود خداوند تعالیٰ کے بھی وعدہ صادق نے بیخ دین سے اکھاڑ دیا متھانکہ اگر بغول شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی تو باوجود اس شفقت و عطف و رافت و رحمت کے جو امت مروجہ کی حالت پر مبذول تھی تمام امت کو جس کو سالہا سال کی محنت و مشقت میں صد باطرح کی اذیتیں اٹھا کر مسلمان کیا تھا اس نص کی بدولت و رطہ خلافت میں اونہا ڈال دیا اگر یہ نص نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے کیا توحید و نبوت و معاد کا اعتراف کافی نہ تھا غرض جس قدر مفاسد کو یہ نص متضمن ہے ترک نص ہرگز نہیں بایں ہمہ نص یہ ہی ہے یوم غدیر خم فرمائی یا کوئی اور اس کا نص نہ ہونا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو تو لایے پیش کیجئے علاوہ ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہین ہجر رفت ورجعت نص فرمائی بھی سہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو تکلیف نہ دی اور اپنے واجب کو جو لطف تھا اپنے ذمہ سے نہ اتارا تو جو علوم دینی و دنیوی اس کے ساتھ وابستہ تھے وہ کیونکر حاصل ہوتے اور نیز نص سے کیا فائدہ ہوا جبکہ امام نے غائب ہو کر بادجو دیکھ تمام منافع دینی و دنیوی اس کے ساتھ وابستہ تھے سب کو خاک میں ملا دیا اور امت کو عہد اختلاف و تنازع و تشاجر میں ڈال دیا کیا کوئی شخص جس کو ذرا دین اسلام کا لحاظ ہو گا وہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ علاوہ ان سب کے ہمارے عجیب کے نزدیک اگر قریح عرق تنازع نص ہی پر منحصر تھا تو یہ بھی بدائے غلط ہے کیونکہ جو تنازع و تشاجر و تکذیب و تجاحد و بارہ نص فرق شیعہ میں ملتا اور امامیہ میں خصوصاً واقع ہو رہا ہے اس کو دیکھ کر بے اختیار آیت و کُفِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالُ زَبَانٌ پڑھ رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر واقعی نص ہوتی تو یہ اختلاف و تنازع جو نصانیوں کے بھی اختلاف و تنازع سے بدرجہا جڑ کب سے واقع نہ ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں و بس۔ اگر خوف لطمین نہ ہوتا تو اس اختلاف کو معضل بیان کرتا لیکن چونکہ مواقع و سخت و سیف مسلوں وغیرہ میں بشرح و بسہ مذکور ہے جس کا دل چاہے وہاں دیکھ لے۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور خلیفہ رابع رضی اللہ عنہم

قولہ: اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مگر بحیال اختصار عرض ہم کر کے اس قدر گزارش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع بھی خلفاء اہلسنت کے خاندانِ اشعریں سے ہیں اور ان کی مخالفت بھی مدتِ نبیؐ سے ہی واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب نے کہا تو موضع اور تبرین سے محض خلفاءِ ثلثہ کا ہی ذکر کیا ہے یہ بھی قابلِ غور ہے تمک عنترت وولات البیت کے یہ ہی معنی ہیں۔

اقول: یہ تو آپ نے اپنے ہی حق میں بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت گفتگو نہیں فرمائی کیونکہ جس قدر زیادہ گفتگو فرماتے اسی قدر آپ کی متعدد و دلچسپ بحث کی زیادہ نقلی کھنی سوس کہ کسی پر کچھ احسان نہیں باقی رہتا: صاحب پر خلیفہ رابع کے ذکر کرنے کا ارادہ یہ محض عدمِ فہم اور دوسرے ہی ہے کہ جو کج حادفت ربو کی حدیث متفقہ علیہ میں الترتیب سے اس کے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ثبات اگر مقصود سب سے تو یہ ہے کہ ثبات کے ساتھ ساتھ جو تین ائمہ ہیں

ہیں سوان کا بیان کرنا ضروریات سے ہے اگر ایسے مواقع میں خلافت رابع کا ذکر نہ کیا جاوے تو جب کہ اس کو خلافت حق تسلیم کر لیا ہے تو ہماری تمک و ولاد میں کچھ تصور واقع نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ مدعی ہیں تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیجئے وہمیات سے موقع استدلال میں کام نہیں چلتا۔ اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصود تھا کہ ان خلافتوں میں اختلاف واقع ہوتا تو جن مقامات دینی و دنیوی کو یہ خلافتیں متضمن تھیں مثل فتح روم و فارس وغیرہ ممالک اور شیوع اسلام کے وہ سب درجہ درجہ ہو جاتے کیونکہ یہ حصہ خالص خلافت ہائے ثلاثہ ہی کا ہے۔ اس لئے وہ اس بیان کے لئے مخصوص میں تو انھیں کا ذکر کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہم آپ کی روایات میں بہت زیادہ دیکھتے ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے اور باقی ائمہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ حضرات کو ائمہ باقیہ سے بغض تھا قرآن شریف میں حق تعالیٰ شانہ نے بعض مواقع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا۔ اسی طرح بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے

بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا ہم نے تقدیر بیان کر دیا
وَمِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

حالانکہ وہ بھی انبیاء تھے اور نیز کائنات تک کا ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھے گا یہ حضرت ہی کی منافع دانی ہے کہ ترک ذکر کو دلیل بغض کی قرار دیتے ہیں اور بلا دلیل خلافت و ولاد و تمک کہتے ہیں۔

امامت کے متعلق سنی شیعہ نقطہ نظر کی تفصیل

قولہ: اور نیز امامت کا اسم امامت ہوا بھی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا شہید آپ کو انکار ہے

اقول: جب کہ آپ میرے انکار میں شک و مترو ہیں تو کچھ ضرورت نہیں کہ اس کا جواب لک جاوے لیکن چونکہ یہ شک میں محض تجاہل ہے اس لئے ہم آپ کو آپ کی غلطی پر متنبہ کرتے ہیں واضح ہو کہ امامت کے مسئلہ امامت میں یہ اختلاف ہے کہ آپ ان کو اخص دینی میں سے مثل توحید و نبوت کے سمجھتے ہیں اور جو فرعون و بن ہیں سمجھتے ہیں اگر اس کے احکامات ہونے کا انکار ہے تو ان اعتبار سے کہ یہ مسلمانوں دین میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے

اس کا ہرگز اصول دین میں سے ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امامت کا اصول میں سے ہونا ثابت فرماتے تو بجائے خود متحاذر نہ صرف یہ فرمائے کہ اس عبارت سے امامت کا اہم الہامات ہونا ثابت ہے اس پر مبنی ہے کہ آپ نے محل نزاع سے تجاہل فرما رکھا ہے۔

قولہ: اور سینے اسی فصل و مقصد و مقدمہ میں بصرفہ ۲۷۲ یہ عبارت مرقوم ہے۔ دلیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل الصحابہ را از اصول خواندہ باشد و فی معرفت الصحابہ را تتبع نمودہ باشد البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حق ہر کی از اصحاب خود کہ نشست و برخاست بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داشتند نفس رانی فرمودہ است و کلمہ کہ مرآت حاصل عم او تو اند بود بر زبان شریف جاری شدہ و این قصص بیرون از شمار است ہر گاہ برای ہر کسی کمر روان ساختہ است بر کار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وزیر و مشیر او بودند و بعد وی صلی اللہ علیہ وسلم نقل اعباء خلافت نمودند چنانچہ نفس رانی فرمودہ باشد و خلافت ایشان از دو حال بیرون نیست یا نیز است یا شتر اگر نیز است بہترین جمیع ثمرات است کہ من سن سنۃ حسنۃ فی الاسلام کان لہ اجر ہا و اجر من عمل بمباین بزرگواران را مثل اجر جمیع مجاہدین و جمیع انانیکہ بسی ایشان ہمدی شدہ اند حاصل است و اگر شتر است بدترین شتر است زیرا کہ چون محمدی را بر سر زدند و امام معصوم را ترسانیدند بہ تقدیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امور جزیرہ اصحاب خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بآن متعسف شدند بیان فرماید چہ امر عظیم را اما الی الخیر و اما الی الشر بیان فرماید اگر خیر است لطف خداے تعالی و رافت حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا می نماید کہ بران خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بآن اتمام نمایند اگر شتر است لطف آئی و رافت حضرت رسالت پناہی تقاضا می نماید کہ بر شتریت آن مطلع نمایند تا مردم آن را شتر بدانند و چہ اللہ بر ایشان قائم شود اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است و نوعی از تعین خلفا است کہ فلان فلان بکلاف حقیق نیست و حقیق غیر ایشان است بالجملہ استقرار سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در تحکیم بر احوال صحابہ دلالت ظاہرہ دارد کہ خلفا را بیان فرمودہ است و تعین خلفا بوجہ ائمہ کردہ است البتہ بقدر الحاجت۔ یہ تقریر جو خلفا پر وجوب نفس کے بارہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و ضعیف ہے اور تحقیق و مدقّق کی داد دی ہے خلفا پر وجوب نفس کو خوب ظاہر کرنے سے چونکہ ہمارا مطلب اسس جگہ صرف

اس قدر ہے کہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا واجب ہے اور یہ شاہ صاحب کی اس دلیل سے بخوبی واضح ہے لہذا اس باب میں کلام کہ شارع علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کی صحت خلافت میں نص فرمائی یا بطلان خلافت میں اور اوروں کی صحت خلافت میں فضول معلوم ہوتی ہے۔

اشتراط نص کی پانچویں دلیل کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی جو ہمارے مجیب نے ازالۃ الخفاء سے نقل کی ہے ان کے مدعا سے غیر مربوط ہے۔ یہاں بھی آپ کو مدعا یاد نہ رہا حضرت آپ کا مدعا اشتراط نص کا اثبات تھا پھر براہ خدا فرما تو دیکھئے کہ اس عبارت میں اشتراط کس جگہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ انصاف کی آنکھوں پر ایسی پٹی تو نہ باندھیے۔ اول تو اس عبارت سے وجوب نص ہی ثابت نہیں کہ وجوب نص متنازعہ فیہ کے اثبات کو یہ عبارت مستغنی نہیں ہے اور جس نص کو یہ عبارت مستغنی ہے جس کو ہمارے مجیب نے اپنا مستدل قرار دیا ہے وہ متنازعہ فیہ نہیں ہے اور اگر یہ ہی قیاس وجوب نص متنازعہ فیہ میں جاری کریں اور یہ مقصود ہو کہ اسی دلیل سے وجوب نص متنازعہ فیہ ہی ثابت ہے تو غیر مسلم ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وجوب نص متنازعہ فیہ کو یہ ہی دلیل بالغت کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان وقائع و اوصاف صحابہ سب کچھ بیان فرمایا اور ہر ایک شے کی اس کے تعین سے خبر فرمادی تو اب نص متنازعہ فیہ کی کچھ حاجت نہ رہی۔ اور نیز یہ بھی یاد رکھئے گا کہ آپ کے نزدیک وجوب نص میں وجوب علی اللہ ہے جس کے اہمیت سخت منکر و مخالف میں دلیل سے اس کا اثبات بھی ملحوظ رکھئے۔ معذرا کہ وجوب نص بغرض محال ثابت بھی ہو تو اشتراط کے ثبوت کو یہ مستلزم نہیں پس ثبوت اشتراط میں اس کو پیش کرنا قلت تدبر پر مبنی ہے۔ قطع نظر اس سے یہ دلیل اتنا ہی ہے جو اثبات اصول میں کارآمد نہیں ہو سکتی لیکن جس مدعا کے اثبات کے لئے حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سو اول تو وہ اصول میں نہیں پھر جس قدر دلائل اتنا ہی و خطابی ذکر فرمائی ہیں وہ سب بطور مؤیدات کے اس دلیل کے ذیل میں واقع ہیں جو قطعی طور پر نص قرآنی سے مدعا کو ثابت کر رہی ہے لیکن وہ مدعا آپ کے مدعا سے براہ عمل بعید ہے۔ فی الواقع یہ تقریر بلکہ تمام تقریر جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت متین و ضعیف ہیں اور تحقیق حق کی داد دی ہے۔ ع۔ و الفضل ماشہدت بہ الامداد۔ لیکن آپ کو کچھ غیب نہیں چنانچہ گذارش ہو چکا۔

قولہ: بتایم اس قدر لکھنے سے باز نہیں روکتے کہ ایسی دلیل سے خلافت خلیفہ نے کی صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ان کاغیر منصوص علیہ ہونا یا واضح ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین نے تحفہ میں اس کا اقرار کر لیا ہے چنانچہ باب ہشتم تحفہ میں وہ یہ تحریر فرماتے ہیں زیر کہ خلیفہ اہل سنت از بدست منصوص اند و منصوص علیہ و در افضلیت ہم گناہش بحث بسیار است پس جب کہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا آپ کے خاتم المحدثین کے والدہ ماہ کی دلیل سے ضروری ثابت ہوا اور یہ خلیفہ اہل سنت کے ہی حسب اقرار صاحب تحفہ منصوص علیہ میں تو ان کی خلافت صحیح ماری ہے۔

اگرچہ اسے حضرات اہل انصاف ذرا ہمارے مدعی انصاف بحیب کی اس دلیل کو جو ابطال خلافت خلفائے ثلاثہ پر قائم فرمائی ہے ملاحظہ کیجئے اور اس سے آپ کے نور و فہم و عزائم علم اور مرتبہ اجتہاد و انصاف کا اندازہ فرمائیے اور دیکھئے حضرت کو کیسے کیسے پوچ و پوچشبات سدا رہتی ہو رہے ہیں باین ہر دعویٰ یہ ہے کہ تم نے حق ایستین کا مرتبہ تحقیق مسائل میں حاصل کر لیا ہے اس دعویٰ کو دیکھئے اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمائیے۔ زمین و آسمان کے فرق سے زیادہ فرق پائیے گا۔ اگرچہ اس لغو دلیل کے ابطال کی اور اس میں تیض اوقات کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ ہمارے بحیب سب سے بڑے نامزد افتخار سے بیان فرمائی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ مختصر اس کے بطلان پر متنبہ کیا جاوے پس واضح ہو کہ اول تو آپ نے یہ صلی کیا ہے کہ آپ نے جو وجوب اللہ و اللہ سے مستنبط کیا ہے اس کو مستطرد اور موقوف علیہ حجت خلافت ٹھہرایا۔ حالانکہ اگر بارش و درہب نسیم بھی کر لیا جاوے تو مستطرد و مستطرد اطمینان و تسہی جری و تنطای ہوئی کہ جو وجوب نفس حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے بھی فقہات سب تحفہ کے اعتراف عدد و منصوبیت خلفاء کو اسی نفس پر موقوف فرمایا جس کا وجوب بابت اللہ و اللہ سے کہا تھا۔ حالانکہ یہ ایسی نفسی سے جس سے اولیٰ طلبہ بھی مستطرد و تنطای ہوئے تھے کہ اس کے سمجھنے کا تصور اور بھی سینو ہو و ہو جان بھر سکتا ہے کہ سب نامزد افتخار اس کے اسی نفس میں رہتے ہیں یہ حق و عدل فیست یا کوئی اور ہے یا کہ یہ نفس

مقتضیٰ فیہ تو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ عبارت جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں بدلات مطالبی اس پر دال ہے وہ فرماتے وَاَنْ نَّكْفِكَ الْاَنْتَ کہ مراد انا ایتعین خلیفہ کہ بوجوب دلزدہ آن لب می کشاؤم اَنْتَ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک ہوناف خود مسلمانان راجع فرماید و بر بحیث اَنْ خلیفہ امر نماید با فعلی از افعال مفہمہ استخلاف درین حالت بعل آرد چنانچہ الحال بر تحت نشانند و حق بر سر بنادن مفہم استخلاف می باشد اور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوبیت سے کون سی عدم منصوبیت مراد رکھی ہے ظاہر ہے کہ وہ ہی عدم منصوبیت مراد رکھی ہے جو متنازع فیہ میں الفریقین ہے اور وہ منصوبیت جن کا وجوب صاحب الزامۃ الخیار نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اس کا ہرگز انکار نہیں جس کا صاحب تحفہ کو انکار ہے وہ اس سے بالکل جدا ہے پس یہ ہمارے محیب کی فارسی دانی اور خوش فہمی ہے کہ دونوں کو ایک سمجھ گئے۔ پھر ان باتوں پر کیا کچھ دعویٰ انصاف ہے۔ ہاں اگر آپ انصاف سے اپنے میاں کی روایات و عبارات کو ملاحظہ فرمائیں تو معلوم کر لیں کہ ان سے عدم اشتراط نص ثابت ہوتا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں صرف منج البلاغۃ کی شرح ابن عثیم کو ملاحظہ فرمایا لیجئے۔

۱) الميثاق المأزمه من بيعة أبي بكر
بعد القاء عباى فاذا ميثاق القوم
قد لمعنى فلم يكن مخالفة بعده
اس عبارت کو بخور دیکھئے اور فرمائیے کہ خلافت صدیقی آپ کے نزدیک بہر حال غیر منصوص
ہے تو پھر خلافت غیر منصوصہ کا ميثاق لازم کیونکر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اشتراط نفس بائیں بلکہ
یہ ہی دلیل بطلان اشتراط عصمت و افضلیت کو بھی ثابت ہے اور اس دلیل سے نعمت
خلافت صدیقی مثل روز روشن ثابت ہے۔ اس نغمہ میں جس کی ابتداء یہ ہے ومن خطبة
لأبي بصير روايت نص فرماتے ہیں۔

الائمة من قرينى۔ امام قریش میں سے ہیں

[illegible]

اما بعد فقد اتتني منك موعظة اس کی شرح میں علامہ ابن شیم نے جو خط جناب امیر کا نقل کیا ہے۔

و كنت امراً من المهاجرين میں بھی ایک شخص مہاجرین سے ہوں وارد ہوا میں اور دت کما اور دو اور صادر ت کما جس طرح وہ وارد ہوئے اور لوٹا جس طرح وہ لوٹے اور اصدار و اما کان الله ليجمعهم على الشان کو گمراہی پر اکٹھا نہ کرے گا اور ان کو حق الضلال و ليضربهم بعضی سے نابینا نہ بنائے گا۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جب مہاجرین کا اجماع خطا نہیں ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۴) اسی خطبہ میں اس کے بعد ہی مذکور ہے۔

واما ما ميزت بين اهل الشام و اهل البصرة و بينك و بين حلحة و الزبير فلم يروا ما اوصرفي ذلك الا واحد لا يبايعه و احده الا قوله لا يبايعه۔ لیکن تو نے جو کچھ اہل شام اور اہل بصرہ میں اور اپنے میں اور طحہ و زبیر میں فرق بیان کیا پس اپنی حیات کی قسم صرف یہ ایک ہی ام ہے کیونکہ ایک بیعت ہے۔

اس عبارت کو بنظر مامل دیکھا جائے معلوم ہو گا کہ کس صراحت سے اشتراط نص کو باطل کر رہی ہے اور اگر اطراف و جوانب کا مد کو ملحوظ خاطر رکھنے کا تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ دلیل من باب مجازات انحصار نہیں ہے (۵) یہ امر مثل بدیہی اولی کے ہے کہ اگر خداوند خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اس طرح نص فرماتے جس میں کوئی خنثا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہ امر اصول دین سے تھا اور جب اس میں نزاع ہونے والا تھا تو ضرور تھا کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں اس کی نسبت تخصیص فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بغیر وحی متلو کے نازل ہو کر ورد زبان اکابر و اصاغر امت ہوتا کہ اور اس میں ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا کہ پھر کسی کو اس میں مجال تردد و انکار باقی نہ رہتی۔ اور اگر بالفرض تخصیص مستفیض کی صورت میں اور لوگ اس میں مخالفت ہوتے تو شیعہ خصوصاً امامیہ کی تو باہم کچھ اختلاف واقع نہ ہوتا لیکن جب ان کے بھی باہم تکاذب و تجاحد پایا جاتا ہے تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ محض بنائی ہوئی باتیں ہیں نص امر عموم کسی کے واسطے نہیں ہوتی پس نص یہ ہے کہ جو منہج البدلت میں باین الفاظ مروی ہے الامم من تشریش اور نص وہ ہے جو آیات و روایہ اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے ان محمد بن حنفیہ اور امام جہاد کا باہم نزاع

اور حجر اسود کا حکم بنا ناصاف دلیل ہے کہ امامت منصوبہ نہیں ورنہ کیا محمد بن حنفیہ پر بھی مخفی ہوتا جو جناب امیر کا مثل بازو کے تھا اور اگر محمد بن حنفیہ کو معلوم تھا تو نہایت مستبعد ہے کہ نص خداوندی و رسالت پناہی میں توچوں و چرا فرمائی اور حجر اسود کے فیصلہ کو منظور کر لیا حجر اسود کے فیصلہ کی نسبت اتنا اور بھی یاد رکھئے گا کہ اس میں بھی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حجر اسود نے امام سجاد کی امامت کی تصدیق کی اور بعض کہتے ہیں کہ امامت محمد بن حنفیہ کی شہادت دی۔ علاوہ ان کے اور بہت دلائل ہیں جو عجلت وقت ان کے نقل کی فرصت نہیں دیتا اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

قولہ: نص کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل سنئے اسی منصف و فصل و مقدمہ میں صفحہ ۲۴۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔ دلیل ثالثہ ہر کفر منافی راتبع مؤدہ باشند البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر گاہ برای غزوہ از مدینہ مشرفہ سفر میفرمودند شخصی را خاکہ مدینہ می نمودند امر مسلمین را گاہی مہمل لنگہ داشتند پس چون کوس رحلت از دنیا نواختند و غیبت کبریٰ پیش آمد آن سیرت مرضیہ خود را چرامرعات نظر مابین اگر تامل کنی در رافقت تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنزد و مہم گذارداشتن امت بغیر لست محال دانی و اگر اصلاح عالم کہ سبب بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است پیش نظر دلموی شاغز گذارداشتن جنی و آدم بعد سعی بلیغ در تربیت و اصلاح آئینا تماہفات و مناقض انگاری و اگر سیرت علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکم و وقفات و تفویض ہر امری مستحق آن نظر برگماری بغیر استخفاف پر رد کردن دنیا مستحکم و مستبعد شمار سی استقامت اکثر افراد و احوال و حکم کردن بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی از اول خطابیہ است کرد معرفت احکام بان گفتا میتوان کرد و قسطن نصب ثواب بعد برآمدن در غزوات از آن واضح تر است کہ بنقل شمر از ان احتیاج افتد انتہی۔ یہ دلیل بھی نہایت ہی متین و لطیف ہے اگر اہل حق متقاہ اہلسنت یہ دلیل بیان کرتے تو حضرات سنیہ کیا یہ کچھ نہ کہتے اور حماقت و عقل کے سنجاف سے فریب کرتے عقل و نقل کے خلاف فرماتے مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہ دلیل بیان فرمائی ہے اب مجال نہیں کہ اس کی جرح و قدح میں چوں بھی کر سکیں۔

اشتراط نص کی چھٹی دلیل کا ابطال

اقول: اس ضعیف اور واجبی استدلال پر چار سے عجیب سبب کا یہ ناز و افنی و رجوش و

خودش قابل تماشا ہے اسے حضرت میر صاحب جناب کو اس کی بھی کچھ خبر ہے کہ وہ مدعا جس پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دلیل کو اپنا مسئلہ قرار دیا ہے کچھ اور ہے اور وہ مدعا جس پر آپ اس دلیل کو کھینچا تالی کر کے گھیسٹے ہیں کچھ اور ہے باجمہر دودھوؤں کے تئیں و تباہی ہے گستاخی معاف پھر اگر اہل سنت حماقت و سخافت عقل کی طرف آپ کو منسوب نہ کریں اور تحقیق و تجسس نہ کریں تو اودھ کی کریں کیونکہ حماقت کے کام پر کچھ تحقیق بجا نہیں ہے اور تفسیر حضرت شاہ صاحب کے دعویٰ کا آپ کے دعویٰ سے ایسا برہمی ہے کہ محتاج بیان نہیں اور ماقبل میں ہم کسی قدر بیان بھی کر آئے ہیں اب بھی اگر شک ہے تو کسی فارسی خوان سے دریافت کر لیجئے گا عبارت ازالۃ الخفاء کی پڑھ کر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو تبادوے گا اور اس دلیل کا آپ کے مدعا میں جاری نہ ہونا یہ بھی ایسا ہی برہمی ہے چنانچہ اس پر کسی قدر آپ بھی متنبہ ہوئے اور آئندہ عبارت میں بزم خود اس اعتراض کے رفع کرنے میں تیار علم اصول و معقول کو خرچ کر ڈالا چنانچہ اس کی کیفیت جو اسی قول کی شرح میں آپ پر اور ناظرین پر واضح کریں گے چونکہ یہ دلیل متین اور حصیف حسب اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدعا کو پوری پوری مفید و مثبت ہے اور کچھ گجاش چون و چرا کی نہیں ہے اس لئے مذکور کو کچھ تامل ہے نہ آپ ہی کچھ چون کر سکتے ہیں لیکن آپ کے مدعا کو جو شاہ صاحب کے مدعا کے مقابل ہے ہرگز مثبت نہیں اس لئے بحول اللہ وقوت اس کی نسبت بہت کچھ تغلیط کر سکتے ہیں اور سب کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن جناب کا یہ خیال کہ یہ دلیل چونکہ شاہ صاحب نے بیان فرمائی اس لئے اس میں چون و چرا نہیں کر سکتے محض غلو ہے منشاں کا یہ زہر مسنت کی کتابوں کو بغور ملاحظہ نہیں فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول و حج کی تعویث اور ضعیف کی تغلیط و زنیف کرتے رہتے ہیں اگر آپ ازالۃ الخفاء کو ہی دیکھیں گے تو اس دعویٰ کا ثبوت پاتیں گے تو نہ اگر شاہ صاحب کی پچھلی کلام اس دلیل میں استغراق کی حرف راجع ہے لیکن شروع و درمیان کے دلائل کرتی ہے کہ یہ دلیل قیاس بالاولویت پر کہ بالاتفاق مستتر ہے اور عقل بھی اس کے مستند ہے ہرگز حجت کرتی ہے راجع ہے

شیعہ کی متنی دامنیں لیکن ضد و اصرار

قرآن یہی قول ہے کہ جس میں ہمارے نجیب لمیب نے اپنا علم اصول خرچ فرمایا اور یہ مسخرات و بدو دفع و ضل مسخر اگر فرمائیں لیکن مشہور مجتہد جمعی دور است مطلب

کو پہنچا تو درکنار ایسی غلطیوں میں غلطاں و پیچاں ہوئے کہ جو حضرت کے دعویٰ فضل و کمال و علم و اجتہاد کی نقیض پر واضح دلائل ہیں پس واضح ہو کہ ہمارے فاضل مجیب نے اس دلیل کو تکیا اس بالاولویت قرار دیا اور یہ فاش خطا ہے کیونکہ قیاس بالاولویت اگر تسلیم کر لیں کہ قیاس ہے اس جگہ ہرگز جاری نہیں ہو سکتا اس کی مثال و لا تغل لہما ف سے اثبات حرمت ضرب و شتم ہے جو بالاولیٰ حرمت تانیف سے مضموم ہوتی ہے اس جگہ اصل میں حرمت کا حکم مضموم ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے بنص متلو حرمت تانیف بیان فرمائی تو چونکہ اصل میں یہ حکم قطعی تھا اور فرع میں بالاولویت ثابت ہوا تو قطعی ہوا بخلاف سخن فیه کے کہ اس میں نہ اصل اصل ہے نہ فرع فرع نہ اصل میں حکم وجوب بنص قطعی ثابت ہے بلکہ نفس وجوب ہی ثابت نہیں پس جس کو فرع قرار دے رکھا ہے اس میں کیونکہ وہ حکم بطور وجوب قطعی کے ثابت ہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ احوال و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات و غیرہ میں پائی جاتی تھیں اس امر پر دل میں کہ آپ نے جب کبھی سفر فرمایا تو کسی کو مدینہ پر غلیظہ و حاکم مقرر فرمایا اب اس کو بزم غور و ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے قیاس بالاولویت کی اگر اصل ہے تو یہ ہی سفر غزوات و غیرہ ہے پس اس کی اصانت کو دیکھئے اور یہ دیکھئے کہ اس میں حکم کون سا ہے اور وجوب اس کا کس دلیل سے ثابت ہے اور علت اس حکم کی کیا ہے اور جب کہ اصل کی یہ کیفیت سے تو فرع کی کیا حالت ہوگی پس اس کا قیاس بالاولویت کتنا صریح غلطی ہے علاوہ انہیں لفظ لیکن کے ساتھ جملہ سائل کا استہراک فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ شاہ صاحب کے آخر کلام استغراق کی حرف راجع ہے اگر اس استہراک سے یہ غرض ہے کہ ہر گاہ شروع کلام اس دلیل کے قیاس بالاولویت ہونے پر دلالت کرتی ہے تو راجع الی الاستغراق ہونے کا اعتبار نہ رہا تو یہ صریح غلط ہے کیونکہ آخر کلام اول کلام کے لئے مفید ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالاولویت ہونا باطل ہونا رجوع الی الاستغراق معنیہا جب کہ درمیان واقعہ و استغراق احوال پر ہی ہے تو اس کو کوئی کیونکر رفع کر سکتا ہے اور اگر غرض یہ ہے کہ قیاس بالاولویت جو شروع کلام سے مضموم ہوتا ہے وہ اس دلیل میں بجائے خود معتبر ہے اور رجوع الی الاستغراق جو پچھلے کلام سے مضموم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم و مضاد نہیں تو اس سے بھی زیادہ بدیں غلطی ہے کیونکہ یہ ایک دلیل ہے جو اعتبار قیاس بالاولویت اس دلیل کے قطعی ہونے کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستغراق اس کی غلیظہ کو مستغنی سے تو ایک ہی دلیل قطعی بھی ہوئی اور قطعی بھی معنیہا اتنا تو آپ بھی جانتے

ہوں گے کہ قطعی اور غیر قطعی سے مرکب قطعی نہیں ہو سکتا پھر معلوم نہیں کہ اس استدراک نے آپ کو کیا فائدہ دیا اور بغرض حال اگر قیاس بالادولیت ثابت بھی ہو تو آپ کو کیا مفید ہے اس کے بعد اس قدر اور گزارش ہے کہ یہ بھی واضح رائے عالی رہی کہ قیاس بالادولیت کو قیاس کنا صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہے ورنہ آپ کے یہاں محقق وغیرہ نے اس کے قیاس ہونے سے انکار کیا ہے۔ معاملہ الاصول بحث قیاس میں مذکور ہے۔

ذهب العذمة في التهذيب وكثير
من العامة الى ان تعدية الحكم في
تحرير التائيف الى انواع الاذى
الزائد عنه من باب التياس و
سموه بالتياس الجلي واكثر ذلك المحقق
وجمع من الناس.

علامہ طوسی تہذیب میں اور بہت لوگ عام میں سے
اس طرف گئے ہیں کہ اس حکم کا تعدیہ جو حسرت
تائیف میں ہے انواع کی حکمت کی طرف جو تائیف
سے زائد ہیں باب قیاس سے ہے اور اس کا
قیاس جلی نام رکھا ہے اور محقق اور ایک جامع
نے اس کا انکار کیا ہے۔

اور جو لوگ کہ اس کے قیاس ہونے کے منکر ہیں وہ اس کو مفہوم الموافقة اور فحوی الخطاب
وغیرہ اسماء سے مسمی کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ بجز نصوص کے دوسری
جگہ جاری نہیں ہو سکتا پھر معلوم نہیں ہمارے فاضل مجیب باین ہمہ علم و فضل ایسے کیوں ہو سکے
کہ اپنے اصول و فروع کی بھی خبر نہ رہی۔ ہم نے مانا کہ حضرت کا قیاس بالادولیت عقلاً معتبر ہے
لیکن کہاں معتبر ہے جس جگہ جاری ہو اسی جگہ معتبر ہے یا جس جگہ جاری نہ ہو وہاں بھی اس کو
معتبر سمجھنے کا اگر وہاں بھی معتبر ہے تو بجز اس کے کہ اس کے اعتبار کرنے والی صرف ہمارے
فاضل مجیب ہی کی عقل ہو اور کسی فرد بشر کی نہ ہوگی۔ واللہ یصلی من یشاء
الی من یشاء مستقیماً۔

قولہ: اور سینے پھر سی تعفر میں فرماتے ہیں۔ دلیل رابع اگر شریعتی راہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم برستی دفع مناسد عامہ و اصلاح جہانیان بجا آوردہ و بجزم عبرت تتبع کنی شک نہ ارمی
در آئند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن مقربات کہ افراد بنی آدم را از حسیں بسیمیت با وج ملکیت
رسا ملبیان فرمودہ بعد از آن ہر چہ حاجت بآن ماس ست از کوب میشت و مکاسب و
معاملات و تہ بہ تہ منازل و سیاست برن ہمد را مشروح ساختہ و ہر بابیستی کہ در آنجا بود از آن
منہ و نہ ہر نمود و نہ ہر گزشتہ و تحقیقات و نہ ذریعہ مناسد و درجی اثر را بوجہ تہمین گردانیدہ

و ہر چیز بی بیان کردہ ارکان و مشروط و ادب منصل ساختہ مثل این حکیم دانا و شفق مہربان عقل تجویز میکند
کہ امت خود را در عین مملکت بسیار و تند بہر غلاص ایشان نفرماید در غزوہ آشوب کہ متوجہ شام شود و آثار
قوة غضبہ را وسیلہ کند و ایشان را تخیل نماید و نامر بکسری نوید کہ آتش غیرت بسبب آن بدماغ او
رسد و وی از کمال رعونت خود قاصدی پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد امانت کند
و یقینان مانند مسلمان کذاب و اسود غنی از زمین عرب برخاستہ باشند و مردم ضعیف الاسلام در پے
ترویج کفر افتادہ باشند و سور قرآن مانند عصافیر در دست مردم پراگندہ باشند بجزکہ این حکیم دانا و
رافت این مشفق مہربان مناسبت دارد کہ تدبیر اصلاح عالم ناکردہ امت خود را زیر لیس خلیفہ کبریرہ
از عالم گذرد۔ سوال اگر کوئی ہمہ احکام در شرع مبین نشدہ است بلکہ بسیاری از احکام بقیاس
مجتہدین حوالہ گذار شدہ اند نصب خلیفہ ہم از احکام غیر مبینہ باش گویا جواب گویم چیزی کہ در زمان آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم واقع بود خبر آن بآن حضرت رسیدہ لابد اصلاح آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرمودہ است اگر غیر است تقریر فرمودہ و اگر شر است منع فرمودہ و الا تقریر بر معصیت لازم آید و
آن محالست و مصادم عصمت و چیزیکہ قریب الوجود و قریب الحصول بود آن را بیان فرمود ارمی
آنچہ بعید الوقوع است آثار شبہات بآن نکرد و آن عین رحمت است احکامیکہ بقیاس مجتہدین
حوالہ کردہ اند و آن واقع بعید الوقوع است نہ قریب الوقوع و واقعہ کہ تقریر آن کردیم قریب الوقوع
است پیش پا افتادہ کہ ہر عاقلی وقوع آن را عند بعد غیہ میدانہ شتان بین القلیلتین بازہ
قیاس مجتہدین آراء او را کہ در کہ عقل بہ تحقیق آن مشتغل باشد نہ آنچہ تعبدی محض باشد و تعیین غلیفہ کہ
در زمان آئندہ تغیر و تبدل نکند و سعی او مفید مطالب مقصودہ باشد امری موکل بہر زمان سان
غیب کہ عقل را مدخل نتوان بود انہی غور فرمایند کہ اس دلیل کا ہر حرف ہمارے مدعا کو کیا ثابت
کرتا ہے اور وہ چاروں اصول اتحاد بیعت خصوصاً اصل اول کہ حضرت شاہ صاحب نے اس
کتاب سے شروع میں کہی ہیں کیسی بیاد منثور را ہو گئی بخوف طوالت زیادہ نہیں لکھ سکے۔

اشتراط نص کی ساتویں دلیل کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے ہمارے فاضل مجیب کے مدعا سے براہ صلیع
ہے کیونکہ اولاً یہ دلیل بھی دلائل خطابیر میں سے ہے اور ظنی ہے تو اس مدعا کو جو اصل اصول
دین میں ہے ہرگز مثبت نہ ہوگی ثانیاً جو نص کہ اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہے یا اس نص

پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یا اس نص پر حمل کیجئے گا جو ہمارے فاضل
 مجیب کا مقصود بالاثبات ہے اگر فیض محال وہی نص مراد ہو جس کے اثبات کے مجیب درپے
 ہیں تاہم مانع کو گنجائش ہے کہ وہ اس استدلال کو منع کرے اور وہ یہ کہ محمل ہے کہ وہ نص
 مراد ہو کہ جو مدعا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال لعل
 الاستدلال تلویہ استدلال جب تک کہ رفع احتمال نہ کیا جاوے باطل ہوگا اور اس احتمال کا رفع
 ہونا محال ہے اور ظاہر ہے کہ اگر اس نص کو اس پر محمول کیا جاوے جو شاہ صاحب کا مدعا ہے
 اور بروئے عقل و نقل اس پر محمول ہے تو اس صورت میں اس دلیل سے ہمارے مجیب کے
 مدعا کی ثبوت کی کوئی سبیل نہیں باقی رہا یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اس دلیل سے چاروں اصول
 افتاد بیعت کے خصوصاً اصل اول مبالغہ منثور ہوگئی سو یہ ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی ہے
 منشاء اس کا یہ ہے کہ اول نص سے وہ نص سمجھ جو اپنا مدعا تھا بعد اس کے یہ سمجھ کر یہ نص الغنا
 کے لئے کافی تھی حالانکہ یہ ہر دو مفسر غلطی سے نص سے وہ نص مراد ہے جو مجیب نے سمجھ رکھی
 ہے اور یہ نص الغنا کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ نص محض کاشف وقائع اور ثبوت استحقاق ہے
 پس بطلان اصول کا دعویٰ محض غلط فہمی سے ناشی ہے اور بنا بر مفسر علی المفسر۔

قولہ: پھر صفحہ ۴۷، ۴۸ میں فرماتے ہیں دلیل خامس غلبہ بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم منظوری بود کہما قال عز من قائل هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَ
 دِيْنٍ نَّحْيِيْ لِّلْطَّيِّبِيْنَ لَعَنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَ الْكَافِرُوْنَ وَ كَمَا رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ
 صلی اللہ علیہ وسلم بالتواتر انه بشر بفتح فارس والروم فی اَوَّلِ حَبْسِهِ بِمَكَّةَ وَ فِی
 اَوَّلِ قَدْوَمِهِ بِالْمَدِيْنَةِ وَعَنْدَ وَفَاتِهِ۔ و اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عب و بان
 فریضہ مختومہ کنگنہ ادای ماوجب نکر وہ باشند حاشا من ذلک زیرا کہ فتوح فارس و روم از آن
 قبیل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد میسر شود و مطلقاً یہاں خلیفہ اسی خلیفہ کان کنایت میکند
 زیرا کہ برای امر قوت بہ نفسی مساعد نیست مستحق تا بغیر مستحق مشتبہ است و قریب اختیار برای کسی
 ندون کہ بری آن موفق باشد و آن امر بروی میسر گردد از علوم امتیان بیرون است و مقدمہ الوجب
 واجتہ و فتنہ رد مت معلوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود کہ پیدا شدنی است بمنزول یا یٰٰہَا الَّذِیْنَ
 اٰمَنُوْا مَن يُّرِيْتْ لَدُنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ۔ و اوائل این فتنہ در زمان نشریت ظهور کرد کہ مسلمان
 کذاب و سوداگری سر برداشتنہ و بالتقطع معلوم بود کہ آن غلبیان و مدعان اگر دست یابند دست

اسلام را بر ہم زنند و مسلمانان استاصل سازند دفع این فتنہ سوا ہی نصب خلیفہ راشد ممکن
 نیست و نہ بر خلیفہ باشد بلکہ شخصی عزیز القدر می کہ بتدبیر عجیب برای این امر عظیم تعین فرماید
 و دفع ضرر واجب است و حقیقت حوالین عَلٰی کُلِّ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ وَفَّ رَحْمَتُہٗ بَیْرَ تَقْرِیْبِ
 بَیْرَ تَعْبِیْدِ از نشر متحقق نمی شود قال اللہ تعالیٰ اِذْ قَالُوْا الْيَحْيٰی لَهَا الْبَحْثُ لَنَا مَلٰٓئِكَةٌ مُّسٰٓئِلٌ فِیْ
 سَبۡۤیْلِ اللّٰہِ اگر دین آیت فہم خود را کار فرما شوی بدانی کہ مقابلہ با کفار ابدان و دغا بغیر نصب خلیفہ
 امکان نیست و ہر خلیفہ بآن قائم نمی تواند شد بل واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقل عامہ خارج
 است بیغما مری باید کہ از تلقی غلب تعین آن فرماید و فتنہ اختلاف ظاہر بنیان در تعین خلافت
 فرو نشاندہ و انتشار شغب قریح کند گان بعضی معاتب عرفیہ و مثالب رمیہ بآب زلال معارف
 حقہ اطفا نماید و اگر تاریخ ملوک را بخوانی البتہ بدانی کہ در مثل این حالات مضطرب شدہ اند نصب با نشان
 عزیز الوجود و در تعین آن بادشاہ گاہی بذیل بنو متسک میشدہ و گاہی برویا و استخارہ و گاہی
 بقرط حکمی کہ بر کمانت ادغام داشتند و جزییات این قصص از حد شمار بیرون است
 و اگر یاد نداری مگر فصد رانی زدن زلال وستان بعد قتل نو ذر گفتن او بیت۔

فرسید بہر پہلوی تاج و تخت بسایہ کی شاہ و فرخندہ و بخت
 کہ باشد ہر و فتنہ ایزدی بستاہ ز گفتار او بخسروی
 دور آخر کار برز و طما سب اتفاق نمودن و قصر ضعف سلطنت کاوس در وقت پیری او
 و خواب دیدن گودرز کہ اصلاح سلطنت فارس بخلافت کینہ و خواہ بود و گویا فرستادن برای
 آوردن کینہ و از اقصای توران این نیز کنایت میکند انہی اقول: اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ان نصیحت
 کلموں اور ان عمدہ عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے مگر الحمد للہ کہ یہ ہی تقریریں
 ہمارا مدعا ثابت اور آپ کا مطلب باطل کرتے ہیں کیونکہ جب ان دلیلوں سے خلیفہ پر نص کا
 وجوب ثابت ہو گیا تو ہمارا مطلب بکمال وضوح حاصل اور اس باب میں آپ کے تمام شبہ و
 باطل ہو گئے۔

اشتراط نص کی آٹھویں دلیل کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی مثل دلائل گذشتہ کے ہرگز آپ کے مثبت مدعا نہیں ہے اور اگرچہ
 آپ اس دلیل کی تخریث فرماتے ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مراد اعتقاد کرتے ہیں

لیکن فی الحقیقت اگر آپ نعر غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو واضح معلوم ہو جائے گا کہ یہ دلیل آپ کے ذہن مطالب کے لئے صاعقہ آتش بار ہے کہ جس نے اصول مطالب کا بیج دین سے استیصال کر دیا۔ قطع نظر مفاسد استدلالات سابقہ کے جو یہاں بھی لازم آتی ہیں۔ اس اجمال کی شرح ذرا گوش انصاف و ہوش سے سنیے واضح ہو کہ مختصر خلاصہ مطالب کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا جمیع ادیان پر غالب کرنا مقصود تھا چنانچہ لفظ علی الدین کلہ ارشاد ہوا اور نیز وعدہ تھا کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیں گے اور خوف کو زائل کر دیں گے اور اس کی جگہ امن تام عطا فرمائیں گے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور یہ امور حجاب اقرۃ سے منصبہ فعلیت پر جلوہ گر نہ ہوئے کیونکہ خود دو سلاطین عظیم پہلو بہ پہلو تھے وہ اس وقت تک اس قوت و شوکت پر تھے کہ جن کو ہر طرح غلبہ تھا اور ان سے مامون ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے تھے تو لامحالہ ایسے شخص کی ضرورت ہوتی جو نبی کے قائم مقام ہو اور اس کا فعل بمنزل فعل رسول ہو اور مرد خداوند تعالیٰ کے قصور کا جواز بنی ہو و دو سلاطین پائمال ہوں مرتین نے جو اس وقت سر اٹھایا تھا ان کی سر کو بی فساد دی اور نافرمانی معانیدین کو اب تدبیر حسد سے فرو کرے اور جس قدر امور داخلی و خارجی میں تشتت ہو اس کو منظم فرما دے اور ایسے شخص کا دریافت ہونا عقول عامہ سے خارج ہے تو اس لئے ضرور ہے کہ ایسے عزیز الوجود کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرما دے کہ جس کے ہاتھ پر یہ مہمات سر انجام ہوں اب ہم اس کے بعد اس دلیل کے مطالب کو آپ کے ائمہ کے حالات سے مطابقت کر کے دیکھتے ہیں تو مکمل روز روشن صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے ہاتھوں نہ دم فتح ہوا نہ فارس فتح ہوا نہ مرتین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غالب رہا نہ دیون کی تمکین ہوئی نہ خوف زائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ بغلات اس کے ہمیشہ مخالف و دشمنی وغیرہ مامون رہے دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار و منافقین کے خوف سے ہمیشہ جھوٹ بولتے رہے اور غلط مسائل امت کو تبدیل نہ رہے ثقل اعظم آج تک تیرہ سو برس گزر گئے ہی محرف اور غلط امت میں مروج رہا کبھی اس کو نہ سنبھالا ثقل اعظم کے ساتھ کیا کچھ سلوک ہوئے اور کچھ اس کا چارہ نہ ہو سکا بلکہ خلعت خلافت حشر اپنے بدن سے جدا کر کے ایک ایسے غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن چھیلے کہ جن کی نظیر شاید عالم میں نہ ہو سیکر کیا ایسے ہی اشخاص غیب سے انعام مہمات کے لئے متعین ہوتی ہیں اور ایسے ہی حضرت معاذ اللہ بقول

آپ کے جو انحطاط دولت دین کے جارح ہوتی سبب غلبہ دین کے ہو سکتے ہیں سبھا تک ہذاستان عظیم ہم کہاں تک عرض کریں درخانہ اگر کس است یک حرف بس انت پس اگر بغرض محال اس دلیل کے بموجب نص مدعا ثابت ہو جاوے تو اس کا مصداق کون سے ائمہ کو قرار دیکھے گا اور ثبوت اشترط لاض محال ہے وجوہات گذشتہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قولہ: اگرچہ کسی قدر طول ہو گیا مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور من لہجہ پھر افضلیت کے دلائل گوش توجہ سے انصاف فرمائیے انصاف کرنا آپ کا کام ہے عبارت مسطورہ کے متصل ہی فرماتے ہیں۔ واینا دقیقہ الیست اگر فہم کنی اکثر مخططات آسان شود سنہ اللہ جاری است برآن کہ چون اکثر خلق بشری در مانند مدبر السموات والارض الہامی بالقریبی می فرستد تا اصلاح عالم بآن تدبیر و رفع شدت صورت گیرد بحث رسل و نصب مجددین برہر مائتہ و چیز ہائے بسیار متفرع برہمین اصل است سری کہ ببحث آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر در آفاق تقاضا کردہ است۔ کما جانی الحدیث التدرسی ان اللہ مقترع بہو و عجمہو الہ بقایا من اهل الکتاب وانی اردت ان ابلیک بہو و ان اقبلہو بک الحدیث بہان سر چون آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنی بعالم اعلیٰ انتقال فرمود و منہوز غور دین حق چنانکہ می بایست نشدہ و اسباب اختلال دین حق ہم سیدہ بار و گرد برقع از روستے خود کشاد و تعین غلیظہ ثم غلیظہ نمود تا آنکہ مراد حق تمام شد و موعودہ و منجز گشت و چنانکہ معرفت شخصی کہ متحمل اعباء نبوت میشود از علوم بشر خارج است و لہذا جا بلان گفتند لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریبین غلیظہ و ہیمان معرفت شخصی کہ اعباء خلافت حمل نماید و آن مراد حق بکمال رساندہ مقدمہ بشر نیست این ہمہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کا با میکند و لابد است کہ پینا مبر بان شخص معین ارشاد فرماید انتہی بقدر الحاجت۔ یہ کلام بلاغت نظام اہل حق کے مطلب کو نہایت ہی صراحت سے ثابت کرتی ہے اور طالب حق کو ہدایت کی منزل پر پہنچاتی ہے کیونکہ اس سے بذریعہ وحی ریزوانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوبہ عید ہونا ہر ادنی و اعلیٰ پر بالوجوب ثابت ہے اور یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقدمہ ورنہیں کہ متحمل اعتبار خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکے۔

اشتراط نص کی نویں دلیل کا ابطال

اقول: اس کلام بلاغت نظام کی نسبت جس قدر تعریف و توصیف و مدح و ثنا فرمائی بجا و درست ہے وہ اسی کے قابل ہے لیکن میں اس تعریف کی نسبت وہ اور کہتا ہوں جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا تھا۔ کلمہ حق ارید مبہا بطل اگرچہ دلائل سابقہ کے جوابات میں آپ کے تمام استدلالات کا بخوبی ابطال ہو چکا ہے لیکن یہاں بھی اس قدر گذارش ضرور ہے کہ یہ تو آپ فرماتے ہیں کہ اس سے بذریعہ وحی یزدانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی التام ہے اور اس دلیل سے وجوب علی التام عدم ثبوت اجلی بہرہیات سے بھی زیادہ واضح ہے بلکہ وجوب علی التام کا بطلان جابجا قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے۔ منہذا اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر لعنت رسل و استخلاف ائمہ واجب ہے تو اس کی علت غائی یہ ہے کہ عالم کی اصلاح ہو اور وہ شدت کہ جس میں لوگ مبتلا ہوں رفع ہو جائے تو اصلاح عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالیٰ پر واجب ہوئی تو پھر وقوع فساد بجز اس کے کیونکر ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ تبارک و واجب ہو تو وجوب وقوع فساد ممکن نہ ہو انوبت رسل کی کیا ضرورت رہی اور اس کا وجوب محض لغو ہو گیا تو وجوب نص خود اس دلیل سے باطل ہو گیا۔ علاوہ انہیں جو عبارت کہ مابعد متصل اس عبارت منقولہ کی مذکور ہے اور جس کو ہمارے فاضل عجیب نے اپنے مخالف مطلب سمجھ کر نہیں لکھی ہے وہ خود اس استدلال کو بوجہ دین سے اکھاڑ رہی ہے۔ حضرت شاہ صاحب اس عبارت منقولہ کے بعد ہی فرماتے ہیں و اگر فرض کنیم کہ بعض انواع تعیین گذارد و ان خواہ بود و آن نہ بود از جهت اعتقاد و پرکفل آنی کہ یہی علی اللہ والمرسئون الا اباب کو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب کہ خداوند تعالیٰ شاہد اس کے سرانجام کا مشغول ہو چکا تو ضرورت نہیں رہی کہ تعیین و تمییز خاص فرمے تو وہ نفس جس کے آپ کا عبارت میں درپے اثبات ہیں ہمارے منقولہ ہو گئی۔ آپ کو چاہیے کہ آپ خاص نفس مدعا یہ کے ثبوت کے لئے دلیل کی فکر فرمادیں و دیکھیں کہ جس شخص میں مدعا خاص کا ثبوت نہیں ہے اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے انہیں علی التام اور اجماع مسند امت کو پہنچانے کے لئے فرمادیا ہے کہ بوضوح ظاہر ہے کہ بوضوح ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انہیں علی التام اور اجماع مسند

استخلاف سے اس کے ہاتھوں پر پوری ہوں اور کفار و فجار و فاسق و اشرار کا ہم پیالہ و ہم نوا نہ بنے تو مسلم فی الواقع ایسے شخص کی پہچان مقدور عوام اناس نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ آپ کو کچھ مفید نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ ایسے خلیفہ کی پہچان مقدور بشر نہیں ہے جو بوجہ خلافت امتحانہ کے بلکہ کفار و فجار کے ہمیشہ ہم پیالہ و ہم نوا رہے بلکہ اس کی مسامحت و مدارا ہمت اور ضعف اور جبن کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اس سے نہ ہو سکے یا فرض کروا لیا شخص ہو کہ جس کی نسبت انصاف مہمات خلافت میں تردد ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ سر انجام امور خلافت اس سے ہو سکے گا یا نہ ہو سکے گا تو یہ غیر مسلم ہے اور ایسا غلط ہے کہ محتاج دلیل منہیں پھر باوجود اپنے علماء کی تسبیحات کے دیکھنے کے جو ائمہ کے حالات کے متعلق ہیں یہ فرمانا کہ ان کی پہچان مقدور بشر نہیں آپ ہی کے علم و انصاف پر زبیا ہے۔ علاوہ انہیں اس پہچان اور عدم پہچان کا قضیہ خود حضرت امیر نے ہی فیصل فرمادیا اور ان خطبات میں جو پہنچا دیے اور اس کی شرح میں منقول ہیں یہ قصہ چکا دیا شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ ابن میثم بحرانی اپنی شرح کبیر منہج البلاغہ میں اس خط کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے ومن کتاب الی معویۃ اما بعد فتد انتن منک موعظۃ موصولۃ الی فرماتے ہیں و کنت امرئ من المهاجرین اور دت کہا اور دو او اصدرت کہا اصدروا و اما کان اللہ لیجمعہم علی حذال اولیضربہم یعنی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل و عقد معاہدین و انصار جس پر اتفاق کر لیں اور مجتمع ہو جائیں وہی امام و خلیفہ برحق ہے خواہ وہ ان امور کے حصول کو جو محتاج خلافت ہیں اس کی نسبت جس کو امام بنادیں معلوم کریں یا نہ کریں اور پہچانیں یا نہ پہچانیں کیونکہ بشناہت جناب امیر ان کا اجماع ضلال پر محال ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیر رجعت اہل حل و عقد کافی ہے چنانچہ دوسرے خدا میں بھی اس کو بصرہ ظاہر فرمایا و اما الشوری للمہاجرین و الانصار فاذا اجتمعوا علی رجل و سموہ اما کان ذلک للہ رضی اس ارشاد سے ہر امرت واضح ہے کہ اجماع اہل حل و عقد خلافت مرصی حق ہو نہیں سکتا تو حسب ارشاد جناب امیر آپ کا منہ نہیں کہ ہم پر امام نہ پہنچانے سے اس کے منہ میں ہونے پر استدلال کریں۔

قولہ: پس یہ بعینہ امری تہرر ہے کہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ امامت میں عظمت و شرف ہے اور عصمت کا علم مقدور بشر نہیں ہے اس لئے امامت کے لئے امام منصوص اللہ و انہوں کو پس فرق

لفظ عصمت کے ہونے نہ ہونے میں ہے ورنہ مطلب ایک ہے۔

عصمت ائمہ کے شیعہ تخیل سے خاندان ولی اللہی کا کوئی تعلق نہیں

اقول: اول تو یہ ہی غلط کہ بجز عصمت کے آپ کی تقریر میں اور حضرت شاہ صاحب کی تقریر میں درباب نص کچھ فرق نہیں کیونکہ اولاً آپ اس کے وجوب علی اللہ کے قائل ہیں اور حضرت شاہ صاحب اس کے قائل نہیں اور نہ کوئی عاقل مومن اس کا قائل ہو سکتا ہے اور ثانیاً آپ ایک نص کے فرد خاص کے مثبت ہیں جس کا اثبات عقل سے ہو سکتا ہے نہ نقل سے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ہرگز اس کا اثبات نہیں ہوتا معذرا یہ فرق جو عصمت کے ہونے نہ ہونے کا ہے کہ جو فرق ضیاء و ظلام کے فرق سے بھی زیادہ ہے کیا آپ کے نزدیک کچھ فرق نہیں ہے اس کے اوپر تو دلیل کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گذارش ہو چکا اس لئے جو اس پر مبنی ہے وہ بھی از قبیل بناء فاسد علی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی دلیل ایک ایسے امر حق پر متفرع ہے جس میں مخالفتیں کبھی چوں کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پس اس فرق کو کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہ کہ نہ مطلب ایک ہے۔ چارے عجیب صاحب جیسے مدعی النفا کے ہوا کسی دوسرے عاقل کا کام نہیں۔

قول: اگر حضرات اہل سنت ہماری تقریر لفظ عصمت کے سبب پسند نہ فرماویں اور اس سے گھبرائیں اور انکار کے لئے آمادہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اوپر مذکور ہوئیں پیش نظر رکھیں اور ہمارے لفظوں کا خیال نہ فرما کر تنازع لفظی نہ فرماویں بلکہ مطلب کے اتنی دہر نظر کر کے اس کو تسلیم کریں اگر ہم عبارت منقولہ، ازالۃ الخفاء پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتی اور بہت طول ہوتا محض اسی خیال سے صرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت عجیب صاحب بغور ان کو ملاحظہ فرمائیں انھیں عبارت سے عصمت بھی بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا جائے تو عصمت ہی کے لئے ان امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت منقوہ ہے ان معانی کو اور الناف سے بیان کیا ہے النفا کے یہ ہی معنی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کی عبارات شیعہ سمجھ نہیں سکتے

اقول: بفضل اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کی عبارتیں اہلسنت کے پیش نظر ہیں اور وہ ان کے مطلب و مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور کسی قدر آپ بھی سمجھتے ہیں چنانچہ آپ ہی فرما چکے کہ اگر آپ جانتے ہیں کہ ان فیض کمہوں اور عمدہ عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے، لیکن آپ کیا کریں اپنے النفا کے ہاتھ سے لاچار ہیں اگر ان عبارتوں کو اپنے مدعا کی طرف نہ کھینچیں تو اور کیا کریں۔ کتاب و سنت سے تو دلائل کا مستبر ہونا معلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل یوں ہی خوش کر لیں پھر اس کا نام جواب رکھ چھوڑا ہے اور اس پر یہ جوش و خروش ہاں شاید عوام کا لالچام تو دھوکا کھا جائیں گے اور کہہ دیں گے کہ جناب میر صاحب نے دلائل نص تحریر فرمائے ورنہ ان علوم و النفا ایسے جواب سے سکوت بہتر سمجھتے ہیں۔ جب نص کا یہ حال ہے جو مسوق لہ ان دلائل کا ہے تو دوسرے بر حال ثبوت عصمت کہ جس کی طرف اشارہ ہی اشارہ ہے اور نیز عصمت جب کہ ان دلائل سے ہی ثابت نہ ہو سکی جن پر کیا کیا کچھ ناز و افتخار تھا تو ان دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکیں گے مثنیٰ منوہ از خروار و قطرہ المنوذج بکار حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح صحیح اندازہ کر لیا گیا فی الحقیقت آپ نے دانش مندی کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا کہ بندہ نے بھی جواب اس کے محض اشارات پر ہی اکتفا کیا اور مجملہ و مختصر آپ کو آپ کی غلطیوں پر متنبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے تو اسی سے آپ بھی اندازہ فرمایا جے کہ بندہ بھی جواب اس کے کیا کیا کچھ آپ کے استدلالات کے ساتھ سلوک کرتا اور آپ کے ذخیرہ دلائل پر کیسے مواقع اعتراضات نازل ہوتے باقی رہا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم میں عصمت کا منقوہ ہونا سو یہ اہل سنت کے نزدیک کچھ خلفائے ثلاثہ کے ہی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اہل بیت و صحابہ بلکہ سوائے انبیاء تمام افراد انسانی اس میں شامل ہیں لیکن اگر خدا خواستہ اہل سنت بھی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعہ کے خلفاء کے لئے مدعی عصمت ہوتے اور ان کی عصمت کے لئے ایسے ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ائمہ کے لئے پیش کرتے ہیں، پیش کرتے تو آپ کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتے مگر اہل سنت کا امام و مقتدا تو کتاب و سنت ہے جو اس سے ثابت نہ ہو وہ معتبر نہیں بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجودیکہ عصمت کتاب اللہ یا کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں پھر اس کے ایسے معتقد ہیں کہ

اصول دین میں سے کچھ رکھا ہے اور اسی پر کیا منحصر ہے بہت مسائل فروعی و اعتقادی ہیں جن میں یہ ہی حال ہے کتاب اللہ کے معانی کو پھر پھر کر اس طرف کھینچتے ہیں اور منیں کھینچتے تاویلات بعیدہ رکھتے ہیں اور کسی کل سیدھے منیں بیٹھے واقعی انصاف کے یہی معنی ہیں۔ اہل سنت کو حاشا اللہ یہ انصاف کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔

بحث فضیلت

قولہ: اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور افضلیت کو شروع کرتے ہیں اس کے دلائل نیتے یہ بھی عقل و نقل سے ثابت ہے اول ایک دو عقلی دلیلیں عرض ہیں غور سے سینے خلافت ریاست عامر دین و دنیا سے مراد ہے اور غرض اس سے شرائع البیہ و معالم ربانیہ کی ترویج اور مسائل دینیہ و احکام شریعہ کا پھیلانا اور حدود و تغیر کا ضبط و جہاد کرنا اور ظالم سے مظلوم کا انصاف لینا وغیرہ ہے اور یہ سب کام اس طرح ہونے چاہئیں کہ رضا الہی حاصل ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص اعلم و اتقی و اوسع و اعقل و افضل ہو گا بے شک اس شخص سے کہ جو علم و ورع و تقویٰ وغیرہ میں بہ نسبت اس کے کم ہو گا خلافت کے امور مطلوبہ بوجہ احسن بجالانے کا اور حصول مرضی حق تعالیٰ جس طرح اس سے ہو گا مفضل سے برگزیدہ ہو گا اور بدیہی ہے کہ ایسے شخص سے جو خلافت کے امور بوجہ احسن انجام کرے خلافت لے کر ایسے مفضل کو دیں گے یہ امور اس سے دیے سر انجام نہ ہو سکیں عقل متعین و راستہ سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے۔

اشرط افضلیت کی پہلی دلیل کا ابطال

اقول: یہ شرط بھی مثل اپنے اختیاس کے خلاف عقل و نقل و باطل ہے اور جس قدر دلائل اس بکڑ کر ہوئے ہیں وہ ہرگز ثابت نہ ہو سکتے ہیں بلکہ افضلیت کے معنی جو ہمارے مجیب لمیب نے کچھ رکھے ہیں اور اس عبارت سے معلوم ہوتے ہیں اور سابقین میں تعریف افضلیت میں بھی تحریر کر آئے ہیں وہی غلط اور خلاف تعریحات علماء قوم ہیں اس سے ضرور مواکد اول مجیب لمیب کو ان کے علماء کی نصوص سے افضلیت کو تہریر جو دے کہ اس کا مدار مدار کن امور پر ہے بعد اس کے ناخرین رسالہ مجیب صاحب کی غلطی و غلطی ہم نے جس کے اور متورری سے تنبیہ کے بعد ناقل مجیب بھی اپنی غلطی پر متنبہ ہو چکے ہیں اس لئے اس سے قطع مواکد ہیں افضلیت کی تعریف

ہمارے فاضل مجیب نے یہ فرمائی افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جس کا امام جو صفات حمیدہ و اخلاقی ستودہ میں افضل ہو اس جگہ مدار افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاقی ستودہ پر رکھا کہ ملکات لغسانیہ ہیں اور اس دلیل کے ضمن میں نسر یا راجو شخص اعلم و اتقی و اوسع و اعقل و افضل ہو گا گویا اس جگہ ہمارے مجیب نے صفات حمیدہ و اخلاقی ستودہ کی تفصیل بیان کر دی قطع نظر اس سے کہ اجمال و تفصیل باہم موافق ہیں یا نہیں جب ہم علماء قوم کی نصریحات کو اس بارہ میں دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مجیب کا افضلیت کی نسبت یہ اعتقاد بالکل خطا ہے اور مدار فضل کا ان پر ہرگز نہیں آپ کے شیخ مفید صاحب اپنے رسالہ افضلیت البیہ و المنیں میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے تحریر فرماتے ہیں:

فصل وقد اعتد اکثر أهل النخرف
التفصیل علی ثلاث طرق احدھا ظواہر
الاعمال والثانی علی السمع الوارد بمقتادیر
الثواب وما دلت علیہ معانی الکلام
والثالث المنافع فی الدین بالاعمال
انتمی بقدر الحاجة
فصل ابن زبیر نے تفصیل میں تین طریقوں پر اعتقاد کیا ہے ایک تو ظواہر اعمال و دوسرے شائع سے تے پر جو حکمت ویر ثواب میں وارد ہو اور جس پر معانی کلام دلائل کریں تیسرے دین میں منافع و الثالث المنافع فی الدین بالاعمال۔ جو اعمال سے حاس ہوتی ہوں۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ افضلیت کا مدار اوصاف و اخلاق پر نہیں شیخ صاحب اسی رسالہ میں دوسری جہان اختلاف مسئلہ تفصیل میں فرماتے ہیں: ووقف منهم نفر قليل في هذا الباب فتألموا لعلوا ان افضل ممن سلت من الانبياء او كان صوابا لعماد و دھویم یا استحق به الثواب۔ آپ کے حضرت علم المدنی اپنے امانیہ میں فرماتے ہیں سلم ان لا یزول من جهة العلم والعقل الی القطع لبقض مکت علی آخرین الفضل العرفی فی هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفة مقدار الثواب من قدر فضل الصفات۔ اور اس کے کچھ بعد فرماتے ہیں فان من سمع متطوع به من ذلک علی شیء عول علیہ و لا کان الواجب الثواب عند الشیخ فیه تہ آپ کے علم المدنی صاحب نے توفیق فرمایا کہ افضلیت کا مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہے اور اس میں محض کو کچھ دخل نہیں صرف اس نقل و جمع پر جو بعضی سے موقوف ہے جس سے ہر آپ اپنے مادہ کو اس سے متعلق کرتے اور صفات سے دیکھتے

کہ آپ ان کے موافق ہیں یا مخالف۔ مجھذا اگر افضلیت کا مدار اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ پر ہو تو لازم آوے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے افضل ہوں کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبیا و علیہ السلام کے حالات دریافت کرتے ہیں تو آپ کے اخلاق کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجائے اخلاق حمیدہ کے معاذ اللہ اخلاق ناپسندیدہ تھے۔ تفسیر صافی سورہ کف میں جو معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنے استاد خضر کے ساتھ واقع ہوا قابل دیدہ ہے۔

القی عن الباقر لما اخبر رسول الله قريشا
بخبر صاحب الكلف قالوا اخبرنا عن
الله الذي امر الله موسى ان يتبعه
وما قسمته فانزل الله عز وجل واذ قال
موسى لفته قال وكان سبب ذلك انه لما
كلم الله موسى ليكلما فانزل عليه الا لوح
وفيها كما قال وكتبنا له في الاواح من
كل شئ موعظة وتفصيلا لكل شئ
رجع موسى الى بني اسرائيل فصعد المنبر
فاخبرهم ان الله قد انزل عليه التوراة و
كلمه قال في نفسه ما خلق خلقا اعلم
مني واذ قال الله الى جبريل ادرك موسى
فتد هنك واعلمه ان عند ملتي البحرين
عند الصخرة رجل اعلم منك فصر اليه و
نقل من علمه فنزل جبريل على موسى
و اخبره و دل موسى وعلمه انه اخف
دخله اليعب وقال لوصيه يوشع ان الله قد
امرني ان اتبع رجلا عند ملتي البحرين
واتعلم منه فتزود يوشع حرا مموذ و
خبره

قی نے امام باقر سے روایت کی ہے جب حضرت نے
قریش کو اصحاب کلف کا قصہ سنایا انھوں نے کہا تم کو
اس بڑے عالم کا قصہ سناؤ جس کی اتباع کا خدا نے موسیٰ
کو حکم فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت و اذ قال موسیٰ
لفته نازل کی فرمایا اس کا سبب یہ ہوا جب خدا نے
موسیٰ سے کلمہ کی اور تختیاں آماری اور ان میں حسب
ارشاد ہر شے سے نصیحت اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی
موسیٰ بنی اسرائیل کی طرف لوٹے اور ان کو خبر دی کہ خدا
نے اس پر تورات نازل فرمائی اور حکام کی اور اپنے دل
میں کہا کہ خدا نے کسی کو مخلوق میں مجھ سے زیادہ جاننے
والا نہیں پیدا کیا خدا نے جبریل کی طرف وحی کی کہ تو
کی طرف سے کہ وہ جو کہ موحی اور اس کو خدا کے ملتی بحرون
میں محوہ کے پاس ایک شخص ہے وہ تجھ سے زیادہ جاننے
والا ہے اس کی طرف جا اور اس کے علم سے کچھ چیزیں
موسیٰ کے پاس آئے اور خبر دی اور موسیٰ کو رستہ بتایا
اور موسیٰ نے کچھ کہیں نے خفا کی اور ڈرا اور اپنے
وصی یوشع کو کہ خدا نے تجھ کو ایک شخص کی پیروی
اور سیکھنے کا حکم دیا ہے جو ملتی بحرون کے قریب ہے
تو یوشع نے ایک نہیں جس بعور توشع کے ی اور
نکل

ہاگرچہ اس روایت میں بہت سے فوائد منطوی ہیں لیکن بخیال تطویل فہم ناظرین پر
لکھ کے صرف بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بنص خدا تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام
پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھے اور حکم خداوندی حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور ان
کی اتباع کے مامور ہوئے اور بارشاد خداوند تعالیٰ بقصد فاشیہ برداری تلمذ و استرشاد اپنے
استاد کی تلاش میں اپنے وصی کو لے کر بیان نور دوشنت غربت ہوئے اور پھر بعد ملاقات کے
دیکھ کس عہد و پیمان سے ہمراہ ہوئے کہ میں کسی معاملہ میں چون و چرا نہ کروں گا۔ چنانچہ بصراحت
تمام نص قرآنی میں مذکور ہے۔ اس کے بعد کا قصہ سینے غلام کے قتل پر حضرت موسیٰ کو کیا کچھ جوش
آیا اور اپنے عہد و پیمان کو یک لحوت توڑ ڈالا اور اپنے استاد کی کیسی بے حرمتی فرمائی۔

في العلل عن الصادق غضب موسى
واخذ بتلبیہ و قال اقلت الآية قال
الخضر ان العقول لا تحكم على امر الله
بل امر الله يحكم عليها فسلو لما تری
واصبر عليها فقد كنت علمت انك لن
تستطيع معي صبرا

علل میں امام صادق سے مروی ہے کہ موسیٰ غصہ
ہوئے اور خضر کی گردن پری اور کہا اقلت لفسا الخ
خضر نے کہا کہ عقول خدا کے امر پر حاکم نہیں ہیں بلکہ
اللہ کا امر عقول پر حاکم ہے پس جو کچھ تو دیکھ رہا ہے
اس کو تسلیم کر اور اس پر صبر کر میں تو جان چکا تھا کہ تو
میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا
اس سے یہ بھی یاد رکھنے کا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرات شیعہ معتقد
ہیں اور اس کے کچھ آگے مذکور ہے۔ القی عن الرضا فی تنقیح الحدیث السابق فصر
ثلمهم حتى انتھوا الى ساحل البحر وقد مشحت سفینة وهی ترید لغير فقال
ارباب السفینة تحمل هؤلاء الثلاثة نفرنا منهم قوم صالحون وفحلوم فلما جنحت
السفينة فی البحر قام الخضر الى جوانب السفينة فکسرھا وحشاھا بالخرق وانشین
فغضب موسی غضبا شديدا و قال للخضر اخرقتها الغرق اهلها لقد جئت
شيئا امرا فقال له الخضر انما اقل انك لن تستطيع معي صبرا قال لا تؤاخذني به
ليت ولو ترهقني من امری عسرا فخرجت من السفينة فنظر الخضر الى غلام
يلعب بين الصبيان حسن الوجه كأنه قطعة قمر وفي ذنبه درتان فأماله الخضر فقلد
فوثب موسی على الخضر و جلد به الارض فقال اقلت لفسا ذكبة بغیر نفس لقد جئت شيئا
نكرا فقال الخضر انما اقل انك لن تستطيع معي صبرا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ

اعلیٰ مستلزم افضلیت کو نہیں کیونکہ حضرت خضر اعلم تھے اور افضل نہ تھے اور سینے کے قارون کے لئے خلاف رضا خداوندی عذاب کے خواستگار ہوئے اور جب عذاب نازل ہوا تو ہم ہند قارون نے الحاج و زارسی کی لیکن شدت غضب میں ایک مسموم نہ ہوتی جو جناب خداوندی میں ناپسند ہوئی اور حق تعالیٰ نے انھیں کلمات کے ساتھ موسیٰ کو عار دلایا جن کلمات کے ساتھ قارون کو آپ نے عار دلایا تھا مختصر عبارت تفسیر لکھا ہوں۔

فقد کان قارون قد اس ان یفلح باب
سمر و قبل موسیٰ فاوحی الی الباب فالتفت
و دخل علیه علی انظر الیه قارون علم انه
قد اوبى العذاب فقال یا موسیٰ اسئلك
بالرحمة الہی و بینك فقال له موسیٰ
یا ابن لاوی لا تزددنی من كلامك یا ارض
خذیہ فدخل العصر مبغیة فی الارض
و دخل قارون الی ركبته فكبى و حلفه بالرحمة
فقال له موسیٰ یا ابن لاوی لا تزددنی من كلامك
یا ارض خذیہ فامتلعت بقصره و خزائنه
و هذا ما قال موسیٰ لقارون یوحى اهلكه الله
عز و جل فغیروا الله عز و جل بما قاله قارون
فسمع موسیٰ ان الله تبارك و تعالی قد عبیره
و مك فقال یا رب ان قارون دعا لى
بغیث و لو دعائى بك لو جیت فقال الله
عز و جل یا ابن لاوی لا تزددنی من كلامك
فقال موسیٰ یا رب لو علمت ان ذلك لك
یجیب و جیت انتھى بقدر الحاجة۔
پھر وہاں امیر یہ جانتا کہ اس میں تیری رضا ہے تو میں قبول کرتا۔
علاوہ اس کے قبضہ کو مار ڈالنا اور اپنے بڑے بھائی بے گناہ کی جو نبی تھے دارھمی پر رکھنا

راج کو رات جو عطیہ خداوندی تھا اور جس میں موعظہ اور تفصیل ہر ایک شئی کی مذکور تھی شدت
سبک میں ڈال دینا حضرت کے اخلاق و اوصاف پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے
اخلاق کی نسبت جو ہم اسی تفسیر صافی میں دیکھتے ہیں تو اس کی تفسیر سورہ اعراف تحت آیت
و اخذ براس اخیه یجره الیہ قال ابن ام میں لکھا ہے۔

وفی الکافی عن امیر المومنین فی
خطبة الوسيلة انه کان اخاه لایبہ و امہ
والحقی مثله عن الباقر و الصادق قیل کان
ہارون اکبر من موسیٰ بثلاث سنین
و کان حمولاً لینا و لذلك کان احب الی
بنی اسرائیل انتھى۔
کافی میں جناب امیر رضی اللہ عنہ سے غلبہ وسیلہ
میں مروی ہے کہ ہارون موسیٰ کا حقیقی بھائی تھا اور قبی
نے شل اس کی امام باقر و امام صادق سے روایت
کی ہے کہتے ہیں کہ ہارون موسیٰ سے تین سال بڑے
تھے اور نہایت محمل اور زور مزاج تھے اسی سبب سے
بنی اسرائیل انتھى۔

اب ہم ان روایت میں ہارون کی نفرت سے دیکھتے ہیں اور حسب قاعدہ حضرات شیعہ کی عقل
کو جو جس واقعہ میں خدا پر بھی ماکم ہے اس معاملہ میں حکم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ
حضرت موسیٰ میں اخلاق ناپسندیدہ تھے اور اگر بالفرض ظاہر سے پھر کر تاویل بھی آپ فرمائیں
گے تو بس غایۃ مافی الباب یہ ثابت ہوگا کہ فی الجملہ بعض مواقع میں درشتی و سختی و غضب
و مفاطت محمود ہوتی ہے لیکن بروئے عقل جس کو احکم الحاکمین کہنا آپ کے قاعدہ کے بموجب
واجب ہے بدامنہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ علی العموم لین در فرق بہ نسبت درشتی و عفت کے زیادہ
محمود و پسندیدہ ہیں اور اگر یہ تسلیم نہ کریں گے تو زہد آئے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں۔ آپ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فیما رحمة من الله لنت لهم
اور رؤف رحیم آپ کی صفات خاصہ ہیں۔ عموم و قانع و احوال آپ کے رفیق و یلنت و
رافت و رحمت کے شاہد حال ہیں۔ اساری ہر کہ قلعہ شاید آپ کو یاد ہو گا۔ الحاصل اگر مدار
تفضیل کا اخلاق حمیدہ پر ہے تو حضرت ہارون وغیرہ جن میں رفیق و یلنت پائی جاتی ہے
حضرت موسیٰ سے افضل ہوں گے اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب امیر المومنین
والد بزرگوار سے افضل اور امام سجاد اپنے والد سے افضل ہوں اور یہ آپ کے نزدیک بریں اہل
ہے تو اس سے ثابت ہوگا کہ در افضلیت کا خالق حمیدہ پر نہیں ہے جو مددک بعض ہو کہ

بلا ریاضتی استحقاق ثواب پر ہے اور غیر مد رک بالحق چنانچہ بیان تعریف افضلیت میں ہم اس کی طرف ایسا کر چکے ہیں اب بعد اس کے گذارش ہے کہ عقل ہونے کی قید بھی ایسا دو اختراع ہے قطع نظر اس سے عقلاً اعلیٰ کا جاننا اس پر موقوف ہے کہ حروب و قاتل وغیرہ معاملات میں اس سے تدابیر حسنہ ظاہر ہوں اور شہر نتائج محمودہ کو ہوں اور اپنے ناخن تدابیر صائبہ سے پیچیدہ معاملات کی گل جھڑیوں کو عمدہ طور پر سلجھاوے اور جب ائمہ کے تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ عقل تھے اور نہیں تو قصہ حکیم کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے یا خلع اپنے غلیظ ثانی کو ہی دیکھ لیجئے۔ غرض کہ ایام خلافت میں جس قدر معاملات پیش آئے ان میں سے کوئی بھی سلجھا اور کوئی بھی رو بہا ہوا اور خلافت سے جو غرض حق تعالیٰ کی ممتی کے ترویج و نشر لے الیہ و معاملہ ربانیہ ہو اور مسائل و فیہ و احکام شرعیہ پھیلیں کچھ ہی حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل نہ ہوئی تو آپ کو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہوگا اذ اخلا الشی عن متصود لہنا علاوہ ایزر عقلیت کی ضرورت تو اس وقت ہے جب کہ محصور نہ ہوں اور جب محصور ہوں اور سہوا و عمدہ خطا کا صادر ہونا ان سے محال ہو تو پس یہ قید محض لغو ہے۔ اعلم ہونے کی قید بھی غلط ہے و جب اس کی یہ ہے کہ جب امامت تالی نبوت ہے تو اوصاف مشارک میں بھی فرعیہ ہوگی نبوت کو جب نظر تامل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مدار محض اصطفا و اجتہاد خداوند تعالیٰ شانہ پر ہے حق تعالیٰ اپنی عباد میں سے جس کو چاہے برگزیدہ فرماوے کسی کو کچھ زور خداوند تعالیٰ پر نہیں اور نہ کچھ اعتراض لایسٹل عما یفعل اس کی شان ہے اور نہ یہ ہے کہ جو اعلم اہل زمان ہو وہی نبوت کے واسطے برگزیدہ ہو غاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی پیدا ہوئے اور بعثت تک اُمی رہے کسی قسم کی ظاہری تعلیم نہیں پائی اور اسس نافرین صد با علماء و احبار دین موسوی و عیسوی کے موجود تھے جن کو کتاب سادی از بر تھے اور مسائل شرعیہ مستفہر لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر نبی امی صلوات اللہ علیہ و سلامہ کو ہی عطا ہوا ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہٖ مَن لَّ یَشَآءُ گو بعد نبوت کے حق تعالیٰ شانہ اپنے نبی کے سینہ کو مرآت لوح محفوظ بنا دے اور اس کے قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرما دے۔ اسی طرح امامت کا حال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفا خداوندی سے ہو چنانچہ اشتراط لفظ اس پر درال ہے اور قبل از امامت اس کا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہ ہو بلکہ با تبا ع رسول اُمی ہو۔ گو بعد امامت بسبب محدثیت کے کہ یہ خاصہ امام ہے اعلم ہو جاوے لیکن پہلے سے اس کے اعلیٰ

کامدعی ہونا خطا ہے اور آپ کو اس بحث میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ یاد ہوگا باوجودیکہ خضر ہام تھے تو بھی حضرت موسیٰ ان سے افضل تھے۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل سے لے کر مفضول کو دینا عقلاً نہایت قبیح ہے اس میں یہ تو فرمایا کہ فاضل سے خلافت لینے کے کیا معنی ہیں لینا فرع استخلاف کی ہے اور جب استخلاف منیں تو لینا کیونکر متحقق ہوگا ہاں اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو خلافت دینا ہے تو صحیح ہے مگر اس کی نسبت گذارش ہے کہ ہم اس کے قبیح کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بعض قرآنی ثبات ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو امامت عطا فرمائی حضرت شمویل علیہ السلام جو اپنے زمانہ میں نبی اور اورع اور افضل اور اعلم اور افضی تھے حق تعالیٰ نے ان کو چھوڑ کر علوت کو امام بنایا جو ان سے کم تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو امام بنانے کا قبیح محض آپ کی احکم الحاکمین عقل سے ناشی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت عند اللہ تعالیٰ کچھ قبیح نہیں۔ سلنا قبیح سی لیکن یہ ہی قبیح و شناعیت بعیدہ تعین نواب و عمال میں بھی جاری ہے کیونکہ جیسے امامت تالی نبوت ہے نہایت تالی امامت ہے اور عقلاً قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور اس سے زیادہ اقبیح و اشنع یہ ہے کہ حکومت اس شخص سے لے کر جو عہدگی سے اس کے فرائض بجالا رہا ہو کسی دوسرے ایسے کو دے دیں جس کا حال ابھی تک تجربہ میں نہ آچکا ہو اس کے بعد آپ شرح بیح البلاغہ یا مائن ہی کو کھولیں اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے کس کس کو حاکم بنایا اور کس کس کو معزول فرمایا اور کہاں تک اس شرط کی رعایت رکھی تاکہ آپ کو اس کے اشتراط کی بابت بندہ کے قول کی تصدیق ہو جائے اور ہم بھی کسی موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو متنبہ کریں گے۔

قولہ: اور نیز افضل کے ہونے مفضول کی خلافت کے بطلان پر عقل اور مرع بھی دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر مفضول افضل کے ہونے خلیفہ ہو تو لازم آئے افضل مفضول کا محکوم ہو اور اشراف ادون کی تواضع کا، مور ہو کیونکہ افضل مفضول کی رعایا میں سے ہوگا اور رعایا خلیفہ کی تواضع کے لئے مامور ہے اور یہ بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری عرض قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سنئے۔ وہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں جس مقام پر کہ ان لوگوں کے دلائل بیان کئے ہیں کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تغلیل دیتے ہیں یہ فرماتے ہیں۔ و لیتج من قال بفضل الانبیاء علی الملئکۃ بما سور احدھان اللہ تعالیٰ ان الملئکۃ بالسجود لادئم وثبت

ان آدم لم یکن کالقبلة بل کانت السجدة فی الحقیقة له واذ اثبت ذلك فوجب ان
 یكون ادم افضل منه لان السجود بنهایة التواضع وتکلیف الاشرف بنهایة التواضع
 للادون مستقیم فی العنقول فانه یقیح ان یومر ابو حنیفة ان یخدم اقل الناس
 بضاعة فی الفتنة فذل هذا علی ان ادم علیه السلام کان افضل من الملائكة انتهى

اشتراط افضلیت کی دوسری دلیل کا ابطال

اقول یہ دلیل بھی بجا عمل مدعا سے بعید ہے اور جو وہ چند محل بحث ہے اولاً یہ گفتگو
 اشتراط افضلیت میں سے اور یہ دلیل ہرگز قبیح نہ تھی کیونکہ اشتراط اس وقت ثابت
 ہو جب کہ دلیل مفضول کی امامت کے عدم انعقاد پر یقیناً دلالت کرے یہاں گھر ہے تو لزوم
 قبح ہے جس پر غنیمت بیکار کی جائے گی ہاں اگر اہل حق و عقد کسی کو خلیفہ کریں تو ہرگز افضلیت کو
 سرخی رکھیں اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مستحق مدح و ثناء کی خلاف
 کے عدم انعقاد پر یہ دلیل ہرگز دلالت نہیں کرتی ثانیاً افضل کہ مفضول کے لئے مامور ہونے
 اور اشتراط کا ادون کے لئے محکوم ہونے کا لزوم بھی غلط ہے کہ کہتے ہیں کہ فاضل مفضول کا
 مامور اور اشتراط کا ادون کا محکوم ہو گا کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ قانون شریعت جس کو حق تعالیٰ تائید
 بواسطہ رسول کے امت کے لئے دستوراً مقرر فرمایا ہے تمام امت کا فاضل و فاضل مفضول اور
 کیا شریعت اور کیا وضع سب اسی کے محکوم و مامور ہیں امام کا حکم اگر واجب الاعتنا ہے تو اسی
 حیثیت سے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہمارے فاضل مجیب بھی فرما چکے ہیں
 کہ غرض اس سے شرک الیہ و معاملہ ربانیہ کی ترویج سے پس اگر کوئی ایسا نہ ہو جو اس عتب رو
 حیثیت سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب الاعتنا نہیں ہو گا مثلاً اگر امام کے کہہ دے کہ ہرگز کو ظالم
 دے یا اپنا تمام مال میرے حوالے کر دے یا فی سبیل اللہ دے یا مجھ کو سجدہ کرے تو یہ حکم ہرگز
 واجب الامثال نہ ہو گا چنانچہ قولہ تعالیٰ فان تنازعتم فی شئ فمن الی رسول کے خلاف رسول
 کے کہ جمیع اقوال و افعال مگر مختصات وغیرہ سب امت کے لئے تشریع ہے کیونکہ امت کے لئے
 شریعت کا حصول بدون واسطہ رسول کے ممکن نہیں بالکل اس بگڑ فاضل کا مفضول کے محکوم ہونا
 لازم نہیں آتا تا ثانیاً سلمنا افضل مفضول کا محکوم ہو سکتا ہے اس کا قیاس ہونا سیکر نہیں کرتے کیوں کہ
 بالاتفاق غلو سے حضرت شعیبؓ بلکہ حضرت داؤد افضل تھے اور اس کے محکوم اور تابع ہوئے

حضرت خضرؑ سے حضرت موسیٰؑ افضل تھے اور ان کے مامور و مطیع ہوتے تو معلوم ہوا کہ افضل
 مفضول کے مطیع و تابع ہونا قیاس میں در نہ لازم آوے کہ خداوند شریعہ امر بالقیح ہو جو کہ عقلاً و
 شرعاً قیح بلکہ محال ہے تو لزوم قیح عقلاً و شرعاً باطل ہے راجعاً بالفرض والتعلیم اگر افضل کا محکوم ہونا
 افضل کے لئے قیح و شیخ ہے تو سب جگہ ہی تعین نواب و عمال و حکام سرایا و جیوش و نصب
 قضاء وغیرہ میں سب جگہ جاری ہو گا لیکن جب ہم اس معاملہ میں جناب امیرؑ کے حالات کا قیح کرتے
 ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ہرگز اس کی پابندی نہیں کی ہے اور اس قیح کو قیح نہیں جانا
 آپ صرف منہج البلاغہ ہی کو ملاحظہ فرمائیے مختصر تبییناً گذارش کرتا ہوں کہ آپ نے عمر بن ابی سلمہ
 کو جو حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیب تھے
 بحران کی حکومت سے معزول فرما کر نعمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت عمر بن ابی سلمہ نے امارت
 کی مہمت کو ایسی طرح ادا کیا کہ مورخین و آفرین ہوئے چنانچہ اسی کتاب میں موجود ہے تو کیا نعمان
 عمر سے افضل تھے اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیرؑ کے کسی کام کے موقوف علیہ تھے
 اور نہ حضرت آپ کے محتاج تھے پھر بلا ضرورت داعیہ کیوں آپ نے اہل کتاب قیح فرمایا اور بالفرض
 عصمت اور بھی زیادہ قیح و اشنع ہے اور اسی طرح محمد بن ابی بکر کو امامت مصر سے معزول کر کے
 اشتراک مقرر فرمایا اور اپنی جیش سے دو امیروں پر جو زیاد بن نصر اور شریح ابن ہانی تھے اور ان
 کی اتباع پر مالک بن حارث اشتراک و امیر کیا اور ان کو مکلفاً فاسخ حالہ و اخیانہ ان سب کو رہنے دینے
 زیاد بن ابی سفیان کو فارس پر امیر کیا

زیاد کا مختصر تاریخی حال

اس کا مختصر حال گذارش کرنا ضرور ہے آپ شروع منہج البلاغہ سے مطابق فرمائیں
 یہ شخص سمیعہ لونڈی کا بیٹا کہ بخت ترکان کا فیض و ملین و زبان آور تھا ایک روز حضرت عمرؓ کے دربار
 مجلس میں ایسی تقریر کی کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاص بولے کاش اگر یہ تقریر
 ہوتا تو تمام عرب کو اپنی لاسچی سے مانگتا ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم یہ تقریر شیشی ہے اور اگر تو جانے
 تو معلوم کر لے کہ یہ قبیلہ کے عمدہ لوگوں میں سے ہے عمرو بن العاص نے پوچھا کہ اس کا باپ کون
 ہے تو کہہ کھا کہ کما کہ میں نے اس کو اس کی ماں کے رحم میں رکھا تھا عمرو بن العاص نے کہا تو پھر اس کو
 اپنے ساتھ نسب میں کیوں نہیں ملا لیتا اس نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف

اشارہ کر کے کہا کہ اس سے ڈرتا ہوں کہ میرے بدن پر میری کمال بھی جلا دے گا چونکہ اس کے باب کا تعین نہیں اس لئے اس کو زیادہ ابن سمیرہ اور زیادہ ابن ابی سفیان اور زیادہ ابن امیر کہتے ہیں جناب امیرؓ نے اپنے زمانہ امارت میں اس کو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اس کے حضرت کو معلوم ہوا کہ امیر معویہؓ اس کو تحریص و ترغیب دے رہا ہے اور اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے تو آپ نے زیادہ کو خط لکھا جو بیخ البلاغۃ میں مروی ہے اس خط کو پڑھ کر تم کھا کر کہا کہ حضرت نے بھی ابوسفیان کے دعوے کے صدق کی شہادت دی۔ قد مشہد بجا و رب الکعبہ انجام یہ ہوا کہ حضرت امیر المومنین کو چھوڑ کر امیر معویہ سے جا ملا اور اس کا جو کچھ نتیجہ نکلا وہ سب کو معلوم ہے غرض کہ ایسے شخص کو جس پر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تھا آپ نے فارس پر حاکم مقرر فرمایا حالانکہ ولد الزنا بخش عین ہے اور اس کا بھوٹا تک بخش ہے من لایحضر میں ہے۔

ولایجوز الوضوء بسور الیہودی
والنصرانی وولد الزنا والمشرک
میودی نصرانی ولد الزنا مشرک کے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔

اور ہرگز ولد الزنا مومن نہیں ہوتا ابن بابویہ قی نے خصال میں روایت کی ہے۔

عن ابی عبد اللہ لا یدخل حلاۃ الامم
قلب سندی ولا خودی ولا زنجی
ولا کردی ولا بدوی ولا بیک
زعی ولامن حملتہ امہ من الزنا
امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایمان کی شیرینی سندی اور خودی اور زنجی اور کردی اور بدوی اور بیک کے دل میں داخل نہیں ہوتے اور نہ ولد الزنا کے دل میں۔

شریع بن عارث کو جو غفار کے زمانہ سے قاضی تھا اپنا قاضی مقرر فرمایا ان حالات کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تعین میں افضلیت کو ملحوظ خاطر نہیں فرمایا پس اس سے عدم اشتراط افضلیت امر میں بھی ثابت ہوا۔ خامنہ امام رازیؒ کی دلیل کو جو افضلیت انبیاء میں بیان کی ہے اپنا مسئلہ قرار دینا غلط ہے اور اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا مدار بحد پر ہے جو نہایت تواضع ہے اور نیز سجد بھی اس طرح کہ بالاستقلال حضرت آدمؑ کو ہی تھا یہ نہیں تھا کہ جو دنیٰ المحقیقت خدا تعالیٰ کو تھا اور حضرت آدمؑ شخص واسطہ تھے اور فاضل حبیب کی دلیل میں نہ نہایت تواضع ہے کہ امت امام کی اطاعت کے لئے مامور ہے بشرطیکہ حکم موافق شریع ہو اور یہ اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ کرنے کے لئے مامور ہو پس یہ کہنا کہ رعایا خلیفہ کی

تواضع کے لئے مامور ہے غلط ہے اور نہ تواضع یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت حقیقت سے ہے کہ وہ واسطہ اطاعت خدا و رسولؐ ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود امارت سے ترویج شرائع البیہ و محال مدنیہ ہے اور اگر آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے لئے امت مامور نہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مقبوع و مطاع ہے تو ثابت کیجئے اور دلیل دیجئے۔ سادہ اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب جو امام رازیؒ نے ان لوگوں کی طرف سے دیا ہے جو امام کی تفغیل کے قائل ہیں ذکر نہ کرنا کس قدر ناانصافی ہے لیجئے ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب استدلال کو اس پر ختم کرتے ہیں۔

اجاب القائلون بتفغیل الملک عن الحجۃ
الاولی فقاہل قد سبق بیان ان من الناس
من قال المرء من السجود هو التواضع
لا وضع الجبۃ علی الارض وضمہ من قال
انہ عبادة عن وضع الجبۃ علی الارض لکنہ
قال السجود لله تعالیٰ وادم قبلۃ السجود
علی ہذین القولین لا اشکال اما اذا
سلمنا ان السجود کان لادم فلم نلقم ان
ذلک لا یجوز من الاشرف فی حق الشریف
وذلك لان الحکمۃ قد یستقی ذلک کثیرا
من حب الاشرف وادھار النہایہ فی الواقع
فان للسلف ان یجلس اقل علیہ فف
الصدور ان یامروا ان یسجد مستند
لیکن عرضہ من ذلک اظہار کینہو مضیین
فی حقہ و امور مقتدین فی جمیع الاحوال
فلم یجوز ان یسجدوا بمرحۃ کذا
و بعض النہی من مذہبہ انہ یفعل ما یشاء
و یحکمہ بملک و انہ لا یخضع لکونہ

جو لوگ فرشتوں کی تفغیل کے قائل ہوتے ہیں۔ امینوں نے پہلی بحث کا جواب دیا ہے کہ چلے گئے چکا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ سے مراد تواضع ہے نہ پیشانی رکھنا۔ بعض کہتے ہیں کہ سجدہ ہاتھ رکھنا ہی ہے لیکن سجدہ ستر نقائی کو تھا اور آدم سجدہ کے لئے پہلو قبلہ کے تھے اور ان دونوں اقوال پر کچھ اشکال نہیں لیکن جب یہ تسلیم کریں کہ سجدہ آدم کو تھا تو تم یہ کیوں کہتے ہو کہ یہ اشرفیت شریف کے حق میں جائز نہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ بااوقات حکمت اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ اشرف کی محبت اور اس کی نہایت اطاعت ظاہر کیا جائے بادشاہ کو اختیار ہے کہ کترین غلامان کو صدر میں بٹلا دے اور کبڑ کو اس کی خدمت کا حکم کرے اور اس کی غرض اس سے اظہار اطاعت و انقیاد تمام امور و احوال میں ہو تو کیا جائز نہیں ہے کہ یہاں بھی اسی طرح ہو وہ نہ کیا جائے نہ سجدہ نہ کہ نہ کو خدا تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتا ہے اور جس کا راز خدا تعالیٰ کے محو کرتا ہے اور اس کے افعال معلوم نہیں ہیں اس سے سب سے بڑے کہ یہ کہتے ہیں اس میں

قلنا انه لا اعترا من عليه في خلق المكفر في
الانسان تعرفي تعذيبه عليه ابد الابد واذا
كان كذلك فكيف يعترض عليه في ان يامر
الاعلى بالسجود للادون انتهى۔

اس پر کچھ اعتراض نہیں ہے اور نہ پھر اس کے ابدال اور
بیک نہ اب کرنے میں کچھ اعتراض ہے اور جب یہ حال ہے
تو اس پر اس میں کیونکر اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ کو
ادنیٰ کے مجہ کرنے کا حکم فرمائے۔

تفسیر بیضاوی سے مغالطہ انگریزی کی شرمناک مثال اور

اس کا جواب

قوله: آپ تفسیر بیضاوی ملاحظہ کیجئے تحت آیت فلما ابنا ائیم باسمائهم الخ
وہ یہ لکھتے ہیں واعلم ان هذه الايات تدل على شرف الانسان ومزية العلم وفضلته
على لعبادة وانه مشروط في الخلافة بل العدة فيها انتهى بقدر الحاجة اور میرا اس کے
انگریزی یہ لکھتے ہیں وان ادم افضل من هؤلاء الملائكة لانه اعلم منهم والاعلم افضل لقوله
تعالى هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون۔ دیکھیے آپ کے قاضی صاحب
اس کو شرط خلافت بل العدة فرماتے ہیں۔

اشتراط افضلیت کی تیسری دلیل کا ابطال

اقول: یہ استدلال تو اس استدلال سے بھی کہیں بڑھ کر ہے جیسا کہ میں نے لائق ہوا
الصلوۃ سے کیا تھا اس کہ بخت نے تو صرف قید ہی کو حذف کر کے معنی مقصود کو بکاڑا تھا اور جملہ
کے معنی حقیقی ٹھیک رکھے تھے لیکن ہمارے فاضل مجیب نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ
فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکھے پس واضح ہو کہ ابتداء اس قصہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے
ملائکہ سے فرمایا کہ تم میں میں نائب بنا چاہتے ہیں۔ واذ قال ربك للملائكة اني جاعل في
الارض خليفة۔ تو اب اس سے پہلے نصاف و علم و عقل و فہم و تجویز سمجھ سکتے ہیں کہ خلافت
سے کون سی خلافت مراد ہے۔ اور حضرت آدمؑ کس معنی خلیفہ تھے ایں اس جگہ وہ خلافت جو ہمارے
دور ہے اسے مجیب کے متن از سر فیما ہے اور جس میں اس وقت گمشدہ جو رہی ہے۔ اور جس کے لئے
شرائط تشریف و عصمت و افضلیت مختص ہیں۔ انگریزی میں وہ ہی خلافت مراد ہے کہ وہ

یہ خلافت مراد ہے تو فرمائیں تو کسی کہ حضرت آدم علیہ السلام کون سے نبی کے خلیفہ تھے یا کوئی
وہ خلافت مراد ہے انوس کہ ہمارے مجیب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس جگہ خلافت سے کون سی
خلافت مراد ہے اگر قرآن شریف یا دہنیں تھا تو کھول کر دیکھ لینا تھا یا کسی سنی حافظ سے ہی
پوچھ لیا ہوتا تاکہ سیاق عبارت سے واضح ہو جاتا کہ یہ حضرت آدم کا قصہ ہے اور خلافت سے
مراد خلافت نبوت ہے۔ علاوہ ازیں اس جگہ ہمارے فاضل مجیب کے علم و فہم پر آفرین ہے کہ
اس عبارت کو اشتراط افضلیت کی دلیل سمجھ کر پیش کیا ہے اور اپنی کمال دانش مندی اور فوریہ
سے یہ سمجھے واندہ شرط فی الخلافة میں واندہ کی ضمیر شرف یا فضل کی طرف راجع ہے حالانکہ
اطفال کا یہ خوان بھی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ غلط ہے پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ اس سے آگے فرماتے ہیں
کہ دیکھیے آپ کے قاضی صاحب اس کو شرط خلافت بل العدة فرماتے ہیں اس جگہ بھی غلط اس کو
پر اکتفا فرمایا اور یہ نہ فرمایا کہ قاضی صاحب اس کو شرط خلافت فرماتے ہیں۔ سلما آپ کے سیاق
عبارت کے خلاف مرجع ضمیر واندہ کا علم ہے اور لفظ اس کو بھی علم ہی کی طرف راجع ہے لیکن تاہم
مدعا ہے بعید ہے کیونکہ یہ جب ثابت ہو کہ جب اعلیٰ افضلیت کو مستلزم ہو مالا کہ یہ مستلزم
آپ کے اعتراض سے باطل ہے آپ نے افضلیت کی تقریب میں اس کا دار و مدار اخلاق حمیدہ اور
صفات پسندیدہ پر رکھا تھا اور شروع دلائل میں اعلم و ادروع و التقی و اعقل ہونے پر رکھا تھا
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ مستلزم افضلیت کو نہیں بلکہ اس کے لئے اور صفات
کا حاصل ہونا ضروریات سے ہے علی الخصوص ملکات انسانیہ کا ہونا واجبات سے ہے پس
جب کہ اعلیٰ مستلزم افضلیت کو نہیں ہے تو یہ استدلال بھی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے
جب ہم نفس اس عبارت میں تاہم کی نفی سے دیکھتے ہیں تو بدامتنہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت ہرگز
ثابت مدعا نہیں کیونکہ قاضی فرماتے ہیں واندہ مشروط فی الخلافة بل العدة فیما اور
ظاہر ہے کہ لفظ بل اس جگہ ترقی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ شرط بہ نسبت عمدہ ہونے کے علی
واقفی ہے تو ترقی اولیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کی جاوے تو اعلیٰ
سے جو شرط ہے ادنیٰ کی طرف جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اور عمدگی
محض اولویت ہے نہ موقوف علیہ تو لابد لفظ بل اس جگہ اضرب کے واسطے ہوگا اور تاہم بل لفظ
الشرط محض بغیر مزید تہید ہوگا تو گویا قاضی نے لفظ بل العدة فیما کہ مراد یہ ثابت کر دیا۔ واندہ
شرط فی خلافت سے یہ مدعا نہیں کہ وہ موقوف علیہ خلافت کا ہے۔ اور اگر یہ معنی نہ ہوں گے تو لفظ

بل العمدۃ فیما لولہ لافعال مغل مقصود ہوگا۔ پس قاضی صاحب کا یہ قول آپ کو کچھ مفید نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ عدم اشتراط پر دلالت کرتا ہے نہ اشتراط پر۔

قولہ: حدیث سننہ آپ کے علامہ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع جامع صغیر میں روایت کی ہے۔ اما رجل استعمل رجلاً علی عشرة النفس وعلما فی العشرة افضل ممن استعمل فقد غش الله رسولہ وغش جماعة المؤمنین ع. عن حذیفہ انتہی۔ اب ذرا انصاف فرمائیے کہ جب مفضل کی حکومت دس آدمیوں پر جائز نہ ہو اور اس میں خدا و رسول و جماعت مومنین سے ذغلاً لازم آوے پس تمام مومنین پر مفضل کی حکومت میں کہ اموال و نفس وغیرہ کا مثل بنے اولی بتصرف ہو سکے تو رقباحت و شاعت لازم آئے گی۔

اشتراط افضلیت کی چوتھی دلیل کا ابطال

اقول: اس حدیث کے معنی آپ نے جو کچھ کچھ غلط میں یہاں افضلیت سے افضلیت متنازعہ فیہا ہر لازم ادھیں کہ من حیث مزینہ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اس جگہ افضلیت سے مراد بالفصل الجزئی ہے کہ جو متعلق بجا اور سی مقاصد ریاست و مشرطہ سرداری کی ہو مثلاً اگر کسی سریر یا عیش پر حاکم مقرر کیا جاوے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حرب و صناع و ضرب میں زیادہ ماہر و خیر ہو اور اس شخص ہو اور ضاع حرب اور اس کی چالوں سے واقف ہو اور اگر کسی کو کسی ملک پر حاکم کیا جاوے تو وصف تالیف قلوب بغیر دھن اور سیاست بدون ظلم اس میں سعی درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کسی کے کسی خاص مصلحت کی وجہ سے مقدم کیا جاوے مثلاً کسی خاص سانحہ کی وجہ سے اس کی سعی و کوشش اس میں زیادہ مؤثر متصور ہو آپ کو معلوم ہو گا کہ خالوت سے حضرت شمر بن علیہ السلام و داؤد علیہ السلام افضل تھے باوجود اس کے حق تعالیٰ نے مفضل کو امام مقرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کو زیادتی استحقاق ثواب حاصل ہو اور وہی کامل ہو وہ جو متعلقہ کو بھی سب سے عمدہ و درجہ پر انجام دیوے علاوہ ان میں کہ کب کتنے نہیں لامرعات افضلیت میں چاہیے جو اگر انکار کرتے ہیں تو اشتراط کا انکار کرتے ہیں اس حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی خاص بنایا جاوے تو خاص افضلیت ضرور ہے جو بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ جب کسی کو میر یا خاص بنادیں تو افضلیت ملحوظ رکھنا چاہیے لیکن اس سے یہ کہیں کچھ ثابت ہو کہ اگر افضلیت فوت ہوگئی تو امارت غیر منفعہ ہوگی در اس کی طاعت واجب نہ ہوگی

بلکہ اگر تامل کی نظر سے دیکھا جاوے تو اسی روایت سے انعقاد مفہوم ہوتا ہے کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ غش تو اسی وقت ہے جب کہ اس کی امارت منفعہ ہوگی اور وہ واجب الامامت ہوگا اور اگر وہ واجب الامامت ہی نہیں ہوا اور اس کی امارت ہی منفعہ نہیں ہوتی تو مثل عوام کے رہا اور کیا غش ہوا وہ تامل میر ہی لغو ہوگئی۔ غرض کہ افضلیت کی مراعات سے انکار نہیں اشتراط سے انکار ہے تحفہ اثنا عشر پر کی بحث افضلیت میں مذکور ہے آپ نے دیکھا ہوگا۔ آری اگر نصب رئیس بہ بیعت اہل حل و عقدہ باشد می باید کہ نصب افضل کنند در ریاست و مشرطہ سرداری نہ در امور دیگر آری بسا دل کامل عالم متبحر و سید اصیل الطرفین کہ از وی امور سرداری یک نہ سر انجام بخوبی تو اندیشہ درینجا فضیلتی دیگر می باید۔ اس سے قطع نظر آپ کو بحث میں عنقریب معلوم ہو چکا ہے کہ جناب امیر نے اس شرط کا لحاظ نہیں فرمایا کیونکہ جب زیادہ جیسے شخص کو ایک ملک کا حاکم بنادیا تو بس اس سے جرحہ کر اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ شرط جناب امیر کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول بہ نہیں یا آپ معصوم نہیں کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ غش کیا۔ معاذ اللہ۔

قولہ: ایک دور حدیث شاہ ولی اللہ صاحب کے نقل کلام میں آئے گی۔ اس مقام میں عسرت کی شہادت میں نیچے آپ کے عالم جلیل و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود مشہور مجسمہ پارسا نے باوجود وجود تحت تعصب کے کتاب فہرست الخطب کے آخر میں بعد ذکر ائمہ اثنا عشر البوجہر قتی علیہ الرحمۃ سے علامات امام میں جناب امام رضا سے ایک طویل روایت لکھی ہے جو کہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اصحاب میں جن کا ذکر فاضل رشیدی نے بھی ایضاً میں کیا ہے نقل کی ہے لہذا بخوف حوالہ شیخ صاحب دہلوی کی ہی فارسی روایت پر اکتفا کرتے ہیں وہ اس رسالہ کے غیر میں بعد ذکر ائمہ فرماتے ہیں عبارتہ بکذا وین البوجہر قتی مذکور در علامات امام و فہرست دہلوی از امام علی رضا آورده است کہ فرمودہ امام را علامات انیست کہ اکثر تروک و کثر دجلہ تروک پر حیز کا تروک و شیخ تروک و غیر ان باشد و ولدت کردہ شود مختون دوی پاک باشد و در پیش و پس یکسان بیند و چون از نشو و در بر زمین آید بہ دو کف دست فتد و از شہداتین برآورد و نشو و در پیش بہر رجو و محدث باشد و در رسو ضا صلی است علیہ دس ہروی۔ دست آید و نزد دوی سراج حضرت باشد و شمشیر از دوش سوار و نزد دوی مصحف نامزد و در نزد دوی صلیبت جو در دوی نامتاسی فلان و تار و قیامت باشد ثبت بود و جس و

و غایت اور کسی نینید و زمین موکل بود بر فرو بردن آنچہ بر من آید از دود لوی دی خوشتر از د لوی
مشاب بود و دہر دم از غفہائے ایشان نزدیک تر بود و ہمہ بان تر از مادر و پدر و متواضع ترین مردم
بودم حق را عرو و علاء و امرا بالمعروف کنندہ و منی از منکر کنندہ تر بود و از ہمہ خلق دعای او مستجاب بود
کہ اگر بر سنگ دعا کند و پیارہ شود و موید بروج قدس بود و میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بنید
و روی اعمال بندگان را و ہر چہ بدان محتاج بود گا ہی بسط کردہ شود و برائے او پس بداند و گا ہی قبض
کردہ شود از وی پس نداند و امام زائیدہ شود و بزرادہ و تنہد رست بود و مرہین بشنود و بخورد و بنوشد
و جمیع کند و نسید و شادمان شود و غلغلن نشود و بخند و دیگر بد بزی و ہمیر و دور قبر ندادہ شود و بابت
کردہ شود و حسرت کردہ شود و ایستادہ کردہ شود در موقف عرصات و عرض کردہ شود برائے اعمال پسند
شود از انہا و انرا م کردہ شود و شفاعت قبول کردہ شود و دلیل در و خصلت است یحی علم دیگر استجاب
و عوات و ائمہ بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گشتہ شدہ اند بشمشیر دہر و این گشتہ شدن در حقیقت
دلفن لامر است نہ چنانکہ غلات گویند علیہم اللعنت کہ ایشان گشتہ شدہ اند و در حقیقت بر مردم
مشبہ ایشان انداختہ و این سخن دروغ است چہ این مخصوص از انبیاء و اولیاء بعضی بن مردم
است چہ ویرا از زمین زندہ برداشتند در زمین و آسمان روح اورا قبض کردند و چون بر آسمانش
بند روح اورا در بدنش باز آوردند و امامت بزرگتر و عظیم تر است از آنکہ مردم بغفل بکنند آن
بر سنے و اورا کمب حاصل کنند امام مخصوص است بتمام فضل بے طلب و کسب بکہ بعض اختصاص
است از فضل و باب حکما متحر و عقلا قاسر و ادبا عاجز و بلکہ مخصوص از وصف نشانی از نشانی است
او و فضل از فضل او میدہد و از حق تعالی محزون زعم و حکمت خود بخیر اورا انتہی اگر چہ
اس روایت سے جو خرابی کہ مذہب اہلسنت و خلافت و امامت خلافت و دیگر خلفاء منسوب ہر کہ
ان اوصاف سے موصوف نہ تھے آئی ہے بسبب ذلکہ ادنی صاحب فہم پر پوشیدہ نہیں
مگر یہاں مد نظر صرف شرط افضلیت کا کہ ثابت کرنا ہے اور وہ اس روایت سے اظہر من الشمس
ہے قطع نظر اور اوصاف مندرجہ روایت ہذا کے متروک علامات امام میں یہ الفاظ ہیں عالم تر و
حاکم تر و صبر تر و ہر مہیز گار و شجاع تر و عابد از دیگران باشد اور یہی افضلیت پر دہاں میں کہ اصل حق
خداوند و امامت کی شرط جانتے ہیں حضرت حبیب یان کے کسی ہم مذہب کو یہ دہم نہ ہو کہ چون کہ
یہ روایت ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے اس لئے اہلسنت پر حجت نہیں کیونکہ یہ وہ نہ ہے نہ چند
وجہ سے مژدوب ہے اس کے کونہ و بارہ در شیخ عبد الحق دہوی نے اس روایت کی عقل کے بعد سکوت

اشتراط افضلیت کی پانچویں دلیل کا ابطال

کیا ہے اور ہرگز انکار بار و کا اشارہ تک نہیں کیا اور آپ کے خاتم الحدیث کے نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے۔ دوم روایات شیخ ابو جعفر قتی علیہ الرحمۃ خواجہ یاساک کے نزدیک مقبول شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج و روایت کے ہیں۔ چنانچہ اس سے پہلے چند روایتیں نقل کر کے کہتے ہیں: اخرج هذه الأحادیث النخبة ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين بن بابويه القمي دکان من شیوخ الشیعة و مشہور یہ بھی مستند ہے البخاری فی کتاب الطب ۱۷۰ اور شیخ عبدالحق صاحب اس رسالہ میں فرماتے ہیں: و ابن بیج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين بن موسی بن بابویہ القمی حرج کردہ و ابن بابویہ از شیوخ شیعوں و مسلمانان شان ست بخاری و کتاب خود در کتاب الطب بوی استنہاد کردہ و در حدیثیکہ مصونہ نیست کہ استفادہ سے چیز ست یا مت کردن و عمل خوردن و داغ سادون گفتن و او القمی عن سبت عن مجاہد عن ابن عباس این چنین آورده است در کتاب الطب ماہر بوسیہ عبدالحق و محمد سمعی القمی

اقول: ہمارے فاضل مجیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے چھوٹے نہیں سماتے
جامرے باہر ہونے جانے میں اللہ اس پر کیا کچھ اترا لی ہیں در کیا کچھ نازش و افتخار ہے
گویا میدانِ مناظرہ آج آپ ہی کے ہاتھ ہے اور جزم خود مذہبِ اہلسنت پر کسی کچھ خرابی نہیں
مگر یہ خبر سنیں کہ سی روایت کی بدولت بظہرِ فرج کے یہ بے حزن و تلکین اور نازش و افتخار کے
عوضِ ذلت و شرمندگی نصیب ہوگی ہم تو کیا عرض کریں اب انصاف خود دیکھ لیں گے در انصاف
سے بول اٹھیں گے کہ یہ آپ کا مانعِ افتخار بکجا ہے یا بے جا و وظی و ترفعِ رواستے یا ناروا و بکر کو سخت
افسوس ہے کہ آپ نے فضل الخطاب کو مانع و مابعدت در بعضی مدح کچھ کہ آپ کو معلوم ہو جاتا
کہ یہ روایت کس موقع کی ہے اور کس عبارت سے اس کا ربط ہے اور کس مدعا کے لئے نقل
کی گئی ہے اگر آپ بتائیں کتاب کو مدح و فخر نے تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اصل حق
کے مقابل میں نقل تک بھی نہ فرماتے چرچا نیکو آپ نہ اور افتخار اس پر فخر نہیں اگرچہ آپ نے اس
روایت کو رسالہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت
فصل الخطاب کی ہے اور رسالہ مناقب میں بھی اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے اس لئے ہم حاصل
فضل الخطاب ہی کو پیش نہ رکھ کر متخصیص جواب ہوتے ہیں کہ ترجمہ کے جواب سے بھی معنی ہوگا

توثیق سمجھنا بالکل غلط اور نقش بر آب یا لسان سرب ہے کیونکہ یہ توثیق نہیں بلکہ حکایت ملزم توثیق ہے بلکہ حکایت و حکایت کیونکہ خواجہ انسب سمعانی سے حکایت کرتے ہیں اور صاحب الساب بخاری سے در بدری ہے کہ صحت حکایت محلی عنہ کی موافقت پر موقوف ہے اگر حکایت محلی عنہ کے مطابق ہے تو حکایت صحیح اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محلی عنہ کے مطابق نہیں ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور اس جگہ حکایت ہر دو محلی عنہ کے مطابق نہیں بخاری کے استشہاد کا حال تو واضح خدمت ہو ہی چکا ہے دوسری حکایت انسب کی نسبت عنقریب واضح خدمت کیا جائے گا باقی انوار صاحب کا خلاصہ واقع حکایت کرنا اگر فی الواقع صحیح ہو اور یہ جملہ الحاقیہ نہ ہو چنانچہ مسند ان اس کے الحاق پر دل ہیں اور عرصہ خدمت کریں گے باعث کسی برج یا غوث کا نہیں ہے کیونکہ ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ خواجہ صاحب مسو و خطا سے معصوم ہیں اگر انھوں نے ایسا لکھا ان سے خطا ہوئی بحمد اللہ مذہب اہلسنت ایسا محجہ بیضامی ہے کہ اس میں نہ کسی غلطی سے احتمال نقصان ہے اور نہ غلطی کا اتباع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل امام کتاب وسنت کو قرار دے رکھا ہے نہ اپنے امور کو واللہ الحمد علی ذلک لیکن جب ہم قرآن میں غور کرتے ہیں تو ضن قریب یقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ محمد باساک کی کتاب فضل الخطاب میں یہ عبارت الحاقی ہے۔

استشهدہ البخاری فی کتابہ فی
کتاب الطب فقال فی حدیث الشفاء
فی ثلثہ مشرطہ معجم و مشرطہ غسل
وکیۃ بنار واد النقی عن لیث عن
مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
کذا فی کتاب الانساب للامام ابی سعد عبد
الکریم بن محمد سمعانی

کیونکہ اولاً جو جملہ کہ اس عبارت سے پہلے متصل مذکور ہے وہ ان من شیوخ الشیعہ و مشہور دیہوس کے بالکل مخالف و منافی ہے کیونکہ وہ جملہ پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ شخص شیوخ شیعہ اور مشورین ان کی سے ہے تو قیاساً رد و انکار ہے غالباً اہل حق کے اصول حدیث کے رسائل میں علی الخصوص شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تحریرات میں جناب نے مع الوضوح پایا ہو

گاہ کہ شخص متمم بدعت ہو وہ درج اعتبار سے ساقط ہے علی الخصوص بدعت تشیع میں ملوث ہونا جس کو اہل حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اس کا ادنیٰ مشبہ منقطع اعتبار ہے اور درج اس کی یہ ہے کہ روایت کی صحت کا مدار صدق راوی پر ہے اور ان حضرات کے نزدیک کذب تقیید جائز بلکہ فرض قطعی ہے جس کے تارک کو دین سے خارج فرماتے ہیں نوان کے صدق و کذب کی حالت ایسی ملتبس و مشتبہ ہو گئی کہ جس میں امتیاز احد ہما عن الآخر محال و متمنع ہو گیا تو جس شخص کی نسبت یہ کہا گیا کہ یہ منہجہ بدعت رفض ہے تو گویا اس سے یہ مراد ہوئی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے تو جس شخص کے لئے اذعان و یقین کے ساتھ یہ لکھا گیا ہو کہ یہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہے اور رستہ پاتاشیع مصطلح میں غرق ہے تو اس پر فہم کر لینا چاہیے کہ اس کا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہوگا اور جب اس کا سقوط و عدم اعتبار اس درجہ پر پہنچا گیا تو اب یہ جملہ استشهد بہ البخاری الخ جنونی جملہ وثوق و اعتبار پر دل ہے گویا جواز اجتماع نقیضین کا حکم ہے علاوہ انہیں بخاری اور اس کی شروح و ترمذی و ابوداؤد و تہذیب اور ہر زمانہ میں اس کی یہ جی تدوین و کثرت رہی ہے چنانچہ خود امام سے اس کی روایت تلاف کے درجہ کو پہنچی تھی اور نیز خواجہ باساک اپنی کتاب میں بخاری سے روایات نقل فرماتے ہیں اور اس کی بعض شروح سے بھی نقل کرتے ہیں تو ایسی حالت میں عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابوجعفر شیوخ شیعہ سے ہے بلا راجح اصل کتاب نے غلط سمعانی کے نقل پر اس کو اس درجہ معجزہ اور ترجیح سمجھیں کہ اس کو اپنی کتاب میں بھی تراویح کر لیں جن نہ کہ یقیناً سیاق و سباق کو دیکھ کر اس جملہ کے الحاقی ہونے کا قوی شہید ہوتا ہے معتمد یہ کہ اس روایت کے نقل کے بعد سوت کیا اور ہرگز رد یا انکار نہیں کیا اور نہ سر منقطع کیونکہ جب ماسبق میں بیان ہو چکا تھا کہ اس روایت کا راوی شیوخ شیعہ اور مشورین ہیں سے ہے تو اب حاجت اس کے رد و انکار کی باقی نہیں رہی کیونکہ اس سے معلوم ہو چکا تھا کہ جس درجہ روایت اس سطح اس راوی کے جن میں یہ منہجہ ہوگا مروی ہوں گی وہ قابل اعتبار نہ ہوں گی سو فی الحقیقت کذب و سب میں اس روایت پر بھی رد و انکار ہو چکا تھا اور نیز بعد مختصر روایات اہلبیت سے نقل کیا کہ وہ اپنی دعائیں کہا کرتے تھے۔

اللہ لعن المرافضة فانہو یتہمونا
ابو انیسویں پر لعنت ہو کہ وہ بدعت لگائے جس
نواب یہ صریح رد و انکار نہیں تو کیا ہے پھر تعجب سے کہ آپ یہ فرمائیں کہ رد و انکار کا

اشارہ تک نہیں کیا اور بعض محال اگر یہ استشناد صحیح ہوتا ہم ہمارے مجب کا استدلال بالکل فاسد ہے کیونکہ جب یہ بات تھقی ہو چکی کہ ابو جعفر راوی شیوخ شیعوں سے ہے تو پھر اگر کسی روایت میں استشناد کیا تو اس سے جمیع مرویات کی نسبت اعتبار اور وثوق بھٹسا سرسہ غلط اور نادانی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی مضمون پر بدعت کا وثوق و اعتبار بھی ہو تو اس کی مرویات کا اعتبار مقصور ان ہی روایات تک ہے کہ جن روایات میں اپنے مذہب کی طرف دعوت نہیں کی اور جن روایات میں مذہب کی طرف دعوت پائی جاتی ہے وہ قطعاً واجب الرد والانکار ہوں گی سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت میں استشناد بھی کیا ہے تو یہ روایت وہ روایت ہے جس میں دعوت اپنے مذہب کی طرف نہیں پائی جاتی تو اس روایت سے استشناد مطلق اس کے وثوق پر دل نہیں اور اس سے اس روایت کی تصحیح و تقویت نہیں ہو سکتی جس کو ہمارے مجیب نے اپنا مستدل قرار دے رکھا ہے کیونکہ اس روایت میں صاف اور صریح اپنے مذہب کی طرف دعوت ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہمارے مجیب نے استدلال فرمایا ہے قابل قبول نہیں ہو سکتی لیکن بعد از انشاء تعالیٰ و بجلد و قوت ہم کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ ابو جعفر کی مذہب کریں یا روایت کے عدم اعتبار کو اس بنا پر ثابت کریں کیونکہ جب اس عبارت کو اس کے ماقبل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ پارسی نے کچھ مابین سے مذہب شیعہ ائمہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہے اور چونکہ اس مدعا کے لئے ضرور تھا کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لا محالہ ان کی روایات کو نقل فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کجوا استشناد بخاری الخ اپنے مابین سے بے جوہر اور بے رتبہ ہے اور الحاقی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن نقل روایات کے اشار میں بعض روایات شیعوں کے جو موافق روایات اہلسنت کے واقع ہو گئی تو اس لئے ان کے بعد ہی چند روایات اہل سنت کی بھی ذکر کر کے پھر اصل بیان کی طرف عود کیا جو کہ مقصود تھا یعنی بیان مذہب شیعہ ائمہ کی نسبت شروع کر دیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ خواجہ نے روایت مذکورہ اپنی مقبول بیان کی تھی سرسہ غلط و فساد اس غلطی کا یہ ہے کہ اول تو یہ نہیں سمجھ کر یہ مذہب شیعہ کا ان کی روایات سے بیان ہو رہا ہے رد دوسری یہ غلطی ہوئی کہ جو روایات ائمہ میں متقابل سنت کی مذکور ہوئی تھیں ان کی نسبت یہ نہیں خیال کیا کہ یہ محض بدرجہ معتزہ کے ہیں اس کے بعد یہ خواہ ہوئی کہ جب روایات اہلسنت کو فخر کر کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اس کو یہ نہیں سمجھا کہ رجوع الی المقصود ہے بلکہ اپنی دانش مندی سے یہ سمجھ گئے کہ خواجہ صاحب یہ اپنا مذہب درجہ اہل سنت و علیہ بیان کر رہے ہیں حالانکہ یہ محض مذہب معتزہ ہے۔

عبارت متعلق من اولہا الی آخر بفضل الخطاب کی نقل کرتا ہوں اور ناظرین جواب کی خدمات میں عموماً اور اپنے مجیب کی خدمت میں خصوصاً گزارش کرتا ہوں کہ ذرا ملاحظہ فرما دیں اگرچہ نقل تمام عبارت خالی از طاباق و تعویل نہیں لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہے اس لئے آپ مجھ کو معاف فرمائیں گے

وقال الامام فخر الملة والدين الرازي ايضا
رحمة الله في كتابه المحصل اما الامامية
فالذي استقر عليه رأيهم ان الامام بعد
رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بن ابي طالب
رضي الله عنه ثم ولده الحسن ثم اخوه
الحسين ثم ابنه علي زين العابدين ثم ابنه
محمد الباقر ثم ابنه جعفر الصادق ثم ابنه موسى
الكاظم ثم ابنه علي الرضا ثم ابنه محمد تقي
ثم ابنه علي السقي ثم ابنه الحسن الزكي ثم ابنه
محمد التايه المنتظر رضي الله عنهم اجمعين ولقد
كان لهم في كل هذه المراتب اختلافات وروى
عن جعفر الصادق رضي الله عنه باسناد عن
ابائه الكرام رضي الله عنهم عن امير المؤمنين
علي رضي الله عنه انه سئل عن حديث كتاب
الله وعترتي من العتره فقال رضي الله عنه انا
والحسن والحسين والائمة الى المهدي رضي
الله عنهم لا ينفارقون كتاب الله عز وجل ولا
يفارقهم حتى يردوا على رسول الله صلى الله عليه
وسلم وخوضه وعن السيد زين العابدين علي
بن الحسين رضي الله عنهما عن سيد الشهداء
الحسين بن علي بن امير المؤمنين رضي الله
عنه انه قال قال رسول الله عليه وسلم

اور نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب
محصل میں فرمایا ہے لیکن جن پر امامیہ کے رائے
ٹھہری ہے یہ ہے کہ امام بعد رسول اللہ علیہ وسلم
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے
فرزند حسن رضی اللہ عنہ پھر ان کے بھائی حسین
رضی اللہ عنہ پھر ان کے فرزند زین العابدین پھر ان
کے فرزند محمد باقر پھر ان کے فرزند جعفر صادق پھر ان
کے فرزند موسیٰ کاظم پھر ان کے فرزند علی رضا پھر ان کے
فرزند محمد تقی پھر ان کے فرزند علی نقی پھر ان کے حسن زکی
پھر ان کے فرزند محمد مامت کے تھمٹنے والے جن کا انتہاء
ہے خدا ان سب سے راضی ہو اور امامیہ فرقوں کو ان مراتب
کے ہر ایک مرتب میں باہم اختلافات ہیں امام جعفر صادق سے
بواسطہ ان کے اہل کرام رضی اللہ عنہم کے جناب امیر سے
کسی نے حدیث کتاب اللہ و عترتی میں پوچھا کہ عزت
کون ہے فرمایا میں اور حسن اور حسین اور اسے
مدد کی تک رضی اللہ عنہم نہ یہ کتاب اللہ سے
جدا ہوں گے نہ وہ ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو من کو نذر پر وارد
ہوں گے امام زین العابدین سے بواسطہ سید الشہداء
ہام حسین جناب امیر سے مروی ہے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے میرے بعد

الایمة یعدی اثنا عشر اولہو انت یا علی
واخرہو المہدی الذی یفتح اللہ سبحانہ
علی یدہ مشارق الارض ومعاربہا فی حدیث
ابی عبد اللہ جعفر الصادق رضی اللہ عنہ عن
ابائہ عن علی رضی اللہ عنہما انہ قال قال
رسول صلی اللہ علیہ وسلم اثنا عشر من
اہل بیتی اعطاهم اللہ عز وجل فہی و
حکمتی وخلقہم من طینتی فویل للمکرین
علیہم بعدی وعن وکیع رحمة اللہ باسنادہ
عن سید الشہداء ادر الحسین بن علی رضی اللہ عنہما
انہ قال ما اثنا عشر مہدیا اولہو علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہم وآخرہم المہدی
القایم بالحق یحیی اللہ تعالیٰ بہ الارض بعد
موتہا ویظہر بہ دین الحق علی الدین کہ وہو
کرہ المشرکون وعن ابی عبد اللہ جعفر الصادق
رضی اللہ عنہ انہ قال ما اثنا عشر مہدیا ماضی
مستقبی وبقی ستۃ ویضح اللہ تعالیٰ فی السادس
ما احب الخیر ہذا الاحادیث الخمسة ابو
جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن
بابویہ النعمی وکان من شیوخ الشیعة وثبتہ
استشہادہ البخاری رحمہ اللہ فی کتابہ
فی کتاب الطب فعال فی حدیث الشفاء فی ثلاثۃ
شرطۃ محجم وشریۃ غسل وکیۃ نار واد
النعم من بیث عن مجاہد عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما کذا فی کتاب الانساب للادام

بارہ امام ہوں گے اسے علی ان میں کا اول تو ہے
اور ان میں کا آخر مہدی ہے جس کے ہاتھ پر اللہ
تعالیٰ مشارق و معارب زمین کی فتح کرے گا امام جعفر
صادق کی حدیث میں بواسطہ ان کے ابا کریم کے جناب
امیر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے میری اہل بیت میں بارہ شخص ہیں
اللہ تعالیٰ نے ان کو میری سمجھ اور میری حکمت عطا
فرمائی ہے اور ان کو میری مٹی سے پیدا کیا ہے پس
ہاں ان پر جو میرے بعد ان کا انکار کریں گے وکیع سے
بواسطہ اس کی سند کے سید الشہداء امام حسین سے مروی
ہے انھوں نے فرمایا ہم میں بارہ مہدی ہیں پہلا علی
بن ابی طالب اور پچھلا مہدی حق کا قائم کرنے والا
اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ زمین کو آباد کرے گا
اور دین حق کو قائم ادیان پر غاب کرے گا اگرچہ مشرکوں
کو بڑا لگے امام جعفر صادق سے مروی ہے انھوں نے
فرمایا ہم میں بارہ مہدی ہیں چھ گزر چکے اور چھ
باقی رہے اور اللہ تعالیٰ تجھے میں جو چاہے گا رکھے
گا ان پانچوں حدیثوں کی تخریج ابو جعفر محمد بن علی بن
الحسین بن موسی بن بابویہ قمی نے کی ہے
اور وہ شیوخ کے شیوخ اور ان کے شہرت یافتوں میں
سے ہے بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب العقب
میں اس کے ساتھ استشہاد کیا ہے اور اس حدیث میں
جس کا مضمون یہ ہے کہ شہدائین میں سے پہلی لگانا
شہد مینا انک سے داغ دینا تاکہ اس کو کوئی نہ لیش
سے اور اس نے مجاہد سے اور نے ابن عباس سے روایت کیا ہے

ابی سعد عبد الکریم بن محمد السمعانی
رحمہ اللہ وقد خرج ابو جعفر النعمی ہذا
باسنادہ عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ
انہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ
یقول ان هذا الزمر لن ینقذ حتی یملک اثنا
عشر خلیفۃ کلہم فقال کلمۃ تخفیہ لہم انہما
قلت لا بی ما قال فقال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کلہم من قریش وفی روایۃ کلہم
یعل بالہدی و دین الحق وفی روایۃ
ولیس بغزیز ان یرجع اللہ تعالیٰ ہذہ الامۃ
یومنا ونصف یوم وان یومنا عند ربک کالغ
سنۃ مما تعدون وحدیث جابر بن سمرة
رضی اللہ عنہما اخرجہ البخاری ومسلم
والترمذی والبوداوی ورحمہم اللہ وقد
مغنی عن قریب روایات ہذا الحدیث و
تاویلہ وعن ابی جعفر النعمی ہذا باسنادہ
عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم البشر واثرا البشر واثرا البشر و
ثلاث مرات اضافہ امتی کذلک غیث لہ
یدری اول خیر ام آخرہ وکیث یملک امۃ
انا اولہا واثنا عشر خلیفۃ من بعدی
والعیس عیسیٰ بن مریم اخرہ فی کتاب
نواذرا اصول فی معرفۃ اخبار الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم تالیف الشیخ الزمام
العارف النولی ابی عبد اللہ محمد بن علی الحلی

اسی طرح امام ابی سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب الانساب
میں ہے اور اس ابو جعفر قمی نے اپنی اسناد سے جابر بن
عبد اللہ سے تخریج کی ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا آپ
فرماتے تھے یہ ہر تمام مذہب کا بیابان تک بارہ خلیفہ ہاں
ہوں گے اور سب کے سب قریش سے ہوں گے
اور ایک روایت میں ہے سب کے سب ہایت
اور دین حق پر عمل کریں گے اور ایک
روایت میں ہے کچھ دشوار سنیں ہے
کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ایک دن یا آدھا دن
اکٹھا کر دے اور ایک دن تیرے پروردگار کے
نزدیک تمہاری گنتی کے موافق ہزار برس کے برابر ہے
اور جابر بن سمرة کی حدیث بخاری و مسلم و ترمذی
والبوداوی نے تخریج کی ہے اور غریب اس کی
روایات و تاویلات گذر چکی ہیں اور اسے ابو جعفر قمی
سے بواسطہ اس کی اسناد کے جناب امیر سے مروی
ہے کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
م کو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو پھر مژدہ ہو تین مرتبہ فرمایا
میری امت کی مثال بارش جیسی ہے کہ معلوم نہیں
ہوتا اس کا اول بہتر ہے یا آخر اور وہ امت
کیونکر ہلاک ہوگی کہ جس کے اول میں میں اور
بارہ خلیفہ میرے پیچھے اور عیسیٰ ابن مریم اس کے
آخر میں ہے اور کتاب نوادرا اصول فی معرفۃ
اخبار الرسول تالیف الشیخ امام ابی عبد اللہ
محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ

الترمذی قدس الله تعالى روحه ونور
ضريحه في الاصل الرابع والعشرين والمائة
حدثنا الحسين بن عمر بن شقيق البصري
قال حدثنا سليمان بن طريف عن مكحول عن
ابي الدرداء رضي الله عنه انه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم خير امتي اولها وانحوا
وفي وسطها الكذب حدثنا صالح بن عبد الله
قال حدثنا عيسى بن ميمون البصري عن بكر
بن عبد الله المزني عن ابن عمر رضي الله عنهما
انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل
امتي مثل المطر لا يدري اوله خير ولا آخره
اخبرنا صالح بن حماد عن ابي جعفر عن ثابت البناني
عن النسر رضي الله عنه عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم بشفله حدثنا الفضل بن محمد
حدثنا ابراهيم بن الوليد بن سلمة الدمشقي
ثنا ابي ثناء عبد الملك بن عقبة الافريقي
الواسطي عن ابي يونس مولى ابي هريرة رضي
الله عنه عن عبد الرحمن بن سمرة قال
بعثني خالد بن الوليد بشيرا الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم يوم موقعة فلما دخلت
عليه قلت يا رسول الله فقال لي على رسلك
يا عبد الرحمن اخذ اللواء زيد بن حارثة
فقاتل زيد حتى قتل رحمه الله زيد اشراخذ
اللواء جعفر فقاتل جعفر حتى قتل رحمه الله
جعفر اشراخذ اللواء عبد الله فقاتل فقتل

رحم الله عبد الله اشراخذ اللواء خالد ففتح
الله خالد فخالد سيفت من سيفت الله فبلى
اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم
حواله فقال ما ييكلمكم فقالوا وما لنا لا نكلم
قد قتل خيارنا واشراخنا واهل الفضل منا قال
لا تمكروا فانما مثل امتي مثل حذيفة تام عليها
صاحبها فاجتث روابها وهيتا مسكنها
وخلق سفعها فاطمت عاما فوجا شواما فوجا
شوعلا فوجا فاعل اخرها طعا ليكن اجدوا
قنونا واولولها شمر اخا والذى بعثني
بالحق لتجدن ابن مريعي في امتي خلفا من
خواريه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق
الكندي قال حدثنا عيسى بن يونس عن صفوان
بن عمرو السككي عن عبد الرحمن بن جبير
بن نفير الحضرمي قال لما اشتد جرح اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم على من اصاب
مع زيد بن حارثة يوم موقعة قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ليدركن المسيح من هذه
الامة اقرا انهم مثلكم او خير منكم ثلاث
مرات ولن يخزي الله تعالى امة انا واوليا
والمسيح اخرها قال ابو عبد الله رحمه الله
فمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا ثم
عدد المنة فقال كنته خير امة اخرجت
للناس وكذلك جعلنا له امة وسطا لئلا
يشهد على الناس واصحوف بالسفلة حو

مقتول هو الله تعالى عبد الله بن رعت كرسه پھر فالله
جھنڈا لیا پس اللہ نے خالد کو فتح دی اور خالد اللہ کی
تلوار اعلیٰ میں کی ایک تلوار ہے اس پر اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے روپڑے اور وہ آپ کے گرد تھے
آپ نے پوچھا تم کیوں روئے ہو عرض کیا ہم کیوں کر روئیں
ملاحیہ ہمارے بہتر اور اشرف اور بزرگی والے مقتول ہوئے
فہا امت روئیں تو میری امت کی مثال مثل اس باغ
کے ہے کہ اس کا مالک اس کے لئے کھڑا ہوا اور اس کی کھجور
کے تنامیں سے دوسری کھجور نکلی ہوئی کو اکھاڑا اور اس
کے رہنے کی جگہ کو تیار کیا اور اس کی شاخوں کو برابر کیا پس
اس نے ایک سال ایک جماعت کو پھیل دیا پھر دوسرے
سال اور جماعت کو پھر تیس برس اور جماعت کو پس
شاپر پھیل چل والا عمدہ خوش والا اور لیے شاخوں والا
ہو پس اس فلت کی قوم جس نے کھجور کو من کے ساتھ بھیجا ہے
ابن مریم میری امت میں اپنے حواریں کہ جانشین ہائے
کا عبد الرحمن بن جبر بن نفیر سے مروی ہے جب کہ جنگ
موتہ کے دن ان پر جو زید بن حارثہ کے ساتھ شہید
ہوتے تھے اصحاب کا واپس سخت ہوا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قین دفر فرمایا اس امت کے
بعض لوگ عیسیٰ بن مریم کو ملیں گے وہ تم جیسے یا تم سے بہتر
ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اس امت کو سوائس کرے گا
جس کا اول میں اور آخر میں مسیح ہوگا ابو عبد اللہ نے کہا
کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصا احسان کیا پھر احسان کو
اور فرمایا تم بہتر امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے وہ
اسی طرح کیا ہم نے تو لوگوں کو بہتر اس لئے کہ لوگوں کو بہتر

الموصوف بالعدل لا يعيل الى انراط
ولا الى نقصان فالميزان لسانه في وسطه
وباستواء الطرفين والكفتين يستوي لسان
الميزان ويتوهم الوزن فجعلت اواهل هذه الامة
واو اخرها من يهدون بالحق و به يعدلون
فجعل اولها و اخرها الكفتي الميزان ليتواريان
وما بينهما من الكدر والشج والعيوج كلسان
الميزان يستقيم ولا يعيل هكذا وهكذا باستواء
الكفتين فغناه ان منجز هذا الوسط بهذين
الكفتين فانه ان مال الوسط الى احدى الجانبين
مال الى ركن وثيق فغير استواء هاتين الكفتين
اعوجاج هذا الوسط وشبهه الديرى
انه عملهم فعال وكذلك جعلنا كلمة وسطا
اى عدل و في وسط الامة اعوجاج فلما كان
في استواء الكفتين استقامة اللسان فكذا ذلك
في استواء اواهل هذه الامة و او اخرها يقيم
الوسط فلا يميلك وقد جاء في الخبر انه
سيظهر العلم في اخر الزمان و يقبل الناس
على امر الله سبحانه حتى يتم حجة الله على
عباده وقد اخرج ابو جعفر النعماني المذکور فی
علامات الامام و ذکر فضل الامام عن الرضا
رضي الله عنه انه قال للامام علامات يكون
اعلم الناس واحكم الناس واحملوا الناس واتقى
الناس واسخى الناس واشجع الناس واعبد
الناس ويولد مختونا ويكون مظهر اديري من

الوجود وسط ہونے کے ساتھ موصوف ہے وہی عمل کثرت
موصوف ہے جو افراد و تفرید کی صورت مائل ہوں ترازو کا کام
اس کی پیچ میں ہوتا ہے اور دونوں پلوں کی برابری سے
کامیابی برابر رہتا ہے اور وزن بھی برابر رہتا ہے اس لئے
امت کے پہلے اور پچھلے وہ لوگ کئے گئے جو پی راہ بتاتے
ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں پس اس کے اواخر
کوش ترازو کے دو پلوں کے کیا جو برابر رہتے ہیں اور ان
کے درمیان میں کہ درت اور یک ہو جیسے ترازو کا کام مستقیم
رہتا ہے اور پلوں کی برابری کے سبب ادھر ادھر نہ جھکتا
تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان دو پلوں کے سبب درمیان ہی
نجات پاجائے گا کیونکہ اگر درمیان ان دونوں جانوں میں سے
کسی طرف مائل ہوگا تو مضبوط کسی کی طرف مائل ہوگا تو ان دونوں
پلوں کی انجھاری کہ اس درمیان کی کمی ہے کی کمی کو معلوم نہیں
ہے کہ خدا تعالیٰ نے عام طور پر فرمایا ہے اسی طرح کی کمی نہ کم
عدہ گروہ) حالانکہ وسط امت کی کمی ہے پس جس طرح پلوں
کی برابری میں کائنات کی جمہوری حاصل ہوتی ہے اسی طرح
اس امت کے پہلوں اور پچھلوں کی صلاحیت سے وسط
کا قیام ہے تو وہ ملاک نہ ہوگا اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر
زمانہ میں علم ظاہر ہوگا اور لوگ اللہ کے دین کی طرف متوجہ ہونگے
میان تک کہ اللہ کی حجت اس کے بندوں پر پوری ہو اور اسی
ابوجعفر فی ذکر کونے علامت امام میں تخریج کی ہے اور امام
کی بزرگی امام رضاشی اللہ عنہ سے نقل کی ہے مخون نے فرمایا
ہے امام کے لئے نشانیاں ہیں وہ یہ لوگوں میں سب سے زیادہ
عالم ہو اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ عالم اور
سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ دینی اور سب سے

خلفہ کمایری من بین یدیه واذا وقع
على الارض من بطن امه وقع على راحتيه
رافعا صوتہ بالشهادتين ولا يحتلم
وينام عينه ولا ينال قلبه ويكون محدثا
وليستوى عليه درع رسول الله صلى
الله عليه وسلم ويكون عنده سلاح
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيجده
ذوالفقار ويكون عنده مصحف فاطمة رضي الله
عنها ويكون عنده حجة فيها سماء مخالفيه
الى يوم القيمة ولا يرى له بول ولا غائط ولا الله
تعالى قد وكل الارض باتباع ما يخرج عنه و
يلد ان راحته الطيب من راحته المسك
ويكون اولي الناس منهج بانفسهم واشفق
عليهم من ابائهم ومهاجرتهم ويكون اشد
الناس تواضعا لله تعالى ويكون اخذ الناس بما
يامر به واكف الناس عما ينهى عنه ويكون دعاؤه
مستجابا حتى انه لو دعا على حصى لانشأت
بنصينين ويكون مؤيد ابرو ح القدس و
بنيته وبين الله تعالى عود من نؤو يري فيه
اعمال العباد وكل ما احتاج اليه يبسط له فيعلم
وليقتض عنه فلا يعلم والامام يولد ويولد و
يصبح ويعرض وياكل ويشرب وينكح وينام
ويعرج ويحزن ويضحك ويسكى ويعت
ويقترب ويزار ويحضر ويوقت ويعمر من ليل
ويكرم ويشفع وذلالة في خصلتين في العلم

زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ عالم ہو اور مخون اور سب سے
پیدا ہو اور دنیا سامنے سے دیکھے و لیا ہی پیچے سے دیکھے
اور جب ان کے پیٹ سے نکلے کشتادتی پکار کر کہتا ہو
جھیلیوں کے بل زمین پر آوے اور مخون نہ ہو اس کی آنکھیں
سوتل دل پیدا ہو اور فرشتہ اس سے کلام کرتا ہو اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زرد اس کے بدن پر بر آتی ہو اور اس کے
پاس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیار ہوں اور اس کی تلوار
ذوالفقار ہو اور اس کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف
ہو اور اس کے پاس ایک ایسا محفہ ہو جس میں اس کے مخالفین
کے نام ہوں جو قیامت تک ہوں گے اور اس کا پیشاب پامانہ
کوئی نہ دیکھے گئے کیونکہ اس کے فضلات کے نکلنے پر زمین متحرک
ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بھی ہو اور لوگوں کا ان کی
جانوں سے زیادہ اولی ہو اور ان کے ماں باپ سے زیادہ
ان پر مہربان ہو اور اللہ کے سامنے سب سے زیادہ عاجز کرنے
والا ہو اور جس کا حکم کرے خود اس پر سب سے زیادہ عمل
کرنے والا ہو اور جس باتوں سے منع کرے خود سب سے زیادہ
ان سے بچے والا ہو اور اس کی دعایاں تک مستجاب ہو کر اگر
پتھر پر دعا کرے تو چھٹ کر ڈکڑے ہو جائے اور روح اللہ
کے ساتھ مویہ ہو اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے نور کا
ایک ستون ہو جس میں بندوں کے اعمال اور جس کی ضرورت
ہو دیکھ لیا کرے گنج ہی اس کے لئے بسط ہوتا ہے پس جانتا
ہے اور کبھی قبض ہوتا ہے پس نہیں جانتا امام پیدا ہوتا ہے اور
اس سے اولاد ہوتی ہے اور تندرست ہوتا ہے اور بیمار ہوتا ہے
اور کھاتا ہے اور پیتا ہے اور کھانچ کر تپا ہے اور سوتا ہے اور خوش
ہوتا ہے اور غمگین ہوتا ہے اور سہا ہے اور روتا ہے اور مرتا

واستجابة الدعوة والامة بعد النبي
صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم قتلوا
بالسيف او السوء ويرى ذلك عليهم على
الحقيقة لولما يقول الغلاة عليهم اللعنة
فانهو ليعولون انهو لم يقتلوا على الحقيقة
وانه شبه على الناس امرهم فكلوا عليهم
غضب الله عز وجل فانه ما شبه امر احد
من انبياء الله سبحانه واوليائه للناس
الا امر عيسى بن مريم عليهم الصلوة والسلام
لانهم دفع من الارض حيا ودفن روحه بين
السماء والارض تعرف الى السماء ورد
عليه روحه وذلك قول الله عز وجل
اذ قال الله يا عيسى اني متوفيك و
ادخلك الى الية ان الامامة اجل قدر
او اعظم شأن من ان يبلغوا الى ما يستحقون
او ينالونهم بار الله الامام مخصوص بالفضل
كله من غير طلب منه ولا الكتاب بل اختص
من المفضل الوهاب تحيرت الحكماء ولفظ
الاولياء وعجزت الاديان وحصرت البلغاء
عن وصف شأن من مثله او فضيلة من
فضائله يؤتيه الله عز وجل من مخرن علامة
وحكمه ماله يؤتى غيره وعن الرضا رضي الله عز
انه قال ان سر ان يلقى الله عز وجل وزنب
عليك فتر الحسين رضي الله عنه ان بكيت
على الحسين رضي الله شمسك ودمك على

ہے اور دفن ہوتا ہے اور زیارت کیا جاتا ہے اور زیارت میں
اٹھایا جائے گا اور شہر آباد جائے گا اور میں کیا جائے گا اور رسال کیا
جائے گا اور اگر کام کیا جائے گا اور شہرت قبول کیا جائے گا اور اس کی لذت
دو ضلعوں پر اور قبولیت دعائیں ہے اور امام حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے بچے زہر اور تلوار سے قتل ہوئے اور مقتول ہونا واقعی ہے نہ مبرا
غالی شیعوں کے ہیں خدا تعالیٰ ان پر لعنت کرے وہ کہتے ہیں کہ واقع میں
مقتول نہیں ہوئے بلکہ لوگوں کو ان کا مشرب ہو گیا ہے پس وہ جھوٹے
ہیں خدا کا ان پر غضب ہو گیا ہے اور اولیائے حق سے جو عیسیٰ
بن مریم کے کسی کا امر مشرب نہیں ہوا وہ نرغہ زمین سے اٹھیا
گیا اور اس کی روح زمین آسمان کے بیچ میں قبض کی گئی پھر
آسمان پر بلند کیا گیا اور اس کی روح اس کو واپس دی گئی
اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے احب اللہ نے فرمایا ہے عیسیٰ
میں تجھ کو دینا سے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا بیک
امامت باعتبار بزرگی قدر اور غمت شان کے اس سے
بالترتیب کہ لوگ اس کو اپنی عقلوں سے پہنچ سکیں اور اس
کو رایوں سے لے سکیں امام پوری بزرگی کے ساتھ مخصوص
ہے بدون طلب اور کسب کے بلکہ مفضل وہاب کی طرف سے
محض اختصا سے اس کے احوال میں سے ایک حال اور اس
کے فضائل سے ایک فضیلت کے وصف سے حکما بیان اور
ولی قاصر اور ادیب عاجز اور بینہ کو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے علم حکمت
کے خزانہ سے جس قدر اس کو دینا ہے دوسرے کو نہیں دیتا
اور نیز امام رضا سے فرمایا اگر تجھ کو پسند آوے تو حضرت
سے اور تجھ پر کوئی گناہ نہ ہو تو ماہر حسین کی زیارت کر اور
مرد حسین پر درود سے دینے سے شورش و زنجبیل
تو نہ ہی ہرگز نہ ہوگا و بخیر دے کہ در اگر تجھ کو خوش

خدا یدک غفر الله تعالى لك كل ذنب وان سرک
ان یکون لك من الثواب مثل ما لمن استشهد
مع الحسين رضي الله عنه من اهل بيته وهم
ما هو في الارض شبيه فقل مني ما ذکرته يا
ليثي كنت معهم فانور فوزا عظيما ولقد
نزل الى الارض من الملائكة اربعة اوف انصر
لهم يكدون لهم فهو عند قبره شعث غبرالي
ان يقوم القاعوس رضي الله عنه فيكونون من
النصارى وسئل الرضا عن غير فاطمة رضي الله
عنها فقال دفنت في بنتي فاما زادوا في المسجد
حار قبرها في المسجد وعن الرضا رضي الله عنه
انه قال من مشد رحله الى زيارتي استجيب
دعاؤه وغفرت له ذنوبه من زارني في تلك
البيعة كان كن زار رسول الله صلى الله عليه وسلم
وكتب الله له ثواب الحج مبرور ووافى
عمرة مقبولة وكنتم انا وابائي شفعاء له يوم
القيامة وهذه البيعة روضة من رياض الجنة
ومختلف الملائكة لا يزال فوج ينزل من السماء
وفوج يصعد الى ان يفتح في العصور وعن
رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال سيدفن
بعضة مني بارض خراسان ما زالها حاكم وب
الرفس الله تعالى كرتبه ولا مذهب الاغني الله
تعالى ذنوبه وعن الرضا رضي الله عنه من زارني
وهو على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته له
وعن الرضا رضي الله عنه من زارني عارفا بحق

لکے کہ تجھ کو بھی اس قدر ثواب ملے جس قدر ان کو ملتا تھا
جو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اہل بیت سے
شہید ہوئے علانیہ و دہریہ زمین پر ان کا مشابہتیں تو تویر
کر جو میں تجھ سے ذکر کرتا ہوں۔ یا لیتی کنت معہم فانور فوزا
عظیما اور زمین پر چار ہزار فرشتے اس کی مدد کے لئے نازل
ہوئے لیکن ان کو اجازت نہ ہوئی پس وہ اس کی قبر
کے پاس پر گنہہ سرخار اکودہ قائم رضی اللہ عنہ کے قیام
مک رہیں گے اور اس کی مدد کریں گے کسی نے امام رضا
ناظر رضی اللہ عنہ کو پوچھا فرمایا اپنے گھر میں دفن ہوئیں اور
جب مسجدیں بڑھایا تو آپ کی قبر مسجدیں ہو گئی اور امام رضا
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جو شخص میری زیارت کے لئے
کہا وہ باندھے اس کی دعا قبول ہو اور اس کے گناہ معاف
ہوں اور جو شخص اس جگہ میری زیارت کرے گویا اس
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زیارت کی اور اس کے ہزار حج مقبول اور ہزار عمر مقبول
کا ثواب لکھا جائے گا اور زیارت میں میں اور میرے بار
اس کے شیعین ہوں گے اور یہ جگہ جنت کے باغوں میں سے
ایک باغ اور فرشتوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے نفی صمد کہ
ہمیشہ ایک جماعت فرشتوں کی آئے گی اور ایک پڑھے
کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے فرمایا جو شخص
میرا لخت بجز خراسان کی زمین میں دفن ہوگا جو سختی رسیدہ اس کی
زیارت کرے گا خدا اس کی سختی دور کر دے گا اور جو گنہہ
اس کی زیارت کرے گا اس کے گناہ معاف کرے گا امام رضا
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جو شخص نہا کر میری زیارت کرے
پیشہ ہوں سے ایسا پاک بھلے گا جیسے کہ اس کے پیٹ سے

عن الرضا رضي الله عنه من زارني في غربة
كان معي في درجتي يوم القيمة مغفورا له وعن
علي بن محمد بن الرضا رضي الله عنهما انه قال من
زار الرضا فاصابه في الطريق قطرة من السماء
حرم الله تعالى جسده على النار وعن
علي بن محمد الرضا رضي الله عنهما انه
قال من كانت له الى الله عز وجل حاجة فليزور قبر
جيد الرضا رضي الله عنه وهو على غسل
وليعمل عند راسه ركعتين وليسال الله تعالى
حليته فانه يستجاب له سالو لیسال فی مائتم
او قطیعة رحو وان موضع قبره ببقعة من
لباق الجنة لا يزورها مؤمن الا اعتقه الله
تعالى من النار وادخله دار العزاز وعن الصادق
رضي الله عنه انه قال من زار واحدا من
الائمة فكما ان راس رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقيل للرضا رضي الله عنه علمني قول بليغا كما مله
اذ زرت و احدا منكم فقال اذا صرت الى
الباب فقف واشهد الشهادتين وانت على
غسل وادخلت ورأيت القبر فقف وقيل الله
أبدا الله أكبر ثلثين مرة ثم امش قليلا وعليك
السكينة والوقار وقارب بين خطاك ثم قف
وكبر الله عز وجل ثلثين مرة ثم ادن من القبر
وكبر الله عز وجل اربعين مرة تمام مائة مرة
ثم قل السلام عليكم يا اهل بيت الرسالة و

پیدا ہونے کے دن تمام رشتے مردی ہے جو شخص میرا حق
سمجھ کر میری زیارت کرے گا اس کے پسینہ پچھنے گناہ خدا تعالیٰ
بخشنے کا نام رشتے مردی ہے جو شخص میری زیارت میں میری
زیارت کرے گا قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں
بخشا ہوا ہو گا علی بن محمد رضی اللہ عنہ سے مردی ہے فرمایا
جس شخص نے اہم رضا کی زیارت کی اور راستہ میں اس کو آسمان
سے دھڑکے قطرہ پہنچ گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو آگ و نزع
پر حرام کر دے گا علی بن محمد رضی اللہ عنہ سے مردی ہے
فرمایا جس کو خدا کی طرف کوئی حاجت ہو چاہیے کہ سنا کر دوا
رضا کی قبر کی زیارت کرے اور سر کے متصل دو رکعتیں پڑھے
اور اللہ سے حاجت مانگے تو اس کی دعا قبول ہوگی جب تک
لوگ نہ اور قطع رحم کی دعا نہ کرے اور اس کی قبر کی خاک جنت
کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے جو مومن اس کی زیارت
کرے گا اللہ اس کو آگ سے آزاد کرے گا اور اس کو جنت
میں داخل کرے گا امام صادق سے مردی ہے فرمایا جس نے کسی
اہم کی زیارت کی گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زیارت کی امام رضا سے کسی نے کہا کہ مجھ کو کوئی بلیغ کا کلمہ
سکھائیے کہ میں آپ کی زیارت کے وقت پڑھوں فرمایا جب دروازہ
پر پہنچے تو تھمرو اور شہادتیں پڑھو اور تونیا ہوا اور جب اندر
جائے اور قبر دیکھے تو تھمرو اور میں مرتبہ اللہ اکبر پڑھ بھر
تھمرو ساتسین اور دروازے کے ساتھ میں اور پھوٹے قدم
رکھو بھر تھمرو اور تیس مرتبہ تجھ پڑھ بھر قرعے قریب ہو
اور چائیس مرتبہ تکبیر پڑھو یہ پورے سو مرتبہ ہو گئے پھر
کہ تم میرا سلام ہو اسے اہل بیت رسالت
اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ اور وحی کے

الملائكة ومعبط الحي وخزان العلم
الحلم ومعدن الرحمة واصلو للكرم
والادب وعنا صرا الجرار ودعا يعبر الاضياء
باب الايمان واما الرحمن وسلافة
الدين وعتره صفوة المسلمين صلى الله عليه
وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على ائمة
الهدى ومعاصيح الديجي واعلوم النقي وفدى
الحبي والنهي ورحمة الله وبركاته السلام
على محال معرفة الله تعالى السلام على
مساكن ذكوا الله تعالى ومساكن بركة الله تعالى
ومعادن حكمة الله تعالى سر الله عز وجل وحلقة
كتاب الله عز وجل وورثة رسول الله صلى الله
عليه وسلم ورحمة الله وبركاته السلام
على الدعاة الى الله عز وجل والادلاء على
مرضات الله عز وجل والمظهرين لامر
الله عز وجل ونهيه والمخلصين في توحيد
الله سبحانه ورحمة الله وبركاته اني مستشفع
الى الله تعالى بكم ومتدكم امام طلبة وارادتي
وسألتني وحاجتي اشهد الله سبحانه اني
مؤمن بكم وعلايتكم والى ابراهيم الى الله عز
وجل من عدو آل محمد من الجن
والانس صلى الله على محمد وآله الطاهرين
وسلم تسليمًا وعن الرضا رضي الله عنه وعن
أبيه رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه
وسلم انه قيل له يا رسول الله متى يخرج

نزل کی جگہ اور علم کے خزانہ اور علم کے ختم
ہونے کی جگہ اور رحمت کی کان اور کرم کے اصل
اور امتوں کے سردار اور نیکوں کے عنصر اور
بیتوں کے ستون اور ایمان کے ذخیرے اور خدا
کی امانت دار اور انبیاء کے خلاصہ اور رسولوں
کے برگزیدہ اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں
سلام اور پر ائمہ ہدی اور اخیروں کے چراغ اور
توتے کے جھنڈے عقل و دانش والے اور اللہ
کی رحمت اور برکات ہوں اللہ تعالیٰ کی معرفت
کے عملوں پر سلام اللہ تعالیٰ کے ذکر اور برکت
کے مساکن پر سلام اور اللہ کی حکمت اور مجیدوں کی
کانوں پر اور اللہ کی کتاب کے اٹھانے والوں اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں پر سلام اور اللہ
کی رحمت اور برکات ہوں خدا کی طرف بلانے والوں پر
اور اللہ کی مرضی کی طرف راہ بتانے والوں پر اور
اللہ کے امر و نہی کے فہم کرنے والوں پر اور اللہ
کی توحید میں اخلاص والوں پر سلام اور اللہ کی رحمت
اور برکات ہوں میں اللہ کے یہاں تمہاری شفاعت
چاہتا ہوں اور اپنے مطلب اور سوال اور ارادہ اور
حاجت سے آگے نہ بڑھتا ہوں کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں
کہ مجھ کو قتل سے ظاہر و باطن پر ایمان ہے اور میں آل محمد
کے دشمن سے خواہ میں جو ایمان اللہ کی طرف ہوں
اور رحمت ہوا اللہ کی محمد پر اور اس کی اولاد خیرین پر
اور سلام ہو امام رضا اور ان کے اہل بیت روایت ہے
کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ

الْعَالَمُونَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَثَلُهُ مَثَلُ السَّاعَةِ لَا يَجْلِبُهَا الْوَقْتُهَا الْأَهْوَى
تَقْلُتُ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكَمُ إِلَّا
بِخْتَةٍ وَبِرَوَايَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ فِي صِفَةِ الْمَهْدِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَحْكُمُ بِالْعَدْلِ وَيَأْمُرُ بِخَيْرٍ
مَنْ تَهْلُمُهُ يَصْدُقُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي قَوْلِهِ
وَلْيَصِدِّقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَجْعَلُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ مِنْ
أَقْصَى الْبِلَادِ عَلَى عِلَّةِ أَهْلِ بَدْرٍ ثَلَاثَةً وَثَلَاثَةً
عَشْرَ رَجُلٍ مَعَهُ صَحِيفَةٌ مَخْتُومَةٌ فِيهَا عَدَدُ
أَصْحَابِهِ بِأَسْمَائِهِمْ وَبُلُوذِهِمْ وَحُلَاهُمْ لَهُ عِلْمٌ
إِذَا حَانَ وَقْتُ خُرُوجِهِ أَنْتَشِرَ ذَلِكَ الْعِلْمُ
وَانْطَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَنَادَاهُ الْعِلْمُ الْخَرِجْ
يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَلَهُ سَيْفٌ مَعْمَدٌ فَإِذَا حَانَ وَقْتُ
خُرُوجِهِ أَتَمَّلَعَ ذَلِكَ السَّيْفُ مِنْ عُدَّةٍ وَانْطَقَ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَنَادَاهُ السَّيْفُ الْخَرِجْ يَا وَلِيَّ اللَّهِ
فِي خُرُوجٍ وَيَقْتَرِحُ حُدُودَ اللَّهِ وَيَحْكُمُ بِحُكْمِ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ يَمِينِهِ وَ
مِيكَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ يَسَارِ طُغْيَانِ لَيْسَ لِقَابِهِ
وَقَوْلُهُ لِمَنْ أَحْبَبَ طُغْيَانِ لِمَنْ قَالَ لَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
حُجَّزُ الصَّادِقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَا شَأْنُ
عَشْرِ مَهْدٍ يَا مَعْنَى مَسْتَهْ وَبَقِيَّةُ سِتَّةٍ وَيَضَعُ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ فِي سَادَسٍ مَا أَحْبَبَ وَمَا قِيلَ فِي
مَرْثِيَةِ الرَّجُلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

سجده سے مروی ہے فرمایا ہم میں بارہ ہستی ہیں چھ گندہ چکے اور چھ بے اور اللہ تعالیٰ اچھے میں جو چاہے
نہا کر کے کہ امام رضا کے مرثیہ میں کسی نے کہا ہے۔

آپ کی اولاد سے قائم کب غمور فرمائے گا
حضرت علیؑ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مثال قیامت
کی ہے وہ ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر بھاری
ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں تھامے پاس نہیں آئے
گی مگر نگاہیں اور اہل بیت کی روایت سے ہے ہمدی ہمدی
اللہ عزوجل کی صفت میں کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کرے
گا۔ تمہاری زمین سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کے قول کی
تصدیق کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے گا
اللہ تعالیٰ اس کے لئے اقصیٰ بلاد سے تین سو ستر
آدمی بقدر تعداد اہل بدر کے اکٹھے کرے گا اور
اور اس کے پاس ایک مہری محیف ہوگا جس میں اس
کے اصحاب کی تعداد اور ان کے نام اور ان کے شہر
اور ان کے عیالے اور اس کا علم ہوگا جب اس کے
خبر کا وقت قریب آئے گا تو یہ علم منتشر ہوگا اور اللہ
تعالیٰ اس کو گویا کرے گا اور پکارے گا اے ولی اللہ
نکل اور اس کی تلوار میان میں ہے جب اس کے خروج
کا وقت قریب ہوگا وہ تلوار اپنی میان سے نکلے گی
اور اللہ تعالیٰ اس کو گویا کرے گا اور تلوار اس کو پکارے گی
اے ولی اللہ نکل پھر نکلے گا اور اللہ کی ہر دو قاف کرے
گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ حکم کرے گا جبرائیل علیہ
السلام اس کے دائیں اور میکائیل علیہ السلام اس کے بائیں
ہوگا مبارک ہو جو اس سے ملے مبارک ہو جس نے اس کو
دوست رکھا وہ جو اس کا قاتل ہو۔ اعم البخیر اللہ

سجده سے مروی ہے فرمایا ہم میں بارہ ہستی ہیں چھ گندہ چکے اور چھ بے اور اللہ تعالیٰ اچھے میں جو چاہے
نہا کر کے کہ امام رضا کے مرثیہ میں کسی نے کہا ہے۔

امشعار

قبر بطوس بہ اقام امام - حتم الیہ زیارۃ
ولہام - قبر سنا انوار یجلبو العمی -
وبتر یہ قد یدفع الہم مقام - قبر اذ احل
الوفد دبر لجة - رحلوا وحطت عنہم
الوثام - ارواحکم موجودۃ اعیانہا ان
عن عیون غیبت اجسام - تریۃ الرضا
رضی اللہ عنہ بطوس مبارکہ کان یتشوق
بلہ الناس وعن بعض وزراء خوارزم -
اسبابہ الیروس فدعا اللہ تعالیٰ عند ما فشفاه
اللہ سبحانہ فعمر ذلک الوزیر فیہا عمارۃ
الفتح فیہا قریباً من عشرة الاف دینار وعن
بعض کبار اہل البیت انہ کان لیقول فی دعائہ
اللہم العن الرافضۃ فانہم
ینہم ہوننا وعن زین العابدین علی
بن العیین رضی اللہ عنہما انہ قال لہ رجل
کیف رأیت منزلة ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما
من البنی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کمزرتہما
الیوم وعن زین العابدین رضی اللہ عنہ
انہ قال اقرب ما لیكون العبد من غضب اللہ
عزوجل اذ اغضب ومن کلامہ رضی اللہ عنہ
العافیۃ ملک خفی ومن کلامہ قنوطک اعظم
من ذنبک ومن روایتہ رضی اللہ عنہ لیقول
اللہ عزوجل اذا عصانی من خلقی من لیرفنی
سلطت علیہ من خلقی من لایعرفنی ومن

مرثیہ بطوس میں قبر جس میں امام مہتمم ہے اس کی زیارت
اور اس کی طرف قرب واجب ہے قبر جس کے انوار کی
روشنی انہ سے کن کو دور کرتی ہے اور اس کی مٹی سے بنائیں
دور ہوتی ہیں۔ ایسی قبر ہے جب جماعتیں اس کے حق میں ترقی
ہیں۔ کوچ کرتی ہیں اور گناہ ان سے دور ہوتے ہیں تھامی
ارواح باعیاں موجود ہیں اگر تھامے اجسام انھوں کے
سامنے سے غائب ہو گئے ہیں۔ رضائی قبر کی مٹی بطوس میں
مبارک ہے لوگ اس سے شفا طلب کرتے تھے بعض وزراء خوارزم
سے حکایت ہے اس کو بطوس کی چاری ہوئی اس نے خدا
تعالیٰ سے اس جگہ دعا مانگی پس اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی
اس وزیر نے دس ہزار دینار خرچ کیے کہ ایک عمارت بنائی
بعض کبار اہل بیت سے مروی ہے وہ اپنی دعائیں فرمایا کرتے تھے
اللہم رافضیوں پر لعنت فرما کہ وہ ہم پر تیش جھوٹی لگاتے ہیں
اور امام زین العابدین علی بن الحسین سے مروی ہے کسی
شخص نے ان سے کہا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا مرتب کیا دیکھا فرمایا جیسا
آج ان کا مرتب ہے۔ امام زین العابدین سے مروی ہے
فرمایا انھ کے وقت بندہ اللہ کے غصہ سے زیادہ قریب
ہوتا ہے اور آپ کے کلام میں سے ہے عافیت پریشیہ
بادشاہت ہے۔ آپ کے کلام میں صحیح نامہ سیدی تیرے
گناہ سے بڑی ہے اور آپ کی روایت سے ہے اللہ
عزوجل فرماتا ہے جب میری مخلوق میں سے میری
نافرمانی وہ کرتا ہے جو مجھ کو پہچانتا ہے اس پر اپنی
مخلوق میں سے اس کو مسلط کرتا ہوں جو مجھ کو نہ پہچانتا

کلامہ رضی اللہ عنہ یا اهل العراق ليجوبا
حب الاسلام فضیلا لبحکم یاحتی صار
علینا علما بلغ شیعتنا انما لا نغنی عنہم من
اللہ سبحانہ شیوان ولا یتنا لامتال
الابوالو ج۔ انتہی بلفظہ

ہو اور آپ کے کلام سے ہے اے عراق والو ہم کو دوست
دیکھو بقدر اسلام کی محبت کے قناری محبت تو ہم پر عار
ہوگئی ہماری شیعہ کو پہنچا دی کہ ہم ان کے لئے اللہ تعالیٰ
سے کچھ کمائی نہیں کر سکتے اور ہماری ولایت و محبت پر
پرہیز گاری کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اب اہل علم و انصاف اس عبارت میں منظرِ کامل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ
پارسانے مذہبِ شیعہ ائمہ اثناعشر کی نسبت امامِ رازی سے نقل فرمایا اس کے بعد ان کی روایات
خمسہ نقل فرمائی کہ جن سے ائمہ اثناعشر کی امامت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کے مخرج
کے مذہب کو بیان کر دیا تاکہ لوگ اس کی ان روایات سے دھوکا نہ کھادیں جو متعین بیان مذہب کو
ہوں۔ اور اگر الحاق نہیں ہے تو غلطی سے استناد بخاری نقل کیا۔ بعد اس
کے اسی قی رادی سے چھٹی روایت جو کتاب الحفص میں مروی ہے اور مطابق روایات اہل حق ہے نقل
کی اور اس کی تفسیر اہل سنت کی روایات سے کر کے اس کی تاویلات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور
ان کو یاد دلایا اور اس روایت کی نقل سے اس امر کی طرف ایسا کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت
ابوجعفر کی موضوعہ و مختصرہ میں اور صحیح یہ ہی ہے جو متوید بروایات اہل حق ہے۔ بعد اس کے ساتویں
روایت اسی سے نقل کی جو کتاب الحفص میں مذکور ہے اور اس میں بطور اشارت کے دو امر اشارہ
ہوئے ہیں ایک یہ کہ امت کی مثل باران جیسی ہے جس کے اول و آخر کی تمیز و تفریق و تفریق و تفریق و تفریق
دشوار ہے دوسری یہ کہ جس امت کے اول میں میں اور ائمہ اثناعشر ہوں اور آخرین عینی بن مریم ہوں
دو کیونکر ملاک ہو سکتی ہے چونکہ فی الجملہ یہ روایت بھی روایات اہل حق کے مطابق تھی جز اول پورا
مطابق ہے جز دوم میں ذکر ائمہ اثناعشر حضرت قتی نے اپنی طرف سے تراش کر بڑھادیا حالانکہ اپنے
مذہب کے بھی خلاف تھا کیونکہ ائمہ اثناعشر کو اولی امت میں شمار کرنا غلط ہے امام قائم بالامور وافر
امت میں متصل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں نہ اولی امت میں پس حضرت صدوق
کو حسب قاعدہ کلیہ اس کا خیال نہ رہا ورنہ یوں فرماتے انا و احد عشر خلیفۃ من بعدی اولہا و الامام العالم
بالامر عیسیٰ بن مریم آخرہ۔ اور اگر ترکیب عبارت اس طرح ہے انا و لہا و اثناعشر خلیفۃ
من بعدی و المسیح بن مریم خراہا کہ مسیح کا عطف اثناعشر پر ہے تو اول سے
بھی زیادہ غلط چنانچہ خود ہمیں ہے کہ ائمہ اثناعشر کو جناب امیر سے لے کر آخر تک جانب آخر امت

میں کہنا یہی البطلان اور خلاف واقع ہے تو اس لئے خواجہ پارسا علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو
فی الجملہ اس روایت کے مطابق تھی ذکر و اشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ و اثناعشر خلیفۃ من بعدی
حضرت قتی کا فقرہ و اختراع ہے پھر یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جو امر کی بابت
مذہب شیعہ کو بیان کرنا تھا رجوع کیا اور اسی ابو جعفر قتی کی روایت علامات امام میں نقل فرمائی جس کو
ہمارے فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں پیش کیا اور اپنی کمال دانش مندی سے یہ سمجھ گئے
کہ یہ روایت خواجہ پارسا کی مقبولہ ہے اور اس پر یہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل روایت سکوت کیا تو یہ
سکوت دلیل قبول و تسلیم روایت ہے اور یہ نہ سمجھ کر مقصود اس روایت کے نقل سے صرف حکایت
مذہب شیعہ ہے اس کو قبول و عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں اس کے بعد اور روایتیں شیعہ
کے متعلق فضائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام مرویات شیعہ کی جو ائمہ کے حق میں مبالغہ آمیز
روایتیں کرتی ہیں اور ان کے مناقب و مدائح میں غلو و اغراق فرماتے ہیں یہاں تک کہ انبیاء کے مرتبہ
سے بھی بڑھا دیتی ہیں جس پر جناب امیرؓ کی پیشین گوئی خوب صادق آتی ہے سیدہ ملک فی
حنفان محب مغرط الہ روایات اہل بیت سے تکذیب فرمادی اور کبار اہل بیت سے نقل فرمایا
کہ وہ اپنی دعائیں بجناب باری عز و شان عرض کیا کرتے تھے اللھم العن الرافضۃ فانہم یتبعوننا
انہوس کہ اس پر بھی آپ یہ ہی فرماتے ہیں کہ خواجہ پارسانے بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسی کو آپ
تسلیم کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کسی قدر طویل ہوگئی ہے لیکن ایک گذارش باقی رہ گئی ہے
ذرا گوشش انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لیجئے وہ یہ کہ کمال تعجب اور نہایت انہوس
ہے کہ آپ نے باوجودیکہ سن تیز سے ہی آپ کو مناظرہ میں توغل و انما کر رہا اور بہت کچھ کہتا ہیں
دیکھ وائیں اور بہت لوگوں سے مباحثہ کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اس میں صرف کیا اور
مسائل خلافہ وغیرہ میں حق و یقین کا مرتبہ بھی بڑے خود حاصل کر لیا اور گویا اپنے مجتہدین سے بھی گوئی
سبقت لے گئے ہاں ہر دعائی ہمہ دانی تحفہ کو بھی ملاحظہ فرمایا جو اس دبستان کے اطفال کا
پہلا سبق ہے کہ اس کے مصنف خاتم المحققین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیا استیصال کیا ہے
مجھے امید ہے کہ اگر آپ اس کو ملاحظہ فرماتے تو اس دلیل کا نام بھی نہ لیتے۔ لیجئے اب میں مختصر
عبارت نقل کرتا ہوں خاتم المحققین رحمۃ اللہ علیہ متحدہ کے باب سیوم در ذکر احوال اسلاف شیعو فرماتے
ہیں و محمد بن علی بن بابویہ القی و ابن قتی غیر ان قتی است کہ بخاری جوی استناد کردہ است دور
روایت حدیث الشفاء فی ثلاث شرطۃ محجہ و مشربۃ غسل و کیتۃ بنار۔ در کتاب

شیعہ مذہب کی خبرانی ظاہر و باہر ہے

لیکن یہ ہی روایت کہ جس کے ناھیکہ کا ذہب سے امارات وضع و افتراء ظاہر و باہر ہیں حضرات شیعہ کے مذہب پر خبرانی ڈالنے کے واسطے کافی ہے، شرح اس اجمال کی مختصر یہ ہے کہ اس روایت میں بعضے جملے ہیں جو دوسری روایات کے معارض و مناقض ہیں اور نیز باہم متعارض ہیں۔

کیا ائمہ شجاع تھے؟

(۱) اس روایت میں مذکور ہے کہ شجاع تر بود اور جب ہم متبع روایات و احادیث ائمہ کرتے ہیں تو نفیض شجاعت ثابت ہوتی ہے۔

امیر کے تمام اخبار میں تہ بوسہ، جو قرآن کے اہم میں
بن الحسین سے روایت کی ہے ابو حمزہ نے کہا مجھے امام
زین العابدین نے فرمایا میں انورہ اور نور کی حالت میں دیوار
سے سمارا لگاتے ہوئے تھا ناگاہ ایک شخص عمرہ لباس پہنی
خوشبو والا آیا اور میرے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ میری اندو
ہ کیا سبب ہے میں نے کہا کہ میں ابن زبیر کے قتل سے ڈرتا ہوں
فرمایا وہ نہیں بڑا بچہ کہا، علی کیا تو نے کسی کو دیکھا کہ خدا
سے ڈرا ہو اور اس کو نجات دے دی ہو میں نے کہا میں کہا
سے شی کیا تو نے کسی کو دیکھا کہ خدا سے سوال کیا
اور اس نے دنیا ہو میں نے کہا میں پھر میں نے غم کی تو اپنے
ساتھ کسی کو نہ دیکھا مجھ کو اس سے تعجب ہونا کہ ایک ایسے فاعل
کی آواز کو ساجس کی صورت کو نہ دیکھا تھا کہتا تھا علی غیفر ہے
قطع نظر اس سے اس روایت سے قرآن اور حالات کو حسب تصریح علیہ شیعہ جب دیکھا جاتا
ہے تو کچھ فی شجاعت کی ہی نہیں پائی جاتی بلکہ منافقانہ تو بہ قطع نظر عدم شجاعت سے ہے غیفری و

روای الاخبار یون کلہم من الامامیۃ عن
ابن حمزہ الثمالی عن علی بن الحسین قال ابو حمزہ
قال لی علی بن الحسین کنت متکئا علی الحائط
وانحزین متکئا و دخل علی رجل حسن الشیاب
طیب الرائحة فظنونی وجعلی ثم قال ما سبب
حزنک قلت استخوت من فتنۃ ابن الزبیر
قال فضحک ثم قال یا علی رأیت احدا احب
اللہ ولم یمنجہ قلت لا قال یا علی هل رأیت
احدا اسأل اللہ فلم یعطہ قلت لا ثم نظرت
فلم ارقد امی احدا فعبجت من ذلک فاذا
بقائل اسمع صوته و لا اری متخصه یقول یا
علی هذا الخضر عن تحفه

اس روایت و توحیح میں غیب اور غم نے باہمی نفس کیا ہے اس کے معنی یہ ہر منقول سے

بے حفاظی حضرات کے دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہے جناب امیر اور جناب حسین رضی اللہ عنہم کی نسبت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں ان کی مظلومی کی کیفیت بیان کرنے پر آتے ہیں تو نہ شجاعت ہی چھوڑتے ہیں اور نہ غیرت و حمیت ہی باقی رہنے دیتے ہیں بلکہ دین و ایمان تک خسیہ یاد کردیتے ہیں۔

ائمہ کی محدثیت کا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے

(۲) و محدث باشد یہ بالکل خلاف کتاب اللہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصرحت تمام مذکور ہے و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین نبوت آپ پر ختم ہو چکی اب ائمہ کو محدث کہنا حضرت کے ختم نبوت کو بالکل باطل کرنا ہے کیونکہ محدثیت اس کا نام ہے کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اس طرح پر کہ فرشتہ کی صرف آواز مسموع ہو اور اس کا مشاہدہ نہ ہو خواہ اس کا نام وحی رکھا جاوے یا نہ رکھا جائے یہ آپ کے اختیار ہے آپ کے حضرت کلینی نے امام سجاد سے روایت کی ہے

وان علی بن ابی طالب کان محدثا و هو
الذی یرسل اللہ الیہ الملك نیکمہ و یسبح
النصوت و لا یری الصورة
اور علی بن ابی طالب محدث تھے اور محدث وہ ہے جس کی طرف اللہ فرشتہ بھیجے اور اس سے کلام کرے اور آواز نہ کرے اور اس کی صورت نہ دیکھے۔

اس و زود می مصنف نامہ بود کیا جناب امیر کا مصنف کافی نہ تھا جو صحیفہ جناب فاطمی کی ضرورت پڑی وہ امام بالمعروف کنندہ وہی از منکر کنندہ و تر بود کیا اسی کا امر بالمعروف اور منی عن المنکر نام ہے کہ غلط مسائل خلق کو بتا کر گمراہ کریں استبصار کو دیکھ لیجئے حال منکشف ہو جائے گا اور قمر کھا کر امام ام جوری جھوٹی تعریفیں اور غمٹا مکر میں خطبہ بلا فلان وغیرہ سے اس کی کیفیت منکشف ہو سکتی ہے اور کیا امام بالمعروف و منی عن المنکر اسی کا نام ہے جو جناب امام حسن نے خلق خلافت کر کے کیا راہ دعا ہے اور مستجاب بود کہ بر سنگ دعا کند دو بار و شود انوس کہ حکام غافلین کے نظر و زیادتیاں سہی متعلین ذیل و خراب ہوئے دین و دنیا ایک عالم کی دست و پیر ہوئی ائمہ اس کا دفع کر کے اٹھتے اور نہ کیا اگر غامبی فوج و سپاہ و وعدہ و وعدہ نبیس غنی تو کاغذ کوئی دھڑلے تحری بی کام کر مھجس جس معانین دین کو کام تمام جو امت کی اصلاح ہوتی حق احمد کہ کو پہنچتا اس سے صفات معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ائمہ کے زمانہ میں احکام و امر اس تھے جابر و عام و دشمن دین نہ تھے ورنہ پھر اتجاہت کس دن کے لئے رکھ چھوڑی تھی

ائمہ کے علم کی گفتگو

(۶) درمیان او و خدا عودی بود از نور کہ یہ مینہ در وی اعمال بندگان و ہر چہ بدن محتاج بود بہ جملہ اور وہ جملہ جو اس کے بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جملہ یہ ہے و گاہی بسط کردہ شود برای او پس بدانہ و گاہی قبض کردہ شود از وی پس غائر جملہ اول دلائل کہ تا ہے کہ ہر تے کو ہر وقت معلوم کر سکتے ہیں تو ہر وقت بدون تخصیص شی و دن شی و زمان و دن زمان ہر ایک شی جس کی حاجت معلوم کر سکتے ہیں اور جملہ دوسرے اس کا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو حالتیں طاری ہوتی ہیں ایک حالت قبض کی اور دوسری حالت بسط کی، حالت بسط میں معنیات کہ جانتے ہیں اور حالت قبض میں معنیات کے ساتھ علم متعلق نہیں ہوتا اور نیز جملہ ثانیہ اس کے بھی منافی جو آپ کے علماء محدثین و فضلا و متحرین نے جناب امیر کے واسطے علم کا کن و مایکن ایسی روایات سے ثابت کیا ہے کہ شاید بعض مراتب میں درجہ تواتر کو پہنچتی ہوں چنانچہ آپ کے امام بھی نے کافی میں اور ابن بابویہ نے فصال وغیرہ میں ثابت کیا ہے بنظر اختصار اس جگہ صرف ایک روایت خصال پر اکتفا کرتا ہوں

حدیث ابی و محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال
 حدثنا سعد بن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن
 عیسیٰ بن علیل و ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم
 عن عبد اللہ بن حماد الانصاری عن صالح المزین
 عن العارث بن حصص عن الاحصی بن بنانہ عن
 امیر المومنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الف باب
 من الجلال و الاحرام و ما کان و ما یکن ای یوم
 القیمہ کل باب منها الف الف باب فذلک
 الف الف باب حتی علمت علم المایا و البزیما
 و فضل الخصومات

اب اس روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور اس جملہ سے مضافت دیجئے کہ اس روایت سے یہ
 بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کو جس قدر ماکان و مایکن تھے وہ اس تعلیم کے طیف تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ

و سلم نے مرض کی حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نور محض حضرات کا
 اختراع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تعلیم ائمہ باقیہ تک میں پہنچی تو چاہیے کہ ان کو علم ماکان و مایکن نہ ہو
 علاوہ ان کے کتاب اللہ کی بھی مخالفت ہے حق تعالیٰ شانہ فرماتا ہے

و ما تدری نفس ما ذا تکسب غدا

اور کوئی نفس نہیں جانتا ہے کہ کل کو کیا کائے گا

القی عن الصادق هذه النخبة اشیا
 لم یطلع علیہا ملک مقرب ولا نبی مرسل
 و ہی من صفات اللہ تعالیٰ

امام صادق سے روایت ہے ان پانچ چیزوں پر نہ
 مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل مطلع ہے اور اللہ
 کی صفات سے ہیں

اور فرمایا ہے

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احد
 الا من ارتضی من رسول اللہ

بھیدہ کا جاننے والا نہیں ظاہر کرتا اپنے بھیدہ کو کسی پر
 مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو

(۷) ابن بابویہ قمی نے جو روایت خصال میں بیان علامات امام میں لکھی ہے ہم اس کو نقل کر کے
 بعض فوائد بیان کرتے ہیں

عشر خصال من علامات الامام علیہ السلام عن
 ابی عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام قال عشر
 خصال من صفات الامام العصمة والنس وان یکن
 اعلم الناس و اتقہم للہ و اعلمہم بکتاب اللہ و
 ان یکن صاحب للہ الوحیة الظاہرة و یکن
 له المعجزة و الدلیل و ینام علیہ و یرتد ام
 قلبہ و ینکون له فی ویری من خلقة کما یری
 من بین یدیه قال مصنف هذا الکتاب معجزة
 الامام و سیلہ فی العلم و مستجابة الدعوة
 فاما اخبار بالحدوث لیتی تحدث قبیل
 حدوثہ فذلک بعہد معہود الیہ من رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انما و یکن
 فی رتبه متخلف من رتبه رسول و

امام کی صفات سے دس خصلتیں ہیں عصمت
 اور نص اور یہ کہ زیادہ عالم اور زیادہ
 پرہیزگار اور زیادہ کتاب اللہ جانتے
 والا اور فہر وصیت دار ہو اور اس
 کے لئے معجزہ اور دلیل حاصل ہو
 اور اس کی آنکھ سونے اور دل بیدار ہو
 اور اس کے سایہ نہ ہو اور جیسا سامنے سے
 دیکھے و لیا ہی پہنچے سے دیکھے اس کتاب کا
 مصنف کہتا ہے امام کا معجزہ اور دلیل علم اور
 قبولیت دعا میں ہے اور امام کی پیشین گوئی کہ
 یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 علم سے اس میں اور اس سے اس سے
 جوتا کہ جس کے فارست مخلوق سے

امارؤیتہ من یخلنہ لکایری من بین
یذیہ فذلک لساو لک من التوسم
والقرس فی الشیاء قال اللہ عزوجل ان فی
ذلک لذیات للمتوسمین۔ انتہی۔
ہے اور پیچھے سے دیکھنا یہ سب اس
کے ہے کہ ان کو فرست عطا ہوئی ہے
اللہ تمہارے فرماتا ہے اس میں نشانیاں
ہیں فرست والوں کے لئے۔

اب برائے عربانی اس روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ آپ کے صدوق صاحب نے اس
روایت میں جو روایت سابقہ سے کسی قدر مخالفت ہے ائمہ کے لئے معجزہ بھی ثابت کر دیا پھر بعد اس کے آپ
اپنے صدوق صاحب کی تاویل بلکہ تخریف کا بھی معائنہ فرمائیے کہ انھوں نے معجزہ کو علم کے ساتھ مخصوص
فرمایا اور اخبار بالحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اس کی نسبت فرمایا کہ اخبار بالحوادث بعد
معمود من الرسول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیئے جو اپنا غاۃ زاد ہو اور کسی سے ناخو
ذ نہ ہو تو آپ کے حضرت صدوق نے علم کو حضرت امیر کا غاۃ زاد سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ بعد معمود الیہ
من الرسول نہیں ہے حالانکہ اس نے اپنی کتاب الحصال کی وہ روایت جو ابھی خصال سے نقل کی
گئی تھی اہل باب خود بغیر ہر متنور روایت فرمائی ہے حضرت کو وہ یاد نہ رہی علاوہ اس کے جب
اخبار بالحوادث بعد معمود الیہ ہے تو وہ معمود نور ہی جو روایت سابقہ میں بتایا گیا ہے وہ محض وضع و
اختلاق ہے اور نیز قصہ قبض و بسط کا بھی غلط ہوا۔

قولہ: سیومیکہ فاضل رشیدیہ نے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی توصیف میں کتاب ایضاح
لظاہر المقال میں لکھا ہے کہ تصانیف در علوم دینیہ مسلم الثبوت نزد علماء اہل سنت و جماعت و کلام
بجست اتصاف بحدوث و انصاف مستند اصحاب دیانت و براعت است۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔ اور
یہ روایت بھی شیخ عبدالحق صاحب کی تصنیف دینی میں بلا رد و انکار منقول ہے۔ چاہیئے کہ یہ بھی
مسلم الثبوت علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہو۔

انبیاء کے سوا کوئی معصوم نہیں

اقول: فاضل رشیدیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم
نہیں تھے بلکہ جس خالی اگر بات ثابت ہو جائے کہ یہ روایت بخار و رد و انکار علی سبیل
نقل کی ہے تو بھی اس کی صحت کو متحقق نہیں کیا کیونکہ جب وہ اپنے نقل معین منقول علیہ کے نہیں تو
یہ کہہ کر جب کسی کو معصوم نہ کہہ کر قاعدہ آپ کا معصوم ہے تو ان بابوہ کی تمام روایات اور اسی

طرح اپنے طوسی صاحب کی تمام روایات واجب القبول ہوں گی علاوہ ان سب کے کافی کلینی جو کتاب
اللہ سے بھی ارجح سمجھی جاتی ہے اس کی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہوں گی۔ اور متعزین میں سے
جو الیقینی صاحب الطاق وغیرہ بھی مسلم الثبوت ہیں ان کی روایات بھی بلا دلیل برسر و چشم قبول ہوں گی۔
لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بالکل غلط اور غیر معمول ہے ہشام بن الحکم نے جو الیقینی اور صاحب الطاق پر رد
لکھا ہے۔ معلم العلماء محمد بن علی بن شہر آشوب میں دیکھ لیجئے ہشام بن الحکم کے ترجمہ میں لکھا ہے جس جگہ اس
کے مصنفات بیان کئے ہیں۔ الرد علی ہشام الجوالیقی اور پھر لکھا ہے کتاب علی الشیطان
الطاق۔ اور واضح ہو کہ یہ مبارک لقب آپ کے بن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہے بندہ کی طرف سے
نی خیال فرمادیں کہ بندہ نے یہ گستاخی نہیں کی۔ آپ کے امام کلینی جو مسلم الثبوت اور کتاب کافی جو صحاح
الربعہ میں اعلیٰ مرتبہ اور امام پر پڑھی گئی ہے آپ کو معلوم ہے کہ اس میں تحریف و اسقاط آیات قرآنی کی
نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہیں حالانکہ ابن بابویہ نے ان روایات کو موضوع و مغتری اور ان کے
قائل کو کاذب فرمایا ہے۔

وقال شیخنا الصدوق رئیس المحدثین
محمد بن علی بن بابویہ العقی طیب اللہ تبارہ
فی اعتقادہ اعتقادنا ان القرآن الذی
انزلہ اللہ علی نبیہ هو ما بین الدفتین وما
فی ایدی اناس لیس اکثر من ذلک قال ابن
نسب الہما انا نقول انہ اکثر من ذلک فہو
کاذب۔ تذکرۃ المتوفی ۱۵۰
ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بابویہ
طیب اللہ تبارہ نے اپنے اعتقادات
میں لکھا ہے ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ
نے اپنے نبی پر نازل فرمایا تھا وہ وہ ہے جو وہ
پہچوں کے درمیان ہے اور جو لوگوں کے پاس ہے وہ
اس سے زیادہ سچ ہے۔ اور جو باری طرف نسبت کرے کہ ہم
کہتے ہیں کہ یہ زیادہ ہے وہ بھڑا ہے۔

اسی طرح ابن مہدی نے حدیث لیبۃ التمریس اور حدیث ذی البدرین کو موضوع کہا ہے حالانکہ
کلینی میں: سنا و صحیح مروی ہے اور نیز شریعت مکتبی نے اپنے استاد الاستاد شیخ ابن بابویہ کی
حدیث کو جو مشایخ کی بہت حدیث کی ہے تکذیب کی ہے اور موضوع کہا ہے باوجود اس کے سند
بھی صحیح ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ ہم نے اس روایت کی بھی جس کی سند حسب قاعدہ بالاتفاق مجروح
یعنی تکذیب کی ہے۔ درحقیقت ان روایات کو موضوع و مغتری ہی کہا ہے جن کی سند کی صحت
مسلم الثبوت فرق ہے پھر جو جواب ہمارے عجیب ہیں۔ اہل سنت کی طرف سے جو تخریج فرمادیں وہی ہماری
طرف سے براہ عربانی قبول فرمادیں۔ ان کی رد و انکار کی نسبت پسے گذارش مفصل ہو ہی چکا ہے۔

قولہ: چارم یہ کہ اگر یہ روایت جو خواجہ پارساوشیخ عبدالحی نے علامات امام میں نقل کی ہے موضوع و منتر ہی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آخر حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً یہ ہی کہنا پڑے سولانم آئے گا کہ حضرت خواجہ پارساوشیخ عبدالحی صاحب نہایت ہی صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی ایسی بحث میں اہل حق پر اس گمان و دوسم سے کہ روایتیں موضوعہ نقل کر کے جناب امیر کی افضلیت ثابت کرتے ہیں نہایت ہی تشنیعات و ترغیبات قبیح وارد کی ہیں یہ کیا اندھیر ہے کہ لہجہ آتنام و الناس بالبر و تقصون الفسک۔ تمام اپنے افادات کو پس پشت ڈال کر اسی امر کے خود مرتکب ہوئے کہ جن کا طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی ایسی حدیث موضوع و روایت مجہول کہ ان کے زعم میں محض کذاب و افتراء ہے حضرت امام رضاؑ کے نام لگا کر روایت کی اور اس کو دینی کتاب میں جو ہدایت خلق سیمما اہل سنت کے لئے تصنیف کی ہے الکی اور کچھ بھی اس کا رد و انکار نہ کیا بلکہ برعکس اس کے راوی کی توثیق و بخاری کا اعتقاد نقل کیا اور سنی مسلمانوں کو جو را فضیوں کی ایسی خرافات سے پاک ہیں گمراہ کیا کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ ایسے عالم ثقہ و جلیل و محترم نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب میں لکھا ہے اور بجاتے رد و انکار کے اس کے راوی کی توثیق کی ہے تو بے شک اس کو حق سمجھیں گے اور تصدیق کریں گے۔

اقول: یہ جوش و خروش ہمارے عجیب کا محض اپنی اور اپنے اکبر کی خوش فہمی کے سبب سے ہے کہ عبارت فصل الخطاب در سالہ مناقب جن میں ترتیبہ فضل الخطاب مذکور ہے نہیں سمجھے ورنہ فی الحقیقت نہ اس روایت کی ان میں توثیق ہے بلکہ رد و انکار ثابت ہے اور نہ کسی کو گمراہ کیا اگر کوئی اپنی کوتاہ فہمی سے گمراہ ہو اس کا الزام ان کے ذمہ نہیں ہو سکتا۔ ہزار ہا آدمی معانی قرآن کے نہ سمجھنے کی وجہ سے گمراہ ہو گئے معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر اس کا الزام آپ کے نزدیک نہیں حالانکہ وجوب لطفت کے بھی آپ قائل ہیں، آپس محمد اللہ تعالیٰ قبول سامی سنی مسلمان اب بھی ایسی خرافات سے پاک و منزہ ہیں اور اہل سنت کی تشنیعات و ترغیبات کچھ فضائل ائمہ کی ہی بابت نہیں ہیں بلکہ تمام اہلیات و نہوات و اعتقادات و عملیات کی نسبت ہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی بھی تحقیقات اپنی روایات و روایت کی فرمائیں تو آپ پر بھی واضح ہو سکتا ہے اور شرح جواب اس دلیل کا ابجاست سابقہ کے ضمن میں گذر چکا ہے اس سے آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ ہم کو کچھ بخوری نہیں کہ ہم اس روایت کو موضوع و منتر ہی ہی کہیں گوئی حقیقت موضوع و منتر ہی ہے پس آپ کا یہ فرما نا صرف آپ کی کمال فہم و نہایت دانشمندی کی دلیل ہے۔ باقی کلمات ملکہ جواب ہو دستہ قرار نہ کر کے ہیں۔

قولہ: باب افضلیت کے باب میں حضرت خلیفہ اول کی شہادت لیجئے۔ کنز العمال کی فرع اول خلافت ابو بکر باب ثانی کی فصل ثانی کتاب الامارت حرف ہمزہ میں لکھا ہے۔ عن ابی نصرۃ قتال لما یطأ الناس عن بیعة ابی بکر قال من احق بهذا الامر منی الست من صلی الست فذکر خصال خلیفہ اول کی یہ کلام صریح اس پر دال ہے کہ سبقت اسلام و حضال شریعہ مزبورہ اپنی کو اپنی خلافت کی افضلیت پر دلیل لائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی اہل حق خلافت وہی ہے جو افضل ہو۔

اشتراط افضلیت کی چھٹی دلیل کا ابطال

اقول: اجماع میر صاحب ہم نے یہ کہ کہا ہے کہ افضل اہل حق بالخلافت نہیں ہے مدعا کچھ تھا آپ کچھ فرمانے لگے۔ اصل مدعا جس کے اثبات کا آپ نے بیڑا اٹھایا ہے وہ یہی آپ کے حافظہ شریف سے نکل گیا ہے پہلے اس کو سوچ کر یاد کر لیجئے پھر اس روایت سے اس مدعا پر استدلال کیجئے۔ انہی کہ جناب نے یہ خیال زفرمایا کہ ثبوت حقیقہ مثبت اشتراط افضلیت نہیں ہے بلکہ اگر آپ بنظر مامل ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس آپ کی ہی دلیل سے اثبات عدم اشتراط افضلیت ہوتا ہے کیونکہ جس وقت ایک فرد کے لئے افضلیت اور اہلیت ثابت ہوتی اور ظاہر ہے کہ افضل التفضیل میں زیادتى نسبی ہوتی ہے جس کو اس کی وضع مقصود ہے تو افراد باقیہ کے لئے بھی فی الجملہ فضل اور حق بالخلافت ہونا ثابت ہوا پھر اگر خلافت اہل حق کو کسی وجہ سے نہ پہنچے اور حقین کو پہنچ جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مستغنی ہو کیونکہ جب حقیقہ بالخلافت ہونا اس کے لئے پایا گیا تو وہ خود بالبدلتہ مستغنی افتقاد کو بہ ورنہ حقیق ہونا باطل ہو گا ورنہ خلف۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ افضلیت بشرط افتقاد خلافت نہیں و نہ ہوا المطلوب۔

قولہ: چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالہ الخائیس اعتراف کرتے ہیں کہ اثبات خلافت خاصہ میں افضلیت کو دخل ہے مسند ابی بکر فضل رابع مقصد اول واقع ص ۵۵ میں یہ عبارت کہی ہے اما اثبات صدیق خلافت حضرت فاروق را بافضلیت اور فقد اخرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اما انت ان كنت ذاك لتقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما طلعت الشمس على رجل خير من عمر و اخرج ابو بکر بن ابی شیبہ عن زید بن حارث

ان ابا بکر حین حضرہ الموت ارسل الی عمر لیستخلفہ فقال الناس تستخلف علینا فما علینا ولوقد ولینا کان اخطا وغلط فما اتقول لربک اذا لقیتہ واستخلفت علینا عمر قال ابوبکر ابرلی تخوفنی اقول اللہم استخلفت علیہم خیر خلقت الحدیث واخرج ابوبکر من الی شیبۃ عن محمد بن عبد بن زریق فی قصۃ طویلۃ قال ابوبکر لعمر انت اقوی منی فقال عمر انت افضل منی ناظر ومنصف دین ہمار مضطر می شود وراہم این اوصاف را دخی ہست وراثت خلافت خاصہ کہ در طبقہ اولی بود والا ذکر این کلمات در بحث اثبات خلافت خارج از قانون مطالبات باشد انتہی دیکھے حضرت خلیفہ اول کے نزدیک افضلیت خلافت کے لئے ایسی ضروری تھی کہ باوجودیکہ اسبابہ کراہ خلیفہ ثانی کو فتنہ غینہ کہتے رہے ان کے خلیفہ کرنے سے خداوند تعالیٰ سے ڈراتے رہے مگر چونکہ خلیفہ اول کے نزدیک وہ افضل تھے کچھ بھی خیال نہ لیا اور خلیفہ کر ہی دیا۔

اشتراط افضلیت کی ساتویں دلیل کا ابطال

اقول: یہ دلیل بھی مثل دلیل سابق کے موافق مدعا نہیں اور اس سے بھی اشتراط افضلیت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حسب اعتراضات فاضل مجیب اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو اثبات خلافت خاصہ میں دخل ہے اور اس کا ہر نے انکار نہیں کیا انکار صرف اشتراط کا ہے اور مضطرب دخل ہونا ہر شرط مستلزم اشتراط کو نہیں پس اثبات اشتراط کے لئے اس کو پیش کرنا بجائے خود نہیں اور جب کہ افضلیت کو دخل ہے تو ہر گاہ کہ اشتراط ضرور اس کو ملحوظ رکھا جائے گا اور افضل احق بالخلافت ہوگا لیکن اس سے اشتراط افضلیت کھنڈا اور عدم اتفاق کا قائل ہونا مضطرب اور غلط نہ ہوگا بلکہ صریح رضی اللہ عنہ کا رد روق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگوں کے ڈرانے کے البتہ شہرت و فوجیہ حسرت ہو کہ ایک عالم میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا جو کچھ کیا اور حسب ارشاد حق اب ہر وہ امت منجر وعدہ خداوند تعالیٰ شانہ کا وعدہ مستحلفانہ ظاہر ہو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ دست نہ لینی اس معاملہ میں رضائے خداوند تعالیٰ کے موافق ہونی اور چونکہ اس باب میں مخالفت تھے ان کی راست خط پر تھی باقی رہا فتنہ غینہ ہونا یہ وہ صحت سے جو قبول پسندیر و جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکے اور اساری ہر کے قصہ میں اسی وصف میں حضرت فرات بن ابی نعلیہ السمری و اسدہ سے مشہر ہوا ہونی مشدداً علی الکفار

رحمًا و بدینہم ان کی شان تھی ان پر اعتراض لیغیظ ہم الکفار کا مصداق ہے۔
قولہ: اب حضرت خلیفہ ثانی بانی مہائی خلافت اعلیٰ اول کی شہادت لیجئے بخاری کی کتاب الحارین باب الرجوع علی الحلی من الزنا اذا احصنت میں حدیث فلتہ مسطور ہے وہ بہت بڑی روایت ہے النقاد بیعت خلیفہ اول کی کل کیفیت لکھی ہے اس کے شروع سے مطلب کا فقرہ لکھتے ہیں آپ وہ مقدم ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے۔ و لیس نیکم من یقتل الاعناف الیہ مثل ابوبکر اب اب خور فرماتے کہ باوجود اس بیعت کی فتنہ یعنی کراہے اندیشہ بدون مشورہ ہونے کے چونکہ آپ کے خلیفہ ثانی کے زعم میں خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ و اجماع و قائل یہ بیعت صحیح ہو گئی چنانچہ آپ کے خاتمہ الحدیث لکھا عن ابوبکر طعن منہم میں یہ عبارت لکھتے ہیں کہ درمیان کلام کہ شہید اور ابراہی نزدیک شبہ خود نقل کردہ اند این لفظ ہم واقع است و ایکو مثل ابی بکر یعنی نسبت در شامش ابوبکر در افضلیت و غیرت و عدم احتیاج بمشورہ و قائل در حق او انتی بقدر لایستحقا۔

اشتراط افضلیت کی آٹھویں دلیل کا ابطال

اقول: افسوس ہمارے فاضل مجیب نے اس استدلال میں بھی وہ ہی غلطی کھائی جو دلائل سابقہ میں کھا چکے تھے اور یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھ مرہو نہیں ہے کیونکہ اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت و خلافت میں مدخل ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے افضل احق بالخلافت ہے لیکن اس سے اثبات اشتراط افضلیت خیال محال ہے باقی رہا فتنہ کے معنی کراہے اندیشہ و بدون مشورہ کے فرمانگری اجماع کی فرمانام تو کچھ حق نہیں کر سکتے گستاخی میں شمار ہوگا لیکن جناب ہی فرمائیں کہ یہ کہاں کی دیانت ہے کہ جو مضمود لفظ کا نہیں ہے اس کو اس پر چپکاتے ہیں۔ ذرا دیکھئے تو سنی کا اجماع کی فتنہ سے کیا تعلق ہے آپ اگر اعتراضات سے ذرا بھی تامل فرمائیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ پہلے سے کاد میں تامل و مشورہ نہ کرنا دوسرا مدبہ اور بے تامل و مشورہ ایک امر کو بالاجماع قبول کر لینا دوسرا پھر اس کی نفی سے دوسرے کی نفی کھنا حضرت کی خوش فہمی کی دلیل ہے۔

قولہ: تعجب و حیرت ہے کہ آپ کے خاتمہ الحدیث افضلیت کو شرط خلافت نہیں مانتے ہر اس کو ہر سے ہمیں صاف متل و نقل فرماتے ہیں اور خود ہی اس مقام میں تحریر فرماتے ہیں کہ سبب فضل و غیر ہونے خلیفہ اس نے مشورہ و قائل کے بھی احتیاج نہیں۔

اقول: یہ آپ کی حیرت و تعجب خود قابل حیرت و تعجب ہے کیونکہ اس قول سے اگر بسبب افضل وغیرہ ہونے غلیظ اہل کے مشورہ و قائل کے بھی احتیاج نہیں) ہرگز اشتراط فضلیت پر دلالت نہیں بلکہ اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالخلافت ہے، پس اس سے اشتراط کھانا آپ جیسے منصف و مناظرہ دان و ذکی ذہین سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کے ہوگا پھر اس پر اظہار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اصناف مضاعفہ ہے، آپ کے دل میں فضلیت کچھ ایسی سمائی ہے کہ آپ کی عادت ہو گئی ہے کہ جس جگہ آپ نے لفظ فضلیت دیکھا سمجھا کہ اشتراط فضلیت کی دلیل ہے اور بحث پیش کر دیا۔ بیت

بلکہ درحجان فکار چشم بدیدم توئی
اور یہ نہیں خیال فرماتے کہ بمقابلہ خصم ایسے دلائل پیش کرنے سے بزدامت و شرمندگی کچھ حاصل نہیں۔

قولہ: اصل اجماع جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لئے وضع کی تھی اور اس پر بڑا ناز ہے اس کا بھی کچھ خیال نہ فرمایا۔

اقول: اے اہل دانش و انصاف خدا کے لئے ذرا اس جملہ کے مطلب کو فرمانا اور اس تعارض و تخالف کو جو فیما بین فتنہ اور اجماع کے ہمارے فاضل مجیب نے واقع کیا ہے دیکھنا اور ہمارے مجیب لبیب کے فہم کی داد دینا کیلئے اصل اعتراض طبع و قار سے ایجاد فرمایا۔ سبحان اللہ! اے حضرت مشورہ و قائل کو اجماع کے ساتھ تسامی و اتحاد نہیں ہے کہ اگر مشورہ و قائل رفع ہو تو اجماع بھی رفع ہو جائے ہو سکتا ہے کہ مشورہ و قائل ہو اور اجماع نہ ہو یا مشورہ و قائل نہ ہو اور اجماع ہو جائے اس میں کوئی استحالة نہیں ذرا قائل فرمائیے اور سوچئے۔

قولہ: افسوس ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین اپنا قول بھی یاد نہیں رکھتے اور یہ معمول کچھ اسی مقام پر مضمون نہیں بلکہ تحفہ میں اکثر جاباب ہوا ہے اور بسبب اس کا آپ جانتے ہی ہیں ہم کیا عرض کریں۔

شاہ عبدالعزیز کے تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیعہ کا اضطراب

اقول: جہاں تک ہم کو مسموع اور ہمارا مختصر بہ تشاہد ہے یہ جانتے ہیں کہ یا تو آپ کی وہ آپ کے ہر لوگوں کی جو تحفہ پراثر فرماتے ہیں خوش فہمی ہے یہ محض عداوت و عناد ہے جس کی بدولت

کا حال بھی اسی پر قیاس فرمایا کیجئے گا۔ پس آپ کا یہ افسوس لائق افسوس کے ہے کہ مطلب خود بخوبی اور الزام قائل کے ذمہ لگائیں۔ علاوہ انہیں آپ کو معلوم ہے کہ زبان عناد سے خدا تعالیٰ اور اس کی کتاب پاک اور رسول بھی نہیں نیچے تو بمقابلہ ان کے تحفہ و صاحب تحفہ کی کیا حقیقت ہے بایں ہمہ ہم صاحب تحفہ کو سود و سیلان سے معصوم بھی نہیں سمجھتے۔

قولہ: علاوہ اس کے اور بہت سے اقوال غلیظ ثانی کی شرط فضلیت پر دلالت کرتے ہیں بخوف طوالت ان کو ترک کیا جاتا ہے۔

اقول: جب کہ آپ نے ان اقوال سے تعرض نہیں فرمایا تو ہم بھی ان سے غافل نہ کرتے ہیں اگر آپ ان اقوال کو ذکر فرماتے تو ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ درپے استیصال استدلال کے ہوتے۔

قولہ: مگر اس قدر گذارش کرنا ضرور ہے کہ غلیظ ثانی کا فضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صریح امر ہے کہ محققین اہلسنت نے اس کا اقرار کیا ہے چنانچہ صدر المتحققین ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب الاحکام فی اواخر الکتاب باب کیف یہایع الامام میں حدیث شوری کی شرح میں ابن بطال سے نقل کرتے ہیں: فان قيل بعض هؤلاء السادة افضل من بعض وكان رأي عمران الاحق بان خلافة ارضا هم ديناً وان لا يصح ولاية المفضول مع وجود الفاضل فالجواب انه لو صح بلا فضل منهم لكان قد نص على استخلافه وهو قصد ان لا يتقلد العهد في ذلك فجعلها في ستة متاخرين في الفضل لانه تحقق انهم لا يجتمعون على تولية المفضول ولا يرون المسلمين نصحا في الظهور والشورى وان المفضول منهم لا يتقدم على الفاضل ولا يتكلم في مغللة وغیرہ احق بہامشہ وعلوم رضی اللہ عنہ عن رضی بہ الستة، منقہی۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ عداوت غلیظ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک فضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نہ جانتے تھے۔

اشتراط فضلیت کی نویں دلیل کا ابطال

اقول: یہ استدلال بھی ہمارے فاضل مجیب کے لئے مثبت مدعا نہیں کیونکہ جملہ (وکان رای عمران الاحق بان خلافة ارضا هم ديناً) بصرہ اس امر کو بیان کر رہے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ احق بالخلافت وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور اس سے باہرہ امتیاز ثابت ہوتا ہے کہ اشتراط فضلیت باطل ہے کیونکہ اگر تفضیل جس کی صفت واقع ہے اس کے لئے ثبوت فعل مع زیادت پایا جاتا ہے تو یہ ہرگز اس کو مانع نہیں ہے کہ نفس فعل بدون زیادت کسی کے واسطے ثابت

ہو بلکہ باعتبار اقتضا۔ اصل وضع تفصیل کے وجود ایسے فرد کا ہونا چاہیے جس کی نسبت زیادتی ثابت ہو
ورنہ مبالغہ اور تفصیل میں کچھ فرق باعتبار معنی کے نہ رہے گا جب کہ اس جملہ کا مطلب ذہن نشین ہو چکا تو
دوسرا جملہ جو اس جملہ سے مستنبط اور مستخرج ہے اسی کے مطابق ہونا چاہیے اور اس کا بھی مطلب
واضح ہے کہ ولایت کے معنی تولیہ کے ہیں اور لایعص کے معنی لایجوز کے حاصل مدعا عبارت یہ ہوگا و
انہ لایجوز تولیۃ المغضول مع وجود الغاضل یعنی فاضل کے ہوتے مفضول کو متولی امور بنانا جائز نہیں پس
اس صورت میں یہ جملہ اور جملہ سابقہ مع معنی ہو گئے کہ دونوں کا حاصل اختیہ بالخلافۃ افضل کے لئے ہے
اور اگر اس جملہ کو باوجودیکہ جملہ اولی کے فزع ہے اس کی طرف راجع نہ کیا جائے گا تو باجمہ اصل و فزع
متعارض رہیں گے۔ اس کے بعد سنیہ کہ خاتمہ جواب کی عبارت سے جواز تحقق سے اکثر تک مذکور ہوئی
یہ سمجھنا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت کی ایسی شرط تھی کہ وہ مغضول کی خلافت صحیح نہ جانتے تھے
سراسر غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو تمام صحابہ میں دائر نہیں کیا تھا بلکہ صرف
چھ شخصوں میں منحصر کر دیا تھا جن کی عبارت اس میں صراحتاً ذکر ہے تو جس قدر ضمائر جمع کے اس عبارت
میں مذکور ہیں وہ سب راجع بظرف ستہ متعارفین فی الفضل ہیں تو اس سے ہمارے فاضل مجیب کا
کل صحابہ کو سمجھنا کمال خوش فہمی کا شاہد ہے اور دوسری یہ کہ بصراحت اس عبارت سے بھی فاضل کا حق
بالخلافت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو نہ ہمارے فاضل مجیب کو کچھ مفید ہے اور نہ ہم کو کچھ مضرب۔ لیکن
اس سے اشتراط سمجھنا البتہ تعجب انگیز ہے۔ مثلاً اس کا مدعا کانسیان یا تانسہ ہے مہذا اگر بعرض
محال یہ دلیل مثبت اشتراط ہوتا ہے ہمارے مجیب کے مذہب کو مفید نہیں کیونکہ مسئلہ امامت
جب کہ اصول مذہب سے ہے تو اس کا اور اس کی شرائط کا اثبات ایسا اول سے ہونا چاہیے
جو اپنے مدلول کو قطعی طور پر ثابت کریں غلیظیات اس میں ہرگز کارآمد نہیں اور بالعرض اہل سنت کے
نزدیک اگر افراد امامت کی کسی فرد میں اشتراط افضلیت ثابت ہو جاوے تو یہ مسئلہ چونکہ ان کے
نزدیک فروعات میں سے ہے اس لئے اس کے ثبوت کے لئے اول غلیظہ کافی ہوں گے اور
قطعی کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اول کو علامہ شیعہ کہ بمقابلہ اہل حق پیش کرنا ثبوت اشتراط افضلیت
میں جو ان کے زعم میں اصول اعتقادات سے ہے باطل ہوگا۔ پس ہمارے مجیب بسبب ان دلائل
کو جن کو بزعم خود مثبت اشتراط سمجھ رکھا ہے ہمارے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور جن پر بہت کچھ ناز
افتخار فرما کر جارہے باہر ہوئے جاتے ہیں کوئی نواقح مثبت اشتراط نہیں لیکن اگر واقع کی رو سے
اشتراط افضلیت ثابت ہو بھی تاہم اپنے مدعا کے ثبوت میں اس کو پیش کرنا سراسر غلط اور خلاف

قاعدہ ہے علیٰ ہذا القیاس جس قدر شرائط فطرۃ کے اثبات کے دلائل فرمائے سب کی یہ ہی حالت ہے
کیونکہ حضرت مجیب کا گمان یہ ہے کہ لازمی جوابات و استدلالہات کافی ہوں گے چنانچہ فرومبات
سے ابتداء بحث میں ایک رابع بھی زیب جواب فرمائی تھی جس کا اول مصرعہ یہ تھا تو ابی کہ شونہم
تو عاجز و زنی، حالانکہ یہ غایت درجہ کے بدیہی غلطی ہے اگر بعرض محال ان دلائل سے یہ مدعا ثابت ہو
تاہم مفید مذہب شیعہ نہیں ہو سکتا اور خصم کو گنجائش ہے کہ اس کو صرف اس وجہ ہی سے رد کرے
کہ چونکہ ہر دو مدعا اہل سنت و شیعوں میں نہیں و آسان کا فرق ہے ان کے نزدیک مسئلہ متنازعہ فیہا
فوقی اور ان کے نزدیک اصولی ہے تو کیا ضرور ہے کہ دلائل غلیظہ سے ان شرائط کا ثبوت اہل سنت
کے نزدیک ہوتا ہو۔ تو قطعی طور پر یہ بھی ثابت ہو کہ مفید مدعا اہل تشیع ہو بلکہ جب دلائل غلیظہ میں تو مثبت
مدعا قطعی کو نہیں ہو سکتی۔ پھر باوجود ایسی موٹی موٹی اور فاضل غلیظوں کے جو ہمارے فاضل مجیب سے
سرزد ہوتی ہیں یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہوگا کہ ہم نے عام مسائل متنازعہ فیہا میں ہم نہ ہی حق یقین کا حاصل کر
لیا ہے۔ افسوس کہ اننا بزدلوں کی اور اس کا ثبوت کہیں بھی نہ دیا ہے۔ اس کے کہ اس کو سو و سنین
پر محمول کر کے مال دیا جائے میں تو اور کچھ عرض نہیں کر سکتا کاش خود ہی حشر انصاف کھول کر مداحضہ
فرما دیں۔ علاوہ انیس ترجمہ عبارت میں جو کچھ غلیظیاں واقع ہوئیں ان کو نہ ثبوت تعین ترک کرتے ہیں۔
قولہ: تعجب و حیرت ہے کہ آپ کے خاتمہ الحمد نہیں نے باہرین نمبر بھر فتح الباری کو بھی مد خط
نفرمایا کہ باوجود غلیظ ثانی بلکہ کل صحابہ کی افضلیت کو بشرط خلافت جاننے کے اس بشرط کو لازم نہیں لیتے
اور سنیں تو غلیظ ثانی کی تقلید تو ان کو لازم تھی۔

اقول: یہ تعجب و حیرت سامی اس سے ناشی ہے کہ باہرین نمبر ادعائے ہمدانی آپ نے
فتح الباری کی عبارت کا مطلب سنیں سمجھا لیکن حرف یہ ہے کہ اس بے بھی پر اپنی سمجھ پر یہ کچھ ناز ہے
کہ خاتمہ الحمد نہیں رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے نہ دیکھنے کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ خود ہی علامہ
کتوری کی شرح ابن میثم نہ دیکھنے کے الزام کے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ کچھ ضرور ہے کہ علامہ نے شرح
دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو اور اس کا مطلب مستحضر ہی ہو۔ افسوس کہ یہاں اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا تھا
تو کیا وہ عذر بھی جو خاطر سامی ہو گیا تھا

قولہ: آپ نے جو تسلیم اپنے خاتمہ الحمد نہیں کے ان شرائط کو دلائل شرعیہ کے خلاف فرمایا ہے
ظن غالب ہے کہ اب تو آپ بھی اس شرط کو مان لیں کیونکہ اقتدائے صحابہ خصوصاً غلیظہ ثانی
آپ کو لازم ہے۔

حضرت عمر فاروق کے حوالہ سے مخالطہ دہی اور اس کا جواب

اقول: جو کچھ میں نے ان دلائل کی نسبت گزارش خدمت کیا تھا وہ محض تقلید ہی نہیں تھا چنانچہ اجاث سابقہ سے جناب کو معلوم ہو ہی گیا ہو گا پس مجھ کو امید ہے کہ جناب میری محرومات کو نظر انصاف و قائل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائیں گے واللہ میدی من یشاء الی صراط مستقیم

قولہ: اور نیز خلیفہ ثانی اور اور صحابہ کی یہ رائے کہ افضلیت کو شرط خلافت جانتے تھے اگرچہ اس روایت سے بخوبی واضح ہے مگر تو صیغہ اس قدر اور گزارش ہے کہ بخاری کی کتاب الفضائل میں حدیث یقینہ ملاحظہ فرمائیے کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا: بل بنا علیہ انت فانت سیدنا وخیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور خلیفہ ثانی کی یہ کلام صریح دلیل اس کی ہے کہ جو شخص بہتر و افضل ہو وہ خلافت کا احق ہے۔

اشتراط افضلیت کی دسویں دلیل کا ابطال

اقول: ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک وہ شخص جو افضل ہو احق بالخلافت ہے لیکن اس سے آپ کا مدعا کیا حاصل ہو سکتا ہے ہی غلطی ہے جو اکثر استدلالات میں آپ کو واقع ہوئی ہے پس اس کا بھی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہے انوس فہم کا یہ حال ہے اور لن ترانیوں کا وہ حال۔ قولہ: اور یہ بھی ثابت ہے احب الی الرسول بھی احق بالخلافت ہے اس کو یاد رکھیے گا اگر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کس کام آئے گا۔

اقول: تسلیم شکر گزار ہوں گو بندہ کو پسے سے بھی یاد ہے لیکن تعین مکم یاد کر لیا ہے اور اس وقت کا بھی متغیر ہوں جس وقت یہ لفظ کام آئے گا۔

قولہ: بغرض کہ اس وقت صحابہ نے خلیفہ ثانی کے اس قول کو تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضلیت کو خلافت میں کیا دخل ہے شرط خلافت افضلیت نہیں تو معلوم ہو کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تھی اقول: اے حضرات اہل انصاف ہمارے فاضل مجیب کی اس دلیل کی خوبی و منات و برجستگی و لطافت کو تو ذرا ملاحظہ فرمائیے گا کہ کس طرح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک اشتراط افضلیت ثابت فرمایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے

اچھا مسلم لیکن دخل ہونے سے یہ کیونکر لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت بھی ہو گئی علاوہ انہیں بخواب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکر اشتراط کے واسطے حجت ہو گیا، ممکن ہے کہ یہ سکوت اس وجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کسی نے اس کی حقیقت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہوا اور کسی نے کسی دلیل سے مثلاً بعض نے نص قرآنی سے اس کی حقیقت سمجھی ہو اور بعض نے احادیث سے اور بعض نے ان کے ساتھ دلائل قیاسیہ بھی منضم کئے ہوں تو چونکہ مدعا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تھا تو کیا ضرورت تھی کہ ان دلائل میں الجھتے ہو اپنے ہی مدعا کو مؤید تھے اور نیز باعتبار انصاف الامر کے صحیح تھے اور مطابق واقع کے تھے، پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہے۔ معذرت اس سکوت کو تو آپ دلیل تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہے کہ جناب امیر کے سکوت کو جو برہان خلفائے راشدین یا بلکہ مسائل بھی ان ہی کے موافق بتلاتے رہے اور سامنے ہو کر یہ کبھی مفرمایا کہ اہل بیت کے سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا ہے تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علی بذالقیاس جناب امیر حسن رضی اللہ عنہ کے سکوت بلکہ تسلیم کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور اسی طرح ائمہ باقیہ میں سے جعفرین نے سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھتے رہے اور کچھ دلوں کو اس کو بھی تسلیم تصور کیجئے گا۔ رباخوت کی وجہ سے تفسیر کا جھگڑا وہ خود دیکھ بات ہے کہ اصول شیعہ کے موافق بھی کوئی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا یہ صرف اس لئے عرض کیا ہے کہ آپ نے سکوت کی بحیثیت کو تسلیم کر کے استدلال فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول فانت سیدنا وخیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس اعتبار سے بھی تسلیم تھا کہ باقتدار واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اوصاف حاصل ہے اور اس اعتبار سے بھی تسلیم تھا کہ ان اوصاف کو خلافت میں دخل ہے۔

قولہ: اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن عمر وغیرہ کے یہ رائے کتب معتبرہ ابھرتی ہیں ازلیہ الخفار وغیرہ میں مفضل درج ہے ارادہ تھا کہ گزارش ہو مگر خوف اطہار بازار باگر حضرت مجیب چاہیں ازلیہ الخفار و غیرہ وہیں اکثر علماء ابھرتی ہیں یہ مذہب ہے کہ افضل امام ہوتا ہے چنانچہ شرح مقاصد کے مبحث ساس کے خاتمہ میں تحریر ہے: ذهب منقطع اهل السنة وکثیر من الفرق الی انہ یستحبون للاحاطة افضل اهل العصر۔

اشتراط افضلیت کی گیارہویں دلیل کا ابطال

اقول: ناہر ہے کہ جن دلائل سے جناب نے اشتراط افضلیت پر استدلال فرمایا ہے تو

دلائل بہ نسبت ان دلائل کے جو ترک فرمائے ادنیٰ و اقویٰ ہوں گے تو جب میں دلائل مذکورہ کو جو واضح و اقویٰ تھے دیکھ چکا اور ان کو باطل کر چکا تو مترکہ دلائل کے دیکھنے کی کیا حاجت باقی رہی بہر کیف جن کو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ سے کچھ کم درجہ کے ہی ہوں گے تو جو ان کا جواب ہے وہی جواب تقریباً ان کا بھی سمجھ لیجئے بشرح مقاصد کی عبارت آپ کے قریب مدعا نہیں اور اس کے مطلب کو آپ نے نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی امامت کے لئے متعین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل حل و عقد بیعت خلافت کے لئے امام کو منتخب کریں تو جو ترک افضل اہل حل و عقد کے کسی دوسرے کو امام نہ بنایں افضل کے ہوتے فاضل یا مفضول امام بنانا نہیں چاہئے اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت اہل حل و عقد کے امام ہو جائے گا اور اس کے انعقاد خلافت کے لئے بیعت اہل حل و عقد کی حاجت نہ ہوگی اور اگر افضل کے ہوتے فاضل یا مفضول امام ہو گیا تو اس کا انعقاد نہ ہوگا اور اس کی اطاعت لازم نہ ہوگی۔ پس اس سے بھی اشتراط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

قولہ: تعجب سے جو عبرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین باہن ہر ہمدانی ان اپنی کتابوں میں احادیث و اقوال صحابہ و علماء ملاحظہ فرما کر اس شرط کو مخصوص رد انقض سے فرماتے ہیں اور اس کی مخالفت کتاب اللہ سے اپنے زعم میں ثابت کرتے ہیں۔

اقول: یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عبارت کے مطالب تک ذہن رسائے رسائی نہیں فرمائی ورنہ اگر نظر انصاف سے ان دلائل کو ملاحظہ فرمائیں گے اور موضوعات فقیر کو بنظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنے فہم پر تعجب فرمائیں گے اور اسی کو عبرت کا مقام سمجھیں گے چنانچہ پیشتر بھی عرض کیا جا چکا ہے۔

قولہ: اگرچہ اور بہت سے دلائل اس کے ثبوت میں ہیں مگر خوف طوالت ان سب سے قطع نظر کہ اب کچھ شہادتیں آپ کے خاتم المحدثین کے والد بزرگوار کی پیش کرتے ہیں وہ کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں کہ ابن سنی حق است کہ تا اعتقاد افضلیت مبلغ قرآن و سنت و مہین معانی ہر دو کتبہ حاضر بر اخذ شرائع جمع گردود اور یہ بھی اس میں لکھا ہے شیخ قائل شدہ اند بائیکہ امامی باید کہ افضل امت باشد و معصوم و مفترض طاعت و منصوب من عند اللہ و رسولہ و ابن قول متضمن حق و باطل ہر دو شدہ است قول محقق ائست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت و نبوت کہ مقصن قوانین و مبلغ شرائع و مروج دین ایش نند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود و بجائے عصمت حفظہ الہی و تائید ربانی بحسب عادت فی بایاتبات کرد و بجائے افتراض طاعت و نصب من عند اللہ و رسولہ استخلاف بنفس و اشارت فی بایاد کرد تا سخن درست گرد و انتہی اگرچہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محض خلافت خدائے

بچانے کے لئے شاہ صاحب نے یہ تاویل علیل بدون دلیل فرمائی ہے اور خود ان کے اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعویٰ ثابت ہے مگر چونکہ یہ محل صرف افضلیت کے ثبوت کا ہے اس لئے ہم اس سے تعرض نہیں کرتے اور افضلیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ افضلیت از امت کو لازم لکھتے ہیں۔ اشتراط افضلیت کی بار ہو پس دلیل کا ابطال۔

اقول: چونکہ ہمارے مجیب لبیب نے اس جگہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کاموں سے استدلال فرمایا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر بسط و تفصیل کے ساتھ جواب گذارش کریں تاکہ وہ شبہات جو ہمارے فاضل مجیب کو عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوتی ہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں لیکن ہم صرف دوسری عبارت کو جس کو ہمارے مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھ رکھا ہے تمام نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں شاید سہو و خطا واقع ہوئی ہے۔ و نیز ابن سخن بدان ماند کہ شیخ قائل شدہ اند بائیکہ امامی باید کہ افضل امت باشد و معصوم و مفترض طاعت و منصوب من عند اللہ و رسولہ و ابن قول متضمن حق و باطل ہر دو شدہ است قول محقق ائست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت نبوت کہ مقصن قوانین و مبلغ شرائع و مروج دین ایش نند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود و بجائے عصمت حفظہ الہی و تائید ربانی بحسب عادت اللہ فی بایاتبات کرد و بجائے افتراض طاعت و نصب من عند اللہ و رسولہ استخلاف بنفس و اشارت فی بایاد کرد تا سخن درست گرد و انتہی اگرچہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محض خلافت خدائے

کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شستی میں بیان فرمائی ہیں یہ ہے کہ خلافت ایک کلی ہے جس کے نیچے افراد مختلف ہیں اور ان کے عوارض جداگانہ اور اس کلی کا اپنے افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہے پس حاصل مدعا یہ ہے کہ خلافت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتی ہے وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت متعین تک ہے اور متصف بصفت خلافت نبوت ہے اور افراد خلافت میں اکمل ہے اس لئے اس کے خواص میں سے چند امور ہیں مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ ہمارا جبرین اولین اور حاضران حدید اور حاضران نزول سورہ نور اور حاضران مشابہ عظیمہ مثل بدر و تبوک میں سے ہو۔ دوسری یہ کہ مبشر بالجنۃ ہو۔ تیسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا ہو جیسا کہ امیر مفسر الامارت کے ساتھ معاملہ کیا کرتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جن امور کے صدور کا وعدہ حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض ان میں سے اس کے ساتھ پر بھی ظاہر ہوں۔ پانچویں یہ کہ اس کا قول دین میں حجت ہو بسبب تلمیح و تنبیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ چھٹی یہ کہ افضل امت ہو اس سے صاف ظاہر ہے کہ افضلیت گویا فخر اوصاف و نوارات سابقہ کا ہے اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتی ہے وہ منحصر خلفاء اربعہ پر ہی ہے اور مخصوص انہیں کی ذوات مقدسہ کے ساتھ ہے اس کے بعد بیٹے کے جو لازم خلافت خاصہ کے مذکور ہوئے اگر ان میں سے کسی کا تحقق خلیفہ میں نہ پایا جاسکے مثلاً افضلیت بنی مفضلہ جو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منعقد تو ہو جاسکتی لیکن مرتبہ اکمل سے اس کا نخط ہوگا اور مرتبہ عدیمت سے نکل کر درجہ رخصت میں مستقر ہوگی لیکن اس کے خلیفہ کی اطاعت واجب ہوگی اس کے تحت حکم جہاد جب دیکھائے گا اس کا نصب عامل و قضا و خذ و یر و صدقات صیح ہوگا حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو مطلق خلافت باطل ہو جائے گی اور اس کی اطاعت و عدالت اور اس کے ساتھ ہو کر جب دمعیت ہوگا پس مثلاً اختلاف صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے افضلیت وغیرہ کو شرط کمال شرف زیات جس کے فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہیں ہو سکتی اور حضرت شیخ نے اس کو شرط علی خلافت سمجھا ہے اس کے فوت ہونے سے نہ نزدیک خلافت فوت ہو جائے گی پھر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر میں بت جو شیخ کے منکر و افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہمہ گز معارض ان کے و مدہ جرحہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کے نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب مقرر

نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جس کے شیعہ قائل ہوئے ہیں وہ یہ کہ افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے نہ وہ اشتراط ہے کہ جس کے شیعہ مثبت ہیں اور صاحب مختصر نافی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے نہ نفس خلافت کی طرف پس نفی و اثبات امرین مختلفین کی طرف راجع ہیں اور آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ تناقض میں آٹھ و صد تین ماخوذ و معتبر ہیں جب ان میں سے کوئی فوت ہو جائے گی تناقض رفع ہو جائے گا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس قدر عبارتیں ازالۃ الخلافۃ قرۃ العینین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثبت اشتراط تحریر ہیں ہمارے عجیب لبیب کا ان سے استنباط صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان کے مدعا کے موافق نہیں ان کا مدعا اثبات اشتراط افضلیت کا ہے نفس خلافت کے واسطے اور ان عبارتوں کا مدعا ثبوت اشتراط افضلیت کے واسطے نفس خلافت کے نہیں ہے بلکہ کلیت خلافت کے واسطے ہے پس اگر یہ باریک فرق اگرچہ عبارات میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہمارے عجیب لبیب پر پوشیدہ رہا تو معذور سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم پہلے گزارش کرتے ہیں کہ آپ کا مدعا جو اصولین میں ثبوت قطعی کو مفتضیٰ ہے اور ہمارے واسطے اس کے ثبوت کے لئے دلائل قطعیہ کی اس لئے ضرورت نہیں کہ اس کو اصول میں سے منیں سمجھتے تو ہم کو دلائل قطعیہ کافی ہوں گے لیکن آپ ان کو ہمارے مقابلہ میں اپنے مدعا کے ثبوت میں کیونکر پیش کر سکتے ہیں اور وہ آپ کے مدعا کو کیوں نہ ثابت کر سکتے ہیں پس ان دلائل کا اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا صریح غلطی ہے جس کا منشا یہاں یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے دعویٰ کو بھول جاتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ دھوکا دہی مدخل غالی ہے

قول: باب ذرازالہ الخفا کہ جو کثیر الوجود ہے ملاحظہ فرمائیے مقصد اول کی فصیح دور و افق صفحہ ۱۰ کو دیکھیے یہ عبارت تحریر ہے۔ و از لزوم خلافت خاصہ آنست کہ خلیفہ افضل امت باشد در زمان خلافت خود علناً و علناً از ان بہت کہ در کتبہ اولیٰ تقریر کر دہ کہ چون خلافت ظاہرہ ہمدوش خلافت حقیقیہ است و وضع شی در حق خود ثابت نہ کر دلیکن ایجاب این نکتہ بایہ شناخت کہ غیر اخلاص خواص ریاست خواص را لائق نیست پس خلافت او مطلق نباشد لہذا نصب غیر افضل حکم رخصت دارد بہ نسبت غریبہ و رخصت غالی از صغنی نیست و مورد مدح مطلق نہ شود و از ان بہت کہ خلافت خاصہ تمکین دین مرعی میں کل وجہ مطلوب است و آن بغیر استخلاف افضل صورت نہ بند چنانچہ حضرت مقتضی نزدیک استخلاف و حسن فرمود ان یرد۔ ساس خیر فی جمع علمہ جدی

علی خیر ہو۔ و اما الحاکم بخلاف خلافت عامہ کہ آنجا تمکین دین مرتضیٰ من وجہ دون وجہ مطلوب است۔ من کل الوجوه ازان جہت کہ خلافت خاصہ مقیس است بر نبوت زیرا کہ در حدیث آمدہ ر خلافت علی منہاج النبوة و نیز آمدہ تگون نبوة و رجعة شو خلافت و رجعة و جامع ہر دو ریاست عامہ است در دین و دنیا ظاہر و باطن پس چنانکہ استنباط شخصی دلالت میکند بر افضلیت وی بر امت تا قیام از مستثنیٰ جل ذکرہ مرتفع گردد و ہمچنان استخلاف شخصی بر امت دلالت می نماید بر افضلیت وی بر امت و ازان جہت کہ عامل ساقی شخص مغضول خیانت است۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استعمل رجلاً من عصابة و فی تلك العصابة من هو ارضی اللہ منہ فقد خان اللہ و خان رسولہ و خان المؤمنین۔ و عن ابی بکر الصديق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئاً ما فر علیہم احداً مما حماة فعلیہ لونة اللہ لا یقبل اللہ منہ صرنا و اعداء حتی یدخلہ جہنم و اخر جہنم الحاکم۔ از اینجا میتوان دانست کہ نفوذت کہری چہ خواہر بود آری نزدیک تراجم امور و اختلاط غیر و بشر و عدم انتظام امر علی ماہو حقہ میتوان راہ ترخص پیش گرفت و ازان جہت کہ در وقت مشاورت صحابہ مدار استخلاف افضلیت را مباد و لفظ حق سبدا لام لغتہ و جمیعاً من شہ داشتند در استخلاف صدیق اکبر چون خطار رانی خود بر ایشان ظاہر شد قائل شدند با فضلیت او و این بمتنی است بر آنکہ استخلاف با فضلیت مساق باشد و افضلیت خطار را بر او ثابت است بترتیب خلافت بر اول بسیار را اینجا بر سر مسلک گفتا کنیم مسلک او آنکہ استخلاف این بزرگواران بنص و جامع ثابت شدہ و استخلاف کذا لازم است افضلیت رکام تقریرہ انتہی بقدر الحاح جہت اس عبارت کو بنظر غور و انصاف ملاحظہ فرمایید کہ عقلاً و نقلاً افضلیت کے قائم ہیں اور جس حدیث کا ہم وعدہ کر آئے تھے وہ بھی اس میں مذکور ہے۔

اشتراط افضلیت کی تیرہویں دلیل کا ابطال

اقول قول سابق کے جواب میں جو تقریر یہ مطلب حضرت شہ ولی سے صاحب کی عبارت کی کہ آیا ہوں بصر احمہ یہاں جاری ہے افسوس کہ آپ نے بدو خود اس موضوع پر مدد و زحمہ و مصعب کی عبارت کو نہ سمجھا اور مثل لائقہ العصبہ کے استدلال فرمایا پس حقیقتہً گذارش ہے متوجہ ہو کر سن لیجئے وہی صاحب حضرت شہ ولی سے فرماتے ہیں کہ جو غایت نبوت کے متباد کس میں واقع ہے اور علی قریب

ہے اس کے لئے افضلیت خلیفہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائے گی افضلیت بھی ضرور پائی جائے گی اور جس جگہ افضلیت فوت ہوگی یہ خلافت باعتبار اپنے اس مرتبہ کے فوت ہو جائے گی دلیل اس کی خود شاہ صاحب کی اسی عبارت سے ظاہر ہے فرماتے ہیں (و لصب غیر افضل حکم رخصت دارد۔ بر نسبت عزیمت و رخصت خالی از ضعیفی نیست و مورد مدح مطلق فتوا مذکور شد) اس سے صاف ظاہر ہے کہ غیر افضل کی امامت و خلافت منقہ ہو جاتی ہے۔ لیکن مرتبہ عزیمت میں نہیں رہتی اور مطلق مورد مدح کے نہیں رہتی تو افضلیت بشرط الکلیت خلافت ہوئی نہ بشرط لخص خلافت۔ اور اس سے آگے فرماتے ہیں۔ آری نزدیک تراجم امور و اختلاط غیر و بشر و عدم انتظام علی ماہو حقہ میں زون راہ ترخص پیش گرفت۔ تعجب ہے کہ آپ نے اس عبارت کو نقل کیا اور اس سے استدلال فرمایا اور ان جملوں کو نہ دیکھا اور نہ ان کے مطلب کو سمجھا اسے کاش کچھ بھی فہم و انصاف سے کام لیتے اب ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کا استدلال ان عبارتوں سے اور جو ان کے مائل ہیں کیونکر صحیح ہوگا اور حدیث موعود کیا کار آمد ہوگی۔

شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز میں اختلاف کا افسانہ اور اس کا جواب

قولہ بحیرت ہے کہ حضرت شاہ صاحب تو اس بشرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں اور ان کے خلف رشیدی یعنی آپ کے خاتم المحدثین اس عقیدہ کو مخصوص بروافض جانیں اور کتاب اللہ سے اس کی مخالفت بزرع خود ثابت کریں اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر کاش یہ کتاب اپنے پر بزرگوار کی ہی جس کا حال خود فرماتے ہیں ملاحظہ کرتے۔

اقول : اس افسوس کا مورد ہمارے حضرت فاضل مجیب کی فہم نہ لیت ہی ہے اور یہ عبارت از لفظ لغتہ وغیرہ کو دیکھ کر اور بندہ کی گذارش میں کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ اس کے ہرگز منکر و مخالف نہیں۔ یہ معارضہ فاضل مجیب کی فہم نہ لیتی ہے ناشی ہے حضرت خاتم المحدثین نے اس کی نسبت جو پچھ تحریر فرمایا وہ از سر تباہ صحیح ہے یہ عقیدہ مخصوص شیعوں کے ساتھ ہے اور مخالفت عقل و لغت کے ہے اس کو کتاب اللہ سے مسامحہ ہے اور نہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مؤید نہ واجح البصر کہ قول حضرت شہ ولی اللہ صاحب نے اس عقیدہ و صحیح کی تقریر اسی مقام میں سنیں کہ وہی بلکہ اہمیت افضلیت و نفوذت میں ایک حودہ طریق انزل کو ہے اور کتاب و سنت و اقوال صحابہ

دلائل وبراہین لائے ہیں چونکہ وہ عبارت طویل ہے اور اس تحریر میں طول نہ ہونا چاہیے لہذا ہم
 نہیں لکھتے اگر حضرت مجیب لبیب چاہیں تو ازالہ الخفا کا ملاحظہ فرماویں ہم نشان بقید فضل و مقصد
 صفحہ گذارش کرتے ہیں مسلک رابع در اثبات افضلیت شیخین کے مقدمہ اولی و آخر صفحہ ۳۲ کو
 بنظر غور ملاحظہ فرمائیں شروع اس کا بیان ملازمت درمیان خلافت خاصہ و افضلیت شخصی کہ باین خلافت
 مکرمش ساختہ اند اور ختم پس افضلیت لازم خلافت خاصہ گشت واللہ اعلم ہے۔

اقول: ہم نے ازالہ الخفا میں یہ مقام بھی دیکھا علاوہ اس کے بہت مواضع میں افضلیت
 کی ابحاث میں تامل کیا ہمارے فاضل مجیب لبیب کے مفید مدعا سنیں اور اس سے اثر اطراف افضلیت
 مطلق خلافت کے لئے ثابت نہیں ہوتا جس کے اثبات کے ہمارے فاضل مجیب درپے ہیں اور
 حاصل مطلب دلائل وہ ہے جو پیشتر گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہیں۔

قول: اگرچہ افضلیت کے ثبوت میں جس قدر گذارش ہوا منصف کے لئے کافی دوائی ہے
 اور کسی قدر طول بھی ہو گیا مگر اس سترہ کا ثبوت مختصر سا آپ کے خاتم الخدشین کی تقریر سے بھی پتہ
 نہرتے ہیں وہ اور سن لیجئے پھر اپنے اقوال باقیہ کا جواب بگوش توجہ سے لے اور وہ یہ کہ آپ کے خاتم الخدشین
 باب نبوت عقیدہ دوم میں یہ تحریر فرماتے ہیں و عقل نیز صریح دلالت میکند کہ نبی را واجب الاطاعت
 کردن و وحی بسوی او فرستادن و اور امر و نہی و حکم علی الاطلاق ساختن و امام را نائب و تابع او
 گردانیدن بدون افضلیت نبی بروی منظور نیست و چون این ہر معانی در حق ہر نبی موجود نہ بود
 حق امام معصوم و پیغمبر از پیغمبر نبی افضل نمی تواند بود اثنی بعدہ را لایق ہے کہ یاد صریح دلالت کرتی ہے
 کہ نبی کا امر و نہی و حکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا سبب ہے اور امام کا مطلق ہونا اس کی منفویت
 کا موجب ہے اور آپ کے خاتم الخدشین کے نزدیک بھی اس پر عقل صریح دلالت کرتی ہے پس
 الحمد للہ کہ آپ کے خاتم الخدشین کے اس افادہ سے امام کا افضل ہونا سترہ رعایا سے ثابت ہو گیا کیونکہ امام
 نبی امر و نہی و حکم علی الاطلاق ہے اور تھوڑا دیا اس کی متابعت ہیں۔

اشرط افضلیت کی چودہویں دلیل مانوڈ تحفہ کا ابطال

اقول: گستاخی معاف عصیبت کے عبارت نے نور بعیرت فہرہ الصفات رسمی کو یہ تک
 ملکہ کہ دیات کہ سبیل میں مدعا عبارتوں کو آپ نہیں سمجھتے اور اس کے فہم میں یہ سترہ
 کی مدعا پر چلتے ہیں انھوں نے یہی مدعا صریح منادوں میں جس نے کہ وہ اس میں یہی مدعا

کی ہو کہ مرتبہ حق البیقین کا حاصل کر لیا ہو ایسی عبارتوں میں ایسی فاضل غلطی کھاوے فیما للعجب
 لضمیحة الادب۔ آپ نے اس عبارت سے استدلال نہیں فرمایا بلکہ اس کو مسخ و تحریف کر
 ڈالا اب نیٹے مختصر گذارش ہے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کا واجب الاطاعت
 ہونا اور وحی کا اس کی طرف نازل ہونا اور امر و نہی و حکم علی الاطلاق ہونا امام کا اس کے تابع ہونا
 یہ مجموعہ اوصاف جو خداوند تعالیٰ نے نبی میں ودیعت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ نبی امام سے
 افضل ہو اور بدون افضلیت نبی کے امام سے یہ امور متصور نہیں اور یہ تمام اوصاف ہر ایک نبی میں
 پائے جاتے ہیں اور امام میں مفقود ہیں تو کوئی امام کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس
 سے استدلال اس طرح فرمایا کہ امر و نہی و حکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا سبب ہے اور یہ امر یعنی
 امر و نہی و حکم علی الاطلاق ہونا امام میں بھی پایا جاتا ہے تو وہ بھی افضل ہوگا اس استدلال میں چند وجہ
 سے بحث و تامل ہے اول یہ کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بصراحت ان امور کے امام میں نہ پائے جاتے
 کو بیان فرمایا تھا آپ نے اپنے استدلال میں اس کے خلاف اس کو تحریف کیا اور یہ کہا کہ امام میں امر و
 نہی و حکم علی الاطلاق ہونا پایا جاتا ہے اور باوجود اس کے اس مخالفت دعویٰ کو کسی دلیل سے ثابت نہیں
 فرمایا پس شاہ صاحب کی عبارت سے یہ کون سا استدلال ہے آپ کو شاید یہ خیال نہیں رہا کہ
 اس تقریر سے تمام دلیل ہی درجہ درجہ ہوجائے گی اور اصل مدعا سے اس کو کچھ تعلق نہیں رہے گا کیونکہ
 مدعا یہ تھا کہ کوئی امام کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ کہ جن پر نبی کی افضلیت
 کا امام پر دار مدار تھا امام میں بھی پائے جانے لیکم کر لئے تو تمام دلیل مدعا کو مسخ کر دیا پس فی الحقیقت
 یہ استدلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل سے نہیں بلکہ اپنے مقدمہ مطہر فی الامام سے استدلال
 ہوا جس کا ثبوت نہ عقل پر سکے اور نہ نقل و ثانیام کہتے ہیں کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ
 ہے نہ ہر واحد کیونکہ واجب الاطاعت ہونا اعلیٰ العمود علت افضلیت نہیں عمال و قضاۃ و کبر و العین
 واجب الاطاعت ہیں اور افضلیت شرط نہیں تو یہ حضرت مجیب کی کمال منافقہ و دانی اور نہایت فہرہ
 الضاف ہے کہ اس مجموعہ میں سے بعض اوصاف کے کران پر مگر مجموعی محمول فرمایا اور یہ سمجھا کہ مجموعہ کا حکم
 جزا کے حکم سے ہرگز ہوتا ہے اس میں نزول وحی کو بھی شامل کیا۔ ہوتا کہ امام کے واسطے ثابت ہے
 چنانچہ آپ کے حضرت کھین نے محدث کے معنی میں ایک فقرہ کے نزول وحی کو روایت کیا ہے اور جب
 نزول وحی اور امر و نہی و حکم علی الاطلاق سونا ثابت ہوتا تو آپ کا استدلال شاید صحیح ہوتا۔ لیکن
 مذکورہ صحیح ہوتا یا نہیں اس کا سنا سن کر امر و نہی و حکم علی الاطلاق ہونا مستلزم افضلیت سے کیونکہ جو

کب تسلیم کرتے ہیں کہ امام کو امر و نہی علی الاطلاق و مطلق علی الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی نے خلاف عقل و نقل تسلیم فرما رکھا ہے پس اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہمارے عجیب لمیب کی کمال دانشمندی اور مناظرہ دانی ہے ہم امام کو امر و نہی و مطلق علی الاطلاق نہیں کہے بلکہ علی التقرید کہتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف نبی کے کہ اس کے اوامر و نہی خود تشریع ہیں جو کچھ وہ فرمائے وہ قطعاً حکم خداوند تعالیٰ ہے اس میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ کوئی دوسرا قانون اس کے لئے ہے کہ جس کی مطابقت کو عدم مطابقت سے اس کی صحت و غلطی پر مطلع ہو سکیں وہ دوسروں کے اوامر و نہی کے لئے میزان و قانون ہے۔ راہبنا اس جملہ کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا معلوم نہیں یہ کیا پستیان و پسیدہ ہے اور امام کا متبوع ہونا اس کی مغضولیت کا موجب ہے ہمارے عجیب فرمائیں تو کسی کو حضرت نے اس جملہ میں مطلب رکھا ہے یا نہیں ہمارے خیال میں تو یہ اتنا ہے کہ متبوع اسم مفعول کا صیغہ تھا تو خیال کیا ہوگا کہ اس کے لئے مخالفت صیغہ اسم فاعل کا یا فاعل یا افضل تو مناسب نہیں اور باعتبار معنی کے صحیح نہ ہو گا اس کے لئے اگر صحیح ہوگا تو ہم جن مفعول کے واسطے مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اس لئے مغضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان الشرح برین علم و دانش بایہ گریست۔ بلکہ بایہ خندید۔ پھر اس فہم و لیاقت پر یہ دعویٰ یہ کچھ مندری کی مثل مشہور ہے اس برنی پر تباہی۔

شیعہ کی سیدہ زوری اور اس کا جواب

قولہ: اب امید ہے کہ کوئی غبی بھی چر جائیکہ ہمارے عجیب سے فک و ذی ہوش اس شرط کا انکار نہ کرے گا کیونکہ ہم نے عقل و نقل کتاب و سنت حتی کہ اقوال شیخین و صحابہ و عترت و علماء اہلسنت و اولاد باجد آپ کے خاتمہ المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی ثابت کر دیا و الحمد للہ علی ذلک اقول جس قدر آپ نے افضلیت بلکہ مشرئۃ ثلثہ کے ثبوت میں دلائل پیش فرمائے اور ہر غمخود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال شیخین و صحابہ و عترت و علماء اہلسنت سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت غلط ہے کہ آپ بلکہ محضان سراب تھا جس اللہ و قدرہ تعالیٰ ہماری معروضات سے جو اس پر متعلق جرح و تخریج کے لئے گئے ایک نکتہ پر تامل کرنا و مشقت ہمارے یوم کا نعمت ہمارے مشورہ ہو گیا اور مشکل تو روچ و مشکبوت کے لئے اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور مشاقبات نیروز کے واضح کر دیا کہ یہ نہایت محض حضرت عجیب کے اور ان کے بزرگوں کے خوش فہمی سے ناشی ہیں اب بعد اس کے یقین ہے کہ کوئی جس و جہنی بھی چر جائیکہ ہمارے فاضل عجیب میرے فک و ذی ہوش ان شرئۃ کو شہر

نہ کرے گا کیونکہ جو امر عقل و نقل کے خلاف ہو اس کو کوئی عاقل و دیندار تسلیم نہیں کر سکتا و اللہ الموفق للرشاد۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ اور بیان کرنا چاہیے کہ مدار و وجوب نص کا اس اصل پر ہے کہ لطف علی اللہ واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کا ثبات بھی ضروری ہے۔ اقول ہم آپ کے علماء و صحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب نص ثابت کر چکے آپ اپنے علماء سے دریافت کیجئے کہ وجوب نص کا مدار اس اصل پر ہے یا اس اصل پر۔

لیقول العبد الفقیر الی مولاد الخنی: ہمارے فاضل عجیب علماء و صحابہ کے اقوال سے جیسا کچھ وجوب نص ثابت فرما کر آئے وہ اہل علم و انصاف پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض نقل اور دفع الوقتی بلکہ گریز ہے جب ان حضرات کو دار گیربحاث کے شکیبائے چھٹنے کا خوف ہوتا ہے تو اسی طرح راہ فرار ڈھونڈتے ہیں علاوہ ازیں یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز وجوب شر کے لئے آپ کے نزدیک اصل و مدار ہو وہی ہمارے نزدیک بھی ہو۔ ہمارے نزدیک سرے سے وجوب علی اللہ ہی غلط اور لغو ہے لیکن آپ کے نزدیک بروئے آپ کی عقل کے خداوند تعالیٰ عیالیتوں علواً کیلئے کی ذات پاک پر لطف واجب ہے اور وجوب علی اللہ ثابت ہے اور وجوب نص کا مدار بھی اسی پر ہے لیکن چونکہ وجوب نص کے دلائل ہی میں بہت غلط و بیجاں ہوئے اور بہت زور و وقت وہ بھی غلط سلسلہ دلائل نقل کئے تو اب اگر اس اصل کے دلائل کو پھیرا جائے تو دلائل ہم پہنچتے تو معلوم لیکن بحکم المہین علی الفاسد فاسد جس قدر دلائل ثبوت و وجوب نص میں ذکر فرمائے تھے وہ بھی لغو اور لافال ہو جاتے اس دور میں پر آفرین ہے

قولہ: اگرچہ اسی قدر جواب کافی تھا اور جوہر زائل الخلافہ کی نقل ہوئی ہیں ان میں اس وجوب کا مدار بھی کسی قدر لکھا ہے مگر حضرت عجیب۔ شاد کی تفسیل کرتے ہیں و مدار بھی اس وجوب کا عرض کرتے ہیں چونکہ امامت کے لئے عصمت ضروری ہے چنانچہ ثبوت اس کا گذر چکا اور عصمت سوائے اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں جانتا اس لئے ضرور ہے کہ ہر منصوص من تدویروں ہو۔ جابر زائل الخلافہ سے بھی یہ بات ثابت ہے گو شاہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہیں کیا اور وہ پاس خرافات غلطہ ثلثہ یہ لفظ کیونکر کہتے تھے۔

اقول: کتب عقاید مشروح تجرید و مشروح باب حاوی عشر مسمی باسما فی یوم محشر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مکت کا بھی مدار اس صس پر ہے کہ حضرت علی اللہ واجب ہے اس کی

کے ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں میدان مناظرہ سے صریح گریز ہے۔ بیت
حرف مطلب کو میرے من کے بعد نازل کیا تم سمجھتے نہیں جتنا ہے یہ سودا کی کیا
شاید لفظ چنداں اس لئے بڑھایا ہو گا کہ کافی الجملہ ضرورت تو ہے لیکن مبتدا بکشمکش شکر
انفاد کے کان لہن بھی گئی۔

قال الفاضل المحیب قولہ اور اختلاف نص کی صورت میں کس کو امام سمجھا جائے گا۔ اقول
اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا جب کہ نص کی منظرہ ہم نے ثابت کر دی اختلاف نص کے کیا معنی اگر
نص میں اختلاف ہے تو نص ہی کہاں ثابت ہوئی۔

امامت کی بابت ائمہ سے اختلاف نص کا ثبوت

يقول العبد الفقير الى مولاه العنق: حضرت میر صاحب واقعی اس کا مطلب جناب
کی فہم مندرجہ میں نہ آیا ہو گا کیونکہ باوجود این ہر ادعا کے بجز آپ کو اپنے مذہب کی روایت و نص
کی خبر نہیں ہے۔ لیکن ہم ہی خدمت سامی میں گزارش کرتے ہیں کہ حضرت امام صادق رضی اللہ
عندہ کے جو دو فرزند تھے ایک اسمعیل دوسرے حضرت موسیٰ کاظم ان میں سے آپ کے منسلک
کلاں اسمعیل تھے جن کو آپ حب نص صریح صاحب تذکرۃ الائمہ سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے
اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برتر و ممتاز تھے۔ وہ
حضرت نے امامت کو ان کی نامزد فرمایا اور ان کے لئے امامت کی نص فرمائی یہ ہی وجہ ہوئی کہ ایک
جو غلیظ اسمعیل کی امامت کا قاتل ہوا جو فرقا اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے بعد اس کے حب ویت
سطحات شیعہ اور خوارج بر گردان راوی جب اسمعیل مصداق افعال نبی و حرکات نقیہ کا ہو تو حضرت
امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسیٰ کاظم کے منصوص فرمایا اور اپنے اصحاب کے جو
میں جو بابت اختلاف نص صادر ہوا بعد ازاں کہ عذر فرمایا آپ کے رئیس اسمعیل نے فقہ محض میں اپنے
پیروں یا ان دین سے نص کیا ہے کہ حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ اسمعیل پر خود قائل و متاثر و خویش
فرمودہ ہوا۔ متش نص مؤدعہ چون مورث استر زود صدور یافت امامت رہنمائی موسیٰ کاظم قرار دیا
و جواب اصحاب عذر بہرہ زانہ نہ دیا۔ فقہ اس زانہ اس میں کی تا یہ و تقویت یقین کی روایت
سے ہوئی ہے جس کو کہ اسمعیل ہم سے عیس نے زانہ اس میں
نص کیا ہے۔

یہ شرط بھی خواہ بلا واسطہ خواہ بالواسطہ اسی اصل کی طرف راجع ہوں گی۔ لیکن وجوب لطف کا نام
کیونکہ کم لیں اس لئے نہ اس کی اصالت کا انفراد کرتے ہیں اور نہ اس سے انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں
تو اس کا ثبوت کہاں سے لادیں اور انکار کریں تو یہ ڈر ہے کہ کل کو ختم دست بگریبان ہوگا۔ اس
لئے آپ نے وجوب نص کا مدار وجوب عصمت کو متصرف کیا اور اصل سوال کو وجوب نص کا مدار اصل
پر کہ لطف علی اللہ واجب ہے یا نہیں کے وجوب میں لادیں کچھ نہ فرمایا یہ مناظرہ میں دار گیر ختم سے
بچنے کے ممکنہ ہے میں تو کیا ہیں۔ لیکن آپ کا ختم لوج کب سمجھا چھوڑنے والا ہے اور خبر وجوب
لطف کو اچھا رہنے دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھ ناز ہے تو ہم نے اس کے دلائل پر بھی مختصرانہ
کچھ حرج و قرح کی ہے جو آپ جائیں گے اور حضرت شاہ صاحب نے اگر عصمت کو نہیں لکھا تو
بہاں خلاف خلفا نہیں بلکہ پاس کتاب سنت نہیں لکھا کہ خلاف کتاب و سنت کیونکہ لکھ سکتے تھے۔
قولہ: اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اس کا ثبوت چاہیے اگرچہ یہ اصل نبی اپنے
محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث اکیات سے متعلق ہے لہذا اس کے ثبوت کی چنداں
ضرورت نہیں۔

اقول: جناب میر صاحب یوں تو آپ کا جمل چاہیے فرمایا میں آپ کو ثبوت اکیات
کی ضرورت نہ ثبوت کی صرف ایک امامت ہے امامت کافی ہے لیکن پتہ آپ اپنے خصم کی
گزارش سنئے اس کے بعد فرمائیے کہ آپ کو وجوب نص کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں وہ
یہ گزارش خدمت والا کرتا ہے کہ وجوب عصمت نص وغیرہ بلکہ تمام بحث امامت کے لئے وجوب
لطف علی اللہ اصل ہے یا نہیں اگر ہے اور فی الواقع آپ کے نزدیک اس کی اصالت مسلمہ ہے
تو یہ اصل فاسد ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہے تو وہ فرع جو اس اصل پر منقطع ہوگی وہ بھی فاسد و
باطل ہوگی تو گویا آپ کے ختم نے اس صورت میں آپ کے مسئلہ امامت کو معاصر کے لائق کے
مبذور بحث ہی میں باطل کرنا چاہا اور خیال کیا کہ ابطال دلائل میں زیادہ بد چشمہ استدلال کی ضرورت
نہ پڑی اس پر جناب والا کا یہ فرمان کہ چونکہ یہ بحث اکیات سے متعلق ہے۔ لہذا اس کے ثبوت کی
چند اں ضرورت نہیں آپ ہی انصاف سے فرمادیں کہ بروی داب منازعہ کے صحیح ہے یا غلط ہے اور
آپ کو بحث امامت ہی میں اس کے ثبوت و ثبات کی ضرورت ہے یا نہیں عددہ ازین سن
بحث کے اکیات سے متعلق ہونے سے اگر یہ فرض ہے کہ اس کا امامت سے کچھ تعلق نہیں تو غلط
ہے چنانچہ صحیح و صحیح ہے اور اگر غلطی عدو کی امامت سے مقصود نہیں تو کچھ یراثہ و فہم کہ اس

بدا اللہ فی الی محمد بعد الی جعفر بوالہ
لیکن یعرف لہ کافی بذا بعد معنی ہمیل
ابو جعفر کے پیچھے ابو محمد میں اللہ کو بدلایا اس کے لئے نہیں
پہچانا تھا واقع ہو گیا یہاں اسمعیل کے گزرنے کے بعد
ابو موسیٰ میں ہوا تھا

بکر روایت کلینی سے اس اختلاف کے علاوہ دوسرا اختلاف الی محمد اور الی جعفر میں بھی معلوم ہوتا
ہے پس ان روایات کو ملاحظہ فرمائیے اور ان کا مطلب سمجھئے اور اور اختلاف نص کو دیکھتے بندہ کی گزارش
بھی سمجھ میں آجائے گی بعد اس کے جواب کا فکر کیجئے اور اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آوے تو بندہ کا قصور نہیں ہے

حسب روایات شیعہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بداد واقع ہوتا ہے

قول: کیا بارگاہ خداوندی میں بھی مثل تخلف و تشابہ صحابہ اختلاف واقع ہوتا ہے۔

اقول: جناب کیا آپ کو معلوم نہیں ہے حسب روایات حضرات شیعہ کے بارگاہ خداوندی
میں (معاذ اللہ تو بہ تو بہ نقل کفر کفر نباشد) مثل تخلف و تشابہ صحابہ بلکہ مثل عوام اختلاف ہوتا ہے اور
بقصص ان روایات کے جائز ہے کہ (نعوذ باللہ) خداوند تعالیٰ شانہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً
اول خلاف مصلحت نادانستگی سے کوئی ارادہ یا امر فرمادے اور بعد اس کے امر قرین مصلحت اس
پر غامض ہو اور اس کا حکم فرمادے اور اس کو لفظ بد اس سے تعبیر فرماتے ہیں چنانچہ روایات سابقہ میں پہلے
نادانستگی سے اسمعیل کے نار خلاف مصلحت امامت کی نص ہوئی اور جب اس سے اعمال ناشائستہ
سرزد ہوئے اور معلوم ہو کہ پہلی نص جو اس کے نام مبنی خلاف مصلحت تھی تو پھر دوسری دفعہ حضرت
امام موسیٰ کاظم کے نام پر امامت کی نص فرمائی اور عند کردیا گیا کہ پہلی نص میں خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ بداد
واقع ہو گیا تھا علی ہذا التیاس اور بہت روایتیں ہیں جو اس بداد کو ثابت کرتی ہیں تفسیر صفی سورہ وعد
تحت قول تعالیٰ یمحو اللہ ما یشاء روایت مذکور ہے۔

والیہا شی عن الباقر انہ قال کان علی بن
الحسین یقول لولہ ایتہ فی کتاب اللہ
لحدتکم ما لیکون الی یوم القیمۃ فقلت
ل ایتہ قال قول اللہ یمحو اللہ ما یشاء
وینت و عندہ ام الکتاب
مفسر عیاشی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ امام
زین العابدین فرمایا کرتے تھے اگر کتاب اللہ میں ایک
آیت نہ ہوتی تو قیامت تک ہونے والی باتوں کی
خبر دنیا میں نہ پہنچا تو اس آیت ہے فرمایا اللہ کا قول
جو کاتر جو یہ ہے شائستہ بداد جو تباہی اور شائبہ

رکھتا ہے اور اس کے پاس ہے ام الکتاب

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام کو اگر حالات آئندہ کے بیان کرنے میں خوف تھا
تو یہی تھا کہ شاید بطور بداد کے بدل بدل ہو جاوے اور ہم بھولے ہوں اور نہیں بیان فرماتے تھے
اور اسی وجہ سے نہیں بیان فرماتے تھے اور علاوہ اس کے تفسیر صفی کے مواضع مختلفہ سے بدالات النص
بما ثابت ہے اور نیز خاتم المجتہدین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں جو اس کی نسبت بہت روایات
نقل فرمائی ہیں ان میں سے نیز کا چند روایات نقل کرتا ہوں۔

ومارواہ ایضاً صاحب الکافی فی کتاب النکاح
فی باب اللواطۃ فی تضاعیف حدیث رواہ
بالسناد عن ابی جعفر و ہذا موضع الحاجة
منہ قال لہو لوط یا رسول ربی فذا امر کرہی
قالوا امرنا ان نأخذہم بالسحر قال فی الیکم
حاجة قالوا وما حاجتک قال تأخذ و ہم
الساعة فانی اخاف ان یبد و فیہو لوطی وما
رواہ صاحب الکافی فی باب بداد خلق الانسان
من کتاب العقیقۃ ان اللہ یقول للعلیین الخلاقین
الکتاب علیہ قضائی و قدری و ناخذ امری و
اشترط علی البداد فیما لکن کتاب۔

اور میرا حکم جاری رکھو اور میرے لئے ہر شے جو کچھ لکھو اس میں کوئی عیب نہ

اور تفسیر صفی میں ہے۔

وعن الصادق انہ سئل عن قول اللہ تعالیٰ
ادخلوا الارض السدسۃ الی کتب اللہ لکم
قال کتبنا لہم ثم صاھنا ثم کتبنا لہا ان یمحو اللہ ما یشاء
واللہ یمحو ما یشاء وینت و عندہ ام الکتاب
امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان سے کسی نے
اس آیت سے پوچھا ادخلوا الارض السدسۃ الی کتب اللہ
ثم فرمایا ان لئے اس کو لکھا تھا پھر ہم نے اس پر ان کی ارادہ
کیے لکھا اور وہ داخل ہوئے اللہ تعالیٰ اور وہ نہایت
ام الکتاب۔

لیکن اس قدر گزارش اور سب کو اس بداد مذکورہ کو نسخہ کہہ کر نہ منل دیکھئے گا۔ بداد کو آپ کے علم
محضین نے اس طرح بیان فرمایا ہے يقال بدالہ الذ ظہورہ فی معانی لغویۃ و ظہورہ من

الہم ما امریکم غایرا اور بدایس نادانستگی اور غلط مصلحت ہوتی ہے تجلات نفع کے کرنج میں بیان تمام مدت ہوتا ہے دس غرض کی بدولت ہر دو متضاد و متباہن ہیں ان میں اتحاد نہیں۔

قولہ: اس کو مفصل تحریر فرما کر سمجھائیں تاکہ جواب گذارش ہو۔

اقول: ہم نے مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا حسب وعدہ جواب عنایت ہو۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ اور زمان فترت میں کیا حکم ہو گا۔ اقول: وہی جو زمان فترت نبوت میں ہوتا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاہ: یہ جواب محل بحث و مائل ہے کیونکہ فترۃ الرسل کے معنی حسب تفسیر صاحب تفسیر صافی فترۃ الرسل اور انقطاع الوحی کے ہیں جس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہمارے فاضل نے جو فترۃ امانت کو فترۃ رسالت پر قیاس کیا وہ قیاس قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شریعت سابقہ کی نسبت خداوند تعالیٰ شانہ کی طرف سے حفظ اور بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ اس دین کو متغیر کر دیتے تھے اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتے تھے بعد اس کے جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا تو اس کی تجدید کرتا تھا اور جو کچھ اس میں خرابیاں ہوتی تھیں رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت جدا گانہ دے کر بھیجا جاتا تھا جب ہمارے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کا فترۃ عرب و بعث مبعوث ہوئے اور خداوند تعالیٰ شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اس کی حفظ و صیانت کا وعدہ فرمایا اور تمام ادیان پر دین اسلام کے ظہور کا مژدہ سنایا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شریعت میں تغیر واقع نہ ہو گا اور اس کتاب کو محرف نہ ہوگی تو اگر ایسی شریعت میں فترۃ امانت واقع ہے بن کا واقع ہونا کچھ سزاوارس نہیں ہے تو اس کو ایسی شریعت کی فترت رسالت پر قیاس کرنا جو مندرس ہو چکی ہو اور نہ اس کی کتاب باقی ہو اور نہ اس کے احکام اپنے حال پر ثابت رہتے ہوں بحث ہر سی غلطی سے قطع نظر اس سے فترۃ کا واقع ہونا ہی خود وجوب لعن کے خلاف ہے گویا اگر نبی مبعوث دفرنا دے یا امت مخصوص دفرنا دے تو معاذ اللہ آپ کے نزدیک خداوند تعالیٰ خود تبارک و تعالیٰ اور علم ہو گا تعالیٰ شانہ عوامیہ لغوی اور ظاہر ہے کہ تفسیر موجب میں وجود و موصوع کی ضرورت ہے تو اگرچہ حضرت شیعہ خلاف کتاب اللہ و شواہد تفسیر محض ایک نذر واحد کی وجہ سے جو خود ہی جناب امیر سے روایت کرتے ہیں۔

لا یخولہ من قائلہ اللہ بحجۃ ام
ات کی ہیں اور سے غلط نہیں ہوتی یا تو یہ مشہور
خاصہ مستندین و صاحبان معقول ہوتا ہے اور فترۃ سے مراد چھاپا ہو

زمان فترت کے منکر ہیں لیکن ہمارے فاضل مجیب نے انصاف فرمایا اور فترت کو تو قبول فرمایا مگر قیاس میں غلطی کھائی سو خیر ہم اس کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ اور بعد تحقق امامت نزع و خلع جائز ہے یا نہیں۔ اقول: اس سوال سے بھی تعجب ہے جب کہ ثابت کر چکے کہ امامت کا کام ہی امام بنانا نہیں ہے بلکہ مخصوص من اللہ ومن الرسول ہونا چاہیے تو بعد تحقق امامت نزع و خلع امامت کے کیا معنی۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلع خلافت فرمایا

یقول العبد الفقیر الی مولاہ العقی: بے شک اس سوال سے جناب کو تعجب ہو گا لیکن شاید تعجب اس وجہ سے ہو گا کہ اپنے خلیفہ دومی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ مصالحت محفوظ خاطر اشرق تاثر نہ رہا ہو گا اور عنقریب بزم خود منصوصیت امامت ثابت کرائی ہیں تو ایسی حالت میں اس سوال سے زیادہ استعجاب ہو گا لیکن جناب اسی قصہ مصالحت کو دیکھیں اور مصالحت نامہ کو تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں تو بجز یہ استعجاب جو سوال سے ناشی ہوا ہے رفع ہو جائے گا اگرچہ دوسری حیرت لاحق حال ہو جائے گی اول مصالحت نامہ کی نقل کرنا ہوں نیچے مرزا عنایت الدین شیرازی نے جن کا تفسیر ان کی تاریخ سے ثابت ہے اپنی تاریخ مسیحی حبیب السیر میں جلد دوم ص ۱۵۵ پر مصالحت نامہ باین الفاظ لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ ہے جس پر حسن بن علی بن ابی طالب نے معویہ کے ساتھ مصالحت کی اس پر مصالحت کی کہ مسلمانوں کے امری ولایت اس کو سپرد کر دی اس مشرور پر کہ ان میں کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور سیرت خلفاء صالحین پر عمل کرے اور اس پر معویہ بن ابی سفیان اختیار نہیں کرے بعد کسی کو اپنا ولی عہد بناوے بلکہ اس کے بعد ہر مسلمانوں میں بیہود مشورہ کے ہو گا اور اس پر کہ لوگ اس کے مشرور میں جس مذہبوں کے خواہ شام میں اور عراق میں اور حجاز میں و میں ہیں ہوں ہوں گے اور اس پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب و معویہ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلو الیہ ولایۃ امر المسلمین علی ان یحل فیہم کتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسول و سیدۃ الخلفاء الصالحین و لیس معویہ بن ابی سفیان ان یعہد انی احد من بعدہ عہد اہل یکتون من من بعدہ شوری بین مسلمین و علی ان یأس امنون حیث کا نو من رضی لہ فی شام و عہد کہم و حجاز و یم و علی ان

اصحاب علی وشیعہ امینون علی السلو
واموالہم ولسانہم واولادہم وعلی معاویہ بن
ابی سفیان بذلک عہدہ اللہ وميثاقہ وما یخذ
اللہ علی احد من خلقہ بانوما یما علی
اللہ من نفسه وعلی ان لا ینبغی للحسن بن
علی بن ابی طالب ولہ ولیدہ الحسین ولہ ولید
من اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علیہ سراً ولہ جہراً ولہ حیث احد
منہم فی الافاق شہد علیہ بذلک وکفی باللہ
شہید اخوان واخلان واولادہم

لہی کے اصحاب اور اس کے شیوہ اپنی جانوں اور
اموال اور عورتوں اور بچوں پر یا مومن ہوں گے اور
اس معاملہ میں معاویہ بن ابی سفیان پر خدا کا عہد اور ميثاق
ہے اور جو کچھ اللہ نے کسی سے اپنی مخلوق
میں سے وعاظ کرنے اس عہد پر جو اس نے اپنی طرف سے
کئے اس کا شہد کیا ہے اور اس شرط پر کہ الحسن بن
علی بن ابی طالب کو اور اس نے بھی حسین کو اور انہیں
سے کسی کو قریب ہو گا یہ شہید اور نہ ظہر اور نہ
ان میں سے کسی پر پھر اسے گا اس پر فلاں فلاں

کسی غیر از من و برابر اور من و شما میدانید کہ خدا تعالیٰ شمارا ہدایت داد بچہ من و نجات بخشید از عذابت و
شمارا عزیز گردانید بعد از مذلت و بسیار ساخت بعد از قلت و بدرستی معاویہ بامن نزاع کرد و در
امری کہ حق من بود پس من برای قطع فتنہ و صلاح امت این ہم را بوی باز گردا شتم و ترک محارکہ فتنہ
ریختن خون اہل شام را روا ندا شتم و ہر آئینہ شما ملامت کنید مرا کہ این امر را بغیر اہل کن و ادم و این حق را
در غیر موضعش منادم اما قصد من اصلاح امت بود و ان ادروی لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین
چون کن یہ اینجا رسید معاویہ بے طاقت شد و گفت بس است اسے ابو محمد فرد و آئی و بروا تیکہ در کشت
الغیرم تو مگشتہ در آخر خطبہ مذکورہ مفسور است کہ

قد بایعہ و رایت ان حقن الدما خین
من سفلکھا و لوار د بذلک الاصلح حکم
و بقیاتکم و ان ادروی لعلہ فتنہ
لکم و متاع الی حین

و ازین عبارت چنان مستفاد میشود کہ امام حسن بامعاویہ بیعت نمودہ و از کتب اہل سنت نیز
این معنی فہم میشود اما با اتفاق علماء امامیہ امام حسن علیہ السلام دست بیعت معاویہ نمود و لعلہ عند
اللہ المصلح لا رشاد اس عبارت سے ثابت نہ ہونے کہ جناب امام نے امیر معاویہ کے ساتھ بیعت
بھی فرمائی اور جب کشت الفتنہ کی روایت میں بیعت کا واقع ہونا بطلان صریح موجود ہے اور امام
قد بایعہ فرماتے ہیں تو پھر یہ کہ علماء امامیہ کا اتفاق ہے جناب امام نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں
کی مگر سر پرچ اور لغو ہے

قولہ : یہ بعینہ ایسا سوال ہے کہ کوئی کہے کہ بعد تحقیق نبوت نزع وضع جائز ہے یا نہیں جو
جواب اس کا حضرت مجیب دین وہی جاری طرف سے قبول فرمادیں

اقول : یہ بعینہ ایسا سوال ہے کہ کوئی کہے کہ نبی نے خلعت نبوت کسی کو فرو ناسق کو بخش ہو
اور کسی کو فرکے ہاتھ پر بیعت کی ہو اور اس کا بجز اعلیٰ پتی گردن میں ڈالنا ہو اور اگر ایسا نہیں ہو
تو یہ سوال بھی بعینہ ایسا سوال نہیں ہو سکتا لیکن اگر چہ اسے مجیب لمیب کے نزدیک کسی نبی سے بھی
یہ واقع ہو جو جیسا کہ ان کے امام و اوستانی وغیرہ سے ہو تو اس کے جواب یہ وہی میں ماضی بخلاف
یعنی فیہ کہ کہ اس حضرات شیعہ کی حضرت خیرؑ و اس نے زمانہ خلافت خیرؑ میں وضع کیا اور یہ
خلافت رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت قبولی اور یہ بیعت کرنا کسی عرج جو علی نے جس پر در بدر جہر

اس صلح نامہ کے کلمات کو غور و تامل سے ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت امام نے امیر معاویہ کو کیا چیز
تسلیم فرمائی وہ تولیت اور ولایت امسلین سے جو معتبر امامت ہے یا کوئی اور چیز ہے اگر ولایت
امسلین کے سپرد فرمائی ہے تو پھر آپ ہی فرمائیے امامت کو پسنت نفع کیا یا نہیں کیا اب
فرمائیے آپ کی وہ نفس کماں گئی جس کو آپ ثابت فرما آئے تھے اور معاویہ اس کے وہ جملے علی ان
یعنی فیہو کتاب اللہ و سنت رسول و سیرۃ الخلفاء الصالحین اور اہل بیون الامم من بعدہ غور فرمائیے میں المسلین
مذہب بیعت پر کسی کچھ خرابی دریافت نہ ہوتی ہے اور جو شیعہ کی نکالتے ہیں چونکہ مقصد اختصار
ہے اس لئے اشارہ کرتے دیتے ہیں اہل خود و کہ کچھ ہیں ہاں یہاں اس قدر باقی رہ گیا کہ حضرت امام
نے خلافت و امامت حضرت امیر معاویہ کو تسلیم تو فرمادی لیکن بیعت بھی فرمائی یا نہیں فرمائی اس کو
جو مجیب السیر جی میں دیکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت بھی فرمائی بلکہ عبارت
چون امام ہمارے اسناد پر بیعت فرمادے گا کہ شاردن کا روایتی عمرو بن ابی الصم معاویہ رگفت کہ حسن را بگو کہ
تسلیم نمودہ و دوزار استلیمتے خویش و نہایت تو کہ ہمارا و چنان نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از اداء
نفسہ عاجز ہو نہ کہ وہ خود کفر و معاویہ خواہ شد کہ اور ان بیعت میں امر نمودہ معاویہ تخت از قبول میں سخن
ہو نمودہ یا تاخر ہا ہر حال میں عمرو بن ابی الصم اس کا خود خطبات مختص اور امینہ و داشتہ و جمعی
کچھ جو عین حق و شاردن ہونا ہر منہر صوم و فرمودہ لا یمسک الناس بہہ میں مابک تقوی است
و ہر ترین حق فوج دست و ہر سنی کہ کہ شیعہ مذہب فانیہ و ہر سنی کہ کہ شیعہ مذہب فانیہ

رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس درجہ قبیح و شنیع تھا کہ جزا افت کو اس سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ سمجھتے ہیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ اس ہی فعل کو اصلاح سے تعبیر فرما دیں تو ظاہر ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس کو قبیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ صریح ہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ عصمت اور خطا یعنی چہ علاوہ انہیں اوائل رسالہ مذا میں گذر چکا ہے کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی عمل سے ایک ضیف کے لئے بقدر ایک رطل کے عمل لے لیا تھا اس پر جناب امیر نے اس قدر غیظ و غضب فرمایا کہ مارنے کا قصد کیا اور غدار استحقاق بیت المال کا پذیرا نہ فرمایا بلکہ تصرف قبل التمت کو ناجائز فرمایا اور حضرت امام نے جس قدر عمل بیت المال سے لیا تھا فی الفور جناب امیر نے قم اول بازار سے خرید کر کے اسی قدر اس میں داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ تخطیہ ہے پس اب فرمائیے کہ عصمت اور خطا یعنی چہ۔ یہ تخطیہ آپ امکان تخطیہ کے بھی منکر تھے ہم نے آپ کو اس کا وقوع ثابت کر دیا۔ اور نیز شروع اس رسالہ میں ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات مستحسن مثل جنین پروردہ نشین رحمہ شدہ الخ فرمائیے بیان کرتے ہیں آپ کو یاد ہو گا اب مجھ کو نظر آتا ہے کہ آپ حصار اباحت میں محصور ہو کر طبا و ما من قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو بھیج گئے اور الزام اس کو پیش فرمائیے گئے لیکن امتنا خیال رہے کہ اول اس کا تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اس کا ایسی خطا ہونا جس سے انبیاء معصومین غیر ملوث اور بغرض محال گرا بیٹا۔ میں تخطیہ واقع ہو بھی تو چونکہ انبیاء بالاتفاق فریقین معصوم ہیں اور ان کی عصمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے تو اس لئے ان کی تاویل ضرور ہوگی بخلاف امہ کی کہ زمان کی عصمت مسلم اور اس پر کوئی دلیل مثبت قائم ہے تو اس کو انبیاء کے تخطیہ پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہو گا۔

قولہ: مگر ہم حسب مذاق حضرت مجیب عرض کرتے ہیں کہ بغرض محال اگر یہ ائمہ ثابت بھی ہو تو سی طرح سمجھا جائے گا جس طرح انبیاء ایک دوسرے کا تخطیہ فرما دیں جو جواب حضرت مجیب دین گئے وہی یہاں بھی تصور فرما دیں

اقول: ہمارے فاضل مجیب کو فرض محال کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ہم نے آپ کی ہی روایات سے وقوع تخطیہ ثابت کر دیا اب فرمائیے کہ انبیاء میں کون سا تخطیہ واقع ہو ہے جو اس تخطیہ کے برابر ہو جس کو مشرک الخوج تب تصور فرما رکھا ہے۔ علاوہ انہیں اس کا دار و مدار ثبوت عصمت نہ رہے اور اس کو بر سابق میں باطل کرتے ہیں تو پس یہ محض بناء فاسدی العاصہ ہوگی قطعاً نہ درست اگر اس کو ہم سے دیکھا جائے تو یہ مشرک الزام بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جو تخطیہ ائمہ میں واقع ہو ہے اس طرح ہے کہ امام بالغہ کا تخطیہ فرمایا ہے اور اگر یہ ہی صورت تخطیہ کی انبیاء میں فرض کی

امور ہے اپنے سے امامت کا خلع اور دوسروں کی امامت کی تسلیم ہے اگرچہ یہ خلع قبل از وقوع بیعت اہل حل و عقد ہوا لیکن آپ کے نزدیک بیعت کے وقوع اور عدم وقوع کو انعقاد خلافت میں کچھ دخل نہیں ہے بعد اس کے حضرت امام ثانی نے بیعت اہل حل و عقد کے بعد اور باعتبار ظاہر استعمر اخلافت کے بعد امیر مہویہ کے ساتھ اس طرہ مصالحت کی کہ ولایت امور خلافت کی جو خدا اور رسول سے آپ کو مومن و منصوص تھے اپنے سے جدا کی اور امیر مہویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی اور خدا تعالیٰ کو اس پر گواہ کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی پس جب ائمہ میں نزاع اور خلع کا وجود پایا جاتا ہے اور انبیاء میں کیس نہیں پایا گیا تو پھر اس قسم کے جواب دینا اپنی لیاقت اور مادہ قابلیت کو ظاہر کرنا ہے اور دار و گیر اباحت سے جان چھوڑنا جیسا کہ اس بحث میں جو کچھ جواب بعد افتقار مشرطہ ارشاد جوتے ہیں سب کی کیفیت ایسی ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے فاضل مجیب کو ان جوابات میں راہ فرار تنگ نظر آ رہا ہے اور رہائی مد نظر ہے دلس ولایت میں مناس۔

قال الفاضل المجیب قوله اور در صورت تخطیہ احد ہما الآخر کس کو صواب پر سمجھا جائے گا اور کس کو خطا پر۔ اقول: یہ سوال بھی حیرت انگیز ہے جب کہ عصمت ثابت ہو جائے اور دوا یا بدو اشخاص معصوم ثابت ہوں ان کے آپس میں تخطیہ کے کیا معنی عصمت اور خطا یعنی چہ ہرگز آپس میں تخطیہ ممکن نہیں

باہم ائمہ میں ایک دوسرے کی تخطیہ کا ثبوت

يقول الجيد الفقيه المولى الفقيه لا ريب في كون سوال حيرت انگيز مملوہ ہوتا ہو گا کیونکہ اول آپ نے خلاف عقل و نقل ائمہ کی عصمت تسلیم فرمائی بعد اس کے آپ کو اس تخطیہ کی خبر نہ ہوئی جو ایک امام نے دوسرے امام کی نسبت فرمایا اور آپ کی کتب معتبرہ میں موجود ہے پس آپ کو یہ سوال حیرت انگیز مملوہ ہو تو تعجب ہے جب کہ آپ کو باہم ہمد اعانے تجر وقوع تخطیہ کے اندر نہیں ہے تو یہ کچھ ہم ہی گدازش کرتے ہیں کہ صاحب کشف النور وغیرہ امامیہ نے نقل کیا ہے کہ جب اس مصدق کی خبر ہوئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر مہویہ رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تخطی امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے یہ خبر وحشت افزاں کر یہ مکر ہمارے زمان مبارک سے بگڑا اور فرمایا لو جنتی لکان حسب احوال مما فعله حتی اب عاقب اس عبارت کے مضمون میں تاس فرما اور سوچ کر یہ عبارت کس درجہ شاعت و قباحیت فعل امام حسن رضی اللہ عنہ پر درشت کرتی ہے لفظ جزا انت کے معنی خود جنتی لئے جہنم یا جہنمی جہدوس پر درشت کرتی ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ فعل جناب امام حسین

جاءے تو چونکہ عصمت انبیاء قبل البعث علی الخصوص صغائر سے مختلف فیہ بین اہل السنۃ ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ نبی بالفعل کا تظہیر کرنا نبی بالقوہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کے حکم کے بموجب ہم نے اس جواب کو آپ کی طرف سے ائمہ میں بھی تصور فرمایا تو یہ ثابت ہوا کہ جو تخیل ائمہ میں واقع ہو گا اس میں امام بالفعل صواب پر ہوگا اور امام بالقوہ خطا پر تو عمل کے قصہ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ صواب پر تھے اور معاملہ صلح میں جناب امام حسن رضی اللہ عنہ صواب پر تھے۔ لیکن بطلان عصمت کو یہاں تو خود تسلیم فرمایا۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ اور نیز عصمت کا تحقق جمع عمر میں ہے یا بعض میں۔ اقول: یہاں اہل حق یہ ہے کہ از حد تا الحد عصمت متحقق ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولائہ: چونکہ عصمت کی نسبت سابق میں بہت کچھ بحث ہو چکی ہے جو کافی ہے اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں صرف اسی قدر گزارش ہے کہ قطع نظر اس سے کہ ابتداً غایت از حد صحیح ہے یا نہیں کیونکہ شاید آپ کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس میں بھی باہر اختلاف ہے اس لئے اس کو مذہب اہل حق فرماتے ہیں۔ بحث اثبات عصمت میں جس قدر دلائل ذکر فرمائے ہیں ان میں سے کوئی دلیل بھی عصمت از حد پر دلائل نہیں کرتی کاش اثبات کے وقت بھی یہ ہی دعویٰ ملحوظ خاطر سامی موتا۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ پس جب جناب مخاطب اپنی شرائط کو دلائل کے ساتھ بیان فرمائیں گے تو اس پر رد و قدح اسی حق ہوگی۔ اقول: ہم نے آپ کی ہی کتب سے یہ شرائط مدلل بیان کر دیں۔ اگر آپ رد و قدح اپنے علماء کے کلام و حدیث کے احوال پر کر سکتے ہیں تو بسم اللہ کیجئے۔ ہمارا ہر طرح فائدہ ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولائہ: سبحان اللہ یہ ہمارے فاضل مجیب کی فہرہ دانش اور مذاہد دل سے کہ اپنی استدراکات کے پس کوئی مغلطہ اقوال ہی پر رد و قدح سمجھتے ہیں کیوں حضرت اگر آپ نے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا روایات ائمہ یا اقوال صحابہ یا تحقیقات مفسرین سے غلط استدلال کیا اور اپنے فاسد مزاج پر تشدد کے طور پر خفا پیش کیا اور آپ کے غصے نے آپ کو یہ نفعی پر مشغول کیا اور آپ کو جتنی کہ آپ کا استدلال و دلائل سے غلو ہے اور ان کو آپ کے ثبوت حد سے بڑھ کر سمجھتے ہیں تو اس نے دلائل سے ثابت کر دیا تو کیا اس صورت میں آپ یہی فرمایاں گے کہ آپ کے غصے نے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا روایات ائمہ یا اقوال صحابہ یا تحقیقات مفسرین سے غلط

اسی دہلی سے ڈرا کر اپنی استدلالات کے ابطال و رد و قدح سے باز رکھیں گے۔ قطع نظر اس سے کہ ایسی غلط اور دہائی باتیں آپ کے لئے ثبوت فضل و کمال میں مضر و قاذح ہیں آپ کے ختم کو ہرگز رد و قدح سے باز رکھنے والے نہیں اور نہ آپ کا ختم آپ کی ایسی باتوں پر کان رکھئے گا۔ پس آپ کا اس میں کسی طرح کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے۔ چنانچہ جب ہمارے رد و قدح سے آپ کو روزیہ نظر آئے گا تو معلوم ہوگا کہ آپ کو کس قدر ضرر رساں ہے۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ سر دست جناب نے دعویٰ کیا کہ مدعا بلائی عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے اور کوئی دلیل ذکر نہیں فرماتی تو دعویٰ بلا دلیل کے واسطے تو محض لائسم ہی جواب ہے بلکہ لائسم کی بھی حاجت نہیں کیونکہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر مقبول ہے۔ ان مدلل جواب کے واسطے آئندہ اپنے دلائل کے ساتھ منتظر رہیں۔ اقول: اگرچہ اس کے جواب میں بھی کچھ گزارش ہوتا اور کسی قدر شروع میں عرض کیا گیا ہے مگر چونکہ کوئی مطلب کی بات نہیں اس لئے صرف اسی قدر گزارش ہے کہ ہم نے آپ کے ارشاد کی قبول کر دی اب ہم حسب وعدہ منتظر ہیں۔

یقول العبد الفقیر الی مولائہ: ہم بھی اس جگہ صرف اسی قدر گزارش کافی سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا مدعا دنا کیا اور آپ کے استدلالات کا مدلل جواب آپ کے دلائل کے ساتھ گزارش کر کے آپ کا منتظر رفع کر دیا اب ہم حسب وعدہ انصاف کے منتظر ہیں۔

قال الفاضل الجلیب: قولہ معینہ محفل و محقر اس قدر گزارش ہے کہ جن شروط کی نسبت دعویٰ فرمایا ہے کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں ان کے مذہب خود کلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہے جس کو شریعت رضی نے سچ ابلاغ میں ذکر کیا ہے۔ و انما الشوری للہاجرین والانصار فان اجمعتموا علی رجل و سموہ ما کان ذلک للہ رضی ملخصاً بقدر حاجتہ اقول: الحمد للہ کہ شرائط ثلثہ ان دلائل عقلیہ و نقلیہ سے جو آپ کے ہی علماء نے اپنی کتب معتبرہ و دینیہ میں لکھی ہیں ثابت کی گئیں۔

یقول العبد الفقیر الی مولائہ: بخیر۔ اللہ و قوتہ ثلثہ کے ثبوت کو ان دلائل عقلیہ و نقلیہ سے جو ہم نے اپنی کتب معتبرہ و دینیہ میں لکھی ہیں بارگاہ زہرہ کا ہوا منتشر کر آئے ہیں۔ اس سے بخوبی یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ شرائط خلاف عقل و نقل تسلیم کر رکھی ہیں مگر ان کی عقل و نقل سے انہیں منافی ہے۔

قولہ: آپ نے جو یہ تعلق اپنے خاتمہ میں کے کہ وہ حضرت علیؑ خوش فہمی سے اس قول

جناب امیر المومنین علیہ السلام کو مذہب ان شرائط کا سمجھتے ہیں یہ قول نقل کیا ہے اسکا بھی جواب نیچے
اقول: شاید ہمارے عجیب لیبب کچھ علم یا محدث ہونے کے بھی مدعی ہیں اگرچہ خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم ہمارا فخر ہے لیکن معلوم نہیں اس جگہ ہمارے عجیب کس دلیل سے تقلید کئے۔ آپ
کی عادت ہو گئی ہے کہ ہر گاہ کسی نے کوئی دلیل پیش کی خیال کر لیا کہ تختہ سے نقل کی ہوگی تو آپ کی کتاب میں
بدقت میسر آتی ہیں لیکن خداوند تعالیٰ کے فضل سے بعض کتابیں اس عاجز کو میسر آ گئی ہیں منجملہ ان کے
منہج البلاغہ اور اس کی شرح ہیں۔ پس ہم نے جو کچھ عرض کیا تھا تختہ سے نقل نہیں کیا تھا بلکہ منہج البلاغہ
سے ملخصاً عرض کیا تھا باقی رہا غرض فہمی سوانح بحث میں انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ آپ
کے ان اکابر کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اس کلام کو دلیل الزامی قرار دیا ہے یا خاتم المحدثین کی خوش فہمی
ہے کہ انہوں نے اس کو دلیل تحقیق ٹھہرایا ہے۔

قولہ: اول ہم اس روایت کو جس کی تلخیص آپ نے فرمائی ہے تختہ سے نقل کرتے ہیں آپ
کے خاتم المحدثین تختہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں۔ منہجنا اور رد المحتار فی نفع البلاغۃ عن۔

امیر المومنین فی کتاب لکبہ الی معاویۃ وحوالہ بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمناک وانت
بالشام فانہ بالیعنی القوم الذین بالیعنی ابابکر وعمر وعثمان علی ما بالیعوہم
علیہ نلع یمکن للشاہد ان یختاروا ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمہاجرین والانصار
فان جتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی فان خرج منہم خارج بطعن
او بدعة ردوہ الی مخرج منہ فان اذ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین ووردہ
اللہ ما قونی واصلہ جہنم وساکت محید انتہی۔ اب اس کا جواب نیچے یہ امر بخوبی ثابت
ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کی بیعت بغور انعقاد حدیث نہیں کی بلکہ اس کے برہم کرنے
کی تدبیر یہ فرماتے رہے چنانچہ از لہ الخفا کی عبارت جو قصہ احراق بیت جناب سیدہ علیہا السلام
میں نقل ہوئی ہے اس پر شاہد ہے اور بعد میں جو بیعت فرمائی وہ بھی بخوشی نہیں کی چنانچہ روایت
بخاری میں مذکور ہے کہ تین ماہ وحیات جناب سیدہ بیعت نہیں کی اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں
وکان علی من الناس وجہ حیات فاحلۃ فل توفیت استنکر علی وجوہ الناس
فالتمس مصالحتہ الی بکر ومعاویۃ۔ پس اگر اس خط سے جو جناب امیر نے معاویہ کی طرف تحریر
فرمایا ہے خلیفہ اول کی سخت خلاف ثابت ہو اور جناب امیر علیہ السلام اس کے معترض ہوں تو لازم آئے
کہ معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تائید و تحریف رہے ہوں اور ایسے

برحق خلیفہ کی خلافت و امامت برہم کرنے کے لئے مشورہ کرتے رہے ہوں حالانکہ کتاب اللہ میں
یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم وحدث رسول اللہ
میں من مات ولو یعرف امام زمانہ مات میتہ جاہلیۃ موجود ہے اور جناب امیر علیہ السلام
کی شان اس سے ارفع ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ خطبہ بطور الزام معاویہ کو تحریر فرمایا ہے۔ چونکہ
معاویہ خلفا سابق کو برحق خلیفہ جانتا تھا اور ان کا ہی حاکم کردہ تھا اس لئے جناب امیر نے اس پر
حجت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے یہ الفاظ اندہ بالیعنی القوم الذین بالیعنی ابابکر و
عمر وعثمان علی ما بالیعوہم۔ اس پر صاف دلالت کرتے ہیں اگر یہ امر تحقیق ہو تو اس کے
لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم المحدثین اپنی تحریر علی سے اصل کچھ گئے یعنی
لزمناک وانت بالشام۔ الزامی تحریر پر ردال ہے کیونکہ یہ درج تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسند
کو بیان کے کے خصم پر کوئی بات لازم کریں۔

بحث نفیس

خطبہ منہج البلاغۃ اندہ بالیعنی القوم الذین بالیعنی ابابکر الحاکم کی دلیل تحقیق یا الزامی
ہونے کی بابت جس تکذیب شرائط ثلثہ بلکہ ابطال مذہب تشیع حاصل ہے

اقول: ہم نے تہرراً اجمالی طور پر جناب امیر کا دلائل و آثار جو نام امیر شہد تحریر فرمایا ملخصاً بصراحت
تکذیب شرائط ثلثہ کے لئے اور فی الحقیقت استیصال اصول و فروع مذہب تشیع کی غرض سے گذارش
خدمت کی تھا جو اب اس کے جناب نے اس کے تحقیق ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اس کا
تسلیم فرمایا تو اس امر کو تسلیم کر لیا کہ اگر یہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو شہادہ
ثلثہ بلکہ تمام اصول و فروع مذہب شیعوہ کے باطل اور کراہت شدہ با برع بہرہ منظر ہوں گے جس کا
نگاہ پر محض ہے فیض و کلام اب ہم پر لازم ہے کہ اس خط کے الزامی ہونے کا بعد ان ائمہ من الشیخ
درہم من الامم کر کے دکھادیں اور ثابت کریں کہ یہ خطبہ الزامی حور پر تحریر نہیں ہوا بعد فہمی و تحقیق طور پر
جناب نے تحریر فرمایا ہے پس واضح ہو کہ جب ہم ان حضوں کے چھوٹے ہیں اور ان کے مضامین میں منورہ
کلام کی نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ خطبہ میں اول سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہیں پاتے جس جو اس کے
الزامی ہونے پر درست کرے جو اس نے مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مخلص اعلیٰ شرح ابن عساکر

الزامی ہونا سمجھا جائے یا نہیں اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہو
وہ ہوتا ہے جو عام طور پر متبادر الی الغم ہو اور ہر شخص اس سے سمجھ سکے کہ یہ کلام مصروف عن الظاہر ہے
اور بالکل فیہ میں الباقی قرینہ مفقود ہے اور جس کی نسبت ادعا ہے وہ بلا دلیل ہے اور غیر مسلم اول جملہ دلائل بالعینی
القوم الذین بالیوم ابابکر وعمر وعثمان علی ما بالیوم حرم علیہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ حال واقع
کی حکایت ہے اور اپنے محکم عنہ کے مطابق ہے اور یہ اخبار باعتبار واقعہ کے صحیح ہے کیونکہ جن لوگوں نے
ظہاراً شکر سے بیعت کی تھی اور اہل حل و عقد تھے انہوں ہی نے حضرت سے بھی بیعت کی۔ دوسرا جملہ
فلہم لیکن للمشاہد ان یختاروا ولا للغائب ان یرد ہے اس جملہ میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ برکت
واقع کے صرف مخاطب کے اعتقاد پر مدار کلام ہے اور اس کے معنی فاذا عندکم لیس للمشاہد ان
یختاروا الجاہلین اور جب کوئی قرینہ موجود نہیں تو یہ جملہ اس معنی خلاف متبادر و ظاہر پر محمول نہ ہوگا بلکہ
اپنے معنی حقیقی پر جو متبادر الی الغم عند عدم القرینہ ہوتا ہے محمول ہوگا اور وہ یہ کہ بیعت اہل حل و عقد کی
صورت میں باعتبار واقعہ و نفس الامر کے نہ شاید اختیار کر سکتا ہے نہ غائب رد کر سکتا ہے جب بیعت اہل حل
و عقد کی واقع ہوگئی تو پھر کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہی تمیز جملہ و اندا الشوری للماجاہرین
والانصار ہے اس جملہ میں بھی کوئی قرینہ نہیں جو اس کے الزامی ہونے پر دلالت کرے بلکہ اگر اس عبارت میں
نہل کیا جاوے تو صورت ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد تحقیق ہے اور الزام نہیں کیونکہ لفظ انما مفید حصہ کو
ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ شوری صرف مجاہدین و انصار ہی میں منحصر ہے اور کسی دوسرے کو اس میں دخل
نہیں تو گویا ضمناً اس جگہ یہ ثابت کیا کہ مخاطب کو جو قطعاً میں سے ہے شوری میں بھی کچھ دخل نہیں تو غفلت
نامستی کیوں کر ہو سکتا ہے اور اس حصہ کے بموجب یہ فقرہ پر اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس کو تحقیق
پر محمول کیا جاوے اور اگر اس کو الزام پر حمل کیا جاوے تو باطل ہے کیونکہ امیر مویہ اس ام کے قائل نہیں کہ
شوری منحصر مجاہدین و انصار میں ہے بلکہ ان کے نزدیک شوری میں تمام مسلمان کو دخل ہے چنانچہ اس خط
کے جواب میں جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت میں بھیجا ہے اس سے ظاہر ہے اور اس خط کو
انہ نقل کریں گے اس جگہ کچھ بے موقع نہیں ہے مگر جو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں شارح ابن میثم کی عبارت
جو اس جگہ کی مشرت میں لکھی ہے نقل کریں اس نہ صرف وہی اس عبارت سے بخوبی سمجھیں گے کہ یہ عبارت بلکہ تمام
خط حقیقی ہے یا الزامی

۱۔ عبارتہ و حصہ شوری و مجاہدین
۲۔ مجاہدین و انصار و انصار
۳۔ شوری و مجاہدین و انصار
۴۔ شوری و مجاہدین و انصار

والعقد من انہ محمد فاذا انقضت کلمتہ علی
حکوم الاحکام کا اجتماع ہو علی بیعتہ و تسمیہ
اماماً کان ذلک اجماعاً حقاً بقدر الحاجة
و مقدم ہیں اس وجہ احکام میں سے کسی حکم پر متفق
انکا ہوا جائیں جیسا کہ جناب امیر کی بیعت پر اور آپ کا نام
نام لکھنے پر رکھتے ہوتے تو یہ اجماع و اتفاق حق ہوگا

چوتھا جملہ فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماماً کان ذلک للہ رضی ہے اس میں بھی
کوئی قرینہ نہیں جس سے سمجھا جاوے کہ مراد فی الواقع نہیں بلکہ عند الخطاب ہے اور صاف عن الحقیقہ ہوتا
اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکہ جائز سمجھا جائے گا کیونکہ بلا ضرورت مصیر
الی المجاہدین نہیں تو اس عبارت پر محمول اپنے معنی حقیقی پر ہوگی اور حاصل معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی
اہل حل و عقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنادیں تو وہ شخص فی الواقع عند اللہ امام ہو جائے گا اور اس کی
امامت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوگی۔ پانچواں جملہ فان خرج منہم خارج بطلن او بعدۃ
روہ الی ما خرج منہ ہے اس جملہ میں بھی کوئی حرف نہیں جو صاف عن الحقیقہ ہو اور الزام ہونے پر
دلالت کرے تو اپنے معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور نسبتہ مطابق واقع نفس الامر کے متصور ہوگی۔ چھٹا
جملہ فان الی قاتلوا اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاء اللہ ما تولى ویصلیہ جہنم و
ساوت مصیرا ہے۔ اس عبارت میں بھی کوئی لفظ نہیں جو اس کے الزام ہونے پر دلالت کرے بلکہ
یہ عبارت بصراحت اس امر پر دلالت ہے کہ مراد تحقیق ہے نہ الزام کیونکہ یہ عبارت بطور اقتباس کے کلام اللہ
سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی حرف مشیر ہے جو سورہ نساء میں ہے ومن یشاقق
الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین فاولہ ما تولى ویصلیہ
جہنم و مساوت مصیرا۔ اور اس آیت سے استدلال فرما کر امیر مویہ کو متنبہ کیا کہ یہ استدلال
گویا نفس قرآنی کے ساتھ استدلال ہے اور اس میں گنجائش شک و شبہ کی نہیں ہے کیونکہ جس دلیل
کا منہ علاوہ اجماع کے نفس قطعی پر ہو اس میں شک و شبہ کو دخل نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ اتباع
غیر سبیل کی مذمت حق تعالیٰ شام نے بطور الزام نہیں فرمائی بلکہ سبیل تحقیق فرمائی ہے اور اس آیت
شریفہ سے کسی کو الزام نہیں دیا بلکہ واقعہ اور نفس الامر کے اعتبار سے فرمایا ہے پس جناب امیر نے اسی آیت
شریفہ کو اسی قسم کے اپنے مدد کے ثبوت میں پیش فرمایا تو کیونکر ممکن ہے کہ اس کو الزام پر محمول کیا جائے کیونکہ
اگر اس کو الزام پر محمول کیا جاوے تو یہ ثابت ہوگا کہ جناب امیر اس آیت شریفہ کے معنیوں کے منکر تھے
حالانکہ یہ اہل بیت علیہ السلام سے ہیں اس جملہ سے منہ پر مبنی دلی کے واضح ہو گیا کہ یہ نام تحقیق واقع پر مبنی ہے
اور حدیث علیہ الشیعہ کی خوش منہی ہے کہ اس جملہ کو الزام پر محمول کر کے اس کے معنیوں کو تحریف فرماتے ہیں

فَاجَابَهُ مَعُوتَةُ اِمَامُ الْبَعْلَاءِ وَلَعُمْرِي لَوْ بَايَعْتُ
الْعُقُمَاءَ الَّذِينَ يَابِعُوكَ وَانْتَ بَرِيٌّ مِنْ دَمِ
عُثْمَانَ كُنْتُ كَأَبَى بَكْرٍ وَعَمْرٍ وَخُثَيْمٍ وَلَكِنَّكَ
اَعَزَّيْتُ بَشْتِمَانَ وَخَذَلْتُ عَنْهُ اِلَاصَّارَ
فَأَمَّا عَاثُكَ الْجَاهِلُ وَقَوِيَّ بَكَ الضَّعِيفُ
وَقَدْ اَبَى اَهْلُ الشَّامِ اِلْتِمَاكَ حَتَّى تَدْفَعَ الْيَهُودَ
قَتْلَةَ عُثْمَانَ فَإِنْ فَعَلْتَ كَانَتْ شُورَى بَرِيٍّ
الْمُسْلِمِينَ وَلَعُمْرِي مَا حَجَّكَ عَلَى حُجَّتِكَ
عَلَى مَلْحَةِ وَالزَّبِيرِ نَهْمَا يَابَعَكَ وَلَمْ يَابِعْكَ
وَمَا حَجَّكَ عَلَى اَهْلِ الشَّامِ حُجَّتَكَ عَلَى اَهْلِ
الْبَصْرَةِ اِلَّا يَهُودُ مَا عَاوَاكَ وَلَمْ يُفَعِّكَ اَهْلُ الشَّامِ
فَأَمَّا مَا شَرَفْتُ فِي سِوَاكَ وَمَنْ بَنَتْ مِنْ ابْنِي
حَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَوْصِيكَ مِنْ قُرَيْشٍ
فَلَسْتُ اَدْفِيكَ كَتَبْتُ فِي الْخُرُوكِ تَبِيبَةَ
كُتُبَ بَرِّ حَيْلٍ

اور بعض روایات سے یہ خط کے ساتھ اس حرم معلوم ہوتا ہے۔

من معاوية بن أبي سفيان القمي عن أبيه
عن أبي عبد الله عليه السلام قال كان علي بن الحسين وعمر
وعثمان ما أمانت ولا استحدثت ذنبا ولم يكن
أحد منكم يعني حقيقة في عثمان وما
كان أحد من حجة رضى الله عنه
كان الحق فيه لم يشك به أحد من المشركين
والكاظمي وأبو حمزة وغيرهم من الناس

نقل کرتے ہیں آپ ان کو ملاحظہ فرما دیں اور دیکھیں کہ وہ خط بدیہی طور پر مثبت کر رہے ہیں کہ ان تحریرات کا مدار الزام پر نہیں اور یہ دلائل باب مجازات الحکم سے ہرگز نہیں ٹکریا دیے واقع اور تحقیق نفس الامر ہے پس معاویہ نے من کو مجب کیا۔ اما بعد بقہ سے جنھوں نے بیت کی کہ اگر فتح سے بیت کرتے اور عثمان کے خون سے بری ہوتا تو بیعت نہ ہو کر دم و عثمان کے ہوتا لیکن تو نے عثمان پر افتخار کیا تو کہہ دیجئے اس سے مددگاروں کو جہاد کیا تو جابلے تیری حد۔ و حنیف بسبب تیرے قوی ہو گیا اور اہل شام نے سوسے قاتل کے نکال دیا یہاں تک کہ تو عثمان کے قاتل بن گیا۔ اس سے پہلے اگر تو نے ایسا کیا تو عداوت بعد مشورہ سے نہ ہو۔ میں جی اور میری زندگی کی قسم جی میری حمت۔ یہ ہے مجھ پر نہیں کیونکہ انھوں نے فتح سے بیت کیا۔ میں نے بیعت نہیں کی اور میری تیری بیعت بعد از اس سے شام پر نہیں کیونکہ انھوں نے تیری بیعت کرتے اور بیت تیری بیعت نہیں کی اور لیکن میری بزرگ سے تیری قربت ہی میں اسے غیور سے اور تیرے بعد قربت سے جس میں اس کو نہیں ہے اور وہ کہے کہ میں کدہ رحیم نصیہ کہیں

مستویہ کی طرف سے تین جانب کی طرف ابھرتا ہے۔
 اگر تو اس حد کو اس حد پر جو کہ درود عثمان
 تھے تو میں تجھ سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ حالانکہ
 میں صرف تین کے ساتھ تھی یہی خدا نے میری حاجت
 کو پورا کیا تھا۔ میں اسے جو کہ پورا کر
 دیتا تھا تھے خدا نے یہی تیرا اور جب تمہوں نے
 حق چھوڑ دیا تو نہ تیرا نہ اس کے درود عثمان

ولعمری ما حجتک علی اهل الشام الخ اور ہری حیات کی قسم تیری محبت اہل شام پر ایسی تھی کہ اہل ہری نے
اب اس خط کے مضمون میں اہل انصاف و دانش تامل فرما دیں اگر جناب امیر کا خط الزام ہو تو بالکل
محل اور بے معنی ہوا جاتا ہے کیونکہ امیر معویہ کے خط سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جب خلیفہ خلافت
لائی نہ ہو اور مہمات خلافت کو سرانجام نہ کر سکے تو بیعت اہل حل و عقد سے وہ شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا ہے
تو جب اس کا یہ مذہب ہے تو اس کو یہ الزام دینا کہ بھاری خلافت ثابت ہے کیونکہ ہم سے اہل حل و عقد
نے بیعت کی ہے اور جس سے اہل حل و عقد نے بیعت کی وہ خلیفہ ہے بالکل پوچھ اور لغو ہوگا اس لئے کہ
معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل و عقد کو بدون وجود صلاحیت کے بالکل لغو اور فضول سمجھتا ہے بلکہ اس
پوچھ الزام پر بسط کلامی اور تطویل اور بھی زیادہ بے ہودہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اس کو بخوبی سمجھ سکے ہیں اور
صاحب تحف علیہ الرحمہ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کے بعد اس خط کا جو کچھ جواب جناب امیر نے
تحریر فرمایا اور اس کا آپ کے حضرت رضی نے منہج المذاہرہ میں نقل کیا ہے لیکن اپنی عادت مشرفہ کیونکہ
حضرت رضی نے اس میں کمی و بیشی فرمائی اور سبب اس کا آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت رضی جناب امیر کے
خطوط میں ایسا تصرف کیوں فرماتے ہیں اور کس واسطے ان کی تحریف کرتے ہیں اس لئے ہم اصل خط شرح
ابن مہزم سے نقل کرتے ہیں اور بعد اس کے شارح نے جو کچھ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کریں گے۔

فلتب جو ابہ من عبد اللہ بنی امیر المؤمنین جناب امیر نے اس کا جواب لکھا اللہ کے بندہ امیر المؤمنین
الی معویہ بن صفار ابعد فانه اتالی کتابت کی طرف سے معویہ بن صفار حضرت امیر سے پاس تر اختیار کیا
کتابہ بنیس لہ بصریہ ولہ قاید ایسے شخص کا خط تھا کہ اس کی مینا کی تھی جو وہ خدا سے
پرستندہ قد دعی الہوتی فاحاہ وقادہ اور دیکھتے دیکھتے جو یہ حالت پیدا ہوئی وہ ہوش نشانی
الضلال فاتبعہ ففجّر وغطا وحل خابطا نے اس کو بربا یا اس نے اس کی اجابت کی اور مگر ہی نے اس کو کھینچا
ان قاتل زعمت انما افسد عی بیعتہ وکنت تو اس نے اس کا جواب کیا پس یہود جو اس کی اور خدیں مگر وہ ہو
اصول من امہاجرین اور دت لکھا اور دو او یہاں کہ کہ وہ کہنے لگا کہ یہی بیعت کو میرے ساتھ لکھا گیا
اصدرت لکھا اصدر و اما کان اللہ یجہدہم میں بھی کہیں نہیں میں نے اس کو رد نہیں کیا جو یہ جرح وادار
شی ضلال ویصر یجہد بصری ہوئے درود بصر وادوئے اور اللہ تعالیٰ کو مگر ہی پر
سہر میزت بین اہل الشام و اہل مصر و کتھ میں کہ کہ وہ کہنے لگا کہ یہی بیعت میں نے لکھی
بینت و بینا ضلحہ و ربیر فلعمری کہ وہ کچھ کہنے لگا کہ وہ اور میں معویہ و اہل ہری و
ما زس فی ذلک و وہ دہ سبب سے اس میں کمی و بیشی فرمائی ہے

والحدۃ لا یشفی فیہا النظر ولا یستأنف فیہا الخیار الخارج منها طاعن والمروی فیہا حمد اھن۔ صرف ایک حکم ہے کیونکہ ایک بیعت ہے نہ اس میں مکر
نظر ہو سکتی ہے اور نہ سے سرے اختیار ہو سکتا ہے اس میں سے
نکلتے والا طعن کرنا والا مدح ہے

اس خط سے جیسی کچھ خرابی و مصیبت مذہب تشیع پر واقع ہوئی ہے بے پایاں اور خارج از
بیان ہے اور جو کچھ فوائد و منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں ان کا حصہ و اعطاء خارج از حیطہ امکان ہے
لہذا بحرف الطناب حوالہ اذبان صافیہ اولوالالبصار و البصائر کر کے صرف اس مبحث کے متعلق اس قدر بیان
کرتے ہیں کہ یہ خط صریح و دلیل ہے کہ جو کچھ مضامین پہلے خط میں مذکور تھے جن کی نسبت الزامی ہونے کا دعویٰ
کیا گیا تھا وہ سب غلطی تھے اور الزامی ہونا ان کا بالکل باطل ہے پس واضح ہو کہ جناب امیر نے اپنے
پہلے خط میں جس میں بحث واقع ہو رہی ہے جو کچھ تحریر فرمایا تھا امیر معویہ نے اس کے جواب میں اس کے
مضامین میں سے دوام کی تردید کی اور ایک ام کو لکھا بغیر سبب رکھا اور باقی امور کو تسلیم کیا جناب امیر نے
دلیل اول یہ تحریر فرمائی تھی کہ میری خلافت اہل حل و عقد کی بیعت سے کہ جن کی بیعت سے ابو بکر و عمر و
عثمان کی بھی خلافت ثابت ہوئی تھی واقع ہوئی چونکہ اس خلافت کی حیثیت جو بیعت اہل حل و عقد سے
واقع ہو عند اللہ وعند المؤمنین واقعی اور نفس الامر ہی ہے اس لئے اس میں نہ حاضر نہ بدل سدل کا اختیار
ہے نہ غائب کو رد کی گنجائش اور اہل شوری صرف مہاجرین و انصار ہیں جس کو وہ امام بنائیں اور جس پر وہ کھن
ہو جائیں وہی خدا کے نزدیک بھی پسندیدہ ہوگا۔ امیر معویہ نے اس کے جواب میں اس امر کو تسلیم کیا
کہ بے شک آپ سے اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور وہ مہاجرین و انصار نے جنھوں نے غلظت تہذیب
سے بھی بیعت کی انھوں ہی نے آپ کو بھی خلیفہ بنایا گو یا امیر معویہ نے قیاس کے صغریٰ کو تسلیم کیا لیکن
کبریٰ قیاس کو نہ مانا اور اس کی حکمت کو باطل کیا اور کہا کہ یہ قطعاً ہے کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار بیعت
کر لیں وہ امام برحق ہے بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل و عقد بیعت کریں صلاحیت خلافت نہ رکھتا ہو تو
وہ بیعت اہل حل و عقد سے خلیفہ نہیں ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ مہمات خلافت
کا سر غایب نہیں کر سکتے اور قوی سے ضعیف کا حق نہیں دے سکتے بلکہ امام برحق کے حق میں شریک ہونے کا
کی مدد کی یہاں تک کہ بغاوت نے ان کو شہید کر دیا پس اگر کوئی صلاحیت خلافت جوتی اور جسے صلاحیت خلافت
ابو بکر و عمر و عثمان تھے ایسے ہی تو بھی ہوتے تو بیعت اہل حل و عقد تو کبھی مفید اور باعث اتحاد خلافت
جوتی اور جب کہ مثل عثمان سنا لیں گے صلح خلافت نہیں تو نہ تو بیعت ہیں و عقد کچھ مفید نہیں اور نہ
ان کی بیعت سے قلمبرہی خلافت سبب عدم صلاحیت کے منفعہ ہو سکتی ہے اگر دشمن ابو بکر و عمر و عثمان

کے ہوتے تو میں تمہارے ساتھ ہرگز قتال نہ کرتا اور جب تم جو پیشتر ہو گئے تو اب خلافت تم میں سے نکل گئی اس کے جواب میں جو کچھ جناب امیر نے تحریر فرمایا وہ قابل دیکھنے کے ہے حضرت شیدہ خصوصاً ہمارے عجیب لیب بغور ملاحظہ فرمائیں حاصل جواب یہ ہے کہ تیری کتاب پہنچی ایسے شخص کی کتاب کہ اس کے لئے عقل باوی مذکور کا قدر رہنا ہے ہوا کا میطیع ضلال کا متبع ہو کر بے ہودہ گوئی کی اور ضبط کے ساتھ ہاتھ پاؤں مارے جو معاملہ شہادت عثمان میں ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب سمجھا اور فارق میرے اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان خیال کیا سو بالکل بے عقل اور ضل اور ہودہ گوئی اور ضبط ہے کیونکہ میں بھی مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں جیسے وہ ہار دی ہوئے ہیں میں بھی وارد ہوا اور جیسے وہ صادر ہوئے ہیں بھی صادر ہوا اور خدا تعالیٰ ان کو یحییٰ مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھے نہیں کرے گا۔ اور سب کو اندھین میں مبتلا نہیں فرمائے گا حاصل یہ کہ موجب اعتراض کے اگر میں صالح خلافت نہ ہوں اور بدون میری صلاحیت کے اہل صل و عقد نے میرے ساتھ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل صل و عقد وجوہ مہاجرین و انعیان و انصار گمراہی پر ہوں کو غیض و بغض کی لہجہ ملت کو غیظ بنا دیا اور مہاجرین و انصار کا گمراہی پر مجتمع ہونا من ہے کیونکہ خلافت کی ہرگز ان کو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا اور ان کو حق سے بنا کر لے گا تو اس سے ثابت ہو گا کہ جب وجوہ مہاجرین و انصار نے میرے ساتھ بیعت کی تو میں صالح خلافت ہوں ورنہ زائد افسوس کہ تمام مہاجرین و انصار گمراہی پر مجتمع ہوں اور یہ محال ہے اور ثبوت اس استحکام کا کتاب اللہ اور حدیث رسول سے ہے اب اس خط کی عبارت میں بالتمام معصوم اس خط کے مائل منصف تامل فرماؤ اور سوچو کہ آیا اس سے مقصود قطع لہجہ قرینہ و درود قرینہ کے لازم ہے یا تحقیق اس خط کی عبارت نے مثل روز روشن و روشن کر دیا کہ پسے خط میں جس قدر مستحسن شوری کے متعلق تھا وہ سب تحقیق تھا ہرگز لازم نہیں تھا کیونکہ اگر اس کو لازمی تسلیم کیا جائے کہ تو یہ جواب بالکل لغو اور معنی جو بے دہی کا ہے اس لئے کہ جب میرے یہ بیعت مہاجرین و انصار کو بدون صلاحیت لغو سمجھتے ہیں تو پھر مہاجرین و انصار کی بیعت سے زائد اپنی صلاحیت استحقاق خلافت ثابت کرنا بالکل خلاف عقل ہو گا ورنہ معاہدہ جناب امیر نے ضرور فرمایا تھا کہ انھوں نے بیعت تو فرمائی اور میں نے ان سے جدا کیا سو اگر تحقیق خلافت کرے گا تو مجھ سے بھی جدا کر دوں گا میرے معویہ نے اس کا جواب لکھا کہ میرے اور صحر و زمر اور بنی شاد اور بنی بدہ کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی آپ کی تحت صحر و زمر و بنی بدہ پر فرق ہے مجھ پر فرق نہیں ہو سکتی کیونکہ صحر و زمر نے آپ کی بیعت کی تھی وہیں نے آپ سے بیعت نہیں کی ورنہ بنی بدہ نے آپ کا رتقہ رعیت اپنی گردنوں میں ڈال

اور اہل شام نے نہیں قبول کیا تو آپ کی بیعت و اطاعت جنھوں نے قبول کی ان ہی پر لازم ہے نہ ملے قبول کی ہے اور نہ ہم پر لازم ہو سکتی ہے جناب امیر نے اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا اور قسم لیا کہ اگر اس میں کچھ فرق نہیں حاضر و غائب سب برابر ہیں کیونکہ ایک بیعت ہے نہ اس میں مکر و سوچ کر ہو سکتا ہے اور نہ از سر نو کچھ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گئی وہ ہو گئی اس میں گنجائش چون و چرا کی کچھ نہیں رہی حاضر و غائب سب پر لازم ہو گئی جو شخص اس میں سے خارج ہو وہ گویا اس میں طاعن ہے اس کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے کہ سبیل المؤمنین کا محافط ہے اور جو اس میں متوقف ہو وہ مدبر ہے اور یہ بھی ایک قسم کفر و نفاق ہے شارح فرماتا ہے قولہ الخاریج منہا لہ قسم کفر و نفاق ہے قولہ الخاریج منہا لہ قسم کفر و نفاق ہے بیت الی قسمین لولہ اما خارج عنہا و حو الطاعن فی صحتہا و یجب مجاہدۃ لہ لظاہر سبیل المؤمنین و اما مرقی فی ذلک و متوقف و حکمہ اللہ مداحن و هو نوع من النفاق و سبی

اہل انصاف اس جواب کو بھی ملاحظہ فرمائیں کہ اہل صل و عقد کی بیعت کے ثبوت کو جناب امیر فرما رہے ہیں یا تحقیق اور قسم اس کے الزام سونے پر کھارے ہیں یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اس نے کب اس کو تسلیم کیا تھا اور اگر تحقیق سے تو انہوں نے دغ و غش جو اب جواب کے انشور سے مثل آفتاب نیم روز روشن ہو گیا کہ پسے خط میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ لازمی طور پر نہیں بلکہ تحقیق طور پر ہے اور جس امر کو کنا یقین غیر مسلم رکھ دے یہ تھا کہ حضرت نے شوری کو مہاجرین و انصار میں منحصر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ طاعت کو اس میں کچھ دخل نہیں تو اس کے بعد تسلیم کفر کا بیانیہ ایمان کیا اور کہا کہ اگر قاتلین عثمان کو ہمارے حوالہ کر دو تو خلافت شوری میں آسین ہو گی گویا عموماً اہل اسلام جس کو غیظ بنا دیں وہی غیظ ہو جاوے گا کچھ تخصیص اہل صل و عقد کی نہیں ہے

جناب امیر کے خطوں میں شریف رضی کی تحریف

اب اس کے بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خطوں کی تحریف کی نسبت جو کچھ ازاد حضرت رضی کی حرف سے شارح نے نوادیر ہے اس کو نقل کرتے ہیں شارح اس جواب جو بک شریف میں اس کا شروع ہے ومن کتابہ و معویہ ما بعد فساد النفاق و منک موغلہ موسدہ سکھتے ہیں

الہدای وغیرہ عن غیرہ ان عمر قال لعلی
ان لم یقال ابابکر لتقتلک قال لہ لو لا
عہد عہدہ الی خلیلی لست اخونہ لعلت
اینا اضعف ناصر او اقل عدد ا۔

نے علی سے کہا اگر تو ابوبکر سے بیعت نہیں کرے گا تو ہمیں
ہم تجھ کو قتل کر ڈالیں گے حضرت علی نے جواب دیا اگر محمد
ہوتا تو میرے غیل نے مجھ سے کیا ہے کہ جس کو میں توڑ نہیں
سکتا تو تو جانتا تو ہم میں کون ضعیف تر مردگاروں والا اور
تھوڑی تعداد والا ہے۔

قرآن کی تحریک پر اسی وجہ سے مذکور بنات طہیات کے معاذ اللہ توبہ توبہ غضب پر اسی لئے
چون و چرا نہ کی صد ہا طہیات اور ابتداءات ہوئی اور چپکے اسی باعث سے بیٹھے دیکھا کئے تو باوجود محبت
کے کیوں کر ممکن سے حکم الہی کا خلاف فرمایاں اور وصیت رسالت پناہی پس پشت ڈال دیں اور تسلیم
خودفت میں چون و چرا فرمایاں ہاں یہ ممکن ہے کہ بعد انتقال حضرت علیؑ علیہ وسلم غر غارت میں مبتلا
رہے ہوں اور بعد اس کے جمع معہ میں مشغول رہے ہوں جس کی نسبت قمر کھائی تھی کہ جب تک
جمع نہیں کروں گا چادر نہیں پہنوں گا نفیہ صافی میں ہے۔

روى علي بن ابراهيم التميمي باسناد عن ابي
عبد الله قال ان رسول الله قال يا علي
ان من خلت فراشي في الصلوة والخطبة
والغزاة ليس فخذوه واجمعوه ولا تضيقوه
لما شيعت ابيهمود التوراة فالتعلل علي فجمعوه
في ثوب اسفر ثم ختم عليه في بيته وقال
لا اوتدي حتى اجمعه قال كون الرجل ليا نبيه
فيخرج اليه بغير رد حتى يجمعوه۔

امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ سے
علیہ وسلم نے علی سے فرمایا ہے علی قرآن میرے فرش کے
پچھے صحیفہ اور لہجہ اور کافروں میں ہے اس کو لے کر اگر کوئی
اور ضائع نہ کرے جس طرح یہود نے تورات کو ضائع کر دیا پس
علی نے اس کو جمع کیا زور دیکر اسے میں پھر اس پر ہر لگائی اپنے
لہجہ اور فرمایا میں۔ و تمہیں اس کو جمع نہ کروں چادر پہننا
گا کہ ہاں تھوڑے آپ کے پاس آتا تھا تو بعد میں چادر آپ
اس کے لئے تھکے تھکے تھے میں نہ کہ آپ نے اس کو جمع کر لیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس جمع و تالیف کے لئے ایک ممتد زمانہ چاہیئے اس سے فارغ ہوتے کہ حضرت
نا عمر کی جوئی اور تھوڑی درسی مرین جانکا دیں مشغول و مبتلا ہوتے ہوں گے تو ان غلباؤں کی وجہ سے شاید
تأخیرات فاطمہ رضی اللہ عنہا عتہ بیعت میں تاخیر ہو گا درہم بذر زمانہ فتنہ و زمانہ زعم کے ہرگز ممکن نہیں
کہ آپ نے بیعت سے تاخیر فرمایا ہو بہر حال ہر غفلت روایت معتمدہ روایت کے اگر اس تاخیر کے وقوع
کو جو روایت مشہور سے منہوم ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے توڑ نہیں کے نزدیک بروایت خود واجب
نہیں اور وہ اس میں تاخیر ہے اس سلسلہ کے نزدیک تو اس سے کہ ہرگز نہیں بغیر برحق تھے اور ان

سے انحراف کہ یہ تھا تو بعض عبارات ذیل جناب امیر تامل واجب
نے بھی انہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلاف حکم خدا و رسول کرنا محال ہے تو
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال سوشر منج البلاغہ اور تالیفات
خلافہ و صحابہ کے نزدیک کیسی وجاہت تھی کیا اسی کا نام وجاہت ہے کہ کہ
کا دمعاد شد خاک بدن دشمنان ان پاک نژاد اٹھا کر رکھا تفصیل کسی
نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غضب کئے اور ضرب و توبہ
وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کریں گے۔

جناب امیر نے حسب روایت صحیحہ بیعت میں تاخیر

ہاں اس قدر گنداش کرنا رہا نہایت کہ یہ روایت بخاری کی جس کو کہا
استہلال میں پیش کیا ہے دوسری روایت صحیحہ سے معارض ہے جس میں
زیر میرے ابتداء القاد و خدمت میں بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور
الفاخر اس کے ملخصا سوا حق سے نقل کرتا ہوں۔

تشریاع المہاجرین والافاضل و صعد ابوبکر
المہدی ونظری وجہ القوم فلم یزال یزید فدا
به فاجہ فقال قلت ابن سہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وجوارہ رد ان لست عسا
المسلمین فقال لا تریب یا خلیفہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقام فبايعه ثم نظری وجہ
القوم فلم یزال علیا فدا ما به فاجہ فقال قلت ابن
عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختلہ علی
یستہ رد ان لست عسا مسلمین فقال لا تریب
یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبايعه۔

روایت سنی کے قریب دوسری روایت ابن حجر نے سوا حق میں
ابن حجر عسقلانی بن عتبہ فی مئاریہ واجا کھو

پھر آپ سے ما
مہر پرچے اور
ودائے فرمایاں
کا بیٹا اور آپ کا
پہنکائے اس
بیٹ کی پھر وجود
فرمان میں نے
اور آپ کے
تذاتی کر
مست نہیں
موسی بن عقیق

صحیحہ عن عبد الرحمن بن سوف قال خطب
ابوبکر فقال والله ما كنت حرصا على الامارة
يوما ولا ليلة قط ولا كنت راعيا فيها ولا سالت
الله في سر ولا غيبة ولكن اشتقت من الفتنة
ومالي في الامارة من راحة لقد قلدت امرأ عظيمًا
مالي به من خافة ولا يدا لا تتبعني الله تعالى فقال
علي والزبير ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشورة وانا
نرى ان ابابكر احسن الناس بها انه لصاحب النار و
الا ليعرف شرفه وخبره ولقد امر رسول الله صلى
الله عليه وسلم بالصلوة وهو حي
حيات میں تو انکی امامت کا ان کو حکم فرمایا تھا

ہے اور تصحیح کی ہے عبد الرحمن بن سوف سے کہ خطبہ پر جا
ابوبکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم میں امامت پر کبھی نہ کی اور
کسی رات جریں تھا اور نہ میں اس میں لایعجب تھا اور نہ پڑھا
و غام خراسے اس کا سوال کیا تھا لیکن میں نے اسے ڈرا اور ہم
کو امامت میں کچھ راحت نہیں میں ایک مرغی کے تین پنا یا گیا ہوں
جس کی بجز اللہ کی تقویت کے کچھ کو طاقت اور قوت میں تو اس
پرستی اور نیرے کام میں خوش نہیں ہوتے مگر اس پر کہ ہم مشورے
پچھے بٹاتے گئے اور ہم جانتے ہیں کہ ابوبکر لوگوں میں سب سے
زیادہ اس کے سنی ہیں کیونکہ وہ دین داری اور ان کی نرمی اور جلال
کو جانتے ہیں اور مجیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ

اور جب ہم اس روایت میں جو ابوسعید سے مروی ہوئی اور اس روایت میں جو بخاری میں حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور ہمارے مجیب لبیب نے اس کو اپنا مستند قرار دیا ہے وجہ تطبیق
تو دیکھنے میں تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کا ان جماع میں شریک ہونا ثابت نہیں بلکہ ظاہر نہایت مستند
ہے اور ابوسعید خدری راوی حدیث بیعت ضرور ان جماع میں شریک تھے تو وہ جو کچھ بیان کریں گے
اپنے منہ سے اور اپنے منہ سے روایت کریں گے اور میری ہے
لیس الخبر بالمعانة

تو اس سے روایت ابوسعید کی جو مثبت بیعت ہے نہایت روایت ام المومنین کے جو ثانی ہے
راج ہوئی صلاۃ ابن حضرت ام المومنین کی روایت متفقہ نفی کو ہے اور حضرت ابوسعید کی روایت متفقہ
اثبات کو اور قاعدہ ہے کہ انصر جماع اثبات نفی پر مقدم ہے اور مثبت ثانی سے رجوع نفی ہے علی غصہ
محمد کے کہ اس سے اس بیعت و حدیث کو بھی منظر کہ ہر دو سے جبر کہ ہر دو ماضی موجب نے منظر کیا ہے
یہ بہا اذین امنوا اطيعوا الله و اطيعوا رسول و اول الامر منكم و من امن بالله يومئذ
ما ادر احدکم ان یرفع من غیرہ سے جیل کیا جاوے کہ حضرت امیر کی شان ارفع ہے کہ جبرہ جبرتی سے شرف
و انوار انوار انصار یا بہا ہر موت ہی راجحی مگر وہ کہ اسے کہ توفیق اور جو بھی مثل نہ در سوں کے
اسباب رحمت میں اور اولاد کے نام میں معدود ہیں تو ان وجوہ مذکور سے ابوسعید کی روایت کو حسب

زادہ رجحان و اعتبار ہوگا تو اب اس صورت میں مرجع نفی بیعت اول کا جو روایت بخاری میں ام المومنین
سے ہے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہے کہ آپ کو بیعت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یا وہ بیعت ہے
جس کے بعد کچھ طلال و شکر ربی نہ رہی ہو چو کہ بیعت اول کے بعد بھی فی الجملہ طلال رہا تھا اور معاملہ فک اس کا
تعمیر ہو کر اور باعث کشیدگی ہو گیا اور دل جوئی و تیار داری حضرت زہرا اور بھی مشغولی اور عدم حاضری
محاسن خلیفہ برحق کا سبب ہو اس کے بعد جب آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا کر
تفصیلا معذرت فرمائی اور افضلیت کا اقرار کیا اور مکرر بیعت کی تو قلب شریف طلال و کدورت سے بالکل
صاف ہو گیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپ نے بیعت فرمائی مہر کیف جہاں تک روایات میں دیکھا جاتا ہے تو
آپ کا طلال یا تاخر عدم اہلیۃ و صلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھا جو قادیح یا مضمر جماع
ہو کہیں روایت نے اس کو صراحتہ بیان کیا۔ ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشورة اور کہیں کہ بیعت روایت
کیا اور کہا۔

و لکن لکنامری ان لنا فی هذا الامس نصیبا۔ اور لیکن ہم جانتے تھے کہ ہم کو بھی اس امر میں حصہ ہے۔
اور ظاہر ہے کہ بقرینہ سیاق عبارت بلامر نصیبا سے مراد مشورہ ہے کیونکہ ماقبل اس عبارت
کا یہ ہے۔

وحدث انه لو يحمله على الذي صنع اور بیان کیا کہ ابوبکر پر جو ثانی اور اس کی فضیلت کے
نفاضة علی ابی بکر ولا انکار للذی فضله اللہ بہ انکار نے کچھ اس پر برا بھلا نہیں کیا جو کام کیا ہے۔
اور بعد میں نہ کو رہے واستبد علینا تو اس عبارت کے ماقبل و مابعد کے لحاظ سے ہرگز یہ
معنی معلوم نہیں ہوتے کہ ثانی بلامر نصیبا سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ
فرماتے ہوں کہ ہم جانتے تھے کہ خلافت ہمارا حق ہے یہ حضرات شیعو کی خوش فہمی ہے اور روایت مسلم
کی ابوسعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اس کو شرح بخاری نے لبس عدم اسناد زہری کی ضعیف
کتابت اور صواعق محررقہ میں لکھا ہے

قال البيهقي و ما وفق في صحيح مسوعن یعنی نے کہا ہے کہ جو روایت ابوسعید سے مسلم میں واقع ہوئی
ابی سعید من تاخر بیعة هو وغیره من ہے موت فاعمر رضی اللہ عنہا تک بیعت جناب امیر مؤید
بنی اشوک بیت وہ ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس
مسند بہر کیا و نیز پس روایت ابوسعید سے
الروی عن ابی سعید ہی امر صلاۃ فیکون صحیح

پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق خلافت خلیفہ اول سے جناب امیر کو کبھی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کی روج ہے اور اس سے استدلال ہمارے فاضل حبيب کا صحیح نہیں ہے اور زمان کے مفید مدعا تو اس جملہ کا تحریر فرمایا۔ اناہ بالیعنی التوم الذین بالیعوا ابابکر وعمر وعثمان اس وجہ سے ہے کہ وہ خلافتیں عند اللہ اور ہمارے نزدیک اور تمہارے نزدیک حق تھی اور بیعت اہل حل وعقد سے ثابت ہوئی تھیں اور جس سے وہ بیعت کریں اس کی خلافت حق ہے تو اس جملہ سے اس واسطے استدلال فرمایا کہ اس کی حقیقت میں کسی کو کسی طرح کا مائل نہ تھا اور ہمیشہ دانشمندان کا قاعدہ ہے کہ ایسے ہی دلائل سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جن کی حقیقت مثل آفتاب نیم روز روشن ہو۔ پس یہ دلیل بھی ایسی قضایا حقہ سے مرکب ہے کہ جس کی حقیقت عند اللہ وعند الفریقین مسلم ہے اور فی الحقیقت یہ دلیل اسی وقت تمام ہو سکتی ہے بلکہ لا جواب ہے جب کہ اس کو تحقیقی تسلیم کی جاوے اور مقدمات حقہ سے مرکب کی جاوے کیونکہ جب واقع اور نفس الامر میں اور عند اللہ وعند الفریقین صحت و حقیقت خلافت کے اجماع اہل حل وعقد سے ثابت ہوتی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بھی حقیقت خلافت اسی طرح اور اسی دلیل سے ثابت کرتے ہیں تو آپ ہی فرمائیے کہ اس دلیل کا کیا جواب ہے اور امیر معاویہؓ اس کی کیونکر تردید کر سکتے ہیں اگر اس کے جواب میں یہ کہیں کہ صحت و حقیقت خلافت بیعت اہل حل وعقد پر اس وقت مترتب ہوتی ہے جب کہ بیعت اہل حل وعقد صالح للخلافت کے واسطے واقع ہو چنانچہ خلفائے ثلاثہ کے لئے ہوتی تھی اور اگر غیر صالح کے لئے واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے لئے ہوتی تو وہ بیعت ثبوت نہ ہوگی تو ظاہر ہے کہ یہ تردید بالکل مردود ہے اور اس کا جواب خود جناب امیرؓ نے اس خط میں جو اس کے جواب میں لکھا تحریر فرمایا وہ یہ کہ جب خداوند تعالیٰ نے صحت خلافت بیعت اہل حل وعقد پر رکھ دی ہے تو جس کو وہ خلیفہ بنا دیں گے اور باختیار خود جس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے وہ صالح للخلافت ہوگا اس لئے اس کی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالیٰ ان کو ہرگز گمراہی پر نہ بھیجے گا اور اگر ان کی بیعت خلافت باختیار خود کی غیر صالح للخلافت کے ہاتھ پر واقع ہو جائے تو بگمراہ و ضال ہو گئی اور تمام خلافت پر مجتمع ہو گئی اور یہ محال ہے تو اہل حل وعقد کا کسی شخص کی بیعت پر مشق ہونا خود اس کی صلاحیت اور اہلیت کی دلیل سے اور اس جواب کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا۔ امیر معاویہؓ اس کا کچھ جواب دے سکتے ہیں اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی ان کی طرف سے اس کی تردید کیجئے ورنہ اس دلیل کو دلیل الزامی کہا جاوے تو ناقص و ناقصہ اور ہرگز ثبوت مدعا نہ ہوگی اور اس کے سبب جناب امیر طرمہ و حجاج جو جہیں سے کیونکہ جب امیر معاویہؓ نے مجاہد اس کے اہل حل وعقد کی

ت پر مترتب حقیقت کے لئے صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب الزام تو باطل ہو گیا اب جناب امیر کو مردہ ثبوت صلاحیت و اہلیت کا پیش آیا تو اس کو خود اس بیعت اہل حل وعقد سے ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ واقعی اور نفس الامر میں نہیں تو دوسری کسی دلیل کی طرف مثل نص وعصمت کے رجوع فرما دیں گے اور یہ دلائل ایسے ہیں کہ صدامواقع و مرحلے پیش آئے لیکن کبھی ظاہر نہیں کی گئیں پس ان کی نسبت امیر معاویہؓ کو ان کے ابطال میں اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہ دلائل خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں کبھی نہ پیش ہوئیں جو آج میرے مقابلہ پیش کی جاتی ہیں اور جب انھوں نے تسلیم نہیں کی تو میں کیونکر تسلیم کروں تو آپ ہی فرمائیے کہ حضرات امیر کے پاس اس کا کیا جواب ہے اور اس مرحلے سے کیونکر خلاصی ممکن ہے بجز اس کے کہ آپ طرمہ و حجاج ہوں۔

محبب لبیب کی تبحر علمی کا ثبوت اور اس الزام کا جواب جو صاحب تحفہ رحمہ اللہ پر کیا ہے

اور اگر جناب نے کوئی ام اس وقت تراشا بھی ہو تو اس جواب کا ملحوظ خاطر رکھنا ضرور ہوگا جو اس کے جواب میں خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا۔ اور اس قول میں جو آپ نے یہ جو تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم الحمدین اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھ گئے ہیں یعنی لزمت و امانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے) کیونکہ یہ دال ہے تحریر نہیں ہے کہ اپنی سلامت کو بین کر کے ختم پر کوئی بات لازم کریں، معلوم نہیں آپ نے کس حالت میں یہ جملہ تحریر فرمایا نہ مدعا صحیح ہے نہ دین دعویٰ کے مطابق اور اس کے ثبوت سے اب شیخہ حضرت خاتمہ الحمدین کی نسبت الزام تحریر فرمایا کہ وہ جملہ لزمت و امانت بالشام کو اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھ گئے تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہے اور یہاں اصل سے کیا مراد ہے اور اس کے اس ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور میں جناب امیرؓ نے اول اپنا دعویٰ ذکر فرمایا اور وہ یہ ہی جو ہے بیعتی لزمت و امانت بالشام۔ اور اس کے بعد اس کی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکورہ اس اعتبار سے کہ مکتوب میں داخل ہے اصل ہے اور اس اعتبار سے بھی اصل ہے کہ دعویٰ مقصودہ ہے جس کا اثبات مدعا ہے۔ پھر حضرت شاہ صاحب کو الزام دینا کہ وہ اپنی تبحر علمی سے اصل سمجھ گئے اور کو بیانی حقیقت اصل نہیں ہے نہ اسر ناہمی ہے قطعاً نہ اس سے جس جملہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط کو نقل فرمایا ہے اور اس پر بحث کی ہے

چنانچہ ہمارے فاضل مجیب بھی اسی جگہ سے اس خط کو نقل فرماتے ہیں وہاں اس جگہ کا کچھ نہ کر رہیں
ہے اور ہمارے اس کی اصالت و عدم اصالت سے تعرض فرمایا ہے اور اس جگہ سے تعرض کرنے کی کوئی وجہ
بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے اگر بحث و گفتگو واقع ہوتی ہے تو دلیل کی نسبت
ہے کہ دلیل مقدمات الزامیہ مسلمہ خصم سے استدلال فرمایا ہے یا مقدمات حقیقیہ ثابتہ فی نفس الامر سے
اور اس جگہ کی اصالت و عدم اصالت کو دلیل کے تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق عرض نہ شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اصالت سے تعرض فرمایا اور اگر ہو بھی تو اس کی اصالت میں کچھ تردد نہیں مدعا
اصل ہوا ہی کرتا ہے۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جس کا مدار ہمارے فاضل مجیب کی غوش فغی رہی
تخفہ کے جوابات میں کہیں کچھ معنوں دیکھا ہو گا بے شک اس کو کچھ سے کچھ نقل و ترجمہ کر دیا اس کے بعد یہ
لکھنا کہ یہ جملہ الزامی تحریر ہونے پر دال ہے سراسر بچہ اور اوہامیات محض ہے مدعا کو دلیل کے الزامی یا تحقیقی
ہونے پر دلالت سے کیا علاقہ اس کے لئے خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا مسلک ہے
اور خصم کا غیر ملکہ اگر اس کا ثبوت صحت و حقیقت نفس الامر میں و عند الخصم مطلوب ہو گا تو دلیل تحقیقی ذکر
کی جاوے گی ورنہ اگر صرف اسکا ت الزام خصم مقصود ہو گا تو دلیل الزامی ذکر کی جاوے گی پس یہ کہنا کہ یہ
جملہ تحریر کے الزامی ہونے پر دال ہے حضرت کی کمال تجربہ علمی پر دال ہے ہاں حضرت کی تجربہ علمی سے کچھ
بعید نہیں کہ اس جملہ میں جو نقل و نقل لزمہ کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا تھا تو اس سے جناب نے اپنی تجربہ
علمی کی بدولت سمجھا ہو کہ یہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر دال ہے اس کے بعد اس کی دلیل ارشاد
ہوئی کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں سبحان اللہ
یہ دیس اور بھی حضرت کی تجربہ علمی خصوصاً مناظرہ دانی پر اوضح دلیل ہے کیونکہ حضرت یہ دلیل جو جملہ لزمہ
و ثابت باشتام کے الزام ہونے پر وارد فرماتے ہیں اس کو کیوں کر ثبوت ہے ذرا سمجھائیے تو سہی کا سبب
آپ کے ان افادت تازہ کو کوئی مصنف بسبب دیکھے اور آپ کو آپ کے علم اور فہم اور مناظرہ دانی کی داد
دے اس عبارت سے صاف مستفاد ہوتا ہے کہ حیمہ لزمہ و ثابت بالثبوت کو بھی آپ مسلمات
خصم سے سمجھے ہوئے ہیں مانگو یہ مدعا ہے یہ اگر مسلمہ خصم ہو تو وہ خصم ہی کیوں بنی اور دلیل سے اس
کے اثبات کی ہی کی ضرورت پڑی اسے حضرت یہ دعویٰ ہی جو صرف اپنا ہے مسلمہ اور خصوصاً اس کا
اسکے سبب اس دعویٰ کا دلیل سے ثابت کرنا مضبوط ہے قطع نظر اس سے ہم پوچھتے ہیں اس قول
سے کہ یہ داب تحریر نہیں کہ اپنی مسلمات سے خصم پر کوئی بات لازم کریں کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے
میرے اقوال سے جو صرف اپنی ہی مسلمات ہیں اور خصوصاً ان کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ وہ فہم و فہم لازم

کے اعتبار سے مسلمہ میں خصم پر کوئی بات لازم کرنا داب تحریر نہیں تو صحیح و مسلم لیکن آپ کو مفید نہیں
کیونکہ اس دلیل کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلمہ ہے اور باعتبار واقع کے غیر مسلم
ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اپنی مسلمات سے کہ وہ حشر واقعہ اور مسلمہ خصم ہی کیوں نہ ہوں ان سے خصم پر
کسی امر کا لازم کرنا خارج از داب تحریر ہے تو غلط ہے اور اس کی غلطی ایسی بدیہی ہے کہ اس پر حاجت
دلیل پیش کرنے کی بھی نہیں اور ہم اس دلیل کو ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی
مسلمان پر قرآن کی آیت پیش کرے یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اس کو کوئی الزامی دلیل نہیں
کہے گا حالانکہ اس نے اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا چاہا ہے عرض کہ یہ جملہ عجیب و غریب ہے جو حضرت
کی تجربہ علمی کو آشکارا طور پر بیان کرتا ہے اور علم و فہم و مناظرہ دانی کا پورا پورا اندازہ بتاتا ہے۔
قولہ: جناب امیر علیہ السلام چونکہ حجت خدا تھی خصم پر ایسی حجت ختم فرماتے تھے کہ پھر جواب
کا موقع نہ رہے۔

اقل: اس دلیل کا یہی حجت ہونا جس کے پھر جواب کا موقع نہ رہے اسی وقت ممکن ہے
جب کہ اس کو باہناج اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیتی جاوے اور اسی کے بموجب حضرت امیر کا حجت
خدا ہونا بھی بقول شیخ ثابت ہو جائے گا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء شیعہ دلیل لزامی کہا جائے
تو پھر دلیل ہی تمام سنیں چہ جائیکہ عسیر الجواب ہو اور حضرت کا حجت خدا ثابت ہونا تو راجح و مانع
ہونا لازم آئے گا چنانچہ مفصلہ ہم بھی گذارش کر آئے ہیں۔

شیعی الزام اور اس کے جوابات

قولہ: ہم کہ بعد اصحت و بصحت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو بیت
کے واسطے جلیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے قرابت رسول کے ذریعے سے انصار
سے عداوت لی ہے اب تم ہی انصار کرو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون قرابت
ہے چونکہ قرابت حق با حق ہے حق دو اس کا جواب بجز حق و درستی سب عداوت خود خلیفہ ثانی
نے کچھ نہ دیا اور جواب ہی یہ تھا چنانچہ یہ کھن حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ معارف وغیرہ میں
مفصل و مشرح مندرج ہے۔

قریش کا ہی حق ہے تو نفس اس حق میں تمام قریش متساویۃ الاقدام ہیں کیونکہ الفاظ نفس سے کسی کی تخصیص و ترجیح معنوم نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ خداوند کریم کے نزدیک اس کی عباد میں سے محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اسی لئے۔

ان اکرمکم عند اللہ التقوا۔

خدا کے نزدیک تم میں بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ

پرہیزگار ہو۔

ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پیارا وہی ہے جو احکام الہی کا زیادہ مطیع ہو خواہ حرم ہو یا عبد غری یا عجمی چنانچہ شرح معجم البلاغۃ میں آپ سے نقل ہوا ہے۔

ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحدتہ وان عدو محمد من عصی اللہ

وان قربت قربتہ۔ محمد کا دوست وہ ہے جو خدا کی اطاعت کرے اگرچہ اس کی قرابت بعید ہو اور محمد کا دشمن وہ ہے جو خدا کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو۔

اسی واسطے خداوند کریم نے حضرت نوح کے فرزند کی نسبت نہ لیس من ہلک نفسریا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدد قرب کا قرب قرابت پر نہیں بلکہ اس کے لئے دوسرے اوصاف کی ضرورت ہے تو اس سے واضح ہوا کہ اس حدیث میں حضرت نے خاص قریش ہی کو اس فضل کے ساتھ مخصوص فرمایا کہ الاثمۃ من قریش یہ خصوصیت محض توفیقی ہے عشق کو اس میں دخل نہیں ہے اور قاعدہ ہے کہ جو اہم شارع علیہ الصلوۃ سے خلافت قیاس ثابت ہو اس کا تقدیر نہیں ہو سکتا اور شیعہ کے نزدیک توفیق قیاسی عموماً یوں بھی جائز نہیں ہے حضرت خلیفہ اول نے اگر اس حدیث سے انصار کی امامت کو رد کیا تو ایسی نفس سے رد کیا جو خلافت قیاس محض توفیقی تھی تو اگر جناب امیر نے اس کو سن کر یہ فرمایا ہو اجتجوا بالشجرۃ واطاعوا النخلة جیسا کہ شیوخ کا زعم ہے اور واقع میں ایسا آپ نے نہیں فرمایا ہو گا تو گویا آپ نے خلافت قیاس نفس میں قیاس کیا اور یہ ایسی خلاف ہے کہ مجتہدین امت سے بھی صادر نہیں ہو سکتی آپ کے شیعہ ثانی معالم الاصول میں تحریر فرماتے ہیں یتقاس هو الحكم علی معلوم بقتل الحكم الثابت لمعلوم اخر لا مشدۃ کیم فی علة الحكم فموضوع الحكم الثابت یسمی اصل وموضوع الاخر یسمی فرعاً والمشتک جامعاً وعلۃ وحی ماستنبطہ او منصوبۃ وقد اختلف صاحبنا فی منع النعم بالمستنبطۃ الا من مشدو حکى اجتماعہ فیہ غیر واحد منهم وتوثر اخبار بانکار عن اهل البیت علیہم السلام وباجمالۃ فمتنع بعد من ضروریات الدین وما المنصوصۃ فی العمل بها خلاف منہم فصار ہذا لفظی

بما یضاهیہ۔ اور نیز اس متنق علیہ نص سے یہ بات بھی ثابت ہوتی کہ تخصیص ائمہ اثنا عشر کے غلط و بڑا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑے قبیلہ کی طرف عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اس کے تمام افراد پر شامل ہو گا اور اس قبیلہ کے افراد میں سے جس جگہ وہ حکم پایا جائے گا معتبر اور صحیح ہو گا ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یہ مسئلہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کی بابت نفس فرماتے کہ ائمہ کے ہی واسطے ہے تو الاثمۃ من قریش کی کیا ضرورت تھی پس معلوم ہوا کہ وہ نفس محض حضرات کی ترانہ ہوتی ہے الغرض یہ الزام ایسا وہی الزام ہے کہ ہم کو بلکہ جس کو ذرا سی بھی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب امیر کی طرف منسوب کرنا نہایت شیخہ سمجھے گا اور حضرات شیوخ کو اسی پر کیا کچھ انتقاد و ناز ہے اور اسی کو لا جواب سمجھتے ہیں انہوں نے کہ ایسے وقت میں تمام انصاف و دو صایا حضرت فراموش ہو گئے اور یاد آیا تو یہ ایک ناقص و لغو استدلال یاد آیا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

حوالہ جات میں شیعہ کی تحریف کا ایک نمونہ اور اس کا جواب

قولہ: اسی طرح اس خط میں معویہ کو الزاماً تحریر فرماتے ہیں کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق جانتے اور مجاہدین و انصار کا شوریٰ حجت سمجھتے میری بیعت بھی تجھ پر لازم ہے کیونکہ یہ بیعت بھی ان اشخاص نے کی ہے کہ حضرات نے خلفاء سابقہ کی بیعت کی تھی۔

اقول: حضرت خط کے آخر جملوں کے مطلب کا خلاصہ بھی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بزعم سامی الزام کو اور زیادہ تقویت ہوتی۔ آخر کس مصلحت سے ان کے مضمون کو ترک کیا ہے ہم سابق میں تفصیل کے ساتھ گزارش کر آئے ہیں کہ یہ دلیل، دلیل الزامی نہیں ہو سکتی اور یہ جو ہمارے فاضل محیب اپنی کمال تبحر اور تہذیب سے فرما رہے ہیں کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق جانتا تھا اور مجاہدین و انصار کا شوریٰ حجت سمجھتا تھا یہ ہرگز ان الفاظ سے معنوم نہیں ہوتا اگر اس عبارت کے یہ معنی ہوں تو مصدق مثل المعنی فی لفظ الشاعر کا ہو گا اور کیا ضرورت ہے جو بے ضرورت خلافت اصل از تکب حذف کا اختیار کیا جاوے پس صاف اور سیدھا مطلب اس عبارت کا یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جناب نے تحریر فرمایا میرے ہاتھ پر مباہلین خلفاء نے بیعت کی ہے اس میں کسی حاضر و غائب کو چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ شوریٰ کا استحقاق صرف مجاہدین و انصار ہی کو ہے جب وہ کسی امر پر مجتمع ہو جائیں اور کسی کو امام بنالیں تو اس میں خدا کی رضا مندی ہے اور اگر کوئی ظعن یا بدعت کر کے اس میں سے نیچے اس کو اس میں لوناؤ اور اگر نکار کرے تو زور اور خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ آپ اس مضمون کو بھی

مطابق اصل عبارت کے کیجئے اور اپنے مدعا کو بھی مطابق کیجئے اور انصاف سے دیکھئے کہ کون سا ترجمہ مطابق عبارت کے ہے پھر انھیں کھول کر دیکھئے کہ الزام ہے یا تحقیق واللہ سوا الموفق۔

قولہ: آپ کے خاتم الخلفین جو یہ فرماتے ہیں کہ دیر بدیہی است کہ بیعت مہاجرین و انصار واکر ہرگز بر معویہ پوشیدہ بنود اگر بجوی می شمر دچرا در حیات حضرت امیر در مجالس و مکاتیب خود ذکر میکرد انتہی بغیر الحاح ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر آدمی اپنے ہر قول و فعل میں ہمیشہ صواب پر ہی ہو اور اس کے افعال و اقوال میں تناقض نہ ہو بلکہ اہل ہوا و اصحاب دنیا کا یہ ہی حال ہے کہ جس میں اپنا نفع دیکھتے ہیں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلفائے ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دنیوی فائدہ دیکھنا کی صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا اور جب سمجھا کہ جناب امیر علیہ السلام کی صحت خلافت میں وہ فائدہ دنیوی نہ رہے گا منکر و باغی ہو گیا ورنہ آپ ہی فرمادیں کہ اگر معویہ خلفائے ثلاثہ کی صحت خلافت پر مہاجرین و انصار کی بیعت کا قائل نہ تھا تو ان کی خلافت اس کے نزدیک کیوں کر اور کس دلیل سے ثابت ہوتی تھی کیا معویہ جو رجال المؤمنین اور اصحاب رسول اللہ سے ہے اجماع اہل حل و عقد کو حجت نہ جانتا تھا اور وہ بھی مثل روا فضیلت و عصمت و افضلیت کا قائل تھا یا اس کے نزدیک خلافت کی اور شرطیں تھیں اگر یہ بات ہے تب بھی اجماع حجت نہ رہا اور نسلخ اول کی خلافت جو اجماع سے ہی ثابت ہے اور اہل سنت کا اس پر ہی ناز ہے درست نہ رہی۔

امیر معویہ جناب امیرؓ کی خلافت کو کیوں تسلیم نہ کرتے تھے اور ان کے نزدیک کون سا امر شرط انعقاد خلافت تھا

اقول: اگرچہ اس کا جواب ہمارے حکم سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم میں سطا ہوئی اور یہ مضمون اس پر بطور اعتراض بن فرمایا اس لئے آپ کی خوش فہمی کا انکار بھی واجبات سے ہے پس واضح ہو کہ اسے حضرت میر صاحب سن فہمی جناب پر ختم ہے جواب تو آپ نے تحریر فرمایا لیکن پہلے تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھتا ہے سوچے سمجھے انہی اشتباہ پر مبنی لکھ دیا کون سی عقل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر ہر جگہ دستیاب ہوتا ہے نقل عبارت کی کچھ ضرورت نہیں صرف بین مضمون پر لکھا کرتا ہوں اور اس کے بعد آپ کے جواب کی خوبیاں خیبر موجب ہیں کہ حضرت خاتم الخلفین رحمۃ اللہ علیہ اس دلیل کے الزامی ہونے کے ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی

الزامی دلیل کے واسطے لازم ہے کہ اس کے مقدمات مسلم عند الخصم ہوں۔ اور امیر معاویہ کے نزدیک مقدمات کب مسلم تھے اس کا مذہب جو اس کے خطوط سے جو حضرت امیرؓ کے خطوط کے جوابوں میں بھیجے اور امامیہ و زیدیہ کی کتابوں میں مذکور ہیں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو مسلمان قرشی کرہات امامت کو منکر الخاتم کر کے اور تنقیذ احکام و جہاد کفار و سیاست رعایا اور تجنیز جوش اور سد ثغور پر قادر ہو اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں خواہ وہ جماعت اہل مدینہ اور مکہ ہوں یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جس کے اندر یہ صفات مذکورہ نہ پائی جاتیں اور ان پر قادر نہ ہو اور درمضانہ نہ کئے گو وہ مہاجرین اولین سے ہو اور اگرچہ اس کے ہاتھ پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صالح اور اہل لامامہ نہیں اور بیعت اہل حل و عقد سے وہ امام نہیں ہو سکتا۔ پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ کے نزدیک اسی واسطے صحیح نہیں ہے کہ اس کے زعم میں جناب میں یہ اوصاف مفقود تھے بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کے کہ جو خلافت کے لئے شرط تھے ہیں بوجہ اتمام قتل عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے قاتلین کی حمایت کے حضرت کو غیر معصوم اور ساعی فی الارض بالعدا دگمان کرتا تھا چنانچہ بار بار مجالس و مکاتیب میں اس کا ذکر کیا اور طنز و تخریص کے طور پر تخطیہ کیا تو ایسی حالت میں جب کہ اس کے نزدیک معاذ اللہ جناب امیر میں شرائط صحت خلافت ہی مفقود ہیں اور آپ اہل حل و عقد و خلفائے ثلاثہ ہی نہیں ہیں تو بیعت مہاجرین و انصار اس کے نزدیک کیا تحقیق و وقعت رکھ سکتی ہے اور یہ بیعت اس کے نزدیک کیونکر صحیح اور مسلم ہو سکتی ہے اور اس بیعت سے اس پر کیونکر الزام دیا جاسکتا ہے بخلاف خلفائے ثلاثہ کے کہ وہ بھول اللہ و قوتہ ان سب صفات کے ساتھ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی کی ہمت علیانے خاک میں ملایا کسری و فیصہ کی بڑی بڑی سلطنتیں ان ہی کی حسن تدابیر سے پانچمال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ میں آئی مشرق سے مغرب تک اسلام کا شیوع ان ہی کی قوت ایمانی اور نیک نیتی کا ثمرہ ہے اور ان ہی کے نامہ اعمال میں ثبت ہے جناب امیر اسی کے واسطے ہمیشہ حسرت سے فرماتے رہے استیثیت بقتل اہل القبیلہ اور اس سے زیادہ ان کی قوت و شوکت و جہت و شجاعت و حسن تدبیر کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ انھوں نے امامت کو بزور و زبردستی ایسے شخص کے ہاتھ سے غصب کیا جو شجاعت میں یکساں اور شہور میں نشانی اور جرات میں بے مثل تمام قور عادی کو تنہا ایک لمحہ میں وہ انکار ہو کر بنیاد اور مضمون منہات اور منصوب منہات و موت و حیات کا بھی اس کو عدم عقاب اختیار ہی تھے کہ تار و دست آئین کے آدمی بھی اس کے مقابلہ میں ہوں تو کچھ ہر دہا کرنے والا نہ تھا فی الواقع ایسے شخص سے زبردستی غصب کو بڑی شجاعت اور عس کی دیں سے بھرنا نہ کہ معذرت و تبرہ

خدا و رسول نے بھی ذکر کمال تاکید و تشدید اشخ الناس و اعقل الناس کو فرمایا کہ تو ان کے مقابلہ میں چوں کہ
چرا کچھ نہ کیجئے اور بھولے سے بھی کبھی اپنے حق کا نام نہ لیجئے اور ان سے بیعت بھی کر لینا اور جس طرح
گزرے فقیر کے پردہ میں اطاعت و آشتی سے گزارنا پس جب ان کے اندر یہ کمالات و جہات تھے
تو جب اہل حل و عقد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو معویہ کو اس میں کیا چون و چرا کی گنجائش تھی اور کسی
متدین عاقل کو اس میں چون و چرا سنیں ہو سکتی اب اس پر آپ کا یہ فرمانا کہ اگر معویہ صحت خلافت خلفا
پر بیعت مساجرین و انصار کا قائل نہ تھا تو ان کی خلافت اس کے نزدیک کیوں کر اور کسی دلیل سے ثابت
ہوتی تھی، بالکل لغو اور پوچ ہو گیا مثلاً اس کا یہ تھا کہ مطلب عبادت کا سنیں سمجھ اور بعد اس کے یہ فرمانا
کہ کیا عصمت و نفس و انفلیت کا قائل تھا یا اس کے نزدیک اور شرطیں تھیں تب بھی ثبوت خلافت
بالجامع نہ رہا، اس سے بھی زیادہ لغو اور بے ہودہ ہے عبارت تحفہ کو سمجھئے اس سے بخوبی واضح ہے
کہ اس کو کون امر تسلیم خلافت جناب امیر سے مانع تھا اور وہ خلافت ثلاثہ میں موجود ہے یا مفقود نہ اس کے
نزدیک شرط ثلاثہ شرط خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی بلکہ بیعت اہل اسلام کو مع وجود الابلہ و الصالحہ
شرط خلافت گستاخا جو اس کے ذمہ میں جناب امیر میں مسترد تھی اور خلافت ثلاثہ میں موجود پس بروئے
اس کے مذہب کے خلافت ثلاثہ کی صحت خلافت میں تامل و تردد سنیں ہو سکتا رہا یہ الزام کہ امیر معویہ نے
سب تک خلافت ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دینیوی فائدہ دیکھا ان کی حقیقت خلافت کا قائل رہا اور جب سمجھا
کہ جناب امیر کی خلافت میں وہ فائدہ نہ رہے گا منکر و باغی ہو گیا عجیب و غریب ہے کیا آپ کے نزدیک
امیر معاویہ بھی مثل جناب امیر کے محدث و غریب دان تھا کہ وہ اول ہی سمجھ گیا کہ حضرت کی خلافت میں
وہ فائدہ نہ رہے گا کیا امیر معویہ زیادہ بن ابی سنیان سے بھی زیادہ بُرا تھا کہ آپ نے اس کو عامل مقرر فرمایا
اور امیر معویہ کو نہ کرتے۔ علاوہ ازیں اگر آپ کے نزدیک یہ امر شیعہ ہے تو آپ کے حضرت محمد بن الحنفیہ
نے جناب سید الشہداء کی رفاقت ترک کی اور یزید کی خدمت اور استاذی دہی کا احترام مانجھا
و مشکان میں آیا آپ کے صحابہ مقبولین نے جناب امیر کی خدمت چھوڑ کر خلفاء کا عامل ہونا قبول نہ فرمایا
پس آپ کے نزدیک اگر یہ حضرات ملعون بعصب دنیا میں تو امیر معویہ بھی سہی ورنہ جو جواب میں ان
دو ہی وہاں بھی قبول فرماویں۔

قولہ: واقعی یہ الزامی حجت جناب امیر نے اس پر ایسی ختم فرمائی تھی کہ اس کا کچھ جواب نزدیک
اور صرف دو کاغذ سفید و سادہ پیچیدہ کر کے اور عبارت لکھ کر من معویہ بن ابی سنیان ابی علی بن
ابی غالب بھیج دیئے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکر سے جو محدثین اہل سنت سے ہے نقل کیا

نے جریر بن عبداللہ بخلی سے ایک طویل روایت کے ضمن میں روایت کی ہے۔ فلما جاء هذا
الكتاب وصل بين ابينين ثم طوا بهما وكتب عنوانهما من معوية بن
ابی سنیان ابی علی بن ابی طالب و دفعهما الى الاعلم ما فيها ولا اظنها الا جوا اباً و بعث معی
رجلاً من بنی عبس لادری مامعه فخر جیاً حتی قدما الکوفة واجتمع الناس فی
المسجد لایشکون انها بیعة اهل الشام فلما فتح علی الکتاب لویجد شیاناً انتقی۔ پس جو
مذہب اس کا آپ کے قائم الحمد ثلثین نے لکھا ہے انکو وہی ہوتا تو اس خط کے جواب میں کیوں نہ اس کو
لکھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حجت الزامی اس پر ایسی ختم ہوتی تھی کہ بجز سادہ کاغذ کچھ جواب نہ
دے گا کیونکہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے ورنہ اور فرم کا جواب تو ہر شخص اپنی عقل کے
موافق دے سکتا ہے۔

امیر معاویہ نے جناب امیر کے خط کا ایسا جواب دیا کہ اگر اہلسنت کی موافق

نہ دیکھا جائے تو پھر جناب امیر کی طرف سے کچھ جواب نہیں ہو سکتا

اقول: امیر معویہ کے جواب نہ دینے اور سادہ کاغذ لپیٹ کر بھیجے کی نسبت جو کچھ کھاد حضرت
کی باوجود ادعائی ہمدانی کے کمال تخرعنی پر واضح دلالت کرتا ہے اور اس کی تکذیب ہمارے پسے قول
سے جس میں ہم نے اب میٹر سے جواب اور جواب الجواب نقل کیا ہے کما حقہ ہوتی ہے اور ابن ابی الحدید
باوجود مستزلی ہونے کے اگرچہ علماء شیعہ کے نزدیک فی الجملہ معتبر ہے لیکن بمقابلہ ابن میٹر اس کا قول
ہرگز قابل احتجاج نہیں ہو سکتا ہے اور اہلسنت پر اس کے قول و روایت سے حجت لانا ہمارے
فاضل محب جیسے مناخرہ دان کا ہی کام ہے غرض آپ شرح ابن میٹر دیکھ لیجئے آپ کو ابن ابی الحدید کی
روایت کی غلطی معلوم ہو جائے گی اور ثابت ہو جائے گا کہ امیر معویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہ تحریر الزام
ہو تو آپ طرہ و مغز میں اور اگر بالفرض سادہ کاغذ ہی پیچیدہ کر کے بھیج دیا تو اس سے ہمارے
مجیب لیب کا یہ منصب سمجھا کہ چونکہ کچھ جواب نہ دے سکا اس لئے سادہ کاغذ لپیٹ کر بھیج دیا
بالکل غلط ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس وجہ سے سادہ کاغذ بھیجا ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو جائے
کہ آپ کا مدعیان حاصل شدہ ثلثین نہیں ہو گا کہ آپ نے جریر کے ہاتھ جو خط بھیجا تھا اس میں بیعت
کے واسطے کچھ تحریر نہ کیا تھا۔ اس سے بڑے گورہہ ہو گیا کہ اس میں نامہ مہمانی پر دیں ہو جائے

یا ممکن ہے کہ سادہ سمجھنے سے ایسا اس طرف ہے کہ یہ تحریر قابل جواب ہی نہیں کیونکہ پہلے آپ اپنے آپ کو اہل اور صالح للکلمات تو ثابت کریں۔ باقی رہا یہ فرمانا کہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے۔ ورنہ اور قسم کا جواب تو ہر شخص اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے حضرت کی کمال مبالغہ وانی پر دال ہے حضرت کو یہ بھی اب تک معلوم نہیں کہ اقسام اول میں سے کون سی دلیل زیادہ قوی اور معتبر ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے واسطے یہ لازم نہیں ہے کہ باعتبار واقع اور فرض الامر کے بھی صحیح ہو یا نہ ہو پس اگر اس کی صحت ہوتی ہے تو صرف بزم مسئل عند الخضم ہوتی ہے خواہ واقع میں اور عند الخضم غلط ہی کیوں نہ ہو اور ہم اس تحریر کو جو دلیل تحقیقی اور مقدمات متحدہ سے مرکب کتے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ یہ دلیل عند اللہ حق ہے اور باعتبار واقع کے بھی تو ہر یک مسلمان کو اس کا اتباع واجب ہے کیونکہ جن کی حقیقت اصول شرع سے ثابت ہو وہ تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور مسئل اور خضم کے نزدیک مسلم ہوگی اب خیال فرمائیے یہ تحقیق قوی ہے جو سب کی مسلم ہے یا وہ الزام قوی ہے جو صرف خضم کا ہے بزم مسئل مسلم ہے اگر بالفرض اس پر بھی امیر موعویہ کی حرف سے آپ وہی اعتراض فرمادیں جو انھوں نے کہا ہے سو اس کا جواب وہی ہے جو جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اتباع سبیل المؤمنین کا حکم فرمایا اور اس کی مخالفت سے ڈرایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت کو ایسی پر جماعت نہ ہوگی تو اب یہ کہنا کہ بیعت ابن عباس عتہ کی غیر صالح للامامت کے واسطے ہوئی تو کیا سب کی تفصیل سے جو مسئلہ متکریب خداوند تعالیٰ شانہ ہے چنانچہ اس کا جواب امیر موعویہ کی حرف سے ہماری نظر سے نہیں گذرے اور اگر کوئی اس کے جواب ہوگا بھی تو غالباً اسی قسم کا جیسا ہے جواب دیا تھا جس کی نزدیک ایک جگہ میں کہ دی گئی تو اب آپ خیال فرمادیں کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے تو امیر موعویہ کے اعتراض کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک اس کو تحقیقی تسلیم نہ فرمادیں اس وقت تک یہ خط لا جواب نہیں ہو سکتا لیکن اس کے تحقیقی ہونے میں مذہب تشیع سے دلت برد رہا ہوا ہے کہ کیونکہ یہ خط قطع اس تشیع باہر ہوا کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر اعتراض کا جواب

قول: بہر یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خط اس کو لکھا گیا ہے تو یہ فقرہ انا المستوری اہم بھی لڑا ہے آپ کے خاتمہ الخیر میں جو فرماتے ہیں کہ یہ چیز پویشی نمودن ر حراف وجواب کلام کہ نام قدر اہم است بعد ان کی اس تحریر سے سخت تعجب سے جو کہ در حق امیر موعویہ اس طرح بیان کرتے ہیں

مخالفت کے نزدیک ان کی قدر و منزلت ہو اور یہ بدون بسط کلام و تکرر و نشاط ہو نہیں سکتا۔
اقول: جو کچھ آپ نے بزم خود ثابت سمجھا تھا کہ یہ خط الزام لکھا گیا ہے وہ محض کلمج انکسبت تھا اس پر بندہ نے جو کچھ گذارش کیا اس سے مثل روز روشن واضح ہو گیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہے بلکہ تحقیقی ہونا ثابت ہے خاتمہ الخیر میں کی تحریر سے اگر آپ کو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچھ تعجب نہیں عموماً آپ کہ فرم عبارت میں یہی حال ہے کہ سہل عبارتوں میں غلطیاں و سچاں ہونے میں اور نہیں سمجھتے اگر اس عبارت کو بھی نہ سمجھتے تو کچھ تعجب نہیں اس کلام میں قدر الزام سے جس قدر زیادہ بسط کیا ہے وہ عاف طور پر اس کی تحقیق ہونے پر دال ہے تو جب ایسے جملے بڑھائے جائیں گے جو الزامی ہونے کو باطل کریں گے تو کیونکہ مخالفت کے نزدیک باعث قدر و منزلت دلیل کے ہوں گے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر حشر پویشی کرنا اطراف وجوانب کلام سے جو نام قدر الزام سے ہے الزام صرف اسی قدر سے حاصل ہو سکتا تھا کہ ذکر بیعت فرمادیتے اور باقی عبارت کو فاذا اجتمعوا علی رجل منکم انزام میں کچھ دخل نہیں ہے ترک کرتے امام معصوم بخلاف کیوں بحث ہونے اور وہ بھی خدا تعالیٰ پر کہ کان للہ رخصی و یصلی جہنم و سآآت معصیہاں نشاط و تحسین و تاکید و تکرر کے ساتھ محاذاتہ عرض کلام کی اطراف وجوانب جو نام قدر الزام سے ہیں وہ میں جن کو الزام میں کہ دخل نہیں ہو سکتا بے حاصل اور الزام کے مخالفت ہیں پس ان میں بسط و نشاط کرنا ہمہ الامور ہے جو انما جاز ہے اس قدر بسط و نشاط ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہ فرمادیں جس کے الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جس قدر بسط کریں وہ انما اس کے تحقیقی ہونے پر زیادہ دلیل ہونا جانتے آپ ہی کے اعتقاد کے جو جب حجت اللہ کی ایسی کلام ہو سکتی ہے کہ ان کچھ کریں اور زبان سے اس کے خلاف کچھ نہ فرمادیں نہ من سوا الظن

قول: معذرت یہ کہ وہ کو بھور الزام فرمادیتے مگر واقع میں عین صدق و محض حق ہے اور اس سے بطلان خلاف خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا کیونکہ جناب امیر موعویہ مستمذیہ و مدعن عبادہ نے بیعت نہیں کی چونکہ اس میں ذات ستودہ صفات جناب یہ بھی اس سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و مدعنین تھے فی نفسہ اہری مویہ ہے ان کو ہر قسم سے کشش و انکسبت میں فیض و امداد ہوں

قول: انما اللہ تعالیٰ اللہ کہ اس وقت جو اسے واضح موجب نے اس دلیل کا تحقیقی ہونا بظہر

لے لیا میرے پیام بھلے آئیں گے جب بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے

مجیب لیب نے خط انہ بالیعنی القوم الذین الہ کو تحقیقی تسلیم فرما کر مذہب تشیع کو باطل کر دیا

ہمارے فاضل مجیب فرماتے ہیں گو یہ کلام بطور الزام کے ہے لیکن واقع میں عین صدق اور محض حق ہے اور ہم تحقیقی اسی کو کہتے ہیں کہ جو باعتبار واقع اور نفس الامر کے عین صدق اور محض حق ہو تو جب یہ کلام باعتبار واقع کے عین صدق و محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اس کے مطابق واقع کے ہے اور صغریٰ کو کبریٰ قیاس کے عند اللہ حق ہیں تو صغریٰ قیاس اقتضائی کا جو اس دلیل سے مستنبط ہوتا ہے یہ ہے۔ لہذا بالیعنی القوم الذین بالیعوا ابابکر وعمر و عثمان علی ما بالیعہو علیہ اور اس کا کبریٰ یہ ہوگا وکل من بالیعہو لاء القوم فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیرہ من بالیعہو ولا للعائب عنہا ان یردھا اور یہ ہر دو صغریٰ کبریٰ حسب اعراف فاضل مجیب عین صدق و محض حق ہیں تو نتیجہ اس کا بھی حق ہوگا وہ یہ کہ انہ لیس لاحد ممن حضر او غاب ان یرد بیعتہو لی اور یہ اس ام کو مستلزم ہے کہ نہ وہ غائب سب پر بیعت لازم ہوگی کیونکہ جب عند اللہ حق ہوتی تو کسی کو حاضرین وغائبین میں سے چون و چرا کی گنجائش نہیں ہو سکتی عبرت مخرج ابن یزید کی اس کی مؤید عرض کرتا ہوں۔

فقولہ اما بعد انی قولہ الشام صورۃ الدعوی
را قولہ لانه بالیعنی الی قولہ علیہ صورۃ
صغریٰ القیاس صیر من الشکل الاول
لینتج منہ ملزوم ملک الدعوی لغایتہ
صل قیالصدق ملزومھا و تقدیر کبری
وکل من بالیعہو لاء القوم فلیس لمن شہد
بیعتہم ان یختار غیرہ من بالیعہو ولا للعائب
عنہا ان یردھا نتیجہ انہ لیس ردہ حد من حضر
غاب ان یرد بیعتہم لاء غایت بیعتہم کہ بعد

قولہ اما بعد سے قرآن شام یک دعوی کی تصویر ہے
اور قولہ بالیعنی سے قولہ میرے شکی اول سے
قیاس کا صغریٰ ہے تاہم اس سے اس دعوی کے ملزوم
کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کے مردود کے صریح کو منج
ہے اور کبریٰ کی تقدیر یہ ہے وکل من بالیعہو فلیس
من شہد بیعتہم ان یختار غیرہ من بالیعہو
ولا للعائب عنہا ان یردھا تو نتیجہ یہ ہوگا
لیس ردہ حد من حضر غاب
ان یرد بیعتہم لاء غایت بیعتہم کہ بعد

رسالة لمن حضر او غاب وهذه النتيجة هي
قوله فليكن الی قوله یرد وقوله وانما الی قوله
قول تقریر کبری القیاس وحصر للشوری والاجماع
فی المهاجرین والافصار لانهما اهل الحل والعقد
من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاذا التفت
کلمتہم علی حکم من الاحکام کا اجتماع ہم علی بیعتہ
وتسمیئہ اماما کان ذلک اجماعا ورضی اللہ
امی مرضیالہ وسبیل المؤمنین الذی یحب
اتباعہ فان خالف امرهم وخرج عنہ بطعن فہم
او ممن اتبعوا علیہ کخلاف معویہ وطلحہ ذیہ
قبل عثمان ونحوہ او بعد عنہ کخلاف اصحاب
الجل و بعد عنہم فی نکث بیعتہ ردوہ الی ما
خرج عنہ فان ابی قاتلہو علی اتباعہ غیر سبیل
المؤمنین حتی یرجع الیہ وولادہ اللہ ماتوف و
اصلاہ جہنم و سادات مصیر

کو ہے کہ بیعت حاضر اور غائب کو لازم
ہو جاتے اور یہ نتیجہ قولہ فلیکن سے قولہ یرد کہ ہے
اور قولہ انما سے قولہ تو لی تک کبری قیاس کی تقریر ہے
اور شوری اور اجماع کو مہاجرین اور انصار میں جمع کیا کیونکہ
امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہی اہل حل و عقد ہیں جب
وہ متفق الکلمہ کسی حکم پر احکام میں سے ہو جائیں جیسا آپ
کی بیعت اور آپ کے امام بنانے پر تو یہ اجماع صحیح اور اللہ
پسندیدہ اور مؤمنین کا رستہ جس کا اتباع واجب ہی ہو
کا پھر اگر کوئی ان کے امر کی مخالفت کرے اور ان میں سے
ان پر من کے نکلے جیسا کہ معویہ نے خلاف کیا اور جناب میں
قبل عثمان کا من کیا یا مثل اس کے یا کوئی شخص بدعت کر کے
نکلے جیسا اصحاب جل نے خلاف کیا اور بدعت نکالی تو ان کو روکا
جس جگہ سے نکلے ہیں اور اگر نکلے کرے تو لوگوں کے سو
دوسرے اس کی پیروی کرنے پر بیان تک اس طرف نہ لے اور خود کرے
گا اس کو اللہ عذاب دہ بھرا ہے اور جہنم میں اس کو داخل کرے گا
اور ردہ بری جگہ ہے۔

اگرچہ اس عبارت سے اس دیس کا تحقیقی ہونا صاف و صریح مفہوم ہوتا ہے لیکن چونکہ مقابلہ
اعتراف سامی اس عبارت سے اس کے تحقیقی ہونے پر کسی شاہد و برہان کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت
صرف بطور تہذیب و تشریح اجزا و قیاس عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اعتراف فاضل مجیب
عین صدق اور محض حق ہونا ثابت ہوا تو اس کلام میں ابوبکر و عمر و عثمان کی حقیقت خلافت کے ساتھ اپنی
خلافت کی حقیقت پر استدلال کیا ہے اگر ان کی خلافت کی صحت و حقیقت کسی دلیل سے باطل ہوتو
آپ کی خلافت بھی ثابت نہ ہوگی اور اگر ان کی خلافتیں حق ہوں گی تو چونکہ یہ خلافت بھی ان ہی پر
متفرع اور ان ہی کی قدم بقدم بدعت یہ بھی حق ہوگی تو اس کلام کے عین صدق و محض حق ہونے کی صورت میں
ثبوت حقیقت خلافت علی اثبات انہ سے اور ثبوت حقیقت خلافت جناب امیر ثانی کیونکہ اول اجماع و
بیعت ابن عباس و سادات کے استحضار ثبوت ہونے کے بعد اس کی صحت و حقیقت خلافت خلافت ثبوت ثبوت

اس کے بعد حضرت کی خلافت کی حقیقت ثابت ہوئی۔ اس پر ہمارے فاضل مجیب کا یہ ارشاد کہ اسی سے
بطان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا اجتماع نہیں
ہوا الخ قابل تامل ہے منصفان روزگار اولاً البصائر والابصار ہے کیونکہ اس قول میں کہا ہے کہ انعقاد
خلافت کے لئے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے اور اس کلام میں کس جگہ اشتراط اجتماع
جمع اہل حل و عقد حقیقت خلافت کے لئے لکھا ہے اس میں تو صاف و صریح مثل آفتاب روشن ہے
کہ میرے ہاتھ پر بیعت ان لوگوں نے کی جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کے ہاتھ پر کی تھی خواہ وہ تمام
مہاجرین و انصار تھے اور خواہ وہ بعض تھے اور خواہ وہ دس تھے یا پانچ تھے یا ہزار تھے یا دس ہزار تھے
جس قدر تھے ان کی بیعت کرنے سے انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیقت خلافت متحقق ہوئی خواہ
جناب امیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس قول میں صدق اور فیض
حق میں یہ تسلیم فرمایا کہ جنہوں نے خلفاء سے بیعت کی وہ کوئی تھے اور اگرچہ بالعرض وہ مہاجرین بھی
نہیں تھے کیونکہ معرفت حجت کی جو شرط ہجرت علی مزعم الامامیہ ہی مفقود تھی تاہم ان کی بیعت کرنا موجب
حقیقت خلافت تھا پھر اس پر دعویٰ عدم ثبوت خلافت خلفاء کو ذرا سوچئے اور دل میں شش ماہیئے
خلقت شیشاً وغایت عنک اشیاء و تو اس خط کا یہ جملہ ندم لیکن للشاهد ان یختار ولا
للغائب ان یرد اور شارح کا یہ قول۔

فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر
من بالیعد ولا للغائب عین ان یرد
عقد نے بیعت کی ہے اور نہ فائت کو حاصل ہے کہ اس کو رد کرے
اور یہ فرمانا۔

وذلك لیستزمہ کوئہا لازمة لمن
حضر او غاب۔

برائے مطابق اس کو مثبت ہے کہ بعد ان لوگوں کے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کی
تھی کسی غائب کی غیبت اور کسی منعقد کا منعقد اس کو قیود نہیں ہے اور نہ اس کے انعقاد کو مانع
ہے بلکہ جب انہوں نے بیعت کر لی چونکہ ان کے قصد بیعت پر اکٹھا ہونا محال ہے درجس باحق سے
انتہا ہونا ممکن اس سے وہ خلافت راشدہ ہوتی ہے اور سب حاضرین و غائبین پر لازم ہوجاتی
ہے تو جب طلحہ و زبیر و امیر مویہ و جمیع بنی شادیر و وجود ان کے خلف کے لازم ہو گئی ہے اسی طرح

جناب امیر و زبیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ پر لازم ہو گئی تھی پس جب کہ حسب اعتراف سامی یہ کلام عین
صدق اور محض حق ہوتی اور فی الواقع ایسی ہی ہے اور اس سے جو آپ نے اپنی خوش فہمی سے بطمان
خلافت خلفاء سے تھکا وہ بالبدلتہ باطل ہوا تو اس سے ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کی بشرائط ثلاثہ بلکہ تمام امامت
بلکہ تمام اصول و فروع کا کیا حال ہوا سب پر یک نغمہ پانی پھر گیا اور مٹی چھت گئی اور آپ کے بلکہ امیر کے
اعتراف سے صحت و حقیقت مذہب اہل حق ثابت ہوئی واللہ علی ذلک مضمون آیت۔ حوالہ الذی
ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظهر علی الدین کلام صادق آیا باقی رہا بنفس
تخلف کی نسبت گذارش ہے کہ جناب امیر و حضرت زبیر کے تخلف کی نسبت پہلے مفصلاً عرض ہو چکا ہے
سعد بن عبادہ کا بیعت سے تخلف کرنا مروج اور ضعیف ہے چنانچہ صواعق اور صواعق اور منہنی الکلام وغیرہ
سے معلوم ہوتا ہے اور ابن میثم بخاری نے بھی اپنی کبیرہ شرح منہج البلاغۃ میں اس کی طرف اشارہ نقل سے اشارہ
کیا ہے۔

وہل سعد بن عبادہ و حویر یعنی نہ داخل منزہ
وقیل انہ لقی متعاضد البیعة حتی مات
شام میں حوران میں اس نے وفات پائی۔
اور سعد بن عبادہ کو مرنے کی حالت میں انکار گھر میں لے گئے
اور کہا گیا ہے کہ وہ بیعت سے باز رہا یہاں تک کہ راہ

علاوہ انہ حسب اقرار سامی اگر بعض محال خلیفہ اول چھ ماہ تک امام ذمہوں اور بعد چھ ماہ کے امام
مطلق اور خلیفہ برحق ہو جاویں تو آپ خیال کریجئے کہ مذہب تیشع کے استیصال کے واسطے تو یہ بھی بہت
کچھ ہے پھر آپ کا بعد چھ ماہ کے خلافت کو ختم نہ کرنا خود آپ کے حق میں باعتبار آپ کے مذہب کے
سم ہو گیا۔ اچھا اگر آپ کے دین و ایمان و عقل و انصاف کی رو سے خلیفہ اول چھ ماہ تک خلیفہ ذمہوں اور بعد
شش ماہ ان کی خلافت ثابت ہوتی ہو تو آپ اس وقت سے ان کی حقیقت خلافت کے قابل و معتقد
ہو جائے شش ماہ کے لئے پھر ہو آپ سے کچھ میں گئے اس خوب یاد آیا اس کے تو جو آپ کے سنایت
شکر گذار ہیں کہ آپ نے اس کلام کو باعتبار واقع اور نفس الامم کے عین صدق و محض حق تسلیم فرمایا ایک آپ
نے اس کے ساتھ یہ کیا فرمایا کہ یہ کلام گویا از رو فرمانی اگر اس سے یہ مراد ہے کہ یہ کلام دلیل الزامی ہے
لیکن باوجود اس کے پھر واقع میں عین صدق و محض حق سے تو ناہر البعد ہے کیونکہ دلیل الزامی صرف
اس کو ہی کہتے ہیں جو نہ صرف مکتوب ہو اور بعد بجا آت مع انصاف ذکر کی یاد ہے اور اگر میرم دینیس ہے تو
اس کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اور کب اس میں فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ وہیں غیبتی سے بھی مفقود دینی
ہوتا ہے کہ انصاف پر ماعول نہ کریں اور اس کا تسلیم نہ کرنا واجب ہو جائے اور نہ تحقیق کا اجتماع اس جگہ ذکر

فرمان حضرت مجیب کی مناظرہ دانی کی اوضح دلیل ہے ہم نے یہ جملہ صرف آپ کے دعویٰ مناظرہ دانی کی ہی وجہ سے ذکر کر دیا ہے ولس۔

قولہ: اور نیز منہج البلاغۃ میں اس خط سے چند ورق پہلے ایک خطبہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہے لایق اسم المہاجر علی احد الابعرفۃ الحجۃ فمن عرفھا و اقربھا فهو مہاجر۔ اور ابن ابی الحدید نے اس کی شرح میں لکھا ہے لایصح ان یعد الانسان من المہاجرین۔ الابعرفۃ امام زمانہ و هو معنی الابعرفۃ الحجۃ فی الارض قال فمن عرف الامام و اقربھا فهو مہاجر۔ انتہی۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی بیعت کرنے والے مہاجرین بھی مہاجر کہلائے گا۔ وقت حجۃ الوداع امام جناب امیر علیہ السلام تھے کہ انھوں نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کے اس کے معنی لئے جائیں تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم وغیرہ مہاجرین نہیں رہتے۔

مہاجر ہونے کے واسطے معرفت حجت کی شرط ہے یا نہیں

اقول: اس قول میں بوجہ چند بحث ہے۔ اولاً انھوں نے ہمارے فاضل مجیب نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر رضی شیعہ اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعہ کے قول سے ہم پر استدلال فرمایا ہم نے کب تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ قرن جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم ایسے پوچ وچرا تو ان کو جو باعتبار لغت و اصلاح کے مگر صحیح نہیں کب جناب امیر کی طرف منسوب کرنے میں تائید کرتے ہیں کہ اس کے مؤلف رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے حجۃ اللہ اور امام مطلق تھے جن کے پہچاننے سے آدمی مہاجر نہیں رہتا۔ تاہم ہم نے یہ نہیں کہا ہے کہ یہ بیعت حجت کے واسطے معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ بلکہ ہم نے یہ نہیں کہنے کا جناب امیر و بنی ہاشم وغیرہ کو نہ معرفت کی معرفت میں تھی تاہم ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہے اور اس کی معرفت سے مراد اس پر ایمان لانا ہے یعنی مہاجر انسان اس وقت ہوتا ہے جب کہ رسول پر ایمان لے کر ہجرت کرے ورنہ مہاجر نہیں ہوتا۔ سادہ اگرچہ ہونا معرفت خلیفہ پر ہی موقوف ہو تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق شیعہ خلفائہ ثلاثہ اور ان سے بیعت کرنے والے سب مہاجرین تھے کیونکہ ان کو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تھی اس لئے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی مزعم ان امیر جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت نہایت تفصیل سے کئے حد ہر مرتبہ تاکید و تشہیدات قاری صریح ہوئی اور بھی

نہیں تو غمخیز کا خطبہ تو ضرور یاد تھا جو اب تک اہلسنت کی بھی کتابوں میں مروی ہے علاوہ انہیں نسبت روا لیس شیعہ کی اس پر دال ہیں کہ صحابہ نے مکہ مکرمہ کی اور وصایا کو پس پشت ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اس میں کسی شیعو کو چون و چرا انہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر کو امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے تھے لیکن باوجود امام برحق جاننے کے بطریق لغسانی مقصدی خلافت ہوئی اور حق جناب امیر کا غضب کیا غرض اس سادہ گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ علی زعم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہچانتے تھے۔ لیکن معاذ اللہ مع لغسانی کے باوجود سے ناچار ہو کر مخالف لغت اختیار کر رکھی تھی پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ مہاجرین ہونے کی وجہ سے نہ مہاجر ہونے کی وجہ سے نہ معرفت امام کی ہے وہ ان میں پائی گئی اور چون کہ مہاجر ہونے کے واسطے صرف معرفت شرط ہے تسلیم و القیاد کا ہونا اس سے مفہوم نہیں ہوتا اس لئے عدم القیاد و تسلیم ان کے مہاجر ہونے کو مضر و مفلح نہ ہوتی چنانچہ خداوند تعالیٰ شانہ نے اس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل تھی جس کو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

یعرفونہ کما یعرفون ابنائہم۔ اس کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔
و جحدوا بواستیعاب الفسہق قلنا۔ اور انھوں نے اس کا انکار کیا براہ ظلم اور برائی کی اور
و علوا۔ ان کے دونوں نے اس کا یقین کر لیا تھا۔

ایمان کی تحقیق کے واسطے کافی نہیں فرمایا اور مانع فیہ میں صرف معرفت ہی ضروری ہے اور وہ متحقق ہے تو مہاجر ہو یا صحابہ کا متحقق ہو۔ سنا لیا آپ کے صحابہ مقبولین بھی جنھوں نے خلفائہ ثلاثہ کی بیعت کی اور ان کے حکم کے موافق خدمات انجام دیں اور کوئی حاکم ہوا اور کوئی تابع بھی مہاجرین نہ رہے جو جواب ان کی طرف سے دیئے گئے وہی ہماری طرف سے قبول کرے گا تاہم اعتبار لغت کے مہاجر وہ ہے جو ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چل جاوے اور اصطلاح شرع میں دوسرے جگہ دوسری جگہ سے قطع تعلق کر کے اور جہرہ ہو کر دریا یا کان میں نہر متروک ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لئے نہ لغت سے نہ اصطلاحاً تاہم اگر اس وقت کوئی شخص وار کلف میں ایمان لے لے اور اس کو چھوڑ کر دریا یا کان میں قوس اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ اس وقت جہرہ نیست کہری کے امام کی معرفت شیعہ انھیں خواہ اس بھی حاصل نہیں ہے چہ جائیکہ ایک بیچارہ نومسلم کو حاصل ہو تو ایسی حالت میں شیعہ پاک اس کی ہجرت کو مستحب نہیں گے یا نہیں۔

شیعہ کی کج فہمی

مآثر بطور حل گذارش ہے کہ آپ نے اپنی عادت تدریس کے موافق اس عبارت کے فہم میں بھی خطا کی اور صحیح مطلب نہ سمجھا اس لئے مختصر مفسر ابن شیم بجزائی کی عبارت اس کے متعلق نقل کر کے اس مطلب عرض کرتا ہوں شیخ منبر کمال الدین بجزائی فرماتے ہیں۔

قوله والنجية تامة على حد ها لا حول الى
كما كانت حقيقة الهجرة ترك منزل الى
آخر لعلكن تخصيصها بهجرة الرسول
صلى الله عليه وسلم من مكة الى المدينة و
من تبعه مخرجها من حد ها للفقوى
واذا كان ذلك كان من بداهتها على
حد ها لا حول صدقها على من جازى به و
ان رايته من اهل بيت ائمة السلاطين
طلب دين الله كصد قبائل من جازى و
الرسول وفي معاه ترك الباطل والحق
تلقوه ومن يهاجر في سبيل الله لا يلهو بكون
صلو المهاجرين من جازى ما حرم الله عليه و
من الهجرة ليس بقبائل من جازى و
كيفية سبيل الله وهذا منصوص عن
يتروا من الرسول بحيث وفارقوا
لنحوه وادامة ودمدخل لحد هذين
مفسرين من مفسرين مسمى الهجرة من
قصدا دون من قصد الاقامة في جازى و
شارح کی بجوہ اس طرح پروردگار کی آیت کہ جناب محمد کے پیروں کو جو سیدت کا نام
تھیں ان کی وجہ سے اور مقتضی مولا کے لئے کہ ان میں سے کسی ایک کو چاہئے کہ وہ

پیغمبر اور ظاہر ہے کہ رسول کے زمانہ میں جن لوگوں نے بعد ایمان لانے کے دارالکفر کو چھوڑا اور
ان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور
نیل و انبیاء حاصل متقی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین تھے اور اسی لئے خداوند تعالیٰ نے جابجا ان کو
مہاجرین کے نام سے ذکر کر کے مشرف فرمایا تو جب ان کا مہاجر ہونا مشخص ہو گیا تو پھر اس کے لئے کسی
حالت مشرفہ کی ضرورت و احتیاج نہیں رہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے
لوگ جو امام کے زمانہ میں ہجرت کریں گے ان کے لئے بموجب اس قول کے اس امام کی معرفت ضرور ہوگی
وہیں لیکن اگر نظر تدقیق سے دیکھا جائے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود کی شرط ہجرت ہے
بالکل غلط ہے کیونکہ شامہ نو شرط نہیں اخبار بکتبی ہے تو جس نے گذشتہ آئمہ میں سے بھی کسی کو پہچان
کر لیا کہ نبی ہی کو پہچان کر ہجرت کی تو چاہئے کہ وہ مہاجر ہو اور جملہ ولادیدخل لاحد حدین
الوصفین فی تخصیص مسمى الهجرة الى اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ معرفت
لا علی سبیل التبعین کسی کی ہونی چاہئے ملا وہ ازیں کیا ضرور ہے کہ حجت سے مراد بتقلید ابن ابی الحدید
خلیف ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہے جو نبی نے اور خلیفہ نے پہنچایا اور ایمان کی طرف دعوت کی
جو شخص اس حکم خداوندی کو جو انبیاء و ائمہ کے واسطے سے پہنچا پہچانے اور ایمان لا کر دارالکفر سے قطع تعلق
کر کے دارالاسلام میں آباد ہو وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئندہ اس پر دلالت کرتی ہے۔

ولایقع اسما الاستضعاف علی من استضعاف کا نام اس پر واقع نہیں ہوتا جس کو
بلغته الصحبة حجت پہنچ چکی ہو۔

پس اس جگہ حجت سے خلیفہ مراد لینا خود غلط ہے۔ ان حسب اعتراف فاضل عجیب جب
خطا نہ باعنی القوم الذین اللہ عین صدق و محض حق ہے جو مثبت حقیقت خلافت خلفا
تھے ہے اور بجائے خود امام کو حجت اعتقاد کر ہی رکھا ہے جس کے نہ پہچاننے سے مہاجر ہونا باطل
ہوتا ہے اور یہی اعتراف ہے کہ جناب امیر نے خلفائے ثلاثہ کو خلفاء نہیں مانا تو لازم آیا کہ حضرت
امیر و بی شامہ و غیرہ مہاجر نہ رہے اور من لم یعرف امام زمانہ کی وعید میں زیادہ نہیں توسشش ماہ تک
حب اعتراف فاضل عجیب داخل ہوئے تعجب یہ ہے کہ مہاجرین ہونے میں تو یہ تعترف کیا لیکن انصار ہونے
میں کچھ کیوں نہ تراشا گیا شارح ابن میثاق کے کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ
میں بھی آپ کے حضرت رضی نے قطع و برید فرمائی ہے مفسر میں لکھتے ہیں۔

والکلمة وما قبلها وما بعدها و هو قلیق اور یہ کلمہ اور اس کا قبل اور بعد اور وہ قلیق

اسو الہجۃ الی قولہ قبلہ کلمات ملقطہ منقطہ
اسم الجور سے قول قبلہ کلمات ملقطہ اور منقطع ہیں۔
اب آپ اس گزارش کو بھی ملاحظہ فرمائیے اور اپنے استدلال کو بھی دیکھتے۔
قولہ: جناب امیر علیہ السلام حجت خدا تھی ایسی کلام جامع مانع فرماتے تھے کہ مخالف کو چون دجرا
کی گنجائش ہی نہ رہے۔

اقول: یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس قدر اس کے ثبوت میں تحریر
فرمایا وہ فی الحقیقت اس دعویٰ کو تو ثبوت نہیں مل اس کے نقیض کو ثبوت ہے چنانچہ جو کچھ عملاً و مفلاً
گزارش ہو چکا منصف لبیب کے لئے وہ بھی کافی و روانی ہے۔
قولہ: انا الشوری الہ اصل میں واقعہ میں قانع بنیان خلافت خلفاء سابقہ اور ظاہر میں ان
کے مذہب کے موافق ہے سوائے حجت الہی یہ ہر کسی کا کام نہیں۔

حسب اعتراف مجیب جناب امیر کا کلام ظاہر میں خلفاء کیموافق ہونا

اقول: معاذ اللہ تو یہ اصول تشیع میں حجت الہی اس کا نام ہے جو ظاہر میں کچھ ہو اور باطن میں
کچھ اور اس کا قول ذوقہمیں ہو اس لئے حضرت امیر کے کلام میں یہ اعجاز ہے جیسا آپ کا ظاہر و باطن یکساں
نہ تھا ظاہر میں خلفاء سابقہ کے ساتھ خلا و ملا و محبت و الفت رکھتے تھے اور باطن میں خلاف و عداوت
اسی کا انگوٹھا حسب زعم مجیب لبیب آپ کے کلام میں ہے کہ اس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اور یہی
ہے لیکن سوائے مخلصین لسانی کے دوسروں کو اس کا سمجھنا محال ہے اہل فہم اس تقریر سے اس قول کے
لغو اور واہی ہونے کے علاوہ یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ اصول تشیع پر جناب امیر معاذ اللہ وحاشا عن
ذلک صفت لفاق میں تمام منافقین سے بڑھ کر تھے کہ ان کا رزق فاش بھی ہو گیا تھا لیکن بدعتہ و کھل ہی
نہیں سکتا لغو بذاتہ من ذلک، ان حضرات دشمن دوست نااہل بیت سے کوئی پوچھے کہ ایسی دہیاست
باقول سے جن سے علاوہ توہین اہلبیت کے خود اپنی عقل و فہم پر دھبہ لگے اور لازم آئے کیا حاصل ہے
اسی کی بدولت ہمارے فاضل مجیب اپنی ان روایات کی محنت سے! بخود دھو دھیں جن میں تو وہ مناقب
شجاعت و شوق بمقاہد ظنا، روایت کئے جاتے ہیں کیونکہ جب جناب امیر کو یہاں تک احتیاط منظور تھا
اور یہاں تک رعایت فرماتے تھے کہ محض ان کی خوشنودی کے واسطے ایسی کلام فرمائی تھی جو ظاہر ان کی
مؤید ہو اور فی الحقیقت ان کی خلافت کی قانع بنیان ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ ایسے امور جو باعث اثم و
بیجان فتن ہوں برملا عمل میں لاویں معذرا سے فاضل مجیب نے اپنی زبان شریف سے یہاں بھی استفادہ

بیت فرمایا کہ یہ کلام ظاہر خلفاء کے مذہب کے موافق ہے اور اسی میں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب ہم
کا ظاہر کا ہی مامور اور پابند فرمایا ہے اور یہ حکم نہیں کیا کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے
اعتبار سے حسب اعتراف سامی ہماری مؤید ہے تو ہمارے استدلال کی حقیقت کے لئے بس ہے
خداوند تعالیٰ کے بیان بھی ہمارے لئے یہی آپ کی حجت الہی کا قول سند کافی ہو گا اور واضح رہے کہ
ظاہر میں اس خط کا خلفاء کے مذہب کے مؤید ہونا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کو دلیل تحقیقی قرار
دیا جاوے اور عدم وجدان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت نہ لایا جاوے اور اگر اس کو دلیل الزامی
قرار دیں جیسا کہ علامہ شیعہ نے تو ہم فرما رکھا ہے تو پھر ظاہر مؤید ہونا بھی غلط ہو گا تو اس صورت میں آپ
نے اس کے تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمایا، واللہ۔ باقی رہا اس قول کافی الحقیقت قانع بنیان خلافت ظہراً
ہونا سو بحول اللہ تعالیٰ دتو نہ بخوبی ہم اس کا قلع بنیان کر چکے ہیں ضرورت اعادہ نہیں۔

اہلسنت پر لایعنی اعتراض کا نمونہ اور اس کا جواب

قال الفاضل المجیب: قولہ۔ اور دوسری جگہ مذکور ہے۔

وانہ لایید للناس من امیر بر او فاجبر
اور یہ کہ مقرر ہے کہ لوگوں کے لئے امیر خواہ نیک ہو یا فاجر
یعمل فی امرتہ المؤمنین ویستفتح فیہا الکافر
مومن اس کی امارت میں مل کرے اور کافر اس میں فائدہ اٹھائے
اقول: حضرات اہل سنت کی فہم و عقل پر تعجب ہے اصل مطلب کو نہیں سمجھتے فحوائے کلام کو نہیں
دیکھتے ماقبل و مابعد کا کچھ خیال نہیں کرتے جہاں لفظ امیر وغیرہ دیکھا اور فوراً سند الزام نقل کر دیا اور
اپنے زعم میں اہل حق کو جواب دے دیا آدمی کو کچھ تو عقل و علم سے بھی کام لینا چاہیے انصاف بالائے
طاف مشہور ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی: اس کے جواب میں ہم اور کچھ نہیں صرف اس قدر
بابہ گزارش کرتے ہیں کہ اہل علم و انصاف فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروعاً نمونہ اور
ہماری اور ہمارے فاضل مجیب کی تقریرات کا خصوصاً نمونہ نہ کر کے دیکھیں اور جو کچھ امر و اجبی انصاف
سے اس پر سمجھ میں آوے فرما دیں۔

قولہ: اب ذرا انصاف فرمادیں کہ اگر آپ کا یہ توہم صحیح ہو تو اس پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ
جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بھی شرعاً امامت نہ تھی کیونکہ آپ کی فہم اس نقص کرنے سے یہ
ہے کہ جناب نے فرمایا ہے کہ آدمیوں کو امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرعاً امامت

ہوتی تو فاجر کی امامت کیوں صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر معصوم نہیں اگر یہ بات درست ہے تو باوجود ادعا کے تمک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت کی قید کو وقت نصب ہی کیوں نہ ہو کیوں لگاتے ہیں چنانچہ آپ کے خاتم الحمدین تحفہ میں فرماتے ہیں اُسی در وقت نصب باید کہ ترکب کبائر و مصر بر صغائر نہ باشد کہ معنی عدالت است۔

اقول: مناظرہ دانان روزگار و ارباب قانون توجہ و استدلال کہاں ہیں جو ہمارے فاضل عجیب کے ادعا کے مناظرہ وانی کا تماشا دیکھیں کہ حضرت کو اپنے منصب کا بھی ہوش نہیں رہا بندہ نے انطال شرائط امامت کے لئے الزامیج البلاغۃ کی ایک عبارت نقل کی تھی جس سے صاف متحقق ہوتا ہے کہ امامت کے لئے عصمت وغیرہ تو ایک طرف عدالت بھی شرط نہیں ہے کیونکہ فاسق و فاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزعم شیعوں ضروری تسلیم فرمائی اور فرماتے ہیں واند لا بد للناس من امیر بر او فاجر۔ اس کے جواب میں ہمارے حضرت فاضل عجیب ارشاد فرماتے ہیں (دگر اگر آپ کا یہ تو ہم صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہ ہو) میں تمنا ہوں کہ یہ تو ہم نہیں بلکہ واقعی مضمون ہے جو اس عبارت سے منہوم ہوتا ہے کہ بزعم شیعہ جناب امیر کے نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہیں پس اس کا لزوم آپ کو ہی مخالفت و مضر ہے نہ ہم کو اور آپ ہی اس کے جواب دہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپ کا کم کو ذرا نایہ آپ کی مناظرہ وانی اور کمال عقل و فہم کی دلیل ہے ہم نے خود اسی لزوم کے لئے نقل عبارت کی ہے رہا اہلسنت پر الزام دینا کہ جب تم بھی مدعی تمسک اہل بیت ہو تو یہ الزام در باب تعارض عدالت تمہارے بھی مخالفت ہے اور زیادہ عقل و فہم سامی کا اندازہ بتاتا ہے کیونکہ جب یہ لزوم محض منہج البلاغۃ کی عبارت سے ہے تو اس سے اہل حق کو الزام دینا لازم خلاف عقل ہے ہم کب کسے ہیں کہ جو آپ کے رضی صاحب نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے۔

قولہ: اگر فرمائیے کہ ہم نے الزامیہ روایت پیش کی ہے جو اعتراض اس پر ہو گا اس کے جوابہ شیعوں نے اہلسنت۔

اقول: یہ تو صاف واضح تھا کہ یہ الزام اعرض کیا گیا ہے پھر سابق میں اس حشو و تعذیل سے کیا فائدہ ہوا، اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پیسے تو بڑے خود جواب لکھا اس کے بعد منتہی ہوا اور آٹھ کھلی تو معصوم ہو کہ یہ جواب تو کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ختم الزام دے رہا ہے تو اس کو اس حرج پھیرا سو اس کی کیفیت بھی آئندہ ملاحظہ ہو۔

قولہ: اس کے جواب میں گذارش ہے کہ اول تو کتاب منہج البلاغۃ ثقات اہلسنت مثل توشیحی و

انسانی و عقوبت لاہوری و گاڈرونی کے اعتراض سے جناب امیر کے کلام سے ہے۔
اقول: سبحان اللہ ثقات اہل سنت کے اعتراض سے منہج البلاغۃ کا کلام جناب امیر جناب خیر و ثبات فرمائیں گے۔

منہج البلاغۃ اہلسنت کے نزدیک معتبر نہیں ہو سکتی بلکہ حسب اعتراض

ابن مثنیٰ رضی نے اس میں خلط و خبط فرمایا ہے

حالانکہ ہم نے آپ کے فاضل متبحر ابن مثنیٰ شارح منہج البلاغۃ کے اعتراض سے ثابت کر دیا کہ اس میں جابجا حضرت رضی صاحب کی طرف سے خلط و خبط و حذف و الحاق و محو و اثبات ہے پس کیونکہ ممکن ہے کہ اہل سنت جو کلام حق و باطل کے امتیاز کے لئے تقاد و میار ہیں اس کو خالص کلام جناب امیر کا تسلیم کر لیں اہل سنت کے اصول حدیث کا عام قاعدہ ہے کہ کج روایت کے سلسلہ سند میں کوئی راوی اگر غیر ثقت واقع ہو تو اس کو صحیح نہیں سمجھتے پس منہج البلاغۃ کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہے اس کو کیونکہ کلام جناب امیر کا رو کر گئے۔ علی الخصوص اس میں صدائیکہ اس کے عقیدہ فاسدہ کی طرف دعوت پائی جاتی ہے۔ ہاں منہج البلاغۃ کو جناب امیر کی ایسی کلام سمجھیں تو کچھ تعبیر نہیں جیسا کہ تورات و انجیل کو جو اب یہود و نصاریٰ کے پاس ہے یا بعد تحریف کے بھی کلام خداوند تعالیٰ شانہ کی سمجھتے ہیں۔ اور آپ کو یہ تسلیم کچھ مفید نہیں ہے

قولہ: ہاں تاویل اہل سنت کی اور کتابوں میں یہ کلام جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہے چنانچہ شہرستانی نے کتاب عل غل و غرر خوارج حکمیہ میں لکھا ہے۔ و لما سمع امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ هذه الکلمة قال کما عدل یراد بها جور انما یعقوبون الامارة ولابد من امارة برة و افاجرة اور در فتور میں ذیل آیت اطیعوا اللہ والرسول اہل یہ عبارت لکھی ہے اخرج البیہقی عن علی بن ابي طالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجر اہل اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے آپ تفسیر مذکور کا یہ مقام ملاحظہ فرمائیں ثانیاً اہل سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی نقل کی ہے چنانچہ کنز العمال کی کتاب اہل بیت میں تحریر ہے لا یدل للناس من الامارة برة و افاجرة فاما البرة فتعدل و التسبیح و التسبیح کم بالصویة و اما الفاجرة فیتبلی فیہ

المومن والامارة غير من الهرج قيل يا رسول الله وما الهرج قال القتل والكذب طيب
عن ابن مسعود انتهي اب فرمايے کہ اگر کوئی ان روایتوں سے دلیل لائے کہ جناب امیر
علیہ السلام و جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجار کی امارت و خلافت جائز فرمائی اور تم عدالت
کی فیکہ گو وقت نصب ہی ہو کیوں لگاتے ہو تو آپ کیا جواب فرماتیں گے کیونکہ یہاں باب تاویل
خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے بالجمہل جو جواب اب عدالت کی شرط قائم رکھنے کے واسطے فرماتیں وہی
ہماری طرف سے عصمت میں قبول فرمائیں۔

حسب ارشاد مجیب جو جواب ہم عدالت کی طرف سے دیتے ہیں وہی عصمت کی طرف سے قبول کر کے مذہب شیعہ باطل کرینگے

اقول: لہذا الحمد للہ انجیر کہ خاطر میں آست آمد آفرز پس پردہ نقشبند پدید

اقول: لہذا محمد ہر ان چیز کو خاطر میں نہ لایا کہ اس کو فاضل حجب نے اپنی شرط عصمت کی خود اپنے ہاتھ سے بڑکاکٹ ڈالی تفصیل یہاں تو ہمارے فاضل حجب نے اپنی شرط عصمت کی خود اپنے ہاتھ سے بڑکاکٹ ڈالی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس جگہ امارت برہ اور فاجرہ ہماری روایات سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ عصیا عصمت کے منافقہ ہے ویسا ہی عدالت کے مخالف ہے جو معتقد علیہ اہلسنت ہے پس جو جواب عدالت کی طرف سے اہلسنت دیوں وہی جواب شیعوں کی طرف سے عصمت کے بارہ میں قبول فرما دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی جواب ہمارے فاضل حجب کو عصمت کے باب میں تسلیم ہو گا خواہ اس جواب سے عصمت باقی رہے یا نہ رہے پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا اشتراک عدالت کی نسبت ہے اس کو یہ روایات ہرگز مخالف نہیں ہیں۔ اول روایات کے الفاظ میں شامل کرنا چاہیے اور ہر مذہب اہلسنت کو سمجھ کر اس کے معاین کرنا چاہیے۔ روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ امارت ضرور ہے خواہ وہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجر اور وقت ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ ہو سکے تو فاجر ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنے غلبہ و استیلا کی وجہ سے امیر ہو گیا یا اہل مل و عقد نے کسی برکرا امیر بنایا تھا اور بعد امارت کے وہ فاجر ہو گیا اور جو رچ پڑھ گیا تو ایسے وقت میں اس امارت فاجرہ کو بھی تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اس کے رفع میں تاخر و قتل و قتال متضمن انشاء لغو و مشغول ہو گا جو بہ نسبت اس امارت کے مناسب کے مشتبہ ہے تاخیر اس وقت اس امارت کی ناپیدیت جو لغو و مشغول ہوتی ہے حادث ہے پس یہ ہر مذہب اہل سنت میں اشتراک عدالت کی نسبت

ہی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اشتراط عدالت اہل سنت کے نزدیک اس وقت کے ساتھ مخصوص ہے جب کہ اہل حل و عقد باختیار خود اپنے کسی شخص کو امیر بنائیں اور اگر یہ صورت نہ ہو تو انعقاد امارت کے لئے اشتراط عدالت نہیں ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہے منعقد ہو جائے گی اور انواع زکوٰۃ و عشر و خراج اس کو ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اس کے ساتھ ہو کہ جہاد، جہاد کلماتے گا اس کے غنائم و اموال فی سبایا وغیرہ سب حلال ہوں گے غرض اس تقریر سے یہ ثابت ہو کہ یہ روایات مذہب اہل حق کے در باب اشتراط عدالت منافی نہیں ہیں اور ذہل حق کے نزدیک اشتراط عدالت بالعموم ہے بلکہ ضرورت اور لابدی وقت میں بشرط عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور امارت غیر عادلہ منعقد ہو جاتی ہے چنانچہ اشتراط قرشیت کے بارہ میں یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ ہی لکھا ہے پس حسب الحکم جناب مجیب جب ہم اس جواب کو جو ہم نے اشتراط عدالت کے بارہ میں اہل سنت کی طرف سے دیا ہے حضرت مجیب کی طرف سے قبول کرتے ہیں تو اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ہمارے فاضل مجیب بلکہ تمام شیعہ عصمت کے مسئلہ میں اس امر کے معتقد ہیں کہ اشتراط عصمت علی العموم ثابت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص بغض خداوندی بلکہ باختیار اہل حل و عقد امام ہو تو وہ معصوم ہو گا اور اگر کوئی شخص بدو لنس یا بعیت اختیار ہی اہل حل و عقد مدعی ریاست ہو اور دارالاسلام پر اپنا تسلط و استیلاء کرے تو اس کی امارت باوجود عدم عصمت کے بھی منعقد ہو جائے گی اور باوجود عدم عصمت کے اس کی امارت منعقد ہو کہ اس کو نصب ممال و تقضات و اخذ جزیرہ و خراج و صدقات و قنات وغیرہ حلال ہو گی اور ظاہر ہے کہ عصمت کے لئے ہی لنس کی ضرورت ہے جب اشتراط عصمت مرتفع ہو گی تو لنس بھی مرتفع ہو تی پس حسب ارشاد اپنے فاضل مجیب کہ اشتراط عصمت میں اس جواب کو ہم نے ان کی طرف سے نہایت شکر گزار ہی کے ساتھ قبول کر لیا اور اگر اپنے اس قول پر مستقیم رہیں گے اور اس سے منہیں پھریں گے تو مذہب تشیع سے پھر کچے اور اس کو باطل اور غلط تسلیم کر کے اور فی الواقعہ مذہب اسی لائق تھا۔

قولہ : یہ جواب تو لازمی تھا اب بجز عرض گوشش تو مجھ سے نیٹے یہ کام بلاغت نغم غوار پر
 لٹام کے مقابلہ میں ردا القلوب کہاں دو باطل کہتے تھے لا حکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ منہج البلاغہ میں اس
 کا عنوان اس طرح مسطور ہے ومن کلامہ علیہ السلام فی معنی الخوارج المراسم
 علیہ السلام تو لہذا حکم اللہ فقال کلمۃ حق یہ اویس الباطل لغیر لا حکم الا للہ ولكن
 هؤلاء یقولون لا انا ولا اولادنا بل من انبیاء ربی جبرائیل و

نے جب اس کا یہ قول لاکھ لاکھ سنا تو فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل افراد کی گئی ہے بخارج
نے اس کے اصل معنی ہی نہیں سمجھے اور باطل معنی سمجھ کر گمان کیا ہے کہ کم رویتیں کی متابعت درکار
نہیں اس کے جواب میں فرمایا لا بد للناس منی غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور
بدون مشارکت بنی نوع اس کے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت و اجتماع بدون سیاست منجر بفساد
افساد ہوتا ہے اور جانوں مالوں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جبلت یہ بات ہے کہ بدون
رتیں و امیر کے خواہ نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور مطلق امارت سے ان کا انکار بدیہی ہم
کا انکار ہے چنانچہ یہ ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر کر لیا اور
بدون امیر ان کا کام منتظم نہ ہوا چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے انھو کا نواف بد و امرھو
یقولون ویذہبون الی انہ لاحاجۃ الی الامامۃ یشرو جمعوا عن ذلک القول
لما امر و اعبد اللہ وحب الی الناسی۔ انتہی

ارشاد جناب امیر لابد للناس من امیر بر او فاجر سے البطال عصمت کی تقریر

اقول: اب ہم اس حل کی بھی تلقی کھول دیتے ہیں ذرا گوشِ توجہ سے سنئے کہ شیعوں کے
نزدیک حسن و قبح عقلی میں عقل جس کے حسن کی شہادت دے وہ حسن ہے اور جس کے قبح کی شہادت
دے وہ قبح ہے چونکہ آپ کو اس کا اعتراف ہے کہ منقول رسالہ میں ابن حق پر حسن و قبح شرعی ہونے
کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اس لئے حاجتِ نقل روایات و تصریحات طائفہ نہیں ہے اب ہم مطلق امارت
کو دیکھتے ہیں تو ہر دے عقل نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اس کے امور
کا انتظام و اجتماع بدون مشارکت بنی نوع کے ممکن نہیں اور مشارکت و اجتماع بوجہ اختلاف طبائع منجر
بفساد ہے تو سیاستِ لادبی ہے جو بدون امارت حاصل نہیں ہو سکتی تو امارت خواہ عاجز ہو یا عادل
انسان کے لئے لادبی اور ضروری ہے اور واجب عقل اقسام حسن میں داخل ہے بلکہ اقسام حسن میں سے اعلیٰ
قسم ہے کیونکہ اس کی اقسام میں سے مندوب و غیرہ بھی ہیں پس جب کہ امارت مطلقہ خواہ عادل ہو یا فاجر
حسن بنی اور حسن میں بھی اعلیٰ درجہ کی یعنی واجب ہوتی تو جو خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبح اور
اجابز اور حرام نہیں ہو سکتی اور نہ حکم شرع بتنا بد حکم عقل کے جو بدیہی ہے حسب اصول قوم مسموع ہو سکتا

ہے ان یہ سہی چونکہ مرتبہ تفلیک کو بہت گنجائش ہے تو اس کی اعتبار سے یہ ممکن ہے کہ فیما بین ہر دو قسم
امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت فاجرہ سے اولیٰ و احق ہو چنانچہ عقل اس
کے استحسان کی بھی بالبدہت شہادت دیتی ہے جس کا کسی عاقل کو انکار نہیں اور اگر فاضل مجیب
یا ان کے کسی ہم مذہب کو یہ شبہ ہو کہ امام برحق کے ہوتے امام جائز کی ضرورت اور اس کا لادبی و فاجر
ہے اور جب ضروری نہ ہوتی تو قیاس ہوتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس صورت میں یہ عبارت خطبہ کی
لغوا در محل ہو جائے گی کیونکہ ہم پوچھتے ہیں امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہے یا غیر ضروری اگر
ضروری ہے تو مدعا حاصل اور اس کی ضرورت سے انکار باطل اور اگر غیر ضروری ہے تو خطبہ میں مطلق
امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلطہ و رکب ہوا اور نیز اس کی ضرورت کا ابھی اعتراف کر چکے ہیں اس
کے مناقض ہو گا۔ دوسری یہ کہ امام کی غیبت میں علی الخصوص جب کہ غیبت کبریٰ حاصل ہو تو اس وقت
بدامہ عباد امام برحق کی بیعت کرنے میں عاجز ہیں اور اس کو کسی تدبیر و حیلہ سے حاصل نہیں کر سکتے
چنانچہ اس زمانہ امن و بہد میں مکھو کا مومنین ساکنان دارالایمان ایران اس کے منتظر ہیں اور امارت ایسی
لادبی ہے کہ بدون اس کی مدت قیاس بھی گزارنا دشوار ہے تو اگر امارت فاجرہ کی ایسے وقت میں بھی ضرورت
نہ ہو گی تو کس وقت ہو گی اور ثابت ہو گا کہ مطلق امارت و سیاست کی کچھ ضرورت نہیں علاوہ ان کے
بالغرض امام بھی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی حیلہ و تدبیر سے لوگوں کو اپنی طرف راجع کرے اور امیر بن جائے
اور مسند امارت پر ایسا استحکام پیدا کرے کہ اگر اس کے عزل کا نام بھی لیا جاوے تو ہیجانِ فتن و فساد
حوادث و فساد کا یقین ہوں تو ایسے وقت میں کوئی سلیم العقل اس کے ضروری ہونے کا انکار نہیں کر
سکتا تو جب امارت مطلقہ عقل لادبی اور حسن بنی تو لا محالہ شرعاً بھی حسن بنی کیونکہ برخلاف حکم عقل شرعاً
قیح نہیں ہو سکتی اور جب عقلاً و شرعاً لادبی اور حسن بنی تو کم از کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ ضرورت کے وقت
میں معتقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اس پر احکام امارت کے جاری ہوں اور جہاد و قہر و قہر و قہر
میں اس کا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اس کی اطاعت واجب ہو اور عدم اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ
مذہب اہلسنت کا بھی اس بارہ میں یہ ہے کہ ایسی امارتیں ضرور معتقد ہو جاتی ہیں اور ان پر شرعاً احکام
امارت جاری ہوتے ہیں اور ان کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور اگر خود ان ہی الفاظ میں جو منہج ہدایت
میں میں تامل کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے اس کلام میں لابد للناس من
امیر بر او فاجر فرمایا مسئلہ او کا حل نہیں فرمایا حالانکہ انسانی ضرورت ہونے میں امارت مسلمہ
اور کافرو دونوں برابر ہیں جب سیاست اس سے حاصل ہوتی ہے کافرو سے بھی حاصل ہوتی ہے اور

جو سلاطین و خلفاء کا عادل گذرے ہیں جن کا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ نیشیروان و عسک
بن الخطاب رضی اللہ عنہ و عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب بر خلاف مزعم امامیہ اس وعدہ کے مستحق
ہوں گے اور اگر ایک جگہ معنی اصطلاحی اور دوسری جگہ معنی لغوی مراد لے جائیں تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ
وجود قسریہ جو صاف عن الحقیقت ہے بغیر مسلم ہے علاوہ انہیں تعاقب صحیح نہیں ہو گا بلکہ خود وقت قبل
قرینہ ہے اور اس امر پر دال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہوں گے وہی ثانی کے ہوں گے اور تعاقب
کے بطلان سے کلام درج فصاحت سے ہی نہیں گزے گا بلکہ محمل ہو جائے گا تو اب متعین ہوا کہ ہر دو
جگہ معنی اصطلاحی ہی مراد ہیں چونکہ اور کوئی محمل باقی نہیں اور اس میں ہر دو جگہ معنی اصطلاحی ہونے پر بوجہ
انفاد و خلافات امر جو کہ جو کچھ کہ مصیبت و اذیت مذہب تیشہ پر واقع ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس
تحریر میں اطمینان ہوتا جاتا ہے اس لئے ہم اس کی تشریح و بسط کو کسی دوسرے وقت پر منحصر کرتے ہیں
قولہ: اور اگر یہ بات معاذ اللہ جائزہ ہوتی تو فرمائیے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ میر کی حجت
کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئے بلکہ اصلی بات یہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چارہ نہیں امام معصوم کو جب
رعایا برایا کے امور میں تمکین نہ دیں اور اس سے منازعت کر کے اس کے اصلی مقام سے منافعت کریں
تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی و حصول انتظام امور کے لئے گودہ کیسا ہی ہو امیر و حاکم سے گریز نہیں

امام کے معصوم ہونے کے لغو عقیدہ کے سلسلہ میں شیعہ کا اپنے جال

میں خود پھنسنا

اقول: کیوں حضرت اور امیر معاذ اللہ یہ بات جائزہ ہوتی تو اول الامر و افضل کم کیوں خلفائے ثلاثہ کے
باپتھر پر بیعت فرماتے، اور کیوں ان سے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کر کے ہنگامہ کارزار گرم نہ
کرتے یہاں تک کہ کیا اپنے حق کو پسینے یا مثل جناب امام ثالث کے شہادت شہادت چکھنے اور نیز اگر معاذ اللہ
یہ بات جائزہ نہ ہوتی تو کیوں جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر معویہ کو خلافت تسلیم کر دیتے، اور کیوں اس
سے بیعت کر لیتے اور باوجود عدد و تعدد کیوں جدال و قتال نہ کر کے یا اپنے حق کو پاتے یا اور جو شہادت
پر پیشے اور مصداق اس شعر کے ہوتے: بیعت

ورنہ شاید دوست رہ برون شہر عشقت در طلب مردن

عاشقت شیشا و غلابت عتق اشیا و افسوس کہ آپ کو ایک امام ثالث کا بھی نصیب یاور باور

اہم اول و ثانی کا فراموش ہو گیا بجائے ہم نے آپ کو یاد دلایا لا یذنبک مثل نجیب۔ علاوہ انہیں جبکہ
دلائل و بینات واضحہ سے اس بات کا ضرورہ جائزہ ہونا ہم نے حسب اصول امامیہ ثابت کر دیا تو اب اس کے
بھی جواب وہ اہل تشیع ہی ہوں گے معاذ حاصل اس دلیل کا جو ہمارے فاضل مجیب نے عدم انعقاد بیعت
امام جابر کی نسبت بیان فرمائی ہے یہ ہے کہ معاذ اللہ اگر امامت جائزہ منعقد ہوتی تو امام حسین رضی اللہ عنہ
ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب انھوں نے بیعت نہ فرمائی اور یہاں تک لڑے کہ شہید
ہو گئے تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید جو امامت جائزہ حقی صحیح نہ ہوتی تو کوئی امامت جائزہ منعقد نہ ہو
گی لعدم الفضل فیما بندہ عرض کرتا ہے کہ خود اس دلیل سے بالبداهت یہ امر ثابت ہے کہ امامت میں جیسا
مناقشہ کرنا امام معصوم کا دلیل اور قرینہ اس کے بطلان اور عدم انعقاد کا ہے اسی طرح تسلیم امامت اور مناقشہ
نہ کرنا دلیل اس کی صحت کی ہے علی الخصوص ایسی حالت میں ترک مناقشہ کرنا کہ حالت عدم سجدہ اور خوف کی
ہو اب ہم ائمہ کے حالات کو در باب رد تسلیم خلافت کی نظر تفصیلی سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ
کہ جناب امیر نے فرمایا خلفائے ثلاثہ میں ان کی خلافتوں کو تسلیم کیا اور یہ تسلیم و انقیاد و سبب سجدہ و بیچارگی و
خوف کے نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ یہ خلافتیں مطابق رضائے خداوند تعالیٰ شانہ واقع تھیں چنانچہ یہ امر
آپ کے ان بعض خطبوں میں جو منہج البلاغہ میں شریف رضی نے جمع کئے ہیں بصر احسن درج ہے وہ خطبہ
یہ ہے۔

ومن کلامہ لما عزموا علی بیعة عثمان
لقد علمتم انی احق بمقام غیرہی واللہ
او مسلمین ما سلطت امور المسلمین ولولیکن
فیہما جور الاعلیٰ خاصة القاسا وجر
ذلک وفضله و زهدا فیما ناسفتموه من
ذخرفہ و زبوحہ استغفر
نہ رجعت کی ہے اس میں بے رغبی کے سبب ہے۔

اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوئے احییت بالخلافتہ
کے جس کا مدار حسب مزعم امامیہ وجود نفس و عصمت و افضلیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور
تم خدا سے پاک کی لکھا کر فرمایا کہ میں جب تک مسلمانوں کے کام درست رہیں گے اور بجز میری ذات خاص
کے کسی پر جور و ظلم نہ ہوگا اس وقت تک خلافت کو تسلیم کروں گا اور اس میں چون و چرا نہ کروں گا تو اس

سے صاف جواب کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور ان کی حق تلفی ہوئی تو اس وقت مناقشہ کروں گا اب دیکھا جائیے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت و بلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے اخیر زمانہ خلافت تک اس میں مناقشہ اور منافقہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا انیس کی اور پہلی دونوں خلافتوں میں تو اٹھتیت کا بھی نام نہیں لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم رکھا اور یہ تسلیم کچھ جو اور بیچارگی اور تفریق کی وجہ سے نہ تھی کیونکہ اگر عجم اور بیچارگی کی وجہ سے ہوتی تو معاملات امور المسلمین و ملوکیں بالکل مہمل ہو جاتے بلکہ یہ سکوت و تسلیم حقیر حقیر خلافت کی وجہ سے تھا اور اس وجہ سے تھا کہ خدا اور رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل بحرانی نے اپنی شرح میں دوسری جگہ لکھا ہے۔ رائے کاں معبود علیہ ان لا ینسأ فی امر الخلافۃ۔ پھر اگر ان خلافتوں میں کسی پر جور ہوتا تو ضرور جناب امیر مناقشہ فرماتے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تک خلافت تسلیم ہے جب تک کسی پر جور نہ ہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناقشہ کی وجہ سے ثابت ہو کہ یہ خلافتیں منقطعہ تھیں بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو کچھ تو وہ روایات متفقین کمال ظلم و جور کے جو غلام کے باحقوں اہلبیت پر یا صحابہ مقبولین پر ہوئے بشادات جناب امیر کے کذب و زور و افتراء و بہتان ہیں چنانچہ مخبر شریف کبیر ابن مہتم سے ملخصاً احداث عثمان نقل کرتے ہیں۔

واما الاحداث المتشقة عنه فالمشہورة منها عشرة الاولی تولیة امور المسلمین من لیس اهل من الفساق مراعاة للقرابة دون حرمة الاسلام کالولید بن عقبہ و سعید بن العاص و عبد الله بن السرح۔ الثانية رده للحکم بن ابی العاص۔ الثالثة انه کان یوثر اهلہ بالاموال العظيمة الرابعة انه صحی السجی۔ الخامسة انه اعطى من بیت مال الصدقة المعاملة و غیرھا السادسة انه ضرب عبد الله بن مسعود السابعة انه جمع الناس علی قراءة زید بن ثابت و احرق المصاحف الثامنة اقامہ علی عمار بن یاسر

اور بعض متون اس سے ان میں مشور دس ہیں اولاً مالا یقون فاسقون کرب رعایت قربت کی بدرون حرم اسلام کے امور مسلمین پر متولی کرنا جیسا ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص اور عبد اللہ بن السرح دوسری حکم بن العاص کو لوٹنا مینا تیسری اپنے لوگوں کو اموال غنیمت کے ساتھ مخصوص کرتے تھے۔ چوتھی اس نے روکی پانچویں صدقہ کے بیت المال سے متاع وغیرہ کو دیا تھیں۔ عبد اللہ بن مسعود کو مارا تھیں لوگوں کو زید بن ثابت کی قرأت پر اکٹھا کر کے باقی مصاحف کو جلا دیا تھیں عمار بن یاسر کو پڑایا

بالضرب التاسعة اقامہ علی ابی ذر حنفی نقاہ الی الزندۃ العاشرة لعلیہ الحد الواجب علی عبید اللہ بن عمر فانه قتل العزم ان مسلماً تھوئی تھیں مہمل کر دیا

اب ان احداث کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ احداث ظلم اور جور ہیں بعض ان میں سے عموماً حقوق اہل اسلام پر جور و تعدی ہے اور بعض خاص کر کہ اہل صحابہ پر لیکن حضرت امیر کی ذات خاص کے متعلق ان میں سے کوئی نہیں ہے اگر فی الواقع انکا وقوع صحیح ہوتا تو ضرور تھا کہ حضرت مناقشہ فرماتے اور جب آپ نے تسلیم میں آخر تک چون و چرا انیس کی تو معلوم ہوا کہ یہ احداث محض ان جیسے حضرات کے محدثہ و مخترعہ ہیں جو ملعون و لاعن المرہ ہیں اور جن کے مذہب پر کتنی نے پیشاب کیا تھا اور فی الواقع ایسی کذبات کی پاداش ایسی ہی ہونی چاہیے اور شارح ابن مہتم نے اس جگہ کسی قدر انصاف کیا اور بعد بیان احداثات محمدیہ لکھا۔

وقد اجاب الناصرون لعثمان عن هذه الاحداث باجوبة مستحسنة وهي مذکورة فی المطبوعات۔ اور تحقیق ان بدعتوں کے عثمان کے حمایتیوں نے عمدہ عمدہ جواب دیئے ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

اب پھر تم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ ابن مہتم بحرانی دوسری خطبہ کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے۔ ومن کلام لہ لما ارید قبل البیعة بعد قتل عثمان دعوی و التمسوا غیرہ۔ لہ فرماتے ہیں۔

قوله وان ترکتمنی فانا کاحدکم و لعلی اسمکم و اطلو حکمکم و لیتقوا امرکم اتم کنت کاحدکم فی الطاعة لا یمیرکم بل لعلی اكون اطوعکم لہ ای بقوة علمہ بوجوب طاعة الامام۔ اور وہ ان ترکتمنی لہ اگر تم مجھ کو چھوڑو گے تو میں تم کا ایک جیسا ہوں اور شاید میں زیادہ سننے والا اور اطاعت کرنے والا ہوں جس کو تم پہنچاؤ کہ امر کا مسئول بناد یعنی میں تم میں کا ایک جیسا ہوں تمہارے امیر کی فرماں برداری میں یکساں ہوں میں کا تم سے زیادہ مطیع ہوں یعنی بسبب اس کے کہ آپ کو امام کی طاعت کے وجوب کا قوی علم ہو۔

نہ اس کے لئے کوئی قائل مٹھن ان لصوص صریح کو دیکھے کہ جناب امیر حسب تقریر و اعتراف ابن مہتم کس وضاحت کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ مجھ کو چھوڑ کر جس کو تم نام نہالو میں بھی تم میں کا ایک ہوں جیسی تم پر اس کی اطاعت واجب ہوگی ویسی ہی مجھ پر بھی واجب ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں بہ نسبت تمہاری زیادہ

میلح و فرائد ہوں کیونکہ جب امام واجب الطاعت ہے تو میں ادا تے واجب میں زیادہ ساعی ہوں گا اس لئے کہ اطاعت امام کے واجب کا علم آپ کو سب سے زیادہ تھا اب فرمائیے کہ اگر امامت منقطع ہی نہیں ہوتی تو وجوب اطاعت اور وہ بھی امام مضموم و معصوم مقرر فی الطاعت پر کیا اور امام مضموم کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کے کیا معنی۔ یہاں بھی فرمادیجئے گا کہ حضرت نے تعین کا بیان کیا ہے نہ مسئلہ شرعی سبحان اللہ نعم والصفات ہمارے فاضل مجیب پر بس ختم ہو چکا جناب امیر کے اس ارشاد نے ہر شرط لفظ عصمت و افضلیت کا بھی بیخ و بن سے استیصال کر دیا اور بصراحت ثابت کر دیا کہ اہل حل و عقد جس کو امام بنایں وہی امام ہے اور واجب الطاعت اور ظاہر ہے کہ حسب اصول امامیہ درمیان امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ جو امامت کو غیر مضموم و معصوم کے واسطے ثابت ہوگی کا نشانہ کان وہ امامت فاجرہ ہوگی کیونکہ امام مضموم کا حق اس میں غضب ہو سکتا ہے اور جناب امیر نے اپنے ارشاد میں امارت اور امیروں کو صرف دو قسموں میں محصور فرمایا ہے لایہ الناس من امیر بر او فاجر اور ہر ایک قسم کا حکم جدا ہے امارت بارہ راشدہ خلافت عادلہ ہوگی اور امارت فاجرہ امارت جائزہ ہوگی۔ اسی طرح امیر بار خلیفہ راشد و امام عادل ہوگا اور فاجر جائزہ ہوگا اس معاملہ میں بھی ہم فاضل بحرانی کو ہی حکم مقرر کرتے ہیں وہ اس خطبہ مآخذ فیہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وَمَا يُؤِيدُ ذَلِكَ أَنَّ أَكْثَرَ الْخُلُقِ مُتَّفِقُونَ عَلَى
ان امر ابی امیة کالوافجاء اعدا رجلین او
مخلوق اس پر متفق ہیں کہ امرا ابی امیر بجز دو تین شخصوں
ثلاثة لعثمان وعمر بن عبد العزیز کے مثل عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے فاجر تھے۔

اور جب یہ فاجر نہیں تو بارہ اور ان کی امامت امامت بارہ ہوتی جو امارت راشدہ کے مراد ہے پس عصمت وغیرہ شرائط بالکل باطل ہوتی اگرچہ اس معروض میں کئی قدر ہوں ہو گیا ہے مگر اس قدر اور گذارش ہے کہ امامت مطلقہ کے خواہ عادلہ ہو یا جائزہ آپ بھی اس کے اشد ضروری ہونے کے قائل ہیں کہ دنیاوی مثل عباد کے اس کے ساتھ منوط و مربوط ہیں بدون اس کے انتظام ممکن نہیں پھر اس کی حالت یہ ہے کہ اگر اس کی نزع و فسخ کا نام بھی لیا جاوے تو اس میں ایسی ایسی نوافر فساد کا مشتمل ہونا یقینی ہے کہ جس میں بحیثیت دین و دنیا کے ضرر نقصان ہے اور دین کی حیثیت سے بھی جب ہم نظر کرتے ہیں تو اس میں بہ نسبت ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہے تو خاص ان کی ذوات کے واسطے ہے اور جب مراد برجمتین و علو حیا و مروتین و جرائے شعائرہ میں مشغول ہیں تو ان کے فتن و فحش و فساد میں ضرر کہ اندیشہ نہیں چنانچہ خود فاضل بحرانی اپنی شرح میں اس کی بھی شہادت دیتے ہیں۔

وَمَا يُؤِيدُ ذَلِكَ أَنَّ أَكْثَرَ الْخُلُقِ مُتَّفِقُونَ عَلَى
ان امر ابی امیة کالوافجاء اعدا
رجلین او ثلاثة لعثمان وعمر بن عبد العزیز
وکان الخدیج یجمع یسوع والبلاد وفتح فی ایاامہم
والشعور الاسلامیة محروسة والسبل
امنة والقوی ماخوذ بالضعیف ولو
یضر جودہم شتی فی قلت الامور۔

پس جب فجار کی امامت میں یہ امر مثل سد ثغور و بناء قناطر وجور و تحجیر حیوش و فتح بلدان و قلاع و جمع فی دامن طرق و فضل خصومات علی الخی ہوتے ہیں تو ان کے فحش و اسلام میں کوئی ضرر نہ دیکھتا ہے نہ پہنچا تو ان کی امامت کو وہ فاجر ہی سہی باعتبار دنیا کے توحب اعتراض فاضل مجیب لابیہت یہاں تک باختیار دین کے بھی اس کے منافع اس کے مضار سے بہت زیادہ ہیں تو ایسی ضرورت کی حالت میں جب کہ وہ لابیہ ہو اور اس سے گزیر نہ ہو بروئے عقل ہرگز جائز نہیں کہ اس کو غیر منقطع کیا جاوے اور اس کے ساتھ جہاد کو ناجائز اور اس کے فتنہ کو حرام اور اس کی اطاعت کو جو امور موافق شرع میں ہو معصیت اور ناجائز قرار دیا جاوے سبحانک خدایت بن عظیم تو جب بروئے عقل اس کا واجب ہونا ثابت ہوا تو جب فائدہ امامیہ اگر شرع سے اس کی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو لازم آوے کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ نے قبیح کا حکم کیا اور ترک اصلح و لطف فرمایا کیونکہ اس وقت اصلح و لطف یہ ہی تھا کہ اس کے جواز و رخصت و الفتاد کا ضرر و فساد حکم دیا جائے تعالیٰ شاعرین ذلک علو کبر اہل اس تمام گفتگو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطبہ میں حکم تعین مابی نہیں فرمایا بلکہ حکم شرعی بھی بیان فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت امامت کے لئے شرط نہیں معصیت اور ان ہی الفاظ میں کامل کرتے ہیں اور قطع نظر دوسری قرائن و عبارات سے جو اوپر بیان کر آئے ہیں دیکھتے ہیں تو بدلائے سمجھ میں آتا ہے کہ عصمت امامت کے لئے شرط نہیں کیونکہ جناب امیر نے مختصر فرمایا کہ یا امام نیک ہو یا امام فاجر ہو گا سنا فاجر کی امامت ناجائز اور غیر منقطع ہے لیکن امامت برویک کی تو ضرور جائزہ راشدہ ہے کیونکہ علوان و ولوں سے جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ نیک کے واسطے یہ ہی کچھ لازم نہیں ہے کہ وہ معصوم ہی ہو تو مطلق ہر کی امامت جائزہ و منقطعہ ہوتی جو معصوم و غیر معصوم کو شہادت ہے تو اگر بعض فاجر کی امامت صحیح نہ ہو تاہم جو راستہ اس عبادت سے عبارت ہے اور اس عبارت سے بعد عصمت کا شمس فی نصف النهار والظہار

علی ذلک اس بحث کی تفصیل میں ہم کو اور بھی گنجائش ہے اور مضامین ذہنی میں ہیں لیکن خوف تعطیل اجازت نہیں دیتی اگر موقع ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع پر عرض کریں گے یا رہا باقی وصحبت باقی۔

قولہ: جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کی مثال یہ ہے کہ لابلہ للناس من قوت اور قوت عام ہے حلال اور حرام سے اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت لابلہ ہی ہے اگرچہ وجہ حلال سے حاصل کرے شرع کی پابندی کی ہو اور اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اسی طرح امام شرعی کی عصمت و غیر مشرطنہ جو بدلائل شرعیہ و عقلیہ ثابت ہیں اگر ایسے امام کی اطاعت کریں اور اس کو امام مابین تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ کسی کو ضرور حاکم و امیر کریں گے جیسا کہ خوارج مسلم نے باوجود انکار زبانی آخر کو حاکم کیا۔

امامت فاجرہ حسب اعتراف مجیب بمنزلہ قوت کی ضروری ہے

اقول: اس موقع پر ہمارے فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو متقیں علیہ قرار دیا یہ بعینہ ہماری مدعا کی موید ہے اور فاضل مجیب اس کی نقل میں مصداق مثل مشہور کا بابت بحث عن حقیقتہ بظنہ کے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امام مطلق کا لابلہ ہی ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ لوگوں کے واسطے امام لابلہ ہے نیک ہو اگر نیک میسر نہ ہو سکے تو فاجر ہی ضرور ہے کیونکہ احد ماسے گزیر اور جب اس کا لابلہ ہونا ثابت ہوا لاچار ہی اور ضرورت کے وقت میں اس کا انعقاد بطور شخصیت بلکہ حسب روایات امامیہ اس کی صحت اور اس کا جو از انعقاد بطور وجوب و عزیمت کے ہو گا کیونکہ متقیں علیہ اس کا قوت ہے کہ لابلہ للناس من قوت من عدل کان او حرام ہیں اگر انسان کو قوت حلال سے میسر نہ ہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو بشادت بعض صریح قرآنی جو چند جگہ کلام مجیب میں ارشاد ہے متبادل حرام اس کے لئے مخصص ہو گا چنانچہ ارشاد ہے۔

فمن اضطر غیر باغ ولا عاص فلا یجرہم عن مضر جو نہ بے گنہی کرتا ہے نہ زیادتی تو اس پر گناہ نہیں۔

فمن اضطر من مخصصة غیر متجانف لا یجرہ فان الله غفور رحیم۔

مگر حسب تفصیل روایات شیخیہ ایسی حالت میں اس پر فرض ہے کہ حرام کو قوت بناوے اور اگر

اس نے حرام سمجھ کر ترک کیا اور مریگا تو کافر مگر کونکہ حق تعالیٰ نے جس چیز کو اس کے حق میں حلال فرمایا تھا اس کو اس نے حرام سمجھا تفسیر صافی میں تحت تفسیر قولہ تعالیٰ فمن اضطر جو روایت لکھی ہے اسی پر لکھا کرتا ہوں فی الفقہ عن الصادق فمن اضطر الى الميتة والدم ولحم الخنزیر فلو یاکل شیئا من ذلك حتی یموت فلو کافر۔ وہ کافر ہے۔

اب ہم اسی حکم کو جو متقیں علیہ میں موجود ہے متقیں یعنی امامت میں جاری کرتے ہیں تو یہ حاصل ہوتا ہے۔

و کذلک من اضطر الى الاشارة الفاجرة اسی طرح جو امامت فاجرہ کی صورت منظر ہو فلو یقبلها ولو ینتد لها حتی مات اور اس کو قبول نہ کرے اور بیعت نہ کرے یہاں تک فہو کافر۔ کافر جو دے وہ کافر ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص امامت فاجرہ کی حرمت مضطر ہو اور اس کو حرام سمجھ کر اس کا بیعت و عقائد ہو اور نہ مانے یہاں تک کفر جاوے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے اس کے لئے حلال فرمادیا اس کو اس نے حرام سمجھا اور متبادل حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت و اضطرار کے وقت میں شریعت متبادل قوت حرام کے نصت و اجازت دیتی ہے بلکہ فرض فرماتی ہے اور اس کے تارک و منکر کو کافر کہتی ہے تو اس نے جب ایسی حالت میں قوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے استخار و تلاش میں رہا اور اس کو ترک کیا تو سرور مخالفت شریعت کی اور کافر مریگا اور غایب ہے کہ حکم امامت بہ نسبت اکل کے اگر دے دے تو امامت کے اضطرار کی صورت میں اس کا انکار باطنی منہر کچھ ہو گا پھر ہمارے مجیب کا یہ ارشاد کہ اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے مابین فیہ میں نہ اسر خط ہے ختم اس کا یہ ہے کہ آپ کو باطنی امر اعلیٰ ہر دانی اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ہے۔ انھارہ کہ جو مثال آپ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کی تھی وہ بھی اس کے مذکورہ او خود جناب پر متعلق ہو گئی و انھارہ کہ انھارہ فاجرہ و باطنی۔

قال الفاضل المجیب۔ فوراً شک ہو تو بیعت ابدانہ نکال کر دیکھ دیجئے۔ اختلاف سے فرمایا کہ آپ کا دعویٰ چاہے یہ میرے مومنین کا ارشاد ہے۔

شیعہ غریب تو منہج البلاغۃ بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے

اقول: بے شک یہ منہج البلاغۃ میں ہے اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد سر اسر شاد عین صدق و معنی حق ہے مگر آپ اس کا مطلب نہیں سمجھتے اور گستاخی معاف کلمہ برادبالباطل کا مضمون اس جگہ صادق ہے۔

لیقول العبد الفقیر الی مولاه العنی: جب یہ ارشاد جناب امیر جو منہج البلاغۃ میں منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور ہم نے بدلائل و مضامین ثابت کر دیا کہ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ہم سمجھتے اور جو کچھ آپ نے سمجھا تھا وہ غلط اور آپ کے اصول کے برخلاف تھا تو انصاف سے فرمائیے کہ کلمۃ حق ازید بہا الباطل کس پر صادق آیا اور اس کا مصداق کون ہوا چنانچہ اگر اس گدارش کو برائے عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو بھی اس کی بخوبی تصدیق ہو جائے گی۔

قولہ: اور چونکہ ہمارا دعویٰ جناب امیر و رسول خدا و دیگر ائمہ علیہم السلام کے اقوال سے متشعب ہے بے شک سچا ہے۔

اقول: بے شک آپ کا دعویٰ آپ کے زعم میں اقوال جناب امیر و رسول خدا و ائمہ جملے سے متشعب اور سچا ہوگا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کا اقتباس صحیح ہو بلکہ فی الحقیقت آپ کا اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اسی طرح ہر ایک فرقہ کے دعویٰ اقتباس کو مطابق واقع سمجھا جاوے تو خواجہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا کے مشادات سے متشعب ہے بلکہ یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تمام اہل مل یہ کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا کے کلام سے متشعب ہے پھر معلوم نہیں کہ جناب کو ان کے تسلیم کرنے میں کیوں انکار ہے پس جو جناب اپنے انکار کی وہاں دلیل قائم کریں وہی دلیل بیان بھی سمجھ لیں اس جناب میر صاحب آپ نے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہم پر اعتراض فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے خطبہ میں جو تفسیر آں کے مسودہ و سلام میں اصحاب پر کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ حدیث مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار مذہب اہل سنت کے تفسیر اصحاب کی آں پر ہونی چاہیئے اور دوسرے اس کی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تقدم فی الزمر مستند و تقدم فی ترتیب کو ہے پس اس جگہ جو آپ نے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے من حیث الترتیب افضل ہیں جیسا کہ تقدم حسب زمر سامی مقتضی ہے اگرچہ آپ کی بہت سی روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جناب امیر جیسا کہ ہمارے حلیہ سے حسب سنت شیعہ افضل میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں لیکن چونکہ زبانی طور پر خاص حضرت کی نسبت اس کا انکار کیا ہے اور عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اس لئے دریافت کر لیا گیا۔

قولہ: اور عاذاک ہمارا دعویٰ اور اس ارشاد میں کسی قسم کی مخالفت ہو بہر ذہن بجائے خود درست ہیں

امارت کے سلسلہ میں سیدنا علی کے قول کا صحیح مطلب

اقول: یہ صحت جناب کا زعم ہے ورنہ واقع میں جناب امیر کے ارشاد اور آپ کے دعوے میں سر اسر تناقض و تخالف ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد ضرورۃً مطلق امارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپ کا دعویٰ اس کی عدم صحت کو مقتضی۔ پس عاذاک ہمارا کہ آپ کے دعویٰ اور جناب امیر کے ارشاد میں باہم توافق ہو نصیحتیں کا اجتماع بالفاق و حدیث ثانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد میں تو کچھ تردد و متنبس ہے ہاں آپ کا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا پس ہر دو بجائے خود درست کسی طرح نہیں ہو سکتے۔

قولہ: آپ عقل سے علم سے انصاف سے کام لیں۔

اقول: بحول اللہ و فضلہ ہم نے تو اپنی عقل و علم و انصاف خدا داد سے کام لیا تھا مگر افسوس کہ آپ نے اس پر عمل نہ فرمایا اور گستاخی معاف آیت اتامس و الناس بالبر و تنسون انفسکم مضمون اس جگہ صادق آیا اور ہم اب بھی بشکر گذاری اس پر عامل ہیں اور جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اپنے علم و عقل و انصاف سے کام لے کر عرض کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جناب کو سبھی توفیق عطا فرماوے آمین اللہم آمین ربنا افی سینا و بین قومنا باغی و انت فیہ الفالحین۔

تعالیٰ الفاضل الخجیب قولہ: اس کے بعد فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اگر اس حکم کے موافق ہے تو مرہبنا باغی و انت فیہ الفالحین ہے تو کس کو حق کہے گا اور کس کو باطل کیونکہ اباب: دین مسدود ہے۔ اقول: کلام بلاغت نے جناب امیر علیہ السلام کے معنی اور اصحاب و اعراس ہونی آپ کا شجرہ رفع کیا گیا اور اپنے دعوے شریعت اللہ کو آپ کے ہی علم و استدلال سے ثابت کر دیا۔

لیقول العبد الفقیر الی مولاه العنی: جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اس سے اسلی حاضر جو کچھ آپ نے بھیجے ہے وہ جناب کے مضمون پر ہی مضمون ہے صحت اور اقلیت سے اس کو کچھ اس بھی نہیں اور اس کلام سے معنی نہ کہ وہ اصل غامض بقول توجیہ القول ہمارا بر صنیہ ہوتا ہے اور شریعت

نکلتے کا بطلان تو ایسا جلی و بدیہی ہے کہ کسی حائل پر معنی نہیں رہ سکتا علی الخصوص جناب نے جس قدر ثبوت لکھا وہ تو سنائیت ہی پرچ تھا بندہ نے جو کچھ اس پر گذارش کیا ہے اگر اس کو بغیر انصاف ملاحظہ فرمائیں گے اور انصاف ملحوظ رکھیں گے تو خود ہی بول اٹھیں گے اور اگر بعد ملاحظہ معروض بندہ پھر بھی دل میں شبہات خظور کریں تو ہم بھی پھر تکریراً و تخریراً حاضر ہیں واللہ ہوا الموفق۔

قولہ: آپ چاہتے ہیں کہ جو امر ہم نے سوال میں دریافت کیا ہے وہ ہم سے ہی پڑھیں اور اس سے غرض آپ کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسی طرح بحث میں طوالت ہو۔ اور آپ اعتراض و شبہات کرتے رہیں اور اصل سوال کی جواب دی سے بچ جائیں۔

اقول: جب ہم نے جناب امیر کے ارشادات مسلمہ سامی سے آپ کی شہادت اور مسئلہ امامت کا ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہم سے کرتے تھے آپ پر ہی منقلب ہو اور آپ کو ہی اس کا جواب دینا لازم ہوا پھر اگر ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیوں گھبراتے ہیں اور اگر آپ اعتراضات و شبہات سے ڈرتے ہیں اور حواالت پسند نہیں فرماتے تو قطعہ مختصر کیجئے اور زبانی بالمشافہ گفتگو کر لیجئے علیہ فیصد وجوب نے کہا اور جب ہم نے آپ کی شرائط کا بطلان مثل آفتاب غیر دوز روشن کر دیا اور مسئلہ امامت مسلمہ ہی باطل ہو گیا تو ہم کو آپ کے سوال کی جواب دہی کی کیا ضرورت رہی اور جواب دہی سے بچنے کی کیا حاجت اگرچہ ہم کو ملنا سب یہ تھا کہ ہم آپ کے سوال کا جواب اس وقت لکھتے کہ جب آپ اپنے مسلمہ مسئلہ امامت کو اور اس کی شرائط و ثبوت کو بدلتے ہیں تو ثابت فرماتے حالانکہ اس وقت تک جس قدر دلائل ثبوت نے خود شہادت پر فرماتے ہیں وہ دلائل ان شرائط کو آپ کے اصول پر بھی ثابت نہیں کرتے اور خصوصاً اصول پر تو اس کا ثبوت از قبیل محال ہے لیکن ہر اثباتی حوالہ سے ہم فرمائش یہاں خاطر سامی خلیفہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت عقل و نقل و دلالت سے نعمت میں ابھی براہین پیش کریں گے تاکہ آپ کو بھی حسرت اعتراضات باقی نہ رہ جائے فالتمس و اواز نکلو من المستعجلین۔

قولہ: اگرچہ ہم اس سوال کا جواب بھی مفصل و مدلل دے سکتے ہیں اور جب موقع آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ کچھ انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جائیں گے کہ ہمارا یہ دعویٰ نہایت ہی نہیں ہے یہ جواب جو لکھا گیا ہے تو مذہب ہم اس وقت خلیفہ مذکورہ ہمارے اس کا جواب علی کرنا مصلحت میں نہیں جانتے۔

غرض: جس قدر جناب نے تکریر فرمایا ہے وہ بہ شہرہ فرماتے ہیں سے بخوبی آپ کی صاف دہنی

اور پارہ علم معلوم ہو سکتے ہیں یہ ہی وجہ ہوتی کہ جب اس مسجد میں ان کے آپ کے علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپ کے جواب کے لئے کبریاہت قلم اٹھایا اور تمام دلائل کو فجعنا احادیث کا لکھ کر لکھ کر

بالامس کا مصداق کر دیا بلکہ نہ اس تحریر کو قابل جواب اور نہ جناب سامی کو اس حیثیت سے لائق خطاب سمجھا جاسکتا ہے یہ ہی وجہ تھی کہ آپ کی تحریر کا دوسرے حضرات نے جواب تحریر نہ فرمایا جس سے دماغ سامی میں یہ سمایا کہ سچو من و دیگر ہی نیست اگر وہ حضرات پہلو تھی نہ فرماتے تو جناب کو یہ پہلو کبھی نہ ہوتا پس میں نے جہاں تک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی ضروریات دین اور اصول مذہب کو بھی نہ ثابت نہیں کر سکتے تو آپ کا یہ دعویٰ محض زبانی اور تقلیدی ہے جس قدر مواقع آئے کہ میں آپ نے بہت کچھ زور لگایا جب ان میں ہی آپ سے کچھ نہ ہو سکا تو اور کون سا موقع ہے کہ جس میں آپ کچھ کر کے دکھادیں گے آپ کسی مصلحت سے اور کسی خیال سے جواب میں نقل کیجئے اور جان بچائیے لیکن جب کبھی آپ کچھ فرمائیں گے انشاء اللہ ایسے شہادہات و بھانٹ میں کھینچے جائیں گے کہ راہ فرار تنگ ہوگی الا ان حزب اللہ هم المفلحون وان جندنا للهو الغالبون۔

بحث اثبات خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم

قولہ: آپ کے ارشاد کی سونے تعمیل کر دی اب آپ براہ مہربانی ہمارے بھی عرض قبول فرمادیں
اقول: آپ نے تو کیا ہماری گمراہی رشت قبول فرمائی اور کیا قبول فرماتے تھے لیکن ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل تحقیق و الزام و عقلیہ و نقلیہ ثابت کرتے ہیں اور اختیاری دیر کے لئے انصاف دوست ہو کر سنیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ چاہتے دشمن انصاف ہو کر ہم پر شک اور پرچاک افشانی کریں جب ہم آپ کے بتوں سے آپ کے ذخیرہ علم و فہم کا کوئی نہاد کر لیا ہے تو ہماری لغز میں آپ کے اعتراضات ظہین ذباب سے زیادہ وقت نہیں رکھتے فاشم ذیلک واجلب علیا وجہک وخیات آپ بے شک دل کھول کر اعتراضات قدیم و جدید و طریقت تلبہ جس قدر ہو سکتے ہیں فرمائیں واضح ہو کہ اس رسالہ میں جس قدر دلائل کہ موقع مختصر میں لکھ آئے ہیں ان میں بہت دلائل ایسے ہیں جو خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل قطعیہ و بھانٹ ثابت کرتے ہیں چنانچہ بعض جگہ سے اس طرف اشارہ بھی کر دیا ہے لیکن چونکہ ہمارے فاضل عجیب فرمائش یہ معلوم ہوتی ہے کہ محبت ثبات خلافت بدلائل مستحق حور پر ہو اس سے کہ حسب ارشاد سامی اس بحث کے متعلق طور پر لکھنے کے لئے امداد ہوتے ہیں۔

جناب امیر و خلفاء رضی اللہ عنہم کے باہم اتحاد و محبت کا ثبوت

پس سینے کرم اول معاملات فیما بین جناب امیر و خلفاء ثلاثہ کو دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں تو اول مرحلہ آپ کی باہمی محبت و عداوت کا ہے اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم یک جان و دل و شیر و شکر تھے نہایت محبت و الفت فی اللہ اور تواضع تعظیم رکھتے تھے اور ہمیشہ فضائل و محامد بیان فرماتے تھے ہر ایک دوسرے کا خیر خواہ ولی تھا۔ اور اگر بمقتضائے بشریت کبھی کسی معاملہ میں دوستانہ شکر رنجی ہو جاتی تھی تو وہ زائل ہو جاتی تھی اور اس کو قلوب میں ہرگز قرار نہ ہوتا تھا اور کبھی اختلاف محض بوجہ جوش و خفایت اختلاف اجتہاد سے ناشی ہوتا تھا جو ان کے مراتب عالیہ کو کم نہ کرتا تھا حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ ان کو کمال عداوت تھی بلکہ تمام اہلسنت نبوت کے ساتھ یہی حال تھا آپ کا حق مخصوص خلافت غضب کیا اور کوئی دقیقہ تکلیف رسانی اور تفصیل کا اٹھائیں رکھایاں تک کہ قتل کا بھی قصد کیا تو لا محالہ جناب کو بھی ان سے ویسے ہی بغض و عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخذول بے یار و انصار تھے اس لئے ہمیشہ تفریق کے پردہ میں ان کے ساتھ خلا و ملار رکھتے تھے تفریق کے طور پر کبھی کبھی ان کی تفریغیں بھی فرماتے تھے اور خلفاء ثلاثہ بھی زمانہ سازی کے طور پر ان کو اپنے شامل رکھتے تھے اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ہم کتاب اللہ کو دیکھتے ہیں اور روایات و واقعات میں تامل کرتے ہیں تو دعویٰ اہل سنت کا حق اور دعویٰ اشیو کا باطل پاتے ہیں۔ اما آیات پس اول خداوند علام الغیوب صحابہ کو خیر امت ارشاد فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے مخاطب وہی معدودے چند نہیں ہیں جن کو حضرات شیخو کوام سمجھتے ہیں بلکہ خطاب تمام صحابہ موجودین وقت نزول آیت کو عام ہے پس اگر یہ امور ناشائستہ ان سے فرضاً صادر ہوں جن کے صدور کا حضرات شیخو دعویٰ فرماتے ہیں تو صحابہ خیر امت نہ ہوں بلکہ شرا امت ہوں کہ باوجود حد و معجزہ دیکھنے کے اور سالہا سال فیض صحبت نبوی اٹھانے کے وہ مرتکب ایسے اعمال شیخو کے ہوتے بتائیا موقوف مدح و ستائش میں ارشاد فرمایا ہے۔

هو الذی یدک بنسره و بالحو مین
و الع بین قلوبہم لو افقت ما فی الارض
جیعاً ما العت بین قلوبہم و لکن اللہ
عرف بہم
اسی نے کچھ روز دیہی مدد کا اور مومنوں کا اور
ان کے دلوں میں الفت و دل دی گئی کہ خیر امت کو چھپائی
دیا یہ ہے سب کا سب رحمت دے سگان کے دلوں
میں لیکن اللہ نے اہلسنت کو ان میں

اگرچہ بحیثیت نزول یہ آیت مخصوص بانصار ہو لیکن حسب قاعدہ۔

العین العومہ للفظ لا لخصوص السبب
لفظ کے عموم کا ہی اعتبار ہے نہ سبب کے خاص ہونے کا۔
تمام صحابہ کو عام ہے اور کمال مرح و افتخار کو بھی زیادہ مناسب اور چسپاں یہ ہی ہے علاوہ انہیں عقل سلیم کب تسلیم کرتی ہے کہ خداوند تعالیٰ انصار کے تو کینہ و برہنہ کو رسول کی اعانت کے واسطے نکال لے اور قریش میں جو باہم اس قدر محارب تھے وحی کے مخذول کرنے کے واسطے بغض و عداوت کی آگ بھڑکانے بجا تک بنا ہشتان عظیم تو جب خدا تعالیٰ نے باہم ان کے دلوں میں الفت ڈال دی تو اب یہ کینا کڑا رات اور ضغائن جاہلیہ کے ان کے دلوں میں کامں تھے جو وقت غضب خلافت بررونے کا آئی سر اسر خداوند تعالیٰ کو بھٹکانا ہے اور اس پر علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے شرح منہج البدلغۃ میں بیعت متقیفہ کے بارہ میں جو یہ لکھا ہے۔

فقام لبش بن سعد الخزرجی وکان یحسد
سعد بن عبادۃ ان یصل الیہ هذا الامر
بشر بن سعد اٹھا اور وہ سعد بن عبادہ کا حسد کیا کرتا تھا کہ
مبادا کہیں اس کی طرف امارت پہنچ جائے۔
البتہ قابل ملاحظہ اہل دین و دیانت ہے ناشائستہ تعالیٰ شانہ سورہ ہجرات میں فرماتا ہے۔
اذ جعل الذین کفروا قلوبہم
الحیۃ حیتہ الجاہلیۃ فانزل اللہ سکیۃ
جب رکھی سکوں نے اپنے دلوں میں پیچ نادانی کی صنہ پھر
اتارا اللہ نے اپنی طرف چسپاں اپنے رسول پر اور
مسلمانوں پر اور نگاہ رکھا ادب کی بات پر اور دی
تھے اس کے لائق اور عجب ہے اللہ ہر چیز
اللہ بک شئی علیم۔
سے خبر دار۔

اس آیت شریفہ میں خداوند تعالیٰ نے مدح صحابہ اس طرح فرمائی کہ جب کفار نے حیثیت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے رسول پر اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور کفر و تقویٰ ان کو لازم کر دیا اور وہ اس کے ساتھ حق اور اس کے اہل تھے اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسے اوصاف کے ساتھ مدح و تحسین فرماتے تھے تو ان میں حمیتہ جاہلیہ نہ موجود ہو۔ غایت کوشش حضرات شیخو کی ان نصوص میں یہ ہے کہ یہ کہیں کہ عموماً ان نصوص کے مخصوص باہم ہیں یا اور بعض مقبولین صحابہ لیکن چونکہ ایسے احتمالات جو ناشی عن غیر دلیل بہ ایک نص میں پیدا ہو سکتی ہیں اور خوارج بھی بالمقابلہ یہی احتمال پیدا کر سکتے ہیں اور خود نصوص کے عموماً ان کو رد کرتے ہیں لہذا ہم کو ان کے ابطال کی طرف توجہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہمارا روایت پس اول شیخ ابن بابوی قلی قلب بصرف حصال میں روایت کرتے ہیں

ہونے دیتے اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اس کی نقل خالی از فائدہ منیٰ ہے اس لئے ہم اصل روایت حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

اس حدیث کو دیکھئے اور آخر حلقہ کو ملاحظہ فرمائیے اس سے کس قدر محبت شیعین کے ساتھ مترشح ہوتی ہے اور کسی الفت پہنکتی ہے جناب امیر کو یہ گوارا نہ ہو کہ ان کی مبنیائی جاتی رہے اگر باجم عداوت ہوتی اور شیعیین سے حق خلافت غضب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی موقع عداوت نکالنے کا اور اپنے حق کے لینے کا نہیں تھا شیعیین کو حضرت کی تجسیم و غسل میں ان کی خواہش کے موافق شریک کر لینے اور جب وہ نامینا ہو جاتے تو اس وقت اپنا حق بسبوت حاصل کر لیتے نہ لشکر کشی کی نوبت آتی نہ جدال و قتل کا ہنگامہ ہوتا بلکہ کسی حید و تدبیر کی بھی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اول بیعت کے لئے اٹھ رہے تھے اب بھی وہی بیعت کر لیتے اور وہ بارہ آدمی جنھوں نے فرمایا تھا کہ ابو بکر کو منبر سے اتار دینا چاہیے اور غفلت سوائے جناب امیر کے اور کسی کا حق نہیں چنانچہ متابق روایت صدوق کے سب برہنہ جاکر اہم خلافت میں ابوبکر سے جھگڑے اور برابر کا اس وقت سب موجود تھے جب مزاحمت میدان صاف دیکھتے پھر کسی کو سوائے جناب امیر کے کیوں مقدم

زمین بن دہب سے روایت ہے ۔ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ابو بکر پر مسند خلافت پر بیٹھے اور علی بن ابی طالب پر سبقت کرنے کے باب میں انکار کیا تھا بارہ آدمی مہاجرین و انصار سے تھے (صحابہ سرین میں سے خالد بن سعید بن العاص، مقداد بن اسود، ابی بن کعب، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، عبد اللہ بن مسعود بریدہ سلمی تھے اور انصار میں سے خزیمہ بن ثابت، ذوالشہدین، سہل بن صہیف ابو ابوب النصار، ابو البہرہ بن میان وغیرہ تھے جب ابو بکر منبر پر چڑھے انھوں نے باجم اس کے کنارے میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا کہ جو یہ کہی تو اس کو حضرت کے منبر سے تارویں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر وہ ایسا کرے تو ہم ان کی اسی جانوں پر امانت کر دے گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی ہتھوں کو طہا کی میں راؤ، مگر لیکن میری معنی بن ابی طالب سے مشورہ کریں اور اس کا ہم درخاست کریں علی کے پاس آئے اور کہنے لگے اے امیر المؤمنین تو نے اپنے نفس کو ضائع کر دیا اور تو نے اپنے اس حق کو جس کا تو زیادہ مستحق تھا چھوڑ دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس جا کر اس کو درس دے۔ یہی اسلئے کہنے سے تیار ہو گئے کہ جو

حقك وانت اولي باله من منه فكرهنا ان
 ننزله دون مشاورتك فقال ليهو على
 عليه السلام لو فعلتم ذلك ما كنتم الا
 عربا ليهو ولا كنتمو لالحل في العين
 والحل في العين والحل في العيون
 اتفقت عليه الامة التاركة لقول نبينا
 والكاذبة على ربها عز وجل ولقد
 شاورت في ذلك اهل بيتي نابوا الاله
 السكوت لما يعلمون من وعز صدور
 القوم بغضهم لله عز وجل ولا هل بيت
 بنيه عليهم السلام يغلبون بشارات
 الجاهلية والله لو فعلتم ذلك لشهدوا
 سيلوفهم مستعدين للحرب والقتال كما
 فعلوا اذ بك حتى قتلوه في غلبوني على
 نفسي ولبنوني وقالوا لي يا علي انك تعلم
 اجذ حيلة الان دفع القوم عن نفسي
 وذلك اني قلت قول رسول الله صلى الله
 عليه وآله يا علي ان القوم لقتلوا امرئك
 واستبدوا بهادوناك وغضبوني فيك
 فعليك يا نصير حتى ينزل الله الامم ارم
 انهم سيفندرون بك ومحالة فذا سمعوا
 اهلهم سبيل الاله اذ لك وسعت دمك فان
 ربه مستعذر باني لعدي كذاك اخبرني
 جبريل عليه السلام انك تبارك وتعالى ولكن
 انك لا تبارك وتعالى مستعذر باني لعدي

تيراجح ہے اور تو اس کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس
 کے اور ہم نے ناپسند کیا تھا کہ اس کو بدو تیرے مشورے کے
 آثار میں علی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو تم ان کے
 لئے بجز لڑائی کے اور کچھ نہ ہو گے اور تم ایسے بھی نہ ہو گے
 جیسا آئندہ میں سرور اور کھانے میں تمک اور تحقیق امت
 اپنے نبی کے قول کو چھوڑنے والی اور اپنے پروردگار پر عبث
 ہونے والی اس پر شفق ہو گئی اور اس باب میں میں نے
 اپنی اہل بیت سے مشورہ کیا تو بجز سکوت کے کچھ نہ پایا
 کیونکہ قوم کے دلوں کے کیڑوں اور اللہ تعالیٰ اور
 اہل بیت نبی کے ساتھ دشمنی کو جانتے تھے کہ جاہلیت
 کی عداوتیں لکھیں گے مگر تم ایسا کر دو گے
 تو وہ لڑائی کے واسطے مستعد ہو کر تلواریں کھینچ لیں
 گے چنانچہ انھوں نے ایسا کیا یہاں تک
 کہ مجھ کو مقتور و مغلوب کیا میرے نفس پر اور مجھ
 کو زہر کیا اور کیا کہ بیت کرے در نہ ہو مجھ کو، روایں گے
 پس میں نے بجز اس کے کوئی حیلہ نہ پایا کہ تو کہ اپنے نفس
 سے دفع کروں اور یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے من قول میں ٹھہرایا کہ اے علی تو نہ دیا اور
 ہوں تیرے سے پرستار ہوئی اور تیرے باب میں تیری
 نافرمانی تو مجھ کو صبر کرنا ہے یہاں تک کہ اللہ اپنا
 امر نازل کرے نیز یہ کہ میرے بعد ضرورتاً یہ سب
 بعد از من ہوں گے تو ان کے لئے کھڑی رہے اور
 خون بہانے کی وجہ سے چونکہ امت پر یہ جہاد ایک
 و مجھ کو جو میری سے پروردگار تعالیٰ سے حق صبر
 تیرے سے نہیں میں شخص کے پاس جو اور جو کچھ

علیہ السلام لا فی التنبہ فی امرہ لیکن
 ذلک اعظم الحجۃ علیہ وایضاً فی عقوبتہ
 اذا اتی ربه وقد عصی بنیہ وخالف امره قال
 فانظروا حتی حنوا بمنزل رسول الله صلی
 الله علیه وآله یوما الجمعة فقال المهاجرون
 والانصار ان الله عز وجل بدأ بکم فی القرن
 فقال لقد تآب الله علی بنی و المهاجرین
 والانصار فبکم بدأ ذلکان اول من بدأ
 وقام خالد بن سعید بن العاص باد لہ بنی
 امیة فقال یا ابابکر اتق الله فتد علمت ما
 لقد مد لعلی بن ابی طالب من رسول الله صلی الله
 علیه وآله لہ تعلم ان رسول الله صلی الله علیه
 وآله قال لا ونحن محتسبون فی یوم
 بنی قرینة وقد قبل علی ارجل منافذ فی قد
 فقال یا معشر المهاجرین والانصار اوصیکم
 بوصیة فاحفظوها انی عدا ویکم امر فی قلی
 ان ان علیا امیرکم من بعدی وخیلی فیکم
 اوصانی بذلك ربی وانکم ان لم تحفظوا وصی
 فیہ وما زلوا ودمعوا واخلعتم فی حکمکم
 و اضطرب علیکم امر دینکم وعلی علیکم امر
 شرکم الا ان اهل بیتی هو الخواص من
 بعدی وانکم من با مرأیتی فبکم
 حفظہ منهم وصیتی فاحفظوها فی امری
 واجعل لہم من امر نفقتی فیسبب ایدہ
 نوراً وخیراً لہم وہ من ساء خلقی فی حل

اپنے نبی علیہ السلام سے سنا ہوا اس کو بتاؤ۔ یعنی طور پر
 اس کے امر میں تاکہ یہ اس پر جب کہ وہ اپنے رب کی نافرمانی
 اور اس کی مخالفت کر کے اس کے پاس آئے گا بڑی حجت
 اور ایضاً فی العقوبت ہو گا پس وہ پہلے یہاں تک کہ حضرت
 کے گھر کو جمع کر کے دن گھیر لیا انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
 نے قرآن میں پہلے تم کو ذکر کیا ہے اور فرمایا القدر تاب
 اللہ علی بنی و المهاجرین والانصار تو تمسارا
 ہی پہلے ذکر کیا ہے پس جس نے اول ابتداء کی اور بنی
 امیہ پر نازل کر کے اٹھا خالد بن سعید بن العاص تھا کہ اسے
 ابوبکر خدا سے ڈر کر بتا رہا ہے جو کچھ علی بن ابی طالب
 کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذر چکا
 ہے کیا تو نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 جب کہ بنی قرینہ کے دن مجھے تھے ہمارے بڑے مرتبہ والے
 لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے مهاجریں و انصار کی
 جماعت میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں اس کو
 یاد رکھو اور میں تم کو ایک امر پہنچاتا ہوں اس کو قبول
 کرو دیکھو علی بن ابی طالب میرے بعد تمہارا امیر اور میر
 ہائیں تو میں سے مجھ کو یہ پردہ کا رہنے۔ وصیت فرمائی
 ہے اور تم کو میری وصیت کو یاد رکھو کہ اور اس کی یاد
 رکھو گے تو اپنے حکم میں مخالفت ہو گے اور تمہارے دین
 کا امر مضرب ہو گا اور تمہارے شر پر لوگ تو چڑھ کر
 گئے دیکھو میرے اہل بیت نبی میرے پیچھے درخت میں
 اور میری امت کے ام کے برابر رکھنے والے ہیں جو
 لوگ میری وصیت یاد رکھیں ان کو میرے گرد میں حشر کروں
 اور ان کو میری رزق کا حصہ عطا فرما جس سے آخرت کا

بیت فاحرہ الحبة التي عرضها السموات
والارض فقال عمر بن الخطاب اسكت يا خالد
فلست من اهل الشورى ولا من يرضى
بقوله فقال خالد بل انت اسكت يا ابن الخطاب
فوالله انك لتعلم انك تنطق بغير لسانك
وتتصمم بغير اركانك وان قرئت لسانك
الامه احسبا وقلها اذبا وقلها ذكرا وقلها
من الله عز وجل ومن رسوله وانك لخبان
عند الحرب بخيل في الحديب بشير العنصر
مالك في قریش صفحرو امسكه خاله فجلجل
شرقام ابو ذر راحة الله عليه اله الحديث الطيب

اسی طرح زبانی حضرت صدوق شیعہ کے ہر ایک نے اپنی اپنی بولیاں بولیں۔ اس حدیث میں جو کچھ ضحایا اس کے زوایا میں ہیں ان کے استخراج کو کو الہ اذبان صافیہ اذکیا کر کے جس کے بعد پہلے ہیں اس کو لکھتے ہیں روایت سابقہ میں صدوق سے بدالت واضع ثابت ہے کہ سب کے سب کوششیں کے ساتھ کمال محبت والہت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہیں تھی۔ خلافت کو اپنا ہی خاص حق سمجھتے تھے اور دشمنین کو غاصب خلافت سمجھتے تھے اور نہ اس سے بہتر خلافت لینے کا کوئی موقع نہ تھا کہ بدون شہر سیوف و توراتان فتن بسولت ہاتھ آتی تھی۔ ثانیاً حضرات شیعہ کے صدوق نے خضال میں روایت فرمائی ہے۔

شیعہ کی روایت کی روشنی میں ان سے ایک سوال

حدثنا احمد بن جعفر الهمدانی رضى الله عنه قال حدثنا ابن جهم
بن حاتم عن ابيه عن ابن ابي عمير عن هشام بن سالم عن ابي
عبد الله قال قال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انك حشر في
ثمانية الاف من المسلمين والاف من غيرهم يشهدونك من راحة
لهم في يوم قدر يومهم ولا حشر ولا معصية ولا حساب ولا حساب

كانوا يبكون الليل والنهار ويقولون ان قبض ارواحنا قبل ان ناكل الخبز الخخير اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام جن کی حجاج و محمد بیان کئے گئے ہیں بارہ ہزار تھے اب ہم پوچھتے ہیں کہ جس وقت بیعت سقیفہ واقع ہوئی اور خلافت غصب ہوئی اس وقت یہ حضرات کہاں تشریف رکھتے تھے کیا معاذ اللہ یہ حضرات بھی ان ہی میں سے ہیں جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے اور سوائے ابو ذر اور سلمان اور عمار اور مقداد کے ردت سے کوئی نہیں بچا تھا بلکہ سوائے مقداد کے کوئی بھی ایسا نہیں رہا کہ جس کو شک نہ ہوا ہو اور اس کے دل میں کچھ شبہ نہ پڑا ہو پس اگر یہ مرتدین میں سے ہیں تو یہ طویل و عریض مناقب و حماد بالکل لغو بے جا ہوں گے جب انہوں نے امام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کی اعانت و تائید کی تو ان کے تمام اعمال صالحہ حبط و باطل ہو گئے اور غصب خلافت کی اوزار ان کی ظہور و رقاب پر رہی اگر یہ لوگ امام برحق کو مخذول نہ کرتے اور اس کی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنے کمر سے کیوں متجاوز ہوتا تو جب امام معصوم کی زبانی جو مامور بالظاہر حق تھے ان کی اس قدر مرع و شنا ہوئی تو قطعاً معصوم ہوا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو مکمل صحابہ میں سے ہیں اور جو کاطیلین فی الایمان میں تو ایسے حضرات موصوفین و ممدوحین کی نسبت محال ہے کہ وہ اہل بیت نبوت کے دشمن ہوں اور امام حق کو مخذول کریں یا خلافت غصب ہونے دیں یا خود غصب کریں پھر بعد اس کے اگر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما ان میں داخل ہیں جیسا کہ تعریف و توصیف الکر سے جو معصومیت کے ساتھ فرمائی واضح ہوتا ہے کہ کہیں ان کو امامان مادلان فرمایا اور کسی جگہ ان کی عظمت اسلام میں بیان فرمائی اور کبھی صدیق کے لقب سے مخاطب کیے کی تکذیب فرمائی اگر وہ ان میں داخل ہیں تو حارامہ عا حاصل ہے اور اگر بعض مجال شیخین ان بارہ ہزار میں داخل نہیں ہیں تاہم ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ بے شبہ یہ جماعت بھی ان کے معاونین میں سے ہے اور جن کی اعانت یہ جماعت ممدوح کرے وہ بھی لاجلہ ممدوح ہوں گے تو جو ایسے حامد کے ساتھ موصوف ہوں ان کی نسبت بروئے عقل سلیم خیال کر لینا چاہیے کہ ان کو کمال بیت نبوت کے ساتھ ولادت ملک کس قدر ہوگا اور اس بیت کو ان کے ساتھ نظر عنایت و محبت کس درجہ ہو گی ثانیاً جب کہ حضرت فاروقؓ نے غزوہ بدر میں خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے یہ مشورہ دیا جو منبع البلاغہ میں موجود ہے ومن کذب له وقد شاوره عمر بن الخطاب في الخروج الى غزو الروم وقد توكل الله لاجل هذا الذنب باعن ان الجوزة ومثل العورة والذنب لضرهم وهم قليل لا ينقصون ولا يضاعفون وهم قليل لا يمتنعون حتى يرضوا انك من شرار هذا الدن ومنك فقلت

فتنکب لایکف للمسلمین کا نفع دون اقصیٰ بلادھو و لیس بعدک مرجہ و
الیہ فابعث الیہو رجلا و مجریا و احضر معہ اهل البلاد و النصیحة فان اظہر الله فذاک
ما تحب وان تکر الاخری کنت ردا للناس و عتابہ للمسلمین - استقر
اب اس شورعی کے الفاظ سے غور کرنا چاہیئے اور اس سے اندازہ کر لینا چاہیئے کہ باہم کس درجہ اتحاد و
نفع تھا اور جناب امیر جناب فاروق کو کافہ المسلمین اور رد الناس اور مشاہدہ المسلمین سمجھتے تھے
اور آپ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ اگر حضرت فاروق شہید ہو گئے تو بعد آپ کے فوج اسلام کا کوئی مرجع و
ملجاء ہوگا اسی طرح جب حضرت فاروق نے خود بغض نفیس فارس پر فوج کشی کا قصد کیا اور جناب امیر
سے مشورہ فرمایا تو جناب امیر نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا منج البلاغہ سے نقل کرتا ہوں۔

ومن کلام له وقد استشاره عمن رب
الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس
بنفسه ان هذا الامر لو لیکن نصره و

خذل بالکثرة ولا یقله و هو دین الله
الذی اظہره و حنبه الذی اعد و امده
حتى یبلغ ما یبلغ و یطعم حیثما یخلع و نحن
علی موعود من الله و الله من یخبر و عده

و ناصر حنبه و مکان العیم بالاسر مکان
النظام من الغز و یجمعہ فاذا انقطع
النظام تفرق و ذهب تعلم یجمع بعد افرید

ابداء العرب الیوم و ان کانوا قلیلا فلیهم
کثیرون بالاسایم و عزیزون بالاجتماع فکثر
قلب و استدار الریح بالعرب و اصلهم

دونک لا و العرب فانک ان شخصت من
هذا الارض انقصت علیک العرب من
الوقت و اقطار حاجتی لیکن ما یقع و یزید

من سورۃ احقر بیک حم بنیت یدید

اور منہ آپ کی کلام کے جب کہ عربین خطاب نے اہل
فارس کی لڑائی کے واسطے خود جانے کا مشورہ کیا اس
دین کی فتح و شکست کچھ کثرت و قلت پر نہیں ہے
اور یہ اللہ کا دین ہے جس کو غالب کیا اور اس
کا لشکر ہے جس کو بڑھایا میان ملک کہ جہاں بھیجا تھا
پہنچا اور جس جگہ سے ظاہر ہوا تھا ظاہر ہوا اور ہم اللہ
کے وعدہ پر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا پورا کرنے
والا اور اپنے لشکر کا مددگار ہے اور اہم ہنر دھار کے
ہوتا ہے لڑائی میں کہ اس کو اکٹھا کرتا ہے اور ملاتا ہے
اور اگر لڑائی ٹوٹ جاتی ہے تو پوچھیں پر گندہ ہوجاتی

ہیں اور جاتی بہتی ہیں پھر سب کے سب کبھی نہ ملے
نہیں ہوتے اور عرب اگرچہ اس وقت تک دین تیس ہیں
لیکن اسلام کی وجہ سے کثیر ہیں اور اپنے اتفاق کے سبب

سے عزت و شوکت و سہ میں تو تو کی بیکاروب کی بھی چیز
اور اپنی زمین لڑائی کے ایک جہ کا کیونکر تو خود اس
زیریں سے آئے تھے کہ تو خود عرب اس کے گندہوں سے ٹوٹ

پڑیں گے یہاں تک کہ جو کچھ پہنچے حفاظت کے قبل

ان الا حاجع ان ینظروا الیک غذا یقولوا
هذا اصل العرب فاذا اقتلعموہ استرحتمو
فیكون ذلک اسدک لکلبہم علیک و لم یحہو
خیک فاما ما ذکرک من مسیر القوم الی
قتال المسلمین فان الله سبحانه هو اکره
لمسیر هو منک و هو اقدر علی تغیر ما یکره
واما ما ذکرک من عدمہ فاما لعلنک لقتال فیما
معی بالکثرة و اما لکنا لقتال بالنصر و المعونة

چیزیں چھوڑے گا وہ زیادہ مستم باشند ہو جائیں گی
اس سے کہ جو ہم ترے سامنے ہے اور جی اگر کل کو تجھ
کو دیکھیں گے تو کہیں گے یہ اصل عرب کی ہے جب
اس کو اس کی حاجت سے قطع کر لو گے تو راحت پاؤ گے
تو ان سے تجھ پر ان کا شر اور ان کی طمع تجھ میں زیادہ ہوگی
اور تو نے جو ان کا سامان لڑائی کے لئے چلایا ان کا تو اسد
تعالیٰ ان کے چلنے کو تجھ سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے اور جس کو وہ
مکروہ سمجھتا ہے اس کے بدلنے پر زیادہ قادر ہے اور جو ان

کی کثرت تعداد ذکر کی تو ہم پہلے نمازیں کچھ کثرت تعداد پر نہیں لڑتے تھے بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی مدد و اور حاجت پر لڑتے تھے۔
جناب امیر کے اس کلام سے جس قدر خوبیاں اہل سنت کے لئے حاصل ہوئیں اور جس قدر دلایل
ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہ کے لئے پیدا ہوئے ان کے بیان تفصیلی کے لئے تو ایک
دفتر چاہیئے یہ رسالہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا یہاں اس قدر گزارش کرنا ہے کہ اس کلام سے اندازہ
کر لینا چاہیئے کہ فیما بین جناب امیر و جناب فاروق کس درجہ اتحاد و ربط و ضبط تھا اور یہ بھی سمجھنا چاہیئے
کہ جناب امیر اس وقت کے اسلام کو بڑے شہو خواہ وہ ارتداد تھا یا طعیان اور خواہ منوق تھا یا اقصیان
وہ دین فرماتے تھے کہ جس کے غلبہ کا تمام ادیان پر خداوند کیم نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ
فرمایا تھا اور غایت ارسال تھی۔

آیت غلبہ دین

هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین
کلاہ و لو کبرد المشرکون۔ ارشاد ہوا تھا اور اس دین کو اس دین سے تعبیر فرماتے تھے جو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اور اس دین کو جس پر خلفاء تھے اور جس کی تائید و تقویت کرتے
تھے جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اس وقت کے اہل اسلام کو خواہ معاذ اللہ تمہیں
تھے یا کافر اور خواہ مارئین اور غاصبین و ناصبین عداوت اہل بیت تھے یا فاجر جند اللہ اور
خدا کا لشکر فرمایا اور فرمایا کہ تم نہ اوندہ تعالیٰ کے وعدہ کے منتظر ہیں یعنی اس کا وقت یہ ہی ہے جو خداوند
تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ تبارہ ہے جس کی شرح نے چند جگہ تشریح کی ہے۔

آیت تمکین فی الارض

وعد الله الذين امنوا منكم واهلوا
الصالحات ليستخلفنهم في الارض
كما استخلف الذين من قبلهم وليكن
لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم
من بعد خوفهم امنا يعبدوني لا يمشكون
في شيئا ومن كفر بعد ذلك فاوكلت هم
الفاستقون

وعدہ کیا اللہ نے جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور کئے
نیک کام البتہ پیچھے حاکم کرے گا ان کو زمین میں
جیسا حاکم کیا تھا ان سے انگوں کو اور جادے گا
ان کے لئے ان کا دین جو پسند کر دیا ان کے واسطے
اور دے گا ان کے ڈر کے بدلے میں امن میری
بنڈگی کریں گے شریک نہ کریں گے میری کو اور جو ناکر کرے
اس سے پیچھے سودہ لوگ ہیں نافرمان

اور جناب امیر نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اپنے وعدہ کو جو ہم سے کیا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور
اپنے لشکر کو جو یہ موجود ہے بے شک منظر و منسور کرے گا چنانچہ جس طرح جناب امیر نے فرمایا تھا اس
کے مطابق واقع ہوا خداوند تعالیٰ نے جو اس اسلام کو اپنے خلفاء کے باعقوں تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام
ادیان مغلوب ہوئے اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے دین مرضی کو تمکین دی اور اہل اسلام کی
خوفناک حالت کو امن سے بدل دیا دو سلطنتیں عظیم الشان کمرہ بنی و قیس کے جو پہلو میں تھیں جن کا سخت
خوف تھا اور ہر وقت کھٹکا رہتا تھا بالمال ہو گئی اور اہل اسلام کے قبض و تصرف میں آئی اسلام کے نور
نے مشرق و مغرب میں اطراف و اکناف عالم کو منور کر دیا اور عظمت کفر دور ہو گئی پس یہ سب کچھ اگر
خلاف تھے رات نہ کاٹہ سنیں بے تو کیا ہے اس کے بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیام بالام
فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم شیعہ ہو گئے تو یہ اجتماع ہرگز نہ ہو سکے گا اس کے بعد فرمایا کہ تم زمانہ گذشتہ یعنی
حضرت صبی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت فوج و سپاہ پر نہیں لڑتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی
امداد و اعانت پر کرتے تھے اور اب بھی چونکہ وہی حالت ہے وہی اسلام کے سپاہ ہے
جن کی خداوند تعالیٰ نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہے اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے وہی اعزاز و کبر و تہ
اور جہاد و مقصد ہے تو پھر اب کیوں خدا تعالیٰ کی نصرت کے بغیر دوسرے پر قتال نہ کیا جاوے پس جو کچھ حضرت
امیر نے اس جگہ فرمایا عاقبت منصف اس میں غور فرمائے کہ حضرت نے خفا رکھی اور ان کی خلافت
کی کس قدر تعریف و توصیف بیان فرمائی اور کس قدر ان کی حقانیت کو بدنامی ثابت فرمایا اور صرف
یہ ہے کہ اس کے ناقص بھی حضرت شریف رضی جیسے غالی شیعی میں ہوں جو ان جگہ خوف اکتاب و تعیل

ہے ورنہ ہم اپنی تصدیق کے لئے تمام کمال عبارت کمال الدین بخرانی کی شرح سے جو اس کے متعلق
ہے نقل کرتے اب بھی جن کو تفصیل کا شوق ہو وہ علامہ بخرانی کی شرح کبیر کو مطالعہ فرماویں راجعاً
منج البلاغۃ کے اس خط کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے ومن کتاب لہ الی معویۃ فاراد
قومنا قتل نبینا الہ علامہ ابن میثم بخرانی خط کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو آپ کے شریف صاحب
نے منج البلاغۃ میں مذکور فرمائی وہی ہذا و ذکر ان اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہم
بہ فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان افضلہم
فی الاسلام کما زعمت و المصححون للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ
الفاروق ولعمری ان مکنا لہما فی الاسلام لعظیو وان المصائب بہما
لجرح فی الاسلام مشدیدیرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ماعملتا انہی مصنف بسبب
جناب امیر کے اس حکم کو متبادل دیکھے اور سوچے کہ جناب نے شیخین کے فضائل و مناقب کس درجہ تاکید
شدید کے ساتھ قسم کھا کر بیان فرمائے اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عمر و زندگی کی قسم تحقیق شیخین کا مرتبہ
اسلام میں البتہ عظمت والا ہے اب اس جگہ کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے مزید تاکید کی
غرض سے تمام اقسام تاکید کی اس جگہ میں خود فرمادی اور اس جگہ کو قسم کے ساتھ اور جگہ اسمیہ کے ساتھ اور
ان کے ساتھ اور دم کے ساتھ مکرر کیا تاکہ متکبرین کو گنجائش انکار کی کسی راہ سے باقی نہ رہے جمیع جہات
سے انکار کا راستہ مسدود ہو جائے اور فرمایا کہ ان کا انتقال اسلام میں سخت زخم ہے خدا ان دونوں پر
رحم فرماوے اور ان کے نیک کاموں کی ان کو جو اعطاء فرماوے خیال کرنا چاہیے کہ جناب امیر شیخین
کے انتقال کو اسلام میں سخت زخم فرماتے تھے پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف ان اوصاف کے ساتھ
ہوں جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں اور مصدر ان اعمال کے ہوں جن کے حضرات شیعہ مدعی ہیں تو جناب
امیر کا یہ ارشاد سراسر کذب ہوگا اور ان کا انتقال ہرگز اسلام میں زخم نہ سمجھا جائے گا بلکہ ان کا وجود اسلام
میں زخم نہ ہے بلکہ جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہے تو ثابت ہوا کہ جو کچھ حضرات
شیعہ فرماتے ہیں وہ تقلید کے محال سے اور ضلالت اور جو کچھ اہل سنت کہتے ہیں وہی حق اور طریق
تسلیم کے ہے غامضاً جناب امیر نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم (جو حضرت فاطمہ کے بطن مبارک سے
تھیں) کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا جو کمال اتحاد و محبت کی واضح دلیل ہے اگر حضرت فاروق
میں بحیثیت دین ذرا بھی کوتاہی ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ جناب امیر سے جبراً و غلبہاً شیعہ کا زور ہے
اس کا ذکر کر سکتے اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھ ہے اسے عجیب نے تحریر فرمایا ہے اس کا جواب مفصل

ہم آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی موقع پر عرض کریں گے، سادہ سادہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع والبصر کے فرمایا صاحب آیات بیانات سلم فرماتے ہیں ریشخ ابن ابی بکر قتی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہے عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلہ السمع وان عمر منی بمنزلہ البصر وان عثمان منی بمنزلہ الفؤاد اور تفسیر امام حسن عسکری سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابوبکر صدیق سے کہا کہ جعلک منی بمنزلہ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلہ الروح من البدن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات ہدایت آیات سے صاف واضح ہے کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا اور اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی جناب میں ان کی کیسی قدر ومنزلت ہوگی تو جب ان کا یہ مرتبہ ہے تو اہل بیت کو ان کے ساتھ کس قدر محبت ہوگی اور ان کو اہل بیت کے ساتھ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوگا کہ جو کچھ فضائل و مناقب ایک دوسرے کی نسبت فرمائی گئے وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہوں گے نہ اڑراہ تفسیر کذب اور زور سابقہ خاتم المشکبیین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے عوالی اللہالی ابن جہور وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

حضرات شیخین کی فضیلت

ان النبى صلى الله عليه وسلم اخذ سبعين اسيدا يوم بدر وفيهم العباس وعقيل بن عمه فاستشار ابابكر فيلهم فقال قومك والمالك استقيم لعن الله ميتوب عليهم وخذ العندية يعقوب بن ابي اصحابك فقال عمر بن ذك و اخرجوك فعذب بهم واضرب اعناقهم فانهم ائمة الكفر ولا تاخذ منهم سراجا مكنون عليا من عقيل وحمزة من العباس ومكنون من فذون فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يملن قلوب رجال حتى يكون الدين من اللبن ونيقسي قلوب رجال حتى يكون اشد من الحجارة مثلك يا ابابكر مثل ابراهيم اذ قال من تبعني فانه من ومن عصاني فاني غفور رحيم ومثلك يا عمر مثل نوح اذ قال رب لو تذرني على الارض من الكافرين ديارا انك ان تذرهم يضلوا سبادك واد يلدوا الا ذرعا لعلهم قال ان شئتم قتلوه وان شئتم فاديتهم وليست شئد منكم بعد تبهم قالو

بل تاخذ الضياء فاستشبه بعد تبهم باحد كما قال صلى الله عليه وسلم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے دیکھنا چاہیے کہ شیخین کا مرتبہ کس قدر عظیم و عظیم ثابت ہوتا ہے جب بشادات سید الانبیاء والارسل علوم مرتبہ شیخین کا یہاں تک پہنچا کہ اپنے ذاتی اوصاف میں اولوالعزم رسل کے ساتھ تشبہ حاصل ہوا تو پھر اس کے بعد کون سی فضیلت باقی رہ گئی۔ اور جب شیخین کے اوصاف و کمالات و کمالات نفسانی اس قدر رفیع والمنزلت ہوتے اور ان کا اسلام میں یہ رتبہ ہوا تو اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ ان کو اہل بیت نبوت کے ساتھ کیا تعلق ہوگا اور اہل بیت کو ان کے ساتھ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل باور کر سکتا ہے کہ جن کے کمالات کالات نبوت کے ساتھ مشابہ ہوں وہ منافق و فاجر ہوں یا وہ غاصب خلافت ہوں یا وہ اہل بیت کی توہین و تذلیل کریں اگر وہ فی الواقع ایسے ہوں تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خلافت واقع ہوگا اور آپ کے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے تو ان حضرات کا بھی منافق و غاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جس میں شیخین کو تشبہ انبیاء کا تمتع عطا فرمایا مطلق مشورہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اساری بدر کے باب میں اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب رسالت میں کمال قرب حاصل تھا اور بمنزلہ وزیرین کے تھے کہ آپ حسب ارشاد۔

و مشاورهم في الامور۔ اور ان سے مشورہ لے کام ہیں۔

نہات امور میں ان سے مشورہ لیتے تھے پس جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قربت ومنزلت حاصل ہو ان کو بدری کے ساتھ یاد کرنا اور دشمن اہل بیت نبوت اعتقاد کرنا کس قدر اسلامی طریقہ سے بعید ہے لغو بالہ من ذلک۔ ثامنا تفسیر مجمع البیان میں سورہ واللیل کی تفسیر میں تحت قول تعالیٰ وسیعجبنا الذی یؤتی مالہ یتزکی لکھا ہے وعن ابن الزبیر ان الایۃ نزلت فی ابی بکر لانه اشترى المالیك الذین اسلموا مثل بلال وعامر بن فہیرہ وغیرہما فاعتقہم والا ولی ان یکون الایات محمولة علی عمومہا فی کل من یعطى حق اللہ من مالہ وکل من یمنعه حقہ سبجائہ۔ ثامنا آیات بیانات میں مجمع البیان سے نقل کیلئے قال اللہ تبارک وتعالیٰ والذی جاء بالصدوق وصدق به اولئك هم المتقون قبیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق به ابوبکر عن ابی العالیہ والکلبی عائشہ ارجب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نامہ ہونی اور منجھان لوگوں کے جھغور

نے انک کے باب میں کلام کی معنی مسلح بن آنا تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکی پاداش میں اس نفع کو جو مسلح پر کیا کرتے تھے بند کر دیا تو اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **اولو الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین** **ف سبیل اللہ ولیعنوا ویصنفوا الذی یعجبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم** اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شانہ نے ابوبکر صدیق کو اولو الفضل ہونے سے تشریف بخشی اور خلعت فضیلت عطا فرمایا امت مسلمہ کے وہ جسے حضرت صدوق کا جو ان ہر سر آیات کے جواب میں ہے قابل مطالعہ اہل فہم و دانش سب سے کم کو تعویل مانع ہے ورنہ ان کے رسالہ امامت سے وہ جواب نقل کرتے اور اہل فہم و انصاف کے روبرو پیش کرتے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ عرض کریں گے غرض بول اللہ و توفیق شہادت کتاب اللہ سے اور ارشادات رسول اللہ سے اور افادات ائمہ سے مثل روز روشن واضح ہو کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما خدا اور رسول خدا کے نزدیک مقرب اور صاحب مراتب رفیعہ اور مدارج عالیہ تھے اور اہل بیت کے ساتھ باجم حجت و نفع رکھتے تھے۔ چنانچہ حسب نقل مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مولانا باقر مجلسی بجا میں فرماتے ہیں کہ جناب امیر نے بارہا بزم شریعہ لکھا کہ فرمایا کہ میرے دل میں کوئی عداوت یا بغاوت و طعن شیخین کی نسبت نہیں ہے تو جس قدر ان کے مناقب و فضائل زبانِ ائمہ کے بیان ہوتے وہ نفس الامری اور مطابق واقع کے ہیں تقیہ پر ہم گڑبگڑ نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو کچھ قباہ و ذمائم سے حضرات شہیدان کے دامنیہ پاک کو طوٹ کر ملے ہیں وہ سرسبز خدا اور رسول و ائمہ کی تکذیب سے اور دین و اسلام سے خروج ہے پس جب خلفاء رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب و علوم مرتبہ سند اللہ و الرسول اور محبت و الفت باجم اہلبیت کے ساتھ ثابت ہوا ہلکی جوبہا ہر اثبات خلافت کے لئے تمہید اور فی الحقیقت ثبوت خلافت کے لئے بران موثق اور مزید تقویت دینا یہ تھی تو اب جو ثبوت حقیقت خلافت خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب و سنت و اقوال ائمہ سے مختصر بیان کرتے ہیں۔

دلیل اول اثبات خلافت خلفاء ثلاثہ کی عقلی

لیکن چونکہ ہمارے فاضل مجیب کے نزدیک ان کو عقل سب پر تاقی و حاکم ہے اس لئے ہر اول دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مثل ہر سب اس کے ثبوت حقیقت خلافت ہو جاوے پس واضح ہو کہ امامت مشرکین کے اصول دین میں سے ہے اور ان کی نبوت ہے جن اوصاف خاصہ

اور خواص مہمہ کے ساتھ نبوت مخصوص و متصف ہے انھیں اوصاف و خواص کے ساتھ امامت بھی متصف ہے یہ ہی وجہ ہے کہ عصمت و افضلیت و نص شرط نبوت ہے تو شرط امامت بھی ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اس پر اتفاق ہے اور خصوصاً ہمارے فاضل مجیب نے شروع جواب میں اس کا اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان ہر سر شرائط کے دلائل کی نسبت اگرچہ اس قدر ہی گذارش کافی تھی کہ جب امامت تالی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل عصمت انبیاء پر درال ہیں وہی بعینہ یا کچھ تغیر سے عصمت ائمہ پر درال ہوں گے) اور نیز اسی واسطے امام و نبی میں کچھ فرق نہیں تمام احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اسم نبوت اور نزول وحی میں فرق ہے چنانچہ آپ کے شہید ثالث قاضی خورشید شوستری مجالس المؤمنین میں بتقریب ذکر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القتی ورق ۱۹۱ پر فرماتے ہیں زیرا کہ امام قائم مقام نبی است در جمیع امور مگر در اسم نبوت و نزول وحی اس سے بدالت مطابقتی ثابت ہے کہ امام نبی کے تمام اوصاف میں شریک ہے سوائے اسم نبوت اور نزول وحی یعنی منصب ہدایت امت جیسا نبی کے ساتھ منوط ہے دیباہی امام کے ساتھ مربوط ہے اور حفظ شریعت جس طرح نبی پر موقوف ہے اسی طرح بعد نبی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جس طرح نبوت لطف خداوندی اور خدا تعالیٰ پر واجب ہے اسی طرح امامت بھی لطف خدا تعالیٰ ہے اور اس پر واجب ہے اور جیسے نبوت کسی شخص کے واسطے بدون نص خداوند تعالیٰ کسی کے بنانے سے نہیں ہوتی اسی طرح امامت بھی بدون نص خداوند تعالیٰ لوگوں کے اجتماع سے نہیں ہو سکتی اور جس طرح نبی کے ساتھ معارضہ اور تحدی میں کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا اسی طرح امام کے ساتھ معارضہ و تحدی کر کے کوئی اس پر چہرہ دست نہیں ہو سکتا بلکہ قطع نظر ان اوصاف کے جن کا بہت بڑا تعلق نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض چھوٹے چھوٹے اور جہلی اوصاف میں بھی تشارك و اتحاد ہے چنانچہ جیسا نبی کا دل بیدار اور آکھ خفہ ہوتی ہے اسی طرح امام بھی بیدار دل اور چشم در خواب ہوتا ہے جیسا نبی کے سایہ میں ہوتا امام کے بھی سایہ میں ہوتا جیسا نبی آگے پیچھے سے لیکھا دیکھا ہے اسی طرح امام بھی آگے پیچھے سے برابر دیکھا ہے جیسا معجزہ اور حجت استجاب الدعائی کو حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتی ہے جیسا نبی محکم نہیں ہوتا امام بھی محکم نہیں ہوتا علی بذالشیاس بہت سے ایسے اوصاف و خواص ہیں کہ جن میں نبی و امام باہم تشارك ہیں اور وہ اوصاف کہ جن کا تعلق بحسب ریاست عامر دینی دنیاوی کے خلق کے ساتھ یا خالق کے ساتھ ہے ان میں کوئی وصف ایسا نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و اشتراک

نہ ہوا الاطلاق اسم نبوت سویہ ایک لفظی امر ہے کہ جو راجع الی الاصطلاح ہے ورنہ لفظ یہ المطلق بھی صحیح ہے اور لفظ امام توقعاً عام ہے جس کا اطلاق لسان منہج میں انبیاء پر بھی کیا گیا ہے اور دوسری نزول وحی کا جو حسب ادعاء حضرت شہید ثالث انبیاء کے ساتھ مختص ہے انہ میں نہیں پایا جالبہ ہے لیکن حضرت شہید ثالث کا یہ زعم باطل ہے کیونکہ انہ کو خصوصاً جناب امیر کو آخر محدث تو فرماتے ہی ہیں اور محدثیت حسب تصریح محمد بن یعقوب البکینی اسی کا نام ہے کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اس کی آواز سننے لیکن اس کے جثہ کو نہ دیکھے پس اگر اس کا نام وحی نہیں ہے تو یہ امر بھی راجع الی الاصطلاح ہے اور نزاع لفظی عرض بہر کین یہ دو وصف ایسے ہیں کہ جن میں انبیاء سوائے انہ کے تفسر نہیں۔ اور جب اتحاد مشترک فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ منجمہ اوصاف نبی کے ایک یہ بھی وصف ہے کہ انبیاء کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں متبنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہرگز اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہے بمقابلہ معجزات نبوی کے اس کے سب استدراجات منقلب اور منکس ہو جاتے ہیں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہمیشہ انجام کار محذور اور مقہور ہوتا ہے اور ہرگز فروغ نہیں پاسکتا حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں ملے گی کہ کسی شخص نے بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو اور وہ اپنے دعویٰ میں کامیاب ہو، ہو سیکم کذاب اور اسود علیٰ اور سحاح وغیرہ کے قصص وحکایات تاریخ کے واقفوں پر مخفی نہیں اور کیونکہ ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ بمقابلہ اپنے نبی مرسل کے جھوٹے مدعی کو غالب اور کامیاب کرے اگر ایسا ہو تو محض تلبیس ہے خداوند تعالیٰ شانہ سورہ مومن میں ارشاد فرماتا ہے۔

وان ینک کاذبا فعلیہ کذبدہ وان ینک صادقاً یصلبکم بعض الذی یعدو ان اللہ لایہدی من ہو مسرف کذاب۔ اور اگر وہ جھوٹا ہو گا تو پرے گا اس پر اس کا جھوٹ صادقاً یصلبکم بعض الذی یعدو اور اگر وہ سچا ہو گا تو تم پر پرے گا کوئی وعدہ جو وہ کرتا ہے بے شک اللہ نہیں راہ دکھاتا اس کو جو ہر گز غلطی والا ہو

جس کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹے مسرف کی رہنمائی مینات اور معجزات کی طرف نہیں کرتا کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے کامیاب ہو جاوے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کا دعویٰ کذب نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ دعویٰ کذب ہوتا تو یہ معجزات اس کے لئے اور مینات خاہر ہوتے اور خدا تعالیٰ ان پر قدرت نہ دیتا صاحب تفسیر صافی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قیل احتجاج ثالث ذو وجہین احدهما کہتے ہیں کہ یہ تفسیر استدلال زدودہ نہیں ہے ایک تو انہ لوکان مسرفاً کذا بالما حداد اللہ یہ کہ اگر موسیٰ مسرف کذب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو

الی المینات ولما عنده بتلك المعجزات۔ مینات کیلئے ہدایت دکر اور ان معجزات سے اسکو توحید دینا اور جب نبوت اس وصف کے ساتھ متصف ہے اور نبی کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ متبنی ہمیشہ محذور ہوتا ہے تو چونکہ امامت بھی جمیع اوصاف مہمہ میں نبوت کے ساتھ متحد ہے اور مقاصد میں اس کی مشارک ہے تو امامت بھی لامحالہ اس صفت کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ بھی یہی عادت اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نیابت رسول اور امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہرگز اپنے دعویٰ میں کامیاب نہ ہو گا اور محذور و مقہور ہو گا اگر ایسا نہ ہو تو قطع نظر ان مناسباتے شمار اور قباح غیر متناہی کے جو اس تلبیس سے لازم آتی ہیں اشتراک فی الاوصاف اور اتحاد فی الخواص جو نبوت کے ساتھ ہے وہ فوت ہو جاوے گا تو ضرور ہوا کہ امامت کے لئے بھی یہ وصف لازم ہو اور امام میں بھی یہ خاصہ پایا جاوے بعد اس کے کہ جناب رسالت مآب صلوات اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں بموجب اس قاعدہ کے تامل کی نفی سے دیکھتے ہیں بعد اس امر کے کہ ہم فرضاً حسب مرسوم شیوہ تم کرتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فضل امام برحق اولیٰ راشد جناب امیر تھے تو بدنامہ یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ اگر جناب امیر بلا فضل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالمقابل کذابا وعدا مدعی خلافت ہوتے وہ محذور و مسرف و دہون اور ان کی خلافت ہرگز مسلم نہ رہی بلکہ ان کا انجام خواری و غربا و تباہی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے ہیں تو معاملہ بالکس پاتے ہیں اور تفسیر منقلب دیکھتے ہیں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل التحیات والتسلیمات جناب امیر کے سامنے اور آپ کی موجودگی میں تین شخص یکے بعد دیگرے مدعی خلافت ہوتے اور امامت کا دعویٰ کیا۔ اول ان میں سے ابو بکر صدیق ہیں۔ دوسرے عمر بن الخطاب تیسرے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس دو حال سے خالی نہیں کیا یہ تینوں حضرات اپنے دعویٰ میں کاذب تھے یا صادق۔ اگر کاذب تھے تو وہاں جب تھا کہ وہ اپنے دعویٰ میں کامیاب نہ ہوتے بلکہ محذور ہوتے لیکن ہم مثل روز روشن دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے دعویٰ امامت میں ایسے کامیاب ہوئے کہ امام برحق سے بھی انی الجملہ بڑھ گئے اور انھوں نے اپنے اس دعویٰ کی تصدیق اسلام کی نمایاں ترقی کر کے ایسی طرح دکھائی کہ اپنے دعویٰ کو بدیعہ و برہان کر دیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت دی کہ دینی اور دنیاوی ترقیات اسلامیہ میں اپنے رسول جی کا جارجہ ہوئے تفسیر اس کی یہ ہے کہ اسلام کی دو تہیں اور دو جہتیں ہیں ایک جہت دین کی ترقیات اور دوسری جہت دنیاوی ترقیات۔ ترقیات جہت دین کو اس صورت سے ہے کہ

مثلاً شریعت کا شیوع و رواج ہو، حدود و قصاص جاری ہوں، عالم میں کتاب لکھا و کا درس ہو
 کفر و کفار نکو ساز ہوں اور کلمۃ اللہ ہی العلیا صادق آوے شعاثر اسلام کا زور و شور ہو اور علی بن ابی طالب
 اور ترقیات جنت دنیاویہ کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مال و دولت کی اہل اسلام میں کثرت ہو اور نبات
 ملک و خراش ادائی اہل اسلام ہوں سلاطین باجگزار اسلام ہوں قری و امصار ولایات اور قضا مع و
 جاگیر ات اہل اسلام کے بکثرت قبض و تصرف میں ہوں وغیر ذلک اب ہم دونوں اسلامی حالتوں کی ترقی
 کو جو زمانہ خلفائہ ثلاثہ میں ہوئی نظر عین سے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کی دونوں
 حالتوں کی ترقی زمانہ خلفائہ ثلاثہ میں اوج کمال پر پہنچ گئی تھی پھر جب ہم دعویٰ خلافت کے ساتھ
 وجود خلافت میں غور کرتے ہیں تو تین طرح سے پاتے ہیں اول تو یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان خلفاء کے
 واسطے سے گویا تمام عالم میں شعاثر اسلام کو پھیلایا اور دین اسلام کو ان کے ذریعہ سے تمام ادیان پر
 غالب کیا کثرت جہاد سے کفر و کفار نکو ساز ہو کر کلمۃ اللہ ہی العلیا کا صدق ان ہی خلافتوں کا کلمہ اور
 ان ہی کی سچی کائنات ہے غرض جو اصلی غرض ارسال رسل اور نصب خلفاء سے تھی کہ دین اسلام کو
 شیوع و رواج ہو وہ بظہری خلفائہ ثلاثہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا اور خداوند تعالیٰ نے ان کو ان مہمت
 کی تمکین عطا فرمائی اگرچہ حضرات اپنے دعوئے خلافت میں کاذب ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ وہ بمقابلہ
 خلیفہ و امام برحق کے اپنے دعوئے میں کامیاب ہوتے اور حق تعالیٰ ان کو مقاصد خلافت کے حصول
 پر تمکین دیتا دوسرے یہ کہ اسلام کی شق دنیاوی کی ترقی بھی خلفاء کے ذریعہ کمال کو پہنچ گئی اور خزان
 کسریٰ و قیصر جن کا وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شائق کے کھونے کے وقت
 فرحت و انبساط کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافتوں کی بدولت اہل اسلام کے ہاتھ آئے بلکہ ہر چار
 طرف سے اموال ٹوٹ پڑے اور خزان کے منہ کھولے گئے اگرچہ صرف دنیاوی ترقی حقیقت کی عموماً
 دلیل نہیں ہو سکتی لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوندی کو متضمن ہے جو رسول کی زبان ہو اور نیز
 بالضرر ترقی دینیوی البتہ قطعاً ثبوت حقیقت خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے تیسرے یہ کہ ان کے زمانہ
 خلافت میں ان کی خلافتوں کو تمام اقاصی و ادالی نے امان و عزت و اذل و ذلیل سب نے حق تسلیم کر لیا
 جس سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت و تمکین دی کہ تمام حوزہ اسلام ان کے مطیع
 و منکر و مشا و ہو گیا اور یہ تسخیر و انقیاد اور یہ بجا و رومی اور حصول مہمت خلافت آخر تک یکساں ہو تمکین
 اللہ تعالیٰ رہی بلکہ الی یوم التیمم جماعت عامہ اسلام کی جن کی شان میں سنج البدائع میں ہے

وان ید اللہ علی الجماعۃ وایکھ و الفریقۃ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور اپنے بچہ تعزین

ان الشاخذ من الناس للشیطان
 اہم سے بچاؤ کیونکہ جدا ہونے والا ان میں شیطان کی سٹے ہے
 اور سواد اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس کی شان میں ہے فالزموا بسواد الاعظم
 سوائے چند ہی تشیع کے حقیقت خلافت خلفائہ ثلاثہ کے معتقد اور قائل رہیں گے پس اس سے زیادہ
 خداوند تعالیٰ کی طرف سے اور کیا تمکین و عطائے قدرت ہو سکتی ہے تو اس سے مثل آفتاب کے
 ظاہر و باہر ہو کہ یہ حضرات خلفاء اپنے دعویٰ خلافت میں ایسے صادق تھے کہ اس سے زیادہ کسی کو
 حاصل نہیں ہوا ان امام غائب کے لئے دعویٰ کیا جاتا ہے اور مثل بدہیات اولیہ کے ثابت ہوا
 کہ یہ دعوئے جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بلا فصل جناب
 امیر تھے اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت تھے کہ حق جناب امیر کا بزر و غصب
 مکر کے متعصب خلافت ہو گئے کذب اور باطل اور لغو اور لا حاصل ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے امام بلا فصل جناب امیر نہ ہوتے اور خلفاء محض جائز و غاصب اور جھوٹے مدعی خلافت ہوتے بلکہ
 خلیفہ برحق ہوتے تو ہرگز اپنے دعوئے میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت
 میں جاری ہوتی ہے ان مدعیان خلافت میں بھی جاری ہوتی تو اس سے مثل آفتاب غیر و ثابت ہوا
 کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد تھے اب مجھ کو یہ خیال ہوتا ہے کہ بعض کفر
 اس وجہ سے کہ ان کو مقدمات دلیل کی پورے طور پر ذہن نشین نہ ہوتی شاید یہ اعتراض کریں کہ
 بہت سے ملوک اسلام مثل امیر موحد کے ایسے ہیں کہ جن کو خداوند تعالیٰ نے بمقابلہ امر کے کامیاب
 فرمایا اور ان کو تمکین دی اور سد باقری و امصار ان کی سعی و کوشش سے مفتوح ہوئے تو اس دلیل
 کے اعتبار سے ان کو بھی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہیے حالانکہ وہ سلاطین باتفاق فسر یقین
 خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں تو اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ اس دلیل کے مقدمات کا معنی صرف
 مذہب خصم پر ہے اگر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہے اس کا جواب
 بھی وہی دیوں ہم کب کہتے ہیں کہ نبوت و امامت متشاکر فی الاوصاف والخواص ہیں ہم کب
 قائل ہیں کہ امام قائم مقام نبی است البتہ اور جب یہ مقدمات مسلمہ خصم میں تو جو ان پر امیر و امیر اس
 کا جواب وہ خصم ہے نہ ہم نہ انیاسلما لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعد خلفاء کے ترقیات اسلامی ہر وجہ جنت
 دینی اور دنیاوی میں کمال طور پر کسی کو تمکین نہیں ہوتی اور اگر قدرت و تمکین ہوتی ہے تو صرف
 دنیاوی ترقی میں جو مقاصد سعادت سے ہی ہوتی ہے اور دینی ترقی جو مقاصد خلافت سے
 ہے ہرگز حاصل نہیں ہوتی اس کو بھی ہم بحول اللہ تعالیٰ وقتاً آپ کی کتب معتبرہ سے ثابت کر سکتے

ہیں علامہ کمال الدین ابن مہتمم بحرانی منہج البلاغۃ کی اپنی شرح کبیر سنی بمصباح السالکین میں اس خطبہ کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے ومن کلامہ فی بیعة عثمان لقد علمتم انی احق بہامن غیرہ۔ واللہ لا سلمن ماسلمت امور المسلمین ولو یکن فیہا جور الا علی خاصة الذہ فرماتے ہیں۔

فان قلت السؤال من وجهين الاول
ما وجه منافسة في هذا الامر الخ
الثاني كيف سلموها عند خوف
الفتنة ولم يسلموا لعلوية ولطلحة
والزبير مع قيام الفتنة في حربهم
قلت الجواب عن الاول ان الوجود
الثاني ان الفرق بين الخلفاء الثلاثة
بين معوية في اقامة حدود الله والعمل
بمقتضى او امره ولوا فيه فاحصر
انتهى ملخصاً

اگر تو اعتراض کرے سوال دو درجہ سے ہے
اول تو یہ کہ امامت میں آپ کی رجعت کی کیا
وجہ ہے ۲ دوسری یہ کہ کیا تو وقت خوف
فتنہ کے تسلیم کر لیا اور معویہ اور طلحہ و زبیر کے لئے
بادوجود قیام فتنہ کے تسلیم نہ کیا میں کہتا ہوں
پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے ۱
اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ خلفاء
تینہ میں اور معویہ میں اللہ کے حدود کے
قائم کرتے ہیں اور اس کے امر و نہی کے متفقہ کاموافق
عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے۔

مضمون سابقہ ایک نئے انداز سے

ثالثاً ہم گذارش کرتے ہیں کہ مدعی امامت کی کامیابی کے لئے اپنے دعویٰ امامت میں
جیسی حقیقات اسلامیہ کی ہر دو شق کی ضرورت ہے اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ حاجت عامر امت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہیں اور سو ادا اعظم امت محمدی نے ان کو حق تسلیم کر لیا ہو
تاکہ اس حاجت کا اتفاق جس پر یہ اللہ ہے اور جن کی شان میں وما کان اللہ لیجحدھما علی
صلوٰۃ و یضربھما بعضی فرماتے ہیں اس خلافت کی حقیقت کی دیں جو ہمارے پس جس قدر
سلاطین اسلام گذرے ہیں ان کو کسی نے خلیفہ راشد نہیں تسلیم کیا نہ ان کو سو ادا اعظم امام برحق اعتقاد
کرتا ہے بلکہ وہ خود بھی مدعی خلافت نہیں ہوئے اور اگر ہوئے تو اوائل مارت میں غلغلی سے جوڑنے
بعد اس کے آخر اپنے طوک اسلامی میں ہونے کا اعتراف کیا ہے تو ان سے یہ دلیل منقطع نہیں
سکتی۔ اب دراصل خلیفہ شریعہ وکیل ثانی حق سبحانہ و تعالیٰ سورہ نور میں اس وقت کے مومنین کہ

خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہے۔

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے اثبات کی دوسری دلیل

آیت سورہ نور سے

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیست خلفہم فی اوجہ
کما استخلف الذین من قبلہم ولیکن لہم دینہم الذی ارتفع
لہم ولیدلہم من بعدہم فہم امناء بعدہم وانی لا یشرکون فی شئیئاً ومن بعدہم
بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ زمین
سے جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کئے ہیں وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو بے شک زمین میں خلیفہ بنا دے
گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور البتہ ٹھہراوے گا ان کے لئے اس دین کو جو پسندیدہ ہے
ان کے واسطے اور پسندیدہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا میری پرستش کریں گے اور کسی چیز
ساتھ شریک نہ کریں گے اور اس کے بعد جنہوں نے اس نعمت کی ناشکری کی پس وہی فاسق ہیں اس
آیت شریعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے اول تو یہ کہ حق تعالیٰ نے بعض مومنین حاضرین عند نزول آیت
کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا میں اگر بغیر یہ ہے تو ظاہر ہے اور اگر بیان یہ ہے تو اوائل میں بیانہ
مخاطب مجبور بردار نہیں ہوتا آپ نے رسائل نحو میں دیکھا ہوگا کہ من نیبیینہ کی علامت صحت و نیت
لفظ الذی کی اس کی جگہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس جگہ لفظ الذی سنیں داخل ہو سکتا اور اگر نہ جگہ
بتاویل بعید اس کو بیان یہ کہا جاوے تاہم مخاطبین کے استخلاف سے بعض کا استخلاف مہم ادب
اور چونکہ اس کا نفع تمام کو شامل ہوتا ہے اس لئے سب پر اطلاق کیا گیا عرف میں شائع ہے جب
کسی قوم میں سلطنت ہوتی ہے تو باوجودیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہے لیکن تمام قوم کی سعادت
کھلائی ہے کیونکہ اس کا نفع ان سب کی طرف عام و راجع ہوتا ہے اور فی الجملہ وہ بھی حاکم ہوتا ہے
اب آپ کیا دیکھتے سنیں ادنیٰ ادنیٰ گورے کیس حکومت کرتے ہیں اور اپنی حکومت و سلطنت اپنے
میں علاوہ ان کے من بغیر یہ ہے کہ آپ الجلال کے درپے ہوں اور ہمیں ثابت کریں تو حضرت
شیخ اس آیت سے اہم مدعی کا استخلاف مراد دیتے ہیں وہ باطل ہوگا جو جواب اس کی دہ سے
دیوں وہی جاری حجت سے بھی قبل فرمائیں اور حاضرین عند نزول آیت اس سے خارج

کہ اصولیین شیعہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطاب متشافہ کے لئے موضوع ہے وہ حاضرین کے ساتھ ہی مختص ہوتی ہے۔

شیعہ کے شہید ثانی کیا کہتے ہیں؟

آپ کے علامہ شہید ثانی معالم الاصول میں صفحہ ۱۷۱ پر فرماتے ہیں۔

وما وضع لخطاب المشافهة نحو يا ايها الناس ويا ايها الذين امنوا لايحتمل بصيغة من تاخر عن زمن الخطاب وانما ثبت حكمه للمعبد ليل اخر وهو قول اصحابنا واكثر اهل الخلاف

اور جو الفاظ خطاب متشافہ کے لئے موضوع ہیں مثلاً يا ايها الناس ويا ايها الذين امنوا کے اپنے صیغہ کے ساتھ ان کو شامل نہیں ہوتے جو زمانہ خطاب سے پیچھے ہیں اور اس کا حکم ان کے لئے صرف دوسری دلیل سے ثابت ہوتا ہے اور ہمارے اصحاب کا اور اکثر اہل مذہب کا یہی قول ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت موضوع للمشافہ ہے تو حاضرین کے ساتھ مختص ہوگی دوسرے پر کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تم میں سے بعض کو خلیفہ بنا دیں گے اور اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ کے وعدہ میں برابر اور خلف محال ہے لامحالہ یہ وعدہ واقع ہوگا ورنہ خلف وعدہ لازم آئے گا جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو ہے خود محال ہے اب وقوع استخلاف موعود کے دو احتمال ہیں اول یہ کہ وعدہ استخلاف سے یہ مراد ہو کہ ہم نفس بالاست استخلاف کریں گے اور جب نفس بالاست استخلاف فرماوے تو وعدہ پورا ہو گیا دوسری یہ کہ موعود یہ ہے کہ ہم خلیفہ بنا دیں گے اور نفس استخلاف واقع کریں گے لیکن احتمال اول بوجہ باطل ہے اول معنی استخلاف الیقاع فعل خلافت ہے اور بدیسی ہے کہ امر بالشی عین شئی نہیں اور نفس بالاست استخلاف عین استخلاف نہیں تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھ فرماوے اور کرے کچھ اور یہ بھی خلف وعدہ ہے۔ ہاں بعض جہاد القرائن خارجہ استخلاف سے نفس بالاست استخلاف بھی مراد ہوتا ہے اور یہ اصل کو کچھ معارض نہیں ثانیاً بعد استخلاف کے جو امور کہ حق تعالیٰ شانہ نے بمنزلہ نتائج و ثمرات استخلاف کی بیان فرمائی ہیں مثل تمکین دین مرضی کے اور تہذیب اخوت کے امن سے وہ باہر ہر مستلزم ہیں کہ وعدہ استخلاف سے مراد نفس استخلاف ہے نفس استخلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرع علی الاستخلاف ہی وقت ضروری ہے جب کہ وعدہ نفس استخلاف ہو اور اگر نفس بالاست استخلاف ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نفس استخلاف بالاستخلاف وقوع نفس استخلاف کو ہی مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس استخلاف پر متعلق ہیں

کیونکہ مستلزم ہوگی کیونکہ اگر حق تعالیٰ استخلاف پر نفس فرماوے تو یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ واقع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد اس کو نہ مانیں اور اس پر عمل نہ کریں چنانچہ حسب مرسوم شیعہ ایسا واقع ہوا تو پھر ترتیب ان ثمرات و نتائج کا کیونکر ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ثمرات و نتائج بھی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ ان میں لازم آیا اور یہ محال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہے۔

آیت تمکین سے بقول شیعہ مہدی مراد ہیں؟ اس کے جوابات

ثالثاً حق تعالیٰ شانہ نے اس موعود کو اس فعل کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کہ مشتبہ لوگوں میں پہلے ہو چکا اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں صرف نفس بالاست استخلاف نہیں تھا بلکہ نفس استخلاف تھا تفسیر صافی میں ہے۔

وعد الله الذين امنوا امنكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض ليجعلنهم خلفاء بعد نبكم كما استخلف الذين من قبلهم وبعث فيهم وصاة الانبياء بعدهم

وعدہ دیا اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے البتہ خلیفہ بنائے گا ان کو ملک میں البتہ بنائے گا ان کو خلیفہ تمہارے بنی کے پیچھے جیسا تم سے اگے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ یعنی انبیاء کے اوصیاء کو ان کا جانشین کیا۔

تو اس تشبیہ سے صاف ثابت ہوا کہ وقوع نفس استخلاف مراد ہے۔ راہبنا حضرات شیعہ اسی آیت کو امام مہدی کے استخلاف پر محمول فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس استخلاف اور اس کے نتائج کو نہیں تو یہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت وغلبہ و شریکت کے ثبوت میں ناقص و ناتمام ہوگی۔ خامناً سلمنا نفس بالاست استخلاف ہی مراد ہے لیکن لانس کہ نفس سے وہی نفس مراد ہو کہ جس خصوصیت کے ساتھ اور بیئیتہ کذا امیہ سے حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ نفس سے مراد نفس علی ہو یا خفی کسی بیئیتہ کے ساتھ اور کسی طریقہ کے ساتھ ہو چنانچہ اہلسنت خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لئے نفس کے قائل ہیں آپ نے ازالۃ الخفاء کا مطالعہ فرمایا ہے اس سے بخوبی یہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی وعدہ تمکین دین مرضی اور تہذیب امن بعد اخوت میں کوئی احتمال نہیں اور اس کے وقوع میں موعود تہ کے لئے کچھ تنگ و مزدور نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ نفس ہے تاہم متضمن وعدہ استخلاف کو ہے اور اس کا وقوع لازم و متحقق ہے۔ تیسرے یہ کہ اس استخلاف سے مراد وقوع سلطنت جائزہ جیسے فائق و مجرب یا اشرا و کبار کرتے ہیں مراد نہیں ہے

بلکہ مراد وہ خلافت و ریاست راشدہ و امامت و سلطنت حقہ ہے جو اجرائے شریعت دین و احیاء شاعہ اسلام کے لئے ہو اور جس سے عالم میں احیاء اسم اسلام پایا جاوے اور اس پر وجہ چند دلالت کرتی ہیں اول یہ کہ جب حضرات شیوعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام مہدی کے استخلاف پر محمول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن مرتضیٰ صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

والعقی نزلت فی القائم من آل محمد
والمجمع المروسی من اهل البيت انما
فی المہدی من آل محمد قال وروی
العیاشی باسناده عن علی بن الحسین
انہ قرأ الآية وقال هم والله شیعتنا کل البیت
یفعل ذلک علی یدی رجل منا وهو مہدی
هذه الامۃ وحوالہ قال رسول اللہ لولم
یبق من الدنیا الا یوم یقول اللہ ذلک الیوم
حتی یموت رجل من عترتی اسمہ اسمی میلاد
الارض عدو و قد سفاکما ملئت ظلماً و
جوراً قال رومی مثل ذلک عن ابی
جعفر و ابی عبد اللہ و فی الکمال عن
الصادق فی قصۃ نوح و ذکر استخلاف
المؤمنین من قومه الفریق حتی اراهم
انہم استخلفوا و التمسکین قال و کذلک
اللائق فانہ تمتد یا مہدینہ لیصر الحق
من محضہ و یصنوا ایمان من سکدر
بارتداد کل من کانت طینتہ خبیثۃ من
الشیعۃ الذین یحشی عنہم النفاق
و حسوا بالاستخلاف و التمسکین لہم

والامرا المنتشر فی عہد القائم
الی غیر ذلک من الروایات۔
اور تمکین ان کے لئے دیکھیں گے اور امر پھیلا ہوا
قائم کے زمانہ میں ہوگا۔

تو ظاہر ہے کہ ان کی خلافت تو حضرات شیوعہ کے نزدیک منصوبہ راشدہ ہے تو اگر اس
آیت سے استخلاف حق مراد ہی نہیں اور خلافت راشدہ پر یہ آیت دال ہی نہیں تو اس کا
نزول امام مہدی کے لئے جن کی خلافت راشدہ ہے کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ سب روایات جن
میں نزول آیت کا امام غائب عن البصار الخاضع فی الامصار کے لئے بیان کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا
گیا ہے کہ اس استخلاف موعود سے مراد استخلاف امام مہدی ہے سب لغو و لا طاقی ہو جائیں
گے تو ثابت ہوا کہ مراد استخلاف سے استخلاف حق اور خلافت و امامت حقہ ہے اور اس سے
یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض روایات میں جو حضرات شیوعہ ائمہ سے نقل کرتے ہیں کہ مراد استخلاف سے
استخلاف و تمکین فی العلم ہے سراسر کذب و افتراء ہے تفسیر صافی میں نقل کیا ہے۔

وفی الکافی عن الصادق انہ سئل عن هذه الآية
فقال هم الامۃ وعن الباقر ولقد قال اللہ فی
کتابہ لولاء الامر من بعد محمد خاصۃ وعد اللہ
الذین امنوا متکلم الی قوله فاولئک هم
الفسقون ليقول استخلفکم لعلی و یحییٰ
وعبادتی بعد نبیکم کما استخلف وصاة ادم
من بعدہ حتی یبعث النبی الذی یمیلہ
یعبدونہ و یشرکون بئ شئیائہ ليقول
یعبدونہ بایمان و یحییٰ بعد محمد
فمن قال غیر ذلک فاولئک هم الغاصقون
فتدیکن ولایۃ الامر بعد محمد العلم و نحن
فاستلوانا فان صدقنا کما قروا و ما انتم بعاقلین
کافی میں امام صادق سے مروی ہے ان سے کسی نے اس آیت
سے پوچھا فرمایا وہ ائمہ ہیں اور امام باقر سے مروی ہے اللہ
تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے
خاص اماموں کے لئے فرمایا وعد اللہ الذین امنوا متکلم الخ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ غلیظہ بنائوں گا میں تم کو اپنے علم اور دین اور
عبادت کے واسطے تمہارے نبی کے بعد صلی اللہ علیہ وآلہ کے
اصحاب کو اس کے پیچھے بیان تک کہ اس سے پچھلے نبی مبعوث ہو
میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ کریں گے فرمایا
میری ایمان کے ساتھ پرستش کرو گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
پیچھے کوئی نبی نہیں ہے جو اس کے سوا کہ وہ فاسق ہیں تحقیق
تمکین دینی ولایۃ امر بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم علم میں اور وہ ہم
ہیں پس ہم سے پوچھو اگر تم سے کچھ کہیں تو تمہیں سزا اور عذاب
کرنے والے نہیں۔

اور جو اس کی یہ بے راہوں تو استخلاف جو منجید بقیہ فی الارض ہو اس کا حلق جب تک سلف
اور سلفہ کی جہری فی الارض حاصل نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ کج اتاریہ خود حکومت کی جہری کو مستحکم

ہو رہی ہیں کہ ان کا حصول بدون سلطنت ظاہری کے صرف اختلاف فی العلم سے ممکن نہیں ہے علاوہ انہیں مخالفان روایات کے ہے جو سابقہ گذارشس ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کے حق میں ہے اور اس اختلاف سے اختلاف امام مہدی مراد ہے افسوس کہ یہ حضرات نہ خدا و رسول سے ڈرتے ہیں نہ ائمہ سے حیا و شرم فرماتے ہیں اور جو دل چاہتا ہے جس میں اپنی مفلسی و بخلات کی اباحت علماء اسی صورت دیکھتے ہیں خدا و رسول و ائمہ پر افتراء باندھتے ہیں دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس وعدہ کو مومنین عالمین صالحات کے ساتھ فرمایا ہے اور قاعدہ ہے کہ حکم علی المشتق علیہ ماخذ پر دلیل ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور غایت صلاح فی العمل اس اختلاف موعود کی علت واقع ہے اور نہایت بدیہی ہے کہ جس موعود خداوندی کا موقوف علیہ اور جس کی علت ایمان اور اعمال صالحہ ہوں گے وہ امر خیر اور حق اور راشد محض ہوگا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب اختلاف کو بھی حق تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ منوط و مربوط فرمایا ہے تو یہ اختلاف اختلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل و علا شانہ ہوگا تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت شریفہ میں صرف اختلاف ہی کا تو وعدہ نہیں فرمایا کہ اس کو سلطنت کے اوپر بھی محمول کرنے کی گنجائش ہو بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی وعدہ فرمایا کہ اس کے ساتھ میں ہم اس دین کی بھی تمکین ان کے لئے کریں گے جو دین کہ ہمارے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہے اور یہ وعدہ فرمایا کہ ہم ان کے خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے امن کے ساتھ بدل دیں گے اب ان وعدوں سے صاف ظاہر ہے کہ جو اختلاف کو ان فوائد کو مشروط و قطعاً خلافت جائزہ نہ ہوگی اس کے بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب اختلاف پر وہ غیب سے منصفہ نمونہ پر جلوہ گر ہوگا اور اس کے ثمرات و نتائج کمال تمکین دین اور زوال خوف اور حصول امن تمام عالم میں شیوع پذیر ہوں گے تو لوگ میری عبادت میں مشغول ہوں گے اور کسی کو میرے شریک نہیں کریں گے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جس میں شریعت کامل طور پر مروج اور شائع ہوگی اور بدیہی ہے کہ جو خلافت اس کو متضمن و مشتمل ہوگی وہ راشدہ اور حقہ ہوگی اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون یعنی بعد اس نفی عنفی کے جو شخص اس کا کفران کریں پس وہ ہی فاسق ہیں ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس سے انکار و کفران اور اس پر یورش و طعنیاں کو کمال فسق سے تعبیر فرمایا جس سے اس کا بڑی نعمت اور کمال احسان خداوندی ہونا ممنوع ہوتا ہے اسی لئے موقوف امتنان میں اسی کو بیان فرمایا پس اگر یہ خلافت محض سلطنت اور خلافت جائزہ نہ ہو تو اس کا انکار تو بجا ہے خود عند الشیعہ واجب

ہے اور اس کے نقض کی تدابیر لازم و متمم ہیں چہ جائیکہ خداوند تعالیٰ اس کو موقوف امتنان میں بیان فرمائے اور اس کے انکار کو فسق سے تعبیر فرماوے تو اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جب یہ اختلاف اس قدر پسندیدہ جناب باری ہے کہ اس کو موقوف احسان و امتنان میں بیان فرمایا اور اس کے انکار کو فسق کے ساتھ تعبیر فرمایا تو وہ اختلاف کمال حقیقت و رشد کے ساتھ متصف ہوگا چوتھی یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس اختلاف کو اپنی ذات پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے کہ ہم خلیفہ بنا دیں گے اور ہم تمکین دیں گے اور ہم تبدیل خوف کی امن کے ساتھ کریں گے اور جب اس کا متکفل خود خداوند کریم ہوا اور اس کا ذمہ دار ہوا پھر اس نے جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جائزہ نہ تھی تو یہ فعل خداوند تعالیٰ کا قبیح علواً کبیراً پس علی مذہب الشیعہ صدور قبیح نسبت جناب باری لازم آیا و ہو محال تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف سلطنت و خلافت جائزہ نہ ہوگی بلکہ امامت حق و خلافت راشدہ ہوگی علامہ طوسی تحریر میں لکھتے ہیں۔

و استغناء و علمہ بیدلون علی استغناء اور اس کی بے پردائی اور اس کا علم اس کے انحال سے التبیح عن افحاله برائی کے دور ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ تمکین کس زمانہ میں پورا ہوا

اس کے بعد گذارشس ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا تو ان محالہ یہ وعدہ واقع ہونے والا ہے اب باقی رہا یہ امر کہ یہ وعدہ کس زمانہ میں واقع ہوا اور موعود کلم اس وعدہ کے کون ہیں اور یہ خطاب کس کو ہے سو اس میں تین احتمال ہیں ولا رابع لما باتفاق الفریقین احتمال اول یہ ہے کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام فتنہ مکہ میں ہوا اور اختلاف سے مراد اختلاف مومنین کا ہے بجائے کفار کے اور موعود کلم اس کے مومنین ہیں جو اس وقت موجود تھے اور ان ہی کو خطاب ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کے موعود کلم حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اور ان کی اتباع ہیں اور یہ وعدہ ان ہی کے زمانہ خلافت میں پورا ہوگا تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الایۃ کو ہے اور اس کے موعود کلم خلفاء اربعہ میں رضی اللہ عنہم اور یہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کے زمانہ خلافت میں پورا ہو چکا ہے اور خداوند تعالیٰ نے بعد وفات جناب رسالت مآب صلوات اللہ علیہ وسلم کے آپ کی جگہ خلفاء اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان سب احتمالوں میں جہاں تک بغور کرتے ہیں اور اپنے ایمان و انصاف سے تامل کرتے ہیں تو پسے

دونوں احتمالوں کو غلط پاتے ہیں اور تیسرے احتمال کو منہیں دیکھتے ہیں اگرچہ ابطال احتمال اول پر کسی کو کچھ چنداں تبصہ استدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کو اہم مہدی پر محمول کر کے اور اس کے نزول کا مورد منہیں کر کے خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شک و انکار علماء اہلسنت میں گرفتار ہو کر میدان فرار تک دیکھتے ہیں تو ایسی پوچ احتمال اور دواہی تو ہمیں پیش کرنے لگتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ مختصر اس احتمال کے ابطال کی طرف بھی اشارہ کیا جائے اور منہا و تبخا اس کا ابطال بھی مفسرین اثبات میں لایا جاوے پس واضح ہو کہ ہر دو احتمالات کا بطلان ایسا واضح اور برہنی ہے کہ اگر فرائض آیت میں تامل کیا جاوے تو ان کا بطلان بے تکلف فہم میں آسکتا ہے احتمال اول کے ابطال کے لئے پس یہ ہی وجہ کافی ہیں کہ اولاً حق تعالیٰ شانہ نے یہ وعدہ مؤمنین کے ساتھ فرمایا ہے اگر مرد اس سے نجات نہ ہوتا تو یہ وعدہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور تبخا مؤمنین بھی اس میں داخل ہوتے۔

انبیاء کے خواب کی حقیقت

ثانیاً یہ کہ خداوند تعالیٰ نے نجات نہ ہونے کو بصورت رویا کے دکھایا تھا اور چونکہ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتی ہے تو اس لئے اس کا وقوع قطعی ہوتا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا القد صدق اللہ رسولہ الذی یأی بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ امنین محلثین رؤسکم ومقصرین لا تخافون اور نیز اس کو نجات کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے وجعل من دون ذلك فتن خافینا اور اذا جاء نصر الله والفتح تو اس سے بشرط ذوق سیر صاف سمجھ میں آتا ہے کہ یہ واقعہ دوسرا ہے ثانیاً ممکن ہے کہ اس آیت کا نزول بعد فتح مکہ کے ہو۔ رابحاً سلسلہ کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کے ہے تاہم عند الشیخہ فتح مکہ پر چل کر ناسمجح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وعدہ استخفاف کو الذین امنوا وعملوا الصالحات کے ساتھ مفید کرنا اور تخصیص موعودہ لم کی اہل ایمان و صلاح کے ساتھ کرنا بالکل لغو ہوگا اور قبہ الذین امنوا وعملوا الصالحات کی سزا فضول ہوگی کیونکہ حسب تصریحات قوم یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ بعد کفار مکہ کے استخفاف جیسا کہ کا طین فی الایمان اور عالمین صالحات کو نصیب ہوا اس سے زیادہ ان صحابہ کو نصیب ہوا کہ بزرگوں خود بہتر از کفار تھے لہذا باطن من ذلک اور اگر سب مؤمنین اور عالمین صالحات تھے تو مہجبا بالوفاق نہ بھی یہ ہی کہتے ہیں غامض ممکن نہیں کہ اس آیت کا مورد نجات نہ ہوئے کیونکہ اس آیت میں بعد استخفاف

کی جو دو صفیتیں ذکر فرمائی ہیں ان کا مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہیں ہو سکتا۔ اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ ان کے لئے دین پسندیدہ کو ممکن اور راجح کرے گا اور دوسرے فرمایا کہ ان کے مطلق خوف کو امن سے بدل دے گا اور امن تمام حاصل ہو جائے گا اور یہ دونوں امر فتح مکہ کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئے کیونکہ جب دو سلطنتیں عظیمہ کسری و قیسری جو بالکل مخالف اسلام کے تھیں پہلو بہ پہلو لگی ہوئی تھیں جن کی خارجی قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ میں اہل اسلام کو کچھ نسبت نہ تھی تو ایسے دشمنوں کے محاصرہ میں جب تک وہ مغلوب نہ ہوں اور ان کی شوکت و عظمت نہ ٹوٹی کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ دین کو تکلیف و استعزاز حاصل ہو گیا اور خوف امن سے بدل کر امن تمام حاصل ہو گیا بلکہ تمام عرب میں بھی اسلام شائع نہیں ہوا تھا بلکہ علی زعم حضرت کے اصحاب اکثر منافقین و کفار و فاق تھے تو ایسی حالت میں کیونکہ تکلیف دین اور امن تمام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے برابر معلوم ہوا کہ اس آیت کا مورد فتح مکہ نہیں ہو سکتا۔ شاید اس جگہ ہمارے فاضل مخاطب کو یہ شبہ واقع ہو کہ حق تعالیٰ شانہ فتح مکہ کے بیان میں بھی فرماتا ہے امنین محلثین رؤسکم ومقصرین لا تخافون جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایام فتح مکہ میں امن حاصل ہو گیا اور خوف زائل ہو گیا تو اس صورت میں مصداق ولیدلہم من بعد خوفہم امن کا بھی واقعہ فتح مکہ ہوگا جو اب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ شبہ عدم تدبیر اطراف و جواب کلام اور نظم کے ماقبل و مابعد میں غور نہ کرنے سے ناشی ہوا ہے ورنہ فی الحقیقت اس میں اور اس میں فرق زمین و آسمان کا ہے کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع ہے لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ امنین محلثین رؤسکم ومقصرین لا تخافون جس سے صاف واضح ہے کہ اس جگہ امن و عدم خوف دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو خوف تم کو دخول مسجد کے وقت کفار مکہ سے بسبب اپنے ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہوتا وہ خوف تم کو دخول مسجد حرام کے وقت نہ ہوگا اور اس خوف سے تم امن ہو گے نہ میرا دے کہ تم کو اس وقت امن تمام اور عدم خوف کامل حاصل ہو جائے گا یہ تو سر اسر واقع کے اور عقل کے خلاف ہے جب تک دو سلطنتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف زائل نہیں ہو سکتا اور امن تمام حاصل نہیں ہو سکتا تو بقرینہ سیاق و سباق قبل میں ادنیٰ تامل سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس جگہ امن و عدم خوف سے وہی مراد ہے جو کفار مکہ نے حاصل ہوا اور آیت سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے لیستخلفنہ فی الارض ولیمکن لہم دینہم الذی ارتفع لہم

ولیبید لہو من بعد خو فہو اما۔ اس نظم کے سیاق سے براہِ واضح ہے کہ حق تعالیٰ شاذ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو جانشین فرمائے گا جس کے سبب سے تمہارا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا اور تمہارے دین کو مستقر و متکون فرمائے گا اور جس قدر کفر و کفار کی شوکت ہے سب ٹوٹ جائے گی اور تم کو خوف کے بدلے امن مطلق ارزانی فرمائے گا جس کو معنوی سی بھی فہم ہو وہ اس نظم کے سیاق سے اور اطراف و جوانب میں تدبر کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شاذ نے حصول امن اور زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہ امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت کسری و قیصر کے ہوگا چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا و یصلح ملک امتی۔ مازوی۔ لی منہا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حصول امن اور زوال خوف دوسرا ہے اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اس کو اس پر محمول نہیں کر سکتے تو اس موعود کا فتح مکہ پر حمل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بھی نظم کلام سے صاف واضح ہے کیونکہ اولاً حق تعالیٰ شاذ نے یہ وعدہ الذین امنوا کے ساتھ فرمایا ہے جو حقیقتاً جمع ہے اور باعتبار معنی حقیقی جمع کے کم سے کم اس کے صدق کے لئے نین فرد کا ہونا ناہی ہے تاکہ معنی حقیقی جمع کے صادق آویں صاحبِ عالم الموصول نے لکھا ہے۔

فائدہ اقل مراتب صیغۃ الجمع الثلاثۃ علی فائدہ صیغہ جمع کے مراتب کا کم درجہ تین ہیں اور الاصح وقیل اقلہا اثنان۔ بعض کہتے ہیں دو ہیں۔

بہر کیف اقل مراتب صیغہ جمع کے لئے ایک فرد ہونے کا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد پر محمول کیا جاوے گا تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور محل علی الجہاز جب تک حمل علی الحقیقۃ متعذر نہ ہو جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی قرینہ قائم نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صاف ہو بصورت الی الجہاز کو مقتضی ہو تو اس کا محل کرنا امام ممدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد میں جائز نہ ہوتا یا یہ وعدہ حق تعالیٰ شاذ نے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتھ فرمایا چنانچہ ارشاد۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنہم یعنی خدا نے وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض ان لوگوں کے لئے جو مومنین اور عاملین صالحات ہیں کہ ان کو اپنے رسول کا جانشین و خلیفہ بناوے گا تو یہ خطاب حاضرین کو ہے اور سابق میں معاملہ سے گذارش ہو چکا ہے و ما وضع لخطاب المشافہۃ لا یعم بصیغۃ من تاخرون۔ من الخطاب اور یہی ہے کہ امام ممدی حاضرین عند نزول السورۃ سے نہیں ہیں اور ان کی خلافت کے محل کرنے پر نہ کوئی دلیل دلالت کرتی ہے تو یہ

اہمیت ان کی خلافت پر حسب قاعدہ محمول نہیں ہو سکتی۔ ثانیاً خداوند کریم جل و علا شانہ نے اس اختلاف کو اس اختلاف کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے ان کے خلفاء ان کے جانشین ہوتے تھے اور ان کی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین ان کے بعد خلیفہ ہوتے تھے اور مہات خلافت کو سر انجام فرماتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت آپ کے بعد گذرنے دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ مستلزم نقصان مرتبہ رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ ناقص و نامکمل ہوگی کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جب خلافت راشدہ ممکن نہ ہوئی اور آخر تک فاق و فجار کا غلبہ رہا حالانکہ انبیاء سابقین کے خلفاء ان کے بعد بھی ممکن کئے گئے تو اس سے براہِ متہم مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت بہ نسبت انبیاء گذشتہ کے کم ہے اگر دس یا پانچ سال امام ممدی نے خلافت فرمائی اور ایسے رسول کا جو افضل الرسل ہے تمام زمانہ امتداد نبوت میں معدود سی چند سال کے واسطے ایک خلیفہ کو تمکین عطا ہوئی اور باقی تمام زمانہ نفاق و شقاق و کفر و فسق سے مملو رہا تو وہ اختلاف کیا وقعت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے کیونکر ہم ملہ ہو سکتا ہے کہ جن کے خلفاء۔ و اوصیاء ان کے متابع پیدا ہوئے اور وقتاً فوقتاً تجدید و اصلاح حیلے شریعت کرتے رہے اور یہ تشبیہ کیونکر تشبیہ تام ہو سکتی ہے اور باقی امر جب ان کو تمکین ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ خائف و محتش رہی وہ خود بین سے ساقط ہو گئی کیونکہ ان کا وجود و عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ سے صاف براہِ ثابت ہوا کہ اس اختلاف سے اختلاف ممدوی مراد نہیں ہے بلکہ وہ اختلاف مراد ہے جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل متا بقا ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس کو تسلط اور تمکین عطا فرمایا اور اس سے عالم میں دین شیوع پذیر ہوا اور وہ اختلاف بجز اختلاف خلفاء اربعہ کے اور کوئی نہیں اور اس کے اتصال و قرب پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جو صفائی میں اسی آیت کی تفسیر میں مذکور ہے۔

آیت تمکین پر مزید بحث اور اس کے ثبوت میں شیعہ کتب میں مندرج اقوال

وفی الجوامع عن النبی علیہ السلام تغیر جوامع میں نبی علیہ السلام سے مروی ہے

قال زويت لي الارض فاريت مشارتها
ومغارها وسيلها ملك امتي مازوي لي منها
فرما يميني لغيري لئلا يميني ادرسك من شرقي ومغربك
دكها يا ايها العزيز ميرمي امتك ملك دنانك من شرقي
جانك ميرمي لئلا يميني ادرسك

آپ نے خود کے چھوٹے چھوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ کین استقبال قریب کا فائدہ دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہے اور یہ تمام مشرقی و مغربی زمین کے جو حضرات کو دکھاتے گئے ہیں وہ عنقریب مملکت اسلام میں داخل ہوں گے اور دوسری روایت جو صافی میں مروی ہے وہ بھی اسی کا گویا مصداق ہے۔

قال وروی المتقد ادعته انه قال لا یستی
على الارض بیت مدرولا وبر الا دخله
الله الاسلام بعرضه واذل ذیل امان
يعرضه الله فيجعلهم من اهلها و
امان يذللهم فيدينون لها
مقدار دے روایت کی ہے کہ فرمایا زمین پر کوئی گھر مٹی اور نہ ہکا
باقی سب گاہ کہ اس میں خدا تعالیٰ اسلام کو داخل کرے گا
کسی بڑی کی موت کے ساتھ یا کسی ذلیل کی خوارگی کے ساتھ
یا ان کو خدا عزت دے گا کہ ان کو اس کے اہل میں سے
کرے گا اور یا ان کو ذلیل کرے گا کہ اس کے صلح ہو جائیگی

غرض کہ اس تشبیہ سے اس آیت کا امام مہدی کی خلافت پر چل کرنا صحیح نہ ہوا۔ رابعا حق تعالیٰ شائد اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کے ارشاد فرماتا ہے ومن کفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون یعنی بعد تمام اس نعمت کے جو لوگ اس کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہیں اور اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ بعد حصول استخلاف بعض اہل ایمان و صلاح من الصحابة الحاضرين عند نزول الآية جن کی تعداد صحیح تک پہنچے گی اور تمکین واستقامت ارادین اور بعد تبدل خوف از امن اس نعمت کا کفر ان واقع ہو گا تو خداوند تعالیٰ شائد نے بطور تحذیر اور بصورت تہذیب کے ان لوگوں کے وصف کی خبر دی کہ جو مصدر اس کفر ان نعمت کے ہوں گے اور چونکہ خلافت امام مہدی میں اس طرح نہیں پایا جائے گا، تو اس واسطے اس آیت کو خلافت مہدی پر محمول نہیں کر سکتے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر ان مجزیہ زمانہ خلافت اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رب العزت عز و اسمہ نے خبر مہدی مہدی کی اول استخلاف ہو گا پھر تمکین دین اور تبدل خوف ہو گا پھر کفر ان کے وقوع کی طرف یا فخر یا تمنا ہی طرح واقع ہوا اول استخلاف ہو کر تمکین دین اور تبدل خوف واقع ہوئی بعد اس کے کفر ان نعمت کا قائلین عثمان رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا تو اس سے بڑا ہتھرتا ہتھرتا ہوا کہ مصداق اس آیت کہ خلافت مہدی نہیں ہو سکتی بلکہ خلافت خلافت رضی اللہ عنہم ہے۔

حسب ارشاد جناب امیر وعدہ استخلاف کے پورا ہونے کا وقت

خلفاء کا زمانہ خلافت ہے

خاتم نام کو اس پر ان دلائل کے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائے خلافت خلفاء اربعہ کے کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب امیر نے خود اس کا فیصلہ فرمادیا اور اس کا تفسیر چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس وعدہ کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلافت کا زمانہ ہے اور اس کے موعود اربعہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ مصداق تمام اوصاف مذکورہ فی الآیہ کے ہیں اور طرفہ دیگر اس کو مشریت رضی نے منجہ البلاغہ میں نقل فرمایا ہے چنانچہ بعینہ ہم وہ خطبہ شرح منجہ البلاغہ سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن میثم نے اپنی شرح میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو نقل کریں گے خطبہ یہ ہے ومن کلام له وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشخص لقتال العرس بنفسه ان هذا الامر لو يكن نصرة ولا مخذلة بكثره ولا بقله وهو دين الله الذي اظهره وحبده الذي اعدده وامده حتى يبلغ ما بلغ وطلع حيث طلع ونحن على موعود من الله والله منخب وعدة وانصر حبه ومكان التميم بالامر مكان النظام من الخرز يجمعه ويضمه فان انقطع النظام انفرق وذهب شعول يجمع بحذا خفيه ابداء الحرب اليوم فان كانوا قليلا فهو كثيرون بالا سلام عزيزون بالا اجتماع فكن قطبا واستدر الرحى بالعرب واصلهم وذكلك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتفعت عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون مانتع وراك من العورات اهل اليك مما بين يديك ان الا عاجوان يشغروا اليك عند يقولوا هذا اهل العرب فاذا اقتطعتهم واسترحم فيكون ذلك الشد نكبهو عليك وضعهم نيك فاما ما ذكرت من مسير القوم ان قال المسلمين فان الله سبحانه هو كره لمسيرهم منك وهو اقدر على تعذيب ما يكره واما ما ذكرت من عدد هو فانا لو تكنت فقاتل فيما مضى بالكثرة واما لانا فقاتل بالنصر والمعونة انتجى اگرچہ اس ارشاد سے ہم کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن بسبب خوف تطویل ان سے اعراض و اغماض کر کے اپنے مدعا کی طرف جس کے سر پرے میں رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ

میں زمانہ حصول موعود آیت سرایہ اہایت کو زمانہ خلفاء کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ دین فرمایا جس کا غلبہ موعود ہے اور اس لشکر کو وہ لشکر فرمایا جو اللہ کا لشکر ہے اگرچہ اس خطبہ سے بھی یہ معنون واضح ہے لیکن علامہ ابن میثم کی شرح کبیر سے یہ مدعا اشکارا طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم جو کچھ شرح ابن میثم اس خطبہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں لکھتے ہیں۔

وقوله ان هذا الامر الی قوله للاجتماع
صدر الکلام لینی علیہ الرأی فقرر فیہ
اول ان هذا الامر الی امر الاسلام
لیس نصرہ بکثرة ولوخذ لانه بقله ونبه
علی صدق هذا الدعوی بانه دین
اللہ الذی اظهره وجنوده حی جندہ
الذی اعدہ وامده من الملائکة والناس
حتی بلغ هذا المبلغ وطلع فی افاق البلاد
حیث طلع ثور وعدنا بوعود حوالا النصر
والغلبة والادستخلاف فی الارض کما
قال وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا
الصلحت لیستخلفنہم فی الارض
کما استخلف الذین من قبلہم الیہ وکل
وعدم ان الله فلو منجر لعدم الخلف
فی خبرہ وقرئ ناصر جندہ یجری مجری
النتیجة اذ من جملة وعده نصرہ جندہ وجند
هو المؤمنون بالمؤمنون منصورون علی
کل حال سواء کانوا فیلین او کثیرین ثم
شبه مکان التیم بکان الخیط من العقد
وجہ التشبیہ هو قوله بیجمعه ویغمہ انی
قوله ابد

آخر شرح تک جو نہایت طویل و عریض ہے اور اس خطبہ کی شرح کے آخر میں پھر تحریر فرمایا
واما ما ذکرتم من عدد دم الف فہو ان عمر
ذکر کثرة القوم وعدہم فاجابہ بتذکیر
قتال المسلمین فی صدر الاسلام فانه کان
من غیر کثرة وانما کان بنصر الله ومعونته
فینعی ان یکون الحال الا ان کذلک فہو
یجری مجری التمثیل کما اشارنا الیہ فی المشورۃ
الاولی وعد الله تعالی المسلمین بالاختلاف
فی الارض وتعلیکن ومنہم الذی ارتضی لہم
وتبذلہم بخوفہم لہما کما هو مقتضی الایۃ
لتبذلہم بالحاجۃ

اس خطبہ کے الفاظ سے اور شہادت و بیان شارح سے ثبوت تحققت خلافت الیاسیان
ہے کہ جس کے بیان کی حاجت نہیں علاوہ ازیں دوسرے خطبہ جو منہج البلاغہ میں منقول ہے۔ ومن
کلامہ وقد اشارہ عمر فی الخروج الی غزواروم بنفسہ وقد توکل الله لاهل هذا الدین
باعزاز الحوزۃ وستر العورة والذی نصرہم وهو قلیل لا ینتصرون ومنہم وهو قلیل
لا یمتحنون حی لا یعموت انک منی تشرافی هذا العدد وبنفسک تلتقیہم فتلکب لایکن
للمسلمین کافۃ دون اقلی بلذہم ولیس بعدک مرجح یرجعون الیہ فابحت الیہم وجلا
مجربا واحضر معہ اهل البلاد والنصیحة فان اظهر الله فذلک ماتجب وان یکن الاخری
کثر رء للناس ومثابۃ للمسلمین۔ اس کی شرح میں شارح ابن میثم فرماتے ہیں۔

قوله وقد توکل الله الی قوله لا یعموت صدر
لہذہ النصیحة والرائۃ علی وجہ
التوکل علی الله والاسناد الیہ فی هذا الامر
وخلو حتمہا انہ ضمن اقامۃ دینہ وعز اخوانہ
اهلہ وکنی بالغورۃ عن حکم الستری النساء
یجتمعن ان یکون استعداۃ لعمالین علیہم

من الذل والفقر لو احيوا فضمن ذلك سبعا
متر ذلك بافاضة النصر عليهم وهذا الحكم
من قوله تعالى وعد الله الذين امنوا
منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في
الارض كما استخلف الذين من
قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى
لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا
اتهي بتدر الحاجة

کیا اور احتمال ہے کہ یہ اس کے لئے استعارہ ہو جو ذات
وختی ان کے پیچھے کی اگر مغلوب ہوں تو خدا تعالیٰ اسکی
پردہ پوشی کا خاص ہوا اپنی مرد کے پیچھے کے
ساتھ اور یہ حکم قرآن تعالیٰ وعدہ اللہ الذین
امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض
کما استخلف الذین من قبلہم ولیمكنن لہم دینہم الذی ارتضى
لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا سے ماخوذ ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصداق اس آیت کا زمانہ خلافت رضی اللہ عنہم ہے اور اس
وعدہ کے موعود ہم خلافت میں ہیں اور انما از اس وعدہ کا زمانہ خلافت اربعہ میں ہوا اور مثل آفتاب نیم روز
روشن ہے کہ جناب امیر خلافت خلافت کو حق اعتقاد فرماتے تھے اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ
خداوند تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ تکمیل دین اور تبدیل خوف اور حفظ وحایت اور ظہر و صیانت کی
فرمائی ہیں ان سب کے انجام کا وقت یہ ہی زمانہ خلافت کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین شیخ نے
اس کے خلاف مدد و پرچل کرنے کی کوشش کی ہے وہ بالکل اس کے مخالف ہے اور جس قدر
توجہات لاطا ترا اس آیت کے خلاف مدد و پرچل کرنے میں کی ہیں وہ سب کبار غلط ہو گئیں بلکہ یہ بھی
ثابت ہوا کہ وہ سب تو وہ روایات جو جناب امیر سے در باب شکایت غضب خلافت خلافت کے
نسبت کی گئی ہیں وہ سب محض افتراء و اختلاق ہیں اور خلافت خلافت امامت حقہ اور خلافت راشدہ
سے اور حضرات خلافت امام برحق اور خلیفہ راشد میں جناب امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات
وضحان و احتمالات رفع ہو گئے الحمد للہ علی ذلک دلیل ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلافت رضی اللہ

خلافت خلافت رضی اللہ عنہم کے ثبوت حقیقت کی تیسری دلیل منہج البلاغت سے

دیس ثبوت حقیقت خلافت خلافت رضی اللہ عنہم پر وہ خط ہے جو سابق میں بھی
منہج البلاغت اور اس کی شرح سے تعبیر و تفسیر نقل کیا گیا ہے۔ مابعد ذلک بیعت بالحدیث

لزمک وانت بالشام لانه بالیعی القوم الذین بالیعی الباکر وعمر وعثمان علی
مابالیعو حو علیہ فلم یکن للشاہدان یختارون ولا للغائب ان یرد واما الشوری للمہاجرین
والانصار فاذا اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلک للہ رضی فان خرج من امرہم
خارج بطعن او بدعة ردوہ الی ماخرج منه فان الی تا تلوه علی اتباعہ غیر سبیل
المؤمنین وولادہ اللہ ما قوی ویصلہ جہنم و ساءت مصیروان طلحة والزبیر
بالعاف ثمر نقضاً ببعی فکان نقضہما کردہما و جہاد تبہما علی ذلک حتی جاء
الحق و ظہر امر اللہ و هو کارہون فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الامور الی
فیک العافیۃ الا ان تعرض للبلاء فان تعرضت لدقائقک واستغنت باللہ علیک وقد
اکثرت فی قتلة عثمان فادخل فیما دخل فیہ الناس ثم حاکمو القوم الی احکم وایاہم
علی کتاب اللہ فاما تلک الحق تربیدھا خدعة البصی عن اللبن ولعمری وان نظرت
بعقلک دون ہواک لتجد ان ابرہ قریش من دمر عثمان واعلم انک من الطلقاء
الذین لا یصلی لہم الخلافة ولا یشعر فیہم الشوری وقد ارسلت الیک جریر
بن عبد اللہ وحو من اهل الایمان والہجرة فبایع ولاد قوۃ الی باللہ اس خط سے ثبوت
حقیقت خلافت خلافت راشدہ مثل آفتاب کے روشن ہے اور غایت کوشش علماء شیخ کے اس کی
تاویل میں یہ ہے کہ اس کو دلیل الزامی کہہ کر اپنے مذہب کی جان بچاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی ایسی
واہمی اور پوچ تاویلات بلکہ تحریفات سے ناموس مذہب گیر دار علماء سے مصون و مامون نہیں رہ
سکتا کت محال است کہ مہرب دریا گردہ چونکہ ہر بول اللہ وقوت اس دلیل کے تحقیق ہونے کا اثبات
اور الزامی ہونے کا ابطال سابق میں غفریب کر آئے ہیں اس لئے حاجت انادہ و ضرورت تقویٰ
بحث نہیں دیجئے۔

اثبات حقیقت خلافت خلافت کی چوتھی دلیل منہج البلاغت سے

دلیل رابع منہج البلاغت میں ایک خط آپ کے شریف رضی نے اپنی عادت شریف کے
موافق کلام جو میں سے منقذ نقل کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے ومن کدم لہ یحییٰ مجری
الخطبة فقامت بالامر حین فذلک العی اس خطبہ کے خاتمہ کی عبارت
ہے۔

فَنظَرْتُ فِي أَمْرِي فَأَذِ اطَاعَتِي قَدْ
سَبَقَتْ بِيَعْتِي وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي
مِيرِی سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا ميثاق
میرِی گردن میں تھا۔

عَاقِلُ انْ جُلُوں کو نظر غور سے دیکھے اور عجیب قدرت خداوندی کا تماشا مشاہدہ کرے اب
سنیے کہ شارح ابن میثم اس سے واضح تر اور صاف فرما رہے ہیں ان کی عبارت نقل کرتا ہوں۔

قَوْلُهُ فَنظَرْتُ فِي أَمْرِي الْمَذِيهَةِ اَحْثَالَاتٍ
اِحْدَ هَمَاقَاتٍ بَعْضُ الشَّارِحِينَ اَنَّهُ مَقْطُوعٌ
مِنْ كَلَامٍ يَذْكُرُ فِيهِ حَالَهُ بَعْدَ وَفَاتِ
الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ كَانَ مَعْبُودًا
إِلَيْهِ اِنْ لَوِيَانِزَعٍ فِي أَمْرِ الْخَلْفَةِ بَلْ اِنْ
حَصَلَ لَهُ بِالرَّفْعِ وَالْإِفْلَاحِ قَوْلُهُ فَنظَرْتُ
فِي أَمْرِي فَأَذِ اطَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بِيَعْتِي
أَيْ اطَاعَتِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا
أَمَرَنِي بِهِ مِنْ تَرَكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بِيَعْتِي
لِلْقَوْمِ فَلَمْ يَسْبِلْ إِلَى اِزْمَتٍ مِنْهَا وَقَوْلُهُ وَإِذَا
الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لَغَيْرِ أَيْ مِيثَاقُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا هُوَ الْبَدَلُ الْمَشَاقَّةِ
وَقِيلَ الْمِيثَاقُ مَا لَزِمَهُ مِنْ بَيْعَةٍ أَوْ بَكْرٍ بَعْدَ
إِتَاقِهَا أَيْ نَازِ اِمْتِثَاقِ الْقَوْمِ مُنْقَلَبُ مَنِ فَلَمْ
تَكُنْ اِلَّا اَلْجَانَّةَ بَعْدَهُ اِلَّا اَحْثَالَ الشَّانِ اِنْ يَكُونُ
ذَلِكَ فِي تَضَجُّرٍ وَتَبَدُّرٍ مِنْ نَقْلِ اَعْبَادِ
اِخْلَافَةٍ وَتَكَلُّفِ مَذَارَاتِ النَّاسِ عَلَى
اِخْلَافٍ اَحْوَالُهُمْ وَيَكُونُ اَلْمَعْنَى اِنِّي نَظَرْتُ
فَإِذَا اَعَاةَ اَلْخَلْقِ اِنْ اَتَانَا فَمِنْ عُنُقِي قَدْ سَبَقَتْ
بِيَعْتِي وَهَذَا فِيهِ قَبْلَهُ قَدْ جَاءَ فِي عُنُقِي

فَلَمْ اَجِدْ اِمْنًا اَلْقِيَامَ بِأَمْرِهِ وَلَمْ يَعْطِ
عِنْدَ اللَّهِ اِلَّا اَلْثَوْبُ بِأَمْرِهِ
اور بجز ان کے امر کے اٹھانے مجھ کو اللہ کے نزدیک گناہ نہ ہوئی۔
اور اس کے آخر میں لکھا۔

وَالْأَوَّلُ اَشْهُرُ بَيْنَ الشَّارِحِينَ
اور پہلا ایشہل شارحین میں زیادہ مشہور ہے۔
عَاقِلُ جَنَابِ اَمِيرِ کَلَامِ میں تامل کرے اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کرے اور دیکھے کہ خلافت
صدیقہ کا ثبوت حقیقت اس کلام سے کس وضوح و صراحت و ظہور و بداهت کے ساتھ ہو رہا ہے
بندہ اس کو مختصر اعرض کرتا ہے کہ شارح کے بیان سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام اس کلام سے
مقطوع ہے جس میں اپنا وہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا ہے
پہلی عبارت جو شارح نے بڑھائی ہے وہ کہ کان معبود الیہ الذی ان یثان ع ف امر
الخلوة بل ان حصل له بالرفق والایلیسک۔ دلالت کرتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو طمانیت تھی اور معلوم تھا کہ بعد وفات بشریہ کے خلافت اہل کو حاصل ہوگی اور چونکہ اس وقت اہلیت
وصلاحیت خلافت چند اشخاص میں داخل تھی جن میں جناب امیر بھی اس وصف اہلیتہ لاخلافت میں
منفرد تھے اور حسب تصریح علامہ ابن میثم کی شرح خطبہ شفقہ میں ثابت ہے کہ حضرت امیر کو
استشراف الی الخلافت تھا اور دوسری بہت جگہ سے بھی شرح پنج البلاغہ میں یہ امر ثابت ہے
چنانچہ وقت بیعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنْ اَنْ اَحَقَّ بِي مِنْ غَيْرِي
اور شارح اس کی شرح میں بطور اعتراض جواب کے لکھا ہے۔

فَإِنْ قُلْتَ السُّؤَالُ مِنْ وَجْهِ اَزْوَاجِ
وَجْهِ مَنَافَسَةٍ فِي هَذَا اَوْ مَعَ اَنْهُ مَنَصَّبٌ
يَتَعَلَّقُ بِأَمْرِ الدُّنْيَا وَصَلَوْحُهَا مَعَ مَا اَشْتَبَهَ
مِنْهُ مِنْ اَنْهُ هَذِيحٌ وَارْعَاضٌ عَنْهَا
وَدَفْعُهَا وَرَفْضُهَا فَلْتَ اَسْجَرُ عَنْ اَزْوَاجِ
اِنْ مَنَصَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنَصَّبَ دُنْيَاوِيٍّ اِنْ كَانَ مَنَصَّبًا بِصَحِّحِ اَحْوَالِ
الدُّنْيَا لَكِنْ رَدُّكَ دُنْيَاوِيٍّ اِنْ رَدُّهَا مَضَى

اس جگہ اعتراض دو وجہ سے ہے پہلے یہ کہ منصب خلافت
باجود یہ متعلق اصلاح امور دنیائے اور آپ کو اس
سے زہد اور اعراض اور ترک مشہور ہے پھر اس میں آپ کی
رجعت کی کیا وجہ ہے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول
اللہ کا منصب اگرچہ حوس دنیائی کا صلاح کے متعلق ہے نہ
منصب دنیائی نہیں ہے لیکن اس کا تعلق دنیا کے
ساتھ حیثیت دنیوی ہونے کے نہیں ہے
بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ حضرت کی حیثیت

الأخوة ومزعلها

کی جگہ ہے۔

تو اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کو رغبت واستشراف الی الامارت تھا تو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسرے کو حاصل ہو تو منازعت نہ کرنا کیونکہ
جس کو حاصل ہوگی وہ اہل للخلافت ہوگا اور صحابہ غیر اہل کو خلافت کے لئے ہرگز تسلیم نہ کریں گے پس
جب وہ خلافت حق اور امامت راشدہ ہوئی تو اس کے ساتھ منازعت ممنوع ہوئی چنانچہ آپ نے
ارشاد فرمایا لقد علمت معانی الحق بها من غیري واللہ لا سلطن ماسلمت
امور المسلمین شارح اس کی شرح میں لکھتا ہے۔

وفیه اشارۃ الی ان غرضه من المناخضة
ف هذا الامر هو صلاح حال المسلمین
واستقامة امورهم وسلامتهم عن الفتن
وقد کان لهم من سلف من الخلفاء
استقامة امر الی ما قال۔
اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی غرض خلافت
میں رغبت سے مسلمانوں کے حال کی درستی اور
ان کے کاموں کی استقامت اور ان کے فتنوں سے
سلامتی تھی اور کثرت خلفاء کے لئے بھی استقامت اور
درستی امر کی حاصل تھی۔

تو آپ نے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ جو شرط خلافت راشدہ کی ہے گویا یہ فرمایا کہ اگر
یہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کروں گا ورنہ نہیں اور اگر مطلقاً عدم منازعت کا عہد لیا گیا تھا تو یہ آپ کا
ارشاد و مذاذ اللہ سر اس نغمہ ہوگا اور خلافت وصیت رسول کے ہوگا اور یہ جی وجہ ہے کہ آپ نے زمانہ
خلفاء میں منازعت و مناقشہ نہیں فرمایا اور امیر معویہ کے ساتھ منازعت فرمائی اور فتنہ کا کچھ خوف نہ پایا
اگر مطلقاً عدم منازعت معہود تھی تو آپ کا یہ مناقشہ امیر معویہ کے ساتھ سر اس خلاف معہود ہے اور
باعث ثوران فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلفاء کے ساتھ ترک منازعت کی تو یہاں تک
وقوع فتن تھا تو معلوم ہوا کہ آپ نے عدم منازعت اسی وجہ سے نہیں فرمائی کہ وہ غلافیں راشدہ
نہیں اور حضرت کا ارشاد بھی عدم منازعت کی بابت گویا مشروط اسی شرط کے ساتھ تھا کہ اگر امور
مسلمین سلامت رہیں تو عدم منازعت معہود ہے یعنی اگر خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت معہود
ہے حاصل یہ کہ آپ کے استشراف کی وجہ سے عہد عدم منازعت لیا گیا تھا اور اس لئے کہ جو خلافت
واقع ہوگی وہ راشدہ ہوگی اس کے ساتھ منازعت نہ کرنا اور اس کے نقش کی تہ نہ کرنا بلکہ تمہارے لئے
اگر اس کا حصول بالرفق ہو سکے تو فہما کیونکہ مجاہد صالحین للخلافت کے ایک آپ بھی ہیں اور اگر حصول
اس کا بارتق نہ ہو اور اہل حل وعقد آپ سے بیعت نہ کریں بلکہ کسی دوسرے سے بیعت کر لیں تو اس

پر منازعت سے باز رہنا چاہیے اور اس عبارت سے یہ بھی صریح مستفاد ہے کہ اس وقت تک
خلافت کا حصول جناب امیر کو نہیں ہوا تھا غامض ہے کہ ضمیر حصول کے ام خلافت کی طرف راجع ہے
اور یہ جملہ مغول ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل وضع کے مشکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہ ہوتے
کہ اگر تمہارے لئے حصول ام خلافت بہولت ہو سکے تو فہما اور اگر حصول نہ ہو تو منازعت سے
باز رہنا چاہیے غرض حصول ام خلافت حضرت کے لئے مشکوک ہے اور موقوف اس پر ہے کہ
اگر بیعت اہل حل وعقد کی آپ کے ساتھ واقع ہوگی تو حصول خلافت ہوگا ورنہ نہیں تو اس سے
صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہوگی اور حصول ام خلافت کا دار مدار بیعت اہل حل وعقد پر ہوا
خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو درمیان میں مذکور ہوا اصل مقصود یہ ہے کہ اس عبارت سے بالظہار عبارت
خطبہ ثانیہ واللہ لا سلطن ماسلمت امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہے کہ عدم منازعت
صرف اس وجہ سے تھا کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور امامت حق ہوگی اور اس کے
ثبوت سے جو آفت کہ مذہب تشیع پر واقع ہوئی ہے پایاں اور اس کا بیان خارج از حد امکان ہے
اس کے بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر کے کلام میں سے منج البداغت میں مذکور ہے یہ ہے فتنات
فی امری فاذا غامتی قد سبقت بیعتی یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے میں نے اپنے امر میں تامل کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر
چکی تھی اس جگہ کی ترکیب کے ملاحظہ سے واضح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی میں مصدر مضارع
طرف یہ منکسر ہو رہا ہے اور اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضارع الی المفعول ہو اور اس کا
فاعل محذوف ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضارع الی الفاعل ہو اور مفعول محذوف ہو
احتمال اول چند وجوہ سے باطل ہے اول یہ کہ اضافت الی المفعول خود قلیل ہے چنانچہ رسائل نحو
میں مذکور ہے شرح جامی میں ہے۔

وقد یضایف الی المصدا الی المفعول
سواء کان منصرفاً او منصرفاً علی
قلۃ بالنسبۃ الی الفاعل۔
کبھی مصدر مفعول کی طرف مضارع ہوتا ہے
خواہ منصرف ہو یا غیرت یا مفعول نہ ہو فاعل کی نسبت
تقلیل جو پر۔

اور رضی شرح کافیہ صفحہ ۵۹۰ میں لکھا ہے۔

والاضایف الی المفعول اذا قامت القرینۃ
علی کو نہ مفعولہ اما معجب تابع نہ منصب۔
جب کہ اس کے مفعول ہونے پر قرینہ قائم ہو
یا کوئی اس کا تابع منصب محمدی نحو نہ آجے

مضمون ایسے جملہ کاجس کا مذلول ایسا موثق و متکد ہے بغیر اور فجارہ ہو مغل هذا الذکذب
 صراح و میں۔ اباج۔ ہاں بموجب ہمارے تقدیر کلام کے البتہ حصول مضمون جملہ پر فجارہ اور بغیر
 ہونا صحیح اور درست صادق آتا ہے کیونکہ دفعہ بیعت اہل حل و عقد سے خلافت صدیقیہ منقطع ہو گئی
 اور ہر ایک عام و خاص پر اس کی اطاعت لازم ہو گئی تو جناب امیر نے اس کی نسبت فرمایا کہ میں نے
 اپنے امر میں سوچا تو چنانک اطاعت ابوبکر کو جو ذرا پیشتر لازم نہیں تھی اپنی بیعت کرنے سے بھی
 پہلے اپنے امر پر لازم پایا پس اس صورت میں یہ تقدیر اذامفا جائزہ کو نہایت چسپاں اور اس کے ساتھ
 نہایت مربوط ہے اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مناجات کے ہوتا ہے۔ علاوہ ان میں جس کو تقدیر کلام
 کا ذوق صحیح ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس جگہ دو مصدر مشاف فاعل کی طرف جو مینہا متحد ہے اور وہ ضمیر
 متکلم کی ہی واقع ہیں اور جب وہ متکلم الحکم ہیں کہ دونوں وجوب اطاعت کو منقضي ہیں اور متحد
 فی الفاعل ہیں کہ دونوں کا فاعل متکلم ہے تو اس کو مناسب اور چسپاں یہی ہے کہ مفعول بھی دونوں
 کا متحد ہو اور یہ امر ہماری تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کی تقدیر کی تو اس سے ثابت
 ہوا کہ تقدیر کلام یہ ہے فاذا طاعتی لانی بکرت قد سبقت بیعتی لہ اور ظاہر ہے کہ لزوم
 و وجوب اطاعت بدون صحت و حقیقت خلافت منصور نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر
 کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہے و هو المطلوب
 قطع نفرا سے اگر صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لیں تاہم اس کا مال بھی وجوب اور لزوم اطاعت
 ابی بکر سے کیونکہ شارح کی تقدیر یہ ہے فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نزک
 المسا ذعۃ والقتال اور ظاہر ہے کہ اس کے معنی یہ ہی ہیں

فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایانک میری فرائز برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لئے ابوبکر کی فرمانبرداری میں۔

اور نہایت بدیہی ہے کہ فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
 اطاعة ابی بکر اور۔

فاذا طاعتی لاجب بکر۔ ایانک میری فرمانبرداری ابوبکر کے لئے۔

کا مدعا اور مال ایک ہے پس اس تقدیر میں بھی ہماری اور شارح کی تقدیر میں صرف نفی فرق ہوا اور
 باعتبار محکمہ اتحادی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوبکر کی اطاعت
 کے بارے میں محض بوجہ مصلحت عدم توازن نفی تھی یا یہ کہ یہ اطاعت بوجہ حقیقت خلافت ابی بکر صدیق

یعنی اللہ عنہ کی تھی سو اس کو ہم رسول اللہ تعالیٰ ابھی جملہ سابق کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ جناب
 امیر کی خلافت کو تسلیم کرنا اور منازعتہ ذکرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے
 بعد اس کے تیسرا جملہ جو آخر میں مذکور ہے یہ ہے و اذا المیشاق فی عنقی لغیری یہ جملہ
 ثبوت حقیقت خلافت میں گویا مضمر ہے اور شارح نے بھی اس جملہ کی شرح میں اس کو ثبوت خلافت
 تسلیم فرمایا ہے شارح ابن میثم اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قوله۔ و اذا المیشاق فی عنقی لغیری ای اور ناگاہ غیر کا میثاق میری گردن میں تھا یعنی رسول اللہ
 میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ علیہ وسلم کا وعدہ و میثاق عدم منازعتہ
 وعہدہ الی بعد المیشاق وقیل المیشاق میں اور بعض کہتے ہیں میثاق وہ ہے جو ابوبکر کی
 مالز مہ من بیعة ابی بکر بعد ایقاعہا بیعت کا میثاق اس کے واقع کرنے کے بعد آپ
 ای فاذا میثاق التوہد قد لزمتی فلم کو لازم ہو گیا یعنی قوم کا میثاق مجھ پر لازم ہو گیا اور بعد
 یملکنی المخالفة بعده۔ اس کے مجھ سے مخالفت نہ ہو سکی۔

شارح نے اس جملہ کی وقتہ میں لکھیں اور دو معنی بیان کئے ہیں۔ ظاہر و بدیہی ہے کہ اس عبارت
 کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کئے وہ سراسر ہمارے مدعا کی مثبت ہیں اور قانع اساس تیشیع کیونکہ
 لزوم بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ بجز اس کے ممکن نہیں کہ ان کی خلافت حقہ راشدہ ہو کہ جب اصول
 تیشیع کے کوئی شخص بجز امام برحق کے واجب الاطاعت نہیں اور جو شخص غصبا وعدوانا متقص خلافت ہو
 اس کی اطاعت اس کی اعانت اس کی حمایت حرام ہے اور اس کی اطاعت و اعانت کرنے والے مٹ
 اور مرتکب حرام کے اور اس کا خدا ن واجب ہے۔ پس جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت جناب
 امیر پر لازم ہو گئی اور یہ لزوم بنفس رسول تھا۔ اور بدون خلافت راشدہ ہونے کی لزوم جو نہیں سکتا تھا
 تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت خلافت حقہ اور امامت راشدہ تھی اور اس سے یہ بھی ثابت
 ہوا کہ جناب امیر اس وقت نہ غیبت تھے اور نہ امام تھے اور اس سے شرائط ثلثہ عصمت و نض و
 افضلیت بھی بالکل باطل ہو گئی اور خود آپ کے عدا مر ابن میثم کہہ شریف رضی بکد خود جناب امیر نے
 ان دو جملوں میں مذہب تیشیع کا استیصال کر دیا ماضی مخصوص لفظ بعد ایقاعا جو شارح نے بڑھایا ہے
 عجب قدرت الہی کا کاشا دکھاتا ہے شارح نے تو یہ قیہ جس غرض سے لگا لی ہے وہ ہر شخص سمجھ
 سکتا ہے لیکن وہ بالکل لغو اور باطل ہے اگر ہمارے عجیب بسبب اس کے درپے ہوئے تو خوش اسرار
 تعالیٰ بد اس کے بطلان کو ثابت کر دکھائیں گے حق یہ ہے کہ یہ جملہ ہمارے نہایت مفیدہ مغلبہ اور

ہمارے نہایت کارآمد ہے اور تقدیر اس جملہ کی یہ ہے و اذا ميثاق ببيعة الى بكر بعد
 ايقاع القوم اياها في عنق اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بیعت کے انعقاد کا دار مدار بیعت
 اہل مل و عقد پر ہے اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جو اول معنی بیان فرماتے ہیں وہ غلط ہیں چنانچہ
 اس سے پہلے جملہ کی بحث سے ان کا بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہے علاوہ اس کے جو پہلے گذارش ہوا
 کہ لفظ اذا مضافاً تیرہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہ التماس ہے کہ اس جملہ کے لئے مقدر و محذوف کی کچھ
 ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا ارتکاب اسی جملہ کیا جاتا ہے جس جملہ میں حذف و تقدیر
 کے فیصلہ نہایت ممکن نہ ہو اسی واسطے حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ بجمع اجزاء اللہ کو رہا ہے
 محتاج کسی خبر کی حذف یا تقدیر کا نہیں ہے کیونکہ اس جملہ کی اصل عبارت اس طرح ہے فاذا ميثاق
 الغیر فی عنق اور یہ خود جملہ تام ہے جو اپنی تہامی میں محتاج کسی جز کا نہیں بجز اس کے کہ خبر حذف
 مستقر ہے جو محتاج متعلق کا ہے سو اس کی تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں بجز
 تقدیر و تاخیر کے حذف کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں
 معنی صاف واضح ہیں کہ میں نے اپنے ام میں فکر کیا ناگاہ ميثاق غیر کامیری گردن میں تھا اور پہلے شارح
 کی تصریح سے معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ابو بکر ہیں اور یہاں حذف
 مضاف الیہ یعنی لفظ رسول کا بطلان ثابت کیا گیا تو اس کے معنی یہ ہوتے۔

فاذا ميثاق الى بكر من لزوم ببيعة ناگاہ ابو بکر کا ميثاق اس کی بیعت کے لزوم
 بعد ايقاع القوم اياها في عنق فلو میں بعد واقع کرنے قوم کے اس کامیری گردن میں
 یکنفی المخالفة بعده تو بعد اس کے مجھ سے مخالفت نہ ہو سکی۔

اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور دونوں جگہ باغور مرتب ہو گئے اور
 اذا مضافاً تیرہ کے بھی مناسب ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات کے بیان حال کے ساتھ بھی
 نہایت چسپاں ہو گیا اور حاصل عبارت یہ ہوا فنظرت فی امری فاذا اطاعتی لابی بکر
 قد سبقت ببيعة له و اذا ميثاق الغیر وهو ابو بکر من لزوم ببيعة و وجوب طاعته
 علینا بعد ايقاع القوم اياها في عنق فلو سبیل انی ازمنتہ منبا و یکنفی مخالفتہا
 علاوہ ان میں اگر شارح کی اس تقدیر کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو بھی ہمارے مدعا کی مناقض نہیں چنانچہ
 پہلے جملہ کی تشریح میں گذارش ہو چکا ہے بلکہ ہمارے مدعا کے موافق ہے کیونکہ ميثاق رسول اللہ و بعد
 الی بعد ميثاق کا حاصل اور ميثاق رسول اللہ فی لزوم ببيعة ابی بکر و طاعته

ایک ہے اور یہ ہم معنی ميثاق ابی بکر فی لزوم ببيعة و طاعته کا ہے بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ
 کے بعد و ميثاق کا اور زیادہ مؤکد ہو گیا اور بمنزلہ دعویٰ الشیعیہ میں نہ رہا بلکہ الحمد للہ کہ خود جناب
 اہل احزاب اور آپ کے جناب رضی کے نقل اور جناب شارح ابن تیم کی شرح سے صحت و
 حقیقت خلافت خلفائے ثابت ہوئی اور جھگڑا چکا۔ بیعت
 کیا لطف جو غیر سر پر وہ کھولے جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کی پانچویں دلیل

دلیل خامس، اشریت رضی نے منہج البلاغہ میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں تمام وہ مناقب
 و اوصاف بیان فرماتے ہیں جن کا مصداق شیخین کے سوا ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا شخص ہو خطبہ
 یہ ہے۔

ومن كلام له لله بلاد فلان فلقد قوم اولو و
 حادوی الحمد اقام السنه وخلف العترة و
 ذهب نعت الثوب قليل العيب اصاب
 خيرا هو مسبق شرها ادى الى الله طاعته
 واتقاه بحقه رجل وتركه في طرف
 مشجبة لا يهتدى فيها الصال ولا
 يستيقن المهتدى

فلان شخص کی آزمائش خدا کی بھی ہے خدا کی قسم اس
 نے کبھی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا اور سبب
 کو برپا کیا اور فتنہ پیچھے چھوڑا اور پاکدامن بے عیب
 کیا خداوند کی بھلائی کو پہنچا اور بڑائی سے گذر کیا
 خدا کی طاعت ادا کی اور حق تقویٰ ادا کیا تو لوگوں کو
 مشجبتہ قلوب ہتدی فیہا الصال ولا
 یستیقن المہتدی

بندہ کمترین عرض کرتا ہے کہ ممدوح ان اوصاف و مدائح کے یا ابو بکر یا عمر یا رجل ثالث لیکن
 جائز نہیں کہ مرد اول رجل ثالث ہو کیونکہ جو رجل ثالث کہ مراد ہے وہ یا ابو بکر و عمر سے پہلے ہے یا پیچھے
 ظاہر ہے کیونکہ جو عثمان رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمان مراد نہیں اور
 نہ کوئی اس کا قائل ہوا تو لہذا حال یہ ممدوح وہ رجل ہو گا جو ابو بکر و عمر سے پہلے نماز حیات رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی زمانہ میں وفات پا گیا لیکن چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف ایسے
 شخص کی ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب وجود باوجود جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود ہے وحی نازل ہوتی ہے اور تمام امور وحی خداوندی سے سرانجام
 پاتے ہیں اور خود جناب امیر بھی موجود ہیں اور بفضل تعالیٰ آپ کو بوجہ قرب و منزلت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہر ام کے تلق وفتح میں دست اندازی ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس وقت آپ مخدول و متروک بھی نہیں ہیں تو ایسی حالت میں کسی ایسے شخص کی جو نہ امام ہو اور نہ بالقوہ خلیفہ راشد ہو ایسے اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطے ہوں مسرکہ کذب و خلاف واقع ہے علاوہ ازیں ثانیاً اس خطبہ کے الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ اصحاب خیرہ و بدیق شریک ضمیر میں خلافت کی طرف راجع ہیں شارح ابن میثم فرماتے ہیں والنصیر فی خیرھا وشرھا للخلافة وان لم یجزعہا لکنھا معبودۃ اولیٰ تقدم ذکرھا انتھى۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف ان صفات کا ہے اس نے خلافت کو پایا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محات خلافت سرانجام کر کے تمام برائیوں سے بچ کر اور تمام خوبیوں کو سمیٹ کر اپنے ساتھ لے گیا پس ایسا شخص پھر حضرت ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہم کے اور کوئی نہیں ہوا تو اس سے متین ہوا کہ وہ رجل جو موصوف ان صفات کا ہے یا ابو بکر تیسے یا عمر تیسرے شخص کوئی نہیں ہو سکتا ثانیاً اگر سوائے ان دونوں کے کوئی تیسرا ہے تو آپ کے قطب صاحب راوندی اور آپ فرمادیں تو کسی وہ کون ہے اور اس کا نام تو لیں جھلجھلایا نمودار شخص ہو اور جس کے ایسے اوصاف ہوں عقل سلیم کسب تسلیم کرتی ہے کہ وہ ایسا مجہول الاسم والجرم فساد صفت ہو کہ جس کو کوئی بھی نہ پہچانے اور ظاہر ہے کہ حضرت امیر نے جو اس کا نام نہیں ذکر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہی ہوگی کہ وہ جو اس کی شہرت کے اوصاف کے ذکر کو نام کے ذکر سے منعی سمجھا اور صرف اوصاف کے ذکر پر اکتفا کیا اور جب کوئی آپ کو اور آپ کے راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف کا ہو نہیں معلوم ہوتا تو شخص یہ تحلیل و دوسو ہے کہ آپ کے قطب صاحب کے مکاشفہ کی غلطی ہے اگر مصداق ان اوصاف کا حضرت کو دستیاب ہو جاتا تو زمین و آسمان کو باجماع ملا دیتے اور کیسا کچھ غل شور نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ بجز ابو بکر و عمر کے تیسرا شخص موصوف ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے۔ راہبہ مستدکچہ اسی موقع پر ملخص نہیں ہے بلکہ جناب امیر نے بعض اور مواقع میں بھی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اس کی تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بھی جناب امیر تعریف و توصیف انھیں کی فرما رہے ہیں نہ شخص ثالث کی جیسا کہ آپ کے قطب صاحب نے تو جو فرمایا چنانچہ جو اب خط امیر موصوفہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہیں جس کو علامہ ابن میثم نے بذی شرح کبیر میں نقل کیا ہے۔ وذکرنا منہ جنتی من المسلمین اعوانا ینذرونہ فوافی ما نلہم عندہ علی قدر فضلہم علیہم السلام وکان افضلہم فی الاسلام۔ رحمۃ اللہ علیہم واللہ وسئلہ عنہ اسد دق و خلیفۃ الخلفۃ

الفاروق ولحمی ان مکاتیبہما فی الاسلام لعظیمہ وان المصائب بہما فی الاسلام
لجرح شدید برجمہما اللہ وجزاہما باحسن ماعلا۔ انتہی بقدر الحاجة۔ اور یہ عبارت اس
خطبہ کی شرح میں مذکور ہے جس کا عنوان یہ ہے ومن کتابہ الہ المعویۃ فاراد قوما قتل دنیا
اس تعریف میں جو حضرت نے قسم کھا کر شیعین کی فرمائی تھی کہ حضرت رضی نے خطیں سے نکال ڈالا
ہے۔ دو جگہ ایسے جامع ذکر فرماتے ہیں جو اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ کو مع شئی زائد جامع ہیں پس اس
لئے ہم ان دونوں جملوں کے مضمون کو اس خطبہ کے مضمون سے اور اس مرح و توصیف کو اس مرح و
توصیف سے متبادل کر کے دیکھتے ہیں اور موازنہ کرتے ہیں پس اس خطیں پہلا جگہ اس خط کا ان مکاتیبہما
فی الاسلام لعظیمہ ہے اور دوسرا جگہ وان المصائب بہما فی الاسلام لجرح شدید
ہے ظاہر ہے کہ ہر شخص کی علی الخصوص غلیظہ کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ جو اپنے
ذاتی امور میں ہو مثل تقویٰ وصلاح اعمال وادائے طاعات وعبادات بجا آوری حقوق اللہ میں ہوگا۔
دوسرا یہ کہ اس کا معاملہ عباد کے ساتھ ان کے حقوق کی بجا آوری کے متعلق ہوگا جناب امیر نے اپنے
دونوں جملوں میں دونوں امور کو جمع فرمایا اور دونوں حقوق کے ادا کرنے کی نسبت ایسی مرح و توصیف
فرمائی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہے پہلا جملہ ان مکاتیبہما فی الاسلام لعظیمہ اگرچہ حقوق اللہ
اور حقوق العباد کی بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم علی سبیل التشریح کہتے ہیں کہ اس سے مراد ان کی غفلت
مکانی فی الاسلام صرف باعتبار بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہے ان کریم عند اللہ
التقوا اور دوسرا جملہ ان المصائب بہما فی الاسلام لجرح شدید بصرحت ان کی مرح باعتبار کمال بجا آوری
حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہاں تک کہ ان پر مصائب موت کا واقع ہونا یعنی ان کا وفات پانا
اسلام میں سخت زخم ہے یا یوں کہنے کے بہر غلیظہ کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک زمانہ حیات کی کہ جو اپنے
زمانہ حیات میں خیرات وحنات کا حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری یہ
کہ بعد اس کی وفات کے امت میں اس کی وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اس کے فقہ ان سے امت
کو کیا صدمہ پہنچے پس ظاہر ہے کہ پہلا جگہ زمانہ حیات کے حنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے
واشکاف بیان کر رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان سے ایسے اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوتے جو ان
کے باعث عظمت ورتبہ کے عند اللہ تعالیٰ ہونگے اور دوسرا جگہ ووقت بعد موت کو بجا کر کہہ رہا
ہے کہ ان کے انتقال کے سبب سے اسلام کو سخت زخم پہنچ گیا ہے چنانچہ امت پر محسوس ہے عین
چر بیان کر شیعین کے انتقام سے اسلام کو اب سخت زخم پہنچا جو ہر مند میں مذکور ہے اب ہم ان دونوں جملوں سے

مضمون کو باعتبار پہلی دو حالتوں کے اوصاف عشرہ سابقہ سے مقابلہ و موازنہ کر کے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف عشرہ میں سے پہلا وصف خلق اللہ کی احوال کی کو سیدہ حاکمہ اور دوسرا وصف اپنے مواعظ بالغہ کے ساتھ امرات نساء عباد کا معالجہ اور مدار کرنا تیسرا وصف سنت نبوی کا قائم کرنا جب کہ اس سے مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا چھٹا وصف دنیا سے قلیل الحب رخصت ہونا یعنی معاصی قلیلہ کے ساتھ جانا قلت کا لفظ اسی واسطہ قرار پایا ہے کہ معصوم نہ تھے آٹھواں وصف خداوند تعالیٰ کی پورے طور پر بندگی بجالانا نوآن وصف الفکار ناخذ الخالق کے حقوق کے ساتھ اور اس کے حقوق کو اس کی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہ پھر اوصاف گویا اس جملہ کی شرح اور تفصیل ہیں جو اس خط میں اول مذکور ہو یعنی ان مکاتبات فی الاسلام بختم جو مجملہ ان سب و صفوں کا جامع ہے اور تیسرا وصف اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت نبوی کا لوگوں میں جاری کرنا اور لوگوں کو اس کا پابند کرنا اور عامل بالسنۃ بنانا اور چوتھا وصف فتنہ کو پیچھے چھوڑنا یا پھر اس وقت دنیا سے پاک صاف لوگوں کی خدمتوں سے اپنے حقوق کی نسبت جانا ساقیوں خلافت کی جھلانی عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اس کے مشرور یعنی فتن اور غوریزی سے محفوظ رہنا دسواں ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ جہالتوں کی پیچیدہ رستوں میں گمراہ ہو گئے ہوں کہ کہ جن میں گمراہ کو راہ یابی و شواہد اور راہ یاب کو اپنی راہ یابی پر پورا اعتماد نہ ہو یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جملہ ان المصائب بمعانی الاسلام یعنی حشد شدیدی ہیں بلکہ جو تھا اور دسواں وصف تو گویا اس جملہ کا م معنی اور مراد وہی ہے چنانچہ ظاہر ہے ہم نے بخوف تطویل اجمالاً ذکر کر دیا ہے اور تفصیلاً ہر ایک وصف کو بعد اگانہ اس کی شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے منیں بیان کیا اگر ایسا کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوتی اہل فہم خود سمجھ لیں بعد اس کے جب ہم اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ کو دونوں جملوں کے ساتھ باعتبار دوسرے دونوں احتمالوں کے مقابلہ کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ جملہ اولیٰ اس خط کا ان مکاتبات ممدوح کے ان اعمال حسنہ کی چوہانہ زمانہ حیات میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہے گویا تصویر کھینچی ہوئی ہے اور جہاں تاثر ان المصائب بمعانی ان حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہے جو ممدوح کی وفات کے بعد امت کو پیش آئے اور ان صدیوں کی خبر سے راستہ جی کے سبب سے ممدوحین کے انتقال کے بعد اسلام زنی و تہذیب جو گویا ادیر یہی دونوں امر ہیں کہ جن کی شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ میں مذکور ہے چنانچہ پہلا وصف دوسرا اور تیسرا اور پانچواں اور چھٹا اور ساتواں اور آٹھواں اور نوواں جملہ اولیٰ کی

شرح ہے جن میں ان حسنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح اپنے زمانہ حیات میں بحسب ادب و حقیق اللہ یا حقوق العباد سے کر کے عظمت مرتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک پیدا کر کے لے گیا اور چوتھا اور دسواں وصف جہاں تاثر کی شرح ہے اور ان میں ان مصیبتوں کا بیان ہے کہ جو وفات ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پہنچی۔ غرض یہ تفصیل اور یہ اجمال باہم پورے طور پر مطابق ہیں تو اس تقریر سے ثابت ہوا کہ ممدوح ثنات کسی تیسرے شخص کی منیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے یا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔

حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دور خلافت ہر قسم کے

فتنوں سے پاک تھا

خاماً علامہ ابن مثنیٰ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابوبکرؓ ہے یا عمرؓ بلکہ اپنی رائے میں حضرت ابوبکرؓ کو بہ نسبت جناب عمرؓ کے ترجیح دیتا ہے ہم علامہ کی کلام اس کی شرح کبیر سے نقل کرتے ہیں اہل عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں۔

والمنقول ان المراد بقلون عمر وعن القطب
الراوندی انه انما اراد بعض الصحابة
فی زمن الرسول صلى الله عليه واله وسلم ضمن
ما قبل وقب الفتن وانتشار حاو قال ابن
ابى الحديد ان ظاهر الاوصاف المذكورة
فی الكلام يدل على انه اراد رجلاً وف
امر الخلافة قبله لقوله قوم الوود وداوى
العدو ولعمر وعثمان لوقوعه فى الفتنة
ولتشعب السبب وانه ابانك لتقسمة خلافة
وبعد عهده عن الفتن وكان اذ فخرانه اراد
عمر واول ان ارادته ذهب بكم شبه من
ارادته لعمر لما ذكره فى خلافة عمر و ذمها

اور منقول یہ ہے کہ مراد لفظ فلان سے عمر بن خطاب ہے اور قطب راوندی سے منقول ہے کہ صرف بعض صحابہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو فتنوں کے واقع ہونے اور پھیلنے سے پیشتر انتقال کر گیا مراد کچھ ہے اور ابن ابی الحدید نے کہا کہ ظاہر اس پر دہل میں کہ وہ شخص مراد ہے جو آپ سے پہلے امر خلافت کا متولی ہوا بسبب اس قول کے کہ سیدہ کیا اور بیماری کا علاج کیا اور عثمان و عمر ادنیٰ سے کیونکہ وہ فتنوں میں پرہ اور اس کے سبب سے فتنے پھیلے اور ابوبکر بھی سبب کی مدت خلافت اور بسبب دور ہونے نہ خلافت کے فتن سے مراد نہیں ہے تو گویا ظاہر ہے کہ عمر بن خطاب کو مراد رکھا اور میں کہتوں ابوبکر کو

به في خطبتها المعروفة بالشفقة كما
سبقت الاشارة اليه انتهى بقدر
الحاجة.

آپ کا مراد کتبہ نسبت عمر کے زیادہ شاہد بھی ہے کیونکہ خطبہ
شفقتیہ میں خلافت عمر کی خدمت کی ہے چنانچہ اس کی طرف
اشارہ گزرجا۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ شارح کے نزدیک لفظ فلاں سے سوائے ابوبکر و عمر
کے شخص ثالث مراد ہونا مروج ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلاں سے عمر ہیں پھر
قطب راوندی کا قول نقل کیا ہے اس کے بعد ابن ابی الحدید کے قول سے جس میں عقلی طور پر سلطان
قول راوندی کا ثابت کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قطب راوندی کا قول خواص عبارت کے سراسر
مخالفت ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ انہر یہ ہے کہ مراد حضرت عمر ہیں پھر شارح خود کہتا ہے کہ اس شبہ بحق
یہ ہے کہ مراد ابوبکر صدیق ہیں پس شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید متفق ہیں کہ شخص ثالث مراد انیس اور
تیسرا شخص مصداق ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے یہ محض آپ کے قطب صاحب کی دینکا تانی یا
تصور مکاشفہ ہی ہے کہ عبارت کو دیکھتے ہیں نہ اس کے مضمون کو سمجھتے ہیں اور اپنی توجیہ کے چلے
جاتے ہیں خواہ الفاظ سے پیدا ہوا یا نہ ہو خیر ہم کو اس سے کیا بحث خدا تعالیٰ ان کو اس ایمان داری
اور دیانت کی جزا دیلے اور دوسری ہوگی ۲۔ جزا یہ یعنی عدی بن عامر ۱۔ جاری عرض یہ تھی کہ موصوف
ان اوصاف کا یا ابوبکر ہیں یا عمر۔ اور یہ ثابت ہو گیا اور بدیہی ہے کہ جو شخص موصوف ان اوصاف
کا ہو گا وہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گا نہ ظالم و غاصب اور فاسق و فاجر کیونکہ امام یا نبی اور وہ قطعاً
بالتفاق مخرج مراد نہیں یا ملوک و سلاطین اور ان میں یہ اوصاف قطعاً مفقود ہوتے ہیں یا خلفاء راشدین
ہیں اور وہی محمل ان اوصاف کے ہیں لیکن ائمہ اثنا عشر میں سے کوئی مراد نہیں ہے تو ابوبکر یا عمر مراد
ہوتے اور ان کا خلیفہ راشد ہونا ثابت ہوا اب ہم ان اوصاف عالیہ کو بغرض عموم لفع شرح سے
لیکھتے ہیں۔

وقد وصف باحوال احدها تقويمه للزود
وهو كناية عن تقويمه وعوجاج الخلق
عن سبيل الله الى الاستقامة فيها الثاني
مداواة العبد واستقرار لفظ العمل
لذا وصف النفسانية باعتبار استقامته
لذا ذكرى كالعبد وصف مداواة معالجة

اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھ اس کو موصوف کیا اور
اس کا بکی کو سیدھا کرنا اور یہ کہ یہ اس سے کاس نے
خلق کی گئی کہ اللہ کے رستے سے استقامت اور جمہوری کی
طرف سیدھا کیا۔ دوسری اس کو بیماری کا علاج کرنا اور لفظ
عبد کو امراض نفسانہ کے لئے جو کچھ وہیں مثل عبد کے
تکلیف کو مستلزم ہے استوار کیا اور پوری نصیحتوں اور

ثلث الاصرار بالمراعاة البالغة والزواج العاقل
القولية والنفلية الثالث اقامة للسنة
ولزومها الرابع تخليفه للنفقة اى موته
قبلها ووجه كون ذلك مدحاً له هو اعتبار
عدم وقوعها بسببه وفي رصنه بحسن تدبيره
الخامس ذهابه لبق الثوب واستقرار لفظ الثوب
لعرصته ولفظه بسلامته عن دنس المذاخر
السادس قلة عيوبه السالحة اصابته خيرها و
سبق شرها والضمير في الموضعين يشبهان
يرجع الى المجهود مما هو فيه من الخلافة اى
اصاب ما فيها من الخير المطلوب وهو العدل و
اقامة دين الله الذي به يكون الشواب
الجزيل في الاخرة والشرف الجليل في الدنيا
وسبق شرها اى مات قبل وقوع الفتنه فيها و
سفل الدنيا لجلها الثامن او اوده الى الله
فما عتبه الناس انما هو به بجهته اى ادى حقه
خوفاً من عقوبته العاشر رحيله الى الاخرة تاركاً
للناس بعده في طرق متشعبة من الجبال ذات
لا يمشدى فيها من ضل عن سبيل الله ولا
يستيقن الممشدى في سبيل الله انه على سبيله
لا يختلج خرق الضلال وكثرة المحال لاله ايدها
والواو في قوله وتركه للرجال.

بڑی دھکیوں تولیہ اور فطریہ کے ساتھ امراض کے
معالجہ کو ہوا کے ساتھ وصف کیا تیسری اس کا سنت کو
تمام کرنا اور اس پر قائم رہنا چوتھی فتنوں کا بچنے چھوڑنا یعنی
فتنوں سے بچنے پر قائم رہنا اور اس سے اس کی طرح ہے
کہ اس کی سن تدبیر سے امت میں فتنے واقع نہ ہوتے۔ پانچویں
اس کا پاک و امن جانا اور ثوب کو اس کی آبرو کے لئے سجنا
کیا اور ثوب کی پاکیزگی کو اس کے سلامت رہنے خدمت و دست
کی میں کچل سے استعار کیا۔ چھٹی اس کے عیوب کا کم ہونا
ساتویں خلافت کی سجداتی کا پانا اور اس کی برائی سے غمزدہ
رہنا اور ضمیر نیز اور شر کی شاہد بھی یہ ہے خلافت کی طرف
راجح ہے جو محمود ہے یعنی خلافت سے جو خیر معلوم ہے
اور وہ عدل کرنا اور اللہ کا دین قائم کرنا جس سے ملہ
بدلہ آخرت میں اور بڑی بزرگی دنیا میں حاصل ہوتی ہے
وہ اس نے پالیا اور خلافت کے شر سے بچا یعنی فتنوں
کے واقع ہونے سے بچنے اور خلافت پر غور و تری سے
پیشتر وفات پا گیا آنحضرت اس کا اللہ تعالیٰ کی خدمت
درنگی کو ادا کرنا تو اس کا تقویٰ کرنا جو کہ حق تعالیٰ کے
یعنی اس کے مذہب کے خوف سے اس کا حق اور ایک دوسروں
اس کا لوگوں کو اپنے پیچھے جہالت کے پالنے۔ رستوں میں رجب
میں نہ اللہ کی راہ سے گمراہ نہ ہو سکے اور نہ راہ اب اپنی راہ پائی
پر گمراہ اللہ کی راہ پر ہے سبب گمراہی کے رستوں کے اختلاف اور
کثرت مخافت کے نہ کہ کثرت بیتیں کر کے چھوڑ کر آخرت
کی طرف کوچ کرنا۔

عاقلاً منصف ان اوصاف عابد میں غور کرے اور دیکھے کہ جو کچھ ابن ابی الحدید اور ابن میثم اور سب سے
ہیں وہ صحیح ہے یا جو کچھ قطب راوندی فرماتے ہیں اور نیز یہ بھی خیال کرے کہ یہ اوصاف مجموعہ جو خلیفہ راشد

کے کسی میں پائی جاسکتی ہیں حاشا وکلا اور خلفاء میں سے جب ایک کی بھی خلافت راشدہ ثابت ہو گئی تو سب کی ثابت ہو گئی تو اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء خلیفہ راشدہ تھے اور یہ ہی مدعا تھا اور یہ غلطی قول قطب الدین راوندی کے ہو چکی گئی ہے بشرط تسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مدعا یہ بنی ہو کہ مراد رجل سے وہ رجل ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی زمانہ میں قبل از وقوع فتنہ دغا پاکیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمن مضمون مذہب راوندی نقل کی ہے اس سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ رجل سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتنہ سے پہلے فوت ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ مراد رجل سے کوئی شخص ثالث سوائے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتی ہے کہ مراد یا ابوبکر ہے یا عمر کیونکہ اولاً وہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہ ممکن نہیں کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصدر ان اوصاف کا ہو سکے اور ثانیاً ممکن بات قبل وقوع الفتن و انتشار باہر گز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس نے وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی زندہ رہا۔ ہاں وقوع اور انتشار فتنہ سے پہلے رحلت کر گیا اور ایسا شخص جز ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی دوسرا نہیں ابن ابی الحدید سے علامہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین شواتب فتنہ سے بارگاہ پاک اور صاف ہے زمانہ فتنہ بعد وفات جناب فاروق شروع ہوا ہے پس حضرات شیخین پر مضمون عبارت راوندی انما انما د بعض الصحابة في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات قبل وقوع الفتنه وانتشارها بخولي صادق آتا ہے اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک بھی مراد رجل سے یا ابوبکر ہیں یا عمر لیکن صاف نام نہیں لیا اور نام لے تو کوئی کرے اس کو اپنے مذہب کی پیچ و مضمت نہیں دیتی کہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے مذہب کا استیصال کرے۔ پس بعد اللہ بقول قطب ان قطاب شیعوہ علامہ ابن میثم و ابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابوبکر ہیں یا عمر؟ الحمد للہ علی وضوح الحق وفضوح الباطل۔ اب وہ جواب بھی ضرور سننے چاہئیں جو حضرات شیعوہ نے اس کلام کے جواب میں فرمائے ہیں۔ جواب ان یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مرح ان لوگوں کی دجونی واصلہ کے لئے فرمائی ہو کہ جو صحت و حقیقت خلافت شیخین کے متعلق تھے اور یہی ہے کہ جو بابت مذہب وہابی ہے کیونکہ تم تیسو کرتے ہیں کہ آپ نے یہ مرح دجونی کے طور پر فرمایا تھی لیکن تم یہ جہتے ہیں کہ یہ مرح مسدوق واقع و فضول آدم کے تھے یا نہ تھے اگر مطابق واقع کے نہ تھے تو وہ اللہ اپنے

لوگوں کی دجونی کے واسطے قسم کھا کر دس جھوٹ بولے اور جھوٹ و فریب کے ساتھ لوگوں کا رونا دھونا اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کے ساتھ لوگوں کی رضا چاہی اور اس جھوٹ کا نتیجہ صرف یہ تھا کہ لوگ شیخین کی مرح و ثنا حضرت کی زبانی خلافت کے بارہ میں سن کر ان کی حقیقت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گمراہی میں پڑیں پھر اگر بقول ابن میثم کے اگر آپ کو ایسا ہی جھوٹ ل کر کام نہ نکالنا تھا تو بمقابلہ امیر موحیہ کے اسی طرح کیوں جھوٹ بول کر کام نہ نکالا۔ وہاں تو امیر موحیہ کی نسبت اور اپنی مرح میں فرماتے ہیں کہ وہ فریب کرتا ہے اور ہم دغا اور فریب نہیں کرتے پس آفرین ہے حضرات شیعوہ کے دلا و تمسک پر کہ اس کے پردہ میں کیا کیا خوبیاں حضرات اللہ کی طرف منسوب فرماتے ہیں اور اگر یہ مرح مطابق واقع کے ہے تو ہمارا مدعا ثابت اور یہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اس کا یہ فرماتے ہیں کہ یہ مرح بطور طنز و تخریص عثمان اور ان کی تویح کے تھے یا اس مضمون کے بعد اس شخص کے جو ان صفات کے ساتھ متصف تھا جو شخص غلیظ ہوا وہ ان صفات کے اضداد کے ساتھ متصف تھا اس لئے کہ خلافت عثمانی میں فتنہ اٹھے اور انھوں نے بیت المال کو بے جا صرف کیا جس کے سبب سے ان پر بولا ہوا یہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور واہی ہے جیسا کہ پہلا جواب تھا کیونکہ اس میں بھی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے اہل الصاف نظر الصاف سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ نہ گورے جو طنز و تخریص یا تویح پر دلالت کرتا ہو۔ مہذبہ سب دھکوسل گھڑا ہوا ہے کیونکہ جناب امیر نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا تھا کہ واللہ لا سلمن ماسلمت امور المسلمین ولو لیکن فیہا جور الاعلیٰ خاصۃ ظاہر ہے کہ آپ نے باوجود اس جو ر و ظلم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعوہ اپنی یمین میں جو طاعت پر تھی حانت ہوئے اور عاصی۔ علاوہ انہیں یہ جواب خود بخود جاری ہو رہا ہے اور صاف دلالت کرتا ہے کہ مراد رجل سے قطعاً یا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ کیونکہ طنز و تخریص جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو یہ نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا گیا کہ فلاں خلیفہ تو ان مجاہد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور یہ خلیفہ ان اوصاف سے متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ جز ابوبکر و عمر کے نہیں ہو کہ وہ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جس کی یہ نسبت عثمان کو تویح کی گئی ہو ایسا نہ ہو تو طنز و تخریص کے غلط ہونے کے علاوہ عثمان اور ان کے اولیاء کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف باہر صفات ہو آپ خود معتقد نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جھوٹ سے الزام نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ یہ مرح و صفت و ثنا و منقبت ابوبکر کی ہے یا عمر کی اور واقعی اور نفس الامری ہے اور جب یہ ثابت ہوا تو حقیقت خلافت کا ثبوت اس کی گویا

ف قوله ادعوا الى الله على بصيرة انا
ومن اتبعني يعني اول من اتبعه
على الايمان به والتصديق له وبما جاء به
من عند الله عز وجل من الامة التي
بعث فيها ومنها اليها قبل الحق من لو
يشرك بالله قط ولو لم يسلم ايمان به بقلوه وهو
الشرك ثم ذكر اتباعه بنبيه صلى الله عليه واله
وسلموا واتباع هذه الامة الحق وضعها في
كتابها بالامر بالمعروف والنهي عن المنكر
وجعلها داعية اليه واذن له في الدعاء
اليه فقال يا ايها النبي حسبك الله ومن
اتبعك من المؤمنين ثم وصف اتباع
نبيه من المؤمنين فقال عز وجل محمد
رسول الله والذين معه اشداء على
الكلفار رحماء بنيهم يرتحمون كما سجدوا لبعث
فضل من الله ورضوانا سيماهم في
وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم
في التوراة و مثلهم في الانجيل وقال
يوم لا يخزي الله النبي والذين
امنوا معه نورهم يسعى بين ايديهم وبأيمانهم
يقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انك على
كل شئ قدير يعني اولئك المؤمنين
فقال قد افلح المؤمنون ثم حلاهم ووصفهم
كيفية طمع في اللحاق بهم اذ من كان
منهم فقال فيما حلاهم ووصفهم الذين هم

الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني مراد كھلے یعنی
سب سے پہلے جنھوں نے حضرت کی پیروی کی آپ
پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے میں اس کی
جو آپ خدا تعالیٰ کی پاس سے ملتے اس امت سے جس
کی طرف مبعوث ہوئے حق کو قبول کیا اور کبھی اللہ کے
ساتھ شریک نہ کیا اور اپنے ایمان کے ساتھ قلم کو جو شریک ہے
ملایا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا ذکر کیا اور اس
امت کی اتباع جن کا اپنی کتاب میں امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر کے ساتھ وصف فرمایا ان کو اپنی طرف بلانے والا
قرار دیا اور ان کو دعوت کا اذن فرمایا اور کہا (اے نبی
تجھ کو اللہ اور میری پیروی کرنے والے مومنین کافی ہیں)
پھر مومنین اپنی نبی کے پیروی کرنے والوں کا وصف بیان کیا
اور فرمایا ہر محمد اللہ کا رسول ہے جو اس کے صاحب
ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں نرم ہیں قرآن
کو رکوع سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے کہ طلب کرتے
اللہ سے فضل اور رضوان کو ان کی خدمت میں ان کے
چہروں پر سجدہ کے نشان ہیں یہ ان کی مثل ہے تو رات
میں اور مثل ہے انجیل میں اور فرمایا (جس دن نزول
کے گا اترتی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے
ان کا نور ان کے دایں بائیں دوڑنا ہوگا کہیں گے
اے رب ہمارے پورا کر ہمارے سے ہمارا نور اور بخش
ہم کو تو ہر شے پر قدرت والا ہے یعنی یہ مومنین اور
فرمایا اے شک کا سیاب ہوئے ایمان والے پھر ان کو زینت
بخشی اور ان کا وصف کیا تاکہ پھر اس کے جو ان میں سے ہر
ان میں ملنے کی طمع نہ کرے اور ان کی زینت اور وصف میں

نسر یا (جو اپنی منزل میں خوش کرتے ہیں
اور جو بیہودگی سے محروم ہیں) الی قولہ تعالیٰ
یہ ہی وارث ہیں جو حنیت فردوس کے
وارث ہوں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے
پھر ان کو زینت بخشی اور وصف کیا تاکہ پھر اس
کے جو ان میں سے جو ان میں ملنے کی طمع نہ کرے تو ان
کے وصف اور علیہ میں فرمایا (جو مومنین پکارتے ہیں اللہ
کے ساتھ دوسرے معبود کو الٰہیت پھر خبر دی کہ اس نے
ان مومنین سے اور جو ان کی صفت پر ہیں
ان کی جانبوں اور بانوں کو اس کے عیون
میں کہ ان کے لئے جنت ہوگی اللہ
کی راہ میں لڑیں پس ماریں اور مریں
اللہ کا سچا وعدہ ہے تو رات اور انجیل اور
قرآن میں پھر ان کے عہد کے پورا کرنے کا
اور بیعت کا ذکر کیا اور جو پورا کرے اپنے عہد کو
اللہ سے تو مزید ہو تمہاری بیعت کا جو تم نے کی ہے اور
یہ خبری کامیابی ہے جب یہ آیت ان اللہ مستتر
من المؤمنین انفسهم و اموالہم بان لم الجنة
نازل ہوتی تو ایک شخص نبی ص اللہ علیہ وسلم کی طرف آٹھا
اور عرض کیا یا نبی اللہ بتلے ایک شخص ہے کہ اپنی
تواریکے کرو تاہم اور مقبول ہوتا ہے لیکن وہ حرام
کاموں کا مرتکب ہوتا ہے کیا وہ شدید ہے تو اللہ نے
نہیں فرمایا تو بد کرنے والے بندگ کرنے والے ٹکر کرنے
وے روز رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے
وے سجدہ کرنے والے ٹکر کرنے والے رکھنے والے رکھنے

صلی اللہ علیہ وسلم خاشعون والذین
من اللغو معرضون الی قولہ تعالیٰ
یا ایہ الذین امنوا انکم
دوسرے میں نہ خال دون۔ ثم حلاهم و
منہم و حلیہم و حلیہم و حلیہم و حلیہم
یذعن مع اللہ الہا اخر الایۃ ثم اخبر انہ
اشترى من کھڑو کم المومنین ومن کان
ملی مثلہم فشتہم انفسہم و اموالہم بان
لہم الجنة یقاتلون فی سبیل اللہ
فیقتلون ویقتلون وعد علیہم حقاً فی
التوراة والانجیل والقرآن ثم
ذکر و بانہم لہ بعہدہ و مباہتہ فقتال
ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشرو
بیعکم الذی بالیقوبہ و ذلک ہوا الفوز
العظیم فلما نزل هذه الایۃ ان اللہ
اشترى من المؤمنین انفسہم و اموالہم
بان لہم الجنة تا مر جہل الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ارمیتک الرجل
یاخذ سینہ فیتقاتل حتی یقتل الایۃ یقید
من هذا الحرام اشہد ہوا نزل
اللہ عز وجل التائبون الساجدون الحامدون
السامعون الزاکون الساجدون المیزون
بالمعروف والنہی عن المنکر وحافظون

لحدود الله ولشرك المؤمنين ففسر
 النبي صلى الله عليه وسلم المجاهد من
 المؤمنين الذين هذه صفته و
 حلتهم بالشهادة والجنة وقال التائبون
 من الذنوب العابدون الذين لا يعبدون
 الا الله ولا يشركون به شيئا العامدون الذين
 يحمدون الله على كل حال في الشدة
 والرخاء المساكين وهم الصائمون الزاكسون
 الساجدون الذين يوابسون على الصلوات
 الخس الحاذقون لها والمحافظة عليها بكمها
 وسجودها في الخشوع فيها وفي اوقاتهما
 الامرون بالمعروف بعد ذلك والعاقلون به
 والناهون عن المنكر والمنتهون عنه قال
 فبشر من قتل وهو قاتل بهذه الشر وط بالشهادة
 والجنة ثم اخبر تبارك وتعالى انه لو ايامر
 بالقتال الا اصحاب هذه الشر وط فقال عز وجل
 اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا و
 ان الله على نهرهم لحقير الذين اخرجوا
 من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله و
 ذلك ان جميع ما بين السماء والارض لله عز وجل
 ولرسوله ولانبياءه من المؤمنين من
 احل هذه الصفة فيما كان من الدنيا في
 ايدي المشركين والكفار والظلمة والافجار
 من اهل الخلف لرسول الله صلى الله عليه وسلم
 وامني عن طاعتها ما كان في ايديهم ظمير

مرد کی ننگباری کرنے والے اور غریبی دی ایمان والوں
 کو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ان ایمان
 والوں سے جن کی یہ صفت اور یہ زیر رہے شہادت
 اور جنت کے ساتھ تفسیر فرمائی اور فرمایا ان لوگوں
 سے توبہ کرنے والے جو سوائے خدا کے کسی کی عبادت
 نہیں کرتے اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے شکر
 کرنے والے جو ہر حال سختی و نرمی میں شکر کرتے
 ہیں روزہ رکھنے والے رکوع سجدہ کرنے والے
 جو پانچوں نمازوں پر مداومت کرتے ہیں اور
 اس کے رکوع سجود کے اور اس کے شروع اور ادا
 کی نگہداشت کرنے والے ہیں بعد اس کے پس ان کو حکم
 کرنے والے اور خود اس پر عمل کرنے والے اور ہر گز
 روکنے والے اور خود باز نہ ہونے والے فرمایا پس تو غریبی سنا
 جو ان شرکوں کے ساتھ قائم ہو کر مقتول ہو شہادت
 اور جنت پر خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے جو ان شرکوں
 و انوں کے کسی کو قاتل کا حکم نہیں فرمایا پھر خدا نے وہ
 جن نے فرمایا اذن دیا گیا ان کے لئے جن سے لوگوں نے
 ہیں اس سبب سے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور ان کے
 اوپر قمار ہے جو لوگ نہ لگے گئے ہیں گھروں سے نجات
 لیکن یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور یہ اس لئے
 کہ تمام جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اور اس
 کے رسول اور اس کی پیروی کرنے والے مومن کا ہے جن
 کی یہ صفت ہے تو جو کچھ دنیا میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ہی نفوس اور اس کے انبیاءوں میں شریکین اور کافروں
 اور ظالم اور فاجروں کے قبضہ میں ہے اس میں اس صفت

المؤمنين من اهل هذه الصفات و
 هو عليه ما افاء الله على رسول ففوتهم
 الله عليهم و رده اليهم و انما معي
 كما صار الى المشركين ثوب جحيم ما قد كان
 عليه اوفيه فما ربح الى مكانه من قول
 و فعل فقد فاء مثل قول الله عز وجل فان فاقوا
 فان الله غفور رحيم و اي رجوعا شرع قال و
 ان عز من صلا الطلاق فان الله سميع عليم و قال
 ان طلاقا من المؤمنين اقتتلوا فاصحوا
 بينهما فان بقت احدا منهما على الاخرى
 فقاتلوا التي تتبع حتى تقضي الى امر الله اي ترجيح
 فان فاكنت اى رجعت فاصحوا بينهما بالعدل
 و اقتلوا ان الله يحب المقسطين يعني بقول
 تقى ترجيح فذلك الدليل على ان الفى كل
 راجع الى مكان قد كان عليه اوفيه و يقال للشخص
 اذا زالت قد فاضت الشمس حين تفي الفى
 عند رجوع الشمس الى ذواتها وكذلك ما افاء
 الله على المؤمنين من الكفار فاما حق حقوق
 المؤمنين رجعت اليهم بعد ظلمهم و اياهم
 وذلك قوله اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا
 ما كان المؤمنين احق به منه و اما اذن
 المؤمنين الذين قاموا بشرائط الايمان
 التي وصفناها و ذلك انه لا يكون ما ذواته في
 القتال حتى يكون مغلولاً ولا يكون مغلولاً حتى
 يكون مؤمناً و يكون مؤمناً حتى يكون قائماً

کے ایمان والوں پر ظلم کیا ہے اور ان پر غلبہ کر کے لے
 لیا جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو بطور حق کے دیا ان کا حق
 ہے کہ اللہ نے ان پر لوٹایا اور حق نے کے معنی ہر وہ
 شے جو مشرکوں کی طرف چلی جاتی ہے پر لوٹ آئی جس حال پر تھی
 تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اس کے لئے لفظ
 فاء ہے چنانچہ اللہ عز وجل کا قول فان فاقوا فان
 غفور رحیم یعنی اگر لوٹیں پھر فرمایا فان عز من صلا الطلاق
 فان الله سميع عليم وان فاقوا من المؤمنين
 اقتتلوا فاصحوا مینا فان بنت احدا على الاخرى
 فقتلوا التي تتبع حتى تقضي الى امر الله یعنی
 لوئی فان فاکنت یعنی لوٹے فاصحوا مینا بالعدل
 و اقتلوا ان الله يحب المقسطین تو مراد تقی
 سے یہ ہے کہ لوٹے تو یہ دلیل ہے کہ فی ہر
 وہ شے ہے جو اپنے پہلے حال میں لوٹ آوے
 و محبوب کو کہتے ہیں جب دھل جاتے تو فاکنت
 الشمس جب کہ آفتاب کے زوال کی طرف ہونے کے
 وقت یا پھر آئے اور اسی لئے جو کچھ مومنوں کو
 اللہ نے کفار سے بطور فی کے دلایا ہے وہ حرف
 مومنوں کا حق ہے جو ان کی طرف بعد کفار کے ظلم کے
 ان پر واپس آگیا اور یہ اللہ کا قول ہے (اذن
 دیا گیا ان کو جن سے کفار لوٹے ہیں بسبب اس کے
 ان پر ظلم ہوا ہے مومن بہ نسبت ان کے زیادہ حق دار
 نہیں تھے اور حرف ان مومنوں کو اذن دیا گیا ہے جو ایمان
 کی شرط کے ساتھ متعصب جن کا ہم بیان کر چکے اور اس سے کہ
 اذن نہ لینی قتال میں تو ایمان تک کہ غور نہ اور غور نہیں ہو

بشرائط ایمان الحق شرط الله عز وجل
على المؤمنين وللمجاهدين فاذا اكملت
فيه شرائط الله عز وجل كان مؤمنا واذ كان
مؤمنا كان مغلوما واذ كان مغلوما كان
ماذوناً في الجهاد بقله عز وجل اذن
للمؤمنين ليقاتلون بانهم ظلموا وان الله
على نصرهم ولدين الآية وان لم يكن متكفلا
لبشرائط الايمان فهو ظالم غيبي و
يجب جهاده حتى يتوب وليس مثله ما
ذوناً في الجهاد والدعاء الى الله عز وجل
لانه ليس من المؤمنين المغلومين الذين
اذن لهم في القتال فلما نزلت هذه الآية اذن
للمؤمنين ليقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين
الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم
واسكنوا لهم اهل الجهاد هو بظلمهم بآدم
واذن لهم في القتال فقلت فهذا الآية
نزلت في المهاجرين بظلمهم في قتال كسرى و
اهل مكة بهم فابالاهم في قتال كسرى و
قيصر ومن دونهم من مشرك قبايل
العرب فاقال لو كان انما اذن لهم في قتال
من ظلمهم من اهل مكة لم يكن بمعنى قتال
مع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من
قبائل العرب سبيل لذن الذين ظلمهم
غيرهم وانما اذن لهم في قتال من
ظلمهم من اهل مكة لا يخرجهم بآدم من

ديارهم واما لهم بغير حق ولو كانت الآية
عن المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة
كانت الآية مرتفعة الغرض عن بعدهم اذا
لعمري من الظالمين والمظلومين احد و كان
فرضا من فروع الناس بعد عواذ الميسر
من الظالمين والمظلومين احد وليس كما
ظننت ولو كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا
من جهتين ظلمهم اهل مكة باخراجهم
من ديارهم واما لهم بغير حق بآدم من
تعالى لهم في ذلك وظلمهم كسرى وقيصر
ومن كان دونهم من قبائل العرب والعجم بما
كان في ايديهم ما كان المؤمنون حق بهم
منهم فقد قاتلوه بما اذن الله عز وجل لهم
في ذلك وبجحة هذه الآية لقاتل
مؤمنوا كل زمان وانما اذن الله عز وجل
للمؤمنين الذين قاتلوا اسما وصف الله
عز وجل من الشرائط التي شرطها
الله على المؤمنين في الايمان والجهاد
ومن كان قائما بتلك الشرائط فهو مؤمن
وهو مظلوم وما ذون له في الجهاد بذلك
للعين ومن كان عني خوف ذلك فهو ظالم
وليس من المظلومين وليس بما ذون له
في القتال ولا بالنهي عن المشرك ولا بما يعرف
بذبيح من اهل ذلك ولا ما ذون له في
دعاء الى الله عز وجل لانه ليس متجاهدا مثله

تجمل كالحكم كيا تھا اور اگر اس آیت سے
صرف مجاہدین ہی مراد ہوں جن پر اہل مکہ
نے ظلم کیا تو پچھلوں سے اس آیت کا
مدعا ہی مرتفع ہو جائے جب کہ ان
ظالموں اور مظلوموں میں سے کوئی باقی نہ
رہے اور ان کے بعد یہ فرض ہی اٹھ جائے
جب کہ ظالم اور مظلوم کوئی باقی نہ رہے اور ایسا
نہیں ہے جو تو نے گمان کیا اور بیان کیا سبک
مجاہدین و دسرح سے مظلوم ہیں اہل مکہ نے تو ان
کو گھروس اور مالوں سے نکالنے میں ظلم کیا تو ان سے
خدا کے اذن کے ساتھ لڑے اور کسری و قیصر
وغیرہ قبائل عرب نے اس پر قبضہ کرنے میں
ظلم کیا جو مومنوں کا حق تھا ان سے بھی
خدا سے عز و جل کی احب زت سے
لڑے اور اس آیت کی حجت کے ساتھ ہر
زمانہ کے مومن لڑیں گے اور اللہ نے
مشرکان مومنوں کو احب زت
دی ہے جو اللہ کی ان شرائط کے ساتھ قائم ہوں
جو اللہ نے مومنوں سے ایمان اور جہاد میں کی ہیں اور جو
ان شرائط کے ساتھ قائم ہو وہ مومن اور مظلوم اور
ماذون فی الجہاد ہے اسی سبب سے اور جو اس کے خلاف
ہو وہ مظلوم نہیں ظالم ہے اور اس کو قتال کا اذن
ہے اور نہ جہاد کے حکم اور برائی سے روکنے کی اس کو
اجازت ہے کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے اور نہ
عز و جل کی طرف بدنے کا مجاہد ہے کیونکہ وہ ان سے

بیان تک کہ مومن نہ ہو اور مومن نہیں ہوتا بیان تک
کی ان شرائط کے ساتھ قائم ہو جو اللہ نے مومنوں اور مجاہدین
کے ساتھ شرط کی ہے پس جب اس میں اللہ تعالیٰ کی شرائط
پوری ہوں گی تو مومن ہوگا اور جب مومن ہوگا مظلوم
اور جب مظلوم ہوگا ماذون فی الجہاد ہوگا بسبب قول عز وجل
اذن للمؤمنين ليقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم
ولدين الآية اور اگر مستحکم ایمان کی شرائط
مشرکوں کو نہ ہو تو وہ ظالم ہے اس پر
جہاد کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ کرے اور ایسا
تحصیل نہ کرے اور اللہ کی طرف بدنے میں ماذون
نہیں کیونکہ وہ ان مومن مظلوموں میں سے نہیں
ہے جن کو جہاد کا اذن ہوا ہے جب آیت اذن
للمؤمنين ليقاتلون بانهم ظلموا ان مجاہدین کے باب
میں جن کو اہل مکہ نے ان کے شہروں اور مالوں
سے نکال دیا تھا آخری توبہ کا حکم ہے ان کو
جہاد حص ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی یعنی عز و جل
یہ تو مجاہدین میں بسبب ظلم مشرکین مکہ کے نازل ہوا
پھر کسری و قیصر وغیرہ مشرکین قبا
عرب سے لڑائی کا کیا اس سے مشرک یا اگر
اہل مکہ کی لڑائی کا اذن ہوتا تو پھر کسری
اور قیصر کے مشرک اور قبائل عرب غی
بر مکہ سے لڑائی کی کوئی راہ نہیں کیونکہ کسری
کسری وہ ان کے غیر ہیں اور ان کو مشرک
اہل مکہ کے قتال کا اذن تھا مجاہدین نے
ان پر با حق ان کے گھروس سے اور ان سے

وامر بدعائہ ولا یکن مجاہداً من قد
امر المؤمنین بجہادہ وخطر الجہاد علیہ و
منعہ منہ ولا یکن داعیاً الی اللہ عزوجل من
امر بدعائہ مثلاً الی التوبۃ والحق والامر
بالمعروف والنہی عن المنکر ولا یأمر بالمعروف
من قد امر ان یومر بہ ولا ینہی عن
المنکر من قد امر ان ینہی عنہ فمن
كانت تدنمت فیہ شرائط اللہ عزوجل
التي وصفت بها اهلها من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وهو مظلوم فهو ما ذون
فی الجہاد كما اذن لهم لان حکم اللہ عزوجل
جل فی الاولین والاخرین وفرايضہ
علیہم سواء الا من علت او حادث یکون
والاولون والاخرون ایضاً من منع الحوادث
مشرکاً والغرض علیہم واحدة لیسال
الاخرون من اداء الفرائض عاصیال
عنه الاولون ویحاسبون عما یحاسبون
ومن لو یکون علی صفتہ من اذن له فی الجہاد
من المؤمنین ولیس من اهل الجہاد لیس بما
ذون له فیہ ستمتی لقی بما شرط اللہ عزوجل
علیہ فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عزوجل
علی المؤمنین والمجاهدین فهو من الماذونین
لهو فی الجہاد فلیتق اللہ عزوجل عبد
ولا یغتر بالامانی التي منی اللہ عزوجل
سنا من هذه الاحادیث الکاذبة علی اللہ

لوگوں میں سے جن سے جہاد کرنے اور جس کے
خدا کی طرف بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد
نہیں ہو سکتا جس کے جہاد کا مومنوں کو حکم ہو
یا اس کو جہاد ممنوع ہو اور وہ شخص خدا کی
طرف داعی نہیں ہو سکتا جس کو توبہ اور حق اور امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانے کا حکم
ہو اور وہ شخص مجاہد کا حکم نہیں کر سکتا جس کی
مطلبی کے حکم کے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر
نہیں کر سکتا جس کے خود باز رہنے کا حکم ہو اور جس
شخص میں اللہ کی شرائط پوری ہوں جن کے اہل کا
اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ
مظلوم ہو تو وہ ما ذون فی الجہاد ہے جیسے ان کو
اذن تھا کیونکہ اللہ کا حکم اور اس کے فرائض
میں پہلے اور پچھلے برابر میں گمراہ کو کوئی علت یا حادثہ پیش
اؤسے اور پہلے اور پچھلے ہی حوادث کے منع میں شریک
ہیں اور فرائض میں متحد ہیں جن فرائض سے پہلے پرچھ
جاتے ہیں پچھلے بھی سوال کئے جائیں گے اور جس کا
پہلوں سے حساب ہوگا پچھلوں سے بھی ہوگا اور جو شخص
ان کی صفت پر نہ ہو مومن سے بھی کہ جہاد کی اجازت ہے
تو وہ اہل جہاد سے ہے نہ ما ذون ہے میان تک کہ اللہ کی
شرط کو پورا کرے پس جب اس میں اللہ کی شرائط
جو مومنوں اور مجاہدوں پر ہیں پوری ہوں تو وہ
ان میں سے ہے جن کو جہاد کا اذن ہے تو بندہ خدا
سے ڈرے اور ان جھوٹی باتوں کی امیدوں سے دھوکہ
نہیں کھائے جو اللہ عزوجل نے منکر کیے ہیں
جن کو قرآن مجید تائید کرتا ہے اور جہاد سے اور جس کے

التي یلکد بها القرآن وتیثربہ منها ومن
یجملہا وروایتھا ولا یتقدم علی اللہ عزوجل
بشہادۃ لا یتقدم بها فائز لیس وروا
المتعرض للقتل فی سبیل اللہ منزلة یؤتی
اللہ من قبلھا وحی غایۃ الامال فی عظم
تقدیرھا فلیحکموا لہم لیتفقدوا لیسھا
کتاب اللہ عزوجل ولیرضھا علیہ فانه لا
احد اعرف بالمرء من نفسه فان وجدھا
قائمة بما شرط اللہ علیہ فی الجہاد
فلیتقدم علی الجہاد وان علم تقتصر فلیصلح
ولیتقمھا علی ما فرض اللہ علیہا من الجہاد
تولیق تدبر بها وحی طاهرة مطهرة من
کل دنس یحول بینھا وبين جہادھا لا نقول
لن اراد الجہاد وهو علی خلاف ما وحننا
من شرائط اللہ عزوجل علی المؤمنین
وللمجاهدین لا یجہادوا ولکن نقول
قد علمنا کما مشروط اللہ عزوجل علی اهل
الجہاد الذین بایعہم واشترکوا منهم
انفسہم واما لہم بالجنان فیصلح امر ما
علوم من نفسه من تصیر عن ذلك ولیرضھا
علی شرائط اللہ فان راعی انہ و فی بہا و
تکاملت فیہ فانه ممن اذن اللہ عزوجل
فی الجہاد وان ابی ان لا یکن مجاہداً علی
مانیہ من الاصرار علی المعاصی والمحام
بالاقدام علی الجہاد بما تحبط والنعی

اٹھانے والوں سے اور جن کی روایت سے بیزار ہوتا
ہے قریب نہ کاوے اور اللہ عزوجل پر شہاد کے ساتھ
بیٹن قدمی نہ کرے کیونکہ اللہ کی راہ میں قہور کرنے
کے سوائے کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے
اللہ دیوے اور وہ امیدوں کی منتا ہے اپنی قدر کی
عظمت میں پس چاہیے کہ کتاب اللہ کو کھلنے لکھنے
کے لئے حکم بناوے اور اس کو خوش کرے کیونکہ اپنے
آپ کو اپنے نفس سے زیادہ کوئی پہچانتے والا نہیں مگر
اپنے نفس کو اللہ کی مشرطوں پر قائم یا دے تو خدا پر
پریش قدمی کرے اور اگر کوئی تباہی سمجھے تو اس کی اصلاح کرے
اور ان مشرطوں پر قائم کرے جو اللہ نے جہاد میں مقرر
کی ہیں میر میل کیل سے جو اس میں اور جہاد میں
مائل تھا پاک صاف ہو کر پریش قدمی کرے جو لوگ کہ
جہاد کا ارادہ کرنے والے ان اوصاف پر نہیں
ہیں جو مومنین مجاہدین کے ہیں ہم ان کو یہ نہیں کہتے
کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو
سکھا دیا ہے جو اللہ نے ان اہل جہاد سے شرط کی
ہے جن کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خریدا
پس آدمی اپنے نفس میں اس سے جو کو تباہی دیکھے
اس کی اصلاح کرے اور اس کو اللہ کی شرائط پر مش
کرے پھر اگر دیکھے کہ وہ اس میں پوری ہو گئی ہیں تو وہ
ان میں سے ہیں جن کو جہاد کا اذن ہے اور اگر مادی معاصی
اور حراموں پر اصرار کے اور خبط اور انہیں جن کے
ساتھ جہاد پر اقدام کے اور نادانی اور بھولی روایتوں کے
ساتھ اللہ عزوجل پریش قدمی کی اس کو زمانے کے جاہر

والقعود على الله عز وجل بالجهل والروايا
الكاذبة فلقد عصى جبارا وشرفين فعل هذا
الفعل ان الله عز وجل ينصر هذا الدين
باقوام لا خلق لهم فليق الله عز وجل امره
وليحذر ان يكون منهم قتل مبين لكم
ولا عذر لكم بعد البیان فی الجہل ولوقوة
الوالله حسبا الله عليه توكلنا واليه المصير انتهى
عليه توكلنا واليه المصير

اس طویل حدیث کا مدعا و مفہوم، ماذون فی الجہاد کون لوگ ہیں؟

چونکہ اس حدیث کی عبارت سہل ہے محتاج ترجمہ و بیان حاصل مطلب نہیں اور نیز ہم
نے بحرف طوالت ترجمہ اور حاصل مطلب بیان کرنا ترک کر دیا ہے اس لئے ہم ترجمہ اور حاصل مطلب
نہیں لکھتے لیکن چند فوائد جو بدایت اس حدیث سے واضح ہیں بیان کر کے اپنے مدعا کے ثبوت جو
اثبات خلافت ہے استدلال کرتے ہیں پس واضح ہو کہ راوی کتا ہے کہ میں نے امام جعفر
صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت الی اللہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے یا
ہر مومن موصد کر سکتا ہے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کے کسی کو حلال نہیں میں
نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ اس کے لئے شرائط ہیں جو لوگ مستجمع شرائط ہوں وہی ماذون
فی الجہاد ہوں گے میں نے عرض کیا بیان کیجئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس کے درجات مقرر فرمائے
ہیں اور درجہ بدرجہ بیان فرما کر آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کی اتباع کو مومنین بیان فرمایا اور فرمایا
کہ یہ لوگ مصداق آیت محمد رسول الله والذین معہ اشدا علی
الکفر ہیں۔ انہیں اللہ الیہ کے میں پھر ان کو اوصاف مندرجہ آیت قد افلح المؤمنین
اسی مرتبہ حضرت صلواتہم و خاشعون الیہ کے ساتھ متصف فرمایا کہ ان میں لائق ک طبع
دکرتے مہرجان میں سے ہو پھر ان کا وصف آیت والذین لا یدعون مع الله الها اخر

کے ساتھ بیان کیا پھر خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے ان کے مالوں اور جانوں کو جنت کے بدلے خرید لیا
راہ خدا میں ماریں اور میں جب یہ آیت نازل ہوئی ان الله اشترى من المؤمنین
انفسهم الیہ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی تلوار لے کر مقابلہ کرتا ہے یہاں
تک کہ مقتول ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی التائبون المعابدون الحامدون
الایہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا مژدہ شہادت اور جنت کا اس کو ہے جو ان اوصاف
کے ساتھ متصف ہو کہ مقتول ہو پھر خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے کسی کو قتال کا امر نہیں کیا مگر
جو لوگ کہ ان شرائط کے ساتھ متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون بانہم
ظلموا الیہ اور یہ اس لئے کہ تمام اشیاء ما بین السماء والارض خدا و رسول کی اور ان مومنین کے ہیں
جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں پس جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہے وہ سب مومنین موصوفین
بالصفات کا ہے لیکن کفار نے مومنین پر ظلم کیا اور ان پر غالب ہو گئے اور جب مظلوم ہوتے تو
ماذون فی الجہاد ہوتے اور مظلوم نہیں ہوتا جب تک کہ مومن نہ ہو اور مومن اس وقت ہوگا جب
شرائط مذکورہ کے ساتھ متصف ہو پس جو شخص شرائط مذکورہ کے ساتھ متصف ہوگا مومن ہوگا
اور جو مومن ہوگا مظلوم ہوگا اور جو مظلوم ہوگا ماذون فی الجہاد ہوگا بدلیل قول تعالیٰ اذن للذین
یقاتلون بانہم ظلموا الیہ جب یہ آیت مجاہدین کے لئے نازل ہوئی جن کو کفار محکم نے
ان کے گھروں سے نکال دیا تھا تو ان کے لئے بسبب ان کی مظلومی کے جہاد حلال ہوا میں نے عرض
کیا کہ یہ آیت مجاہدین کے لئے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ ان پر اہل مکہ نے ظلم کیا تھا پھر کیا وجہ ہے
کہ کسر نے و قیس اور سوا ان کے مشرکین عرب سے کیوں لڑے نہ انھوں نے ظلم کیا نہ گھروں سے
نکالا فرمایا کہ اگر اذن بالقتال خاص بسبب ظلم اہل مکہ کے ہو تو پھر واقعی کسری و غیرہ کی اجازت قتال کی
کوئی سبیل نہیں اور یہ فرض قتال ہی لوگوں سے اٹھ جاتے لیکن اس طرح نہیں جیسا تو نے گمان
کیا بلکہ کفار کا ظلم و دوطرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہ ہے کہ مومنین کو ان کے گھروں سے نکالا اور کسری
وغیرہ کا ظلم اس طور سے کہ جو کچھ ان کے قبض و تصرف میں ہے وہ مومنین کا حق ہے جس پر کفار ظلم
غالب ہو گئے تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق مومنین نے کسری و قیس وغیرہ سے مقابلہ کیا اور
اسی حرمت ہر زمانہ کے مومن اس آیت کی دیں سے کفار کے ساتھ مقابلہ کریں گے پس اس حدیث
سے بدالالت واضح ثابت و متحقق ہے کہ جن لوگوں نے کسری و قیس سے جہاد کیا وہ ماذون فی الجہاد
تھے تو مظلوم ہو کہ مظلوم تھے اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک مومن کامل نہ ہو تو ثابت ہو کہ وہ مومن

رسول کے نزدیک صاحب مراتب رفیع اور مدارج عالیہ تھے اور ان کی امامت حقہ اور خلافت راشدہ
حقہ والحمد للہ علی ذلک اور نیز اس سے بالبداہتہ اس کا بھی بطلان واضح ہو گیا جو آپ کے علامہ رضی
نے بیخ البلاغہ میں مابرجہ ہونے کے لئے معرفت حجت یعنی امام کی شرط کی ہے۔

ثبوت تحقیق خلافت خلفاء کی ساتویں دلیل

دلیل سابع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام مرض الموت میں باوجودیکہ مقام
اصحاب کبار مہاجرین و انصار اس وقت حاضر و موجود تھے مسجد نبوی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی
جایا پیشوائے غار مقرر فرمایا اور تمام حاضرین پر امامت نمازیں مقدم کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے
صاف ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اوصاف استحقاق امامت میں
فضیلت اور تقدم رکھتے تھے چنانچہ حسب تصریح غائم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رفیع اللہ درجستہ
فی العلیین آپ کے مولا سے مجلی وغیرہ نے بخار وغیرہ میں اس کی روایات نقل فرما کر جواب دیئے ہیں
قطع نظر اس سے اگر محیب لبیب کو اس کا انکار ہے تو فرمادیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
اشتراک میں جو شب جمہ سے لے کر فجر و شنبہ تک متدرجاً جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بجز ایک دو بار کے مسجد میں نہیں تشریف لے جاتے کون امام ہوا اور کس نے نماز پڑھائی یا ہر ہے
کہ بلا اجازت تو نماز میں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے کسی کو امام مقرر فرمایا ہوگا اور امر صلوة کو مکمل
منیں چھوڑا ہوگا تو آپ نے کس کو نماز کے لئے امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں ہے کہ یاد نہ رہے
قرب وفات کا واقعہ ہے ہاں اگر بعض روایات شیعہ نے بنظر حفظ مذہب اس سے نسیان یا ناسی
فرمائی ہوں تو کچھ تعجب نہیں لیکن اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیے وہ اس قصہ کو کیونکر بیان کرتے ہیں غیث الدین
بن جام الدین الحسینی صاحب حبیب السیر اپنی کتاب میں لکھتا ہے نقل ست کہ در ایام بیماری
آن مقدسائے ابد و مرسلین در وقت آوازے صلوة یک نوبت مسجد تشریف بردہ شریف امامت بجا
آوردی اما در آخر اوقات مرض سرور زیر دن منتواست آمد دوران ایام بموجب اشارت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش نماز تعلق بود اسی طرح اور مرثیہ نے بھی تصریح
کی ہے پس اس سے انکار گویا آفتاب کو مشت خاک سے پوشیدہ کرنا ہے اور محض عناد و مکاریت
پس باوجود اس کے کہ آپ پر واقعہ غضب خلافت منکشف تھا اور جانتے تھے کہ بعد آپ کے یہ لوگ
خلافت مرقضوی غضب کریں گے تو ایسی حالت میں کہ سب اکابر مہاجرین و انصار موجود ہوں اور

کامل تھے اور جب مومن تھے تو ثابت ہوا کہ متصرف بشرائط و اوصاف مذکورہ تھے کہ رسول کے
رفقاء و مصاحبین کفار پر سخت مومنین کے ساتھ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندی میں اس
کے فضل و رضوان کے طالب ان کے خلوص ارادت و حسن عبادت کی وجہ خداوند تعالیٰ نے کتب متعدد
تورات و انجیل میں ان کی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا اور ان سے وعدہ مغفرت
اور اجر عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور جیسے دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار اہل
رفیق غمگداز رہے آخرت میں بھی اس کا نتیجہ ان کو یہ ملے گا کہ نوران کے آگے آگے جلو میں ہوگا اور
انبیاء کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور نیز فلاح باب کامل الایمان ناشتون فی الصلوة
بیہودگی سے مجتنب اور مرض زکوٰۃ دینے والے عقیقہ انامات کے ادا کرنے والے عمدہ کے پورا
کرنے والے اپنی کجی شہادتوں پر قائم اور ان حضرات نے بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس کو
میراث میں پایا ہے لگائے ہوں سے تو بکر کرنے والے خدا سے وعدہ لا شریک کی پرستش کرنے والے
ہر ایک حال میں خدا تعالیٰ کی حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے نمازوں کو ان کے اوقات پر پورے
طور پر ادا کرنے والے لوگوں کو معروف کا حکم کرنے والے اور آپ بجالانے والے منکر سے روکنے والے
اور خود باز رہنے والے اور خدا کی حدود کی محافظت کرنے والے پس یہ صفات ہیں جن کی وجہ سے
حق تعالیٰ نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا خدا کی راہ میں لڑیں تو مایں
اور مری خدا کا سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل و قرآن میں جس نے خدا کے ساتھ اپنا عمدہ پورا کیا
غوش ہوا اپنی بیعت کے ساتھ اور یہ بڑی کامیابی ہے پس یہ اوصاف ہیں جن کے ساتھ وہ مہاجرین
متصف ہیں جن کو کفار نے مکہ سے نکال دیا اور ان اوصاف کے ساتھ وہ مہاجرین موصوف ہیں
جنہوں نے باجائز تہامہ خداوندی اذن للزین یقاتلون الا یہ کسریٰ دقیر کے ساتھ جہاد کیا اور ان
سے اپنا حق واپس لیا پس اگر معاذ اللہ یہ حضرات جن کی لشکرات امام جعفر صادق جو مامور باہتمام
ماہر الحی تھے یہ اوصاف ہیں کافر و منافق ہوں اور غاصب خلافت مرقضوی اور فک فاطمی ہوں یا
خرف قرآن اور حرق بیت اہل بیت ہوں یا اہل بیت کی تذلیل کریں یا معاذ اللہ نبات کو غضب کریں
یا جناب فاطمی کو صدمہ ضرب پہنچا دیں جس سے استعاط محسن ہو کر ہر دو دنات پاویں یا صحابہ مقبول کو
زور کو ب اور تذلیل و توہین کریں الی غیر ذلک من الافشاءات تو لازم ہے کہ معاذ اللہ امام جعفر صادق
نے جو کچھ فرمایا وہ جھوٹ ہے اور اس باب میں آپ جھوٹے ہوں اور یہ محال ہے تو ثابت ہوا کہ
شیخین مجاہد فقیر و کسریٰ اوصاف مذکورہ کے ساتھ قطعاً و یقیناً متصف تھے اور ثابت ہوا کہ خدا اور

آپ کا بھی وقت رحلت قریب ہوا یا فعل کرنا ہو موبہ ان کے ثبوت خفیہ خلافت کو ہو بلکہ واضح ہو
خلافت منقوی ہو البتہ حسب روایات شیعہ موجب کمال استعجاب اولوالالباب ہے اول تو خود ایسے
شخص کو اکابر ہمارے انصار پر امام مقرر فرمانا جو محض عشق و عاشقی کی وجہ سے مکہ پھوڑ کر نکلا ہو اور صرف
ظاہر میں ہی کلمہ گو ہو حالانکہ سورہ برأت و نیز نازل ہو چکی تھی دین کی تکمیل ہو چکی تھی مآکات اللہ
لِیَذَرُ الْمُتَفِئِدِ عَلٰی مَا أَنْتُمْ عَلَیْهِ سَخِیْمٌ یَعِیْزُ الْعَجِیْثِ مِنَ الطَّیِّبِ کا وعدہ
پورا ہو چکا تھا اور حضرت کو ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الانبیاء
والرسل ہیں حیرت خیز اور تعجب انگیز ہے پھر غضب خلافت کے کٹکے نے اور زیادہ قابل حیرانی و تعجب
کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن اصول پر یہ لزوم ہے فی الحقیقت وہ اصول ہی موضوع و
مفتری اور مخالف دین اسلام ہیں اور فی الواقع حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر وقت میں البکر رضی اللہ عنہ
کے امام مقرر فرمانے سے یہ بھی غرض تھی کہ ان کی خلافت کی طرف ایسا جو قریب تخصیص کے ہی ہو جاوے
چنانچہ پیغمبر بنی ساعدہ میں مغلا دلائی کے ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی تھی جس کو انصار نے برسرِ وچم قبول
کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے اور جب انصار نے اس کو قبول کر لیا اور کچھ رد و قرح و چون
و چرا نہیں کی تو اور اس کو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور معلوم ہوا کہ یہ ریاست امامت کبریٰ کے
لئے تو طبیعت و تمہید تھی ہم اس وقت اسی قدر تخیل پر کٹھا کرتے ہیں بعد اس کے اگر ہمارے فاضل
جھیب نے کچھ اس میں لم و لانس فرمائی تو انشاء اللہ تعالیٰ مفصل گزارش کریں گے۔

ثبوت خفیہ خلافت خلفائے ثلاثہ کی آٹھویں دلیل

دلیل ثامن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور بانمار حق تھے اور تفسیر ان کو جائز نہ
تھا بلکہ حسب وصیت نامہ ان کو یہ حکم تھا۔

حدث الناس و اذبحوا و لا تخافوا
ان الله و انشئوا ما اهل بیتک و صدق
ابادک انصاحین فانک فی حوزہ و احان
اور ہم کو خلافت کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہ کے حق میں فرماتے ہیں حمدا
لعلہما عاوان قاسطان کا نام علی الحق و ما نا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ علیہما القیامہ
فلو عن کشف الباب عقول اس عبارت کو ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ یہ کلام ثبوت حقیقت

نشد شیخین کے لئے نص صریح ہے چونکہ امام جعفر صادق کو حکم تھا و صدق ابادک الصالحین پس
جب اس حکم کے آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو مصدق کلام جناب امیر جناب امام حسن رضی اللہ
عنہما ہیں چنانچہ ہم سابق میں کسی قدر گزارش کر چکے ہیں میاں بطور تذکرہ کے اس قدر گزارش ہے کہ پہلے
مردمن ہو چکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا و لعمری ان مکانہما
فی الاسلام لعنلہما و ان المصائب لهما فی الاسلام لجرح شدیدین حمہما
اللہ جن احما باحسن ماعلا اب ہم نص جعفری کو اس کلام سے مطابق کرتے ہیں اور اس
کی تصدیق اس سے کراتے ہیں ظاہر ہے کہ شیخین کے لئے امامت حقہ کا ثابت ہونا متضمن ثبوت
عمل اور قسط کو ہے اور نیز مستلزم اس کو ہے کہ حق پرستے اور یہ گویا شرح ان مکانہما فی الاسلام
لعنلہما و ان المصائب لهما فی الاسلام لجرح شدیدین کی ہے اور اس سے پوری تصدیق ان دونوں جملوں کی
ہوتی ہے۔ بعد اس کے فعلیہما رحمۃ اللہ علیہما القیامہ اور جملہ یہ حمہما و جن احما باحسن
ماعلا ظاہر ہے کہ بالکل ہم معنی ہیں اس میں کچھ حاجت بیان ہی نہیں ہے علاوہ ازیں خطبہ لشبلاؤ
فلان کو بھی مصدق ہے علی الخصوص فلعلہ قودہ الا و دوداوی الحمد اصاب خیرہا و
سبق مشرحا کے ہما امامان عاوان قاسطان کا نام علی الحق گویا ہم معنی اور مراد
ہیں اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کے کلام کی شرح فرمادی اور جناب امیر کے اس کلام میں
گو جملہ دعائیہ نہیں لیکن اوصاف مذکورہ تفہیم مستلزم فعلیہما رحمۃ اللہ علیہما القیامہ کو ہیں۔ اسی طرح جناب
امام صادق نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلام کی بھی تصدیق فرمائی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے خلفاء راشدین کی

عظمت نیز خلافت معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ثبوت

یونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت امیر معویہ رضی اللہ عنہ کا کلمہ فرمائی تھی اور
باہم صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اول شرط یہ تحریر ہوئی تھی یسلو الیہ ولایۃ المسلمین علی
ان لیعمل بیہم بکتاب اللہ و سنتہ رسولہ و میثاقہ الخلفاء الراشدین۔ اور ظاہر
ہے کہ حضرت امام حسن سے پہلے خلفاء راشدین بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی نہیں جب ان کو ارشاد
فرمایا اور ان کی پیروی کا حکم فرمایا تو وہ اگر فی الواقع امام برحق اور خلیفہ راشد نہ ہوں تو امام معصوم کے

کلام میں کذب لازم آوے تو معلوم ہوا کہ وہ فی الواقع خلفاء راشدین اور ائمہ برحق تھے اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ عدل و قسط تھا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق فرمائی اور اپنے اس کلام میں حضرت امام حسنؑ کے ارشاد کی گویا تشریح کر دی تو اب مطابق وصیت نامہ کے حضرت امام جعفر پر پورے طور سے صادق آیا۔ وصدق اباہم الصالحین اور واقعی آپ نے مطابق کلمہ وصیت نامہ کے اپنے ابا صالحین کی پوری تصدیق فرمائی۔ اور علاوہ انہیں چونکہ حضرت امام جعفر مامور بالخلافا مہولتی تھے اور قیام جائز تھا اس لئے جو کچھ ظاہری طور پر آپ نے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچھ تخلیف میں خفیہ طور پر اس کے خلاف بیان کرنا جو باعتبار لفظ ومعنی کے نہایت لغو اور پوچ ہے اس کے ساتھ منہم کیا جاتا ہے وہ حضرت کا ایجاد و اختراع بحث ہوگا چنانچہ بتصریح بعض علماء شیعہ کے بعض کی نسبت یہ امر ثابت ہے۔ باقر جلی نے صدوق کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے وانما فعل ذلك ليوافق اهل العدل۔ خود مشریت رضی نے جناب امیر کے کلام میں کیا کیا کچھ ابتری کی ہے کہ وہ تحریفات بیہود و مضارعی سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت میں ایسی زیادتیوں کو کیونکر غلط یقین نہ کیا جاوے جو باعتبار لفظ ومعنی کے غلط ہوں باعتبار حالت و احوال کے غلط ہوں باعتبار ناقول کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ ان کے صدق پر شاہد نہ ہو ایسی زیادتیوں کو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کا ہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی یہ ہے راوی اس حدیث کا کتاب ہے۔

فلما انصرف الناس قال له رجل من خاصته يا ابن رسول الله لقد تعجبت مما قلت في ابى بكر وعمر فقال نعم هما اما اهل النار كما قال الله تعالى وجعلناهم امة يذعون الى النار واما العادلان فلقد ولهم عن الحق كقولہ تعالى والذى كفروا بربهو يعدلون واما القاسطان فقد قال الله تعالى واما القاسطون فکانوا الجهنم حطباً والمراد من الحق الذى كما مستولين عليه هو امير المؤمنين حيث اذيا وغصبا حقه وامراد

جب لوگ چلے گئے تو ایک شخص نے آپ کے خواص میں سے پوچھا کہ اے رسول اللہ کے فرزند مجھے اس سے تعجب ہے جو آپ نے ابوبکر و عمر کے حق میں فرمایا فرمایا میں وہ دونوں دوزخیوں کے امام ہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کو امام بنایا گو اگر کچھ کہتے ہیں اور یہ کہ وہ عادل ہیں تو یہ حق سے عدول کہتے اور پھر ان کے سبب سے مثل تو اللہ تعالیٰ نے جھٹلنے لگا کر اپنے پروردگار کے ساتھ برابر کرتے اور یہ کہ قاسط ہیں پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قاسط و ظالم دوزخ کا نیشن ہیں اور حق سے مراد جس پر وہ غالب تھے امیر المؤمنین ہے لاکھ

من موتهما عليه انهما ماما تاحل عدوتہ
من غیر ند امة عن ذلك والمراد من رجة
الله رسول الله فانه كان رجة العالمين
وسكون خصما لهما سخطا عليهما منتما عنهما
يوما الدين انتهى
ایذا دمی اور اس کا حق منسوب کیا اور اس پر مرنے کے یہ
مرہ ہے کہ بدرون اس ندمت کے اس کی عداوت پر مرے
اور رجتہ اللہ سے مراد رسول اللہ ہیں کہ وہ رحمت العالمین ہیں
اور قیامت کے دن ان سے جھگڑنے والے ان پر خضہ
ہوں گے اعدان سے بدل لیں گے۔

اہل دانش و انصاف اس زیادتی کو جو روایت شیعہ نے فرمائی ہے ملاحظہ فرماویں اور حضرت شیعہ کے علم و فضل و عقل و انصاف و دین و ایمان کی داد دیں اس بحث میں ہم یہ تو بیان کر چکے ہیں کہ اس نص جعفری میں اگر اس کو ظاہر پر محمول کیا جاوے پورے طور پر تصدیق ان کے ابا صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہوتی ہے لیکن اگر اس زیادتی روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو اس صورت میں ابا صالحین کی تصدیق نہ ہوگی بلکہ تکذیب ہوگی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی صحیح حقیقت اور شیعہ راویوں کی زیادتی کی تکذیب

اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہیں گو ہماری گزارش سابقہ سے اس کی تکذیب بخوبی ہو چکی ہے اور علماء کی نصوص اس زیادتی کی روایت کو جھوٹا کرتی ہیں واضح ہو کہ اولاً جلد و عمری ان مکانہما فی الاسلام بغیر الہ اور کلام اللہ بلا دلفان۔ صریح اس کی اور اس کی روایت کی تکذیب کرتے ہیں ثانیاً علامہ بحرانی نے جو جواب اس اعتراض کا دیا ہے کیف سلم حنا ولم یسلم معویہ وطلحہ والزمیر مع قیام الفتنہ فی حربہم اور وہ یہ ہے۔ اشانی ان الفرق بین الخلفاء۔ الشکۃ۔ دین معویہ نے آئامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضیٰ اوامرہ و نواہیہ ظاہر۔ اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ راوی نے جو عادلان قاسطان کے معنی جائز ان ظالمان کے گھرے میں محض دروغ ہے کیونکہ خلفائے ثلاثہ کا حدود اللہ کو قائم کرنا اور بموجب اوامر و نواہی خداوندی کے عمل کرنا یہ ایسا ظاہر ہے کہ جس کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے اور ظاہر ہے کہ عدل و انصاف اسی کا نام ہے کہ حدود اللہ کو قائم کیا جاوے اور بموجب اوامر و نواہی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور حق پر ہونا بھی اسی پر منحصر ہے اور استحقاق دین۔ فعلمنا رحمۃ اللہ یوم الیقوم کہ بھی اسی پر گویا موقوف ہے اور جب یہ وصف شیخین میں حسب اعتراف

علامہ بحرانی پائے جاتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ شیعہ میں سے کسی کو بحر: خاص وقت کے اس کا انکار نہیں اور بحرانی کو جھوٹا نہیں سمجھتے تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جو کچھ فرمایا وہ اپنے فہم پر محمول ہے اور راوی نے جو اس کے بعد میں تحریر فرمائی وہ کذب و دروغ ہے۔ ثالثاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور واضح تر عرض کرتے ہیں جس سے پوری تکذیب اس زیادت اور اس کی روایت کی ہو جاوے۔ رنج البلاغت میں ایک خطبہ مذکور ہے جس کا عنوان یہ ہے واللہ لا مسلم۔

ماسلمت امور المسلمین۔ ولو لکن فیہا جور الاصل خاصۃ الیہ خطبہ صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ امور مسلمین میں فتنہ نہ پڑے اور رسالت رہیں کسی پر جور و جفا ظلم و زیادتی نہ ہو چنانچہ آخر خلافت خلفائے تک جناب نے اس تسلیم کو قائم رکھا اور کوئی امر ایسا واقع نہیں ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش مناقضہ و معارضہ کی ملی چنانچہ شریعت ابن میثم اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور اس کی تائید میں لکھتے ہیں قولہ۔ واند لا مسلم۔ ماسلمت امور المسلمین۔ ای لا یرکن المناقضة فی هذا الامر ماسلمت امور المسلمین

من الفتن وفيه اشارة الى ان غرضه من المناقضة في هذا الامر هو صلاح حال المسلمين۔ واستقامة امورهم وسلامتهم عن الفتن وقد كان له من سلف من الخلفاء قبله اس سے بدلا لٹ مطالبی ثابت ہے کہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ظلم و جور کی بوٹ سے بالکل پاک و صاف رہے اور شیخین رضی اللہ عنہما مصداق ہما امامان عادلان قاسطان کا ناظم الحق و ما تاعلیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم النبیۃ کے ہیں اور راوی حدیث نے بعد اس کے جو کچھ من تلقا النفس اضاف کیا وہ سراسر کذب اور دروغ ہے اور جناب امیر علیہ السلام کے کلام اور بحرانی کی تصریح سراسر اس کی کذب ہے۔ رابعاً خانہ مشکا میں مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فاضل اخباری کے جواب ایضاً سے یہ عبارت نقل فرماتے ہیں

و اگر بالضاف تامل فرمائید واضح است کہ بنا علی مزعم الامامیہ از خلفائے ثلاثہ کو نسبت بہ امیر المؤمنین علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا انتقض عہد و نکث بیعت غدیر و غصب فذک و دیگر چند اعمال دال بر عناد و سرزدہ انا باین جہر باز در خاطر طریقہ معاشرت این بابا اہل بیت عین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین بود و ہجرت شعاثر اسلام را بجز افعال محدودہ کو در کتب کلامیہ و سیر موجود و منشا رخص و قدح در شان شان است بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان بر نہ استہ بود نہ و پاس شرع متین را نصب العین خاطر خود ہمیدہ استہدہ دیکھتے فاضل اخباری کس تصریح کے ساتھ فرماتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کا طریقہ معاشرت

اہل بیت کے ساتھ عین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین شیعہ اسلام کو امامیہ کے نزدیک بھی اٹھا سنین دیا تھا اور پاس شے سامنے رکھتے تھے پس جن کے باعتراف فاضل اخباری یہ ہوتا ہے کہ یہ زیادتی کذب و دروغ ہے اور یہ جو فاضل ذکر کیا یہ بھی جناب امیر کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے بارگذاش کر چکے اور ابھی گزارش کیا ہے کہ جناب امیر اہل اسلام کے ساتھ پھر اس تسلیم پر آخر تک قائم رہنا اور دوسرے میں مثل نکث بیعت و نقض عہد و غصب موضوع و مغترہ ہیں کیونکہ اصول شیعہ پر کوئی فعل ایسا اس کی ذات باریکات تک محدود ہو بلکہ جو فعل صادر ہوا جس کرتے ہیں وہ علاوہ جناب امیر کے دوسروں کے حقوق پر ہے کہ اس سے زیادہ دینی اور دنیاوی حقوق اہل اسلام ظاہر و بدیہی ہے غصب فذک خاص حق جناب سید تملف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا نقصان چند روزہ اگر ان کا وقوع صحیح ہو تو معاذ اللہ جناب امیر نے جو کچھ وہ جھوٹ تھا اور اگر وہ صحیح تھا تو ان امور کا وقوع کذب بجا تھا وہ ہرگز کذب نہیں لیکن یہ امور محض ان جیسے ائمہ تھے جن کے مزہ پر کتے پیشاب کرتے تھے جن کی صافتر و بہتان باندھتے تھے پس ان کی تکذیب کر دینا زیادتی و خسر عی کی بخوبی تکذیب کرتے ہیں اور علاوہ ان کے کی روایت کی تکذیب کہتے ہیں مگر ہم نے بحیال تطویل اور عقل و فہم سے اور علم و انصاف سے قصہ ملا ہو گا وہ کچھ کہ یہ محض بناوٹ اور جھوٹ ہے ان کے استیعاب کو

بعد بل یوں الامور من بعدہ شوروی بین المسلمین استقامت بقدر الحاجة یہ دونوں شرطیں برابر ایسی ہیں جو ہمارے مدعا کی ثابت ہیں اور اصول شیعہ کے مبطل کیونکہ ظاہر ہے پہلی شرط میں بدالت مطابق باقی ہمارے دعوے کا ثبوت موجود ہے امیر معویہ سے معاہدہ فرمایا کہ سیرت خلفاء صالحین پر عمل کرے اب فرمائیے کہ خلفاء صالحین کون ہیں جن کو جناب امام صالحین یا راشدین سے تعبیر فرماتے ہیں اس سے پہلے بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی خلیفہ نہیں تھا تو بجز اس کے کہ خلفاء صالحین سے خلفاء اربعہ مراد ہو اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء صالحین اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ ان کی امامت حق اور خلافت راشدہ ہو نہ امارت ناجرہ تو یہ شرط چند وجوہ سے ثابت مدعا ہے اول یہ کہ جناب امام علیہ السلام نے ان کو خلفاء صالحین فرمایا اگر فی الواقع وہ خلفاء صالحین ہیں تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صالحین نہیں ہیں تو معاذ اللہ امام معصوم نے بھوت بولا دوسری یہ کہ کتاب و سنت کے ساتھ ان کی سیرت کو بھی معمول بہا مشروطہ قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سیرت اتباع شریعت میں یہاں تک راستہ ہے کہ جو اس کا اتباع کرے کافی الحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہو گا اور انھوں نے یہاں تک جرأتے شعاہ شریعت کیا اور پاس شرع کو اپنے افعال و اقوال میں یہاں تک ملحوظ خاطر رکھا کہ جو شخص ان کا اتباع کرے گا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت سے جدا نہ ہو گا اور یہ مستلزم اس ہوسے کہ وہ خلفاء راشدین

تھے اور ان کی خلافت خلافت راشدہ تھی۔ تیسری یہ کہ جناب امام حسنؑ نے دسیرت الخلفاء الصالحین ایسا لفظ فرمایا جو خلفاء اربعہ کو شامل ہے جس میں جناب امیر اور جناب خلفاء ثلاثہ برابر شریک ہیں اور ہرگز خصوصیت کے ساتھ اس کا اطلاق جناب امیر پر نہیں ہو سکتا اور بدون انقیاد و فرق کے سب کی سیرت کی اتباع کو شرط کرنا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رشد و صلاح میں جیسے ان کے نزدیک جناب امیر تھے ویسے ہی خلفاء ثلاثہ تھے اور جیسی اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ تھا ویسی ہی اتباع سیرت خلفاء ثلاثہ محمود و پسندیدہ تھا اور یہ عین مدعا بل سنت کا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ وقت تفتیہ کا نہیں اور نہ تفتیہ کی یہاں گنجائش ہے اور کتاب و سنت کا ہی ذکر فرمانا کافی تھا یہ جواب نے بڑھایا اس سے صراحتہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کا عقیدہ قلبی تھا اور دوسری شرط بھی ہمارے مدعا کو ثابت کرتی ہے دوسری آپ نے یہ شرط کی کہ معویہ ابن ابی سفیان کو اختیار نہیں ہے کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ بناوے بلکہ امر خلافت کا بین المسلمین بطور مشورہ کے ہو گا اس شرط میں غور کرنا چاہیے کہ واضح طور پر یہ شرط شورعی مسلمین کی تصویب اور تصحیح کرتی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو خلافت بطور شورعی کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جس پر اہل مل و عقد متفق ہو جاویں وہ امام حق ہے پس اس سے صریح حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ ثابت ہوئی اور ثابت ہوا کہ جو حضرات شیعوں نے نفس کو شرط امامت قرار دے رکھا ہے یہ باطل ہے۔

منہج البداعۃ سے مذہب اہل سنت کے حق ہونے اور شیعہ کے

باطل ہونے کا بیان

دلیل و عاشر شریف رضی نے منہج البلاغت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جو مرحومہ ثقیب
مذہب اہل حق و مظلومہ کے شیوع ہے ہم اس کو شرح منہج البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور
کچھ شارح نے اس کی شرح میں تحریر فرمایا ہے اپنے مدعا کے ثبوت میں اس کو بھی نقل کرتے ہیں
ومن كل دم له لما اراده الناس على النبیعة بعد قتل عثمان وعوفی والتسوا غیری
فانما مستتبون امراله وجوده والوان لا تقهر له القلوب ولا تثبت علیه العقول وان
الافاق قد اعامت والمحجة قد تسکوت واعلموا انی ان اجبت کم وکبت بکم
اعلم ولما اصبح انی قول الناس وعتب العاصب وان ترکتمونی فانا کما حدکم ولعلی

اسمکومر واطوعکم لمن ولینتوہ امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا استقی عاقل منصف
 اس کلام کو ملاحظہ کرے اور اس کا مطلب سمجھے خصوصاً جو کچھ جناب امیر نے آخر میں قول ان ترکمونی
 سے ارشاد فرمایا ہے یہ تین جملے ہیں اور ہر ایک جملہ ان میں کا گویا گنج شائگانہ ہے۔ پہلا جملہ جو جناب
 امیر نے ارشاد فرمایا ہے یہ ہے۔ فان ترکمونی فانا کاعدمکم یعنی اگر تم مجھ کو چھوڑ دو اور مجھ سے بیعت
 نہ کرو تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں جیسی تم پر اطاعت امام واجب ہے اسی طرح مجھ پر بھی واجب
 ہے یعنی اگر تم مجھ سے بیعت نہ کرو تو میں امام واجب الطاعت ہوں اور اگر تم بیعت نہ کرو تو پھر میں تم
 جیسا میطیع ہوں گایہ معنی اس کے ایسے صاف و صریح ہیں جو خود الفاظ و سیاق سے منتبط ہوتے
 ہیں اور شارح ابن میثم اس معنی کی شہادت دیتا ہے اور غالب حضرت فاضل مجیب اس کی تحریف
 فرمائیں گے اور فرمائیں گے کہ حضرت امیر نے اس کلام سے کوئی حکم شرعی نہیں بیان فرمایا بلکہ ظاہری
 حالت جو واقع ہونے والی تھی بیان فرمائی پس اس کے جواب میں قبل اس کے کہ ہم اس کی تفسیر ابن میثم
 کے قول سے کریں یہ گزارش کرتے ہیں کہ یہ تو حضرات کو بھی مسلم ہے کہ ترک کی حالت میں حضرت کا مثل
 عوام کے ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ امت میں فتنہ نہ پکڑے ہوں۔ علت اس سکوت کی محض
 خوف ثوران فتنہ ہے یہ ہی وجہ ہے کہ جب ابوسفیان نے اور حضرت عباس نے درخواست بیعت
 کی تو آپ نے نامنظور فرمائی اور باوجود اس قوت و شجاعت منظر کے اسی واسطے میطیع و متعاہد خلفاء
 بنے حالانکہ خلفاء نے جو کچھ جائز و ناجائز چاہا کیا۔ پس جب آپ کا سکوت و عدم مناقشہ بوجہ خوف فتنہ
 معین رہا ہے اور یہاں بھی فتنہ کے خوف سے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ کو ترک کر دو تو میں تمہارے
 میں سے مثل ایک کے ہوں گا اور غالباً تمہارے شریک حال ہوں گا پھر کیا وجہ ہے کہ امیر مویہ سے
 مناقشہ کیا اور جھگڑا کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی تھا جناب امام ثانی کی طرح مصالحت کریتے اور خلاف
 تسلیم کر کے میطیع بن جاتے نہ تو کوئی جھگڑا ہوتا اور نہ کوئی فتنہ اٹھتا اس پر اگر آپ مثل ابن میثم سیرت
 کا جھگڑا پھیریں گے تو پہلے یہ خیال فوایں کہ انفس جناب امام ثانی کو یہ نہ سوجھی جو لاکھوں مسلمانوں
 کے دین و دنیا کی بربادی اپنے ہاتھ سے فرمائی اور اگر یہ فرمائیں کہ مقابلہ خوف فتنہ کے بہت کا لحاظ
 ضروری نہ تھا تو ہم گزارش کریں گے کہ نہایت انفس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کے
 لئے ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع کرائیں تو معلوم ہوا کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہیں بیان کیا بلکہ حکم
 شرعی بھی بیان فرمایا۔ علاوہ ازیں اس صورت میں جھگڑا حتمی اور اس کی ترقی صحیح نہ ہوگی پھر ابن میثم
 کی شرح جس کو ہم جملہ آئمہ کی شرح میں نقل کریں گے۔ بانصریح اس کی مکتبہ ہے اور نیز ترک

بیعت اور عدم ترک کی حالت کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور باطل ہے۔ پس ہمارے
 فاضل مجیب کا یہ زعم اس جملہ کی تاویل میں محض لغو اور لا طاقی ہوگا۔ دوسرا جملہ جناب امیر نے یہ فرمایا
 ولعلی اسمکم واطوعکم لمن ولینتوہ امرکم۔ گویا جملہ سابقہ سے بطور ترقی فرماتے ہیں اور شاید میں تم سے زیادہ
 اس کے حکم کا سننے والا اور اس کے حکم کا میطیع ہوں جس کو تم اپنے امر کا والی بناؤ اور اپنا نام قرار دو۔ اب ہم
 پوچھتے ہیں کہ جناب امیر کی زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے۔ جو لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں
 نے ان خلفاء کو کہ جن کو اہل حل و عقد نے خلفاء بنایا ہے امام برحق سمجھ رکھا ہے۔ تو وہ تو اپنی غلطی کی وجہ
 سے کسی قدر محذور ہوں گے لیکن جناب امیر نے بھی اگر ان کو امام برحق اور خلیفہ راشد اعتقاد کر رکھا ہے تو
 فواہم اور اگر آپ نے ظالم و غاصب اور خائن و ناکث سمجھ رکھا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت
 کو نسبت عوام کے زیادہ فرماتے ہیں حالانکہ یہ آپ کی سمع اور اطاعت محض ضروری ہیں جو بنظر مصلحت
 وقت ہیجان فتنہ کے خوف سے اختیار کی گئی والظوریات یہ قدر بقدر ہوا اور قدر ضرورت سے متجاوز نہیں
 ہوتے پس اگر ضرورت اختیار کی گئی تھی تو وہ اسی قدر ہوتی جس سے ضرورت وقت رفع ہو جاتی یہ فرمانا آپ
 کا کہ جس کو تم اپنا ولی امر بناؤ گے میں اس کا تمہاری نسبت زیادہ میطیع ہوں گا تو یہ زیادتی سمع و اطاعت
 کی بجائے اس کے ممکن نہیں کہ آپ نے اس شخص کو جس کو اہل حل و عقد نے امام بنایا ہے شرعاً واجب
 الطاعت سمجھ رکھا ہو اور جب آپ بروئے حکم شرع واجب الطاعت اعتقاد کریں گے تو بیشک
 بر نسبت دوسروں کے آپ زیادہ اتیان مامور ہیں سرگرم ہوں گے اور بدیہی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً
 واجب الطاعت ہونا اور جناب امیر کا اس کے میطیع ہونا بدون اس کے ممکن نہیں ہے کہ بروئے شرع
 اس کی امامت و خلافت صحیح و منعقد ہو چنانچہ ہم اس مدعا کے ثبوت میں علامہ بحرانی کی عبارت کو اس کی
 شرح سے نقل کرتے ہیں اہل فہم والصفات ملاحظہ فرمائیں۔ قوله وان ترکتمونی اذی گنت
 کاحدکم فی الطاعة لامیرکم بل لعلی اکون اسمکم واطوعکم لہ ای لفقوۃ
 علمہ بوجوب طاعة الامام وانا قال لعلی لانہ علی تقدیر ان یولوا احدا
 یخالف امر اللہ لا یكون اطوعہ لہ بل امصلحہ و احتمال قولہ لیتجمع لمن کذلک
 قایمہ فاحتمال طاعة قائمہ فحسن ایراد لعل استقی بقدر الحاجة بحرانی صاحب
 کی عبارت اور ان کی تصریح قابل ملاحظہ اولو الابصار ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کا سمع و اطوع
 ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ کو شرعی وجوب طاعت امام کے علم ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ امام کی
 طاعت بروئے حکم شرع واجب ہے اور غالب ہے کہ امت تا وقتیکہ شرعاً منعقد نہ ہو اور امام بروئے

شریعت امام صحیح نہ ہو واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جس کو امام بنادیں وہ شخص عند اللہ امام اور واجب الاطاعت ہے اور جناب امیر بھی اس کو واجب الاطاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام اور واجب الاطاعت ہوتا تو آپ کیوں نہیں اس کو امام سمجھیں گے لیکن شارح بحرانی نے اس قدر تفسیر اور لکائی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسے شخص کو امام بنادیں کہ جو مخالفت امر اللہ کے ہو تو اس وقت آپ اطوع نہ ہوں گے بلکہ زیادہ مخالف اور نافرمان ہوں گے اگرچہ بحرانی کا یہ فرمان غلط ہے۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خط و کتابت

کیونکہ اس احتمال کے وقوع کی تکذیب و تفسیط خود جناب امیر بجاواب امیر معویہ کے فرمایا ہے امیر معویہ نے آپ کو آپ کے اس خط کے جواب میں جس میں آپ نے امیر معویہ سے بیعت طلب کی تھی اور یہ تحریر فرمایا تھا کہ میرے ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو تم بھی اس کو قبول کرو کھا تھا کہ اگر آپ بھی مثل ابوبکر و عمر کے ہوتے تو آپ کی خلافت بیعت اہل حل و عقد سے صحیح ہوتی اور میں آپ سے ہرگز نہ لڑتا لیکن جب آپ مثل ابوبکر و عمر کے نہیں بلکہ سرد و نقصان جاری نہیں کر سکتے یا قاتلین عثمان کے حامی ہیں تو اس حالت میں بیعت اہل حل و عقد سے آپ کی خلافت منقذ نہیں ہو سکتی اور اہل حل و عقد نے خطا کی جو آپ ایسے شخص سے بیعت خلافت کی جو مہات خلافت کو سرانجام نہیں دے سکتا اس کے جواب میں جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ وزعت انما فسد علی بیعتک خطیئتک عثمان و کنت امر من المهاجرین اور دت کما اور دوا و اصدرت کما اصدروا و ما کان اللہ لیجہد علی ضلال و یضربہم بعضی حاصل جواب یہ ہے کہ تو جو مجھ پر الزام غزلان و قتل عثمان لگا کر آتا ہے اور اس وجہ سے مجھ کو صاع اور اہل الخلافت نہیں سمجھتا اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل و عقد نے خطا کی جو غیر اہل کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گویا بالکل غلط اور لغو ہے کیونکہ میں بھی ایک رجل مهاجرین میں سے ہوں جو اس کا حال تھا وہی میرا حال تھا اگر میرے ذمہ الزام ہے تو سب کے ذمہ الزام ہے اس معاملہ میں میں نے کوئی خاص کام نہ کر سب مهاجرین سے علیحدہ ہو نہیں کیا پس اگر اہل حل و عقد نے مجھ سے بیعت کی اور میں نہ سب اہل الخلافت تھا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گمراہی پر مجتمع ہوں اور سب کے سب حق سے اندھے ہوں اور یہ محال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ بیعت اہل حل و عقد کی صانع الخلافت کے ساتھ

نہیں ہو سکتی ہے اور علامہ بحرانی نے جو یہ احتمال قائم کیا کہ اہل حل و عقد مخالفت امر اللہ کے ہو یہ غلط ہے اور جناب امیر کا جواب سر اس کو مکمل کر کے علی سبیل التفریل نہیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اسی امام کو واجب الاطاعت اہل حل و عقد امام بنادیں اور وہ اجر اسے شہادت اور ترویج شرع میں مخالفت امر اللہ نوع میں جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنے علامہ بحرانی کو سچا سمجھو اور ظاہر خلافت خلفائے ثلاثہ میں اسامح و اطوع رہے کبھی کسی قسم کی چون و چرا نہیں کہ رضی اللہ عنہما جن کی شان میں من اغضبہا ہے بہت کچھ ناخوش و ناراضی مثل جنین پردہ نشین شدہ و غائبین درخاندگر بخت اللہ الی آخر الکفر یار والنصارین میں جا کر دوا دیا اور فریاد و فغان کی گمراہی کو جوش نہ کیا۔

حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ کے دور میں سمع و طیرہ اختیار فرمایا

طیرہ اختیار فرمایا

بروایت صدوق شیعہ میں چالیس آدمیوں نے کبار مهاجرین و انصار خلافت صدیقی میں درخواست کی کہ ہم ابوبکر کو مسند خلافت سے اتار دے حضرت عباس اور ابوسفیان کی درخواست بیعت کو قبول نہ فرمایا۔ قمر بھیسلی اور عرج طرح کی تزیل و توہین سہی لیکن سمع و طاعت کی عودہ الیہ جب باوجود ان باتوں کے بھی آپ نے کبھی چون و چرا نہ فرمائی تو آپ نے لکھا ہے کہ کیونکہ امام کے واجب الاطاعت ہونے کے آپ کو بشادت بحرانی بھی خدا تعالیٰ کے حکم ہی سے واجب الاطاعت ہے تو اس کی اطاعت سے انحراف ہے جو خلصیت ہے قطع نظر اس سے ہم پہلے بروایات شیعوں خلافت ثلاثہ کی مثل سیرۃ ملوک و سلاطین جائزہ کی نہیں ہے بلکہ ترویج معاملہ میں سرگرم تھے اور عیشہ پاس شرع مشریت نصب العین اور مد نظر خاطر رکھنے کے واسطے اسامح و اطوع نہ ہوں تو چھ کس کے ہوں گے بہر کیف خلفائے ثلاثہ میں وضع و منقاد رہے اور امتدہ کے سنے بھی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کو امام بنالو میں اس کا مطیع و منقاد ہوں گا اور یہ ثابت ہو چکا کہ آپ کی زیادتی اطاعت و انقیاد میں وجہ سے ہے کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم و مشتق تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور واجب الاطاعت ہوا اور آپ اس کے بروئے حکم شرع مطیع ہوئے تو آپ کی امامت منصوصہ باطل ہوتی اور اس شخص کی امامت ثابت ہوتی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جس کی امامت کو اہل حل و عقد تسلیم کر لیں اور مستحق ہو کر اہل حل و عقد جس کو امام بنالیں اور خلافت ثلاثہ کو اہل حل و عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا تھا اور ان کو امام بنالیا تھا تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوتے۔

حضرت علی نے خلفاء ثلاثہ کے وزیر کے طور پر کام کیا

تیسرا جملہ جناب امیر نے ارشاد فرمایا: وانا لکم وزیر اخیر لکم منی ایہذا یعنی تمہارے لئے میں وزیر ہوں یہ بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں حاصل یہ ہے کہ میری امارت سے تمہارے لئے میری وزارت بہتر اور خیر ہے اور ظاہر ہے کہ جس امارت کے آپ وزیر و مشیر اور جن امراء کے آپ معین و ظہیر ہوں گے وہ امارت بھی خیر ہوگی اور بدیہی ہے کہ خلافت ہائے سابقہ میں جناب امیر و وزیر و مشیر رہے ہمیشہ مہمات میں آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپ کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ خلافت جس کے آپ وزیر بنے وہ حق اور خیر ہونی باقی رہا یہ امر کہ یہ خیر یا نہ اس امر کی طرف راجع ہے یا نہ صرف فی ہری دنیاوی سہولت حال کی طرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی و دنیاوی امور کے سب کی طرف عام ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہیں اور احتمال ثانی بروئے دلائل صحیح اور متعین ہے کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جس میں دین دنیا کا نقصان ہو اس پر نہایت کا اطلاق کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا امامت دین و دنیا کی امامت عام ہے جس کے ساتھ دین اور دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہے اور امام غزالی نے لکھا کہ امامت کے احوال دینی اور دنیاوی کی اصلاح کرتا ہے لیکن تمہیں دوسولت خود شاری علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدنظر ہے اسی واسطے اس کی شان میں عزیز علیہ صاعنہ تو ارشاد ہے خود خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ینبئ اللہ بکلمہ لیسر ولا یرید بکم العسر اور فرماتا ہے: وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ پس جب شارع کو میر و سہولت مدنظر ہے تو اس کو کون نکار کر سکتا ہے ہاں امام امت کا مطیع ہو جاوے کہ جو کچھ ان کی مرضی ہو وہ کرے یہ البتہ اگر پہلے کسی امر سے کیا جوتا تو اس وقت جناب

امام کا فرمانا شایان تھا اور جب کسی امام نے ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اس کے عادی تھے ہمیشہ امام حق راہت و مشورہ سے سرانجام مہمات کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپ کا یہ ارشاد صرف سہولت حال کی طرف راجع نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں مطلق خبر سے بلاقرینہ فرق ناقص بلکہ انقض مراد لینا یہ خود خلافت قاعدہ عرف اور غلط ہے تعجب ہے کہ امام منصوح من اللہ و منصوب من الرسول بالفعل ہو اور وہ کبھی اپنے حق کا نام نہ لے اور اگر لوگ اس کو چاہیں تو مدافعت اور تحمل فرماوے اور فسر ماوے کہ میری وزارت تمہارے لئے بہتر ہے امارت اس قدر بہتر نہیں۔ خبر دعویٰ و المتسو اغیری ملک مصالحتہ تھا لیکن یہ سر اسر منصوبیت خلافت کو باطل کر رہا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ امتقاد خلافت بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان جملوں سے پہلا جملہ صریح دلیل ہے و اعلموا ان اجنتکم رکبت بکم ما علمو ولموا صنع الی قول القائل و عتب البانتب اس میں آپ نے اجابت کو ضمیر حکم کی طرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری امتس کی اجابت کر لوں گا تو پھر تم کو اپنی رائے پر چلاؤں گا اور تم سے اپنے علم کے موافق کام لوں گا تو آپ نے اپنے عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل و عقد کے اتہاس کو قبول فرما دیں گے خلیفہ بالفعل اسی وقت ہوں گے کیونکہ انعقاد طرفین کے ایجاب و قبول و رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ بالفعل امام و خلیفہ نہ تھے ورنہ خلیفہ کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے منتر ہو اجابت کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ان اجنتکم کچھ معنی نہیں رکھتا اگر اجمال مد خلافت اس وجہ سے تھا کہ امت کی طرف سے اجابت و تسلیم میں کوتاہی ہے تو پھر ان اجتہوتی فرمانا مناسب تھا یعنی تمہاری طرف سے توضیح ہے اگر تم اجابت و تسلیم کرو گے اہل پس اس سے صراحت یہ ثابت کر دیا کہ دار مدار انعقاد خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہے اور جناب امیر ہر گز خلیفہ منصوص نہ تھے جیسا کہ حضرات شیعہ کا ادعا ہے پس حاصل مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا یہ ہے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ابتداء زمانہ خلافت نبوت میں کار ہائے نمایاں اور اسلامی ترقیات بے پایاں ہونے والی ہیں تو تعجب نہیں کہ کبھی آپ کی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میرے ہاتھ سے سرانجام ہوں اور یہ حسنات میرے نامہ اعمال میں درج ہوں لیکن چونکہ یہ امر مقدر نہ تھا اور اس کام کے لئے کار پر وازان قضا و قدر نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کا قدرت خواہش اس کے وصول سے کوتاہر با بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کو معلوم ہوا کہ زمانہ خلافت نبوت قریب الانقضاء پہنچا اور ترقیات اسلام کا شباب بڑھ چلا ہے کے ساتھ مبدل ہو گیا اب باہر فاد جلیوں کی گرم بازار میں جوگی تو اس سے آپ نے بیعت کے قبول کرنے میں تحمل و تسویف فرمائی اور یہاں نہ صاف

صریح طور پر اس دعا کو ثابت کرتے ہیں غانا مستقبلاً ان امرالہ وجوہ والوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الدقائق قد اغامت والحق قد استکرت چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شواہد متن سے پاک نہ ہو ایسا تک کہ زمانہ خلافت نبوت منقرض ہو گیا اور ملک حضور کی نوبت آئی اسی واسطے حسرت کے ساتھ جناب امیر نے فرمایا ابتلیت بقتال اهل القبلة غرض ہم کو اس کے مطلب سے کیا غرض اور اس کی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جس کے ہم اثبات کے درپے ہیں یعنی ثبوت خفیت خلافت خلفائے ثلاثہ وہ بحول اللہ وقوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہے۔

ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کی گیارہویں دلیل

دلیل چہادی عشر: امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب افغانی میں روایت درج کی ہے۔
عن ابی ابی بکر الکرکری قال جاء ابو سفيان
ابو الابرک بکر سے مروی ہے کہ ابوسفیان بن علی بن ابی طالب
الی علی بن ابی طالب فقال یا ابا الحسن
کے پاس آیا اور کہہ اے ابوالحسن ام خلافت کا کیا حال ہے
ما بال هذا الاوس فی اضعف قریش و
کہ قریش میں سے ضعیف اور ذلیل ترین میں سے ہے خدا کی قسم
اقلها فخر الله ان شئت لاحلها عليها خيلوه
اگر تو چاہے تو میں میدان کو سوار پیدوں سے بھردوں
ورجله فقال علی بن ابي طالب طال ما عادت
علی بن ابی طالب نے فرمایا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور
الله وسنائه والمسلمين فما ضرهم ذلك
مومنوں کا دشمن رہا اور اس نے ان کو کچھ نقصان نہ پہنچایا
شيئا انا وجدنا ابا بکر لها اهلا۔
ہم نے ابو بکر کو خلافت کے لئے لائق پایا۔

اس روایت سے ثبوت حقیقت خلافت صدیقی بدلائل مطابق ثابت ہوتا ہے اور دوسری خلافتیں بھی جو کہ اس پر مضرع میں توجب اس کی حقیقت ثابت ہوتی تو اوروں کی بھی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا۔ اس قدر گزارش ہے کہ جناب اگر صاحب افغانی ابو الفرج علی بن حسین اسفہانی کے عدم اعتبار کا تفسیر پیش کریں گے تو جو آپ کو آپ کی روایات و روایات کے حالات اور آپ کے علماء کی تحقیقات عرض کر کے مستنبط کریں گے کہ اس صورت میں آپ کے صحابہ کی غیر متنبہ اور غالب روایات قابل اخراج ہوں گی جن کو معمول بہا و معتد علیہا اعتبار فرما رکھا ہے چونکہ اس بحث میں کسی قدر احتیاط ہو گیا ہے اس لئے اس کو اس جگہ مختصر کرتے ہیں اور اقوال آئینہ کا جواب

قولہ: جب کہ ہم نے اپنی شرائط ثلاثہ کو آپ کی کتب معتبرہ سے مدلل ثابت کر دیا اور ضمن اس اجماع الہامات ہونا بھی ثابت ہو گیا اور کچھ آپ کے قول آئینہ میں ثابت کیا جائے گا تو آپ فرمائیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا۔

اقول: دعوی اثبات شرائط ثلاثہ بدلائل محض استیلا تخیل سے ناشی ہے جو خود تخیل کر بیٹھے کہ ہم شرائط ثلاثہ دلائل سے ثابت کر چکے ورنہ فی الحقیقت ان کا ثبوت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں ان کا ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہے چنانچہ آپ کے دلائل کے جواب میں گزارش ہو چکا اور اجماع الہامات ہونا جو بار بار آپ کی زبان پر ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی عادت قدیمہ کے موافق یہ جی یاد نہیں کہ اس مسئلہ میں امر متنازع فیہ کیا ہے چنانچہ ہم آئندہ قول میں جس میں آپ نے اس کی بحث کی ہے گزارش خدمت کریں گے اور جب شرائط ثلاثہ کا آپ سے اثبات نہیں ہو سکا تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا ہے موقع ہے ہاں یہ موقع ہمارے سوال کا ہے کہ جب شرائط ثلاثہ باطل ہیں تو فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا۔

قولہ: رہا آپ کا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو مرخصاً بوفاق الحمد جب اس کلام کے اصل معنی بیان کئے گئے اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھتے تھے وہ ہرگز اس کا مطلب نہیں ہے تو آپ کا شبہ رفع ہو گیا جو کچھ جناب تاب نے اس باب میں فرمایا ہو گا ظاہر ہے کہ اس میں اور اس کلام میں کچھ فرق نہ ہو گا اور ہرگز غلط فہمی نہ ہو گی اور ہر دو ارشاد بجا ہے خود حق و درست ہوں گے۔

اقول: بحول اللہ وقوتہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے اصل سمجھے تھے وہ محض غلط تھے اور تمام مذکورہ جی معنی دوسرے کلام میں کسی قدر ہمارے مؤید تھے پس اس تحقیق سے محقق ہو چکا ہے کہ اس کے اصلی معنی درواقع مطلب وہی تھا جو ہم سمجھتے تھے پس ہمارا اعتراض کسی حرج آپ کے اصول سے رفع شدنی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ فرمایا وہ اس کے ہرگز موافق نہیں ہو گا۔

قولہ: تعجب سے کہ اب تا میں آپ نے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہے حالانکہ یہ معنی وہ عرض ہوئے ہیں جو اصلی و واقعی ہیں ورنہ اگر تاویل کی جاتی تو تاویل کی بہت گنجائش تھی کیونکہ باب تاویل نہایت وسیع ہے۔

اقول: جن درج سے ہم نے باب تاویل کو اس جگہ بند کیا ہے وہ دلائل وہ ہیں کہ میں سے جو

نے آپ کے معانی کو باطل کیا ہے اور مابین میں مذکور ہو چکے ہیں اور وہیں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ معنی جو آپ نے بیان فرمائے ہیں محض خیالی ہیں اور واقعی ایسے معانی کو تاویل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ قرآنی معنوی ہے پس جس جگہ عبارت بجز ایک معنی کے کسی دوسرے معنی کو متحمل ہی نہ ہو اور نہ بجز ایک معنی موضوع لکے کسی دوسرے معنی کے ثبوت پر کوئی قرینہ قائم ہو بلکہ لفظی احتمالات پر قرائن دلائل کرتی ہوں تو ایسی حالت میں باب تاویل مسدود ہوا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل واسع ہے یہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے یہ حضرت کے ہی علم و فضل پر زیاں ہے جہلا اگر ایسا ہی باب تاویل واسع ہے تو نفی صریح میں مثل اللہ الہنا و محمد نبینا وغیرہ میں تو تاویل کیجئے تعجب ہے کہ باوجود اس کے خطبہ غدیر میں کنت مولاً کو نفی صریح اختلاف میں سمجھے ہیں اور قابل تاویل نہیں سمجھے۔ معلوم نہیں وہاں کس دلیل سے باب تاویل مسدود فرمایا پس باب تاویل کی وسعت اس کو متعینی نہیں کہ ہر جگہ جاری ہو سکے۔

قال الفاضل المحیب قولہ: باقی رہا اہلسنت سے یہ سوال کہ خلافت ان کے نزدیک امر دین میں یا سوا اس کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جب آپ ام امامت کو مع اس کی شرائط کے بدلے ثابت فرما دیں گے تو اس کا اہم الہامات ہونا بھی ثابت ہو جائے گا اہلسنت کچھ ہی کہا کریں مگر باطل دلائل معتبرہ کے ان کا قول کیوں کر معتبر ہو گا۔ اقول: جب کہ بہت بڑا اختلاف اور ماہ النزاع اہلسنت و شیعہ میں امر خلافت ہی سمیٹھا جیسا کہ ثابت کیا گیا اور آپ کے نزدیک بھی جو امر معنی معظم اختلاف کا ہے وہ بھی بالآخر منجربہ بحث امامت ہی جو تلمس ہے تو اس سوال کی اشد ضرورت تھی کیونکہ جب تک وہ امر اہم الہامات اور مسائل شرعیہ میں سے عمدہ مسئلہ ثابت نہ ہو گا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ نہ ہو گا جو طریقین ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔

خلافت کے بارے میں شیعہ حضرات کی کج فہمی

یہ قول البعد النخیر الی مولا و الفتنی: ان النصف دیکھیں کہ ہم نے کیا عرض کیا تھا اور ہمارے عجیب سبب اس کے جواب میں کیا فرمایا ہے جس پر جو کچھ فرمایا ہے اس کی دلیل مدعا ہے کچھ ماس رکھتی ہے یا نہیں یہ محض حضرت کی خوش فہمی ہے آپ نے سوال کیا تھا کہ امامت امر دین سے ہے یا نہیں اگر ہے تو اصیل سے ہے یا فروع سے اس پر ہم نے عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب مسئلہ امامت مع اس کی شرائط کے بدلے ثابت فرمایا ہے تو اس مسئلہ کا امر دین

میں سے ہونا بھی ثابت ہو جائے گا اور اصول سے ہونا بھی ثابت ہو جائے گا اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فیما بین اہلسنت و شیعہ بہت بڑا اختلاف امر امامت میں ہے اور آپ کے نزدیک بھی معظم خلافیات راجع بہ بحث امامت ہے تو اس سوال کی اشد ضرورت تھی اور اس کی دلیل یہ ارشاد ہوتی ہے کیونکہ جب تک وہ امر اہم الہامات اور مسائل شرعیہ سے عمدہ مسئلہ ثابت نہ ہو گا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہ ہو گا پس اس تقریر سے ہمارے اعتراض کا کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنے مدعا سے کیونکر ربط ہوا ظاہر ہے کہ جب یہ مسئلہ بہت بڑا ماہ النزاع ہے اور جب تک اس کا اہم الہامات ہونا ثابت نہ ہو گا تب تک یہ اختلاف موجب ضلالت نہ ہو گا تو اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتی کہ اس کی اور اس کی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہے جب وہ مع اپنی شرائط کے دلائل سے ثابت ہو گا تو اس وقت یہ اختلاف موجب ضلالت بھی ثابت ہو جائے گا پس اس کے مع اس کی شرائط کے اثبات کی ضرورت ہے نہ سوال کی اور بندہ نے بھی یہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں آپ نے اس جگہ محض دعوے بلا دلیل فرمایا ہے دلائل سے ان کو ثابت فرمادیجئے دین میں اور اصول میں سے ہونا خود ثابت ہو جائے گا تو اس عبارت سے ہمارے اعتراض کی تقویت ہوتی نہ ہمارے اعتراض کا جواب اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مدعا تو اشد ضروری ہونا سوال کا تھا اور دلیل سے اشد ضروری ہونا اثبات امر خلافت کا مع اس کی شرائط کے ثابت ہونا۔ رہا اثبات امر خلافت مع اس کی شرائط کے سوال کی بحث گذر چکی۔ اہل النصف ملاحظہ فرمائیں۔ اور انصاف سے بول انھیں اور بحث اہم الہامات ہونے کی عنقریب آتی ہے اس کے منتظر رہیں۔

قولہ: الحمد للہ کہ ہم نے امر امامت کو مع اس کی شرائط کے مدلل ثابت کر دیا۔

اقول: جن دلائل سے آپ نے امر امامت کو مع اس کی شرائط پر ہم خود مدلل ثابت فرمایا ہے ان دلائل کی کیفیت و حالت بندہ بخوبی واضح کر چکا ہے اور بول اشد ثابت کر چکا ہے کہ یہ دلائل ایسے وہابی اور ضعیف ہیں کہ ان سے ہرگز ممکن نہیں کہ قیامت تک بھی ثبوت مدعا ہو سکے۔

قولہ: جو عبارت زائد الخفا سے نقل ہوئی ہیں ان میں یہی لفظ یعنی اہم الہامات بلکہ اس سے بڑھ کر مثل اس کی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عباد بان فریضہ مختوم بخدا سے ماوجب نکر وہ باشد عاشا من ذلک: جو تقریباً اس آیت وافی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وہ ان کے فعل خدا بخلعت رسالت موجود ہے آپ ان عبارت کو نظر غور سے انصاف سے مطالعہ فرمادیں۔

اہلسنت اور شیعہ میں خلافت کے اہم المہمات ہونے کی نسبت بابہ النزاع کی تحقیق

اقول: آپ کی اس تقریر سے اور نیز تقریرات سابقہ و لاحقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مسئلہ امامت کے اہم المہمات ہونے کے بارے میں متنازع ہے اور نیز چار سے اور آپ کے اس مسئلہ میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اس میں آپ بھی نہیں سمجھ کے اصل بابہ النزاع کیا ہے اور کس چیز میں نزاع و خلاف ہے۔ آپ کے فحوائے کلام سے مرشح ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم المہمات ہونے اور نہ ہونے کو بابہ النزاع سمجھتے ہوئے ہیں اور یہ سمجھ رکھا ہے کہ نزاع اس کی ضرورت اور اہمیت میں ہے اس لئے اہل سنت کی کتابوں میں جس جگہ لفظ اہمیت یا اس کے مترادف لفظ ثبوت مدعا کے لئے بزرگ خود رض سے حالانکہ یہ خیال بالکل غلط اور سرسراہٹ لغو ہے کیونکہ جس شخص نے احکام و نصوص شرعیہ کا تتبع کیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہم اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ اصول میں سے ہو۔ ممکن بلکہ بہت احکام ایسے ہیں جو فرعی علی میں ہیں اور نہایت اہم اور ضروری ہیں کیا آپ کے نزدیک صوم و صلوٰۃ اہم اور ضروری نہیں کیا آپ ان کو اور نیز باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے ہیں اہمیت شئی کی کچھ اسی پر منحصر نہیں ہے کہ وہ اصول ہی میں سے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی اہمیت بوجہ وجوب اور قطعی الثبوت ہونے کے ہو چنانچہ ایتان بالفرائض اور اجتناب عن الخمرات اس کے لئے شاہد عدل کافی ہیں اور نیز ممکن ہے کہ اہمیت حکم کے بالواسطہ اور بالمتع کسی دوسرے ضروری امر کی ہو اسی واسطے و سائل کو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب و جمہور واجب واجب قائمہ و ضروری یا یا چنانچہ ہم نے جو لفظ اہم المہمات کا لکھ دیا ہے وہ اسی اعتبار سے لکھا ہے اور یہ امر سیاق عبارت سے بخوبی ظاہر ہے اور ہر شخص اس کو سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ فہم سے فارغ ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ جو ہر مسئلہ شرعیہ اہم ہو وہ اصول میں بھی داخل ہوں یہ ضرور ہے کہ جو اہم اصولوں میں سے ہو گا وہ ضروری اور ضروری ہو گا پس ہم مسئلہ امامت کو اہم اور ضروری کہتے ہیں لیکن اصول میں سے نہیں سمجھتے اور حضرت شیعہ اس کو اصولوں میں داخل کرتے ہیں تو ہذا نزاع فیما بین اہل سنت و شیعہ امام خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہے۔ اسی لئے ہمارے متباد میں وہ دلائل پیش کرنا جن کا مدلول صرف جبریت خلافت ہو بالکل و اہمیت

اور پھر ہیں جن کا مفشا۔ یہ ہے کہ مسئلہ بابہ النزاع کو ہی نہیں سمجھا اور نہ تعین محل نزاع کا اس کو معلوم ہوا۔ وہ دلائل اس قابل ہیں کہ ہم ان کو منظر التفات سے دیکھیں اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کی فیما بین اہلسنت و شیعہ مسئلہ خلافت میں یہ ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ عباد پر واجب ہے کہ کسی کو اپنا خلیفہ بنادیں اور امام مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک اس میں عباد کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرماوے اہل سنت کے نزدیک جب مسئلہ عباد پر واجب ہے تو اس کا وجوب متعلق ان کے عمل کے ہوا اس لئے فرعی علی ہوا پس بمقابلہ اہلسنت کے اس کے ابطال کے لئے وہ دلیل قابل جواب ہوگی جو اس مسئلہ کے فرعی ہونے کو باطل کرے اور اصولی ہونا ثابت کرے اور ظاہر ہے کہ جو دلیل ازلا الحقائق سے نقل کی ہے وہ ہرگز مضیہ مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ اس سے اکثر ثابت ہوتا ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلافت فریضہ مختوم ہے دہس اور یہ مستلزم اس کے اصولی ہونے کو ہرگز نہیں بلکہ کلام سے ثابت ہے کہ فریضہ مختوم بھی عباد پر ہے اور ان کے عمل کے متعلق ہے تو اس سے بھی اس کا فرعی علی ہونا ثابت ہوا اصول میں سے ہونا۔ روایت و ان لہ لفعل فہما بلخت رسالت سے استدلال اس مدعا پر اس سے بھی زیادہ لغو ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام وجوب و حرمت و مذہب و اباحت و کراہت اور علی بذات نفیس قصص و امثال و مقاصد و غیرہ سے نازل ہوئے اور جن کی نسبت حکم ہے کہ عباد کو پہنچاد و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے کہ ان سب کی تبلیغ فرمادیں اور کسی میں اخلال نہ کرنا ہی نہ فرمادیں خواہ وہ اہم اور ضروری مثل فرائض کے ہوں یا نہ ہوں پھر اگر بعض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی امر کی تبلیغ میں اخلال فرمادیں خواہ وہ امر ضروریات دین سے ہو یا نہ ہو تو بھی تبلیغ رسالت میں کوتاہی ہوگی اور منعمون آیت و ان لہ لفعل فہما بلخت رسالت صادق آوے گا۔ پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت پر استدلال نامر اسرار لاف ہے پس ان عبارات کو ہمارے فاضل مجیب بجز ملاحظہ فرمائیں اور غفل و انصاف سے کام لیں۔

قولہ: معذرا بربہ استیاء اور بھی ثبوت یہ سمجھتے ہیں صحابہ کرام کی آپ افضلیت کے معتقد ہیں اور مبنی معطر اختلاف کا ان کے فساد کو ہی اعتقاد کرتے ہیں وہ بھی اس کو ایسا اہم المہمات سمجھتے تھے کہ سید کائنات و فخر موجودات کی نقوش احمد برون تجہیز و تکفین کے ہی رہی اور اس کی طرف آپ کے صحابہ کرام متوجہ بھی نہ ہوئے اور سید بنی ساعدہ میں ثانی کے اول کو خلیفہ بنا ہی دیا اب فرما دیجئے کہ اس میں یہ جبری و غلبت کہ سرسراہٹ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے کماں اور ہر بیت انصار کی

ہمدردی و مروت پر ڈال ہے امر خلافت کے اسم الہیات ہونے کی غرض سے معنی یا کسی اور غرض سے مفصل ارشاد ہوا اور یہ حال کل کتب احادیث و تالیف و تفسیر میں درج ہے اور میں تو مدارج النبوت کو ہی ملاحظہ فرمادیں اس میں بعینہ یہی لفظ یعنی اسم الہیات تحریر ہے۔

شیعہ مصنف کا مقصد سے فرار اور محض لفظی کج بحثی

اقول: اس استدلال میں بھی وہی خرابی موجود ہے کہ ہمارے فاضل مجیب نے امر متنازع فیہ کو جس کا اثبات مطلوب ہے اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اس کو بھول گئے اور صرف لفظ اسم الہیات کے پیچھے ہولنے اور یہ نہ سمجھا کہ ماہ النزاع کیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو گیا تو اس سے خصم کو کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شائبہ اس حیاء و شرم کو مستغنی بنی ساعدہ کے قصہ سے جو آپ نے استدلال فرمایا ہے بالکل لا طائل درپوش ہے کیونکہ غایت بانی الباب اگر اس سے لازم آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امرین ضروریہ میں سے جو باہم متعارض ہیں آئے ایک امر کو جو زیادہ اسم تھا دوسرے پر مقدم فرمایا پس اس سے بجز اس کے کہ یہ ثابت ہوا کہ امر خلافت اسم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سوا اس کا کوئی منکر نہیں ہے جس قدر فرائض و واجبات عملی میں وہ سب اپنے اپنے مرتبہ میں اسم اور ضروری ہیں البتہ نزاع اس میں ہے کہ امر خلافت اصول میں سے ہے یا فروع میں سے پس اس دلیل سے صاف ثابت ہے کہ امر خلافت اصول میں سے نہیں ہے بلکہ فروع میں سے ہے کیونکہ جو لوگ شریک بیعت ستینہ بنی ساعدہ تھے وہ سب علی الخصوص خلیفہ اول و خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما و جوہر امر خلافت کو منوط بمعمل امت اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ واجب ان کے نزدیک داخل فروعیات تھا رہا یہ امر کہ امر خلافت کا سرانجام بخیر و مکلفین نقش الطہر و اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسم اور مقدم تھا یہ خود غائب ہے کہ امر خلافت ایسا مقدم ہے کہ اس پر استحکام بنا دین و اسلام اور انتظام امر دین موقوف تھا اگر اس میں تو زلزل آتا تو خدا خواستہ تمام دین ہی درجہ ہرجم ہو جاتا اور بخیر و مکلفین کی تائید سے کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور بعینہ قاعدہ ہے کہ ہر الامور کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں امر خلافت کا مخالف کروں اور اس میں مناقضہ کروں تو یہ تمام لوگ جو بظاہر کلمہ اور باطن کافر ہیں خارجی اسلام سے بھی پھر جائیں گے اور کلمے کا کلمہ سے ہوں گے امر خلافت کا مخالف نہ فرمایا اور اس کو ترک کیا اور

جو امر کہ مثل توحید و نبوت کے اصول دین میں سے تھا اس کو پیچھے ڈال دیا تو گویا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے موافق اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول ایمان سے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو بہ نسبت اصول دین کے اسم الہیات سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ آپ کے نزدیک کفر و نفاق اصل اصول دین سے اسم اور ضروری تھا لہذا بالذات من ذلک۔ اور یہ طعن کہ صحابہ نقش الطہر کی تجزیہ و تکفین کی طرف متوجہ نہ ہوتے اس کا جواب ہم الباحث سابقہ میں مفصل گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔ پس اگر مدارج النبوت وغیرہ میں خلافت کی نسبت لفظ اسم الہیات درج ہو تو وہ ہمارے ہرگز مخالف نہیں ہے اور نہ ہمارے مجیب کے مفید مدعا بلکہ وہ اسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہیں۔

قولہ: بشرح عقائد نسفی میں یہ عبارت موجود ہے۔ ولان الامۃ قد جعلوا اہم المہمات بعد وفات النبی عمن نصب الامام حتی تقدموا علی الدفن وکذا بعد موت کل امام ولان کتبنا من الواجبات الشریعۃ یتوقف علیہ شرح عقائد نسفی تو شاید اہل سنت میں کتب درسیہ میں سے ہے اور حضرت مجیب عالم فاضل ہیں جن غالب ہے کہ یہ کتاب توسیف پڑھی ہوگی پھر تعجب ہے کہ حضرت امامت کو اسم الہیات نہیں سمجھتے۔

شرح عقائد کی ایک عبارت سے شیعہ مصنف کیا سمجھے اور

حقیقت کیا ہے؟

اقول: عبارت منقولہ شرح عقائد نسفی سے استدلال کا منشا بھی وہی خطاب ہے جو ہمارے فاضل مجیب کو وافع ہو گئی ہے کہ ماہ النزاع کو فروعی فرمایا ہے اور لفظ اسم الہیات کے پیچھے ہوئے ہیں جس جگہ یہ لفظ مل گیا فروعی شے سے جامہ سے باہر ہو گئے اور آنکھیں بند کر کے بل بوتے نقل کر دیا اور سمجھ کر میدان مار لیا پھر اس فہم پر کس قدر دعویٰ اور کیا کچھ ناز و افتخار اس عبارت میں بجز اس کے کہ لفظ اسم الہیات مذکور ہے جو مفید مدعا نہیں اور کون سا لفظ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امامت اصول دین میں سے ہے۔ اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اسم الہیات سے ثبوت اس امر کا مندرج ہے کہ یہ جو اصول میں سے ہے اور فروع میں سے نہیں شرح عقائد بے شک درسی کتاب ہے لیکن آپ کو کچھ مفید نہیں بلکہ اس ناشائستہ استدلال کے واسطے تو اگر آیت قرآنی بھی ہو تو جس ثبوت مدعا محال ہے۔ پس اگر آپ ہمارے امر امامت کو اسم الہیات نہ سمجھتے

سے تعجب فرماویں تو کچھ تعجب نہیں لیکن تعجب یہ ہے کہ خود ہی سوال فرماویں واپس کے نزدیک خلافت اموریں میں سے ہے یا نہیں شق اول میں اصول میں سے ہے یا فروع سے، اور خود ہی مہجول جاویں یا مہجول دلیوں۔

قولہ: جو امر واقعہ میں اہم ہے وہ کسی کے ماننے نہ ماننے پر منحصر نہیں اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہے کہ خود ہی ایک امر کو اہم المہمات کہتے ہیں بلکہ اس کا ایسا ہونا بدلائق ثابت کرتے ہیں اور باہمیہ خصم کے مقابلہ میں اس کو نہایت ہی اخف سمجھتے ہیں۔

اقول: بے شبہ جو امر واقعہ میں اہم ہے اس کو کوئی مانے یا نہ مانے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ امر خلافت باعتبار داخل اصول ہونے کے اہم ہے تو یہ سراسر غلط ہے اس وقت تک آپ نے اس کے ثبوت کے لئے نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اس کی واقعہ بلا دلیل کیونکر تسلیم کی جاوے اور اگر اہمیت خلافت اسی طرح ملحوظ ہے جس طرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہیں تو اس کا کوئی منکر نہیں پس یہ اہل سنت کا حال ہی نہیں ہے جس پر آپ کو تعجب ہے یہ صرف حضرت کے علم و فہم و کمال کی خوبی ہے کہ اہم ہونے اور اصول میں ہونے میں امتیاز نہیں فرماتے اور باہمیہ تفرقہ نہیں سمجھتے اہل سنت کے نزدیک اہمیت و غیر اہمیت باعتبار اہمیت مخصوص ہے لیکن البتہ حضرات شیعہ کی حالت عجیبہ قابل دیکھنے کے ہے کہ خود ہی اس کو اہم المہمات اور اصول دین میں سے کہتے ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ ائمہ نے کبھی خلافت کا نام بھی نہیں لیا بلکہ بسنے لئے نہ خلعت خلافت جو تالی نبوت سے ایک کا فرق و منافق کو علی زعمی بخن دیا ان بدالائش عجیب۔

قولہ: جب ہم نے اس کو اہم المہمات میں ثابت کر دیا تو آپ کے ہی قول کے موافق اس سنت کچھ ہی لکھ کر لیں یہ امر اہم المہمات ہی ہے بقابل دلائل معتبرہ مذکورہ بالا ان کا قول منہر نہیں۔

اقول: بے شک اگر آپ دلائل معتبرہ و شرعیہ سے امر خلافت کا اصول میں ہونا ثابت کر دیتے تو اہل سنت کا قول بمقابلہ دلائل شرعیہ کے کیونکر معتبر ہوتا لیکن دلائل شرعیہ سے اس کا ثبوت کہ امر خلافت اصول دین میں سے ہے محال ہے آج تک آپ کے اسلاف بزرگواروں سے تو یہ ثابت ہو ہی نہیں سکا تو آپ کیا ثابت کریں گے اور جس کو آپ نے اپنے زعم میں اثبات سمجھا تھا اس کو ہم واضح کر ہی چکے ہیں کہ یہ آپ کی خوش فہمی کا فرقہ تھا و لیں۔

قال الفاضل المحیب: قولہ: معتمد خلافت اہل سنت کے نزدیک فروع دین سے ہے چنانچہ

کاظم المسکین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین میں تصریح کی ہے: اقول: اگر واقعی امر خلافت فروع دین سے ہے تو منکر ترتیب خلافت ضال و گمراہ کیوں ہے حالانکہ مسائل فروعیہ میں ائمہ اربعہ اہل سنت میں اختلاف کثیر ہے اور باہمیہ چاروں برحق ہیں کوئی ایک دوسرے کو مبتدع و ضال نہیں کہتا۔

خلافت کے اصل اعتقادی ہونے کی دلیل کا ابطال

بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی: ہم کو اپنے عجیب بسیب کی خوش فہمی پر کمال افسوس ہے کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سے مسائل و احکام ہیں جن کے انکار سے مستحق تکفیر و تضلیل ہوتا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے ہیں کہ منکر فروع کو مطلقاً ضال نہیں کہا جاسکتا بلکہ صرف اسی وقت تکفیر و تضلیل کی جاوے گی جب انکار اصول دین کا ہوگا حالانکہ یہ انکار بالکل غلط اور باطل ہے کیا یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ فروعات کے انکار سے مثل وضو و تیمم کے مستحق تکفیر و تضلیل کا ہو سکتا ہے حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار خواہ فروع ہی کیوں نہ ہوں مستوجب تکفیر منکر ہوگا چنانچہ خود ہی ہے اور مستند ترتیب خلافت باوجود کہ فروع میں سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہے اس لئے اس کا منکر بھی مستوجب تضلیل ہے پس استحقاق تضلیل منکر مسئلہ کے اصول دین میں سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا علاوہ ان کے وہ مسائل جن میں اجتہاد کو مساعی ہے اور ایک نوع کا خضایا اشکال یا اجمال ان کی نصوص و دلائل میں پایا جاتا ہے اور محتملات ناشبیہ عن دلیل کی ان میں گنجائش ہے تو ایسے اختلافات موجب رحمت ہیں اور یہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تضلیل کے نہیں ہیں چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت میں جس قدر اختلافات ہیں وہ اسی قسم کے ہیں اور جب یہ اختلافات موجب توسع و رحمت ہیں چنانچہ ارشاد ہے اختلاف امتی رحمة تو یہ اختلافات مستحق تضلیل کے نہیں ہو سکتے اب ہم اپنے اس مدعا کے ثبوت پر آپ کی معتبر کتاب معتمد اصول شیعہ ثانی سے دلیل لاتے ہیں وہ بحث اجتہاد میں مشہور پر تحریر فرماتے ہیں۔

الفتح المجمعور من المسبین عی
ان المصیب من المجتہدین مختلفین
فی اختصیات اسی دفع الشکیف بدوحد
تہوہ من سواد اس پر مشفقین کہ جس میں سے
جو ہر من نصیبت میں محبت میں جن پر کجیقت و حق
ہوئی کے یک مصیب جو ہر ہے در دوسر

وان الاخر مخطی اشعران الله تعالی
کلت فیها بالعلم ونصب علیه ولیداً مخطی
له منصرف فی فی المهددة وخالف
ذلك مشذوذ من اهل الخلاف وهو یکان
من الضعف واما الاحکام الشرعیة
فان کان علیها دلیل قاطع فالمصیب فیها ایضاً
واحداً والمخطی غیر معذور وان کانت مسا
لینتشر الی النظر والاحتجاج فالواجب علی
المجتهد استنباح الوسع فیها ولا اثم علیه
حیث یقطعها بغیر خلاف یعیاده

خلا پر ہے اور گناہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس
میں علم کی تکلیف دی ہے اور دلیل قائم کی ہے
پس مخطی اس کے لئے کوتاہی کرنے والا ہے تو اس
کے ذمہ پر باقی رہے گا اور اس میں اہل خلاف
میں کے چند لوگوں نے خلاف کیا ہے اور وہ متعین
کے نہایت مرتبہ میں ہے اور لیکن احکام شرعیہ اگر ان
پر کوئی قطعی دلیل ہو تو اس میں بھی ایک ہی مصیب ہے
اور مخطی معذور نہیں اور اگر وہ ان احکام میں سے ہو جو نفوذ
اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو مجتہد پر ان میں کوشش کا خرچ کرنا
ہے اور بد مذہب کے جو اہل عقاب ہر وقت پریشان گناہ نہیں ہے
پس اپنے شیعہ ثمانی کی شہادت کو ملاحظہ فرمائیے اور اپنے استدلال کو دیکھ کر کچھ تو شرمائیے
لیکن اس قدر گزارش کرنا باقی رہ گیا کہ تمام فرق شیعہ کے فیما بین جو کچھ اصول دین میں تکاذب و تباہی ہے
خصوصاً فرق شیعہ امامیہ میں جو کچھ مذہب امامت اختلاف ہے اس کی نسبت ہم پوچھتے ہیں ہمارے
فاضل مجیب فرمائیے تو کسی قطع نظر اس سے آپ کے اکابر و اسلاف مثلاً بشام الجوالیقی اور منطلق
جن پر بشام الحکم نے ان کے رد و البغال میں کتابیں لکھیں اور جو صریح ضروریات دین کے منکر تھے اور اصول
دین میں جمہور فرق اسلام کے مخالف تھے اور نہ اندونانی شانہ عالمیوں نے علو کبریا کے جسم کے قائل
تھے ان کی نسبت مفصل ارشاد فرمائیے۔ اچھا فرق شیعہ اور فرق امامیہ کو اور ان کے اختلافات کو رہنے
دو جناب امین ہامین ثمانی و ثمانی در باب تسلیم خلافت امیر مویہ جو اختلافات ہو اگر یہ مسئلہ اصول
دین میں سے ہے اور اصول اختلاف مستوجب تفصیل ہے تو معاذ اللہ اپنے اصول پر کسی کی تکفیر و
تفصیل کیجئے گا اور نیز امام رابع شیعہ اور محمد بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہو اگر ہر ایک شخص
ان میں سے اپنی امامت کا مدعی اور دوسرے کی امامت کا منکر ہو تو فرمائیے کہ اپنے قاعدہ کے
موجب کسی کی تکفیر و تفصیل کیجئے گا اور کسی کو مبتدع اور ضال کے گناہ اور کچھ اختلافات کی فروعات میں
ہے ان کو کیا ذکر کروں۔

قولہ: اس فردی مسئلہ کے لئے آپ کے خلیفہ ثمانی نے خلیفہ اول کی بیعت سے تحلف کر کے
وہوں کو کہ میں جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم اور آپ کے عشرہ منجذ میں سے زیر بھی مخطی گھر ہوں

کی دھمکی کیوں دی اور ان حضرات کا کچھ پاس لحاظ کیوں نہ کیا فردی اختلاف میں اس تشدد کے
کیا معنی؟

فروعی اختلافات میں بھی تشدد ہو سکتا ہے

اقول: اگر فروعی اختلافات آپ کے نزدیک مستوجب تشدد نہیں ہے تو جناب امیر
جناب امام حسین پر ان کے عمل بیت المال سے بقدر ایک رطل کے لئے لینے پر کیوں اس قدر تشدد
اور غضب فرمایا اور کیوں ان کے مارنے کا قصد کیا اور ان کا پاس و لحاظ کیوں نہ کیا آپ ہی فرمائیے
کہ فروعی اختلافات میں اس قدر تشدد کیا معنی؟ اور نیز جب کہ شیر خدا بزعم شیوخ الغیث کے ڈر سے
گھر میں دیک کر بیٹھ گئے اور اپنے حقوق و فدک وغیرہ کا نام نہ لیا اور جناب معصوم حضرت فاطمہؑ
حضرت کی دروایات قوم والعدۃ علیم فیما کیا کچھ تذلیل و توہین کی اور دیکے کیسے کلمات نامحکم و مستنکر
فرمائے پس اگر فروعات مستوجب تشدد نہیں ہوتی تو آپ نے جناب امیر کی ایسی کیوں تذلیل و
توہین صرف فروعات کے لئے فرمائی اور کیوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت کی رحمت
اور ان کی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ لحاظ و پاس نہ فرمایا فروعات میں اس قدر
تشدد کیا معنی؟ اسے بھی ایک طرف رکھو جناب ابن عمر البقی و افتخار الناس ابن عباس جب کہ
بشادات روایات قوم بیت المال بصرہ سے کچھ مال لے کر مکہ آئے تھے اور جناب امیر کو اس امر کی اطلاع
ہوئی اور آپ نے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو بیخ البلاغۃ میں درج ہے اور ہم اجاث سابقہ
میں اس کی نقل کرتے ہیں اس میں یہاں تک لکھا فان لم تفعل تشد امکنفی اللہ لا عددن
اللہ فیک ولا حزنک بسیفی۔ پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہیں تو جناب امیر
نے فروعات میں کیوں اس قدر تشدد کیا اور کیوں پاس و لحاظ کچھ نہ کیا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر
حسن و حسین ایسا کام کرتے تو میں ان سے بھی مصالحت نہ کرتا اور باطل کو ان کے منظم سے دور کرتا
پس اگر فروعی اختلافات مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو آپ کے اس تشدد کے کیا معنی اور اس کے
علاوہ جناب امیر نے اپنے مخالف پر فروعات میں تشددات فرمائے وہ بھی آپ کے نزدیک غم اور
ناخن ہوں گے قطع نظر اس قدر سے یہ بھی آپ کے نزدیک پایا گیا کہ دو دو قصاص کا اجراء
اور سیاست و تدبیر کا عمل سب عام ہے اور ناجائز کیونکہ یہ امور بالاتفاق فرعیات ہیں اور فرعیات
میں ایسا تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز نہ ہوں گے پس آپ کے اس قاعدہ نے ستر بیعت کا ایک

بہت بڑا حصہ ہی منہدم کر دیا اور بنیاد اسلام کو ہی گرا دیا۔ آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس ہے اور بڑا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپ نے تمام عمر منافقہ دانی اور منافق کو مخالف کی کتابوں کی اوراق گردانی میں گذاری ہے علی الخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازبر ہو گا پھر اس پر یہ حال ہے۔ اب مختصر اگزارش ہے کہ تحفہ میں جواب قصد احرار بیت سیدہ فاطمہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ جناب فاروق کا یہ قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مستنبط ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کے حق میں وعید تحریر فرمایا تھا حالانکہ جماعت فروعات میں سے یا واجب ہے یا سنت مؤکدہ پس اس کے ترک کی وجہ سے جب آپ نے وعید احرار صادر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعات میں بھی تاکید و تشدید جاری ہوتی ہے اگر آپ کو فن حدیث سے کچھ بھی مس ہو تا تو صد احکام اس قسم کے ہم پہنچتے مثلاً چند ہی عرض کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوة کو کفر سے تعبیر فرمایا بلخیرج کے مرنے کو یہودیت و نصرانیت سے تعبیر فرمایا جس قبیل کی نسبت اسام تھا کہ اس نے آپ کی لونڈی کے ساتھ زنا کیا ہے حضرت علی کو اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ آپ نے فرمایا ان فاطمة بنت محمد سرفت (اعاذ اللہ من ذلک) التفتت لیدھا علی هذا القیاس بلا مبالغہ صد ہا ایسے واقعات فریقین کی کتابوں میں نکلیں گے جو اس امر پر واضح دلیل ہوں گے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں تشدیدات و تشذیبات فرمائے ہیں۔ پس ان کو یا اصول دین کیس سے سمجھے یا اپنے قول سے رجم کیجئے اور قائل ہو جئے کہ یہ الزام غلط تھا اور واقعی فروعات میں تشذیبات شرعاً وارد نہیں ہونے اس وقت بخوف تطویل چنداں مشابہہ ہر ہی گفتا کیا ورنہ اگر پھر بھی ہمارے جناب کا غیب کو شک رہے گا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کی بہت جزئیات فریقین کی کتابوں سے نکال کر دکھا دیں گے۔

قولہ: فردعی مسائل سے جاہلیت سے نہیں مرنے والے حالانکہ یہ حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فسد مات میتة جاهلیة متفق علیہ ہے جاہل امام زمانہ موت جاہلیت سے مرنے والا ہے۔ بہت ہو گا جاہل مسائل فردعیہ کا یہ حال ہو تو آپ کے خلاف ثلثہ بعض مسائل نہیں جانتے تھے جسے کہ بعض الفاظ قرآنی کے معنی سے آگاہ نہ تھے ان کا کتب حال ہو گا۔

حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ سے خلافت کے اعتقادی ہونے پر استدلال کا ابطال

اقول: اس استدلال میں بوجہ چند بحث ہے۔ اول تو اس روایت کی اہل سنت کے مذہب پر صحت ثابت کرنا چاہیئے۔ دوسری یہ کہ یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ اس جگہ لفظ امام سے مراد خلیفہ ہی ہے ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کتاب اللہ ہو چنانچہ اطلاق لفظ امام کا کتاب اور نبی پر کتاب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہ کہ جب امامت آپ کے نزدیک اصول دین میں سے ہے اور اصول دین کے اثبات کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات سے ہے اور یہ خبر بعد سیدہ صحت خبر واحدہ ہے اور خفی تو اس سے اصول دین کا اثبات ممنوع ہے چوتھی یہ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کفار کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا یعرفونہ کما یعرفون ابنائہم اور باوجود اس کمال معرفت کے ان کے حق میں تحقیق ایمان کے لئے کافی اور معتبر نہیں سمجھے گئے تو امام کے حق میں یہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان مراد ہے یا وجوب طاعت اول باطل ہے کیونکہ نہ اول نہ کہم نے اپنی کتاب قرآن مجید میں جس جگہ ایمان مذکور فرمایا ہے یا ایمان باللہ یا ایمان بالانبیاء بالکتاب ہے یا ایمان بالعدا کہ جس جگہ ایمان باللہ نہیں فرمایا اگر امامت بھی داخل اعتقادات ہوتی تو کہیں تو نہ لایا کریہ نقالی شانہ اپنی کتاب میں مذکور فرماتا اور جب کسی جگہ اس کی نسبت ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اصلی الاعتقادی نہیں ہے تو فرضی علی ہوا چنانچہ کتاب اللہ میں دوسری شق یعنی امامت کا ذکر فرمایا اور وہ بھی اس حرج پر کہ اعمال و فسادات و ذنوب و علما کو شاق ہے اور ظاہر کہ حکم و وجوب طاعت امیر کا خود فرعیات سے ہے اور متعلق بافعال عبادت ہے تو معلوم ہوا کہ معرفت سے مراد ایمان تو نہیں ہے اگر ہے تو ناعت ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ایمان بالانہ کی تکمیل نہیں دی بلکہ ان کی ناعت کو مامور فرمایا تو اس حدیث کے اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ موت سے پہلے امام زمانہ مستعد میت جاہلیتہ پر یہ معلوم ہی ہو چکا ہے کہ حکم و وجوب طاعت فروعات میں سے ہے تو یہ ملامت ان فروعات کے ہو گا جن کی نسبت تاکیدات فریقین کی روایت میں مذکور ہیں مثلاً ترک سموت سے کہنے کے ساتھ تحوین مذکور ہے ترک حج سے موت یہودیت و نصرانیت سے

باقی رہا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت یہ طعن کہ بعض مسائل نہ جانتے تھے ان کا کیا حال ہوگا سو اول تو اس طعن کی بنا یہی غلط ہے کیونکہ اول یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہمارے نزدیک جمیع مسائل جزیئہ کا علم مشروط ہے و دوزخ و خطا و القوا اور جب یہ ثابت نہیں تو پھر یہ طعن محض بنا غلط علی الغائب ہے دوسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ بعض مسائل جناب امیر بھی نہ جانتے تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلا دیا حالانکہ شریعت میں منکرانہ احرار نہیں رہی اور نیز جناب امیر نے مغلوں کو بھی جلا دیا اور جناب امیر نے غلامان و جواری پر حد جاری فرمائی منکرانہ ہیجہ میں ہے۔

[illegible]

حالانکہ رفع القلم عن ثلاثہ صریح حدیث متفق علیہ ہے اور نیز جناب امیر نے حدیث مرفوعہ معانی کردی، من لا یخفی علیہ ہے۔

و جادو رجل الى امير المؤمنين عليه السلام
 فاقربا للسرقة فقال له امير المؤمنين انظر
 شيئا من كتاب الله عز وجل قال نعم سورة
 البقرة فقال قد وجدت سورة البقرة

حالانکہ کیا اتنی سزا ضرور دیں یہ تشدد تھا کہ صبیان پر جاری کی جاتی تھی اور مغل نہیں کی جاتی تھی یا یہ کہ عاقل بالغ پر جاری نہ فرماتے اور مغل فرمائی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گھڑ دیا کہ جب مرتکب جانیہ اقرار کرے تو تمام کو اخذ و عفو کا اختیار ہے لیکن جب مینہ قائم ہو تو امام کو عفو کا اختیار نہیں علاوہ انیس آپ کے امام ابوحنفرہ سے من لایحضر من اسی قسم کی روایت ہے۔

وروی الملی عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر
علیه السلام قال سألت عن الصبی یسرق
قال ان کان له سبع سنین او اقل وقع عنه فان
عاد بعد البیہ قطعت بنانہ او حکت حتی
تقدمی فان عاد قطع منه سنن من بنانہ
فان عاد بعد ذلک وقد بلغ تسع سنین قطعت
میدہ وایض حد من حد واد الله

اور پہلی شرع سے معلوم ہو چکا کہ اجراء حدود کا عبیان مرفوعین عنہم القلم پر خلاف شرع ہے اور جملہ ولا یضع حد من حد واللہ وغیرہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ محض سیاست اور تحزیق نہیں تھی علیٰ ہذا التیاس اور بہت مسائل ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ان کا علم نہ تھا پس موعال جناب امیر اور دوسرے ائمہ کا سب کو کسی غلط فہم کا ہو گا۔

قولہ: آپ کے زعم میں جناب سیدہ علیہا السلام عدم ارث انبیاء سے واقف نہ تھیں
نہ کی کیا کیفیت ہو

اقول: ان کس بھی ہمارے نزدیک وہی کیفیت ہوگی جو کہ جناب امیرِ دہلیگرامہ کی ہوگی اور ہر
نمائندہ کی ہوگی۔

قولہ: اس کا اسم المہمات ہونا ثابت کیا گیا ہے اگر یہ فردی مسئلہ ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس کی نسبت ایسے الفاظ تحریر فرماتے جو عبارت میں موجود ہیں۔

اقول: یہ تکرار بے فائدہ ہے غفریب یہ استدلال ابھی گزر چکا ہے اور اس کا جواب بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس مسئلہ کے اصلی ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی یہ محض حضرت کی خوش فہمی ہے و بس۔

قولہ: آپ کے ابن عمر جیسے جلیل القدر صحابی اس کو ایسا اسم اور ضروری سمجھتے تھے کہ بڑے بیعت کی بیعت کر لے اور غلط بیعت سے سخت مانع ہوئی۔ آپ صحیح بخاری کی کتاب فتن باب اذا قال عند قوم شیئا: و صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ باب من فرق امر المسلمین وہو مجتمع کو ملاحظہ فرمائیے۔

بہر ضرورت اعتقادی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے فروعات بھی

ایسے ہی ہیں

اقول: یہاں بھی آپ کی وہی قدیمی خوش فہمی موجود ہے کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصلی اعتقادی ہونا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بدامنیہ غلط ہے چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت ہرگز مستلزم اصلی ہونے کو نہیں ہے بلکہ صد فروعات بھی ضروری اور لازمی ہیں اور یہ جب ہے کہ تم تسلیم کر لیں کہ ابن عمر نے بڑے بیعت سے بیعت برضا ضروری سمجھ کر کی تھی ورنہ ہم کہتے ہیں کہ ان کے الفاظ مستلزم وقوع بیعت ابن عمر کو نہیں ہیں پھر اگر کی بھی تو ممکن ہے کہ بکراہت نخوت سلب نفوس و نسب اموال وغیرہ مناسد کی ہو اور غلط بیعت سے بھی اسی واسطے مانع آئی ہوں پس آپ کا استدلال اس سے باطل ہے آخر جناب امیر و دیگر صحابہ مقبولین نے بھی تو خلافت کے ساتھ بیعت کی تھی جناب خفیل حضرت امیر کو چھوڑ کر امیر معویہ کی خدمت میں جا بیٹھے جناب امام حسن نے امیر معاویہ سے بیعت فرمائی محمد بن الحنفیہ بڑے بڑے مہتمم ہو گئے اور بیعت کرنی غرض نہ کر لیٹ ابن عمر باکسی کے ضروری سمجھنے سے اس مسئلہ کو اصلی اعتقادی اعتقاد نہ کرنا سرسری خطا ہے اور سورہ فوم سے ناشی ہے

قولہ: ابن عمر تو اس کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ ایک رات بدون امام رہنا جائز نہ جانتے تھے حتیٰ کہ وقت شنب حجاج کے گھر پر تشریف لے گئے تاکہ بیعت عبد الملک بن مروان فرمادیں چنانچہ ابن الحنفیہ مشرح منہج ابوداؤد صاحب حیوان وغیرہ لکھتے ہیں ان عبد اللہ بن عمر

طریق علی الحجاج بابہ لیلہ لیلیٰ لعبد الملک کیا بیعت تلت اللیلۃ بد امام لولہ
فودی عن النبی انہ قال من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاحلیۃ خلاصہ
مطلب اس کا پہلے لکھا گیا اور بعض کتب میں یہ بھی ہے کہ حجاج نے بیعت کے لئے اپنا پیر بڑھا دیا کہ
ہاتھ خالی نہیں ہے۔

اقول: بعد تسلیم صحت روایت مقتضا اس روایت کا یہ ہو گا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بدون امام کے ایک رات بھی گزارنا جائز نہ جانتے تھے جیسا کہ ہمارے فاضل مجیب نے سمجھا ہے اور بہت ضروری سمجھتے تھے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ابن عمر کے ضروری سمجھنے سے امامت اصول دین میں سے ہو جاتے یہ محض غلط ہے کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اس کا ضروری ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا چر جائیکہ اس کا اصول میں سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متورعین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سن کو بھی التزام کے ساتھ ضروری طور پر مثل واجبات کے ادا کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الواقع ضروری نہیں ہوتے پس ابن عمر کے اس فعل سے جو باہر ضرورت کو موعوم ہے خلافت کا ضروری ہونا بھی مفہوم نہیں ہوتا اور غایۃ مافی الباب بعد رد و قرح اگر بطور تنزیل تسلیم کر لیں تو اچھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ بیعت امام ابن عمر کے نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سے قطعی لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خلافت مسائل اصلیہ اعتقادیہ میں سے ہو یہ تو اس وقت ثابت ہو گا جب ضروری ہونا مسائل اصلیہ اعتقادیہ میں مضمر ثابت ہو جائے گا اور مسائل فرعیہ عملیہ سے ضرورت مرتفع ہو جاتے گی اور یہ محال ہے قطع نظر اس سے اس روایت کے الفاظ خود اس قصہ کو مؤید نہیں ہوتے کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو درجہ ترتیب موت جاحلیہ کا عدم معرفت امام پر ہے تو اس حدیث کے الفاظ سے معرفت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یام اد معرفت ہی ہے یا ایمان ہے اور یہ دونوں صحیح نہیں پھر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت لفظاً ثابت ہے اور وجوب عقد بیعت بشرط تسلیم فوراً نہیں ہے کہ بدون اس کے ایک رات بھی نہ گزرے چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اس حدیث سے مستنبط نہیں ہو سکتا تو غرض اس روایت میں ایک علت قاصر موجود ہے۔ علاوہ انہیں بخاری کی حدیث صحیح بس قصہ کی مکتب ہے

حدثنا مسدد حدثنا یحییٰ عن سہیل حدثنا
عبد اللہ ابن دینار قال مثیبت حدثنا
سہیل ابن دینار عن سہیل حدثنا
عبد اللہ ابن دینار عن سہیل حدثنا

کہ فرما دیا یہ ملک سے ہے کہ اس سے عفتانہ دینیہ ثابت کریں کیوں ہے، اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حدود و شرائط و فضیلت امام و نیز تصدیق و حسن اعتقاد باطن و سوء اعتقاد ائمہ میں علوم کی قسم سے ہے نہ اعمال و افعال جو اس کی قسم سے پھر اس مسئلہ کو فروغی کٹنا کس لئے ہے شاید یہ ہی وجہ ہے کہ شارح نے اس توجیہ و تاویل پر اطمینان نہ کر کے تعلیہ اسلاف کا عذر کیا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔

ثبوت اس کا کہ مسئلہ امامت کتب کلامیہ میں ذکر کر نیسے اعتقادی نہیں ہوتا اور بیان فرق مسائل فروعیہ اعتقادیہ

اقول: یہ استدلال بھی مثل اور استدلالات کے ہمارے مجیب لیبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب تک آپ کے فہم میں یہ بھی نہیں آیا کہ دنیا میں اہل سنت و شیعہ کی درجہ اس نزاع و اختلاف کی کہ اہل سنت امامت کو فروغ میں سے کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگر یہ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز یہ استدلالات ہمارے مقابلہ میں تحریر نہ فرماتے اگرچہ کسی قدر ہم سے پہلے بھی مرض کر دیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ظاہر کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے آپ کے استدلالات بے اصل دے بنیاد میں پس واضح ہو کہ مسائل فروعیہ وہ مسائل عملیہ ہیں جن کا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ مسائل اعتقادیہ ہیں جن کا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہیں اور فریقین کے مذاہب کو اس میں خیال کرتے ہیں تو علماء شیعہ نے اس کو اعتقادات میں داخل کیا ہے اور عمل عباد کو اس میں کچھ دخل نہیں دیا ابلمست کتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروع میں سے ہے کیونکہ اس کا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہے دہلے اور یہ بھی جائنا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتے ہیں لیکن بحسب قوت و ضعف ثبوت کے ان کا اعتقاد و جوہ و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر منازل لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں اور اعتقادی ہونا ان کا بالبع اور بالواسطہ ہوتا ہے اس لئے وہ مسائل فروع سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادیات میں داخل نہیں کئے جاتے تاہم یہ کہ صورت سنو تو وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقیہات باتفاق فریقین عملیات ہیں اور کوئی ان کو علم کلام میں داخل نہیں کرتا مگر باوجود اس کے پھر

ابن عمر حیث اجمع الناس علی
عبد الملك كتب الى اقر بالسمع والطاعة
لعبد الله عبد الملك امير المؤمنين على
مسند الله وسنة رسول الله ما استطعت
وان بنى قد اقر واجتهد ذلك
خلافت پر مجتمع ہونے میں ابن عمر کے پاس
حاضر ہوا اس نے لکھا کہ میں بقدر اپنی استطاعت کے
اللہ اور رسول کے طریق پر امیر المؤمنین عبد الملك کے
مکمنے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں اور میرے
بیٹوں نے بھی یہی اقرار کیا ہے۔

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمر نے عبد الملك کی بیعت بذریعہ خط کی فہم کی
مثل روایت مجیب لیبیب کے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمر حجاج کے
گھر پر رات کے وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اس نے پاؤں پھیلا دیے اور اس روایت پر جاری
سے یہ بھی واضح ہے کہ ابن عمر کی خطی بیعت بھی عبد الملك کے ساتھ ابتدائاً ملت میں نہیں ہوئی بلکہ
بعد اجتماع و رفع اختلاف ناس واقع ہوئی اور جب تک اختلاف رفع نہ ہو گیا کسی سے بیعت نہیں
کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علی و امیر معاویہ کے عہد میں بھی ان کا یہی طریقہ رہا ہے۔ راہیہ طعن
کہ حجاج نے بیعت کے لئے پاؤں پھیلا دیا اگر حجاج پر طعن ہے تو اس نے صدامیہ مسلمانوں کو بے گناہ
قتل کیا وہ کیا کچھ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمر ہے تو یہ بھی بے جا ہے کیونکہ اس میں ابن عمر کا کیا
قصور ہے جناب امیر کو ابن عمر نے شیعہ کیا جناب امام حسین کو یزید یوں نے شہادت چھینا تو
کیا اس سے ان کی شان میں نکل آگیا اس لئے اگر حجاج نے بیعت کے واسطے پاؤں بڑھایا ہو تو اس
سے ابن عمر کا نقصان نہیں ہوتا ان حجاج کے خبث پر دلالت واضح ہوتی ہے۔ دہلے۔

قولہ: اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو ابلمست فروعی کتے ہیں مگر سب کتب اعتقادیہ کلامیہ میں ہی
ذکر کرتے ہیں چنانچہ شارح مواقف اس پر متنبہ ہو کر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ انصاف ذکر ناہانی علم
الکلام تاسیاب من قبلنا اذ قد جرت عادة المتكلمين بذكر حافوا و آخر کتبہ
للمشائفة المذكورة فی صدر الکتاب۔ اس عذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اس کا یہ ہے کہ
اعراض کو اپنے سے دور کر کے علماء سابقین کے ذمہ لگاتا ہے وہ فائدہ جس کا حوالہ صدر کتاب پر دیا
ہے یہ ہے۔ فانما وان كنت من فروع لدين الانبياء الحثت باصوله و فحول الخرافات
احل السبع و صونا لامة المجتهدين عن مطاعنهم كيلا يغضبوا بالتصديق
في سوء اعتقاد فيصنع۔ یہ کلام بھی کچھ منہ نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو مسئلہ امامت
معرفت و اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں اگر تعلق نہیں رکھتا تو اس کا احق علم کلام سے

ایک حکم کا اپنے اپنے مرتبہ کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اس مرتبہ میں اور اعتقاد خلاف میں اسی قدر خرابی و برائی ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم میں لزوم کفر ہے و علیٰ ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ میں کوئی دلیل جب تک کہ وہ اس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھ تعلق نہیں اور اس کے اثبات میں عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہ ہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرمادیں کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہ استدلال کس قدر دواہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس استدلال کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلیفین اہل سنت نے مسئلہ امامت کو علم کلام میں جو عبارت مسائل اعتقادیہ سے ہے ذکر کیا ہے تو یہ مستلزم اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ بھی اعتقادی ہو اور یہ نہیں سمجھنے کے منشاء اختلاف بین الفرقین کیا ہے وہ یہاں صادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مستلزم اس امر کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جدا گانہ ہو چنانچہ خود شارح موافق نے اس علت کو خاص کر دیا اور بالفرض اگر کوئی بھی علت نہ ہو تو تاہم جب منشاء اختلاف قائم تھا اور صراحتہ اہلسنت نے امامت کے اثبات کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالتصریح اس مسئلہ کو فروعی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جب تک بنیاء اختلاف قائم ہے اس وقت تک اس مسئلہ کو صرف اس وجہ سے کہ علم کلام میں ذکر کیا گیا ہے اعتقادی قرار دینا سراسر غلط تھا اور منشاء اختلاف سراسر اس کو مذهب ہے۔

مسئلہ امامت کے فروعی ہونے کی دلیل

راہ دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فروعی عملی ہے اصلی اعتقادی نہیں ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالیٰ شانہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں احکام اصلیہ اعتقادیہ کو جو متعلق علیہا بین الفرقین اصلیہ اعتقادیہ میں مثل توحید و نبوت و معاوہ کے جاہجا عبارات مختلفہ و عنوانات شتی بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے اور تمام احتمالات کے عرفی و مستاصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کسی عہد انجلی راجع اور صاف طور پر بیان نہ فرمایا صرف ایک جگہ اولوہ نامہ کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محض بہت سے محال کو ہے چنانچہ فرقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی سے عہدہ انیس اطاعت خود متعلق باعمال عباد ہے اگر یہ مسئلہ اصلی متعلق باعتقاد عباد ہو تا تو خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب میں مثل اور اعتقادات کے اس کو بھی کیوں ذکر نہ فرماتا اور بزرگوں شیعہ اپنے اس فرض سے کیوں سبکدوش نہ ہوتا اور ان سے کہ خداوند تعالیٰ شانہ عجز سے تو مرنے سے ہیں جب اس نے اس کا ذکر نہیں

فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبیل سے نہیں کہ عقل اس کے ادراک میں مشغول ہو اور ہمارے نزدیک محض وقیع شرعی ہے تو یہ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اس کو ذکر نہ فرمانا اصول فرقین پر صریح دلیل ہے کہ یہ مسئلہ اصلی اعتقادی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ مسا ذاتہ خداوند تعالیٰ شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو ضروری ہے وہ کذب ہے اور فی الحقیقت اب تک تکمیل نہیں ہوئی سبحانہ و تعالیٰ علواً کبیراً مگر یہ کہ بروئے عقول حاکم خداوند تعالیٰ شانہ کو بھی مامور بالتقریر کریں تو البتہ اس اشکال عضال سے شاید کچھ خلصی ممکن ہو علاوہ اس کے اس کے اثبات کے لئے اور بھی دلائل ہیں لیکن خوف تعویل اور عجلت وقت ہم کو ان کے بیان کی اجازت نہیں دیتی اب ہم اصل بحث کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں جب یہ اثبات ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کے مسئلہ امامت فروع دین میں سے ہے اور متعلق باعمال عباد ہے تو متکلیفین نے اگر اس کو کتب کلامیہ میں ذکر کیا ہے اور ملحق بالا اعتقادات کیا ہے تو لا محالہ اس کے سے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح موافق نے اس کو بیان کیا کہ ہم نے اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے اس وجہ سے علم کلام میں اس کو ذکر کیا ہے تاکہ اہل برع و ابواء کی خرافات احمد دین اور ضلالتین مدین سے دفع کریں پس اس پر ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے ہیں کہ اس کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اس کا یہ ہے کہ اعتراض کو اپنے سے دور کر کے علما سابقین کے ذمہ لگایا ہے یہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر اس وقت ضعیف سمجھا جاتا جب کہ عذر میں صرف تقلید سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اس کے اس کی علت بھی بیان کی اور کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل برع کی فرض سے اس کو ملحق بالا اعتقادات کر کے علم کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اس کے بعد ہمارے فاضل مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ کلام بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقادی قلبی سے نہیں ہے تو الحاق بالا اعتقادات کیوں ہے اور اگر تعلق ہے چنانچہ اس کی حدود و منہ اللہ و حسن اعتقاد و سوء اعتقاد کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ از حد علم میں اعمال تو فروعی کتنا کہ سراسر امر بروج و لغو ہے اور بوجہ چند باطل ہے اور اجماع جو پر جو دوشق قرار دیتے ہیں کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ وہ اصلی اعتقادی ہو خواہ فروعی عملی ایسا نہیں ہے جس کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہ ہو جس قدر مسائل دینیہ ہیں ان سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ ہے رہا تعلق اول جس میں یہ دعوے ہے کہ اگر اس کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ نہیں ہے تو ایسی کیوں ہے

برہمی البطلان۔ ہے کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ متعلق ہوتا ہے جب کہ غیر جنس کو کسی کے ساتھ شامل کیا جاوے شاید آپ کو ملحق بر باغی اور ملحق بجاغی کتب صرفیہ سے یاد ہوں گے اور علاوہ اس کے اس معنی میں کثیر الاستعمال ہے تو مسئلہ امامت فی حد ذاتہ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص۔ سے ملحق بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اس کی کیوں ملحق کیا گیا وہ خود شارح موافق نے ذکر کی ہے اگر یہ مسئلہ اصلی اعتقادی ہوتا تو پھر الحاق کے کچھ معنی نہ تھے (۳) ہم اس شق کو اختیار کرتے ہیں اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہیں جو شارح موافق نے بیان کی ہے آپ اس پر اعتراض فرمائیے بعد اس کے فرمائیے کہ یہ کلام مفید نہیں جب تک آپ اس کو باطل نہ کریں آپ کا یہ فرمانا کہ یہ کلام مفید نہیں آپ کو کچھ مفید نہیں ہے (۴) شق ثانی کا بطلان مثل روز روشن واضح ہے۔ کیوں کہ جس قدر مسائل دینیہ فرعیہ تعلیمیہ ہیں ان کی معرفت حدود و شرائط اعتقاد و فضیلت و وجوب وغیرہ علوم کی قسم۔ سے ہے نہ اعمال و افعال جو ارجح کی قسم سے پھر ان مسائل کو بھی فروعی کہنا کہ اس لئے ان کو بھی اعتقادیات میں داخل کیجئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب کے علم و فضل کا یہ حال ہے کہ جو شے فی الجملہ از قسم علوم ہو اس کو بھی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہیں اور اعتقادیات میں داخل کرتے ہیں حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم میں داخل ہیں اگر زیادہ نہیں تو کیا آپ نے علم الفکر بھی کبھی نہیں سنا ہوگا اور یہ بھی نہ جانتے ہوں گے کہ فقہ علم ہے پھر معلوم نہیں اس کو اعتقادیات میں کیوں نہیں داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اس کو مستتر نہیں ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادات سے ہی ہو بلکہ مسائل اعتقادیہ وہی ہوں گے جن کا تعلق محض اعتقاد و عباد کے ساتھ ہو ورنہ عملیہ ہوں گے تو ان کا تعلق فی الجملہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھ بھی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات نہ ہوں پس شق ثانی سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیہ اعتقادیہ ہوں گے محض غلط ہے پس اس توجیہ میں جو مشکلیں اہل سنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کا میر میں ذکر کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے کسی قسم کا وہن و ضعف نہیں اور یہ اعتراضات و تضعیف ہمارے فاضل مجیب کی خود ضعیف ہیں۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ یہ توجیہ و تاویل شارح طلب ہے جس کی وجہ سے شاید آپ کو شہرہ واقع ہو، جو پس شرح اس کی یہ ہے کہ مشکلیں کا منصبی کام یہ ہے کہ وہ اپنی اعتقادیات کو دلائل سے ثابت کریں اور مخالفین کے اعتقادیات اور ان کے دلائل کو ہر ذیل باطل کریں ورنہ ان کا جواب دیوں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعہ کے نزدیک داخل اعتقادیات ہے اور اہل سنت اس کو داخل فروع اعتقاد کرتے ہیں اور جب شیعہ کے نزدیک اعتقادیات میں سے

ہے تو لا محالہ مشکلیں شیعہ اس کو اس کے دلائل کو اپنی کتب کلامیہ میں ذکر کریں گے۔ اہل سنت اگر اس کو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ میں ذکر نہ کریں تو اس مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اس کے دلائل کا جواب کیونکر دیوں اور ائمہ مستدین کے مطاعن مخالفین سے کیونکر حیانت و حمایت کریں اور اس اپنے مضبی کام سے کیونکر سبکدوش ہوں اور اگر ذکر کریں تو لازم آتا ہے کہ علم کلام میں جو عبارت مسائل اصلیہ اعتقادیہ سے بے فروع میں بحث ہو اور یہ بھی بظاہر فی الجملہ خلاف قلع و عدا ہے۔ لیکن یہ نہایت برہمی ہے کہ علوم میں تبخا اور استطراد ان اشیاء کو ذکر کر دیتے ہیں جو ان علوم اور ان کی اغراض سے بالکل بیگانہ اور اجنبی ہوتے ہیں اگر آپ تامل کریں گے تو علوم میں ایسے بہت مسائل معلوم ہوں گے درجہ جاتیے چھوٹے مسائل منطقی میں ابتداء بحث الفاظ لکھتے ہیں اور پھر غدر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو تعلق نہیں ہے لیکن ایک ضرورت خاص کی وجہ سے ہم نے ذکر کیا۔ ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بحث الفاظ داخل اصول متناقص منطقی ہو جائے اور کوئی شخص بے وقوف سے بے وقوف ابھی یہ اعتراض نہیں کرنا کہ متناقص اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل اصول منطقی ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی ملحق بالکلام ہے جو ایک وجہ خاص سے کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ داخل اصول ہو اور مشکلیں کا مדר ضعیف ہو یہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی غوش فنیہ و نثرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے۔

قولہ: اگرچہ اسباب میں اور بھی گفتگو ہو سکتی تھی مگر بخر اختصار بس کیا جاتا ہے۔
اقول: جس قدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کیجائی اور جس قدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی ہی یا اس سے کم درجہ ہوتی پھر معلوم نہیں کہ آپ نے ایسی گفتگو میں کیا فائدہ سمجھ رکھا ہے بجز اس کے کہ چند نادانوں کے نزدیک وقعت ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے مولانا وسیبانے کس قدر ضلوعین جواب لکھ دیا اور کس قدر مضامین کا جوش ہے لیکن غدر کے نزدیک تو ایسی لغو باتیں آپ کی تخیل کی بحث میں آئندہ جناب کو اختیار ہے۔

قولہ: صرف اس قدر گزارش سے گستاخی معاف دعا ئے عدم یہ کہ امتحان سے کو موجود اور ب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہ مسئلہ کتب مندر اور عقائد میں شرح موجود ہے خاص خاص مشکلیں کی تعلیم کی ضرورت تھی اور ان کے حوالہ کن کتب و جہت۔

امتحان سے کیا مقصد ہوتا ہے؟

اقول: امتحان لینے کی درخواست سے ہرگز ادعائے کمال علم نہیں سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت کے کمال علم کی خوبی ہے غایت اُسے غایت یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے۔ یہ دعویٰ کہ اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ ہے ظاہر ہے کہ ہم نے لکھا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جس کا خود آپ کو اعتراض ہے لیکن اس میں جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اس کی نسبت یہ طعن ہے پھر یہ کہ اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا یا نہیں کیا مسئلہ کا عنوان اسی پر منحصر ہے کہ کتب مسئلہ اول عقائد کا حوالہ دیا جائے تو جب علم مورد مذکور اس کا ثبوت آپ کی دلیل سے کر سکتے ہیں تو بسم اللہ نیلے حضرت مسئلہ کے لئے کہ کمال محالہ تقلید کی ضرورت نہ تھی کہ متکلمین میں سے کسی کی تقلید کرتے ہیں جس کو ہم اس بحث کا خاتم المتکلمین سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ ہم نے اس سے نقل کر دیا تو کیا خلاف قاعدہ کیا اور اس سے کیوں کر لازم آیا کہ ہم کو اس مسئلہ کا علم نہیں۔ پس بخلا حضرت کی خوش فہمیوں کے ایک اور یہ بھی سچی ہے: این ہم اندر عاشقی بالائے عنائے دگر

قال الفاضل المحجب: قولہ: اور کتاب اللہ میں اس کی نسبت وعدہ خیریت ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جن کی قدر مشترک تصریح تک پہنچی ہے اس کی ترتیب وقوع ایک بیان کی گئی۔ اقول: لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے بخوبی پڑھا نہیں گیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو مقابلہ شریعت ہے تحریر فرمایا ہے یا جزئیت جو مقابلہ کلیت ہے لکھا ہے۔

یقول البید الغیث الی مولاد النبی: ہم نے یہ لفظ خیریت بجا ہے بمعنی منقطعة بنقطۃ من فوق وبعده بای منقطۃ بنقطتین من تحت وبعده لاراء مملۃ بمقابلہ شریعت لکھا ہے۔

فترید: بہر حال مرد و احتمال کا جواب گذارش ہے اگر خیریت بمعنی نیکی ہے تو حضرت مجیب سے نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع تھا کیونکہ غرض اس خلاف سے اصطلاحی ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اس کی نسبت لفظ خیریت لکھنے کے کیا معنی نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی۔

قول: یہ اعتراضات سراسر خلاف عقل و نقل سے کیونکہ بقاعدہ معتبرہ میں اگر یہ موقع منقطع خیریت

کہا نہیں ہے اور یہاں خیریت صادق نہیں آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اس کی تعین ہے اس کا موقع ہوگا اور وہ صادق آئے گی لاستعمال از تقاضا التفتین تو لازم آئے گا کہ خلافت راشدہ عدم خیریت کے ساتھ مجامع ہو اور یہ خلاف ہے کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ مجامع خیریت اور مباین شریعت ہے تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہ ہی موقع ہے اور یہاں خیریت صادق آتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اس جگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے ہم کو اپنے فاضل مجیب کے ادعا کمال علم سے نہایت تعجب ہے کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے ہیں باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ جن پر ایسے محل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب اللہ اور اقوال ائمہ میں بھی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا
اور میں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ ہوا نہ تیرے
ظاہر یطیر بِنَجَاتِهِ إِلَّا أَهْمًا أَوْ كَلِمَةً
اپنے دونوں بازوؤں سے مگر گروہ میں تم جیسے۔

ظاہر ہے کہ دابہ اسی کو کہتے ہیں جو مایہ علی الارض ہو چنانچہ ابتدائی چھوٹے چھوٹے رسائل میں اس کو منقول عربی کی شکل میں لکھا ہے پھر علی الارض کی قید کا آپ کے نزدیک کون موقع تھا اور خاطر دہی ہے جو جنابین سے پرواز کرے پھر بطریق مجاہدہ کا لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول۔ پھر معاذ اللہ خدا کی جناب میں عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہے کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا۔ دابہ تو زمین پر چلا ہی کرتا ہے اور خاطر دونوں بازوؤں سے اٹھا ہی کرتا ہے پھر ان الفاظ کے فرمانے کے کیا معنی پھر جو کچھ اس کا جواب ملے اسی قسم کا جواب ہماری طرف سے بھی قبول ہو علاوہ ازیں وہ خلافت جو مائیں فیہ سے متعلق ہے جس کو ہم راشدہ اور ہمارے فاضل مخاطب بائبرہ سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہم لوگوں کی راشدہ و خیریت کی طرف اور اس کی دلیل کی طرف اشارہ کرنا مد نظر تھا کہ جناب کو متنبہ کر دیں کہ جس خلافت کی ہم راشدہ و خیریت کے معتقد ہیں وہ خلافت وہ ہے جس کی خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اس کو جائزہ سمجھنا مخالف کتاب اللہ کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اس جگہ اطلاق کس قدر موزوں اور بجائے خود ہے۔

قولہ: اور چونکہ اس کی تعین بالقرآن و وحی یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ از انوار الخفاء کی عبارت منقولہ سے ظاہر ہے پھر اس کی نسبت کتاب اللہ میں وعدہ خیریت کے کیا معنی۔

اقول: چونکہ اس کی تعمین بالقہ ربانی و وحی یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جبکہ عبارات ازالہ الخلفاء سے واضح ہے۔ اور وہ خیر محض ہوگی اسی واسطے کہ کتاب اللہ میں اس کی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح و فلاح کی خبر دی اگر وہ غضب و عدوان و ظلم و غفایت ہوتی تو اس وقت اس کی خیریت کی اجازت کے کچھ معنی نہ تھے اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اس وقت اس کی خیریت کا اخبار واقعی اور نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا چہ یہ فرمانا کہ پھر اس کی نسبت کتاب اللہ میں وعدہ خیریت کے کیا معنی گنجائش نہیں رکھتا اور اس کے کچھ معنی نہیں۔ آپ اس کو سوچتے بہت موثر بات ہے۔

قولہ: اور اگر جزئیت بقولہ کلیت مراد ہے تب بھی سمجھ میں نہیں تاکہ اوسبجہ و تقالے ایسی اہم الہامات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہیں حالانکہ اور احکام مفصل و مشرح ارشاد ہوں۔

اقول: بیشق محض ہمارے فاضل مجیب کی حدیث ذہن و ذہنی ذکا سے ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہ ہی خیال کرنا چاہیے کہ اس لفظ کا اس جگہ اطلاق کیوں کر اور کس معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفانات و تاویلات اس لفظ کے اطلاق کو اس جگہ بنایا گیا تو پھر کتاب اللہ میں اس کی جزئیت کا وعدہ کہاں مذکور ہے اور کلیت سے کیوں کر اعراض ہے۔ خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف میں وجود تو اس وقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلیہ میں سے ایک فرد خاص کا وعدہ مذکور ہو ورنہ ہر جہ سے کہ اس کا فرد خاص جزئی نہیں پایا جانے کا مگر جب تک کہ اس کا موصوف مذکور نہ ہو اور اس کی طرف اشارہ کر کے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف میں ایسی خلافت کسی جگہ مذکور نہیں اور نہ کہیں ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس لیے صاف ثابت ہوا کہ کتاب اللہ میں خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کے کچھ معنی نہیں۔ رہا یہ کہ اوسبجہ و تقالے نے ایسی اہم الہامات کی کلیت سے اعراض فرمایا جس کے ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہیں یہ وہ اعراض ہے کہ اگر آپ کامل فرمائیں گے تو معذور کریں گے کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب میں مسئلہ خلافت کو کلیت یا جزئیت اور اس کی شرائط و بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کس جگہ اور کس سورت میں بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں فرمایا تو ترک واجب یہ کیونکہ اس کا بیان کرنا منہج و فرہوج۔ اصول کے تحت تھا جو بزم آپ کے خداوند تعالیٰ شاذ عن ذمک پر واجب تھا تو ترک ہوتا ہے ورنہ خبر نہیں دین اور تمام نعمت آپ کے اصول پر کتاب ہوا اور جو بزمے نزدیک

جب اس کا خود خداوند تعالیٰ متکفل ہو گیا اور اس کے ایقاع کا وعدہ فرمایا تو بعد اس کے پھر کسی بیان کی حاجت نہ رہی۔ معذرت ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد میں حق تعالیٰ شاذ عن ذمک کوئی چیز واجب نہیں اس کی ذات پاک اس سے کہ کوئی چیز اس پر واجب ہو منہ و مبرا ہے اور اس کی شان یَفْعَلْ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يَرِيدُ ہے اور نیز مسئلہ خلافت اصول میں سے بھی نہیں ہے جس کا ثبوت کتاب اللہ ہی پر موقوف و منحصر ہو تو ہم پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔

قولہ: حضرت مجیب نے جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اس میں غور و تامل سے کام نہیں لیا اور اصطلاحی و لغوی معنی میں تمیز نہیں فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائیں گے تو اس کا جواب بھی تفصیل سے گذارش کیا جاوے گا اجمالاً اسی قدر کافی ہے۔

اقول: ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہیں اصطلاحی و لغوی وعدہ اصطلاحی و لغوی کیسا مفصل ارشاد فرمائیں ہم اس کا ذکر مختصر دلائل اثبات خلافت میں کر چکے ہیں اور تفصیل جواب کے منتظر ہیں۔

قال الفاضل المجیب: قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدت بیان فرمائی اہلہ اقول: شاید اس مدت سے خلافت سنی سارہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقل کی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سنی سارہ قیام کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال میں ختم نہیں ہو گئی کہ بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا کہ اس مدت میں کامل ہو گیا۔

حدیث الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ کی تحقیق اسپر اعتراض کا جواب

لیقول العبد الفقیر الی مولائہ الغنی: ہمارے فاضل مجیب نے اس حدیث کے متدرج اور غیر معتبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی ہے عجیب و غریب ہے فرماتے ہیں کہ قید سنی سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیوں حضرت بیان واقع اور اخبار نفس الامری میں ضرورت اور عہد ضرورت کو کیا دخل جس طرح واقع ہونے والا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالقہ ربانی و وحی یزدانی اس کی خبر دے دی کہ خلافت علی منہاج النبوت اس زمانہ تک مستند و متصل رہے گی اور بعد اس کے منقطع ہو جائے گی پھر یہ فرمانا کہ مدت کی قید بے ضرورت بت عدد فرمادے۔ یہ ناشی ہے

اس کے بعد یہ اعتراف کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہو گئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت دہی
اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہو گئی اور ہم نے کب
کہا ہے کہ خلافت نبوت کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز
واجب نہیں اور اس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کہ تا ہے جب اس سجادہ تعالیٰ نے چاہا خلافت
علیٰ منہاج النبوة رہی اور جب اس نے چاہا منقطع ہو گئی اور جب منہاج النبوة کی پادشہ
اور اس کا دال ہو پھر یہ کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سر اسر لا طائل ہے
علاوہ انہیں اگر ہم اپنے فاضل مخاطب کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دو ازادہ کی
قید کہ بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوئی کیونکہ اولاً جب ان کو تمکین نہ دی تو ان کا وجود عدم برابر ہو گیا
اور تمکین دینا بھی ایک قسم کا لطف تھا جو واجب تھا اس کو بھی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود امام
سے بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض عفا صفت ہو جن تک کوئی پڑنہیج سکے اس کو
کوئی دریافت کر سکے نہ وہ کسی کے ہاتھ آسکے کیا ضرورت پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اس وجہ سے ہے
کہ امت حضرت علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی یا اس وجہ سے ہے کہ امامت کی ضرورت منہاج النبوة رہی یا
کسی اور وجہ سے ہے جس کا ادراک خارج از عقل ہے پھر اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اس کا
درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی غلا کے نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے صادر ہونا جو عقل کی تھے محال معلوم ہوتا ہے پھر اس کے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا جو اس مدت میں کامل ہو گیا یہ ان دونوں سے طرفہ
تاکشا ہے ہم کب کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت نے دین ناقص چھوڑا جس کی اس مدت میں تکمیل
ہوئی ہم تو خود خلافت علیٰ منہاج النبوة کہتے ہیں جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ خلفا قدم بقدم حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور ان قوانین کو جو حضرت نے بوحی ربانی محمد فرمائے تھے اور ان
طریق کو جن پر حضرت نے شرائع الکیہ کی بجاوری میں چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معاذ اللہ جو اس کے
کہ دین میں کوئی کمی کو تا ہی باقی نہیں رہی تھی اور ہمہ جہات تمام و کمال اس کا ہو چکا تھا پھر دوسرا
حفظ خداوندی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع شہادت ایمان اور فتح
بدان اور زوال خوف بالکھیر اور حصول امن نام وغیرہ ہوئے تھے اور ابھی تک چیز عدم میں تھے وہ
سب خلفاء حق راشدہ کی سعی و کوشش سے بردستہ کارائے اور ان وعدوں کے حصول میں خلفاء
راشدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاریہ موئے اور وہ ان کی ضمانت غایب اور نعمات ہے پابین

[illegible]

میں ہونا حضرت شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہے وہ اپنے اصول کی نافرمانی کی وجہ سے ہے۔

قولہ: مجتہد خود حضرات اہلسنت یہ حدیث بیان کر کے مشکل میں پڑ گئے اور اس مدت کی بعد کی خلافت کی رشادت کے بھی قائل ہیں چنانچہ شرح عقائد نسفی میں بعد ذکر اس حدیث کے شارح لکھتے ہیں
وهذا امشکل لان الحل والعقد من الامة قد كانوا متفقين على خلافة العلفاء العباسية
وبعض الرواية كعمر بن عبد العزيز مثلاً ولعل المراد ان الخلافة الكاملة التي لا يشوبها
شيء من المخالفة وميل عن المتابعة يكون ثلاثة نيف سنة وبعد ما قد يكون وقد لا يكون

شیعہ مجیب کی کم علمی

اقول: یہ ہمارے فاضل مجیب کی مناظرہ دانی ہے کہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کے اہل سنت
مشکل میں پڑ گئے حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء اعراض کو اشکال اور مشکل سے تعبیر کیا
ہی کرتے ہیں، آپ کی احادیث پر صد اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور محدثین اور شارح بیان کرتے ہیں
شرح پنج البلاغت میں جناب امیر کے اقوال سے مذہب پر کتنے اعتراضات شارح لکھتا ہے اور
باوجود اس کے پھر کوئی نہیں سمجھتا کہ مشکل میں پڑ گئے اور نہیں تو جلد اول بحار الانوار باقر مجلسی کو یہی
ملاحظہ فرمائیں کہ وہ صلاً پر ایک روایت طویل مالی صدوق سے نقل کرتے ہیں جس کے بعض جملے یہ ہیں:
فلما أصبح قال له الملك انت مكانك جب صبح ہوئی تو اس کو کہنے لگا کہ تیری جگہ تو نہایت
لذرة قال ليت لربنا بيمينه فلو كان لربنا سفری ہے کہنے لگا کہ تیرا رب کا چوہا یا سونہار
حمارا لربينا في هذا الموضع فان ہمارے رب کا گدہ: جتنا تو کچھ کھائے جو چرنے کیونکر
هذا الحشيش يضع

عام مجلسی اس کی شرح لغات کے بعد لکھتے ہیں

وفي الخبر اشكال من ان خاصه كور
العابد تأمل بالجمود وحسين في استغافه
للشرب مطلقاً وخاص الخبر كونه معجزة
العقيدة الماسدة مستحق للشرب لقلة
خلقه وبقية ختمه

بعد اس کے عام مجلسی، امیر کے فرماتے ہیں وعلى التقدير لابد مامن راجح لکھ

تمام في الكلام او القوام فساد بعض الوصول المقررة في الكلام. اب اس کو غور و انصاف
سے ملاحظہ فرمائیں اور جو شوق دل چاہے اختیار کر لیں ہمارا اس میں مدعا حاصل ہے۔ علاوہ انہیں شارح
نے دیں اس کا جواب بھی جو شارح کی رائے میں مستند تھا لکھ دیا اور اشکال مرتفع ہو گیا۔

قولہ: آپ کے پیر دستگیر صاحب غنیۃ الطالبین میں صرف تیس پر ہی اکتفا نہیں فرماتے
اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہیں۔

تکذیب اس کی کہ غنیۃ الطالبین میں امیر معاویہ کو خلیفہ راشد لکھا ہے

اقول: آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا مطلب یا غلط سمجھے یا مقصود و حاکم دہی ہے۔ اب ہم اصل
عبارت نقل کر کے اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل میں تحریر
فرماتے ہیں۔

وليعتقد اهل السنة ان امه محمد خير الادم
اجمعين وافضلهم اهل القرن الذين
شاهدوه وامنوا به وصدقوه وباليهود
تابعوه وقاتلوا بين يديه وفدوه
بأنفسهم واولئهم ومن روه ونصروه وافضل
اهل القرن اهل الحديبية الذين باليود
بيعة الرضوان فهو ائ وابع مائة رجل و
افضلهم اهل بدر وهو ثلث مائة وثلاث
عشر رجلاً عدد اصحاب غارت وافضلهم
اربعون اهل دار عبيد بن النضير كملوا
بعمر بن الخطاب وافضلهم عشرة اذنين
شهد لهم النبي بالجنة وهو ابو بكر
وعمر وعثمان وعبيد بن جراح وعبد الرحمن
بن عوف وسعد وسعيد وابو عبيدة
بن جراح وافضلهم اهل عشرة اربعين

اہل سنت اعتقاد کرتے ہیں کہ امت محمد کی تمام امتوں
سے بہتر ہے اور ان میں افضل اس قرن والے ہیں
جنہوں نے حضرت کو دیکھا اور آپ پر ایمان لائے اور
تصدیق کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپ کے لئے
نڑے اور پی جانوں اور مالوں کو آپ پر قربان کیا اور
ان کی امداد و اعانت کی اور اس قرن والوں میں افضل میر
وہ ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کی اور وہ چودہ سو مرتب
اور ان میں افضل بدر والے ہیں اور وہ تین سو مرتب
ہیں اصحاب غارت کے گنتی کے برابر اور ان میں افضل
چالیس آدمی ہیں دار عید بن دے جو عمر بن خطاب کے
ساتھ پورے ہو گئے اور ان میں افضل وہ ہیں
جن کے لئے نبی نے جنت کی شہادت دی اور وہ ہیں
ابو بکر، عمر، عثمان، علی، صلوات اللہ علیہم اجمعین
بن عوف، سعد، سعید، ابو عبیہ بن جراح
اور ان عشرہ پر میں سے افضل سب در

الخلفاء الراشدون الاربعة الاخيار وافضل
الاربعة ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي
رضي الله تعالى عنهم ووطوء الاربعه الخلافه
بعد النبي صلى الله عليه وسلم ثلثون سنة
ولي منها ابوبكر سنتين وثلاثا وعمر عشرا و
عثمان اثنا عشر وعلي ستا وثلاثا معاوية تسع
عشر سنة وكان قبل ذلك ولادة عمر الامارة
على اصل الثام عشر سنين سنة

پھر اس کے بعد دو ورق آگے جھڑ کر تحریر فرماتے ہیں

ثم خلافة معاوية بن ابی سفيان فثابتة
صحيحة بعد موت علي وبعده خلف الحسن
نفسه عن الخلافة وتسليمها الى معاوية
لراي راه الحسن ومصلحة عامة تحققت
له وهي حق دماء المسلمين وتحقق
قول النبي في الحسن بنی هذا سيد يصلح
الله تعالى به بين فئتين عظيمتين فوجبت
امامة لعبد الحسن لافتنى عامه اجماعة
اور تمام الخلاف بين الجميع واتباع الكل
معاوية لانه لم يكن هناك مانع ثالث في
الخلافة وخلافة مذكورة في قول
ابن حبان عن النبي انه قال تدور رحى
الاسم محمد وثلاثين سنة او ستا وثلاثين
سنة وسبعاً وثلاثين واما بالاجمعي في هذا
احديث الثوري في يزيد بن واھل السنين
الاربعة من اثني عشر من جيلة خلافة

خلفاء راشدين ہیں اور ان چاروں میں افضل ابوبکر پھر
عمر پھر عثمان پھر علی ہیں اور ان چاروں کی خلافت
بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس برس ہیں
جس میں سے ابوبکر دو برس اور کچھ زیادہ متولی
خلافت ہوتے اور عمر دس برس اور عثمان بارہ برس
اور علی چھ برس پھر بعد اس کے معاویہ انیس برس
اس کے متولی ہوتے اور اس سے پہلے اس کو عمر نے امارت
شام پر متولی کیا تھا بیس برس

پھر معمر بن ابی سفیان کی فتنہ بعد وفات علی اور بعد
جہا کرنے امارت حسن کے اپنے فتنہ کو خلافت سے اور بعد
کرنے خلافت کے امیر معاویہ کو سبب راستے کے جو حضرت
حسن نے سچی اور سبب تحقیق ارشاد نبی کے حسن کے بارہ
میں کہ میرا بڑا نامہ و رب اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے
دو جرمی گناہوں میں اصلاح کرے گناہات اور صحیح ہے
پس اس کی امامت امام حسن کو عہد کرنے سے اس کے لئے
لزم ہوگئی پس اس کے برس کا نام عام لکھا گیا اس سے
کسب سے خلافت اچھ گیا اور سب معاویہ کے تابع ہو گئے کیونکہ
اس وقت کوئی تیس شخص خلافت میں جھگڑا کرنے والا باقی
نہ رہا اور ان کو خوف بنی امیہ دوسرے قوت نہ کر
سے اور وہ وہ ہے جو حضرت سے مروی ہو کہ آپ نے فرمایا
ثلاثين اجنيس سنين برس اسلام کی کچھ گئی اور
اس حدیث میں مکی سے مروی کہ قوت سے اور
پانچ سال جو تیس سال سے زیادہ ہیں وہ بظہر خلافت
معاویہ کے تیس برس اور کچھ بیس برس ہوتے

معاوية الى تمام تسعة عشر سنة وشهدوا
لان التثنية كملت بعلی كسادیا
تک کیونکہ تیس برس حضرت علی کے ساتھ پورے ہو
گئے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں

اب ابل الصف اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ
کہ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معاویہ کو خلیفہ راشد فرمایا ہے غلط ہے یا صحیح میں کتابوں
کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ بالکل غلط ہے حضرت پیر دستگیر نے اس جگہ حضرت امیر معاویہ
کو خلفاء راشدین میں نہیں شمار کیا اور کسی جگہ خلیفہ راشد نہیں لکھا ہمارے فاضل مجیب کو غلط خلافت سے
اشتباہ پڑ گیا اور جو اس کی اول یہ ہے کہ پہلی عبارت میں صرف خلفاء الربو ہی کو خلفاء راشدین لکھا
ہے حضرت امیر معاویہ کی خلافت کا بھی اگر ذکر کیا ہے لیکن اس خلافت کو خلافت راشدہ لکھا اور نہ امیر
معاویہ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ راشد نہیں لکھا دوسری یہ کہ حدیث
الخلافة بعدی ثلثون سنة ثمة سیکون مذکور کے موافق اس کا مصداق خلافت خلفاء
الربو کو ہے قرار دیا ہے اور نہ ہر ہے کہ اس حدیث میں لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے
پھر اس کے بعد جو خلافت امیر معاویہ کو ذکر فرمایا اور اس سے اس کو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت
راشدہ نہیں بلکہ خلافت بمعنی ملک و سلطنت ہے تیسری یہ کہ امیر معاویہ کی خلافت کی نسبت لکھا کہ اس
کا ثبوت وصحت اس وقت سے ہے جب سے امام حسن نے خلافت تفویض فرمائی تھی اور ظاہر ہے
کہ پہلے اس سے اپنی اجتہادی خطا کی وجہ سے جو سبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
واقع ہوئی تھی بغاوت میں سے تھے جناب امام حسن نے خلافت تفویض فرمادی خلیفہ ہو گئے ہیں حالت
میں اس کو خلافت راشدہ نہیں کہہ سکتے چوتھی یہ کہ خلافت حضرت معاویہ کو مصداق حدیث تدور رحی
الاسلام کا قرار دیا اور اس کی تفسیر میں لکھا کہ مروجی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت
و شوکت اسلامی بتا برکنار کے غایت درجہ کو تھی کیونکہ امامت کا ایک شخص پر مجتمع تھا لیکن یہ مستزہ
اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بھی جو غایت سے غایت یہ رہی کہ مصلحتوں میں
عمرہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت امیر معاویہ سے مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ بحث
نے بھی اس کی تصریح کی ہے قولہ رضی اللہ عنہ

اما خلافة معاوية فاما خلافة من اقامت ہے
منه الامامة و خلافة النبی کانت
للخلفاء الراشدین الاربعة و سبب خلافة

اما خلافة معاوية فاما خلافة من اقامت ہے
وہ خلافت جہاں سے خداوند رحیم کو حاصل تھی کیونکہ
وہ خلافت نبوت تھی جیسا محدثین میں سے

النہیۃ کما قالہ قاضی وغیرہ من المحدثین کما نقلہ
الإمام النہوی مفسلاً فی شرح صحیح مسلم۔
قاضی وغیرہ نے لکھا ہے چنانچہ امام نووی نے مفضل
شرح مسلم میں نقل کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت کا اطلاق اور خلافت کی قسمیں

یاد رکھو کہ اطلاق لفظ خلافت یا خلیفہ کا امیر معاویہ کے حق میں سواں تو سلطنت بھی بسبب واجب
الاماعت ہونے کے اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو نوعیں
ہیں ایک خلافت خاصہ دوسری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت عامہ ملک و سلطنت ہے تو اطلاق
خلافت کا اس پر صحیح ہوا علاوہ ازیں خلافت مطلقہ کے جو دو نوعیں ایک خلافت نبوت اور دوسری
امارت و سلطنت ہیں ان دونوں نوعوں میں تشکیک ہے اور ہر دو کی مشکک میں چنانچہ ظاہر ہے کہ
باعداً بحصول قوت و ثنویت و حصول مہمات خلافت و اتباع سیر نبوی علی وجہ الکلیہ اور باعتبار ثلوث
و عدم ثلوث ان قسم کے بعض افراد خلافت خاصہ کے بہ نسبت بعض کے کئی و کمال و ضعیف و قوی کا تفاوت
رکھتے ہیں خود ظاہراً میں افضلیت علی ترتیب المہمات و واقع ہونا نبوت و تشکیک کی ایک برہین دیں
ہے امارت اور سلطنت کے صدق میں اپنے افراد پر جس قدر تشکیک ہے وہ محتاج بیان نہیں ہوایی
واضح و زلی ہے کہ اس کے اثبات کی دلیل سے کچھ ضرورت نہیں اور نہ ہے کہ نوع ثانی کا فرد علی ثلوث
اول فرد سفل کے ساتھ بادی النظر میں ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان دونوں فردوں کے بجز ایک
باریک حد سفل کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے کہ خلافت کی بنیاد دو حصوں پر ہے اول اتباع
سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری انتظام واقع اور سرانجام مہمات لیکن محض نفوذ کے لئے اصل
اول کو بہ نسبت اصل ثانی کے مزید ہے کہ اول بمنزہ موقوف علیہ کے ہے اور ثانی کو بھی فی جملہ مدخل ہے
یونکہ جو ایک مرتبہ حصول جبر و ثواب کا ہونا وہ نفوذ ہوا اور رسول کے لئے یہی روضہ ہے صلا و فہم
میں جاری نہ جی۔ افراد عالیہ خلافت میں دونوں اصلوں کا تحقق عمل و وجود سے ہوگا اور افراد سافلین
اصل اول صلی وجہ اکمال ہوگی اور اصل ثانی میں فی الجملہ نقصان ہوگا سلطنت و خلافت نبوت سے اگر تباہ
ہے تو اصل اول کی وجہ سے ہے کہ اس میں مزید کمال سے علی حسب مراتب ملحق ہوگا اگرچہ اصل ثانی
علی وجہ کمالات اولیٰ جاوید ہے جو افراد عالیہ سلطنت کے ہوں گے عجیب نہیں کہ فرد سفلہ خلافت

نبوت سے اصل ثانی سے بڑھ کر ہوں لیکن اصل اول میں البتہ کمی ہوگی۔ تو جب باعتبار احوال اصلین کے
مرتبہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی بھی ایسی بدیہی اور بین کمی نہ ہو جس کا امتیاز ہر شخص کر
کے تو لا محالہ بادی النظر میں ہر دو نوعین کے افراد سافلہ و عالیہ میں ایک لحاظ پایا گیا تو اگر باعتبار اس
کے کسی نے قرب مجاورۃ کی وجہ سے مجازاً افراد اعلیٰ سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو ہر دو خلافت
نبوت کو ہونو کیا ہے جاکیا اور اس پر کیا طعن ہے۔ رہا یہ کہ اگر آپ حضرت پیر دستگیر کے اس قول سے
استدلال فرماتے ہیں و خلافت مذکورۃ فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ استدلال بالکل غلط ہے
کیونکہ اس میں بلکہ کسی روایت سے اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا متحقق نہیں ہوا پس آپ کا یہ
فرمان کہ حضرت پیر دستگیر نے امیر معاویہ کو خلیفہ راشد فرمایا ہے سر اس غلط اور کذب ہے۔ علاوہ
اس کے دوسرا کذب اور دھوکا دہی یہ ہے کہ تحریر فرماتے ہیں اس حدیث کی مدت مختلف بیان
کر کے تحریر فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے کیونکہ لفظ اس کا مراد یہ ہے حدیث ثنویں سنہ ۳۵
اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں خلافت حضرت پیر دستگیر نے کیوں ذکر نہیں فرمایا یہ حدیث ہرگز اپنی
مدت سے متجاہز نہیں اور وہ حدیث جس میں زیادتی مذکور ہے اس سے جدا گانہ اور وہ بالکل دوسری
حدیث ہے اس کا مدلول و ماصدق علیہ کچھ اور ہی چیز ہے۔
قولہ: اور نیز اگر یہ حدیث صحیح ہو تو وہ دوازد غلطیوں کی بشارت اکثر احادیث میں ہے
کیے ہوں گے۔

بحث روایات بشارت دوازده امام

اقول پہلے ہم اس حدیث کے الفاظ کو جو بشارت دوازده امام میں بطریق شے وار د ہوئی ہے
حضرت ابن بابویہ قتی سے نقل کرتے ہیں بعد اس کے اپنے فاضل مخاطب کو متنبہ ہیں گے کہ وہ دوازده
امام کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر بن اشعث
اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سال کے جواب میں فرمایا۔

لنعم عهد الیٰنا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
والہ ان لیکون بعدہ اثنا عشر خلیفۃ
بعد ولفنا بحین اسریئل کے تیسریں کی تعداد کے موافق۔

دوسری روایت جاہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور مسک بن حرب اور عامر بن

سعد وغیرہ کے بالفاظ مختلفہ وارد ہوئی ہے۔

عن جابر بن سمرة قال كنت مع ابی عند
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فسمعتہ یقول
یکون بعدی اثنا عشر امیرا شعر اخفی صوتہ
فقلت لابی ما الذی قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ قال کلہم من قریش وعن الشعبي
عن جابر بن سمرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ لا یرذل هذا الدین عزیز امیعا یصرو
علی من ناوہوا لانی اثنی عشر قال شعر قال
کلمة صمیتہا الناس قال فقلت لابی اول ذی
ما کلمة صمیتہا الناس قال کلہم من قریش
وعن جابر بن سمرة قال قال النبی صلی اللہ علیہ
آلہ لا یرذل هذه الامة مستقیما امرها فاهرة
علی عدوہا حتی یمشی اثنا عشر خلیفة کلہم
من قریش فایستہ فی منزلہ قلت ثم یرکون
ما ذاق الہجج۔ فی رواية عن جابر لا یرذل
هذه الامة صالحا امرها فاهرة علی عدوہا
فی رواية عن علی بن سعد قال کنت فی الجابر
بن سمرة مع غلامی رافع انجد فی بشعر
سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فکتبت
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لا یرذل جمعة
شعبیة رجوع الاسلامی لا یرذل اندیس
تالما حتی تقوم الساعة ویكون علیکم اثنی
عشر خلیفة کلہم من قریش
تیسری روایت شرح برکی سے ہے۔

جابر بن عمر سے مروی ہے کہ میں اپنے باپ کے
ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا میں نے حضرت
سے سنا فرماتے تھے میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر کلہ
آیت فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا حضرت نے
کیا فرمایا کہ سب قریش سے ہوں گے جابر بن عمر سے
مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین
ہمیشہ غالب منسوب اپنے مخالفوں پر فتح خدا ہے گا
بارہ خلیفوں تک پھر آپ نے ایک گھوم فرمایا جو لوگوں کے
نے مجھ کو سننے نہ دیاتو میں نے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا
کون سا گھر ہے جو لوگوں نے مجھ کو سننے نہ دیا کہ سب قریش
سے ہوں گے اور جابر بن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امت جعفر اپنے امیر میں شہید اپنے
دشمن پر غالب رہے گی میان تک کہ بارہ خلیفہ گذریں جو سب
قریش سے ہوں گے پھر میں نے اپنے گھر پر حاضر ہو کر عرض
کیا پھر کیا ہوگا فرمایا قتل۔ اور ایک روایت میں جابر سے
ہے ہمیشہ اس امت کا امر درست رہے گا اور اپنے دشمن
پر غالب رہے گی اور ایک روایت میں عام بن سعد سے ہے
کہ میں نے جابر بن عمر کے پاس اپنے غلام رافع کے ہاتھ
لکھ کر بھیجا کہ جو کچھ بتاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہو جس کے جواب میں لکھا کہ میں نے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے جو کچھ روایت کیا جس کو اہل سنگ رہوا
فرماتے تھے ہمیشہ یہ دین برپا رہے گا قیامت تک اور میرے
بارہ خلیفہ ہوں گے سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

عن شرح البرکی قال فی الکتاب ان هذه الامة
فیہوا اثنا عشر فاذا وقت العدة طعوا ولبغوا
وکان بائسوا بدینہم۔

چوتھی روایت۔

عن ابی نجر قال کان ابو الخالد جاری
فسمعتہ یقول ویحلف علیہ ان هذه الامة
لا تہلک حتی یرکون فیہا اثنا عشر خلیفة کلہم
یعمل بالہدی و دین الحق۔

پانچویں روایت۔

عن سفیان بن بن دین مکحول انہ قیل لہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یرکون بعدی
اثنا عشر خلیفة قام لغیرہ و ذکر لفظہ اخری
عن معمر عن مسمع وحب بن منبہ یقول
یرکون اثنا عشر خلیفة ثم یرکون الہجج
ثم یرکون کذا۔

چھٹی روایت۔

عن عمرو البکائی عن کعب الاحبار قال لی
العلما ہوا اثنی عشر اذا کان عند القضاہم
واقی طبقہ صالحہ عند اللہ لہم فی العصر
کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم و
عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض
کما استخلف الذین من قبلہم و کذلک
فعل اللہ ببین اسرائیل و لیس بعزیزان
یجتمع هذه الامة لیومہا و لصف یومہا و ان یومہا
عند ربک کانت سنة مما تعدون۔

شرح برکی سے ہے کہ میں کہہ چکا اس امت میں
بارہ خلیفہ ہیں جو ان کی تعداد پوری ہو جائے گی تو کرکشی
اور بغاوت کریں گے اور ان کی لڑائی آپس میں ہوگی۔

ابن جریر سے مروی ہے کہ ابو الخالد میرے ہمراہ تھا میں نے اس
سے سنا کہ لکھا کہ کرکشی کرکشی کرکشی کرکشی کرکشی کرکشی
تک کہ اس میں بارہ خلیفہ ہوں گے سب کے سب ہدایت
اور دین حق پر عمل کریں گے۔

سفیان بن بن دین مکحول سے روایت ہے کہ اس
سے کسی نے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے کہا ہاں۔ اور دوسرا
لفظ ذکر کیا مگر سے عمر نے اس سے جس نے
و تب بن منبہ سے سنا تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہوں گے
پھر قتل ہوگا پھر یہ ہوگا۔

عمرو البکائی کعب احبار سے روایت کرتا ہے اس نے
اسے کہا کہ وہ بارہ ہیں اور جب ان کے گزرنے کا وقت
قریب ہوگا اور طبقہ صالحہ عند اللہ آئے گا تو ان کی عمر میں
نیا دل ہوگی اسی طرح وعد کیا ہے اللہ نے ان سے جو
ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کو ملک میں جانشین کیے گا
جس طرح جانشین کیاتے سے پہلوں کو اور اسی طرح اللہ نے
بنی اسرائیل کے ساتھ کیا اور اس پر کچھ و شہادہ میں اس
امت کو ایک دن یا دے دن جمع کر دے اور ایک دن پر
رب کے نزدیک مثل ہزار برس کے یہ تمہاری گنتی سے۔

اور صحیح مسلم میں جس قدر روایتیں در باب ائمہ اثنا عشر وارد ہوئی ہیں وہ تقریباً ان روایات میں سے بعض کے مطابق ہیں لیکن غالباً ابو داؤد کی روایت میں لفظ کلمہ مجتمع علیہ الامۃ زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گذارش یہ ہے کہ جس روایت میں تفسیر خلافت کی تلمیحات سنہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے وہ خلافت خلافت نبوت ہے جو علی الانفصال اس قدر زمانہ تک ممتد رہے گی چنانچہ بعض روایات میں صریح خلافت نبوت وارد ہوا ہے اور نیز اس قسم کے الفاظ سے بھی ارشاد ہوا ہے۔

ان هذا الامر بدأ نبوة ورحمة شو
خلافۃ ورحمة شو
یہ امر شروع ہوا ہے نبوت اور رحمت
مہر خلافت اور رحمت۔

غرض اس قسم کی روایات سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت جس کی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت و رحمت ہے اور وہ روایت جو بشارت دوازہ امام میں وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ خلافت نبوت ہو یا ملک و سلطنت ہو علی الانفصال ہو یا بالقطع کیونکہ جس قدر اوصاف دوازہ ائمہ کی نسبت بیان ہوتے ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اس خلافت کو قوت و شوکت ہو گی اور اس میں اضطراب و تزلزل و وقوع قتل نہ ہو گا وہ اپنے اعدا پر غالب رہے گی اور بقابلہ اس کے کفار مغلوب و منکوس ہوں گے اور امت ان پر مجتمع ہوگی اور یہ اوصاف کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ عوارض عامہ ہیں جو خلافت کے دونوں نوعوں میں پائے جاسکتے ہیں خلافت خاصہ بھی ان کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے اور امارت و سلطنت کو بھی ان صفات سے خط و نصیب ہے پس ان دونوں روایتوں میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے بلکہ یہ بات باقی رہ گئی کہ قمری کی بعض روایات میں جو یہ الفاظ وارد ہوتے ہیں کلمہ یعمل بالمدی و دین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلیان میں ڈالیں اور یہ خیال فرمائیں کہ یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہ زعم اگر ہو تو بالکل باطل ہے کیونکہ اس وصف میں بھی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اس کے صدق میں اپنے افراد پر اولویت اور اشد بیت کافرق بدریسی ہے خلفاء راشدین بھی عالمین بالمدی و دین الحق ہیں اور سلاطین میں سے ان کے افراد عالیہ اور افراد متوسطہ بھی عالمین بالمدی و دین الحق ہیں لیکن ان میں اور ان میں باعتبار اس وصف کے امتیاز اور فرق ہے خلفاء راشدین میں اس وصف کا صدق اولیٰ اور اشد ہے اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسطہ میں اس سے بعید و زعیف ہے لیکن صدق اس وصف کا کوئی الجملہ کہ ہے تاہم پایا جاتا ہے بلکہ سلاطین جاہلہ جو سلاطین کے افراد سافلہ ہیں ان میں بھی فی الجملہ پایا جاتے گا اگر وہ کفار کے ساتھ جہاد کریں گے جو باعث تقویت دین ہے لیکن ان افراد کا اس وصف کے ساتھ

اتصاف ایسا قلیل ہوگا کہ اگر اس کو کان لم کن اعتبار کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے غرض یہ وصف بھی مثل دوسرے اوصاف کے عوارض عامہ میں سے ہے جو خلافت نبوت اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ اثبات ہو گیا کہ وہ تعین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تھی اور یہ بشارت عام ہے تو دونوں حدیثوں میں باہم کچھ تعارض و تناقض نہیں رہا اس کی توضیحات اور بھی ہو سکتی ہیں لیکن ہم بوقت تطویل ان کو ترک کرتے ہیں۔

روایات متضمن بشارت دوازہ امام مذہب تشیع کو صدر رسال ہیں

اب مجھ کو یہ خیال ہے کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب نے ان روایتوں کو جو بشارت دوازہ امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید اور تقویت میں نقل کیا ہے اور اپنی روایات مذہب کے موافق سمجھا ہے چنانچہ اس کے بعد وہ روایتیں نقل کی ہیں جو اپنی روایت سے بشارت دوازہ امام میں منقول ہوئی ہیں اس لئے ان روایات کو بلا رد و انکار قبول کر لیا ہے ورنہ شیخ نے جس جگہ مخالفین کے روایات خصال میں نقل کی ہیں وہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوٰۃ العصر عن عبد اللہ ابن الاسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کر کے آخر میں لکھتے ہیں۔

قال مصنف هذا الكتاب مرادی باین، دحضہ
الاخبار الرد علی الخلفین لانہما لا یرون
بعد الفداء و بعد العصر صلوٰۃ فاجبت
ان امین انہما خالفوا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ والہ فی قولہ و فعلہ۔
اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ ان حدیثوں کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ بعد فجر اور بعد عصر کے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تو میں نے چاہا کہ اس امر کو بیان کر دوں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فی قولہ و فعلہ۔

پس جب اس جگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہیں اپنی روایات جو بشارت دوازہ امام میں قیاس وارد کیں تو معلوم ہوا کہ یہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و مستعمل ہیں قطع نظر اس سے اگر بالقرن شیخ قمی کے نزدیک یہ روایات معتبر نہ ہوں تاہم حسب شہادت امام صادق و امام کاظم معتبر و قابل قبول ہیں کیونکہ ہم معنی اور مشابہ روایات اہل بیت کی ہیں تفسیر صافی میں منقول ہے۔

قال الصادق فی روایۃ من
راوا فاجروا فافقوا ان فی حدیثہ و ما جازا
فی روایۃ من راوا فاجروا فافقوا ان فی حدیثہ
امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ میرے پاس کسی روایت میں کسی ناجرادی سے آئے جو قرآن کی تائید ہو تو اس کو لے اور جو کچھ میرے پاس کسی حدیث میں لایا

تأخذ وقال انما ظهروا اجماع الحدیثان
المختلفان فتمسك به على كتاب الله وعلى احاديثنا
فان اشبهما فله حجت وان لم يشبههما
فلهما باطل۔

فاجبر سے آدھے جو قرآن کے مخالف ہو تو اس کو ذلے امام
کا نام نہ فرمایا جب تیرے پاس دو مختلف حدیثیں آئیں تو
اس کو کتاب اللہ اور جاری حدیثوں سے مقابلہ کر اگر وہ ان کے
مشابہ ہوں تو وہ حق ہے اور اگر ان کے مشابہ نہ ہو وہ باطل ہے

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہے کہ جو روایت موافق کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو
وہ حق اور واجب القبول ہے اور یہ روایات منقولہ صدوق بھی مشابہ ان روایات کے ہیں جو ائمہ سے
وارد ہوئی تو یہ بھی واجب القبول ہوں گی اور بعض روایات میں اگرچہ روایات اہل سنت میں اور بواسطہ
روایات اہلسنت کے منقول ہوئی ہیں لیکن یہ امر قاضی فی الروایۃ نہ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایات
کے موافق دوازہ امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجھیں گے اور ان روایات کے صدور سے مذہب کی
بنیاد کی استقامت کیوں کر کریں گے۔ اور ان روایات سے مذہب تشیع کو چند وجود سے صدر پر سختی
ہے۔ اول یہ کہ ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امامت کو زمانہ ائمہ اثنا عشر میں استقامت امر اور
غلبہ علی الاعباد اور ظهور دین اور اصلاح امر میسر ہوگا پس اگر ان کو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا
جاوے تو یہ وعدہ اور اخبار جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس اس کے اضطراب امر
اور غلبہ اعداء اور اختفاء دین اور فساد امر حاصل ہوا ثقل اعظم کا نام و نشان تک صفی گیتی سے گویا ہو گیا
ائمہ کی خود جیسی حالت رہی وہ محتاج بیان نہیں دوسری یہ کہ یہ غلبہ واستیلاء جو زمانہ ائمہ اثنا عشر میں موجود
ہے یہ منحصر اسی زمانہ تک ہے اس کے بعد ہرج و مرج و فساد و ملامت ہے اگر بعد ائمہ کے ہیں تو حضرت
عیسے میں اور وہ خود ائمہ سے کم درجہ ہیں تو معلوم نہیں کہ یہ امامت جو ائمہ اثنا عشر میں ہے منحصر اور ختم
ہو چکی تھی کیا بعد اس کے حسب ارشاد فاضل مجیب امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ
اثنا عشر کے پھر امامت کی ضرورت نہیں رہی یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دین ناقص چھوڑا
تھا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر میں مکمل ہو گیا۔ تیسری یہ کہ یہ زمانہ مصداق آیت شریفہ وعد اللہ
الذین امنوا منکم کہ جسے کہ خداوند تعالیٰ زمانہ بعض ائمہ میں اسجاز وعدہ استخلاف
و تمکین دین و ازاد خوف و حصول امن فرمائے گا اور یہ بھی جس قدر گمراہ مذہب تشیع ہے کسی دانش مند
پر پوشیدہ نہیں ہے۔

قولہ: ایسی حدیث مختلف اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا مجیب کی مناظرہ و
کے کمال پر دل ہے۔

جو روایت موافق قرآن ہو وہ قابل قبول ہوگی

اقول: ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ بشادات امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن کے ہو گئی
ہی راوی سے ہو واجب القبول ہوگی پس جب ہم اس سے پہلے انشارہ کر چکے تھے کہ یہ خلافت کتاب اللہ
سے ثابت ہے تو یہ روایت جو موافق کتاب اللہ کی ہوئی قابل قبول ہوگی رہا اختلاف واضطراب جو اس
روایت کی صحت کو ماننے ہو اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب بھی گزارش ہوتا البتہ یونہی بل دلیل دعویٰ
کرنا ہمارے فاضل مجیب کی کمال مناظرہ دانی پر دلیل ہے۔

قال الفاضل المجیب۔ قولہ اور آیات سے لے کر آپ کے علماء کے کلام اور صحابہ کے اقوال و
افعال سے اس کا اہم المہمات دینی ہونا ثابت ہے پھر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اس کی تصریح کیوں نہ فرمائی ماسبق روزہ و نماز و غسل و وضو و تیمم حتیٰ کہ آداب بیت الخلا وغیرہ وغیرہ تاکہ
توصاف مشرّع و مفصل بیان فرمائے اس اہم مہمات کو ہی کیوں چستان و پہیلی کر دیا کہ اشارہ و کنایہ
میں ادا فرمایا کچھ غور کیجئے اور انصاف فرمائیے ایسا کیوں کیا۔

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور

رسول اکرم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے مبلغ ہیں

يقول العبد الفقير الى مولاه العنبي: جب اہل سنت کا اصل مذہب آپ کو معلوم ہو چکا کہ ان
کے نزدیک خدا تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کی تبلیغ فرماتے ہیں
جو ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو پھر یہ اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ انہیں جب
خداوند کریم خود اس کے ایقان کا متکفل ہو چکا تھا تو پھر کچھ ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی
علیہ وسلم اس کو اس ہیئت کذافی کے ساتھ بیان فرمائے جس کو حضرت شیعہ پسند فرماتے ہیں اور ممکن
ہے کہ اگر تصریح کے ساتھ استخلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اس وقت بغاوت اور طرد اور قتل ظنیہ پیش
آتا سبب نہیں کہ باعث نزول عذاب کا ہوتا تو اس لئے امت کے سپرد کیا گیا اور اوصاف و عوارض تباہ
کر عمر نہ تصریح کے کر دیا گیا اور یہ بھی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے مجیب فساد میں کہ
جب یہ مسئلہ اہم المہمات اور اصول و مقاصد دین میں سے تھا اور خداوند تعالیٰ پر واجب تھا کہ اس کو

بیان فرماوے باوجودیکہ اہل سنت نے اسے فروع کو بیان فرمایا اس اہم المعات کو ہی کیوں جیتان و پسلی کر دیا کہ جو کتاب اللہ میں سے کہیں بوجہی ہی نہیں جاتی ہم کو تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسر و چشم ہے لیکن کچھ آپ بھی غور و انصاف سے حصہ لیں۔

قال الفاضل الجیب۔ قولہ یہ ہی امر باعث ہوا کہ اہل سنت میں در باب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس باب میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں چنانچہ ملاحظہ صواعق سے یہ امر معلوم ہو سکتا ہے۔ اقول۔ اگرچہ اس قول کے جواب میں گفتگو ہو سکتی تھی مگر چونکہ چنداں مفید نہیں بنظر اختصار کچھ عرض نہیں کرتے مگر اس قدر ضرور گزارش ہے کہ آپ کے خاتم الحمدین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ چہم میں فرماتے ہیں۔ زیرا کہ خلفائے ثلاثہ از اہل سنت نہ معصوم اند نہ منصوص علیہ در افضلیت ہم بحث بسیار است البتہ پس اگر آپ کا یہ قول صحیح ہے تو آپ کے خاتم الحمدین کا یہ دعویٰ علی الاطلاق صحیح نہ ہوگا اور بظاہر الفاظ میں کوئی قید معلوم نہیں ہوئی انفس کو آپ کے خاتم الحمدین نے صواعق کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ایسا دعویٰ جس کی آپ بھی تکذیب فرماتے ہیں نہ فرماتے۔

تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت سے شیعہ مجیب کی جہالت اور مسئلہ خلافت پر گفتگو

يقول العبد الفقیہ الی مولانا العفی: جناب میر صاحب گستاخی معان سخا کی عبارت کے مطلب کو تو آپ نے سمجھا ہی نہیں تھا بندہ کی گزارش کو بھی قبول نہ فرمایا اور نہ سمجھا لیجئے اب پھر گزارش کی جاتی ہے مگر تحفہ کا ملاحظہ فرمائیں اور سمجھیں مسئلہ منصوصیت امام جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مختلف ہے اس میں دیکھنا چاہیے کہ محل نزاع کون سا امر ہے کہ جس کو اہل سنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اس کو تسلیم کرتے ہیں چونکہ تحقیق نزاع کے لئے ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جس میں نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات فریقین کے نزدیک مافوق ہو تو اس لئے وہ نص کہ جس کا اشتراک حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہیں اسی کو حضرات اہل سنت منع کرتے ہیں اور اگر وہ نہ ہو بلکہ وہ نص جس کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں جدا ہو اور جس کو اہلسنت تسلیم نہیں کرتے ہیں دوسری تونزاع ہی مستحق نہ ہوگی پس وہ نص جس کو حضرات شیعہ امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر ہجرت

مرحہ استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سب کو جمع کر کے آپ نے ارشاد فرمایا ہو کہ اسے لوگوں فلاں شخص کو تمہارے اوپر میں اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میرے بعد وہ میرا خلیفہ اور تمہارا امام ہے اس کی اطاعت کیجئے اور اس پر ایمان لائیو اور اس کا اہلسنت انکار کرتے ہیں اسی کی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زید کہ خلفائے ثلاثہ از اہل سنت نہ معصوم اند نہ منصوص علیہ یعنی منصوص علیہ نبض تنازعہ فیہ نہیں ہیں چنانچہ سیاق عبارت سے متبادر الی الفہم ہے اور یہ مطلق انتقار نص کو مستلزم نہیں بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص جو مثل روز روشن واضح کر دی کہ استخلاف کس طرح واقع ہونے والا ہے بطور اخبار کے جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے ساتھ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوص فرمایا اور یہ باعتبار عرف اقرب الی الفہم ہے اور جن حضرات نے اخبارات اور بیانات و افقہ کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اس کو بمنزہ تفصیل کے سمجھا انھوں نے منصوص کہا اور یہ بھی باعتبار دلالت عقل صحیح اور قرین قیاس ہے اور فی الحقیقت یہ نزاع نہیں ہے کیونکہ مروج نفی و اثبات کا امرین متغایرین ہیں۔ فریق اول جس کی نفی کرتا ہے وہ جدا ہے اور فریق ثانی جس کو ثابت کرتا ہے وہ امر آخر ہے۔ بہر کیف اہل سنت میں سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہیں ہے کہ خلفاء منصوص اس نص کے ساتھ ہیں جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ ہے بلکہ بالاتفاق اس اعتبار سے تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہیں پس تحفہ میں جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی ہے وہ باعتبار اس نص کے ہے جو اہل سنت و شیعہ میں متنازعہ فیہ ہے اور بندہ نے جو اثبات نص کا صواعق کے حوالے کیا وہ راجع اس نص کی طرف ہے جو متنازعہ فیہ نہیں لیکن چونکہ ہمارے فاضل مجیب اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ گئے کہ تحفہ میں منصوصیت سے بالکل انکار ہے اس لئے یہ اعتراض فرمایا حالانکہ ہم نے علی الاطلاق قید لگا کر متنبہ بھی کر دیا تھا لیکن تبندہ نہ ہوا اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سوال میں بھی جو منصوصیت سے انکار تھا وہ علی الاطلاق تھا کیونکہ نص آپ کے نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اس کی نفی کر دی تو کل مفتنی ہو گئی۔ پس صاحب تحفہ کا دعویٰ صحیح ہے اور ہم نے اس کی تکذیب ہرگز نہیں کی انفس کہ آپ نے نہ تحفہ کا مطلب سمجھا اور نہ ہماری محرومیتیں تامل فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک جب تک بظاہر الفاظ میں کوئی قید نہ ہو اس وقت تک مضر نہیں ثنوب ہے کہ آپ اتنے بڑے منافق و دان و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائی جس کی صحت بالکل قرآن و حدیث میں تکذیب ہوتی ہے فائدہ بالعینی الترمذی الذین یالیعوا ابابکر! میں کسی جگہ بظاہر الفاظ میں قید ہے جو اس کو لازمی قرار دیا اور لفظ حد تک مثلاً مقتدر تجویز فرمایا حق کو نہا حجازہ

او حدید میں بظاہر الفاظ میں کہاں قید ہے علی ہذا القیاس بہت جگہ اس کی تفسیریں موجود ہیں لیکن کچھ تو فہم و انصاف سے کام لیں۔

کمال الفاضل المجیب، قولہ: اور حدیث تمک بالثقلین اور قصد احراق کا ذکر عجیب ہے سبحان اللہ اپنے گھر کی تو خبر لیجئے۔ اقول: امور دینی میں حدیث تمک کا ذکر آپ کو کیوں عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہل سنت کے نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لیں اور اس کو فروعی مسئلہ اور نہایت خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیوں تعجب آتا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه الخنی: حدیث تمک کا ذکر اس واسطے عجیب معلوم ہوتا ہے اور اس لئے تعجب آتا ہے کہ اس حدیث کا ذکر بطور طعن و تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اس سے برا عمل بعید ہیں تو اس صورت میں بمقتضای آتائے مکررون الناس بالذی و تفسون النفس کم کے ہر ذی عقل و شعور کو اس کا ذکر عجیب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کرنے کا زبانی دعوؤں سے تمک نہیں ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو مشائخ اور زرارہ اور ابوبصیر وغیرہ کے ساتھ تمک کیا ہے جن کے نامہ اعمال سابق میں مذکور ہو چکے ہیں اگر اسی کا نام تمک بالثقلین ہے تو ایسے تمک کو سلام ہے۔ ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے فروعیات کے خفیف ہونے کے کیا معنی۔

قولہ: آخر آپ کے خلفاء مامور بہ تمک تھے یا نہ تھے۔

اقول: خلفاء رضی اللہ عنہم بحکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیت اطاعت اولوالامر تھے اور مطاع اور اولوالامر کو جس طرح تمک کرنا چاہیے کیا۔

قولہ: اگر میں نے یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت کیا مقدمہ خلافت کا ہے پیش آیا آپ کے خلفاء نے اس باب میں اہل بیت سے کیا تمک کیا تو کون سے تعجب کا محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود اعلیٰ کمال دینداروں میں اس باب میں تمک نہ ہوا اور قصد احراق کیا۔

قصد احراق بیت کا جواب

اقول: مقدمہ خلافت میں جب کہ نقل اعظم ان کا متمک ہے تو لا محالہ نقل اصغر بھی اسی کا مقبوع ہے تو یہ سوال کہ خلفاء نے اس باب میں اہل بیت سے کیا تمک کیا البتہ محل تعجب ہے پھر اگر ہم نے اس پر حضرات شیعہ کے متمکات اہل بیت کے ساتھ جملہ تو ناغوش ہونے کی کون سی بات ہے لیکن ہم اسی مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات کیا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہیں کہ جب یہ حادثہ پیش آیا اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو اس وقت تک حضرات شیعہ کا وجود ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا، اگر اس وقت تک ان کو غلوت و جود عطا ہو چکا تھا تو فرمائیے کہ اس وقت ان حضرات نے کیا تمک بالثقلین فرمایا کیا اس وقت تک آیت

یا ایہا النبی جاهد الکفار والمنافقین اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو

یا ایہا الذین امنوا لا تمولوا قوماً اے ایمان والو دوستی نہ کرو ان سے جن پر خدا نے غضب کیا ہے

کا حکم اس وقت باقی نہیں رہا تھا اور اگر ان کا وجود ہی نہیں ہوا تھا تو پھر فرمائیے کہ ان کا وجود کس وقت ہو گیا ہو ہے۔ رہا قصد احراق بس اس کی بابت ہم پہلے بھی گزارش کر چکے ہیں اور اب بھی مختصر گزارش کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیعہ نے نفس احراق کا دعوئے نہ فرمایا چنانچہ آپ کے شیخ محقق طوسی تحریر کے مطاعن صدیق میں تحریر فرماتے ہیں۔

وانہ بعث الی بیت امیر المؤمنین علیہ السلام اور اس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اس نے بیعت سے انکار کیا بھیجا تو اس میں ان کا کوئی مانع نہ تھا

اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسرے حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا پھر جب دیکھا کہ یہ کاغذ کی ناؤ سنیں بہتی اور مشرقتین کی غلطی پر متنبہ ہوئے تو پچھلیوں نے اس دعویٰ کو چھوڑ کر قصد احراق کا دعوئے کیا اور ان میں سے ہمارے فاضل مجیب ہیں اور متمک اپنا اس روایت کو قرار دیا جو زائد میں منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وايحو الله ما ذاك بمانع ان اجتماع
هؤلاء النفس عندك ان امره وان
يحرق عليه البيت.
اور خدا کی قسم یہ مجھ کو کچھ مانع نہیں ہے کہ
یہ جماعت تیرے پاس اکٹھی ہوگی اس سے کہیں
گھر جلانے کا ان پر حکم کروں۔

اب عاقل ان الفاظ میں غور کرے اور حضرات شیعہ کے دعوے کو دیکھے کہ ان الفاظ سے ثابت
ہوتا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے ہرگز قصد اہراق جس کے ہمارے فاضل مجیب معنی میں ثابت
نہیں ہوتا کیونکہ قصد اہراق ایک ایسی پہنچنگی عریضہ کو مقتضی ہے جس میں کچھ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر
ہے کہ اس روایت میں لفظ ما ذاک بالنی مذکور ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مجھ کو روکنے والا نہیں ہے
جو صریح عدم قصد پر دلالت ہے اور محض تحویل کو مثبت ہے اور نیز اس جگہ لفظ ان شرطیہ مستعمل ہے
جو باعتبار اپنے اصل وضع کے امور مشکوکہ محتمل کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور یہ جہاں قصد و عزم کے
منافی ہے، علاوہ انہیں اس قسم کی عبارات عرف عام میں محض تہدید کے واسطے بولے جاتے
ہیں اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور ہرگز قصد ایقاع فعل نہیں ہوتا چنانچہ
جناب امیر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جب کہ وہ بصرہ کا بیت المال لوٹ کر بزم حضرت شیعہ مدینہ
آئیے بیٹھے تھے اور جناب امیر نے ان کو ایک عتاب آمیز خط تحریر فرمایا جس کی نقل ہم بیچ ابلاغت سے
اوپر کر چکے ہیں اس میں تحریر فرمایا ہے، فائق الله وادد الى هؤلاء القوم اموالهم فانك ان
لوقتل شر امكنني الله منك لاعداء الى الله فيك ولا حسرتك بسيدني
الذي ما ضربت به احد الا ودخل النار۔ اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیے کہ یہ الفاظ آپ
کے زعم کے موافق ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پھر ہم پوچھتے ہیں اگر یہ قصد قتل
ہے تو قتل کی نفس مسلمہ کا۔

الواحد في ثلث النفس بالنفس
والغيب الزائف والتارك لدینه۔
جان کے اور غیب زانی اور مرتد۔
جائز ہے یا نہیں، علاوہ اس کے ابن عباس نے وہ اموال واپس کئے یا نہیں اگر واپس کر دینے تو خود
ابن عباس نے جو اس کے جواب میں تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال میں میرا حق اس سے زیادہ اس کے
مخالف ہے اور نیز کہیں واپس کرنا اموال کا ثابت بھی نہیں ہوا اور اگر واپس نہیں کیا تو پھر حضرت کو
کبھی ان پر قدرت ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی اور پھر ان کے ساتھ کبھی نہیں ملے تو شیعیان پاک میں
یونکر داخل ہوئے اس صورت میں تو مثل اور صحابہ کے ان کو بھی کافر و مرتد فرمائیے ورنہ نہ کہ سے کہ حسب

شیخ محقق طوسی تحریر میں۔

مخالفت فستقة و محاربوں کے لئے۔
اس کے مخالف فاسق ہیں اور اس کے محارب کافر۔
ناشق تو ضرور ہے کبھی درندہ اور صحابہ نے ہی ایسا کیا تصور کیا ہے اور یہ نیز حج بلا مرج کیوں ہے اور
اگر قدرت ہوتی تو پھر جناب نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا قصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم
میں باتر ہوئے یا حادث منسل ارشاد ہو۔

قولہ: عجب نہیں کہ آپ کو یہی اس کا تعجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچھ جواب دیتے اور یہی
دہر ہے کہ جب آپ سے باہر ہر جودت طبع کچھ جواب نہ سکا تو ناخوش ہو کر پھلا کر بیٹھنے دینے لگے۔

قصد امر قلبی ہے

اقول: افسوس کہ آپ نے ہماری گزارش کو نہ سمجھا ہم نے اجمالاً و مختصراً وہاں بھی جواب دیا
تھا اور لکھا تھا کہ قصد امور قلبیہ میں سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ادراک دشوار ہے
اور جو الفاظ سے منہوم ہوتا ہے وہ ہرگز ایقاع پر دلالت نہیں کرتا پس یہ حضرت کی خوش فہمی ہے
کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہ سکا چنانچہ اس جواب میں ہم نے اس کو
کسی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کیا ہے، پس اگر آپ اب بھی نہ سمجھیں تو اس میں فرمائیے کہ ہمارا کیا قصور
ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کام جواب نہیں دیتے۔

قولہ: ہم نے بے شک اپنے گھر کی خبر لی ہوئی ہے آپ کو اس سے کیا، بالفرن ہم اپنے گھر
کی خبر لیں یا نہ لیں مگر آپ کے گھر کی خبر نہیں کیونکہ اگر آپ کا گھر سلامت ہوتا تو اس کی سلامتی ثابت کر کے
اور اس سوال کا جواب دے کر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تھا۔

اقول: چونکہ یہ عبارت محض خوش فہمی سے ناشی ہے کہ آپ نے میری تحریر کو سمجھا ہی نہیں
اور اس کا جواب خالی از ہر دل و ظرافت نہ ہو گا اس لئے ہم اس عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔
قولہ: بغرض حال اگر آپ کا یہ دہم صحیح بھی ہو تب بھی آپ ہم جیسے ہو گئے پھر طعن کے کیا معنی۔
اقول: یہ حضرت کی مناظرہ والی ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ ہم جیسے ہو گئے پھر طعن کے کیا
معنی ورنہ فی حقیقت جب ہماری گزارش کو صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنے آپ کو غیر متمسک بالتحلیل تسلیم کر
لیا اور نیز بزم نہ ہو کہ جو در ہمارے اکبر و اعظم کو بھی غیر متمسک سمجھ رکھا تھا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہ محض
بزم سامی ہے اور وطن کا مدار زعم سامی پر نہیں ہے تو یہ فرمایا کہ پھر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور

شیعوں کی کتابیں تو آپ کو نہیں ملتی کاش مفتی الکلام و تحفہ دیگرہ کو جن کے اعتماد و مجاہدہ پر آپ جواب لکھنے بیٹھے ہیں بامعان نظر ملاحظہ فرماتے۔ کتاب اللہ کی تعلیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے عاقلانہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو حضرات اہل سنت کا محجب حال ہے کہ کبھی تو صاحب مفتی الکلام فرماتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک بیامن عثمانی یعنی معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی کلینی صحیح تر ہے اور دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ زبان ثقات قشعین سے سنا گیا تھا اور کبھی صاحب تحفہ ادا کرتے ہیں کہ تاریخ ابن قتیبہ نزد شیخ مسند تراذ قرآن ست اور کوئی دلیل تحریر نہیں فرماتے یہ علماء حضرت اہلسنت کا حال ہے کہ خود شیعوں کی نسبت ایسے افتراء و اتہام اپنی طرف سے منسوب کرتے ہیں اور کوئی دلیل و مسند بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض مٹنی ہوئی بتلاتے ہیں اور کچھ نہیں سترہ مانتے۔ حیث صحت ہمارے حضرت مجیب نے بھی ان کی تقلید سے یہ لکھا ہے۔ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔

بحث تحریف قرآن

يقول البعد الفقير الى مولاه العننى: اس متبذ میں بوجہ چند کلام ہے۔ اول یہ کہ یہ مسئلہ برہنات اولیہ سے ہے چنانچہ ابھی واضح ہو جائے گا اور برہنات محتاج دلیل نہیں ہوتی جس کو مذہب شیعہ کی کچھ بھی واقفیت ہوگی وہ اس مسئلہ سے ضرور واقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہم نے اس مسئلہ میں صاحب مفتی الکلام کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔ چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا ہاں اگر تبجاواستطراد کوئی روایت صاحب مفتی الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے لیکن یہ مقتضی تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے محجب کا وہم و گمان ہے دوسری یہ کہ صاحب مفتی الکلام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتماد پر جواب لکھنا اگرچہ ہمارا فرہ ہے لیکن یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے فاضل مجیب پر واضح ہو جائے گا کہ ہم نے محض تقلید ہی جواب لکھا ہے یا اپنی تحقیق سے بھی کام لیا ہے۔ معہذا یہ طعن تو اس وقت زیبا تھا جب کہ آپ کے مضامین و جوابات آپ کے خاندان و فریقہ طبعیت ہوتے اور جب آپ بھی محض ناقل اپنے بزرگوں کے ہیں اگر میں نے اپنے بزرگوں سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتھی یہ کہ یہ بحث قرآن کی تحریف و عدم تحریف میں ہے پھر ہماری فہم میں نہیں آتا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے یہ بیچ دار الفاظ کیوں تحریر فرمائے کتاب اللہ کی تعلیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے۔ عاقلانہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو بجز تعلیم و تکریم کا کیا ذکر

اور اس کے لکھنے سے کیا فائدہ صاف لکھنا چاہیے تھا اگر آپ کے یہاں تحریف معتبر نہیں اور باجماع اہل ایمان ہے تو لکھنا چاہیے تھا کہ کتاب اللہ کی عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے عاقلانہ اس میں کچھ بھی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان و جواب از ریسمان کی مثل یہاں صادق ہے کہ گفتگو تحریف و عدم تحریف میں ہو اور ثبوت تعلیم و تکریم و تقدیم کا دیوں سبحان اللہ ہمارے حضرت فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہ مستلزم عدم تحریف کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ یہ تعلیم و تکریم علی وجہ التقدیر واجب ہو یا اس وجہ سے ہو کہ اس باقی ماندہ میں آخر اکثر اصل ہے الحاق تو کم ہے کیا کتب کا وہ محرف کی تعلیم و تکریم اجماعی اہل ایمان نہیں ہے کیا ان کی تحفہ و امانت اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیوں کر اجماعی ہے امام معصوم تو آیت امتہ صیحبہ الہی من امتہ سن کر تزیل و امانت کے طور پر قرآن پھینک دیوں اور لائق امانت سمجھیں اور ہمارے فاضل مجیب اس کی تکریم و تعلیم کو اہل ایمان کے اجماعی فرما دیں معلوم نہیں امام معصوم کو اہل ایمان میں سے سمجھتے ہیں یا نہیں اور ان کی مخالفت خارق اجماع ہے یا نہیں۔ مگر ہاں آیت فرماتے ہیں کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب اللہ ہے جو سر و اب سر من راستے میں امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ میں محفوظ ہے۔ معہذا مسئلہ کہ تعلیم و تکریم اجماعی ہونے سے مراد یہ ہے کہ عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے معلوم ہو کہ جو لوگ قائل تحریف کے ہوتے ہیں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور ان پر و بیع غیر سبیل المؤمنین صادق آتا ہے ذرا اس کو یاد رکھیے گا۔ اس صورت میں آپ نے صد باعلما شیعہ متقدمین و متاخرین کو بے ایمان بنا دیا شاہد اش آفرین باد۔ پانچویں صاحب مفتی الکلام اور صاحب تحفہ نے بھی اس بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گذارش سے کسی قدر واضح ہو جائے گا۔ چھٹی یہ کہ بندہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ معلوم نہیں یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں اغراض و اعراض فرمایا حالانکہ اس کا موقع و محل کتب حدیث و تفسیر ہیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسی واسطے نہیں کیا کہ ان میں تحریف قرآن کا ذکر ہے اور روایات اس کے ثبوت کی موجود ہیں لیکن مشکمیں نے جب دیکھا کہ خصم بے ڈھب گھوگر ہوا ہے جس سے بردن رانی مشکل ہے اس لئے انھوں نے کہیں انکار تحریف کر دیا اور روایات کو تو جہیات لاخاکہ سے مسخ و تحریف فرمایا اور بعض جگہ مشکمیں نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعویٰ کیا چنانچہ ہم نقل کریں گے قول: بہر حال جواب گذارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں لکھا ہے محض دروغ و بے فہمی

ہے اگر آپ کو دعویٰ ہے تو بسم اللہ کو فی دلیل لایستہ یہ آپ نے کہاں سے لکھا کہ یہ امر مسلمات شیعہ سے ہے۔ آپ اپنے اس دعویٰ میں اگر کچھ ہیں تو کوئی چھوٹی موٹی ہی دلیل بیان کیجئے اور جواب سنئے۔

تحریف قرآن کے دلائل شیعہ کی کتابوں سے

اقول: اے حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور مطابق نفس الامر اور واقع کے ہے اس میں کذب کو دخل نہیں ہے افسوس یہ ہے کہ آپ کو اپنی کتب حدیث و تفسیر کی خبر نہیں ہے اگر آپ ان کتابوں میں سے دیکھتے تو ممکن تھا کہ آپ اس دعویٰ کا انکار فرماتے لیجئے چھوٹی موٹی نہیں بلکہ ہم موٹے موٹے دلائل واضح پیش کر رہے ہیں براہ عنایت ذرا متوجہ ہو کر سنیں احادیث متعددہ جو مختلف ائمہ سے مروی ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا متواتر المعنی ہیں اور درجہ قطعیہ کو پہنچ چکی ہیں وہ بعبارات النص وقوع تحریف کو ثابت ہیں اس وقت میرے سامنے صرف تفسیر صافی کھلی رکھی ہوئی ہے اس سے بطور مشق از خود وار وقفہ از بخار نقل کرتا ہوں محمد بن مرتضیٰ المصطفیٰ اپنی تفسیر کے مقدمات میں لکھتے ہیں۔

المقدمة السادسة في نبذ ما جاء في
جميع القرآن وتحويله وزيادته ونقصه و
تأويل ذلك روى علي بن ابراهيم القمي
في تفسيره باسناد عن عبد الله عليه
السلام قال ان رسول الله صلى الله عليه
واله قال لعلي عليه السلام يا علي ان القرآن
خلف فراشي في الصحف والصحير
والغزل ليس فخذ ودها تجرد وانه تصغيره
كما صنعت اليهود التوراة فانطلق علي
عليه السلام فجمعه في قوب اصغر ثم ختمه
عليه في بنية وقال لا اريد في حبي اجمعه
تلك ان الرجل لياثية فيخرج به بغير رداء

چھٹا مقدمہ اس کے حضور سے بیان میں جو قرآن کے
جمع اور تحریف اور زیادتی اور نقصان کے باب میں آیا ہے
اور اس کی تائید میں علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں
اپنی اسناد کے ساتھ ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی
یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا
اے علی قرآن میرے پچھونے کے کچھ صحیفوں اور شیشم اور
کاغذوں میں ہے اس کو تو ضائع نہ کیجئے جس طرح یہودیوں
نے تورات کو ضائع کر دیا ہے میں جمع کرنے لگے اس کو
علی علیہ السلام زبردستی میں بیان کیا کہ اس پر مر لگائی
اپنے گھر میں اور کہا اس کو فرمائی کہ پھر میں ہنول
گا کہ آپ کے پاس کوئی شخص آتا تھا تو آپ اس
کی حرف ہر دوں پڑھ کر کے لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ

حق جمعه في رواية ابی ذر الغفاري
رضي الله عنه انه لما نزل في رسول الله
صلى الله عليه واله يجمع على عليه السلام القرآن
وجاء به الى المهاجرين والنصارى عرضده عليهم
لما قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله
عليه واله فلما فتحد ابو بكر خيخ في اول
صفحة فتحتها فضيخ القوم فوقف عمر
وقال يا علي اردده فلما حاجة لما فيه
فاخذ علي عليه السلام والنصف ثمنه فحضر
زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال
له عمر ان عليا جئت بالقرآن وفيه فضيخ
المهاجرين والنصارى وفند اردنا ان قولنا ما
القرآن ولست قط منه ما كان فيه فضيحة و
هتاك للمهاجرين والنصارى فاجابه زيد ابی
ذلك ثم قال فانما فرغت من القرآن على
ما سالتهم واظهد على القرآن الذي ان الله ليس
قد بطل كل ما علقتموه قال عمر فما الحيلة
قال زيد انتم اعلموا بالحيلة فقال عمر
ما الحيلة دون ان تقتل ولست ربح منه
قد برفقتك فقتله عني يد عا لدنبت اوليد
فلم يقد رعى ذلك وقد مضى شرح ذلك
فلما استخلفت عمر سال عليا عليه السلام
ان يرفع اليه القرآن فيحرقه فيما بينهم
فقال يا ابا الحسن ان كنت جئت به ان لا يبارك
فات به اليها حتى نجمع عليه فقال علي

اس کو جمع کر چکے اور ابو ذر غفاری کی روایت میں ہے
جب رسول اللہ وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا
اور مہاجرین و انصار کے پاس لانے اور ان پر پیش کیا
یہ زید بن ثابت نے ان کو اس کی وصیت کی تھی
جب ابو بکر نے اس کو کھولا تو پہلے ہی صفحہ میں قوم کی
فضیخ ظاہر ہوئی تو عمر اچھل پڑا اور کہا اے علی
اس کو واپس لے جا ہم کو اس کی کچھ حاجت نہیں
ہے پھر علی نے اس کو لے لیا اور چھ آٹے پھر زید بن ثابت
کو بلایا اور وہ فارسی قرآن تھا اس کو عمر نے کہا کہ علی
ہمارے پاس قرآن لایا تھا اور اس میں مہاجرین و
انصار کے فضیخ تھے اور ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمارے
نے قرآن جمع کرے اور جس میں مہاجرین و انصار کی فضیخت
اور ہتک ہو اس میں سے ساقط کر دے زید نے اس
کو قبول کیا پھر کہا کہ جب میں قرآن سے تمہارے
سوال کے موافق فارغ ہوا اور علی نے جو قرآن جمع
کیا ہے ظاہر کیا تو کیا تمہاری سب کارروائی باطل نہ ہو
جائے گی عمر نے کہا پھر اس کی تدبیر اور حیل کیا ہے
زید نے کہا حیل کو تو زیادہ جانتے ہو عمر نے کہا بجز
اس کے حیل کیا ہے کہ ہم اس کو قتل کریں اور راحت
پائیں تو فالہ کہ ہاتھ سے علی کے قتل کی تدبیر کی
لیکن اس پر قدرت نہ ہوئی اور اس کی شرح گزیر چکی
ہے جب عمر علیؓ سے تعلق سے مانگا کہ قرآن ان کو
دہوے تا کہ وہ اس کی بھی باجمہ تحریف کریں پس کہا
ابا حسن اگر تو اس کو ابوبکر کے پاس لایا تے تو ہمارے پاس
بھی لانا کہ ہم اس پر جمع ہوں علی نے فشرمایا

عليه السلام هيئات لبس الى ذلك سبيل انما
جئت به الى ابوبكر لتقوم الحجة عليكم ولا
تقولوا يوم القيمة انما كنا عن هذا غافلين
او تقولوا ما جئنا به ان القرآن الذي
عندي لا يمسه الا المطهرون والادوصياء
من ولدتي فقال عمر فهل وقت لاظهاره
معلوم قال علي عليه السلام نعم اذا قام العام
من ولدتي يظهره ويحمل الناس عليه
فتجري السنة به - ملتفظا

وہ بات دور لگی اس کی طرف رستہ میں ہے ابوبکر کے پاس من اس لئے لایا تھا کہ قرآن پر حجت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے یا کہہ کر تو اس کو ہمارے پاس نہیں لایا تھا جو قرآن میرے پاس ہے اس کو بجز ستر کے اور میری اولاد میں سے اور کوئی نہیں چھو سکتا مرنے کا تو کیا اس کے انہما کا وقت معلوم ہے علی نے کہا ہاں جب میری اولاد میں سے قائم (مندی) آئے گا تو اس کو نام کر کے گا اور اس پر لوگوں کو براہ کھڑ کرے گا تو اس کے ساتھ سنت جاری ہوگا

عاقلاً منصف ان دونوں روایتوں میں تامل فرما ہو کہ حسب ارشاد مجیب بسبب قرآن موجود میں تحریف نہیں ہوئی تھی تو جناب امیر کو اس قدر سعی و کوشش و محنت و مشقت نہ تھا بلکہ شریعت ایمان جمہا میں اٹھانے کی کیا ضرورت تھی اور حضرت صدیق کے پاس بغیر من تمام حجت لانے کے کیا معنی اور اس میں فساد مجاہدین و انصار نکھان اس سے بھی زیادہ لغو اور کذب و زور اور حضرت فاروق کا رد کرنا اور زہیر بن ثابت کو بلا کر تحریف کا مشورہ کرنا اور آپ کے قتل کی غالطی کے ہاتھ سے تدبیر کرنا اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تدبیر اس قصہ کا از سر نو چھیڑنا بالکل واہیات اور غرافات ہو اپنی جنسوں نے یہ روایت کی اور جو اس کے قائل ہوئے سب ہمارے فاضل محیب کے نزدیک دائرہ ایمان سے شاید خارج ہوں گے اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ عبارات انفس مثبت و قریح تحریف ہے اور بالبرہان ہمارے محیب کے دعوے کے مکتذب ہے اور سینے۔

شیعہ کی معتبر کتاب کافی سے تحریف قرآن کا ثبوت

وفی اسکانی عن محمد بن سبلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی الحسن علیہ السلام قال قلت لہ جعلت خداے انما نسخ الایات فی القرآن لبس حی عندنا انما نسعی اور نفس ان نظری لما بلغنا عنکم فیما نأثر فقال لا قوی ما نعظم

کالی میں ہوا سید محمد بن سبلان اور اس کے بعض اصحاب کے ابو الحسن سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قریبان ہوں ہر بات قرآنی سنتے ہیں ہمارے نزدیک اس طرح نہیں ہے جس طرح ہم سنتے ہیں اور پھر ہی طرح میں پڑھتے تھے جس طرح جو کہو ہے سچا تو ہو گیا تھا

یہ شیعہ من یلمکم اقول یعنی بہ صاحبہ و علیہ السلام و باسنادہ من سالو بن سلمۃ قال قرأ رجل علی ابی عبد اللہ وانا اسمع حروفا من القرآن لبس علی ما یقرأھا الناس فقال ابو عبد اللہ کف عن هذه القراءة اقرأ کما یقرأ الناس حتی یتیم القامو فاذا قام قرأ کتاب اللہ تع علی حذو و اخرج المصحف الذی کتبہ علی علیہ السلام و قال اخرجہ علی علیہ السلام الی الناس حین فرغ منہ و کتبہ فقال لہم هذا کتاب اللہ کما انزلہ اللہ علی محمد و قد جئناہ بین اللوحین فقالوا حوزا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لا حاجة لنا فیہ فقال اما واللہ ما ترونہ بعد یوم مکر هذا ابدا انما کان علی ان اخبر کھو حین جئنا نقرأ و و باسنادہ عن البرزخی قال دفع ابی ابراہیم حسن مصحفاً وقال لا تنظر فیہ ففتحتہ و قرات فیہ لولیکن الذین کفروا فوجدت فیہ اسم سبعین رجلاً من قولیش باسمائہم و اسماء ابائہم قال فبعث الی البعث الی بالمصحف و فی تفسیر العیاشی عن ابی جعفر قال لولا انہ زید فی کتاب اللہ و نقص ما خلقی حشاشی ذی حجج و لو قد قام قائماً فتنفق صدقہ القرآن و فیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال یقرأ القرآن کما انزل انبیا فیہ مستقیم و فیہ عنہ ان فی القرآن ما معنی و ما یحدث و ما شوکوا کہ نہ

ہوتے ہیں فرمایا نہیں تم پر جو جس طرح تم نے لکھا ہے پس منتریب آئے گا جو تم کو سکھائے گا اور اپنی سند کے ساتھ سالم بن سلم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر پر چند حروف قرآنی پڑھے جو لوگوں کی قرات کے موافق نہیں تھے اور میں سن رہا تھا ابوبکر اللہ نے فرمایا تو اس قرات سے باز رہ اور پڑھ جس طرح لوگ پڑھتے ہیں مودی کے قارئین نے کہ پس جب وہ قائم ہو گا کتاب اللہ کو اس کی صہ پر پڑھے گا اور وہ مصحف جو علی نے لکھا تھا نکالا اور کہا علی نے اس کو جب اس کے کھنے سے فارغ ہوئے تھے تو لوگ کی حرف نکالا تھا اور کہا تھا اللہ کی کتاب ہے جس طرح اللہ نے محمد پر نازل کی اور میں نے اس کو و میں میں جمع کیا انھوں نے کہ یہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے اس میں قرآن ہے ہم کو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے فرمایا اللہ کی قسم اس دن سے پہلے تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے مجھ پر صرف یہ تھا کہ جب میں نے جمع کیا تھا تم کو خبر کرو دوں تاکہ تم اس کو پڑھو اور اپنی اسناد کے ساتھ برائی سے روایت کی ہے کہ مجھ کو ابو الحسن نے مصحف دیا اور کہا کہ اس میں نہ دیکھو میں نے اس کو کھولا اور سورہ لم یکن انزل کو نہ پڑھی تو میں نے اس میں ستر آدمیوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام پائے کہ اس میرے پاس بھی کہ مصحف میرے پاس بھی دے تفسیر عیاشی ابوبکر سے مروی ہے فرمایا کہ کتاب اللہ میں زیادتی اور نقصان نہ کیا جاتا تو ہمارا حق کسی قدر دے پر پوشیدہ نہ رہتا اور اگر ہمارا قائم تھا کہ کھم کرے گا تو اس کی قرآن تفسیر کرے گا اور اس میں ابوبکر اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ قرآن پڑھا جا تا جس طرح نازل ہوا تو اس میں نہ زیادتی تھی اور اس میں اس سے مروی ہے کہ قرآن

فيه اسماء الرجال فالعيت واصا اسم الواحد
منه في وجوه لاي يحصى يعرف ذلك الوصاة و
فيه عنه عليه السلام ان القرآن قد طبع منه
آتي كثيرة ولم يزد فيه الا حروف وقد
اخطأت به المكتبة وتوحيها الرجال وروى
الشيخ احمد بن ابى طالب الطبرسي طاب ثراه
في كتاب الاختصاص في جملة الاحتجاج امير
المؤمنين على جماعة من المهاجرين
والانصار ان طلحة قال له عليه السلام في
جملة ما يلد عنه يا ابا الحسن شئ اريد
ان اسئلك عنه رايتك خرجت بشوب محتوم
فقلت يبا الناس اني الواصل مشغول برسول الله
صلى الله عليه واله بعنقه وكفنه ودفنه
ثم اسئلت بكتاب الله حتى سمعته فيها
كتاب الله عندي مجموعا لم يستطع عني
حرف واحد ولو اردت انك الذي كتبت
واسئلت وقد رايت عمر لعث اليك ان ابعت
به اني فابيت ان تفعل فدا عمر الناس في ذ
مشهد رجلا عن ابي كعب ان ابا عبد الله
عليه السلام رجل واحد ارجاه فاعلم يكتب
فقال عمر وانا سمع انه قد قتل يوم اليمامة
فوقه كافي يقرن قنار بتره غيرهم فقد
ذهب وقد جاءت مشاة صحينة وكتاب
يكتوب فاكسها وذهب ما فيها وكتاب
بيده من عثمان وسمعت عمر

میں جو کچھ گزشتہ آئندہ ہے موجود ہے اس میں لوگوں
کے نام تھے پس گمراہی گئے اور اس میں ہر ایک کا نام ملتا
خرج پر ہے جس کو دعا پہنچاتے ہیں اور اس میں اسی سے
مردی ہے کہ قرآن میں سے بہت آیتیں کم گئی ہیں اور زیادت
صرف چند ہونے کی ہوتی ہے اور کچھ دالوں نے خطا کی ہے
اور لوگوں نے وہم کیا شیخ احمد بن ابی طالب ہر کسی نے اپنی
کتاب احتجاج میں مجملہ احتجاج امیر المؤمنین کے صاحبزاد
انصار کی حالت پر روایت کیا ہے کہ ملو نے منہ اپنے سوا
کے جناب امیر سے کہا اے ابوالحسن میں تجھ سے کچھ پوچھنا
چاہتا ہوں میں نے تجھے تو دیکھا تھا کہ تو میرا گمراہ اور
لے کر نکلا اور کہا اے لوگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی تجنیز و تکین میں مشغول رہا میرے کتاب اللہ میں
بیان کیا کہ میں نے اس کو جمع کیا میں یہ کتاب اللہ میرے
پاس فراموش ہونے سے جس میں مجھ سے ایک حرف بھی
کم نہیں ہوا اور میں نے نہیں دیکھا تھا جو تو نے لکھا
تھا اور جمع کیا تھا اور میں نے تجھ کو دیکھا کہ تیرے پاس پیام
بھیجا تھا کہ میرے پاس اس کو بھیج تو تو نے بھیجے سے
انکار کیا مجھ عمر نے لوگوں کو دیا پس جب دو آدمیوں نے
ایک آیت پر گواہی دی اس کو گواہی اور جس آیت پر گواہی
ایک کے کسی نے گواہی دی اس کو گواہی دیا اور نہ لکھا
پھر عمر نے کہ میں سن رہا ہوں کہ تیرے کہن قاریوں کا
ایک گروہ جس کے سوا کون دوسری مقلد ہر ایک
میں تو قرآن پڑھا اور تجھ سے صحیفہ کوفہ کجی آئی
جس کا مکہ سے بھیجے دوسرے کو کھائی اور جو کچھ اس میں
تھا پڑھا اور عثمان سے وقت کتاب لے لی اور میں نے

واصحابہ الذین الغرما لقبوا علی عہد
عمر علی عہد عثمان یقولون ان الاحزاب
كانت تعدل سورة البقرة وان الزينيف
ومائة آية والتسبر لتسعون ومائة آية فها
هذا وما يمتنعك يرجعك الله ان تخرج كتاب
الله الى الناس وقد عمد عثمان جبين
اخذ ما انت عمر فتجمع له الكتاب وحمل
الناس على قراءة واحدة ففرق مصحف
ابى ابن كعب وابن مسعود واحرقه ما بالناظر
فقال له على وطلحة ان كل آية انزلها الله عز
وجل على محمد صلى الله عليه واله عندي باملاء
رسول الله وخط يدي وتاويل كل آية انزلها
الله على محمد صلى الله عليه واله وكل حلال
وحرام واحد وحكموا شئ يحتاج اليه
الامة الى يوم القيمة مكتوب باملاء رسول الله
وخط يدي حتى ارش بعديش قال خطوه
كل شئ من صغير او كبير او خاص او عام
كان او يكون الى يوم القيمة فهدر عندك مكتوب
قال نعم وسوى ذلك ان رسول الله صلى الله
عليه واله استأني في حرمته من خارج الباب
من لعنه لعن كل باب انت باب ولد انت
الامة منذ قبض رسول الله استخرج
و حاصو ف ركه من فوقه ومن
تعت رجلا يهودي حديث وقال في
استجد عني ما يذيت لذي ج

عمر سے اور اس کے اصحاب سے صحیفوں نے جمع کیا تھا جو
کچھ لکھا تھا عمر کے زمانہ میں اور عثمان کے زمانہ میں ساتھ
کہ احزاب سورہ البقرہ کے برابر تھی اور نور ایک اور چند
آیتیں تھی اور جو ایک سو نوے آیتیں تھی تو یہ کیا ہے
اور خدا تجھ پر رحمت کرے تجھ کو کون مانع ہے اس سے کہ
تو کتاب اللہ کو لوگوں کی طرف نکالے اور تحقیق عثمان نے نصہ
کیا ہے جب کہ لیا جو کچھ عمر نے جمع کیا تھا اس کے لئے
غشیوں کو اکٹھا کیا اور لوگوں کو ایک قرات پر مجبور کیا ان
میں کتب اور ابن مسعود کا مصحف بھاڑ ڈالا اور آگ میں
جلا دیا اس کو علی نے جواب دیا اے ظالم تحقیق ہر آیت جو
اللہ عزوجل نے محمد پر نازل کی ہے میرے پاس ہے رسول
اللہ کی لکھی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور ہر آیت
کی تاویل جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد پر نازل کی اور ہر ایک
حلال یا حرام یا حد یا حکم یا کوئی جس کی قیامت تک امت
محتاج ہو رسول اللہ کی لکھی ہوئی اور میرے ہاتھ کی
لکھی ہوئی ہے خواش کی آیت تک خطوئے کہا ہر شے
چھوٹی بڑی خاص یا عام گزشتہ یا آئندہ قیامت تک
وہ تیرے پاس لکھی ہوئی ہے کہا ان دور اس
کے سوا یہ کہ رسول اللہ نے اپنی مرض میں ہزار
بار کے علم سے کچیاں پوشیدہ عفا فی حق
ہیں جس میں سے ہر باب ہر باب کھوتا ہے
اور اگر امت سب سے رسول اللہ نے وفات پائی
ہے میری آیت اور میری پروردگار کی تو جی اور پیر اور
پاؤں کے نیچے سے کہ تو حدیث کو ترک کر بیان یہ
اور آیت محبت میں کیے ازین ہر

الیہ مستدل باری من القرآن متشابه
یحتاج الی التأویل وکان من سؤالہ ان
احد اللہ قد شہر ہنوات انبیاءہ بقولہ و
عصی آدم ربہ فغوی وتکذیبه نوحا لما قال
ان اخی من اہلی بقولہ اندلیس من
اہلک وبوصفہ ابراہیم بانہ عبد کوکبا
مرة ومرة قمر او مرة شمس او بغیرہ فی بیست
ولقد ہمت بہ وحم بہا لولان راہی برحان
ربہ وبشہد حنیہ موسیٰ حیث قال رب ارنی
انظرا لیت قال لن ترانی الا یئدہ وبجئہ الی
داؤد جبیل ومیکائیل حیث تسوروا الخراب
الی اخر النقصہ وبجسہ یونس فی بطن
الحوت حیث ذهب مضاضا مذبذبا واظہر
خطا الانبیاء وذلہم نعو رسی اسماء من
اغتروا من خلقتہ فضل واضح وکئی من
اسماء یسوع فی قولہ ولیوم یعضر انطاخہ
علی یدیدہ یثور بالینتی اتخذت مع
ارسل سبیلہ یارینتی لم اتخذ فلانا
خیلہ لقتل اضلنی عن الذکر بعد ذہابی
فمن هذا انطاخہ الذی لم یدکومن
اسمہ ما ذکر من اسماء الانبیاء

تحقیق غافر کردیہ کج گزیدہ سے بعد اس کے کہ نہ میرے پاس یہ خادموں سے جس کے نام نہیں ذکر کیا جتہ
انبیاء کا نام ذکر کیا ہے

جو چند آیات متشابہات قرآن کے ساتھ جرم تاویل کے
محتاج تھے مسئل ہو کر آیا تھا فرمایا اور اس کے سوال ہے
یہ تھا کہ میں یا آہوں اللہ انبیاء کے ہنوات مشہر کرے
اپنے قول کے ساتھ اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی
کی پس گمراہ ہوا اور نوح کے تکذیب کے ساتھ جب اس نے
کہا اے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اپنے قول سے
روہ تیرے اہل سے نہیں ہے اور ابراہیم کے اس امر کے من
کے ساتھ کہ اس نے کبھی ستاروں کی پرستش کی اور کہیں یا منکی
اور کہیں سورج کی اور اپنے قول کے ساتھ یونس کے معاملہ میں
و تحقیق قصہ کیا لیجئے یونس کا اور یونس نے زلیخا کا گروہ
اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتا اور موسیٰ کے برائی کے ساتھ جب کہا
اے رب مصلح ہو کہ وہ دیکھوں میں تیری طرف فرمایا مگر نہیں
دیکھ سکے گا کچھ کہ اور جبرئیل ومیکائیل کو اوڑھ کر کی طرف
بھیجے کے ساتھ جب وہ بحر پر پہنچا اُسے آخرت تک اور
یونس کو بھیجے کہ پتہ میں قید کر کے ساتھ جب کہ غرق
ناک گنگرا ہو کر چل گیا اور انبیاء کی خفایں اور لغزشیں ظاہر کریں
پھر توریہ کی ان کے ناموں میں جنہوں نے قریب کیا اور
فخر میں قرار اس کی نعمت کو پس گمراہ ہوا اور گمراہ کیا اور گمراہ
اس کے اما کو ذکر کیا اپنے قول میں رہیں کہ نہ کا فلام
اپنے ہتھ کو کہے گا کہ کاش بتا میں رسول کے ساتھ
رستہ سے افسوس کہ کاش بتا میں فلاں شخص کو دوست

پس یہ خادموں سے جس کے نام نہیں ذکر کیا جتہ

آخر سوال کیا اس کا جواب تو یہ ہے کہ یہ سب کی عبارتوں میں قدر حاجت
سے زیادہ عن تھا اس سے متشابهات کے ساتھ جو اب کی عبارت جو مثبت مدعا ہے یہ ہے

قال امیر المؤمنین واما حقوات الانبیاء
الماہیہ اللہ فی کتابہ ووقوع الکتابۃ عن
سماء من اجترم اعظم مما اجترمتہ الانبیاء
من شہد الکتاب بنظمہ فان ذلك من
ادلی الدلائل علی حکمتہ اللہ الباہرۃ وقدرة
القاہرۃ وعزۃ الظاہرۃ لانه علوان براہین
انبیاءہ تکبر فی صد وراممہو وان منہم
من یتخذ بعضہم النہا کالذی کان
من النصاری فی ابن مریو فلما کما دلالتہ
علی تخلفہم من الکمال الذی تفرد
لہ عہد وجل التوسع الی قولہ فی حنۃ عیسیٰ
حیث قال فیہ و فی امہ کانیا کلان الطغام
ذ یعنی ان من اکل الطغام کان لہ ثقل فہو یعبید
لہ مما دعتہ النصاری لو بن مریرو لم یکن
عن اسماء الانبیاء تعبیرا و تقریرا بل تعریفا
لہ وھل الوستبصار وان الکتابۃ عن اسماء
ذ ذوی الجراہر العظیمۃ من المنافقین فی
القرآن النقی لیست من فعلہ لعلی وانہا من
فعل المفسدین والمبدلین الذین جعلوا
القرآن عصبین وعتا ضرا الدنیا من الذین
وقد بین الدلائل قصص انفسہم بنسبہ
الذین یلکون فی الکتاب بایدیموشو
و یقولون هذا من عند اللہ لیشروا بہ ثمننا
ذ قلیلہ وبقولہ وان منہم لشرکاء یلوون النبیو
بالکتاب وبقولہ اذ یستون ما یدعی من

پس فرمایا امیر المؤمنین نے لیکن انبیاء کے ہنوات اور جو
کچھ اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا اور واقع ہونا کیا
کا گنگراہوں کے ناموں سے زیادہ بڑا ہے نسبت اس
کے کہ انبیاء نے جرم کیا جن کے حکم کی کتاب اللہ شاپہ
تحقیق یہ پختہ دلائل سے ہے اللہ کی روشن حکمت اور
غالب قدرت پر کیونکہ اللہ جانتا تھا کہ اس کے انبیاء کے دلائل
ان کی امتوں کے دلوں میں پڑے ہوں گے اور ان میں
سے بعض کو معبود بنائیں گے جیسا نصاریٰ سے ابن مریم
کے باب میں ہوا پس ان کو اس لئے ذکر کیا تاکہ ان
کے غفلت پر اس کمال سے جس کے ساتھ اللہ عزوجل
منزہ ہے دلالت ہو کر کہ تو نے نہیں سنا اس کا قول عیسیٰ
کے وصف میں اس کی ماں کے بارہیں فرمایا اور دونوں
کھانا کھاتے تھے یعنی جو کھائے گا اس کا ثقل ہوگا
اور جس کے ثقل ہوگا وہ بعید ہے اس سے جو نصاریٰ
نے ابن مریم میں دعوت کیا ہے اور انبیاء کے اسماء
بڑا کبر اور بڑائی گناہ نہیں کیا بلکہ اہل استبعاد کے
جسلا نے کے واسطے بڑے گنگراہ منافقین کے ناموں
سے کنایہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے قول سے نہیں مذکور
تحریف و تبسیر کرنے والوں کے فعل سے ہے
جنہوں نے قسرا ان کو پارہ پارہ کیا اور بعض دین
کے دنیا کو لیا اور اللہ تعالیٰ نے مخرجین کے قصے
بیان کر دیئے اپنے قول کے ساتھ الذین یکفون الکتاب
بامیریم ثم یفون ہذا من عند اللہ
اپنے قول کے ساتھ وان منہم لشرکاء یلوون النبیو
اور اپنے قول کے ساتھ اذ یستون ما یدعی من

القول بعد فقد الرسول ما ليقوم به اوده
بالطههم حسب ما نقله اليه ووالنصارى
بعد فقد موسى وعيسى من تغيير
الشرامة والارنجيل وتحويل الكلمه عن
مواضعه وبقوله يريدون ان يظفوا انور
الله بافواههم ويأبى الله الا ان ينمونه
انهموا اثبتوا في الكتاب ما لم يقله الله ليلبسوا
على الخليفة فاعى الله على قلوبهم حتى
تركوا فيه ما دل على ما حدثه فيه وحرفوه
منه وبين عن افكهم وتلبسهم وكتان ما
علموه منه ولذلك قال لهم لم تلبسوا
الحق بالباطل وتكتمون الحق وضرب مثله
بقوله فاما الزبد فيذهب جفا واما ما ينفذ
الناس فيمكث في الارض فالزبد في هذا
الموضع كلام الملحدين الذين اثبتوه
في القرآن فهو يضمن محل وبطل ويتلاشى
عند التحصيل والذي ينفذ الناس منه
فالتزويل الحقيقي الذي لا يأتى الباطل
من بين يديه ولا من خلفه والقلب
تقبله والارض في هذا الموضع هي
محل العلم وقرارد وليس يسبق مع عدم
التيه النصير باسماء المبدلين ولا الزيادة
في آية على ما اثبتوه من تلبسهم في
الكتاب لما في ذلك من تزييف اهل التفسير
والكذب من المنعرجة عن جبلتنا والباطل هذا

رسول کی وفات کے پیچھے جس سے اپنے
باطل کی کجی کو سیدھا کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ
نے بعد وفات موسیٰ اور عیسیٰ کے تورات
اور انجیل کے تیز اور کمالات کی تحریف ان کے مواضع سے
کی اور اپنے قول کے ساتھ یہ میروں ان لطفوا انور الله
با فواہم دیا بی الله الا ان یمنونه یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ
نے نہیں فرمایا انھوں نے کتاب میں جا دیا تاکہ مخلوق پر
ملتبس کریں پس اللہ نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا یاں
تک کہ اس میں چھوڑ دیا جو دلالت کرے اس پر جو انھوں نے
اصلاح کیا ہے اس میں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا ان کے
بتان اور تبس کو اور ان کے چھپانے کو جو قرآن سے جانتے
تھے اور اسی واسطے ان کو فرمایا کہ میں حق کو باطل کے ساتھ
رلاتے ہوں اور حق کو چھپاتے ہوں اور ان کی مثل بیان کی اپنے
قول کے ساتھ فاما الزبد فیذهب جفا واما ما ینفذ الناس
فیمکث فی الارض تو اس جگہ جگہ ملحدین کے کام ہے جس
کو قرآن میں بڑھایا پس وہ مفعول اور باطل اور زائل ہونے
کی تحصیل کے وقت اور اس میں سے جو لوگوں کو نافع
ہے وہ تفریق جیتی ہے جس کے سامنے سے باطل آ
سکتا ہے نہ پیچھے سے اور دل اس کو قبول کرتے ہیں اور
اس اس جگہ محل علم اور قرار عزم ہے اور باوجود عدم
تقریر کے تحریف کرنے والوں کے نام کی تقریر اور
آیتوں میں زیادتی جو کچھ انھوں نے اپنی طرف سے زیادہ
کیا ہے بیان کرتے ہیں کہ نہیں کیونکہ اس میں اہل تبس
اور کفر اور ان مفسرین کی دیہاتوں کو جو ہم نے تفسیر
پھر سے ہونے میں تفسیر سے اور اس خاص میں عدم

العلوم الظاهر الذی قد استکان له الموافق
والخالق بوقوع الاصطلاح علی الایثار لہم
والرضا بہم ولان اہل الباطل فی التذیع
والحدیث اکثر عدو امن اہل الحق ولان
الصبر علی ولادة الامر مغزو عن لقول الله
عز وجل لنبيد قاصبر كما صبروا ولو العزم من
الرسول وايجابہ مثل ذلك على اوليائه واهل
طاغته بقوله لقد كان كتم في رسول الله
اسوة حسنة فحسبك من هذا الجواب
عن هذا الموضع ما سمعت فان شريعة النبية
تخطر النصيح بالكره منه شع قال عليه السلام
واما ما ذكرته من الخطاب الدال على
تبعجين النبي والوزراء به والتأنيب له مع
ما اظهره الله تبارك وتعالى في كتابه من
تفضيله اياه على سائر انبيائه فان الله عرو
جل جلاله لئلا يبن عدو امن المسترکين كما قال
في كتابه وبحسب جلاله منزل نبينا صلى الله
عليه واله عند ربه كل عظمه محنة بعدوه
الذی عاد عنه اليه في حال شتات و
نفاقه كل اذى ومشتة لدفع نبوته وتكذيبه
اياد وسعيه في مكارهه وتفقير كل
ما ابرمه واجتباؤه ومن ماله على كفره وعناؤه
ونفاقه والحاد في البغال ودعواه وتغيير
ملكه ومخالفة سنته ولعمري شئت ابلغ في
تمام كيد من تنفيره عن مواضع وحبه

ابطل ہے جس کو موافق و مخالف نے تسلیم کر لیا ہے
ان کی فرمائش و اسی اور ان کے ساتھ رضامندی پر
اصطلاح واقع ہونے کے ساتھ۔ اور اس لئے کہ ہر باطل
ہمیشہ تعداد میں اہل حق سے زیادہ ہیں اور اس لئے
کہ صبر اتمہ پر فرض چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فرمایا
رہیں صبر کہ جس طرح صبر کیا اللہ عزوجل نے رسولوں سے اور
اسی طرح اس کا جواب اس کے اولیاء اور اہل طاعت پر ہے
بسبب قول اللہ تعالیٰ را لہم تحقیق تمہارے لئے رسول ہیں
اچھی پیروی متھی اس میں اس جواب سے اس موضع میں جو کچھ
تو نے سنا کافی ہے کیونکہ تفسیر کا شروع ہونا اس سے زیادہ
تسریع سے روکتا ہے پھر علیہ السلام نے فرمایا اور کچھ تو نے اس
خطاب کا ذکر کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت اور شتمت
اور سرزنش پر دلالت کرتا ہے باوجود اس کے جو ظاہر کیا اللہ
تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی فضیلت سے تمام انبیاء پر
تحقیق اللہ عزوجل نے ہر نبی کے لئے مشرکین میں سے
دشمن کئے ہیں جیسا اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور ہر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بزرگی کے موافق اللہ کے
نزدیک اسی طرح اس کی محنت کی بڑائی اس کے دشمن کے
ساتھ جو اس سے اس کی طرف لوٹے ہے اس کے نفاق اور
خلاف کے حال میں ہر تکلیف اور شتمت اس کی نبوت کے
دفع کرنے اور اس کے چھپانے اور اس کی بڑائیوں میں کثرت
کرنے اور اس کے مضبوطی کے ہونے کے تو نے کئے ہیں
اور جس نے یہ کفر اور فساد اور بے پروائی پر اس کے
دعوے کے ابطل اور اس کی ملت کی تغیر اور اس کی سنت
کی مخالفت کی اس کو متوجہ کر دیا اور کوئی شی اس کے کفر

وایضا شہر منہ وصدہ عنہ واعرانہم
 بعداوتہ و المقدس لتغیر الکتابۃ الذی جاء
 بہ واستقام ما فیہ من فضل ذوی الفضل
 وکثر ذوی الکفر منہ و من وافقہ علی
 ظلمہ وبعیہ وشرکہ و لستد علم اللہ ذلک
 منهم فقال ان الذین یلحدون فی
 آیاتنا لا یخنون علینا و قال یریدون ان
 یبدلوا کلام اللہ و لست احزن و الکتاب
 کملہ مستعمل علی التاویل و التفسیر و المحکم
 و الاستنباط و النسخ و المنسوخ لہ یستقط منہ
 حسیف الف و لا یرم فلما و قنوا علی ما بینہ اللہ
 من اسماء اهل الحق و الباطل و ان ذلک
 ان لیلہ لفتن ما عقد وہ قالوا لا حاجۃ لنا
 فیہ نحن مستغنون عنہ بمعاندنا و لذلک
 قال فلیذوہ و یرا ظہورہم و اشترواہ ثمننا
 میاہ بنس ما یشترون ثمود فہم اذ مضطار
 یوہ و المسائل علیہم حملا یعلمون تاویلہ
 الی جمیعہ و تالیینہ و تفسیرہ من ثلاثہ ہما
 یقیرن بہ دعا لکفرہم فصرخ مناد بہم من
 ہن عندہ شی من القرآن فلیا تنابہ و
 رکع تالیفہ و نظمہ الی بعض من و اقصرہم
 علی معادۃ اولیاء اللہ علیہم السلام قالہ علی
 اختیارہم و ما یدل التامل علی اختلاف تفسیرہم
 فی فرائضہم و ترک ائمہ ما فکد راوا انہ لہم
 حصہ علیہم و ذویہ ما ظہر تناکد و متافدہ

پورا ہونے میں اس سے اور جو اس کے ظلم اور بغاوت اور
 شرک میں اس سے موافق ہوئی وہی کے دوستی سے لوگوں کو
 نرت دلانے اور اس سے متحرک کرنے اور اس کے
 عداوت پران کو بڑھانے اور اس کے قرآن کے جس کو وہ لے کر
 آیا تھا بدل کے کھڑکے اور اس میں سے بزرگی والی
 کی بزرگی اور کفار کے کفر کو ساقط کرنے سے زیادہ نہیں دیکھے
 اور یہ اللہ نے ہی ان سے معلوم کر لیا تھا پس فرمایا جو لوگ الی کرتے
 ہیں ہماری نشانیوں میں ہر پروردگار نہیں ہیں (اور فرمایا اللہ کے
 کلام سے بڑے کالادہ کرتے ہیں اور تحقیق پر اور قرآن کا مدلی اور
 تفریق اور حکم اور قضا پر اور مانع اور مخرج پر مثل جس میں
 سے ایک حرف اللہ اور لام بھی ساتھ نہیں ہوا تھا ان کے پاس
 ماضی کیا گیا پس جب ان پر جو اللہ نے اہل حق اور باطل کو نام
 بنام بیان فرمایا واقف ہوئے اور سمجھ گاہ گریہ ظاہر ہوا تو جو
 کچھ ہم نے باندھا ہے ٹوٹ جلنے کا تو کٹنے کے کچھ کو اس کی
 کچھ حاجت نہیں ہے اور سب اس کے جوہار سے پاس ہے ہم
 اس سے بے پروا ہیں اور اس لئے فرمایا پس چسک دیا اس کو
 اپنی بیٹیوں کے پیچھے اور اس کے بدلے قیمت تھوڑی پس
 براہے جو کچھ وہ فرموتے ہیں پھر ان کو ایسے مسائل کے وارد ہوتے
 سے جن کی اوّل میں بابت تھے قرآن کے تتبع کرنے اور اکھا
 کرنے کی طرف اور اس میں بڑھانے کی طرف جس سے اپنے کفر کے ستر
 قائم کر سکیں مصلحتیں پس ان کا مناد ہی علی باجس کے پاس قرآن
 میں کچھ سرودہ ہمارے پاس لے کر آوے اور اس کی نحو و تالیف
 کو ایسے شخص کے سپرد کیا جو ادنیٰ اللہ کی دشمنی پر ان کے موافق
 تھا پس اس نے قرآن کو جمع کیا ان کے اعتبار کے موافق جو
 دولت کرتا ہے اس میں تان کر ان کے خستہ کتب پر درخت

وعلو اللہ ان ذلک یظہر و بین فقال ذلک
 مبلغہم من العلم و انکشف لہ اهل الاستیضا
 عوارہم و افتراہم و الذی بدلی
 الکتاب من الازراء علی البنی صلی اللہ علیہ
 وسلم من فریۃ الملحدین و لذلک
 قال یقولون منکر من القول و زورا
 یمیز کرجل ذکرہ للنبی صلی اللہ علیہ و آلہ
 ما یحدثہ عدوہ فی کتابہ من لحدہ
 بقولہ فما ارسلنا من قبک من
 رسول ولا نبی الا اذا حق الی الشیطان
 فی امینہ فینسخ اللہ ما یلحق الشیطان
 ثم یحکم اللہ بآیاتہ یعنی انہ ما من نبی
 تمخی معارفہ ما یعاینہ من لائق قوماہ و
 عقو قہم و انما لعل عنہم الی دار اقامتہ
 الا الحق الشیطان مغرض بعداوتہ عند
 فقدہ فی کتاب الذی انزل علیہ ذمہ
 و التلح فیہ و المعن علیہ فینسخ اللہ ذلک فی
 قلوب المؤمنین فلا یقبلہ ولا یصدق لہ
 غیر قلوب المنافقین و النجا جلیب و یحکم اللہ
 آیاتہ ان یحیی او یمیت من الفضل
 و انعدون و مشاہدہ اهل کفر و الغفیان
 الذین لم یرض اللہ ان یجعلہم کاد نعام
 حتی قال بل حواشیل سبیلہ فافہم حدہ او
 اعمل بہ و قال فی حدہ حدیث بعدہ ان
 مدین تاویل بعض مشہدات و الشیخ

اور مجبور دیا اس میں سے جس کو نافع جانتا تھا حالانکہ وہ ان
 کے لئے مضر تھا اور زیادہ کیا اس میں جس کا اور اپن اور تافر
 ظاہر ہے اور اللہ نے جان لیا کہ یہ ظاہر ہوا جائے گا پس فرمایا یہ
 ان کے پیچھے کی جگہ ہے علم، اور کھل گیا اہل استیضات کیلئے ان کا
 سیب اور افتراء اور جو کچھ کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منقبت
 کو ظاہر کیا وہ محمدین کا افتراء ہے اور اس لئے فرمایا کہتے ہیں
 بری بات اور جھوٹ (اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے اس کی پٹا
 جو اس کا دشمن اس کی کتاب میں اس کے پیچھے پیدا کرے گا
 اپنے اس قول کے ساتھ ذکر فرماتا ہے اور میں ہمیں ہم نے
 تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر تب تک کہ تھے
 ذوال دنیا ہے شیطان اس کی آرزویں پس مخرج کرتا ہے اللہ
 اس کو جو داتا ہے شیطان پھر حکم کرتا ہے انہ اپنی آیات کو
 یعنی کوئی نبی نہیں ہے جو تم کو تاجر معارف اس کی جو
 رنج اٹھاتا ہے نبی قوم کے لائق اور ان کی نافرمانی سے اور
 چاہتا ہوا آخرت کی طرف ان سے انتقال کرنا گمراہ دیتا ہے
 شیطان جو اس کی دشمنی کی تعزین کرنے والے اس کو دنا
 کے وقت اس کتاب میں جو اس پر اتری ہے اس کی بدست
 اور ترح اور اس پر طعن کو پس اللہ تعالیٰ اس کو مرمیہ کے
 دلوں میں مخرج کرتا ہے وہ اس کو قبول نہیں کرتے اور
 منافقوں اور جاہلوں کے ان کے سوا سے اس طرف متوجہ
 نہیں ہوتے اور مضبوط فرماتا ہے اپنی آیات کو اس طرح کہ
 بچاتا ہے اپنے دوستوں کو مگر نبی اور مدین سے اور ان کو بڑا
 سرکش کی موافقت سے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ پس پسند
 دیا کہ ان کو جس جواریوں کے کسب کے فریادہ و ان سے
 جس زیادہ کر دیا پس اس کو خوب کج ہے اور اس پر کج

نطف حسه وصفا ذنہ وصح تمیزہ وکل
 قوله سلام علی الیسین لان الله سمی
 النبی صلی الله علیه واله بهذا الاسم
 حیث قال یتین والقرآن الحکیم
 انک لمن المرسلین العلمہ بانہم یتفقون
 قول سلام علی محمد کما استظہرہ وغیرہ
 ما زال رسول الله یتالہم ویقرہہم ویجہدہم
 عن یعلینہ وشمالہ حتی اذن الله عزو
 جل له فی البادہ بقولہ واحجرہم حجرا
 بعیلہ ویقولہ فمال للذین کفروا قبلک
 مهطعین عن الیمین وعن الشمال
 عز بن یضع کل امرؤ منهم ان یدخل
 حبة نضیدہ کذا انا خلقناہم مما یعلمون قال
 واما خیر رت علی تناکر قولہ فان خفتہم الا
 تقسطوا فی الیتی فانکم ہوا ما طاب لکم
 من النساء لیس یشبہ القسط فی الیتی
 نایح النساء واکل النساء ایتاما فہو مما حدت
 ذکرہ من استطاد المنافقین من القرآن
 و بین القول فی الیتی و بین نکاح النساء
 من الخطاب والتمس اکثر من ثلث
 القرآن وحد واما مشبہ مما یحدث حوادث
 المنافقین فیدلہا لہل النظر والتامل ووجد
 المحضون و اهل الحق المحالۃ للامور مبالغہ
 فی التذکر فی القرآن ویشرح تحت ذلک کہ
 ما سلفہ وحدثہ بدہر صریحی حال المجزی

جز اس کے جس کا ذہن صاف اور حس لطیف اور تیز
 جمیع ہونیں جان سکے اور اسی طرح قول سلام علی آل
 یاسین کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نام
 کے ساتھ مرسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا الیسین والقرآن
 الحکیم انک لمن المرسلین اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ
 سلام علی محمد کو نکال دیں گے جس طرح دوسرے
 اسموں کو نکال ڈالا اور ہمیشہ رسول اللہ ان کی تائید
 کرتے رہے اور مترب بناتے رہے اور اپنے
 دینے باتیں بتلاتے رہے یہاں تک کہ اپنے قول
 کے ساتھ واجرہم حجر حیرا اور اپنے اس قول سے
 فاللذین کفروا قبلک مسطعین عن الیمین وعن الشمال
 عربین الیع کل امرئ منهم ان یدخل حبة نضیدہ کذا انا خلقناہم
 مما یعلمون ان کے دور کرنے کا ذہن فرمایا اور اس
 قول کے بے ربط ہونے پر تفسیری اطلاع فان خفتہم
 الا تقسطوا فی الیتی فانکم ہوا ما طاب لکم من النساء
 اور قسط فی الیتی عمومی عورتوں کے نکاح سے شابت
 نہیں رکھنا اور نہ سب عورتیں نیم ہیں پس وہ اس
 قسم سے ہے جس کو قرآن میں سے منافقین کے
 نکال دینے کا پسے ذکر کر چکا ہوں اور درین
 تیامی کے باب میں قر کے اور درمیان نکاح
 عورتوں کے خطاب اور قصوں سے تلافی قرآن سے زیادہ
 اور یہ اور جو اس کے مشابہ ہے اس قوت سے جس
 میں منافقین کے خلاف بن نادر و مان کے لئے نہ ہو سکتی
 درہاں میں اور مد کے خوف میں و من نے قرآن میں قرآن
 کہتے ہستہ باب اور اس میں کہ وہ بیان کریں جو نکال گیا ہے

ان الله جل ذکرہ بسعة رحمتہ و انفت
 بخلقہ و علمہ بما یحدثہ المبدلون
 من تغییر کتابہ قسم کلامہ ثلثۃ اقسام
 فجعل قسمانہ یعرفہ العالم والجاهل و
 قسمانہ یعرفہ الامن صفاد ذنہ و لطف
 وصح تمیزہ من بشرح اللہ صدرہ للسلام
 وقسمالہ یعرفہ الذلہ و اماؤہ والراسخون
 فی العلم و اما فضل ذلک للذی
 اهل الباطل من المستولین علی میراث
 رسول الله صلی الله علیه واله من علم
 الکتاب ما لم یجعله الله لیسع و لیسع و لیسع و لیسع
 الاضطرار الی الایثار لمن و الزمهم فاستکبروا
 عن طعته تعززا و افتراء علی الله عزوجل و
 اغترار بکثرة من ظاہرہم و عاویہم و
 عاند اللہ جل اسمہ و رسولہ فاما ما علیہ
 الجاہل و العالم من فضل رسول اللہ
 من کتاب اللہ فہو قول اللہ سبحانہ
 من یطع الرسول فقد اطاع الله و قوله
 ان الله و ملائکتہ یصلون علی النبی
 یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا
 تسلیما و بعد ہ الذیہ ظاہر و باطن فالظاهر
 قوله صلوا علیہ و اباطن قوله وسلموا
 تسلیما ای سلموا لمن و صاہ واستخلفہ
 علیہم فضلہ و ما عہد بہ الیہ تسلیما و
 ہذا مما اخبرک انہ لا یعلموا تاویلہ الامن

ہوتے ہیں اور جس کے لئے خدا نے نور تین کی پس اس کے
 لئے کچھ نور نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے بسبب وسعت رحمت
 اور اپنی مخلوق کے ساتھ صبر پائی کی اور بسبب جانتے کس
 کو جو تحریک کرنے والے احداث کریں گے اس کی کتاب کے
 تیز سے اپنے کلام کو تین قسم فرمائی کیا ایک قسم اس میں وہ
 کی جس کو عالم اور جاہل سمجھیں اور ایک قسم وہ جس کو جو اس کے
 جس کا ذہن صاف اور حس لطیف اور تیز جمیع ہوں اس میں سے
 جن کا اللہ نے اسلام کے لئے سینہ کھول دیا ہے نہیں سمجھ سکتا اور
 ایک قسم وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اعانت و ارشاد میں
 فی العلم کے دور سے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ اس لئے کہ اہل
 باطن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت علیہ وسلم ہو گئے
 ہیں اس کا دعویٰ مذکور جس کا اللہ نے ان کے لئے نہیں کیا ہے
 اور تاکہ ان کو اپنے ارکی فرمایا و ان کی طرف جس کی
 سے بسبب بڑائی کے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کے اور اپنے
 مددگاروں اور معاونوں اور خدا اور رسول کے دشمنی کی کثرت
 پر دھوکہ کھانے کی کثرت اضطراب رکھنے لیکن وہ جس کو اللہ
 اور جاہل رسول اللہ کی فضیلت کتاب اللہ سے سمجھ سکے وہ قول
 اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع الله اور قول ان اللہ
 و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا
 علیہ وسلموا تسلیما ہے اور اس آیت
 کا ظاہر و باطن ہے پس ظاہر تو تو قرآن صریح ہے
 اور باطن تو قرآن و سوا تسلیما ہے یعنی تسلیم کرو اس
 کے لئے جس کو تم پر دوس اور نصیحت نایاب ہے اس کی خبر
 کو اور جو کسی کی طرف معبود کیست تسلیم کرنا اور اس
 قسم سے ہے جس کی نے کچھ کو خبر دی کہ اس کی تائید

اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ ہذہ الرموز
التي لا يعلمها غيره وايضا في حجبہ فی
ارضہ لعلہ ما يحدثہ فی کتابہ المبدلون
من استا ط اسما وجبہ منہ وتلبسہم ذلک
على الامۃ ليعینہم على باطلہم فانبت فیہ
الرموز واعی قلوبہم والبصارہم لما علیہم
فی ترکہا وترك غیرہا من الخطاب الدال علی
ما احدثہ فیہ وجعل اهل الکتاب المقیمین
بہ والعالملین بخاھرہ وباطنہ من شجرۃ
اصلہا ثابت وضرعہا فی السماء وتوالت
الکلمہ کل حین باذن ربہا ای
یظہر مثل هذا العلم المحتملۃ فی
الوقت بعد الوقت وجعل اعدائہا اهل
الشجرۃ الملعونۃ الذین حاولوا اطفاء
نور اللہ باقوا هو فالی اللہ الازمان یتو
نورہ ولو علم منافقون لعنہم اللہ ما علیہم
من ترک حذہ الایات التي بینت
لک تاویلہا لاستغفر جامع ما استقروا منہ
ولکن اللہ تبارک اسمہ ماض حکمہ بايجاب
السجۃ علی خلقہ کما قال قللۃ الحجة
ابا لعدۃ اغشی بصارہم وجعل علی قلوبہم
کلمۃ عن تامل ذلک فترکوا بحالہ وجبوا
عن تاکید الملبس باطلہ ما لیسعدہ
یتبہون علیہ وار شفاء یعون عنہ ومن
لہ یجعل اللہ لہ نور افماہ من مزرعہ

اور فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں بعد اس کے بیان کیا کہ میں
مشتباہات کی تاویل کو اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں
یہ رموز جن کو اس کے اور اس کے انبیاء اور اس کی محبتوں کے سوا
جو اس کی زمین میں ہیں کوئی نہیں جانتا صرف اس لئے کہیں کر وہ
اس کا واقف تھا جو تحریر کرنے والے اس کی محبتوں کے نام لفظ
کر کے اور امت پر اس کو نفاذ کر کے جنت کیس کے تاکہ انہی باطل
پر امت کو پس اس لئے اس میں رموز رکھ دیئے اور ان کے
دونوں اور انھوں کو نفاذ کر دیا اس لئے کہ ان پر اس کے اور اس کے
غیر کے پیروں نے میں خطاب سے ہے جو ان کے قرآن میں احداث
کرنے پر دال ہے اور کہ کتاب والے اس کو قائم کرنے والے اس کے
خبر دہا میں پھیل کر کے والے اس دخت سے جی جڑ ثابت ہے
اور اس کی شاخ آسمان میں ہے ہر دت اپنا چل دیتا ہے اپنے
پروردگار کے حکم سے یعنی خبر دہا سے یہ علم محفل وقتا وقتا اور
اس کے دشمن شجرہ ملعونہ والوں کو ٹھہرا جنہوں نے اللہ کے
نور کو اپنے مومنوں سے بھانے کا قصد کیا پس اللہ نے
نہ مانا بجز اس کے کہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگر منافقین ہیں
اس نقصان کو جو ان پر ان آیت کے پھوڑنے سے جن کے
پیرے لئے میں نے تاویل بیان کی ہے لازم آتا ہے جانتے
توان کے ساتھ جن کو قرآن میں سے نکال دیا ہے ان کو
نکال ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اپنی مخلوق پر حجت لازم
کرنے کا جاری ہے چنانچہ فرمایا اللہ کے لئے پوری حجت ہے
ان کی آنکھوں کو ڈھک دیا اور ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا
اس میں کہہ کر کے پس اس کو اپنے حق پر چھوڑ دیا اور
اپنے اہلکار کے ساتھ فتنش کے تاکہ نہ کر کے رد کر گئے
پس تک بخت اس پر مرتبہ ہوئے ہیں اور بخت میں بخت

لظلال وظہر وما تحضرہ النبیۃ اظہار من
مناقب الاولیاء ومثالب الاعداء انتہی
اور تحریف و تہذیب کیا گیا ہے جو اس کے قائم مقام ہے تو طول
ہوا اور جس کے اظہار کو دوستوں کے مناقب اور دشمنوں کے
مناقب سے تعبیر باز رکھتا ہے وہ تاہر ہو جائے۔

تفصیلی طور پر آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا اور دو مستقل سورت کا ذکر

یہاں تک جس قدر روایات نقل کی گئیں ان سے اجمالاً بدلتا مطابقتی قرآن مجید میں بعد وفات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اس
کے بعد کچھ روایات وہ بھی نقل کروں جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتوں اور آیتوں میں تحریف
کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہو اگرچہ بندہ مکے پاس بحول اللہ وہ رسالہ بھی موجود ہے جس میں مفصل ہر ایک
سورۃ کی تحریفات من اولی الاخرہ درج ہیں بلکہ علاوہ معمولی سورتوں کے دو سورتیں ایک سورۃ النورین
اور دوسری الولا یہ جو تبار قرآن میں سے نکال ڈالی گئی اور ابن شہر آشوب نے بھی کتاب المناقب میں
لکھی ہیں اس میں تہا مامذکور ہیں اور ہم مفصل عرض کر سکتے ہیں۔

سورۃ النورین (۹)

چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اس طرح ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا
الذین امنوا بالنورین الذین انزلنا علیہما یتلوان علیکم آیاتی ویحذرونک
عذاب یدوم عظیم فورا من بعضہا من بعض واما السیخ العلیہ من الذین
یوفون بعہد اللہ ورسولہ فی الذلہم جنات نعیم والذین یکفرون من بعد
ما امنوا بنقضہم میثاقہم وما عاہدہم الرسول علیہ یتذفون فی الجحیم ظلموا انفسہم
وعصوا الوصی اولئک لیستقون من عیم اثر الخرافات اور سورۃ الولا یہ کے ابتدائی فقرات
یہ ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا امنوا بالنبی والولی
الذین بعثنا ہم ایدہ بالکمالی صراط مستقیم نبی وولی بعضہا من بعض
واما العلیہم الخیر الذین یوفون بعہد اللہ لہم جنات النعیم الی اخر الفقرات
لیکن چونکہ تہذیب و تہذیب و اس قسم میں بکھر رہا ہے اس لئے صرف اس قدر قیں پر اکتفا کرتا
ہوں جو صاحب سامی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اور جو روایات تفسیر صافی سے نقل ہو چکی ہیں مفسر

ساحب بعد نقل روایات لکھتے ہیں۔

اقول المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغيرها من الروايات من طريق اهل البيت عليهم السلام ان القرآن الذي بين اظهرنا ليس بتمامه كما انزل على محمد بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو مخير ومحرّف وانّه قد حذث عند اشيار كثيرة منها اسوعى عليه السلام في كثير من المواضع ومنها لفظة ال محمد غير مرّة ومنها اسماء المنافقين في مواضعها ومنها غير ذلك وانّه ليس ايضا على الترتيب المخصى عند الله وعند رسوله وبه قال على ابن ابراهيم قال في تفسيره واما ما كان خلاف ما انزل الله فهو قول تع كنتم غير امّة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله فقال ابو عبد الله عليه السلام فاعرف هذه الاية غير امّة لتفسرن اهل المؤمنين والعلمين بنى على فقيل له كيف نزلت يا ابن رسول الله فقال انما نزلت خبير امّة اخرجت للناس انه امرى صلح الله لخير في اخر الاية تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله ومثله انه قرئ على ابن عبد الله الذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة عين واجعلنا للمتقين اماما ففعل ال

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے اور سوائے ان کی ان روایات سے جو بطریق اہل بیت مروی ہیں۔ یہ حاصل ہوتا ہے کہ جو عمر ہمارے درمیان موجود ہے یہ یوں نہیں جس طرح کہ محمد پر نازل ہوا تھا بلکہ اس میں۔ سے وہ ہے جو مخالف ہے اس کے جو اللہ نے نازل کیا اور اس میں تحریف تغیر کیا ہوا ہے اور اس میں سے بہت سی اشیا نکالی گئی ہیں اعلیٰ کا نام بیت بنی کا لگایا۔ لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقین کے نام اپنی جگہ سے نکالے گئے وغیرہ وغیرہ اور یہ خدا و رسول کی پسندیدہ ترتیب پر نہیں علی بن ابراہیم نے اپنی تغیر میں کہا ہے اور یکن جو خلاف نزول کے ہے پس وہ فائدہ نفعی کہتم خیر راۃ اخرجت للناس تاملون بالمعروف و استنون عن المنکر و تومنون باللہ ابو عبد اللہ نے اس آیت کے پڑھنے والے کو فرمایا کہ امیر المؤمنین کو اور حسین بن علی کو قتل کرو اور مبتلاست جو کسی نے عن کیا تو قہر یہ آیت کیوں کر نازل ہوئی اسے رسول اللہ کے فرزند فرمایا سرف اس طرح نازل ہوئی خیر انما خرجت للناس کیا تو نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کی مدح کی ہے کہ بھلائی کا حکم کرنے جو برائی سے روکتے ہواد اللہ پر ایمان رکھنے ہوا اور اسی کی مثل یہ ہے کہ کسی نے نام ابو عبد اللہ کے رد پر چڑھا انہیں یغفر ان سب سامن

ابو عبد الله عليه السلام لقد سألني الله
 عظيما ان يجعله للمتقين اما ما ففعل له
 يا ابن رسول الله كيف نزلت فقال انما نزلت
 واجعل لنا من المتقين اما ما وقوله
 معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه
 من امر الله فقال ابو عبد الله عليه السلام
 كيف يحفظ التي من امر الله وكيف يكون
 المعقب من بين يديه ففعل له وكيف
 ذلك يا ابن رسول الله فقال انما نزلت
 له معقبات من خلفه ورتب من بين يديه
 يحفظونه بامر الله ومثل كثير قال واما ما
 محذوف عنه فبقوله لكن الله يشهد بما
 انزل اليك في عكذ انزلت اربعة جملة
 واما مكة يشهدون وقوله يا ايها الرسول
 بل ما انزل اليك من ربك في عي فان
 لو تعلم ما بلغت رسالته وقوله ان الذين
 كفروا وظلموا آل محمد حقهم لو كان الله
 ليغفر لهم وقوله وسيعلم الذين ظلموا
 آل محمد حقهم اي متقلب يتقلبون و
 قوله ترى الذين ظلموا آل محمد
 حقهم في عمرات الموت ومثل كثير
 نذكره في مواضعه قال وما التفسير
 والتأخير فان آية عذابنا نسخة
 التي اربعة اشهر وعشرون سنة على
 المسوخة التي هي سنة وكان يجب ان

امام ابو عبید اللہ نے فرمایا تحقیق بڑے
امر کا سوال کیا یہ کہ ان کو منفقین کا امام بنا دے
عرص کی کیا کیا اسے رسول اللہ کے فرزند کو یہ آیت
کیونکہ نازل ہوئی فرمایا یہ اس طرح نازل ہوئی ہے
واجب لسان المنفقین امام اور قول اللہ تعالیٰ انصاف
من بین یرید ومن غلظ یخفونہ من امر اللہ ابو عبید اللہ
نے فرمایا اللہ کے امر سے شی کی کیوں کہ حفاظت ہوتی
ہے اور معقب ساٹھ کیوں کہ سہوتا ہے عرص
کیا گیا اسے رسول اللہ کے فرزند یہ کیونکہ ہے
فرمایا یہ اس طرح نازل ہوئی ہے لمعقبات
من خذ ورقیب من بین یرید یخفونہ بامر اللہ
اور مثل اس کی بہت ہے اور اس میں جو محذوف
ہے وہ قول تعالیٰ لکن اللہ یشد علیک فی
من اس طرح نازل ہوئی ہے اور قول تعالیٰ یا ایہا
رسول بلنا نزلنا لیک من ربک فی سلی فان لم
تفعل فما بغت ربنا اور قول تعالیٰ
ان الذین نکروا واطمروا آل محمد حقو
مقلب منفقین اور قول تعالیٰ تری الذین صمرو
آل محمد حقو فی خمسرات الموت اور مثل
اس کی بہت ہے اس کو سر کی جڑ
ذکر کرتی اور میں مقدم اذنا فی اس تحقیق جو رور
کی عدت دس دن چار مہینے کی تیت جو باسخ
ہے آیت مسوخر پر مقدم کی گئی تیت جس میں
س جہر عدت ہے اور واجب تھا کہ آیت مسوخر
جو پست نازل ہوئی ہے بڑھ جائے یہ باسخ

بِقَوْلِ الْمَسْخُوفَةِ الَّتِي نَزَلَتْ قَبْلَ ثَوَابِهَا مَعَهُ الَّتِي
بَعْدَ قَوْلِهِ اَمِنْ كَانَ عَلَىٰ بَدِيَّةٍ مِنْ رَبِّهِ
وَيَقُولُ شَاهِدْ مِنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ
اِمَامًا وَرَحْمَةً وَاِنَّا هُوَ يُبَيِّنُ شَاهِدًا وَمِنْهُ
اِمَامًا وَرَحْمَةً وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ وَ
قَوْلُهُ وَمَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُ الدُّنْيَا مَمْلُوءَةٌ
بِخِيَاوٍ اِنَّمَا هِيَ اَوَّلُ مَوْتٍ اَزْ اَوَّلِ الْمَوْتِ وَ
لَمْ يَقْرَأْ بِهَا بَلَدٌ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ اَمَّا قَوْلُ
نَحْيٍ وَ اَمَّا قَوْلُهُ فَقَدْ هَرَسَ اِحْرَاقًا حَرْفٍ
وَمِثْلُهُ كَثِيرٌ قَالُوا اِمَامًا اَبِيَّتِ النَّحْيُ هِيَ فِي
سُورَةِ اَتَمَامِهَا فِي سُرَّةٍ اُخْرَىٰ فَيَقُولُ
مُوسَىٰ تَسْبِيحُ الَّذِي هُوَ اَدْنَىٰ بِالْمَزْيِ
هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ مَصْرُوفٌ اَنْ لَكُمْ مَا سَالِ الْكُفْرَ
قَدْ لَرَا اَمَّا مَوْسَىٰ اَنْ يَبْقَا قَوْمًا جَابِرِينَ وَ اَمَّا لَنْ
مَنْدَحْطًا حَرْفٍ يَخْرُجُ جَابِرًا مَدْحًا اَنْ يَخْرُجَ
مَنْدَحًا اَمَّا اَخْلَوْنَ وَصَلَتْ اَلِيَّةُ فِي سُرَّةٍ
اَلْبَتَّةِ وَ لَحْظًا فِي سُرَّةٍ اَمَّا اَلْمَدَّةُ وَ قَوْلُهُ
اَلْتَّبَعُ اَمَّا نَحْيٍ نَحْيٍ عَلَيْهِ بَكْرَةٌ وَ اَمَّا بَعْدُ فَرَدَّ
عَلَيْهِمْ وَمَا كُنْتَ تَقُولُ مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ
وَلَمْ تَخَفْ بَيِّنَاتٍ اِذْ اَوْرَاكَ اَبُيُّ الْمُنْتَفِلُونَ اَدْحَىٰ
فَنَصَفَ اَيَّةُ فِي سُرَّةٍ اَمَّا قَوْلُهُ وَ لَحْظًا فِي
سُرَّةٍ لَعْنَتُهَا وَ مِثْلُهُ كَثِيرٌ اَنْهَىٰ كَلَامَهُ

ہرگز جو پیچھے ہے اور قولہ تعالیٰ اَمِنْ
كَانَ عَلَىٰ بَدِيَّةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَقُولُ
شَاهِدْ مِنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ
اِمَامًا وَرَحْمَةً میں اس طرح ہے ویتلوہ شہادہ
مِنْ اِمَامًا وَرَحْمَةً وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ
اور قولہ تعالیٰ وَ اَمَّا اَبِيَّتِ النَّحْيُ اَمَّا
نَحْيٍ اور حقیقت میں اس طرح ہے ویتلوہ شہادہ
مِنْ اِمَامًا وَرَحْمَةً وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ
اور قولہ تعالیٰ وَ اَمَّا اَبِيَّتِ النَّحْيُ اَمَّا
نَحْيٍ اور حقیقت میں اس طرح تھا نَحْيٍ وَ اَمَّا
نَحْيٍ کہیں کہیں ایک حرف کو دوسرے حرف پر مقدم کر دیا
اس کی شرح بہت ہے فرمایا اور دوسری آیت جو خود ایک سورۃ
میں واقع ہیں اور ان کا تسمہ دوسری سورۃ میں ہے پس
حضرت موسیٰ کا قول اَلْتَّبَعُ الَّذِي هُوَ اَدْنَىٰ بِالْمَزْيِ ہرگز
خیر اَبُيُّ اَمَّا مَوْسَىٰ اَنْ يَبْقَا قَوْمًا جَابِرِينَ وَاَمَّا لَنْ
مَنْدَحْطًا حَرْفٍ یَخْرُجُ جَابِرًا مَدْحًا اَنْ یَخْرُجَ
مَنْدَحًا اَمَّا اَخْلَوْنَ وَاَمَّا اَلِيَّةُ اَدْحَىٰ آیت سورۃ بقرہ
اور اَدْحَىٰ آیت سورۃ مائدہ میں ہے اور قولہ تعالیٰ
اَلْتَّبَعُ اَمَّا نَحْيٍ نَحْيٍ عَلَیْہِ بَكْرَةٌ وَاَمَّا بَعْدُ اَبُيُّ اَمَّا
مَوْسَىٰ اَنْ یَبْقَا قَوْمًا جَابِرِينَ وَاَمَّا لَنْ مَنْدَحْطًا حَرْفٍ
یَخْرُجُ جَابِرًا مَدْحًا اَنْ یَخْرُجَ مَنْدَحًا اَمَّا اَخْلَوْنَ
اَدْحَىٰ آیت سورۃ فرقان میں ہے اور اَدْحَىٰ سورۃ
عنکبوت میں ہے اور اس جیب بہت ہے

دوسرے میں تفسیر بات میں اس قسم کی بہت روایتیں
درکہانی میں اور صدق سے مروی ہے کہ آپ نے
پڑھا ان تھوڑے تھوڑے ہی اذکے من مستحکم

بَلْ اِنَّمَا نَقَرُ حَامِئَةً هِيَ اَرَبِيٌّ مِنْ اَمَلَةٍ
وَمَا بَدِيَّةٌ فَطَرَحَهَا
سورہ واقعر میں ہے

اَلَّذِي عَنْ الصَّادِقِ اِنَّهُ قَرَأَ وَطَعَهُ مَنْصُودٌ
قَالَ بَعْضُهُ اِلَىٰ بَعْضٍ وَفِي الْمَجْمَعِ رَوَتْ الْعَامَّةُ
عَنْ عَلِيِّ بْنِ قُرَظٍ رَجُلٍ عِنْدَهُ وَطَعَهُ مَنْصُودٌ
فَقَالَ مَا شَأْنُ الطَّلَحِ اِنَّمَا هُوَ وَطَعَهُ كَعَقْلٍ وَ
نَحَلَ طَلْعَهَا هُضِيمٌ فَتَبَيَّنَ لَهُ اِلَّا تَغْيِيرُهُ فَقَالَ
اِنَّ الْقُرْآنَ لَا يَبْجَاحُ الْيَوْمَ وَلَا يَبْجَاحُ وَرَوَاهُ
عَنْهُ ابْنُ الْحَسَنِ وَتَقِيْسُ بْنُ سَعْدٍ وَرَوَاهُ
اَصْحَابُنَا عَنْ اَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لَاقِي سَعْدًا
وَطَلَعَ مَنْصُودٌ قَالَ لَوْ وَطَعَهُ مَنْصُودٌ
سَعْدًا وَطَعَهُ مَنْصُودٌ فَرَمَا يَسْتَبِيحُ مَنْصُودٌ

کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اس طرح پڑھتے ہیں اَمَّا ہِی
اَرَبِیٌّ مِنْ اَمَلَةٍ آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کھوکھلا دیا

حق نے صادق سے روایت کیا ہے و طلع منصور ایک
دوسرے کی طرف ہاں مجمع میں ہے عامر نے علی سے
روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آپ کے سامنے پڑھا
وطع منصور آپ نے فرمایا صبح کا کیا حال ہے یہ تو عرف
و صبح سے جیسا کہ قرآنی و نخل طلعا ہضم کسی نے عرض کیا
پھر آپ اس کو جمل نہیں دیتے فرمایا اب قرآن نہ پڑھا جاتا ہے
اور نہ تبشیر دیا جاسکتا ہے اور اس کو آپ سے روایت کیا ہے
آپ کے فرزند حسن نے اور قیس بن سعد نے اور ہمارے صحابہ
نے اس کو عقیوب سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ

شیعو کا آج قرآن کی تعظیم کی بات کتنا محض دھوکہ سسلہ اور تلبیہ ہے ورنہ فی الحقیقت ان کا ایمان قرآن پر نہیں

غلاموں کے صد بار روایات میں جو اثبات تحریریت و بطلان مدعا عجیب پر اس دیس میں اور
جس قدر روایات و احادیث ثبوت تحریریت میں صاحب صافی نے بیان کی ہیں اور جو پر نقل کر
آئے ہیں اگر ان پر تفصیل کے ساتھ بحث کی جاوے تو خوف تحویل دامن گیر ہے بلکہ یہ زلزلہ شریعت
مطالعہ کو بھی متحمل نہیں ہے اس سے صرف اسی قدر گمراہی پر گفتار کی جاتی ہے کہ روایات مذکورہ
سے نقل روز دانش تحریر کا واقعہ جو ہاں سولہ شیعو پر ثبت اور تصحیح ثابت ہو اور فاضل عجیب کا دھوکہ
کہ کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و توقیر جماعی ایمان ہے جس سے جس نے بیباکی سہارت یہ دوسرے
کو عدم تحریریت قرآن اجماعی اہل تشیع سے باطن ہوا اور یہ کہ ہے کہ جماعہ کا اعتقاد کسی حکم پر جب تک کہ
پہلے اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو اور اس کے سنے کوئی صانع ہو نہیں سکتا اور جب کہ بعض حکم

المسائل الطرابلسستان وذكر في مواضع ان
العلم بصحة نقل القرآن كالعلم بالبلدان
والجغياث الكبار والوقائع العظام والكتب
المشهوره واشعار العرب المسطورة فان
الحاجة اشتدت والدفع توفرت على
نقله وحراسته وبلغت حد المبلغه فيما ذكرناه
ان القرآن معجز قلوبنا وماخذ العلوم
الشرعية والاحكام الدينية وعلما المسنين
قد بلغوا في حفظه وحمايته الغاية حتى
عرفوا كل شيء اختلف فيه من اعراب وقراءات
وجروحه واياته فكيف يجوز ان يكون
مغيرا او متوقفا مع الغاية الصادقة والنص
الشديد وقال ايضا قدس الله روحه ان العلم
بتفصيل القرآن والباغضه في صحة نقله
كالعلم بحجته وجوه ذلك مجرى
ما علم ضرورة من الكتب المصنعة ككتاب
سبيويه وامرني فان امر العناية بهذا الشأن
ليعلمون من تفصيلها ما يعمونه من جنتها
حتى لو نزل ما دخل في كتاب
سبيويه بابا في المنحول ليس من كتاب
نعمه وجمهور علماء المصنفين وليس من
صنعتهم بل من كتاب من كتاب
المعروفه التي به ينقل القرآن وضمه
منه من كتاب سبيويه وجمهوره
ستكون في ان القرآن كان على عهد

درب استيفاد پر پہنچا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی
نقل کی صحت کا علم مثل علم شہروں اور بڑے بڑے
حوادث اور وقائع اور مشہور کتابوں اور عرب کے لکے
ہوئے شہروں کی ہے پس تحقیق اس کی نقل وضاحت
پر توجہ شہید اور دواغی وافر میں اور اس حد کو پہنچ چکے
ہیں کہ امور مذکورہ اس حد کو نہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت
کا معجزہ اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا ماخذ ہے
اور علماء ابن اسام اس کی حفظ و حمایت میں غایت
درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ اس کی ہر ایک شے مختلف
قیمہ کو جواب اور قراءات اور حروف اور آیات
کو بیان یا قریب وجود اس کی توجہ و نہایت ضبط
کی کبریا کر کے ہے کہ جو ہر ایک کلمہ کی
ادریز مرئی قدس روح نے فرمایا ہے کہ قرآن
کی تفصیل اور ہر کلمہ صحت نقل میں اس کے
مجموعہ کے برابر ہے اور یہ ہر ایک اس کے ہے جو
کتاب مصدقہ ہے ہر امر معلوم ہے مثل سبیویہ اور مرنی
کتاب کے کیونکہ اس فن کے قیام والے جس قدر اس کے
بچے کو جانتے ہیں اسی قدر اس کی تفصیل سے واقف ہیں
پس ہر ایک کو کوئی شخص غرر کوئی ایسا باب کتاب
میں نہ لکھ سکے جو اس میں ہو تو صاف پہچانے گا اور
مبارکہ اور معلوم ہو کہ یہ تحقیق ہے اور اس کتاب میں
ست سنی ہے اس حد مرئی کی کتاب میں بھی
کہا جائے کہ وہ موصوفہ کہ قرآن کی نقل کی طرف توجہ
اور اس کا مفسر سبیوی کی کتاب اور شہرہ کے دیوانوں
کے مفسرین سے ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ

رسول الله مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن
واستدل على ذلك بان القرآن كان يدرس
ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى
عين على جماعة من الصحابة في حفظهم
له وان كان يعرض على النبي ومثلي عليه وان
جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن
مسعود وابي بن كعب وغيرهما حفظوا القرآن
على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بآدنی
تأمل على انه كان مجموعا مؤلفا غير مبدور
وله مبدوث وكون من خالت في ذلك
من الامامية والحشوية لا يعتد بخلافهم
فان الخلاف في ذلك منافي الـ
قوم من اصحاب الحديث نقلوا الاخبار
ضعيفة فحنوا صاحبها لا يرجح بمثلها عن
المعلوم المقطوع على صحته

نماذ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی کی موافق ہو کر
مجموع تھا جیسا اب ہے اور اس پر اس طرح استدلال
کیا ہے کہ اس زمانہ میں تمام قرآن کی حفظ اور تدریس ہوتی
تھی میان مکہ صحابہ میں سے ایک جماعت اس کے حفظ
کے لئے مقرر ہوئی اور حضرت پریش ہوتا تھا اور آپ پر
پڑھا جاتا تھا اور صحابہ میں سے ایک جماعت نے مثل عبد اللہ
بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ نے بہت سے ختم آپ کو سنا کئے
اور ادنی تامل کے ساتھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجموعہ
مربط تھا ہر گز نہ ہوتا تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو
لوگ امامیہ اور حشویہ مخالف ہوئے ہیں ان
کا خلاف معتبر نہیں ہے کیونکہ اس بارہ میں خلاف
محدثین میں سے ایک قوم کی طرف منسوب ہے جنہوں
نے صحیح کچھ کر ضعیف حدیثیں نقل کی ہیں ان جیسی
روایات کے ساتھ ایسے امر سے نہیں رجوع کیا جاتا
جس کی صحت یقینی ہے

اس سے پہلے کہ میں خود اس لغو تاویل کی جو معاوضہ روایات صحیحہ کے قرآنی سے تخلیق کروں
مناسب معلوم ہو کہ جو اس کی تخلیق نہ صاحب صافی نے کی ہے نقل کروں اور بعد اس کے پھر
گزارش کروں گا کہ اصول شیعوں کے موافق حتی کیا ہے اور راجح کس کا قول ہے اب صرف مفسر صافی
کی تحقیق سن لیجیے وہ فرماتے ہیں

اقول لتأی ان یقول لكان الدواعی كانت
متوفرة على نقل القرآن وحراسته من المؤمنين
كذلك كانت متوفرة على تيسير ومن
المناقضين المبدئين للوصية المعتبرين
لنحو ذلك لتسبب من يسهل من يسهل وهو حم
والشعير ضيعه ووقعه فان ما وقع قبل التنازع

یہاں کہتا ہوں کہ مفسر صافی کو گنجائش ہے کہ کہ جیسے
مومنین کی حوت سے قرآن کی نقل کی حفاظت پر
دواعی و دھنکی اسی طرح منافقوں و مصیبت
کے ہونے والوں خدائت کے تحفظ والوں کی طرف
سے قرآن کی تحریف پر دواعی و دھنکی کیونکہ قرآن
ان کے لئے انجیل ہے جس کی تحفت کو نقصان تھا اور اگر اس

فی البلد ان واستقراره علی ما هو علیہ الین
والضبط الشدید لئلا کان بعد ذلك فلا ننا
فی بینہما بل لتلیل ان یقول انه ما بتغیر
فی نفسه وانما التغیر فی ما بعد
ایاہ ولفظہم بہ فانہم ما حرفوا الی عند
لستحہم من الاصل ولقی الاصل علی ما
ہو علیہ عند اہلہ وھم العلماء بہ فما ہو
عند العلماء بہ لیس بحرف وانما المحرف
ما اظہر وہ لا تبعہم واما کونہ مجموعا فی
عہد النبی علی ما ہو علیہ الذی فلم یثبت
وکیف کان مجموعا واما کان یزل فجو ما و
کان لا یتوالی تمام عمرہ واما درسہ وختہ
فانما کانوا لیدرسون ویختمون ما کان
عندہم منہ لا تمامہ
کا تھا جس قدر ان کے پاس تھا تمام کا۔

میں تحریف واقع ہوئی ہے تو شروں میں پھیلے اور جس
ترتیب پر اب ہے۔ اس پر مستمر ہونے سے پیشتر واقع ہوئی
ہے اور ضبط شدید بھی مرث اس کے بعد ہی تھا تو اس میں
باہم کچھ منافات نہیں ہے بلکہ نہ دلائل کے ساتھ کہ اس
قرآن میں کچھ تغیر نہیں ہوا غیر مرث ان کے کتبے میں اور
پڑھنے میں ہوا ہے کیونکہ انھوں نے تحریف اصل سے
نقل کرنے کے وقت اس میں کی ہے اور اصل جیسا تھا
ویسا ہی اس کی اہل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء میں
توجہ علماء کے پاس ہے وہ حرف نہیں ہے حرف صرف وہ ہے
جو انھوں نے اپنی اتباع کے لئے ظاہر کیا۔ اور اس کے موانع
جیسا اب ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مجموع ہونا
ثابت نہیں ہوا اور اس وقت کیونکہ مجموع ہو سکتا ہے ٹکڑے
ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا تھا اور حضرت کی عمر شریف کے تمام
ہونے پر تمام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اسی قدر

اس کے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کر کے اس کا ابطال و تغلیط کرنا ہے اس
لئے اس کو بھی نقل کر دوں تاکہ ہمارے فاضل مجیب کے دل میں حسرت نہ رہ جاوے۔

وقال شیخنا الصدوق رئیس المحدثین
محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ
شرادف اعتقاداتہ اعتقد ان القرآن
الذی انزل اللہ علی نبیہ ہو ما بین
الذینین وما فی ایدی الناس لیس
اکثر من ذلک قال ومن نسب الیہ انما یقول
انہ اکثر من ذلک فیہ کذب وفتان
شیخنا ابی القاسم محمد بن الحسن الطوسی
اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین
طیب اللہ تزاوے اپنے اعتقادات میں کہا ہے
ہمارے اعتقاد یہ ہے کہ قرآن جو اللہ نے اپنے نبی پر
نازل کیا وہی ہے دو پٹروں میں اور لوگوں کے
بمحتوی میں ہے اس سے زیادہ نہیں اور جو
ہماری طرف نسبت کرے کہ بحرف اس میں
کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے
اور شیخ طوسی محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ

رحمۃ اللہ علیہ فی تبیانہ واما الکلام فی
زیادۃہ و نقصانہ فما لا یلیق بہ لدن الزیادۃ
فیہ مجمع علی بطلانہ والنقصان منہ
فالظاہر البیان من مذہب المسلمین خلافہ
وهو لا ینقض بالصحیح من مذہبنا وهو الذی
نصرہ المرتضیٰ رہ وهو الظاہر فی الروایات
غیرانہ رویت روایات کثیرہ من جہۃ
الخاصۃ والعامة بنقصان کثیر من اہل
القرآن ونقل شئ منہ من مریض الی موضع
طریقہا الاحادیث لا توجب علما فالاول
المرحوم عنہا وتروک التشاغل بجلالہ
یمکن تاویلہا ولو صححت لما کان ذلک طعنا
علی ما ہو موجود بین الذین فان ذلک
معلوم صححتہ لا یغیر منہ احد من الامۃ
ولاییدفعہ وروایاتنا متناصۃ بالبحث
علی قرائتہ والتسک بما فیہ ورد ما
یرد من اختلاف الدخاری فی الفروع
الیہ وعرضہا علیہ نما وافقہ عمل علیہ وما
خالفہ یجنبہ ولو یلمت الیہ وقد ورد
عن النبی ص روایۃ لاییدفعہا احد انہ قال
انی مختلف فیکون الثنین ما ان تمسکوا بہما
لن تضلوا کما قال اللہ وعترتی اہل بیت
وانیما لن یغیر قاحتہ یرد علی الحوض
وهذا یادل علی انہ موجود فی کل عصر
لانہ لا یدب جوارحہ یا صرنا

نے اپنے تبیان میں کہا ہے کہ قرآن کی زیادتی و
کمی میں کلام کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادتی کا باطل ہونا
اتفاق ہے اور کمی ہونا بھی ظاہر تمام مسلمانوں کے مذہب
کے خلاف ہے اور یہی ہمارے مجمع مذہب کے لائق ہے
اور اسی کی مرقضی نے بھی تائید کی ہے اور روایات سے
بھی یہی ظاہر ہے کہ قرآن میں سے بہت سی آیتیں
کم ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں
شیعہ اور غیر شیعہ کے طریقے سے بہت سی روایات مروی ہیں
میں ان کا طریق احاد ہے جو مفید علم یشتین کو نہیں ہو
سکتا قرآن سے اعراض کرنا اور ان میں مشغول
ترک کرنا اول ہے کیونکہ ان کی تاویل ممکن ہے اور اگر
یہ روایات صحیح ہوں تو یہ طعن اس پر نہیں ہے
جواب میں المرتضیٰ موجود ہے کیونکہ اس کی صحت یقین
ہے امت میں سے اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے
نکوئی رد کرتا ہے اور ہماری روایتیں اس کی قوت
پر ایکنجیہ کرنے کے اور اس کے ساتھ تسک کے
اور فروعی اختلاف احادیث کو اس کی طرف لوٹنے
کے اور اس پر پیش کرنے کی باہم تائید کرنے میں جہاں جہو
حدیث اس کے موافق ہوگی اس پر عمل ہوگا اور جو اس کے خلاف
ہوگا اس سے اجتناب ہوگا اور اس کی طرف التماس نہ ہوگا
اور تحقیق ہی سے روایت وارد ہوتی ہے جس کو کوئی رد نہیں کرتا
دیں تم تم یقین کو چھوڑنا ہوں اگر تم ان کے ساتھ تسک کرنا
کے تو ہرگز نہ ہو گے کیونکہ قرآن دوسری میری عمرت میری ہیبت
اور ہر ہر ہر کی مانتا کہ جسے اس حوض پر اس کے اور اس پر
دال ہے کہ قرآن ہر زمانہ میں موجود ہے کیونکہ ممکن نہیں ہو کہ

بالتك بما لا تقدر على التمسك به كما
ان اهل البيت ومن يجب اتباع
قوله حاصل في كل وقت واذا كان الموجود
بيننا مجمعا على صحة فبغني ان ينشأ عن تفسيره
وبين محابيه وترك ما سواه.

ایسی چیز کے تمسک کا حکم کہیں جس کے تمسک پر ہم کو قدرت
نہ ہو چنانچہ اہل بیت اور جس کے قول کا اتباع واجب ہے
ہر وقت حاصل ہے اور جب موجود قرآن کی کھٹ متشرع
ہے تو اس کی تفسیر اور بیان معانی میں مشغول ہونا اور اس
کے ماسوا کو ترک کرنا لازم ہے۔

یہاں تک نقل کر کے علامہ صاحب تفسیر صافی نے اس کی بھی تفسیر و ترمیم کر دی اور فرمایا
ہیں کہنا ہوں کہ ہر زمانہ میں اس کے وجود کے لیے تمام
جیسا خدا نے نازل فرمایا اس کے اہل کے پاس موجود ہونا
اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس موجود ہونا کافی ہے
اگرچہ ہم کو بانی پر قدرت نہ ہو چنانچہ نام ہی اسی طرح ہے
کیونکہ تعلیم اس باب میں برابر ہیں اور شاہد کلام شیخ سے یہ
ہی رہا ہو اور قول اس کہ من يجب اتباع قوله مراد اس سے
ان کے کلام کا پیروی ہے کیونکہ وہ ان کی غیبت کے زمانہ میں
موافق ان کے قول کے ان کے قائم مقام ہے ہم میں سے جس
نے ہماری حدیث روایت کی اور ہمارے عمل اور کام میں نفع
فی اور ہمارے احکام کو پہنچایا اس کو دیکھو اور اس کو
اپنا حکم بناؤ کیونکہ میں نے اس کو غم پر
حکم بنادیا۔ آخر حدیث تک۔

اقول لیکن فی وجہ در فی کل عصر وجودہ
بجہا کما انزل اللہ محققا عند اہلہ ووجود
ما احتجنا الیہ من عندنا وان لم یقدر
على الباقی کما ان الامام کذلک فان التسلیم
میلان ف ذلک ولعل هذا هو المراد
من کلام الشیخ واما قوله ومن يجب
اتباع قوله فالمراد به البصیر بکلامہ وفائدہ
ف زمان غیبتہم وقا توفیقہم ہو بقولہم
علیہ السلام انہ لو من مان متکلم قدس
حدیثنا ونسرف سائلنا واما عرف
احکامنا فاسئلوا بہنکم حکما فان قد جعلتہ
علیکم حکما بعد ان یشتد کلامہ۔

سندوق اور مرضی وغیرہ کا تحریف سے انکار قواعد شیعہ کی رو سے غلط ہے

بند و گزشتہ کرنا ہے کہ آپ کے شیخ سندوق اور شیخ مرقس در حوس نے جو اپنا مذہب
مذہب تحریف قرآن قرار دیا ہے اور مذہب تحریف کو راجع مذہب نقل سے لکھا ہے باعتبار وہ مذہب سید
مذہب کے بائیں غلط ہے فیض نظر ان دونوں سے جو کہ ان کے مذہب کے بعد ان میں صاحب
مذہب مذہبی ہیں اور بھی بہت دور ان کے بعد ان پر دست کر کے ہیں سنیے جس قدر روایات
نقل کرنا ضروری ہے کہ ان میں اگرچہ ہم ایک ن میں سے شہادہ و حسی سے لیکن

جب اس کی قدر مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر القعد اور واقع نے مختلف ائمہ سے روایت کیے
تو یہ متواتر المعنی ہو کر درجہ قطعیت کو پہنچ چکا ہے اور مثل اور روایات کے جن کو علامہ طائیف نے متواتر المعنی
تسلیم کر لیا ہے ہو گیا ہے علامہ شہید ثانی معالم الاصول میں فرماتے ہیں۔

قد تلکثر الاخبار فی الوقایع وبتختلفت
لکن یشتمل کل واحد منها علی معنی مشترک
بینہا بجهة التضمن والذکر اذ فی حصول
العلم بذلك التضمن والمشاركة و یسمى
المشترک من جهة المعنی وذلك کوقایع
امیر المؤمنین فی سیر ویدہ من قتلہ غزاة
سدر کذا وفعلہ فی احد کذا الی
غیر ذلک بانہ یشتمل بالذکر اذ علی شیعہ اخذہ
وقد تواتر ذلک منه وان کان لا یصل شیء
من تلك الجزئیات درجۃ القطع۔

واقعات میں بھی احادیث کثیرہ ہوتے ہیں اور باہم
مختلف ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک ایسے معنی پر
جو باعتبار تضمن اور التزام کے مشترک ہو سکتے ہیں
ہوتے ہیں تو اس قدر مشترک کا یقین حاصل ہو سکتا ہے
اور اس کا نام متواتر معنی ہے اور یہ جب امیر المؤمنین
کے حروب کے واقعات کہ جنگ ہار میں خداوند تعالیٰ
والوں کو قتل کیا اور جنگ اہل مدینہ میں قتل کیا وغیرہ
تو یہ متواتر معنی آپ کی توحید پر دلالت کرتا ہے اور
یہ متواتر ہے اگرچہ ان جزئیات پر سے کوئی جمعی نہیں
کے درجہ تک نہ پہنچا ہو۔

شہید ثانی ان شہادت سے صریح مستند ہوتا ہے کہ اخبار کثیرہ میں معنی مشترک اگرچہ وہ
بیشیہ تضمن والذکر اذ ملول روایات ہوں تاہم متواتر المعنی ہو کر مفید قطعیت کہ ہو گیا ہیں اگر روایات کثیرہ
میں معنی مشترک مدلول روایات با اعتبار معاہدہ ہو گا تو یہ اولیٰ یہ سے کہ متواتر المعنی ہو در مدلولی درجہ
یہ ہے کہ متواتر المعنی ہو گیا اب اگر وقوع تحریف کی روایات کثیرہ کو متبع کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ
سند احادیثی ہیں مجبوعہ مفید تو ان کو ہے اور ثبوت وقایع امیر المؤمنین سے اس کا ثبوت بدرجہ اتم
بہت تواتر وقوع تحریف کا متواتر بالاولویت ثابت ہو گیا تو وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اس سے کہ تواتر کے
قرن قاطع جس درجہ تک ہے جس خاص ہے کہ بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر اصول
مسند شیعہ کو از حد ہوا ہے بیت سے تحریف ہو گئے اور ان کے حقوق غضب کر کے خود خوار رہا ہے لیکن تو اس
صورت میں اپنی تحریف و تحریف کے لئے جس قدر میں قصور ہے پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ کتب کے
جمع و بیت ہو خود خوار رہا ہے جس کوئی ہے در اہل بیت میں سے کسی کو میں نہیں شامل نہیں کیا
جناب میرے میں سے بنا قرآن مجید و جمع کیا تو ان قرآن سے نہایت پایا جاتا ہے کہ میں کی بیت روایت
کے وقت مذہب غریبی کی کسی ہوئی تو اس سے ثابت ہوا کہ قرآن میں تحریف کی کوئی چیز نہ ہو سکتی ہے۔

جس کا انکار آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم رکھتا ہے، پس آپ کے شیخ صدوق اور مرتضیٰ اور طوسی نے جو اس کا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل التفات اہل دین و دیانت من المتشیعین نہیں ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے لئے الاسلام کہیں اور ان کے استاد صاحب الامام نے فرمایا ہے، سمجھنا کہ یہ روایات احادیث ہی لیکن ہم کہتے ہیں کہ جب کو خبر واحد متواتر بالقرائن ہو تو اس وقت علی الاصح مفید علم یقین کو ہوتی ہے، اپنے شیعہ ثانی کی شہادت دیجئے۔

وخبروا احدهما بالیوم تبلغ حد التواتر سواء
کثرت روايته او قلت وليس مثانه افساده
العلم بنفسه لعمد قد يثبت به بالاضمام
القرائن اليه ويزعمه قهر انه لا يثبت
وان انقسمت اليه اسرائيل والاصح الاول.

پس اگر اس کو متواتر مانیں تو بھی بارہو اخبار احاد ہونے کے بالضمام قرائن مفید قطع کو ہے تو بھی مثل متواتر ہے، اور اس کا انکار مثل انکار متواترات کے سمجھا جائے گا، اور ہرگز قابل اعتبار نہ ہوگا، دوسری یہ کہ مرتضیٰ کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفت نے غلط تسلیم کر کے تشریح کی ہے وہ یہ کہ سید مرتضیٰ معنی ہوا ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اور اپنی مثال وائش مندی سے قائل ہوا ہے کہ ہمارے مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہیں مالا کیسید کا یہ خیال بالکل غلط اور پوچھ تھا شیعہ ثانی نے معاملہ اصول میں لکھا ہے،

قال العذمة في النهاية اما الامامية
فالخباريون مذهبهم يعولون على اصول
الدين وفروعه وعلى اخبار الاحاد المروية
عن الائمة والاصوليين من مذهبهم كالي
مذهب الحنابلة وغيرهم فليس على قبول
خبر الواحد ولو يتيقن وسواء المتقن و
اتباعه بشبهة قد حصلت له وقد حكمي
الحق عن الشيخ سنوت هذا الطريق
في الاستيعاب لعموم بالاخبار مروية عن الائمة

عذر نے نمایاں میں لکھا ہے کہ امامیہ میں سے اخباریوں
نے تو اپنے اصول اور فروع دین میں جو اخبار
احاد کے جو ائمہ سے مروی ہیں اور کسی پر اعتماد
نہیں کیا اور ان میں سے اصول مشاہیر جعفری کے
خبر واحد کے قبول کرنے میں ان کے موافق ہوتے اور
جو مرتضیٰ اور اس کے اتباع کے اور کسی نے اس کا ٹکڑا
نہیں کیا اور یہ سب ایک خبر کے تھے جو ان کو پر گئی تھی
اور محقق نے شیخ سے احتجاج میں اس پر
پرجہ کیا کہ اگر احادیث مرویہ پر عمل کرنے کے سبب

مفتقر علیہ فادعی الاجماع علی ذلك. اس پر اقتصار کر کے حکایت کیا ہے اور سب پر احتجاج کا دعویٰ کیا

اس سے صاف ثابت ہے کہ سید مرتضیٰ کا روایات احاد کے نسبت انکار صریح اس کی غلطی ہے اور آگے بھی اس کے تخطیط و تردید میں چار صفحے کے قدر صرف کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ماضی فیہ میں بھی وقوع تحریف سے انکار اسی غلطی سے ناشی ہے کیونکہ جگہ جگہ اپنی دلیل میں اخبار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا مستدل قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں بیان کرتے کہ ان روایات میں کس وجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذاب وضاع درمیان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے، اور عبارات منقولہ سے ظاہر ہے کہ ابوعلی طبری کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کی تردید اتباع و تقلید آپ کے سید مرتضیٰ کی ہے اور وہ ہی بنا فاسد علی الفاسد کے تبدیل سے ہے ابوعلی طبری بھی فرماتے ہیں وهو الذي نصره المرتضى اور طوسی صاحب بھی فرماتے ہیں وهو الذي نصره المرتضى پھر جو کچھ دلائل ذکر کرتے ہیں وہ قطع نظر اس سے کہ معارض روایات قطعیہ کریں ایسے مثل اور لا خالی ہیں کہ دینی مآل بلکہ بدون فکر و تامل کے براہتہ غلط معلوم ہوتے ہیں، چنانچہ منفر صاحب صافی نے ان کو رد و جہوں میں باطل کر دیا پھر ان دلائل کو قطعیات و یقینیات سمجھا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے، رہے آپ کے صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ بھی اور ان کی اسناد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور ان کو بھڑکانا کر رہے ہیں دلیل کوئی نہیں بیان فرماتے بدون دلیل دعویٰ فرما رہے ہیں دعویٰ جادوئیں آپ بھی جانتے ہیں مردود ہے پس بتایا جائے کہ یقین تحریف کے جن کا دعویٰ مع سید مرتضیٰ کے ہے بالکل غلط سمجھا جائے گا، اگر صدوق صاحب نے خلاف رائے اپنی غلطی سے کوئی خاص حقیقہ اپنا کر لیا جس کی کوئی اصل نہیں تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجھا جائے گا پھر اس پر طرفہ کشا یہ ہے کہ یہ ہی آپ کے صدوق صاحب فضائل میں جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کرتے ہیں ایک بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے اخذ کیا کہ خطاب کر کے فرمائی اس میں حضرت کی وفات کے قصہ میں مذکور ہے،

تملت نفسي على صبر سنة وفاته
بذلوم السميت وارتشكت به...
تجلبست به وتغلبت به وتغلبت به
والصلاة عليه وودعه في حفرة
وبعث كتاب الله وبعثه...
حضرت سید علی علیہ السلام کی وفات کے وقت میں نے اپنے
فصل کو سکوت کے لاد کر لیا، اور جس کو مجھ کو فرمایا تھا
درجہ کے تیار کرتے اور نہ تو خوش ہو سکے اور کس
پہننے اور آپ پر نماز پڑھنا اور نہ میں رکھنے اور
کتاب اللہ کے جھوکے اور نہ ہی کتاب اللہ کو پیش

یشتغلنی عن ذلک بادرد معنہ ولہاجی
 کسے سے اس میں مشغول ہونے کے ساتھ صبر پر رہنا
 کیا کہیں سے کوئی ملحق نہ ہو، وہ عیبان والا
 سائن مذکور تھا۔

کوئی حضرت کے اولیا سے پوچھے کہ جب کتاب اللہ شان ذوق بخفی در اس میں اندیشہ
 تحریف نہ تھا تو آپ نے کیوں اس قدر عجلت کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اس کے کہ وہ اس کے مطابق
 ہے تو اس طرح کیوں اس کے پاس عند ذوق تفسیر میں مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اس کے منہ سے بے توصاف
 واضح ہے کہ اس قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور اس میں حضرت امیر نے معاذات تحریف
 فرمائی جو خود جمع فرمایا، اس علاوہ اس کے وہ روایات جو وقوع تحریف پر ہیں بہ نسبت ہیں اور منکرین
 تحریف کو دوسرے محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس مدعا کی مثبت پائی نہیں جاتی اگر پائی جاسکے گی تو
 وہ بھی کافی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت کافی پر مقدم ہے تو اس لئے دعوت منکرین تحریف کا باطل ہوگا
 و مثبت ہیں کا ثابت (۱) ظاہر ہے کہ حدیث روایات مثبت تحریف مودی جاتی ہیں ان میں احتمال تفسیر
 بالکل منطقی ہے کیونکہ اس وقت تحریف کسی کا مذہب نہیں تھا جس کی رعایت کی وجہ سے تفسیر ائمہ
 نے ایسا ارشاد فرمایا ہو اور وہ روایات کہ جن کا شیخ طوسی اپنے مستعمل میں حوالہ دیتے ہیں اور ان
 روایات پر مقدمہ ذکر کے تحریف کو سابقہ اعتبار سمجھتے ہیں جو مت علی التلاوة پر دلالت کرتے ہیں تو
 یہ بھی غلط ہے کہ وہ اس موجود کی نسبت جو بک بشرط و سلبانی اس اس قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص
 عمر ہی کے پاس ہے، سنا کہ وہ یہ ہی قرآن مجید ہے جو اہل سنت کا قرآن ہے لیکن عام ہے کہ اس
 کی نسبت حضرت ابوہریرہ حصص ثواب محض تفسیر کے حور پر ارشاد ہوا ہوگا جب غلطی کے ساتھ جمع
 اور ان کے ساتھ تفسیرت در خلاست اور ان کے موافق خلاف واقع مسامحہ کا اظہار پایا جاتا ہے جس
 کے لئے حدیث کو بجز تفسیر کے اور کوئی مسامحہ نہیں ہے نہ اس کے تفسیر پر قبول ہوتا ہو کہ کون مانع
 سے ہر حال میں تفسیر کا عجب حال ہے کہ اصول دین میں کوئی کچھ کہہ سکتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے صحابہ
 نے ہر قدر حرارت حدیث کی وہ ہے جسے کسی نے بے سوچے سمجھے کچھ ڈالیا اور اب دوسرے حضرات نے
 دیکھا اور بغیر بات اہل سنت میں گرفتار ہو کر غلب غفلت سے ہر کچھ کہہ کر اس بات کو کہ وہ کچھ کہتا
 ہے ہر گز کوئی کچھ کہنے کے لئے اور نہ سمجھنے کی ہمت کب پہنچا جھوٹے دے ہیں۔

اس کا تفسیر میں بہ مشابہہ

اس کا تفسیر میں بہ مشابہہ

فاضل عجیب سے دریافت کرے کہ حضرت جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے اور تمام صحابہ کو رہنے دو غفار اور ان کے اولیاء و اتباع جن کا معاذ اللہ ایمان کسر سے
 ہی سے لٹاق آئینہ تھا تو وہ کون لوگ تھے جن کی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف شدید تھی اور وہ کون
 سے علماء مسلمین تھے جو اس کی حفظ و حمایت میں غایت قصوے کو پہنچے ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوار
 تھے جنہوں نے یہاں تک کوشش کی کہ قرآن کے اختلاف اعراب و قراءات و حروف و آیات تک کی
 معرفت حاصل کی، خدا کے لئے جبار و دروغایت فرما دیں کہ یہ لوگ کامل الایمان اور ارکان دین اسلام تھے
 یا کافر و منافق اور یہ لوگ اعظم اہلسنت تھے یا کابراہل بیت اور یہ حضرات وہی صحابہ و تابعین تھے جن کو
 تم کافر و منافق کہتے یا کہتے دوسرے جنہوں نے ایسے نقول میں قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و
 عیانت فرمائی پس اگر یہ وہی لوگ ہیں جن کو تم بڑا کہہ کر اپنے نامہ اعمال روشن کرتے ہو تو خدا کے لئے ذرا
 تو سوچو اور سمجھو اور اپنے صبیح سے باز آؤ اور یہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تحریف کی نسبت فرماتے ہیں
 لاندہ بیسکت تاویلہا حضرت کے کمال تجربہ پر وال ہے نفس دعویٰ امکان فرما کر چھوڑ گئے
 اور یہ نصیب راہجو اگر کوئی تاویل ان روایات کی بیان فرماتے ہیں ان روایات کے مخالف مدعی
 تھے تو واجب تھا کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو خراب ہو اپنے فاضل محی طیب سے جو ان
 کے اس مسئلہ میں مقلد ہیں دریافت کرتے ہیں کہ آپ ہی ان روایات کی مثل مشنور اگر پرنٹو اندر سپر تمام
 کند کچھ فرما دیں اور اس ندامت کا بار طوسی صاحب کی گردن سے اتاریں۔

طوسی اور طبری کا قرآن میں زیادتی کے بطلان کو مجمع علیہ کہنا غلط ہے

اب راہیکو طبری اور طوسی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے۔ یہ
 بھی روایات مذکورہ صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کہیں روایت نے ان کو تسلیم کر لیا ہے تو
 زیادتی اور نقصان دونوں کے نزدیک تسلیم ہوتے تھے نظر اس سے باہر عمل اگر زیادتی کا بطلان
 مجمع علیہ ہے تو تحریف کچھ زیادتی میں ہی تو منحصر نہیں بلکہ نقصان بھی تحریف ہے نقد و تاخیر بھی تحریف
 ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہو، اور خود غلط اور اگر جمع ہو بھی تاہم منہ نہیں ہیں اس سے
 یہ فائدہ ہوگا کہ آپ کے نزدیک نقصان ثابت ہے لیکن اس کی پرہیز اور شوریہ کی روایت پر نہ چاہتے
 ہیں کہ ہر کوہم انھوں اور مناسبت حیرت ہے کہ علی بن ابیہرہ فرقی جیسا عام و تہ شخص جو امام زمان کا مہم
 اور شاگرد ہو، اور اس کی تفسیر اخذ امام کی تفسیر سے ہو اس کی روایات کو اپنے وہیات مہم سے باہر کریں

یہ سچ ہے الغریت یثبث بكل حشیش رجال شیعہ میں سب سے اول حمد وصلوۃ کے بعد لکھا ہے۔

وبعد فہذہ رسالۃ فی معرفۃ مشائخ
الشیعۃ تعدلہم اللہ تعالیٰ بالرحمۃ منہم
الشیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم
صاحب الامام الحسن العسکری ذوالنفل
والوفاء وهو صاحب التفسیر الذی
فی فضل اہل البیت المشرق من تفسیر
الامام المذکور استنبط

بعد حمد وصلوۃ کے یہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت
میں ہے خدا ان کو اپنی رحمت کے ساتھ
ڈھانکے منجھان کے شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم
امام حسن عسکری کا یار بزرگیوں والا ہے
اور وہ صاحب تفسیر ہے فضل اہل بیت
میں جو امام مذکور کی تفسیر سے اخذ
کی گئی ہے۔

پھر محمد بن یعقوب الکلینی بھی کچھ مرتبہ میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اس کی کتاب کافی امام
زمان پر پڑھی جا چکی ہے اور بشادات امام اس کی تصویب و تصحیح ہر پر کی ہے تو ایسے عدول وثقات کی
روایات کی تعلیظ و تفسیر اور تزیید و تزییف کرنا قیاس سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ
نے تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات قیاس سے خارج ہوتے
اور اہل سنت میں شامل ہونا چاہیے کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو جو رکنا اور بدعتاً ذکر و ناجز و مذہب
سمجھ رکھا تھا اور جس پر مدار قیاس تھا ان کی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہونے اور جن کو ارکان دین
سمجھتے تھے اور ان کے حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ نوزہم نہ نطقنا انما انبؤنا ان کی برائی کے گویا
قائل ہوتے تو اس صورت میں تمام قیاس درجہ برہم ہو گیا چونکہ اس کی تفصیل میں محل ہے اس لئے اس
کو ذکر کیا پر چھوڑتے ہیں غرض کہ اگر شیعوں کے تحریف نے انکار تو کیا مگر یہ نہ سمجھے کہ یہ کھلم کھائی اپنی ہی
پروا پر پڑتی ہے ہمارے اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام مجید میں تحریف کا واقع ہونا
بنا بر مذہب قیاس راجع و منظور ہے اور جو لوگ اس کے قائل ہوتے ہیں انھوں نے سچ اور منظور
کہ اختیار کیا ہے بلکہ یہ حقیقت مذہب قیاس انھوں نے ہی اختیار کیا ہے اور جن لوگوں نے اس سے
انکار کیا وہ عدول مذہب قیاس کے ہے اور وہ مجبور ہو کر اس معنی میں پرستے ہیں جب یہ فراموش
کیں کہ اس کو اختیار کیا چنانچہ ہمارے فاضل محض نے جس چونکہ مذہب میں کتاب میں نہیں ہیں صرف
متاخرین کی ہیں پر بغفلت رہے اس لئے یہ سوچتے تھے کہ ان کی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہوا کہ جو غرض
اب تک نہ تو ان کا محرف ہونا مسلمات شیعہ سے ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا کیونکہ جب

اکابر شیعہ نے مثل کلینی اور قتی اور طبری کے اس کو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کر لیا تو اس پر مسلمات
شیعہ سے ہونا صادق آگیا اگرچہ بعض نے اس کو تسلیم نہ کیا ہو علی الخصوص جب کہ محققین کا قول مستند
دلائل قاطعہ شرعیہ کی طرف ہوا اور منکرین کا انکار مخالف دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہو اور لغو
اور لاعمل ہو تو اس وقت اس کا مسلمات شیعہ سے ہونا بالبداہت ثابت ہو گا پس ہمارے مخاطب کا
انکار صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے مذہب سے بھی بفضلہ تعالیٰ واقفیت نہیں رکھتے نہ حکم تحریف
قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی ثابت اور اس کا انکار کرنا سر اسر باطل ہے اگر آپ اور آپ کے
صدوق و مرتضیٰ یہ چاہیں کہ چند خرافات سے اس رخنہ اور خلل کو بند کریں جو اکابر شیعہ نے اپنے دین
میں ڈالا ہے تو واضح رہے کہ یہ محض خیال محال ہے قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

در دست طبیب ست علاج ہمدردی در دمی کہ طبیعت و ہدائز چہ علاج

متاخرین علماء شیعہ کی تحقیقات سے تحریف کا ثبوت

ہاں اس قدر گزارش باقی رہ گئی آپ یہ فرمائیں گے کہ اس بحث میں جہاں تک استدلال کیا
گیا ہے وہ متقدمین کی روایات اور ان کے اقوال سے استدلال کیا ہے حالانکہ ان کی روایات و اقوال
بقابل تحقیقات متاخرین کے تقوم پارہیز کے حکم میں ہیں اس لئے ہم اس وقت تسلیم کریں جب کہ متاخرین
علماء میں سے کسی نے تحریف کو تسلیم کیا ہو تو لیجئے بحول اللہ ہمارے پاس آپ کے بعض متاخرین کی بھی تصدیق
موجود ہے ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے آپ کے قبل و کعبہ رسالہ بارۃ ضعیفہ میں فرماتے ہیں: چون
این نظم قرآنی نغمہ غما نیست بر شیعیان احتجاج بان نشاید اب اس جملہ کو ملاحظہ فرمائیے اور جو کچھ میں نے
عرض کیا تھا اس سے مغایر کر لیجئے کسی قدر بڑھ کر ہی پائے گا اور لیجئے آپ کے قبل و کعبہ مجتہد العصر
لکھنوی عماد الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں

بعد اللہ والہم مقتضی تلک الاخبار ان
التحریر فی الجملۃ فی حد القرائن
الذی بین یدینا بحسب زیادہ بعض
الحروف و نقصانہ بل بحسب بعض الدلائل
وبحسب الترتیب فی بعض امواض قد وقع
بعیث مما لیشک فیہ مع سبب تلک الرغبا

چنانچہ جنس کے بعد مقتضی ان احادیث کا یہ ہے کہ
اس قرآن میں جو ہمارے انھوں میں ہے باعتبار زیادہ
اور کمی بعض حروف کی بلکہ باعتبار معنی الفاظ کے اور بعض
مواقع میں باعتبار ترتیب کے بالتحقیق تحریف اس
مرح واقع ہوئی ہے جس میں بدتیلان روایات
کے کچھ شک نہیں کیا جاتا ہاں اس زمانہ میں ان تحریف

تعمول بحال العقول فان هذا الزمان يحصل
الجزم بالحد الوجوه المحتملة عند العقل كيفية
وقوع تلك التحليلات بعينه فان الاحتمالات
فيها كثيرة والى ان قال ومنها انه معلوم من
حال النبي كالا يخفى على المتبحر
ان الذي احدث الصائب انه مع كمال
رغبة على تخليفه عليا كان في غاية
التيقن من قومه ولهذا عندى
دليل وامارات لتس المقام ذكر ما في حقل
عند العقل ان النبي حفظ لصفة الواسع
انطاعى اوج اعتراف الناس بالمشتمل على
لصوص اسماء الواسع واسماء ما فليس مثله
عند حاد اسره كعلى باس الله لثلايتد القوم
باسره لعلهم من حاله عدم احتمال ذلك
افهم هو لغير ما علوه المصلحة في اذهاره
ونما كلفوا هو باعشون للنبي على
ذلك كان الاسناد اليه في محله عن زعمه

کے وقوع کی کیفیت کے لئے وجہ تملک عند العقل میں
سے کسی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی ہماری عقل
کی مجال نہیں کیونکہ اس میں بہت اختلافات ہیں وہاں تک
کہ کہا بخیر ان کے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال
معلوم ہے چنانچہ متحقق نہ کی صحت عاصم دلی پر معنی
نہیں ہے کہ آپ باوجود عی کے خلیفہ بنانے کی نسبت
کمال رغبت کے اپنی قوم سے غایت درجہ تفتہ میں تھے
اور میرا پاس اس کے لئے دلائل اور علامات ہیں جن
کے ذکر کی اس جگہ گنجائش نہیں جس عقل کے نزدیک محفل
سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اسلام کے پیغمبر کی
صفت کے لئے اسے قرآن کو جو شہادہ اور
مزانیں کے ناموں کی تصریح پر مشتمل تھا اپنے رازداری کے پاس
شخص کے لئے کہ حرکت و جہت رکھتا ہو تاکہ وہ قدم نہ رہو
جائے جب ان کے حصے سے اس کا محفل ہوا معلوم کر لیا تو بقدر
اس کے جس کے اندر میں مصلحت معلوم ہوئی ان پر ہر گز
اور جب کہ اس کے لئے جس اسے غیر دستور کو وہی ہفت ہوئی
تو ان کی طرف اس کی نسبت کرنا ہی ہے خود ہوا

اپنے قبلہ و کعبہ کی تصریح و شہادت کو ملا حفظ فرمادیں کہ آپ کے قبلہ و کعبہ کس وثوق و قہار اور یقین
و اطمینان کے ساتھ ثبوت اور وقوع تحریف کے باعث و تسلیم روایات جتنی تحریف متفقہ اور قائل میں ہوں
اور مجتہد المتشیعین کو شک و تردد ہے تو اس امر میں ہے کہ وقوع تحریف کیوں کر ہوا چنانچہ منجملہ احتمالات
کے آپ کے حضرت مجتہد صاحب کی رائے میں وقوع تحریف کا ایک یہ بھی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر خداوندی قرآن کو دوسری مرتب کیا ایک وہ جو تمام و کمال تھا اور اس میں نصیر
اتحاد و اتحاد المتشیعین درج تھے اس کو تو اپنے محرم اسم کے پاس صدوق تبتہ میں ودیعت رکھا
اور دوسرا وہ کہ جس میں سے اتحاد و اتحاد المتشیعین خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر خداوندی
بجائ کر بقدر مسند عام ہو گوں میں نام فرمایا اس میں سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ اپنے ظاہری ایمان

اتفاق آمیز سے بھی درست برقرار ہو جائیں اور اگر یہ یہ مسخ و تحریف معاذ اللہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالیٰ کے حکم سے ہی کی لیکن چونکہ اس کے سبب خلفاء رہی تھے اس لئے تحریف
کو ان کی طرف نسبت کرنا بجائے خود ہے سبحان اللہ واہ واہ حضرت مجتہد العصر الحاضر نائب الامام
الغائب نے کیا تحقیق حق کی داد دی اس تیغ میں کیا ہوا ہر ٹانگے اور کیا موتی پروئے ان کے اولیاء و
اتباع اس پر جس قدر نادر کریں بجائے اور جتنا فرخ فرمائیں زیبا میری زبان و قلم میں طاقت نہیں کہ اس کی
تقریف و توصیف کروں اور اس قدر گنجائش وقت ہے کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کلمات علمی کو
ظاہر کروں مگر انوس اس کا ہے کہ باوجود علوم نہ تحقیق پھر صدوق المتشیعین کی شہادت کے موافق
کاذب اور بھولے اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے
فاضل مجیب کے نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں
وہ اہل ایمان سے خارج ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع ہیں وہ قائل
مجیب کی شہادت کے موافق اہل ایمان میں شمار نہیں کئے جاتے فی الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے
جو یہ جملہ تحریر فرمایا ہے کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے حاشا کہ اس میں کچھ بھی
اختلاف ہو صحیح اور مطابق واقع اور غرض الامم کے ہے اور تفسیر جزئیہ حتیٰ بر زبان جاری شود کا مصداق
ہے بے شک ہم بھی مانتے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہیں جو لوگ اہل ایمان
ہیں حاشا کہ ان میں کتاب اللہ کی نسبت کچھ بھی اختلاف ہوا اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں بے شک
وہ اہل ایمان سے نہیں جو قرآن کریم عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے بچہ بچہ کی نوک زبان سے
بلا کہ و کاست یہ وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور بلا تقدیم و تاخیر اسی ترتیب کے
ساتھ ہے جو ترتیب کو لوح محفوظ میں ہے گو نزول میں باخلاف مصلح تقدیم و تاخیر ہوئی پس جو شخص یہ کہ
کہ اس میں کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ مجبوراً بلکہ دائرہ ایمان سے خارج ہے الحمد للہ کہ یہ مسنونہ جو ہم
کو تجلشن استدلال سے ثابت کرنا چاہیے تھا وہ فاضل مخاطب کے اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس
عنایت کے شکر گزار ہیں

کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کے شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ معتبر ہونے کا ثبوت

ربا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے صاحب منہج الکلام و صاحب مخدوہ اکرم اللہ نزلہا کی نسبت یہ اعتراض نہایت فصیح و شیعہ کے ساتھ فرمایا تھا کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شہر مانتے ہیں اس کا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھ گئے ہوں گے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر کسی قدر تفسیر کی جادے واضح ہو کہ اہل حق کا مدار اس پر ہے کہ سلسلہ سند کا اصل ماخذ تک معتقد اور قابل ثباتیت ہو جس قدر اس سلسلہ سند میں وثوق زیادہ ہو گا اسی قدر متن میں صحت و اعتماد زیادہ ہو گا یہاں تک کہ اسی کی بدولت درجہ قطعیت کا بھی حاصل ہو سکتا ہے اور جس قدر اس میں کمی اور کوتاہی ہوگی اسی قدر متن میں عدم صحت و اعتماد ہو گا پس اب قرآن شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملاحظہ فرمائیے کہ اگرچہ اس کی طرف غایت و اہتمام شہید ہوا اور دواعی دافر ہوں اور علماء مدرس تدریس شائع ذائع ہوتا نام قرن اول میں جو لوگ منہجی سلسلہ سند کے تھے اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تھے اور جن کو ایسا غلبہ تھا کہ ان کے غلبہ کے مقابلہ میں کسی کو چون کرنے کی گنجائش نہ تھی انھوں ہی نے مجتہد جو کہ قرآن کو ثابت و جمع کیا اور کسی کو اس میں شریک نہ کیا، موافق ان حالات کے کہ براہیل یقین ان کی نسبت بیان کرتے ہیں ان کی جمع وثابیت ہر ذی عقل کے نزدیک ہرگز قابل اعتبار و لائق ایمان کے نہیں سمجھی جاتی یہ ہی وجہ ہے کہ شیعہ ان کی روایات کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صحیح نہیں سمجھتے اگر ان کی نقل قابل اعتبار کے ہے تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں ان کی نقل و روایت کو صحیح اعتبار کر لیا اور حدیث میں صحیح کیوں نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن احق بالا اعتبار تھا اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تفسیر کے لباس میں ہمیشہ اس قرآن کی مدح و ثنا فرمائی ہو اور کبھی اس کی تحریف کی نسبت کچھ نہ فرمایا ہو تب باعتبار افسانہ کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ غراب سند کے جب یہ بھی اس کے ساتھ مضمر کیا جاوے کہ ائمہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ میں اس کو محرف فرماتے رہے اور اپنے پیشانیان خاص کو اس راز مخفی پر متنبہ نہ کرتے رہے تو اس حالت میں یہ قرآن اصول یقین پر ہرگز قابل اعتماد نہیں ہو سکتا اور اس کی صحت تسلیم کی جا سکتی ہے یہ قرآن مثل ان احادیث کے ہو گا جو بواسطہ ان صحابہ کے مروی ہوں اور ان کی تفسیر ائمہ نے کی ہو جیسا بشیوعہ کے نزدیک

ش کا اعتبار نہ ہو گا اسی طرح قرآن کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا اس کے بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ قوم کو پہنچے اور ان کے سلسلہ سند کو ماخذ تک ملاحظہ فرمائیے اس میں کوئی شخص ایسا نہیں ملے گا جو مثل روایت کتاب اللہ کے غیر معتقد ہو گا جس قدر روایات ہیں وہ سب ثقہ و عدول امامیہ ہیں تو اس اعتبار سے دیکھئے کہ کلینی کی صحت کس درجہ کو ہوگی ظاہر ہے کہ قرآن کی صحت سے بدرجہا زیادہ ہوگی علاوہ اس کے قرآن کی نسبت جیسا ائمہ کی تفسیر مروی ہے جہاں اس کے کلینی کی نسبت جو اقدم الاصول الاربعہ ائمہ سے اس کی تصویب و تفسیح مروی ہے چنانچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکے اور ان کے ملاحظہ سے گذر چکے تو اس کا صحت و اعتماد درجہ تقویٰ کو پہنچ گیا تو اس وجہ سے قرآن کی صحت و اعتبار میں اور کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوا حضرات شیعہ قرآن کی نسبت بے باکانہ کمر دیتے ہیں ان قرآن نظم ثمانیت احتجاج بان بر شیعیان نشاید آج تک کسی نے کلینی کی نسبت بھی ایسا کلمہ فرمایا ہے حسب تحریر مفسر صافی ابو علی جری کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب سیبویہ اور کتاب مزنی اور دوادین شواہد سب کی سب قطعی ہیں ان میں کسی قسم کی تحریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل ان کی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب مشہورہ کی صحت نقل بھی مثل علم البالیہ ان اور ذائق عظام کے متواتر اور قطعی ہوئی اور قطعاً و یقیناً کسی قسم کی تحریف و الحاق کا اشتباہ ان میں ہرگز نہیں چنانچہ صاحب فوائد مدنی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور بالآخرین اگر قرآن میں تحریف یقینی نہیں تو قطعی اور احتمالی تو ہے تو اس صورت میں آپ ہی انسان سے فرمائیے کہ قرآن کی صحت اور اس پر اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلینی وغیرہ پر افسوس کہ آپ کو اپنی کتابوں کی تصریح اور اپنے علماء کی تصریحات کی بھی واقفیت نہیں پھر اس پر جوش و خروش یہ کچھ کہ علماء اہلسنت پر طعن کرنے کو آمادہ ہوتے ہیں پس اس ہماری گزارش سے سمجھ لیا ہو گا کہ صاحب منہجی الکلام اور مخدوہ اکرم اللہ علیہما نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلینی یا تاریخ ابن قتیبہ یا منہج البیضا وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور معتبر ہیں وہ مطابق واقع کے ہے اور بلا دلیل نہیں ہے لیکن صرف اس کو جہی سمجھ کر دلیل سے تعرض نہیں کیا پس اس پر ہمارے فاضل مخاطب کا اعتراض آپ کی خوش انہی اور جیاد و شرم ایمانی سے ناشی ہے الحمد للہ کہ ہم اپنے دعوے میں پکے ہوئے اور تحریف کا مذمت شیعہ سے ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا اب جواب سننے کے منتظر ہیں

قولہ : اور اگر آپ کے علماء نے کتاب اللہ کا محرف ہونا اس لئے ہماری حرف منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض روایتوں میں وقوع تحریف تفسیر قرآن و روایات مذہبی پر کسی امر کے لازم ہونا اور شیعیان سے اور تصریح اس مذہب و لون کی اس زمانہ پر اور چیز ہے ان روایات تحریف سے

غایۃ الامر اس کا لازم ثابت ہو گیا نہ تصریح اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صاحب تحفہ نے کتاب تجتہ اللہ البالغین تصریح کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور لازم کی نسبت ملزوم کے قائل کو جب کہ اس نے لازم کے برخلاف تصریح کی ہو جائز نہیں ہے۔ اس کتاب کی عبارت ہے۔ فان قيل يلزم من الاختلاف في كونه مباحة في جهة اف يكون حاداً قلنا لازم المذهب ليس بمذهب لان المجسمة جازون بانہ تعالى في حقیقہ وجازون بانہ قد یعوان الـ ليس بحادث فلا يجوز ان ينسب الـ مذهب من يصرح بخلافه وان كان لازماً للقول۔ اور امرہ المسنت نے بھی یہ ہی لکھا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس جب آپ کے علماء کے قول سے یہ ثابت ہو گیا کہ لازم مذہب مذہب نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ مسلمات شیعوں سے ہے غلط محض ہوا۔

عین مذہب اور لازم مذہب کی تحقیق

اقول: سبحان اللہ ہمارے فاضل مناصب نے کیا روشنی اور واضح اور کس قدر مضبوط اور قوی دلیل بیان فرمائی ہے کہ ان میں اہل الصفات اور کہہ رہے ہیں اہل عدل و داد کہ ذرا اس دلیل پر چارے فاضل مجیب کو دو دیویں اور شاہان کیں اگرچہ بلفظ آپ کی تمام اس تحریک کی تقریر یا یہ ہی کیفیت ہے مگر یہ ایسی دلیل ہے کہ شاید ایسی دوسری کوئی نہ ہوگی جس نے بالکل آپ کے علم و فکر کی غلطی کھول دی اور آپ کے علمی اور اضافی دعوؤں کا بخیرہ اصرار دیا۔ انوس کو یہ دلیل صدوق المستقیم اور مقلدی و طہری و عوامی وغیرہ صاحبان کو نہ سوجھی ورنہ شدت فرج سے عجب نہیں۔ شادی مرگ کا قسم پیش آتا۔ اس ایک نکتہ میں ہزاروں اشکالات حل ہو گئے۔ سد با اعتراضات دفع ہو گئے جب کسی ختم نے کوئی آیت یا روایت پر زنی کی جھٹ کہہ دیا کہ یہ قابل احتجاج نہیں کیونکہ لازم مذہب سے اور لازم مذہب اور مذہب میں بڑا فرق ہے۔ یہ تو سب کچھ مگر اب تک ہماری فہم میں نہیں آیا کہ مذہب کس کا نام ہے اور کس جالوز کو کہتے ہیں کیا مذہب وہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا کیا مذہب اس کو نہیں کہ جس کی رسول نے تصریح کی کیا مذہب اس کا نام نہیں جو امر سے یکے بعد دیگرے بتواتر نہ محض کیا یہ ثابت ہوا کہ یہ عین مذہب نہیں ہے اور لازم مذہب ہے تو کیا عین مذہب وہ ہے جو خاص ہوا سبھا و درویشیہ کی زبان و قلوب سے نکلا ہو کیا عین مذہب وہ ہے جو خاص صدوق و درویشی وغیرہ نے ایجاد فرمایا جو یہ اس پر حرفہ تشابہ سے کہ روایات کی مدول مطابق کو روایات لازم

سمجھتے ہیں اور روایات کو مذہبی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ امر اطفال مدرسہ پر بھی مخفی نہ ہوگا کہ مدلول مطابق بلکہ تصنیفی تک لازم نہیں ہوا کہ تاویل روایات کو مذہبی کہنا اور ان کی مدلول مطابق کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بڑی غلطی ہے جس سے شاید فارسی حوالوں کو بھی مشرم آئے اور ادنیٰ غلبہ کو بھی غلط ٹنگ ہو اور انوس کہ ہمارے فاضل مخاطب کا مایہ افتخار و ناز ہے مصرع۔ بہ بین تفاوت رد و زکی ست تا بجا۔ پس یہ تقریر سراسر مکمل اور پورچ ہے اور یہ استدلال بالکل لغو اور پورچ ہے اگرچہ اس کے ابطال کے واسطے کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ بڑا بہتہ باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لئے ہم اس کا بطلان دلائل واضح سے بھی ثابت کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ عین مذہب علما اہل اسلام کا وہی ہے جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعیاً یا ظاہراً بروریت صحیح ثابت ہوا اور خصوصاً شیعہ کے نزدیک جو حکم اس طریق کے سامنے امت سے بھی ثابت ہو ورنہ عین مذہب سے پس جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمتہ بسند معتبرہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہوگا وہ عین مذہب ہوگا۔ علما و اکابر مذہب کو اگر اس میں دخل ہے تو اسی قدر ہے کہ یہ سلسلہ سند جس کے واسطے یہ حکم ہم تک پہنچا ہے قابل اعتماد ہے یا نہیں یا یہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب سے جو بہ نسبت اس کے قوی ہے یہ حکم ماقول اور مصروف عن الظاہر یا سائنہ ہے کہ نہیں یا یہ کہ بالمشترک غایۃ اس سے درجہ نیات کیا کیا پیدا ہو گئے ہیں۔ سچاں چند باتوں کے غلط مذہب کو انصاف روایات مذہب کے تیز و تبدیل اور مذہب اور غیر مذہب ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے پس یہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہے سراسر غلط اور غلط ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہے اور کسی دوسری قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہیں ہے تو وہ عین مذہب ہے خواہ اس کی نسبت کوئی تصریح کرے یا نہ کرے بلکہ اگر اس کے خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر مسموع ہے بلکہ اگر اس کا ثبوت بالقطع ہے تو اس کا خلاف بلا دلیل الحاد و زائد ہوگا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر ہو گئی تو اس کا ظاہری مدلول نہ مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اس کا محمل بعید مذہب ہوگا۔ اب نہ کہتے ہیں کہ روایت قرآن امر سے روایات صحیحہ متواتر معنی ثابت ہو سکتے۔ در علم و ادب اہل تفسیر نے ان روایات کو معتبر اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف کو تسلیم کر لیا ہے اور جن محسوس علمائے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل شرعی نہیں ہے جس کو اپنے دعوئے کے ثبات کے لئے پناہ مستحق قرار دیں ان کے انکار کی بنا شکیبہ انصار اہل حق میں متباد و گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے ان کے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں کہ جس کی وجہ سے ان روایات کو اپنے عنان سے ہٹا کر ان سے نہ کوہ گزشتہ نہیں ہے کہ ان روایات کو نہ صرف عام کوئی محمل بیان کر سکیں

پس جب ان روایات کی تخلیط و تصنیف کر سکے ہیں اور نہ کسی دوسرے محل خلاف ظاہر پر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی حجت شرعیہ ان کے پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات سے کسی طرح عدول ممکن نہیں ہے اور یہ روایات عین مذہب ہوں گی نہ لازم مذہب۔

شیعہ کے اصولی عقائد کی رو سے قرآن میں تحریف کی عقلی دلیل

ثانیاً یہ کہ اہل اسلام کو عموماً جو کچھ کتاب اللہ میں یا احادیث رسول اللہ میں وارد ہوا اور شیعہ کو مخصوصاً علاوہ اس کے جو کچھ کہ اقوال ائمہ سے ثابت ہوا اس کی حقیقت و صحت کا اعتقاد و اعتراف واجب و مستقیم ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ نے خبر دی اس کی تصدیق واجب ہے اور انکار ہرگز جائز نہیں کیونکہ اس میں کذب کو دخل نہیں جب ائمہ نے جو نزو وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر یا مطابق واقع ہے یا نہیں اگر مطابق واقع کے نہیں ہے تو امام معصوم کے کلام میں کذب لازم آیا اور یہ محال ہے تو ثابت ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اس کا اعتراف و تصدیق اور اعتقاد و وقوع واجب ہوا خواہ وہ مذہب ہے یا لازم مذہب ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہے اور مدلول روایات لازم مذہب ہے مذہب نہیں اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہیں ہوتا تو آپ کے قبل و کعبہ مولوی دلاور علی نے عداوت اسلام میں بڑی سخت غلطی کھائی کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتضائے روایات کے یقینی بیان فرما کر اس کے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل اعتبار ہی نہیں تھا تو اس کے یقینی ہونے کے کیا معنی اور اس کے محتملات بیان کرنے کی کیا ضرورت۔ غالباً مجتہد صاحب کو یہ خبر نہ ہوگی کہ مدلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے یا یہ نہ جانتے ہوں گے کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تاویلات نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ بران خاص ہمارے فاضل مجیب جی کا حصہ ہو گا جو اہلسنت کے دلائل کے مسخ و تحریف کرنے سے حاصل کیا پسند اس کے شیعہ میں سے کسی کو غالباً یہ دلیل جو اولیات میں سے ہے حاصل نہ ہوتی ہوگی۔ راہنما اگر اس قاعدہ کو عموماً جاری کیا جاوے تو قصداً اعتراضات اہل تشیع کے اس قاعدہ کے موافق بھی باعتراف سامی لغو اور محل ہو جائیں گے۔ بلکہ ہر ملحد و زندقہ مدعی اسلام ہو کر تمام تعلیمات و اعتقادات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عینی یا اعتقادی آپ اس پر لازم کریں یا کسی شارح کی خبر کی تصدیق کر دیں وہ کر سکتا ہے کہ یہ لازم مذہب ہے مذہب نہیں پس اس کا جواب آپ اس کو کچھ دے سکیں گے اور پھر اس کے کو بیجا سامنے نہ کر چپ ہو جائیں اور کچھ جواب نہ دے گا۔ خامسا ہمارے فاضل مجیب نے جو یہ جملہ تحریف فرمایا ہے ان روایات تحریف سے

غایت الامر اس کا لزوم ثابت ہو گا نہ تصریح) اگرچہ یہ تمام دلیل ہی عجب العجائب ہے۔ لیکن خاص کر یہ جملہ تو عجب انھو کہ روزگار رہے کیونکہ جو امر روایات کا مدلول مطابقی عبارت النص ہو اس کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ان روایات سے بصراحتہ مستفاد نہیں عجب طرفہ تماشہ ہے یہ کلمہ سوائے ہمارے فاضل مجیب یا ان کے اولیاء کے اور کسی کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس جگہ بہت کچھ لکھنے کی گنجائش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ ایسی فاحش غلطی ہے جس پر حاجت استدلال کی بھی نہیں اور خوف تطویل بھی مانع ہے اس لئے صرف اسی قدر تلیل پر اکتفا کرتا ہوں اور اپنے فاضل مخاطب کو متنبہ کرتا ہوں کہ حضرت بے شک یہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ نے جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے منہل لکے مطابق ہے کہ مجسم کا عین مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جہت میں ہے اور یہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے اور اس کو لازم یہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس استلزام کی وجہ سے ان کا عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اگر مجسم مثلاً قرآن شریف کے قائل ہوں اور بعض محال اس میں کوئی آیت ایسی ہو جس کا مدلول مطابقی حدوث باری ہو اور کسی دلیل سے مصروف عن الغاہ بھی نہ ہو تو یہ ان کا عین مذہب کہہ کر ان پر لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اس کے جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ عین مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے تو یہ عذر ہرگز مسموع نہ ہو گا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لازم مذہب ہو تو اس کے لئے ملزوم بھی ہونا چاہیے جو عین مذہب ہو اور وہ بجز روایات کے جن کا مدلول مطابقی تحریف قرآن ہے اور کوئی ملزوم یہ کہ کوصالح نہیں اور ظاہر ہے کہ نہ مدلول مطابقی لازم ہو سکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہو سکتا ہے پس اس جگہ نہ لازم متحقق ہے نہ ملزوم ہاں اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنی خوش فہمی سے یہ فرمائیں کہ روایات عبارت نفس الفاظ سے ہے اور محال نہ الفاظ کے لئے عین ہے نہ جز۔ بلکہ مبائن ہے تو بواسطہ وضع کے لازم ہوتی تو حضرت کی ہمدانی سے کچھ عجب نہیں اور جب لزوم اور لازم و ملزوم متفق ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعوے بالکل نٹو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن اصول تشیع پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعوے کیا تھا کہ تحریف قرآن مسلمات شیعہ سے ہے وہ بخوبی ثابت ہوا۔ بحمد اللہ علی ذلک۔

قولہ: مزید گمراہی بات ہے کہ ایسی روایات کا وارد ہونا اس امر کا مستلزم ہے تو آپ کے نزدیک بھی کتاب اللہ کا تحریف ہونا مسلم ہے کیونکہ ان روایات میں اہل حق جی مستلزم نہیں ایسی نہیں تحریف و تصدیق و نہایت عمدہ و باریک بینی کے ساتھ لکھی گئی ہیں میں بھی مدعی میں۔ اگر کسی

نام و نشان بھی نہیں ہے یہ ثابت کیجئے کہ یہ کمی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص نے کی سواس قسم کی روایات سے یہ دعائیں طرح منہوم نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو کم ہونا وارد ہوا ہے اس کا محل وہ ہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھا حضرت کی اور حضرت کے اصناف کی خوش فہمی کی دلیل ہے۔

امام راغب کا حوالہ اور اس کا جواب

قوله: اور راغب اصفہانی محاضرات میں لکھتے ہیں، وقالت عائشة كانت الاضراب لقراءه زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ثبت آية فلما كتب عثمان المصاحف لم يقدر الا على ما ثبت وكان فيها آية الرجوع.

اقول: یہ روایت صریح آپ کے مدعا کے مخالف ہے مگر فرسوس آپ کو اتنی بھی فہم نہیں کہ یہ کچھ سکیں کہ یہ ہمارے مدعا کے موافق ہے یا مخالف یہ عبارت فلما كتب عثمان المصاحف لم يقدر الا على ما ثبت صریح دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ پر قدرت نہ ہوئی تو معذور ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرما دیا اور بھلا دیا اور دلوں سے محو کر دیا پھر تعجب ہے کہ ہمارے فاضل مجیب بایں ہمدون اعمائے الضائف و علم تحریف صحابہ کی سمجھتے ہیں۔

قوله: آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں، اخرج ابن مردويه عن ابن مسعود قال قال لقراءه على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ان عليا مولى المؤمنين وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس، اور مرزا محمد بن معتمد خان برہنہ خانی جن کو فاضل رشید اپنے ایضاح و المقال میں غلطراہست سے فرماتے ہیں کتاب مفتاح النجاة میں کہ آپ کے خاتم التکمیلین ازاد العینین میں اس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں، و اخرج اى ابن مردويه عن زر عن عبد الله قال قال لقراءه على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ان عليا مولى المؤمنين وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس، اور بہت ایسی روایتیں آپ کی کتب معتبرہ میں منقول ہیں، جو ان خواتم نہیں لکھتے۔

قول: اس روایت کا حال بھی مثل روایات سابقہ کے ہے، اس میں بھی کمیں وقوع تحریف پر

پر آفرین ہے پھر اس پر دعویٰ کیا گیا کچھ، اب سنئے کہ تمام اہلسنت کا ذوق اس پر متفق ہیں اور اجماع رکھتے ہیں کہ یہ قرآن جو اہلسنت کے پاس موجود ہے اور جس کو حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوا اور اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ میں ہے، اس میں جس قدر آیات کی کمی و بیشی ہوئی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہے جس قدر نازل ہوئی گئی بیشی ہوئی گئی اور جس قدر منسوخ ہوئی یا بھلائی گئی وہ کمی ہو گئی یہاں تک کہ آخرین یہ ہی قرآن جو اہلسنت کے پاس بقرآن سبعہ موسیٰ ہے مکمل باقی رہ گیا، بعد اس کے اس میں کچھ تغیر و تبدل ہوا کی و بیشی ہوئی اور نہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کسی قسم کا تغیر و تبدل و نسخ تحریف کر سکے، اہلسنت کے نزدیک یہ امر بخلاف محالات و مستغبات کے ہے، اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کتاب اللہ میں واقع ہوا ہے، ایک تو یہ کہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی، دوسری یہ کہ تلاوت الفاظ منسوخ ہو گئی اور حکم باقی ہے جیسی آیات الرجوع، تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے، پس ہمارے فاضل محاسب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی، اس کے ظاہر معنی یہ ہیں، کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منسوخ ہو گیا اور جاتا رہا تو کوئی یوں نہ کہے کہ میں سب قرآن منزل پر جاؤں ہو گیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہے گا، اور اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی نے اس میں سے کم کر دیا یہ حضرت مجیب اور ان کے علماء متکلمین کی خوش فہمی ہے۔

امام سیوطی کی روایت سے شیعہ کا اعتراض اور اس کا جواب

قوله: اور شیخ آپ کے علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں، قال اى ابو عبيد حدثنا اسمعيل بن جعفر عن المبارك بن فضالة عن اعمش عن ابي النجود عن زر بن حبیش قال قال ابي بن كعب كان يقرأ سورة الاحزاب قلت آتينى و سبعين اية قال ان كانت السورة البقرة وان كان القرآن فيها آية الرجوع قال اذا زينا الشيعه والشبيخة فارجوا مما البتة نكلا من الله و عزين حكيمة، دیکھئے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی اور اب بہتر تتر آیتوں سے زیادہ نہیں ہے۔

قول: اس روایت کا حال بھی مثل سابقہ روایت کے ہے اس میں کمیں تحریف کے ثبوت کا

کسی طرح ولایت نہیں بلکہ اس میں یہ بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان علیا مولیٰ المؤمنین قرآن ہی کے الفاظ ہیں اور خدا کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔ پس شیخ نے کہ اولاً اس روایت کی صحت مسلم نہیں سنا لیکن اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھ کر کہ یہ قرآن میں داخل ہیں تلاوت کرتے رہے ہوں۔ سلما کہ اصل قرآن میں تھے لیکن منسوخ ہو گئے۔ معذرا ان روایات سے کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک داخل قرآن تھے اور بعد وفات آپ کے جابین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہ ثابت ہو کر ثابت نہ ہو تو خیال محال ہے۔

قولہ: اگر ان ہی دو قیمن روایتوں کے نتائج پر بحث کریں تو طول ہو جائے گا اور پہلے بھی کسی قدر طول ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں۔

افول: اگر دوسرا وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر رکھا ہے یہ بن وقت سے تو ہم منتظر ہیں۔

قولہ: اسے حضرت شیعہ کی روایتوں میں تو صرف کمی ہی وارد ہوئی آپ کے یہاں علامہ ایسی روایتوں کے جو متضمن کی و نقصان کنیہ کے ہیں۔ قرآن مجید و قرآن مجید جو فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے اس کی غلطی پر بھی مستحکم ہے چنانچہ معالم القرآن میں تحت آیت کریمہ لکن اللہ اعلم فی العلم متنبہ والمؤمنون يؤمنون بما أنزل إليك وما أنزل من قبلك والمقيمین الصلوة کما ہے واختلافوا فی وجہ انتصابہ فحکم عن عائشة ابان بن عثمان ان غطفان الکاتب ینبی ان یصلح ویکتب والمقیمین الصلوة وکذلك قوله لدی فی سورة المائدة ان الذین امنوا والذین حادوا والصالحون وقوله تعالیٰ ان هذا لاسحلاف لدن اولادک خلفا من کتاب وقای عثمان فی المصحف لحنًا وستیمة العرب بالسنتہا فیسئلہ او یغیرہ فتلو دعوه فانہ لا یصلح حوا ولا یصلح حلاۃ انتہی ما فی معالم التنزیل اب منظور ثانیہ کہ وہ قرآن جو فصاحت میں بلاغت میں معجزہ ہے اور جس کی شان میں فاتحہ بسورۃ المائدہ میں تعالیٰ فرماتا ہے آپ کے یہ حضرات خصوصاً حضرت علیؓ ثانیہ اس میں لحن و سستیمة العرب فرماتے ہیں اجزاء تک کے یہ ہی معنی ہیں۔

افول: اسے حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیوں تسلیم کرتے ہیں زیادتی کو کیوں

میں قبول کرتے۔ آپ کے طوسی اور غری صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تقدیم و تاخیر کو یاہر قسم کی تحریف ثابت ہے یہ سبوجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں لولہ زید فی الغزات و لغزہ نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اس کے بہت سی روایات ہیں پھر طرف تماشایہ ہے کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہل سنت کی کمی کے ساتھ جو نسخی ہیں غلط ملط فرماتے ہیں تاکہ اس جیل سے اولیٰ پیرا ہے اپنا عیب پوشیدہ رہے پس واضح رہے کہ جو کمی اہلسنت کی روایات سے ثابت ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کی کو کچھ ربط نہیں کہ جو آپ کی روایات کا مدلول ہے کیونکہ اہلسنت کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو نہ لغائی نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو صحابہ نے بعد حضرت سنی اللہ علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ و دانستہ کی ہے تاہن ہذا من ذاک علاوہ انہیں باوجود اس فرق و مباہاتہ کے پھر جس قدر کمی روایات سامی سے معلوم ہوتی ہے بہ نسبت اس کے وہ کمی بہت کم ہے جو روایات اہلسنت سے ثابت ہوتی ہے اگر آپ کو تردد ہو کہ کھن میں ملاحظہ فرمائیں ہم سبب اختصار کے نقل روایات سے متعرض نہیں ہوتے۔ رہا یہ اعتراض کہ ہماری روایات کے بموجب باوجود معجز ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر بھی مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقیمین اور الصالحون اور ان ہذا غلط تسلیم کرنے لگے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اصل تویہ روایت ہی معتبر نہیں چنانچہ لفظ علی عن عائشہ ابان بن عثمان بصیغہ تفرس فی خود اس کے صنف پر رد است کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ سلما یہ روایت صحیح ہے لیکن قرآن کے نقل اور اس کی صحت بنوا ترقطی ثابت ہے تو بتایا کہ اس کی صحت و قوت کی اگر یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہ کہ یہ تفسیر اگر ہے تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عربیہ نے اس کو صحیح تسلیم کر لیا اور اس کی صحت کی توجہات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعیف اور شاذ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو معالم میں اس کے بعد میں مذکور ہے اور ہمارے فاضل مخاطب نے ترک فرمائی ہے وہ اس پر صریح دلیل ہے اور وہ عبارت یہ ہے وعامة الصحابة واهل العلم علی انه صحیح چوتھی یہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیرہ کو یہ روایت نہ پہنچی ہو اور انھوں نے اس اعراب کو فہم خلاف خاہر دیکھ کر پرہیز نہ کیا اور اجتہاد سے بلا ترمیم فرمادیا ہو کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور اس تجنیہ میں ان کی رائے نے خطا کی ہو تو جو نے کب دعوے کیا ہے کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد میں خطا سے معذور ہیں یا پانچویں یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر کہ تمہوں کی خطا کی نسبت ارشاد فرمایا اس خطا اور غلطی سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس تجنیہ سے یہ ہے کہ قرآن مجید میں سے

صرف اولی اختیار کر کے اس پر تمام امت کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو جن کی اجازت اور جن کا نزول بطور تفسیر تھا ان کو ترک کر دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک اقتصار علی الاولیٰ میں کاتبوں نے خطا کی بھٹی کر دکھائی ہے کہ باعتبار قوا عدم بیم کے اگر وہ المیقین والصابون اور ان ہذا میں صحیح ہے اور اس کی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت بتوجہ و تاویل ہے اور المیقون اور الصابون اور ان ہذا میں مدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قوا عدم بیم کے اولیٰ ہے تو ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور الساج فی الاخبار کے خلاف اولیٰ اور خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اس کا جواب یہ ہے جو روایت آپ نے حضرت عثمان سے نقل فرمائی ہے جس کا مدلول یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں لحن ہے اول تو ہم اس روایت کی صحت کو نہیں تسلیم کرتے نہ عقلاً و نقلاً، اما نقلاً پس اس وجہ سے کہ یحییٰ بن یعمر اور عکرمہ نے اس روایت کو حضرت عثمان سے روایت کیا ہے اور دونوں نے حضرت عثمان کو دیکھا اور ان سے کچھ سنا ہے تو یہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ رہی و اما عقلاً پس اس لئے کہ صریح عقل دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئے اور انھوں نے صحابہ کو جمع کر کے اس معجم کا سر انجام کیا تو اس میں انھوں نے کوئی لفظ ایسا جو لحن و خطا ہو اور موجب قدح اور اعتراض کا ہو نہ لیا ہوا۔ اور کیونکہ عقل سید تسلیم اور باور رکھتی ہے کہ ایسے غلط الفاظ کبھی میں کسی قسم کا مفاد حاصل نہ ہو ویدہ دانستہ قرآن میں باقی رکھیں بروئے عقل ہرگز ممکن نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے۔ دوسری جب قرآن کے تمام حروف و حرکات کا منزل من اللہ جو ثابت ہے تو اگر یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم متواتر کا معارضہ نہیں کر سکے اور سابقہ الاعتقاد ہے تیسری اس روایت کا محل بالکل واضح اور صاف ہے کہ جس میں ذکر شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض و قدح وہ یہ کہ اگر یہ روایت صحیح ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی المصحف لحنی تلاوت نہ کیا یعنی بعض تکرر رسم الخط اس طرح پر ہے کہ اگر اس کو پڑھنے والا اسی طرح پڑھے جس طرح کہ باعتبار رسم الخط کے لکھا ہوا ہے تو وہ غلط ہو گا اور تلاوت میں لحن واقع ہو گا تو حاصل یہ ہوا کہ مصنف میں باعتبار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہیں جن کی تلاوت میں اگر اسی طرح پڑھا جائے جس طرح کہ میں تو لحن واقع ہوتا ہے چنانچہ لاؤ مجھ اور لاؤ وضو اور من بنائی المرسلین وغیرہ فلک اور غامہ سے کہ اگر یہ الفاظ مدون معرفۃ رسم الخط اسی طرح تلاوت کئے جائیں جس طرح کہ لکھے ہوئے ہیں تو مصنف ہرگز متغیر ہوا نہیں گئے۔ اور یہ عجیب لحنی ہونا ہے کہ اور کلمات میں ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو اس میں کسی طرح داخل نہیں ہے اور تلاوت غلط ہوگی۔ پس اس کے معنی یہ نہیں کہ ان

قرآنی یا اس کے رسم الخط میں بھی غلطی اور لحن ہو۔

نقل روایت میں مجیب لیب اور ان کے بزرگوں کی دیانت کا ثبوت

پس یہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سوچے سمجھے نقل کر دیتے ہیں پھر علاوہ اس کے دین و دیانت کی یہ کیفیت ہے کہ روایات کی نقل میں حضرت کشمیری صاحب صاحب مزہر وغیرہ نے اس روایت کے الفاظ کو مسخ و تحریف کر کے اپنے اعتراض کی تقویت اور تائید کی غرض سے کچھ سے کچھ بنادیا ہے اور ہمارے فاضل مجیب نے بھی انھیں کی تقلید فرمائی اور خوشی سے انھیں الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کئے تھے جسے نادر و افتخار کے ساتھ نقل کر دیا حالانکہ وہ سر اسر غلط ہیں اب میں عرض کرتا ہوں کہ اصل کیونکر غرضی اور پھر حضرت نے ان میں مسخ و تحریف فرما کر اپنے دعا کے موافق کیونکر بنایا۔ اصل الفاظ یہ تھے۔ وقال عثمان ان ف المصحف لحناً و شقیقہ العرب بالسنتھا اس میں لفظ مستقیقہ صیغہ مضارع کا ہے باب لغال اقام الیم سے اور اس پر حرف سین استقبال قریب کے لئے واصل ہے اور اے ضمیر آخر میں لاتی ہے جو راجع الی اللحن ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ عرب اس کو اپنی زبانوں کے ساتھ تلاوت میں سیدھا اور صریح کر لیں گے چنانچہ بعض روایات میں ان العرب مستقیم بالسنتھا مروی ہے اور بعض روایات میں لقیما وارد ہے چنانچہ شیخ ابو عمر عثمان بن سعید بن عثمان المتحری نے اپنی کتاب رسم الخط میں یہ روایات نقل کی ہیں پھر اس کو حضرت مرزا کشمیری صاحب وغیرہ اور ہمارے فاضل صاحب نے مسخ و تحریف فرما کر اس طرح بنایا کہ حرف سین اصل جو مادہ کیا اور حرف تاء عدلت مضارع کو حذف فرمایا اور اے ضمیر کو تائے ثانیہ سے بدل کر لفظ سقیمہ ماوہ سقمہ باب سقم سقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت مشبکہ بنایا جس کے معنی یہ ہو گئے کہ قرآن میں عرب کے الفاظ سقیمہ یعنی ضعیفہ اور مرجوحہ اور غلط داخل ہیں پھر اب دیکھئے کہ اعتراض کو مستمر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپ کے اس دین و دیانت پر صد آفرین ہے ہم کچھ نہیں کہتے خدا تعالیٰ آپ صاحبوں کو اس کی جزا موفور عطا فرمادے ویرحم اللہ عبدالخالق امینا۔ پس ہم نے خوب غور کیا اور تیرہ سو برس سے غور کرتے چلے آئے ہیں نہ کہیں لحن قرآن میں ہے اور نہ سقیمہ العرب ہے۔ یہ حضرات کی فہم کو غبن ہے یا حسرت کی علییات کا شہرہ ہے کہ روایت میں جس کی وجہ سے ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرت شیعہ کے نزدیک بروئے ان کی روایات کے جو ائمہ سے مروی ہوئی اور جو مفید قطع ہو ہیں جن کو اکابر شیعہ نے سب کو ترک و توحیف کا اعتقاد کر لیا ہے۔ قرآن میں لحن و سقیمہ اور تغیر و تبدل اور

مع و تحریف بہت کچھ ہوئی ہے پس تمک بالقرآن فی الحقیقت یہ ہے وہ نہیں اور تمک کے یہ معنی ہیں وہ نہیں۔

تشیعہ کی بڑ اور اس کا جواب

قولہ: غرض کہ اور اسی قسم کی روایتیں درمنثور و التان وغیرہ میں موجود ہیں ارادہ تھا کہ جو کچھ ان کے جواب آپ کے علماء نے دیئے ہیں وہ نقل کر کے ان کی کینیت بھی لکھی جائے مگر خوف الطاب نہیں کئے پھر دیکھا جائے گا۔

اقول: پھر جب کبھی آپ کا دل پاہے دیکھ لیجئے ہم ہر طرح حاضر ہیں نہ تحریر سے انکار ہے نہ تقریر سے دریغ، مصرع: ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گو۔

قولہ: آپ کے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ غلطی تھی یا ہو بلکہ کتاب اللہ کو جس کی تعظیم و احترام ضروری ہے جلویا بیچر و یا علی اختلاف الروایتیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تشیعہ طعن کا جواب

اقول: پہلے کسی دلیل شرعی سے یہ تو ثابت کیجئے کہ مطلقاً جلویا بیچر مانا امانت اور خلاف تعظیم و احترام ہے جب تک آپ یہ ثابت نہ فرمادیں گے اس وقت تک آپ کا اعتراض ہی لغو ہے اور لائق اکتفا نہیں لیجئے ہم آپ سے ہی بلکہ علماء اثنا عشریہ سے استفسار کرتے ہیں جواب مختصر یہ فرمادیں کیا فرماتے ہیں علماء امامیہ اثنا عشریہ اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایسی حالت میں کہ اس کے نزدیک قرآن شریف میں کلمات تفسیر بھی لکھے ہوئے تھے اصل قرآن کو ان سے جدا کر کے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و تالیف کے اس کی نسخہ کو اطراف و اکناف عالم میں شائع کیا اور اس کو موافقین و مخالفین نے بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا پھر اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو بمنزل مسودہ کے تھا اور جس میں کلمات تفسیر درج تھے مبادا ظاہر ہو کر باعث اختلاف امت و نزاع کا ہو اس کو جلویا ریبا یا زہارہ کر دیا تو یہ شخص ماجر ہے یا مکرر اگر تم سے تو کس گنا کا ترکیب ہو، جینو اللہ مال الشریعہ تو جو رو اور نہیں تو اسی مختصر سوال کا جواب دے دیجئے اگر کوئی شخص بلا قصد امانت قرآن شریف کو اپنی رائے میں کوئی تصحیح شرعی سمجھ کر جلوسے یا بیچر دے تو جواز ہے یا حرام حضرت میر صاحب حسب شہادت آپ کے امام کلینی کے امام صادق نے تو یہاں تک امانت کی کہ اسے چھینک دیا وغیرہ

سورۃ نمل میں مفسر صافی نے روایت نقل کی ہے۔

وفی الکافی عن العقی عن (عن الصادق) انه قرأ ان تكون امة هم ان کی من امة تکم فقیل اننا لقرأھا امة هم ابوب من امة فقال وما ابی من امة واما بیدہ فخط حیلہ۔

کافی میں مرقی سے روایت ہے کہ امام صادق نے رابین الفاظ ان سخن ائمہ ہی اندک من امة تکم پڑھا کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اس کو ائمہ ہی اریل من امة پڑھتے ہیں فرمایا اور ابی من امة کیا اور اپنے ائمہ سے اشارہ کیا اور اس کو ڈال دیا۔

ہم اس کو بھی علماء امامیہ سے ہی استفادہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی امانت کرے تو جواز ہے یا حرام۔

قولہ: یہ جواب فرماتے ہیں کہ بیاض عثمانی قرار دیں آپ کے خاتم المتکلمین کی عادت میں چونکہ متنحر ہے بطور تحزیر انھوں نے ایسا فرمایا ہے، انھوں نے آپ نے ان کی عبارت میں شامل نہیں فرمایا معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب ناملائم سے ملقب کیا ہو یہ محض کذب و افتراء ہے اور اگر آپ اسباب میں کوئی سند لائے ہیں تو لایئے۔

اقول: جب وقوع تحریف بروایات صحیحہ و باعتراف اکابر تشیعہ ثابت کر چکے تو غلبہ ہے کہ یہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں ہی واقع ہوا ہو گا کیونکہ وہ جمع و تالیف جوادل شیخین کے زمانہ میں ہوئی تھی اس کا خلاصہ بھی ابھی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اس کو اگر شیخ محرف عثمانی اور بیاض عثمانی کہیں تو کیا بعبیہ ہے یہ لفظ نہ سہی اس کا مدلول تو صریح روایات سے ثابت ہوتا ہے اور اگر تتبع کیا جاوے تو انشاء اللہ تشیعہ کی تصریحات میں یہ لقب بھی نکلے گا علاوہ ازیں ہم نے مابقی میں ارغام سے عبارت کتاب بارقہ ضعیفہ کی نقل کی ہے اس سے صریح یہ لقب ناملائم نہیں ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چونکہ نظر این قرآن نظر عثمانیت اور عثمانی اور بیاض عثمانی میں کیا فرق ہے، انھوں نے آپ اپنے علماء کتابوں کو دیکھتے نہیں جو آپ کو اپنے مذہب کا حال معلوم ہو، پس ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپ کا کذب و افتراء کتنا محض کذب ہوا۔

قولہ: اب آپ انصاف فرمادیں کہ کیا کتاب اللہ سے تمک کے یہ ہی معنی ہیں کہ جس کا لفظ خود خداوند حقیقی تعالیٰ شاذ ہو اس کو محرف و غلط و مستحزب العرب فرمایا جس اور اس کو صاحب یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہیں اور بھی تے تعظیم و احترام میں ان کو دین میں پیشوا و مقتدا سمجھیں۔

اقول حسب ارشاد ہم نے تو انصاف سے عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام خوش فہمی ہے اور محرف ہونے کا الزام کذب و افساد اور مستحکم العرب ہونے کا الزام حضرت کی خیانت نہیں بلکہ دین و دیانت ہے۔ لیکن تمک کے یہ معنی کہ کتاب اللہ کو محرف فرما دیں اور اس میں تحریف اعتقاد کریں اور موافق اصول کے قرآن میں تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تمک کے یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو با اثر بن ہو کر بطریق ایمانت کے پینیک دیوں۔ اور تمک کے یہ معنی ہیں کہ ایسے لوگوں کو جو قرآن کی غلطیوں کا اور تحریفات کا اعتقاد کریں یا تحریف کی شہادت دیوں یا قرآن کو ایمانت کے ساتھ پینیکس اور خلاف تعظیم و احترام اس کی ایمانت کریں ان کو مستحق اور پیشوا واجب الاماعت بمنزل انبیاء بلکہ انبیاء افضل سمجھیں۔ یہ بین تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔

قال الفاضل المحیب۔ قول کیا تمک کے یہ ہی معنی ہیں کہ دفعو ذابستہ تو بہ آل رسول کی بنات طیبات کو بلکہ ان کی شرمگاہوں کو منصوب اعدا ٹھہرا دیں۔ چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تہذیب و تہذیب الکلام و آیات بیانات نے روایت نقل کی ہے۔ اقول صاحب تہذیب وغیرہ نے اول فسر ج غضبت من نقل کی ہے مگر ہمارے حضرت مجیب نے اپنی طرف سے بلکہ ان کی شرمگاہوں کو الہ زیادہ کر دیا کمال ہی ترین فرمایا شرم و حیا سے خوب کام لیا حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرما دیں جس کا ترجمہ خود بدولت نے بلکہ ان کی شرمگاہوں کو فرمایا ہے معاملہ دینی میں ایسے تصرف کرنے سے آنحضرت کو خوف خدا نہیں۔ اہل علم وغیرہ سے شرم و حیا نہیں۔

نملے کو دہلایا ایسے کوتیسا

لیقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی۔ جب آپ کے امہ کلینی نے اول فرج غضبت من بنات طیبات کی بابت روایت کیا ہے تو اگر لفظ ہم نے بلکہ ان کی شرمگاہوں کو الہ لکھ دیا تو کیا غضب ہوا اول فرج غضبت منا کا اگر یہ ہی بعینہ مطلب نہیں تو آپ ہی فرمادیں کہ اس کے سوا اس کا کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد شرمگاہ نہیں ہے یا غضبت سے غضب ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہاں ہمارے یہ تو خطا ضرور ہے کہ ہم نے لفظ فرج کا ترجمہ شرمگاہ کیا ہے اور لفظ فرج عضو مخصوص کیلئے صریح ہے اور شرمگاہ کہنا یہ نصیحت معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس وقت پسند آتا اور صحیح معلوم ہوتا ہے کوئی شخص آپ کے امہ کلینی کے اس فقرے کا ترجمہ ویسے ہی صریح اور متعجب الفاظ میں معاذ اللہ کرتا ہے کہ نہایت انوس ہے کہ خطا تو آپ کے امہ کی اور جہد میں جو پر خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا تو آپ

کے امہ کلینی زفر مائیں اور عتاب ہو ہم پر اگر یہ الفاظ بمقتضایہ آپ کے دین و ایمان و حیا و شرم کی حیاتی سے ناسخی اور مستحج ہیں تو اپنے حضرت کلینی کی روح پر فتوح کو صلواتیں سنائیے یا جوان کے اساتذہ بزرگوار میں جن سے انھوں نے یہ فقرہ اور بے حیاتی کی بات اخذ کی ہے ان کو کچھ کہئے ہم تو محض ناقص مضمون ہیں کہ الزام خدمت میں پیش کیا تو ہم پر یہ نا واجب غصہ کیوں نکالا جاتا ہے۔ ہاں اگر ہم نے نقل میں خطا کی ہو اور اپنی طرف سے تراش کر لکھ دیا ہو تو اس وقت البتہ ہم تصور وارہتے۔ پس معلوم نہیں کہ آپ ہم پر کیوں جھلا اٹھے۔ ہم نے کیا بجا تصرف کیا تھا جو آپ کو یوں بے طرح جو ش آگیا اگر ہم نے اپنی طرف سے کوئی تصرف کیا تھا تو پہلے ثابت کرنا چاہیے تھا اصل روایت کلینی سے نقل فرماتے اور لکھتے کہ اس روایت کی نسبت یہ زیادتی ہے اور نقل مضمون میں یہ زیادتی تصرف ہے اور بدین اس کے یہ نہیں ہے دلیل شورغل چنانا اہل عقل و خرد کا تو کام نہیں ہے۔ اس پر طرف ماجرا یہ ہے کہ صاحب تہذیب وغیرہ نے اول فرج غضبت من نقل کی ہے جس سے بظاہر الزام صاحب تہذیب کی طرف عائد کیا ہے اور یہ نہیں فرماتے کہ صاحب تہذیب وغیرہ نے کہاں سے نقل کی ہے اصل موجد اس فقرہ و بے حیاتی کا کون ہے یہ آپ کی دیانت کا مقتضا ہے بمعذایہ جو سوال فرمایا کہ حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرما دیں جس کا ترجمہ خود بدولت نے بلکہ ان کی شرمگاہوں کو فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ کی عبارت کو بغور ملاحظہ فرمادیں۔ اس میں کہاں لکھا ہے کہ یہ ترجمہ ہے جس کے واسطہ تطابق لفظی شرط ہے جس کو آپ تلاش فرماتے ہیں۔ حیف ہے کہ آپ کو اتنی بھی شہر نہیں ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ نقل مضمون اور حکایت بالسنی ہے جس کے لئے صرف اتحاد مطلب شرط ہے ولس معلوم نہیں جناب نے اس کا ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجھا۔ باقی راہ خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو البتہ حضرت شیوہ کو حاصل ہے کہ تنقیر العرب کو مخ کر کے اپنے مطلب کے لئے سقیم العرب بنایا۔ اور اپنے مدعا کے موافق روایت میں تصرف کر لیا البتہ معاملات دینی میں خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو یہ ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کے شریف رضی نے بیج البداعت میں جابجا جناب امیر کے کلام کا ستیا ناس کیا اور اس کو مخ و تہذیب کر ڈالا جس سے شارح کا بھی ناک میں دم آگیا اور بے انہار کہے ان کو بھی کچھ نہ پڑا۔ چنانچہ ہم ابحاث سائلہ میں بطور مشتی نمونہ خردوار عرض کر آئے ہیں البتہ خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو اس کا نام ہے اور اس کی بہت تغیریں ہیں جو کسی قدر حافظہ میں ہیں مگر خوف تھویر رخصت نہیں دیتا۔

قولہ بہ حال حضرت مجیب کی غرض اس سے نکاح حضرت ام کلثوم ہے اگر اس امر کی تحقیق

نکاح غلیظہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم بنت حضرت زہرا علیہا السلام سے ہو یا کسی ام کلثوم سے کی جاوے تو بہت ہی طول ہوا اور باعث بیماری اور عدم الفرضی استدلال طویل بحث پھیر نہیں سکتے اور نیز پہلے ہی اس تحریر میں طول ہو گیا۔ اگر حضرت حبیب کو شوق ہو تو جواب آیات مینات و لب المیزان و تحفہ الاشعرہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عنہن کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا

اقول: جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپ کو ضروری دینی مسألت کی تحقیقات کی نسبت اس قدر گریز و اغماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیوں پھیرا تھا اور یہ جو شروع جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ اگر غور فرمائیے تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، یہ صرف زبانی ہمارے ہی واسطہ تھا اور اتمام الناس بالبرکے حکم میں تھا۔ اگر آپ ایسے مریض و عیدم العزمت تھے تو آپ نے سوال ہی کیوں کیا۔ شاید آپ کو یہ خیال ہو گا کہ ختم کب دست بخیر بان ہوتا ہے اور کب یہ روز سیاہ نظر آئے گا۔ اب جب موقع آیا تو بروں عزوجل و گریز و اغماض ہونے لگا۔ آپ کو ختم آپ کی ایسی ایک دھنسنے کا جب تک آپ جواب صاف نہ دیں گے وہ آپ کا کل گیر رہے گا۔ سبحان اللہ جواب آیات مینات پر آپ مائل ہیں۔

سوال بوسہ کو ملا جواب عین ابرو سے برزت عاشقان برشاخ آہو اس کو کہتے ہیں حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب دیجئے اگر جواب آیات مینات میں یہ بحث ہے تو آپ وہیں سے دیکھ بھال کر جواب دیجئے آپ کے ختم کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ یہ کہ میں دیکھتا ہوں یہ جیل خوف تعویل بالکل لغو ہے جہاں آپ نے چارورفی کے جواب میں چھ جہز تحریر فرمائے اور اس کے لئے آپ کو بیماری اور عیدم العزمتی مانے نہ ہوئی تو اس مسئلہ کے لئے بھی ایک دو جہز کا کچھ مسائنہ نہ تھا مگر شاید یہ عجیب نہیں کہ اس مسئلہ کے ہی خوف سے بیماری لاحق حال ہوئی ہو اور جہز چھڑھ آج ہو کیونکہ یہ مسئلہ ایسی ہی پھیرتی چیز ہے کہ یہ سب کچھ کچھ معانی لکھ دیں گے اور معذور سمجھیں گے مگر بشری

قولہ: کہ یہاں صرف حق ذکر لکھا جاتا ہے کہ جس طرح اہست ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح

ہوا اسی طرح شیعیان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت زہرا سے نہیں ہوا۔ اور یہ نکاح بھی بکا رہا ہوا جو غصب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ ہے۔ چنانچہ دو تین روایتیں اسی قسم کی لکھی جاتی ہیں صواعق محرقرہ ابن جریر میں ہے صحیح عن عمر انہ خطب ام کلثوم من علی فاعتل بصغرها و بانہ عند مالک ابن انیہ جعفر فقال له عمر ما ردت الباء و لکن سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب و نسب منقطع یوم القیمۃ ما خلو سببی و نسبی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ان علیا لما اُجی عن نکاح ابنتہ بعمر واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منه ذلك العذر حتی العجاہ انہ غور فرمائیے کہ لفظ الجاؤ آپ کی کتاب میں ہی موجود ہے غصب اور اس لفظ میں صرف تنازع لفظی ہی رہا کتاب ہمت السعداء میں ہے ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسماء بنت عیس کہ اول زن جعفر طیار بود باز نکاح ابوبکر در آمدہ از ابوبکر پسری عبد الرحمن نام و یک دختر ام کلثوم نام نیز بعد از ان نکاح علی بن ابی طالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر در آمدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہی۔ غرض کہ جس طرح اہست یہ نکاح ثابت کرتے ہیں شیعیان اسی طرح ان کی کتابوں سے اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر سے ہوا اور چونکہ وہ امن عا طنت جناب امیر علیہ السلام میں ملی تھی فطر ربط و اتحاد سے وہ جناب امیر کی ہی بیٹی مشہور تھی اور اس کا نکاح بھی جناب امیر کو منظور نہ تھا۔ چنانچہ روایت مذکور سے ثابت ہے۔

اقول: دانشندان روزگار ناخرین رسالہ ہمارے فاضل حبیب کے اس جواب کی تقریر سے ان کی حواس بانٹکی اور حیرانی و پریشانی سمجھ گئے ہوں گے کہ کسی گرداب اعتراض میں ڈبکیاں کھائے ہیں اور اٹھ پاؤں اٹنے سیدھے مار رہے ہیں لیکن وہاں عین مناص۔

بحث نکاح ام کلثوم بنت اقصیٰ بحث

اب یہ مجھے جو اس بحث کو پھیرتے ہیں اور کام پہلوؤں پر جو ہمارے فاضل مخاطب نے اس جگہ ذکر کئے ہیں بحث کرتے ہیں ان ہمارے فاضل مجیب نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہیں مراد دوسرا دعویٰ یہ کیا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے ہو۔ تیسرا یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح جی بکا رہا ہوا۔ پھر ان تینوں دعویوں کے ثبوت کے لئے تین روایتیں ذکر فرمائیں۔ پھر حیران رہیں جس روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ دعویوں کو ذکر فرمائی اس

سے کس دعوے کا اثبات مفنون سامی ہے نہ پہلے دعوے کے ثبوت سے اس کو تعلق نہ دوسرے دعوے سے کچھ ربط نہ تیسرے دعوے سے مس بلکہ صریح تفتیق دعوے اول پر وال ہے کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواست گامی کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیوند ہونا جو قابل القطاع نہیں ہے مد نظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ام کلثوم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں کیونکہ اگر یہ ام کلثوم دختر حضرت عبداللہ بن ابی قحطافہ اس علت کے ساتھ خواستگاری کے کچھ معنی نہیں یہ بیوند اور خویشی کی اسی لئے بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبت مستعد ہو جاوے جو بنت صیرین میں بلکہ بنت علی میں بھی جو بن زہر سے زہو مفقود تھا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ روایت ثبوت تفتیق دعوے اول ہے اور مصلحین دعوی ثانی و ثالث پس ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی قابل واد ہے کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب اور ثبوت مدعا سمجھ کر سب سے پہلے خصم کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ یہ روایت ہمارے مدعا کو مفید ہے یا مضر لیکن ہم کو کچھ شکایت نہیں واقعی یہ اعتراض ایسا دو عصال اور عقیدہ غیر قابل اخلال ہے کہ اس کو کسی قدر اوسان حضرات کے خطا ہوں بجا ہے اور جس قدر اس پریشان ہوں زیبا۔

اگر اہلسنت کی کتابوں سے فاروقؓ کا نکاح بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے ثابت نہ ہو تو ان کے دعویٰ کو کچھ مضر نہیں

پھر ایک اور طرف تا ثانیہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ جس طرح اہلسنت اس نکاح کو ثابت کرتے ہیں اسی طرح شیعہ ان کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ بنت زہراؓ سے نہیں ہوا جو حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور فرم پر وال ہے کوئی حضرت صاحب سے پوچھے کہ حضرت ان کی کتابوں کی قیہ کیوں لگائی گئی ہے اپنی کتابوں کے ذکر سے اور ان میں ثابت ہونے نہ ہونے سے کیوں پہلو تھنی فرمایا اور تو ناچار سے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل و محامد اہلسنت کے نزدیک کچھ اس نکاح ہی پر منحصر نہیں حضرت کو جو عدم نسبہ اسلام میں ہے اگر یہ نکاح نہ ہوتا تو بھی وہ مرتبہ حاصل تھا لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو ان کے فضائل سے انکار ہے اور بلکہ زہراؓ ایمان سے بھی خارج سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب میر کی اور ان کی جہر گامی دعوت مٹتی تو اس امر کے اہل کے اہلسنت الزام شیعہ کی کتابوں سے یہ روایت نقل کرتے

ان کو جھوٹا کرتے ہیں تو اگر بغرض محال اہلسنت کی کتابوں میں یہ نکاح ام کلثوم بنت زہراؓ سے ثابت نہ ہو بلکہ ام کلثوم بنت صدیقؓ سے ہو تو حضرات شیعہ کے اوپر سے یہ الزام جو بموجب ان کی روایات کے ان پر چسپاں ہو رہا ہے صرف اتنا کہنے سے کہ یہ نکاح اہل سنت کی کتابوں میں ثابت نہیں ہے کیونکر اٹھ سکتا ہے۔

اہلسنت کی کتابوں سے فاروقؓ کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراؓ کے

نکاح کا ثبوت

حالانکہ یہ بھی غلط ہے کہ اہل سنت کی کتابوں سے یہ ثابت نہیں چنانچہ ہم عرض کریں گے پس اس الزام کے ہمارے فاضل مجیب نے جس قدر جوابات تحریر فرمائے اور روایات لکھیں وہ سب لغو اور بے سود ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور خوش فہمی پر وال ہیں اگر بالکل سکوت کرتے اور کچھ بھی نہ لکھتے تو یہ نسبت اس کے آپ کے لئے بہت بہتر تھا کیونکہ کچھ پردہ پوشی رہتی اب لیجئے ہم اس کا ثبوت اہل سنت و اہل تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں اول اہل سنت کی کتب معتبرہ مختصر ثبوت سینے صحیح بخاری صفحہ ۳۰۴ میں مذکور ہے۔

حدثنا عبدان بن عبد اللہ بن ابیونس عن ابن مسعود قال قال ثعلبة بن ابی مالک ان عمر بن الخطاب فتنهم و فابین نساً من نساء امیہ بنی فتنی مرط جید فقال له بعض من عندہ یا امیر المؤمنین اعط هذا بنت رسول اللہ انت عندک یہ سیدون ام کلثوم بنت علی قدر عمر ام سبط احن و وسید من نساء الانصار ممن یاب رسول اللہ سبی لہ عیہ وسلم قال عمر بن الخطاب کانت تدرک غنم غنم یوم حد

تقدیریں ان مالک نے کہا کہ عمر بن خطاب نے مدینہ کی عورتوں کو چادرین تقسیم کی تھیں ایک عمدہ چادرین لگتی تو پاس و نون میں سے اس کو کسی نے ہارادہ ام کلثوم بنت علی کے کہا کہ یہ چادر رسول اللہ کی دختر کو جو تیرے پاس ہے دے دے عمر نے کہا اس سبب زیادہ مستحق ہے در سید انصار کی ان عورتوں میں سے ہے تبس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی عمر نے کہا کیوں کہ وہ جنگ احد کے دن ہماری مشکیں بیوند کرتی تھی۔

اور سنیے اسی کے حاشیہ پر مذکور ہے۔

قال الكر ماني ام كلثوم بنت فاطمة بنت
رسول الله صلى الله عليه وسلم ولدت
في حجة ورسول الله صلى الله عليه وسلم
خطبها عمر الى علي فقال انا العتيبة اليك
فان رضيت فقد زوجتكها فبعثها اليه بهر
وقال لها قولي هذا البرد الذي قلت
لك فقلت ذلك لعمر فقال لها قولي قد
رضيت رضي الله عنك ووضع يده
ثم ساقها فكتشفها فالتفت ففعل هذا
ولولائك امير المؤمنين لمكيت الفتيحة
جات ابا حافضات لعنتي الى شيخ
سوء واخبرته فقال لها يا بنية انه زوجك
من حسن كماله ويزن شره

سمن نسائی میں صفحہ ۳۲۱ پر ہے۔

موضعت جنازة ام كلثوم بنت عيسى
عمر بن الخطاب وابن الجاني لا يد
موضعت بها ولدها ميراث سعيد بن
عمر بن الخطاب ابن عمر بن الخطاب
والابن سيبان بن قيس بن موضعت الغار صفا
تم الامام

کربانی نے کہا کہ مکتوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دفتر
فاطمہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی
عمر نے اس کی منگنی کا حل کے پاس پیام بھیجا تو علی نے فرمایا
میں اس کو تیرے پاس بھیجوں گا اگر تیری رضا ہو تو میں
نئے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ پھر مکتوم کو ایک چادر
دے کر عمر کے پاس بھیجا اور اس کو کہا کہ تو کسی کیر وہ چادر ہے
جس کا میں نے تجھ سے ذکر کیا تھا۔ مکتوم نے یہی عمر سے
کہا عمر نے اس کو کہا کہ میں راضی ہوا خدا تجھ سے راضی ہو
اور اپنا ہتھوڑا مکتوم کو ساق پر رکھا اور اس کو کھولا۔ مکتوم
نے کہا تو یہ کیا کرتا ہے اگر تو ایسے مومنین نہ ہوتا تو میں
تیری ناک توڑ دیتا۔ پھر اپنے باپ کے پاس آئی اور کچھ کچھ کو
آپ نے بڑے بڑے کے پاس بھیجا تھا اور حقیقت حال کی

ام کلید بہ دست حق نروخ عذرا اور اس کے فرزند جس کو زید کہتے تھے جبارہ یک جا رکھا گیا اور انا اس روز سید بن اعوان تھا اور لوگوں میں میں تھا اور اچھ بڑھ اور بڑا سب اور بڑا قسارہ بھی تھے پس مرے بھائی اور مرے مستن

معاذ اللہ! یہ تو بڑا عجیب و غریب معاملہ ہے۔ میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا۔

محبوبانِ عالم سے ملاقات ہے کہ تم سے مل گیا
نہایت کی ہر طرف سے نصیب و نصیب

وأكثر تردده اليه فقال علي يا أمير المؤمنين
ما عندى الوصفية فقال عمر ما يحملنى
على كثرة ترددى إليك الوافى سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل
حسب ونسب وسبب وصهر منقطع يوم
القيمة الأحسبى ونسبى وسببى
وصهرى فقام على رضى الله عنه
فأمرها بنته من فاطمة فزينت و
بعث بها الى عمر رضى الله عنه
فلما راحا قام إليها فاجلسها فى حجره
وتقبلها ودعا لها فلما قامت اخذ بساقتها
وقال لها تولى لى بك قد رضيت فلما جاءت
الجارية الى أبيها قال لها ما قال أمير المؤمنين
قالت لما رافى قام الى فاجلسنى
فى حجره وقبلى ودعا لى فلما قامت اخذ
بساقى وقال لى تولى لى بك قد رضيت
فأناكحها اياه فولدت زيد بن عمر فعاش
حتى كان رجلاً ثوباً .

دوسری روایت۔

خطب عمر إلى علي رضي الله عنهما ابتداء
 كنتم وامننا فاعلمة ابنة رسول الله صلى الله
 عليه وسلم فقال له ع أن علي سيرة
 أي في هذا الشأن من الحق استاذنهم
 فأتى ولد فاضلة فذكر ذلك سمعوا توازن وجهه
 فدعا لكنهم وحى يريه من سيرة فتد

اور کج نیت آمدورفت رکھی علی نے کہا اے امیر المومنین
بھو ایک میخرو کے میرے پاس اور کوئی نہیں عمر نے کہا
آپ کے پاس (اس معاملہ میں) کج نیت آمدورفت کا
اور کوئی باعث نہیں ہے مگر عمر یہ ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تمام رشتے
اور ناتے اور دماغی تعلق منقطع ہو جائیں گے مگر میرا رشتہ
اور ناتا اور دماغی تعلق پس علی اٹھے اور اپنی دفتر کی نسبت
جو فاطمہ سے تھیں حکم فرمایا ان کو راستہ کیا گیا اور عمر کے
پاس بھیجا جب عمر نے اس کو دیکھا اٹھ کھڑے ہوئے
اور اس کو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعا دی جب وہ
اٹھی تو اس کی پینڈل پکڑی اور اس کو کہا کہ اپنے باپ
سے کیوں راضی ہو گئی جب چھو کر سی اپنے باپ کے پاس
آئی بوجھا کہ امیر المومنین نے تجھ سے کیا کہا کہا کہ باپ مجھ کو
دیکھا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی گود میں بٹھلایا اور
پیار کیا اور دعا دی اور جب میں اٹھی تو میری پینڈل پکڑی
اور کہا کہ اپنے باپ سے کتنا میں راضی ہو گئی پس علی نے اس کے کچھ
عمر کے ساتھ کر دیا (اس سے) ذیہ بن عمر پیدا ہوا اور زفر را
یہاں تک کہ جوان ہو گیا پھر مر گیا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَوْنَهُ كِي يَحِي كِي رَحِي كِي وَالدُّرَّةُ
فَاغْرَبَتْ رَحْمَنُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيلَ مُطَهَّرٍ كَيْ يَأْمُرَ
وَيَا حَسَنُ كَيْ لَمَّا كَسَمَ مَرْحَمٍ مَعَهُ الدُّرَّةُ كَيْ يَأْمُرَ
مِنْ حَبْتِ كَمَنْ سَمِيَتْ مِنْ رَحْمَتِ رَحْمَتِي كَيْ يَأْمُرَ
مَعْرِفَتِ فَاحْمَدُ كَيْ يَأْمُرَ كَيْ يَأْمُرَ كَيْ يَأْمُرَ كَيْ يَأْمُرَ
وَكَيْ يَأْمُرَ كَيْ يَأْمُرَ كَيْ يَأْمُرَ كَيْ يَأْمُرَ كَيْ يَأْمُرَ

انطلق الى امير المؤمنين فقل له ان الى
يعزك السلام وليقول لك انا قد قضيت
حاجتك التي طلبت فاخذ ما وضعتها
اليه وقال ان خطبتها الى اسباب وجنيتها
فقبل يا امير المؤمنين تريد اليها صديقه
صغيرة فقال ان سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم وذكر الحديث بمثل ما تقدم
هے اور مثل گزشتہ حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا
ابن سمان کی روایت۔

ان عمر قال لعلي اني احب ان يكون
عندي عضون اعضاء رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال يا علي ما عندى الام كلثوم
حي صغير فقال ان لعش تكبر فقال ان ليها
ميرين محي قال لغو فرج الى احله
وقعد عمر ميت فمات عليه فقال علي
ادعوا الحسن والحسين فاجابوا فدخلوا
وقعد ابراهيم يدي فحمد الله واثنى عليه
ثم قال ليما ان عمر خطب الى اختك
فقلت له ان ليما معي اميرين والي كرحه
ان ان وجهها انا حقي وامر كما ذكرت
الحسين وتكلم الحسن فحمد الله واثنى
عليه ثم قال يا ابتاه من بعد عمر صاحب
رسول الله صلى الله عليه وسلم وتوفى عند
وهو راض ثم ولي العدي فافعل قال
قلت ولكن كرحه ان انقطع امر

لک کی جتنی بلایا اور کما کما امیر المؤمنین کے پاس جا اور اس کو
کہہ کر میرا آپ بچہ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے
تیری حاجت جو تونے چاہی جتنی پوری کر دی پس اس کو لیا
اور اپنے گلے لگایا اور کہا کہ میں نے اس کے والد کو اس کی سگنی
کا پیام دیا تھا اس نے اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیا کسی
کہا کہ امیر المؤمنین تم کو اس کی طرف رغبت ہے حالانکہ چھوٹی
لڑکی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرے پاس کوئی
عورت بیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو علی نے کہا کہ
میرے پاس تو بچہ ام کلثوم کے دوسری نہیں اور وہ چھوٹی
بچہ ہے کہ جس کی برائی تو بری بھی جو جائے گی حضرت علی نے کہا
کہ اس کے معاملہ میں میرے ساتھ دو اور بھی امیر ہیں حضرت
تم نے کہا اچھا علی اپنے گھر لوٹ آئے اور عمر غمگین رہے کہ
کیا جواب ملے گا کہ اس حسن اور حسین کو بلاؤ وہ اندر آئے
اور سامنے بیٹھ گئے آپ نے خدا کی حمد پڑھائی پھر ان
سے کہا کہ عمر نے مجھ کو تمہاری بہن کی سگنی کا پیام دیا تھا میں
نے اس کو کہا کہ اس کے عہد میں میرے ساتھ دو اور بھی امیر
ہیں اور یہ میں نے پیسہ دیکھا کرتا دیکھتا تم سے مشورہ کر رہا
اس کا نکاح کرو دوں میں چھپے رہے اور پس برے اور خدا
کی حمد پڑھا کہ کہہ کر کہا کہ باپ عمر کے بعد کون ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت پامال اور آپ اس سے راضی
وفات پانچے پھر منزل خوف ہو اور انصاف کیا کہا تو نے
خجک کہا کہ میں نے بدو نہ مارے اس میں تفسی

دونکما بلنظہ۔

علاوہ اس کے وہ روایت ہے جو فاضل خاں نے بھی صواعق ابن حجر سے نقل کی علاوہ اس
کہ ابن عبد البر نے استیعاب میں انثار ترجمہ ام کلثوم میں روایت کی ہے۔

ان عمر بن خطاب خطب الی علی بن ابی طالب
ام کلثوم فذکر صغرها فقيل له ردك فعاوده
فقال له علی ابعت بها اليك فان رضيت
فنجي امرئ لك فارسل بها اليه فلكشف عن
ساقها فقالت مه والله لو انك امير
المؤمنين للطعت عينك
ذہوتا تو میں تیری آنکھ پر غاچہ مارتی۔

علاوہ اس کے شیخ شہاب الدین ابن حجر عثمانی نے اپنی کتاب اصابع فی معرفۃ الصحابہ
میں بیان کیا ہے۔

ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کی بیٹی اس کی والدہ فاطمہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں ابن ابی
عمر مقدسی نے کہا کہ سفیان نے بروایت
عمر کے محمد بن علی سے مجھ سے بیان کیا
کہ عمر نے علی کو ان کی بیٹی ام کلثوم کی سگنی کا
پیام دیا آپ نے اس کی عمری بیان کی کسی نے کہا آپ
کی درخواست کو پھر دیا انھوں نے پھر درخواست کی علی نے
ان کو کہا کہ میں اس کو آپ کے پاس بھیجوں گا اگر آپ کی
رضی ہوئی تو وہ آپ کی زوجہ ہے پھر اس کو بھیجا آپ نے اس
کی بیٹی کوئی اس نے کہا کہ میں اگر تو امیر المؤمنین نہ ہوتا تو تیری
آنکھ پر غاچہ مارتی ابن ابی جب نے روایتیں زید بن سم
عن بریر بن جہدہ کہ عمر نے ام کلثوم کے ساتھ چار بیس
ہزار درہم پر نکاح کیا زید نے کہا کہ وہ عمر کے دو بیٹے زید اور

رقیۃ وماتت ام کلثوم وولد حاف یوم
واحدا صیبا زید فی حرب کانت بین
بنی عدی فخرج لیل صلح بینہم فنبج رجل
ولاد يعرفہ فی القلعة ففانشایا ما و
کانت امہ مر لیثۃ فاما فی یوم واحد
و ذکر ابو نضر الدوبلی فی الذریۃ
الطاهرة من طریق ابن اسحاق عن الحسن
بن علی قال لما ماتت ام کلثوم بنت علی من
سمر دخل علیہا حسن وحسین فوالا لہا
اسکت علیہا لیکلحک بعض ابناءہ و لعل
اروت ان تعین ما لا عظیما لتعینہ فذل
عن کرم اللہ وجہہ فحمد اللہ وانشی علیہ
وقال ای بنیۃ ان اللہ قد جعل امرک بیدک
فانا احب ان تجعلہ بید یمی فقلت
یا ابت انی امرأۃ ارجب فیما یرجب فیہ
النساء و احب ان اصیب من الدنیا فقال
هذا من عمل حدیث ثور قاصد یقول
واللہ لا اکلم واحد منهم ما و لفعلی
فاخذ اثیبا بلہا و سادھا ففعلتہ فقال انی
قد زوجتک من عون بن جعفر فمالیث
عون ان هلت فرجح الیہا علی رضی اللہ عنہ
فما یا بنیۃ ا جعلی امرک بیدی ففعلت
فزوجہا اخوہ ممل ثمرات عنہا فزوجہا اخوہ
عبد اللہ بن جعفر فماتت عنہ و ذکر ابن
سعد نحوه و قال فی آخرہ نکات تقول

رقیۃ جنی اور ام کلثوم اور زید اس کا بیٹا ایک دن مرے
زید کو بنی عدی کی ایک خانہ جنگی میں جس کی مصالحت کے
واسطے باہر کا ہاتھ ایک مدبر پہنچ گیا کسی نے نادانستہ
انہیں سے میں سر چھوڑ دیا چند روز بعد اس کا والد بھی
بیارہتی دونوں ایک روز فوت ہوئے ابو نضر دولاہی
نے ذریۃ طاہرہ میں ابن اسحاق کے طریق سے حسن بن
علی سے ذکر کیا جب کہ ام کلثوم بنت علی مرے ہوئے
ہو گئی تو حسن اور حسین اس کے پاس آئے اور کہا کہ
(اگر علی کو اختیار دے گی تو وہ اپنے فرزندوں کو جیتیے
میں سے کسی کے ساتھ تیرا نکاح کر دیں گے اور اگر تو
بڑا مال دولت حاصل کرنا چاہتی ہے تو حاصل کر سکتی ہے
پھر علی کرم اللہ وجہہ اندر آئے اور خدا کی حمد و ثناء کی اور کہا
بیٹا خدا نے تیرے کام کا مجھ کو اختیار دیا ہے اور میں چلتا
ہوں تو مجھ کو دے دے اس نے کہا اے باپ میں ایک
عورت ہوں اس میں رغبت کرتی ہوں جس میں عورتیں رغبت
کیا کرتی ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ کچھ دولت دنیا حاصل
کروں فرمایا یہ ان دونوں کا کام ہے خدا کی قسم میں ان میں
ایک سے بھی نہ بولوں گا جب تک تو یہ کرے گی پھر فرزندوں
نے اس کے کپڑے پکڑے اور اس سے سوال کیا تو اس
نے قبول کیا علی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح عون بن جعفر کے
ساتھ کر دیا ہوں چند روز بعد مر گیا پھر علی اس کے پاس
آئے اور کہا بیٹا اپنا اختیار مجھ کو دے اس نے دے دیا
پھر اس کا نکاح عون کے بھائی محمد سے کر دیا وہ بھی مر
گیا پھر اس کا نکاح محمد کے بھائی عبد اللہ بن جعفر سے کر دیا
اور اس کے پاس مر گئی اور ابن سعد نے اس کے قریب تر

انی لاستعجی من اسمائت عبدیس
مات وولد اھا عندنا من خوف علی الثالث
قال فہلکت عنده ولم تلد لاحد منہم و ذکر
ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر عن
محمد بن ابیہ ان عمر خطب ام کلثوم الی علی
فقال انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال
زوجہا فی اللہ ما علی ظہور الارض رجل
یرصد من کرامتہا ما ارصد قال قد فعلت
فجاء عمر الی المہاجرین فقال رفونی فرؤہ
فقالوا من تزوجت قال بنت علی سمعت
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مہجرو
النسب و مسبب منقطع یوم القیامۃ او صہر
ونسبی و سببی و کان لی بہ علیہ السلام
النسب و السبب فاحببت هذا الیضا و من
طریق عطاء الخراسانی ان عمرا مہجرا ربیعین
النبا و اخرجہ لبسند صحیح ان ابن عمر
صلی اللہ علیہ وسلم و ابنتہا زید فجعلہ
مما یلیہ و کبر اربعہ و ساق لبسند اخر ان
سعید بن العامر حوالہ الذی مہم
علیہا استہم بلطفہ

علامہ انریں اسد الغابہ میں ترجمہ ام کلثوم میں ہے

ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کی بیٹی اس کی والدہ فاطمہ
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سوسوسہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر پیدا ہوئی
عربین خطاب نے اس کی شگنی کا اس کے باپ کو یاد دلا

ذکر کیا اور اس کے اقربین کا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھ کو
اسما بنت عیس سے شرم آتی ہے کہ اس کے دو فرزند ہمارے
پاس فوت ہو گئے اور تیسرے پر ہم کو خوف ہے کہ اس کے پاس
کے پاس آپ مر گئی اور ان میں سے کسی کے پاس نہ جی اور ابن
سعد نے روایت انس بن عیاض عن جعفر عن محمد بن ابیہ
ذکر کیا کہ عمر نے ام کلثوم کی شگنی کی علی سے درخواست کی انھوں
نے کہا کہ میں نے ابن کو کیوں کو مجھ کے بیٹوں کے واسطے
رد کر رکھا ہے عمر نے کہا مجھے یہ یاد دے و انہ جس قدر میں
اس کی بزرگی کا شغف ہوں کوئی شخص میں کو پیٹ پر امیدوار
ہو گا میں نے کہا میں نے یہاں دیکھا جو میں نے کہا اس سے کہ
کہا کہ مجھ کو نکاح کی مبارک و بد بچاؤ اس کے ساتھ نکاح کیا گیا
عی کی بیٹی کے میں سند بنی امیہ و سلم سے ساتھ آئے
تھے کہ مرعہ قدامی اور نامائش قیامت کے دن مستحق ہو
جائے گا مگر مرعہ قدامی و نامائش درشتہ و نامائش و حضرت عتید
اسلام سے درشتہ اور وسطہ تو حقیقت میں نے کہا کہ یہ بھی مرعہ
خراسانی کے حریق سے ہے کہ عمر نے اس کا چاہیں مرعہ مرعہ
تھا اور سند صحیح کے ساتھ تخریج کی ہے کہ ابن عمر نے ام کلثوم اور
اس کے فرزند زید پر غار پر بھی اور اس کو اپنے متصل
رکھا اور پھر زید پر بھی اور دوسری سند سے بیان
کیا کہ سعید بن العامر امام ہوا تھا

ام کلثوم علی بن ابی طالب کی بیٹی اس کی والدہ فاطمہ
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سوسوسہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر پیدا ہوئی
عربین خطاب نے اس کی شگنی کا اس کے باپ کو یاد دلا

رضی اللہ عنہ فقال انہا صغیرۃ فقال
عمر زوجین یا ابا الحسن فان ارد
من کرامتہا ما لا یصد بہ احد فقال لہ
علی انا البعثا الیک فان رضیتہا فقد
زوجتکھا بعتھا الیہ ببرہ فقال لھا قل
هذا البر الذی قلت لک فالت
ذلک لیس فقال قوی لہ قدر رضیت رضی اللہ
عنک ووضعی بیدہ علیہا فالت اتفعل هذا
لو لاک امیر المؤمنین لکسرت النکاح
جاوت ابا حافا خیر نہ الخبر و قالت لہ
بعثت الی شیخ سوء قال یا بنیہ فانہ
زوجک نجا عمر فجلس الی امہا جریں
فی ابروۃ وکان بجلس فیہا امہا جریں
الہ ولون فقال رفوف قالوا بعدا یا امیر
المؤمنین قال فزوجت ام کلثوم بنت
علی رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ
عیدہ و آلہ وسلم یقول کسب و نسب و منہ
ینقطع یوم القیۃ الا سببی و نسبی و صبری
فکان لی بہ علیہ الصلوۃ والسلام النسب
و السبب فاروت ان یتبع الیہ الصوفی و قد
و تزوجیا علی اربعین النافذت لہ زید
بن عمر الا کبر و قویۃ و قویۃ ام کلثوم
و ابنہا زید فی وقت واحد و کان زید قد
اصیب فی حرب کون بین بنی عدی بنی
لیصلہ بنیہ فصر بہ رہن سبہ فی القملۃ

اس نے کہا وہ صغیرہ ہے عمر نے کہا اے ابا الحسن
میرے ساتھ اس کی شادی کر دے کیونکہ جس قدر میں اس
کی بزرگی کا امیدوار ہوں کوئی شخص امیدوار ہوگا کہ اپنے
کما میں اس کو تیرے پاس بھیجوں گا اگر تیری رضا ہو تو
میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا پھر اس کو ایک پڑ
وسے کر بھیجا اور اس کو کہا کہ کنایہ چار ہے جو میں نے تجھ
سے کی تھی اس نے عمر سے یہی کہا عمر نے کہا اس سے کنا
میں راضی ہوا خدا تعالیٰ تجھے راضی ہوا اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا
اس نے کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین نہ ہوتا تو
میں تیری ناک توڑ دیتی پھر اپنے باپ کے پاس آکر ماضی خبر
بیان کی اور کہا کہ تو نے مجھ کو جسے بڑے کے پاس بھیجا تھا
کہا جیسا کہ تیرا شوہر ہے پھر عمر مجاہدین کے پاس آکر و سہ
میں بھیجے گئے اور اس میں مجاہدین اولین بھیجا کرتے تھے
ان سے کما جی کو نکاح کی مبارکباد دو کہ اے امیر المؤمنین کس
کے ساتھ کما میں نے ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح کیا ہے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ اڑاتے تھے
پھر واسطہ اور قربت و درامان تعلق قیامت کے روز
منقطع ہوگا پھر میرے واسطہ اور قربت اور دامادی کے وجہ
کو علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ واسطہ اور قربت تو تھی میں نے
چاہا کہ دامادی کا تعلق میری جمع ہوں وہ پھر مجاہدین نے
اس کو مبارکباد دی اور چاہیں ہر روز ہر پہنچا کیا تھانیرین
عمر کھانہ اور تیرے بہرہ ہوں اور ام کلثوم اور اس کے فرزند
زید نے ایک وقت میں وفات پائی اور زید کو بنی عدی
کی حادہ جنگ میں زخمی پہنچ گیا تھا باہم صلح
کرنے کے واسطے بھیجی تھی ان میں سے کسی شخص

فتیحا و صدعہ فغاش ایاما لثدمات
هو و امہ و صلی علیہا عبد اللہ بن عمر
وحسین بن علی رضی اللہ عنہما و احسین
ولما قتل عنہا عمر تزوجہا لعون بن جعفر انقی
بلفظہ لثد عن ازالۃ العین

نے اندھیرے میں مارا جس سے سر چھٹ گیا پھر چند روز بیا
پھر مر گیا وہ اور اس کی والدہ اور اس پر عبد اللہ بن
عمر اور حسین بن علی نے نماز پڑھی اور جب عمر
مقتول ہرے تو پھر عمر بن جعفر کے نکاح
میں آئی

بعد نقل ان روایات اور تصریح زمرہ حیات کے اس نیکار کے ثبوت میں اہل سنت کے
نزدیک کچھ خطا باقی نہ رہا لیکن چونکہ مکابر نے و غدارانہ تقلید حضرت کشمیری صاحب زمرہ آپ اس سے
منکر ہیں اس لئے اجمالاً اس قدر اور مصلحت کے واسطے میں کہ علاوہ ان کے اور محدثین اہل سنت نے
بطریق ششٹی اس روایت کے نقل و تخریج کی ہے اگر مضمحل اس کو لکھا جاوے تو اندیشہ تطہیر ہے
اتنا اور معلوم رہے کہ محدث ابو صالح نے اور حافظ محمد عبد العزیز بن اسلم اور ابو نعیم نے کتاب معروفہ اثنی
میں اور طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی و طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی اور دارقطنی نے بطور سکتہ الذہب
کے امام صادق سے امام حسین تک اور دارقطنی نے اور طرق مختلفہ سے اس روایت کی تخریجات کی
ہیں ترجمہ روایات خانہ المشکین مولانا مامون حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام روایات کا ازالۃ العین
میں نقل فرمایا ہے جس شخص کو دیکھنے کا شوق ہو ازالۃ العین جلد اول کے آخر کو مطالعہ کرے اگر سب
اس کے اثبات کے لئے اور بھی فتول ہمارے پاس موجود ہیں لیکن چونکہ جس قدر نقل کر دیا ہے
اہل انصاف کے لئے کافی و وافی ہے اور زیادہ کی حاجت نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں

اہل تشیع کی کتابوں سے فاروق کے ساتھ ام کلثوم بنت زہراء

کے نکاح کا ثبوت

اب اس کا ثبوت اہل تشیع کی کتابوں سے سینے اور تو یہ ہے جو کمپنی نے روایت کی ہے
بشرطیکہ غضبت - سے ام کلثوم بغیر رضا نہ تسلیم کریں اور اس میں سیاسی خاطر عجیب سبب کچھ چون درجہ
ذکر میں ورنہ غضبتہ غضب فرق سے نکاح مہر اور کھانا صحیح نہیں ہے بلکہ روایات کے بھی خلاف ہے
چنانچہ تم اندہہ عرض کریں گے اور سینے اب کے حضرت شہید ثالث مجاہد امیرین اثنان ذکر عباس
رضی اللہ عنہ میں تحریر فرماتے ہیں و کتاب الصیغاب و غیرہ آن مسرست کہ چون عمر بن الخطاب

جنت نزویج خلافت فاسدہ نمود نزویج ام کلثوم دختر مسلم حضرت امیر ام نمود آنحضرت جنت امانت
جنت مکر را ظاہر ادا و امتناع نمود و عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد و گفت اگر تو علی را راضی سازنی
آبخیز دروغ امکن باشد غواہم کہ دو منصب ستایہ ج و زمرہم از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود اگر این نسبت
واقع نشود آن لفظ غلیظ تر تکب چنان امور را صواب خواہد شد از حضرت امیر التماس و التماس نمود و ولایت
نکاح آن مطہر و مظلومہ با دلتونین فرمایہ چون مبالغہ عباس در آن باب از حد گذشت آنحضرت از روی
اکراہ ساکت شد تا آنکہ عباس از تکاب نزویج از پیش خود نمود و جنت الطمانہ فتنہ اورا بآن
منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود و ظاہر ابو اسلمہ این و کالت فغول و امثال آن حضرت امیر عباس را
مانت دیگر باران بدان خود را رخ در محبت و اخلاص بنیدہ است و مذاہنا کہ سابقہ در احوال سید الشہداء
مذکور شد آنحضرت از عباس و عقیل بخلین حافین تبصر فرمودہ اورا یہی بی ہی آپ کے شہید ثالث
قاضی نور احمد شوستری مجالس المؤمنین اثناء ترجمہ محمد بن جعفر خطباء میں تحریر فرماتے ہیں۔ و محمد بن
جعفر بعد از فوت شدہ عمر بن الخطاب بشرف مصاصت امیر المؤمنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ باہم
کنات از روی اکراہ و جبارہ عمر بود نزویج نمود اورا یہی صاحب تایید حبیب الیہ فی خاتمہ
ذکر فاروق پر جس بگمان کی ازواج و اولاد کا ذکر کیا۔ یہ لکھا ہے۔ یحرام کلثوم بنت امیر المؤمنین علی
بن ابی طالب کردہ و زوی پسری و دختر کی تولد نمودند پس زید نامہ داشت و دختر زیدہ و ایشان
عقب نامہ چنانچہ در متعلق مذکور است زید را خیر الملک بن روان زہر دادہ اورا یہی آیات بیانات
سے نقل لکھتے ہیں اور قاضی شوستری نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ بنی ہاشم بشان داوولی دختر
بہر فرستادہ ابو القاسم قمی شارح شریعہ اس قول کی تفسیر میں۔

یجوز نکاح العربیہ بالعجمی
والسبا شمیہ بغیر الہاشمی
لکھا ہے۔

زوج علی ام کلثوم بن عمر
۱۰ مجالس المؤمنین میں ابو الحسن علی بن احمس نے نقل کیا ہے۔ اور ازینہ ام مرثیہ
کو زمان جلد مقدمہ نکاح خلیفہ ثانی است جواب را کہ درون دختر برتر کہ جناب امیر المؤمنین را اتفاق افتاد
باین جہت بود کہ ظاہر شہداء میں سے نمود و زبان اقرار بخصیہ تہ رسول کی کشور دوران باب خلعت
و فضاخت و غیر مرسوم بود۔

۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

عن محمد بن احمد بن یحیی عن جعفر بن
محمد القتی عن الصحاح جعفر عن ابیہ
علیہ السلام قال ماتت ام کلثوم بنت
علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر
بن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ ولا
یدری ایہما حلک قبل قدم ید رث
احدہما من الآخر وصلی علیہما جمیعاً

(۹) قول مرثیہ کا شافی ترجمہ الالبانی میں۔

فاما نکاح و فتد ذکر فی کتاب الشافعی
اجواب عن حد الباب منشور حا و بینا
انہ علیہ السلام ما احب ابیہ علیہ السلام
ابنتہ الابد لا توفد و تہدد و مواسعۃ
و مزارعۃ و کلام طوبی حاقور اشتق معہ من
سردہ حال و ظہور ملاذین الی بخنیہ۔

(۸) مصائب نواہب میں قاضی شوستری نے لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح حرم و
اکراہ سے ہوا انتہی چونکہ یہ جو تھا ثبوت اصل کتاب سے اور ساتوں اور نقل کر پتے تھے اس نے
میں ترک کر دیا غرض کہ اگر تتبع کیا جاوے تو اور بھی بہت خرق سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے
لیکن صاحب عقل و دین کے واسطے یہ بھی کافی ہے۔ اب بعد ان نصیر و تصریحات کے جو فوقین
کی کتب معتبرہ اور علماء معتدین کے اقوال سے نقل مجھے کوئی شخص جس کو ذرا سی عقل اور تھوڑا سا دین
و اہب الطیبات کی طرف سے مذہب اس امر کا انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ
عنا سے ہوا اور یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منع ہو کہ ان کو کدوا تھا
مذکورہ صریح دلائل سے قوی ہے کہ علماء فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جہت
زہرا کے بعض مہارک سے تولد ہو میں منع ہو روایات اہلسنت میں تو تصریح مذکور ہے حاجت بین
نہیں اور روایات شیعوں بھی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد از ذکر محمد بن جعفر کے

امام محمد باقر سے روایت
ہے کہ ام کلثوم بنت علی علیہ السلام
اور اس کا سر زید بن عمر
ایک وقت میں فوت ہوئے
اور یہ مذکور ہوا کہ کون ان میں
سے پہلے فوت ہوا اس لئے ایک دوسرے کا
ورثہ نہ ہوا اور دونوں پر کھٹی نماز پڑھی گئی۔

لیکن حضرت کا نکاح کر دینا پس اس بات کی طرف سے
مشرع جواب ہے کہ کتاب شافی میں ذکر کیا ہے اور بیان
کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے نکاح کو حرم کے
ساتھ قبول نہیں کیا مگر ڈرانے اور دھمکانے اور جھگڑنے
اور بی گشتگو کے بعد جس میں بڑے انجام کا اور اس کے
ظاہر ہو جائے کہ جس کو ہمیشہ چھپاتے تھے خوف ہوا۔

لیکن جواب میں قاضی شوستری نے لکھا ہے کہ یہ نکاح حرم و
اکراہ سے ہوا انتہی چونکہ یہ جو تھا ثبوت اصل کتاب سے اور ساتوں اور نقل کر پتے تھے اس نے
میں ترک کر دیا غرض کہ اگر تتبع کیا جاوے تو اور بھی بہت خرق سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے
لیکن صاحب عقل و دین کے واسطے یہ بھی کافی ہے۔ اب بعد ان نصیر و تصریحات کے جو فوقین
کی کتب معتبرہ اور علماء معتدین کے اقوال سے نقل مجھے کوئی شخص جس کو ذرا سی عقل اور تھوڑا سا دین
و اہب الطیبات کی طرف سے مذہب اس امر کا انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ
عنا سے ہوا اور یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منع ہو کہ ان کو کدوا تھا
مذکورہ صریح دلائل سے قوی ہے کہ علماء فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جہت
زہرا کے بعض مہارک سے تولد ہو میں منع ہو روایات اہلسنت میں تو تصریح مذکور ہے حاجت بین
نہیں اور روایات شیعوں بھی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد از ذکر محمد بن جعفر کے

شیعہ کے اس دعویٰ کا ابطال کہ فاروقؓ کا نکاح ام کلثوم

بنت صدیقؓ سے ہوا

اول صریح روایات فریقین کے اس کے مذهب میں روایات سے صاف ثابت ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے ہوا۔ اگر یہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بنت صدیقؓ سے ہوا تھا تو آپ کے علمائے کیوں زبان سے نکالا اور آج تک یہ لغو تو جہیات کیوں کرتے رہے۔ ابھی حضرت اگر واقعی یہ نکاح بنت صدیقؓ سے ہوا ہوتا تو آپ کے اکابر تو ایک عالم کو سر پر اٹھا لیتے اور بر خلاف اس کے اپنے عجز کے معترف ہیں۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطابؓ بزع شیعہ دشمن ابیہیت اور ان کی تزییل و تلوہین کے درپے تھے چنانچہ ابیہیت کے گھر کو جلادیا اور صرح طرح کی امانت کی جس کا بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یاہل بیت کو ایذا رسانی مٹنی چنانچہ تعلقات باہمی سے حسب روایات شیعہ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود ترویج خلافت مٹنی کہ اس بضعتہ الرسول جگر گوشہ قبول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جائے گی چنانچہ قاضی صاحب شومستری نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت برہمی ہے کہ یہ دونوں ام حب تک ام کلثوم بنت فاطمہؓ تسلیم نہ کی جاویں حاصل شدنی نہیں تیسرے یہ کہ یہ بھٹن بھوٹ اور افترا ہے کہ ام کلثوم بنت صدیقؓ حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب ربیب ہونے کے مشہور تھی جب تک اس کی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نہ فرما دیں لائق التفات نہیں بلکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوہم لا بائسہم ہوا قسط عند اللہ۔ غیر باب کی طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ البتاس و اشتباہ کو یہ اطلاق مستلزم تھا اس لئے ہرگز یہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد بن ابی بکر پر بھی محمد بن علی ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسی ام کلثوم حضرت کے ربیب تھی ایسے ہی محمد بن ابی بکر بھی آپ کے ربیب تھے بلکہ محمد بن ابی بکر کو بہ نسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیعہ اپنے حقیقی باپ سے زیادہ حضرت کو سمجھتے تھے۔ جیسے حضرت کے رفیق و ہمکار رہے حضرت بھی بکمال شفقت محمد بن ابی بکر کو وندنا صح سے باذفرماتے ہیں چنانچہ بیچہ البداعت میں یاد آتا ہے کہ مروی ہے جو قہقہہ یہ کہ اگر بغرض حال روایات میں ام کلثوم بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیقؓ ہی مراد ہوں تاہم صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اطلاق مجازاً ہے اور متعلق علیہ مسلمہ ہے کہ

مصاہرات بیان کی اور ظاہر ہے کہ یہ مصاہرات بسبب ترویج ام کلثوم بنت فاطمہؓ مٹنی بسبب ترویج ام کلثوم بنت صدیقؓ کے احوالنا سقمی نے ام کلثوم کے ہائیمہ ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ ہوں اگر یہ ام کلثوم بنت صدیقؓ ہو تو ہم ایک اہم حق بھی چھو سکتا ہے کہ وہ ہائیمہ نہ ہوں گی اور اسی طرح باقی نصوص بھی اسی طرف راجع ہیں غرض کہ ان نصوص و تصریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ سے ہوا۔ اگرچہ اس کے بعد کچھ ضرورت نہ مٹنی کہ ہم اس کے ابطال کی طرف اور بھی متوجہ ہوں۔ لیکن اس لئے کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دہانت فہم و فراست اور عقل و کیا ست علم و فضیلت کا بخوبی اندازہ فرمالیں اور معلوم کر لیں کہ یہ حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و خراش مذہبی فرماتے رہتے ہیں اور آئے دن ایک نئی گھڑت ہوتی رہتی ہے تھوڑی سی اور بھی اس مسئلہ کی توضیح کرتے ہیں پس واضح ہو کہ متبع قاصد حضرت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب اور یہ توجیہ جو ہمارے فاضل نجیب نے فرمائی سے قاضی شومستری کے زمانہ تک بلکہ اس کے بعد کشمیری صاحب نیز بہرنگ بھی ایجاد نہ ہوئی تھی۔ اگر انھوں نے اس لا جواب توجیہ کو اختیار بلکہ ذکر بھی نہ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایجاد و اختراع حال کا ہے۔ اول مستندین میں بعض علماء اعلام نے مثل شیخ معین کی اس نکاح کے وجود سے ہی انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت میں یہ مروی ہے وہ روایت نہ میر بن بکار کی طریق سے ہے اور وہ مبغض امیر المومنین ہے اور قابل اعتبار کے نہیں۔ پھر جب دیکھا کہ انکار ایسی خبر کا جو ہمزہ متواتر کرے ہے پیش نہیں جاتا اور ماہتاب مشت خاک سے نہیں چھپ سکتا تو دوسرے راہ چلے بعضوں نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت پر ٹٹلا کر آپ نے وفد بخوان سے ایک جینیہ ملا کر اور مشکل مشکلی ام کلثوم کر کے بھیج دی مٹنی اور وہ جینیہ حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تفتیہ کی پناہ پکڑی کسی نے حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کہا کسی نے بنات نوط کو مشیرہ قرار دیا کسی نے بنات طیبات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماشل بتلایا کوئی سبب ظاہری کلہ کوئی عمر کے اس کو جائز اور مباح کہنا ہے اور کوئی بوجہ نفاق و کفر باطنی لکے اس کو مثل اکل مینہ و لحم الخنزیر کے منظر اور بھی جناب امیر ثابت کرتا ہے۔ غرض کوئی مستانہ وار کچھ مغرور سرائی کر رہا ہے کسی کا کچھ تیرا نہ ہے لیکن کوئی اس پر بصیرت سے ساحل خلاص پر نہ پہنچا۔ اور کسی کو اس درجہ حد تک سے راہ نجات نہ سوجھی۔ تاہم تاویلات مٹنی اور ساری تسویلات لغو و لا حاصل جب کوئی توجیہ نہ لکشا نہ ہوئی۔ ورنہ کچھ انصاف ہو کہ یہ رہائی حال ہے تو اس لئے سمجھوں نے ایک نیا لباس بدلنا اور نئی توجیہ لکھنا اور اس کو ماہر لفظی رتجھا حالانکہ وہ بہ نسبت توجیہات سابقہ کے بھی زیادہ لغو و بے پیرج ہے اور یہ امر بدلائق ثابت ہے

کے ساتھ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا ہے نہ کسی دوسرے عمر یا عمر کے ساتھ جیسا شاہی مکتوب پر ہو کر شیعیان آئندہ دعویٰ کرنے لگیں کیونکہ اول تو مقتدیین اور متاخرین علماء شیعہ نے اس کو قبول اور تسلیم فرمایا ہے چنانچہ روایات سابقہ سے واضح ہو چکا منہیں صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ فقہا شیعہ نے اس سے استنباط مسائل بھی فرمایا ہے چنانچہ ابوالقاسم قمی شارح شریعہ کی تصریح سے واضح ہے پھر یہ ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن حسین زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح صاحب المامیہ چھوٹی ہیں اور شیعہ ہجری میں تقریباً پیدا ہوئیں تو ابتداء خلافت فاروقی میں ان کی عمر تقریباً پانچ سال کی ہوگی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیق کے بھی گزرے اور صاحب المامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ نکاح کے وقت حضرت عمر کا سن ساٹھ برس کا تھا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کی عمر چار سال تھی اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی عمر تقریباً سال سے متجاوز نہیں تو وفات حضرت عمر کے وقت ام کلثوم سات سال ہوئیں اور ان کے بطن مبارک سے دو بچے بھی تولد ہوئے ایک زید دوسری رقیہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ سات سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے پیدا ہو جائیں اصل یہ ہے کہ واقفان سیر جانتے ہیں کہ بزرگوں کی تولد اور وفات اور سن عمر وغیرہ میں اختلاف کثیر ہے کوئی امر ایسا نہیں الا ماشاء اللہ جس میں اختلاف نہ ہو خود حضرت عمر کی عمر کو وہ سال ہی لکھا ہے تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے سن کو معتبر نہیں سمجھ سکتا علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ بدایت عقل صراحتہ اس کی تکذیب کرتی ہو اور قرینہ فاطمہ اس کے کذب ہونے پر قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اس کی وجہ صحت یہ ہے کہ عموا ماعز میں شائع ہے کہ اماد کی کسرت میں شہور کو ساقط کر دیتے ہیں اور کسرت کی کسرت میں احاد کو گرا دیتے ہیں خاص کر جب کہ تعیین کسر معلوم نہ ہو تو اس روایت میں بھی چونکہ سال نکاح علی النعین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھ کے تقریباً مابین واقع ہوا ہے اس لئے کسرت کو حذف کر دیا اور سن شریف اطلاق کر دیا نقل روایت میں رسالہ المامیہ کے یہ الفاظ ہیں بھی روایت اسی کتاب المودہ مذکور ہیں یوں ہے۔

ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم و اعتذر عن بصرها فقال عمر ما لي حاجه الي منك ولكن ابغى الوصيله اني محمد عليه السلام وحي ليقول كما سبب ونسب

عمر بن خطاب نے جب ام کلثوم کی خواست گاری کی اور علی نے اس کی صفحہ کاٹ کر دیا تو عمر نے کہا کہ مجھ کو عورتوں کی طرف رغبت نہیں میں محمد علیہ السلام کی طرف وسیع چاہتا ہوں اور وہ ذہب ہے ہر ذہب کے

ينقطع بالمرث الا سببي ونسبي فزوجها علي اياه بعهد اربعين الف درهم ففراق ذلك كله عمر وهي ابنة اربع سنين او مابين الارب والخنس وعمر ستين سنين فاجلسها عمر الى جنبه فرفع مبرزها ومسح يده على راسها فجرد ساقها فرفعت يدها وكادت ان تلطمه وقالت لولا انك امير المؤمنين للطمت على خدك فقال عمر دعوها فانها هاشمية قرشيه.

رشتہ موت سے منقطع ہو جائے گا مگر میرا واسطہ اور رشتہ تو علی نے چالیس ہزار درہم ہر پر اس کا نکاح عمر کے ساتھ کر دیا۔ عمر نے یہ سب بھیج دیا اور ام کلثوم چار سالہ تھی اور عمر کا عمر تیس برس یعنی تو عمر نے اس کو اپنے بہنوئی بنجایا اور اس کے آزاد کو اٹھایا اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کی پینڈلی کھولی اس نے ہاتھ اٹھایا اور قریب قری کے کمر کے پانچ مارے اور کہا اگر تو امیر المؤمنین نہ ہوتا تو تیرے رخسار پر پانچ مارتی عمر نے کہا اس کو جانے دور یہ ہاشمہ قرشیہ ہے۔

علاوہ انہیں اس روایت کے صریح الفاظ کا مدلول یعنی وسیلہ کا طلب گار ہونا روایت کل سبب الخ بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا ہاشمہ قرشیہ اس کو کتنا یہ سب اس کی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم ہیں اور بنت صدیق ہونے کو نافی پھر یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فاروقی میں تولد ہوئی اتنے زمانہ میں اس کا ہاتھ ہونا اور دو بچے پیدا ہونا محال عادی سے ہے پھر عمر کو اس کی خواندگاری کی کچھ حاجت نہ تھی اہلیت صدیق سے عداوت نہ تھی کہ اس کی تذلیل و توہین مد نظر ہو بلکہ اگر حضرت عمر موافق ہمارے اعتقاد کے غلیظہ راشد تھے ان کی غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ پیوند کی تھی چنانچہ جاری روایات سے ثابت ہے اور اگر حسب مزعم شیعہ دشمن اہل بیت تھے تو بھی ان کی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق تھی کیونکہ اسی کے غضب میں تذلیل اہلیت سے نہ بنت ابوبکر میں اور اگر لزہن محال یہ ام کلثوم بنت صدیق ہوتی تو حضرت امیر سے اس کی خواندگاری کے کیا معنی آپ کی ہمت السداد کی روایت سے جس کو علماء شیعہ نے معتد سمجھ کر اپنا مسئلہ قرار دے رکھا ہے ثابت ہے کہ خلیفہ مجاہد ام کلثوم کا عبدالرحمن بن ابی بکر تھا تو ظاہر ہے کہ وہ ولی ام کلثوم کا ہوا نہ حضرت امیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خانہ میں سے تھا اگر اس کی خواندگاری فرماتے تو حضرت امیر کا اس میں کچھ دخل نہ تھا نکاح بوریث عبدالرحمن بذات وقت اور بعد از نکاحی کے ہو جانا پس اسے حضرت ذراہوش میں آؤ عقل کے ناخن نہ آو جب اس حق کے مقابلہ میں قدر کو اور بھی ہو کہ اس قدر کے المامات الہام نہیں بلکہ

مطالبہ تصحیح حوالہ اور مجیب کی دیانت داری

اب تیسری روایت کی کیفیت بھی سن لیجئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے فتح الباری
مشرح بخاری سے نقل کی ہے کہ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے ابن حجر متاخرینی
کی سے اپنے مصائب میں نقل کیا ہے جس کا ترجمہ خاتم المشکین مولانا مونی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ
نے ازات العین میں اس حرج کیا ہے ہائیکہ معارض ست با پرخ ذکر کردہ انداز بسیار ہی از اہل سنت
از جملہ ایشان ابن حجر متاخرست در کتاب خود گفته کہ چون علی علیہ السلام اہا کرد از نکاح ابنہ خود از
برے عمر و صغر و از عذر ساخت و عذر و از عمر قبول نمود تا آنکہ لباس نوح علی را با آنکہ ام کلثوم
از نامہ پیرس و از نزد عمر فرستاد و چون عمر و او دید اندر کرد و صغیر نمود و از بخود و بوسید و او را بعد
از آن ابن حجر عذر خواست و کہ پڑ عمر کردہ بود از صغیر و تقبیل پیش از وقوع عقد تحلیل با آنکہ ام کلثوم
بنامہ صغیر بعدی رسیدہ بود کہ بسبب ثبوت شود تا حرام شود صغیر و تقبیل و اگر صغیر و از مئی بود پیرا
و از مئی فرستاد بعد قاضی شوستری کے اس روایت کو آپ کے علامہ کشمیری نے نزہہ میں ابن حجر
سے نقل کیا ہے اور مخاطب ابن حجر لکھا ہے و عسقلانی لکھا کہ مکی لکھا کہ کسی کتاب کا حوالہ دیا چہاں
ہائیکہ معارض ست بروایتیکہ بسنت و بارہ نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کردہ انداز ابن حجر ابن علیہ
از کتاب شعاع در ثناء ترجمہ ام کلثوم روایت مرویہ ابن عمر بن الخطاب خطاب و خطب علی
نفسا و عذر و از حدیث قبیلہ و از حدیث معاویہ و قتادہ علی بسنت بسیار فاضل و نصیحت
فیہ و از کتاب فارسی بہ جہہ گفتار عن سابقہ فعالیت معاویہ و از حدیث ابوہریرہ
حضرت سبت انقی و ابن حجر چہین روایت مرویہ ابن عمر بن الخطاب خطاب و خطب علی
و معاویہ و جعفر و از حدیث قبیلہ و از حدیث معاویہ و از حدیث معاویہ و از حدیث معاویہ و از حدیث معاویہ

[illegible]

صرف تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ برکت
بڑی تھیں لی جس سے بادی النظر میں دیکھنے والا یہ سمجھے کہ اس الجاد و اکراہ کی غایت نکاح ہے
چنانچہ ہمارے مخاطب بسبب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لئے اس روایت کو اس جگہ نقل کیا ہے
حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دہی ہے بلکہ غایۃ الجار و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی ہے
وہ صرف دکھانا حضرت ام کلثوم کا تھا چنانچہ حتی الجاہ ان پر یہاں اس پر دل ہے اور ظاہر ہے کہ
نکاح کے لئے بروایات مسلم و فریقین دیکھنا محظور بالذکر کا بھی جائز بلکہ مندوب ہے چر جائے صیغہ
ہو کہ صیغہ کا جس کی عمر چھ سات سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عرب کی رسم و عادت کی خلاف
مذہب دیکھنا یا دکھانا مستلزم کسی محذور کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالخصوص یہ روایت
صحیح ہو بھی تو اہم مفید مدعا عجیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات الجاد و اکراہ در باب نکاح ام کلثوم بنت
صدیق ہے اور اس روایت سے کسی طرح اس ام کلثوم کا بنت صدیق ہونا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا
تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت الجاد و اکراہ کیونکر پائے ثبوت کو پہنچے گا کیونکہ اس کے نکاح کی
نسبت الجاد و اکراہ تو فرع اس کی وجوہ کی ہے جب روایت میں اس کی وجوہ کا ثبوت ہی نہیں تو اس
کے نکاح کی نسبت الجاد و اکراہ کا دعویٰ العقول کا کام نہیں ہے۔

جناب امیر کے تقبیہ کرنے اور مجبور و مکہر ہونے کا روایات

متعددہ سے بطلان

رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم بنت
فاطمہ سے بھرا کرہ ہوا چنانچہ روایت کلینی اول فرج غضبت مناسیہ یہ امر واضح ہے اور قاضی
شو سمنری وغیرہ کی تصدیحات اس پر دل ہیں لیکن یہ امر ہر اس لغو اور لا فائز ہے کیونکہ جناب
امیر جو اس جہر و اکراہ و اہانت و تذلیل کے متعلیٰ ہوئے دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ یہ صبر و سکوت
بوجہ وصیت کے تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد غلام
جو جو کچھ احداثات و ابتداعات کریں ہرگز چون و چرا نہ کرنا اور جس قدر تو ہیں و تبدیل تقصیر کریں صبر
و تحمل کو اختیار سے نہ دینا اور یا اس وجہ سے تھا کہ آپ بے یار و مددگار تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ اگر
لٹی سرگئی مبارک جان بھی جلسے سے آپ نے ان کفریات کو جھیلنا اور ان میں شریک رہنا

ممکن دونوں توجہ میں ایسی خرافات و دلویج میں جن کا سلطان ہر ایک ذی خود نظر برابرہ میں سمجھ
سکتا ہے۔ احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ باتفاق تمام اثنا عشر یہ لطف
خدا پر غلط واجب اور خلاف لطف قطعاً حرام اور قبیح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم خداوند تعالیٰ شانہ فرمائی تو معاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول آمر بالقیح ہوتے۔ کیونکہ
امام عام اور نائب رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت کے کفار و فجار کے ہم بیاد و ہم نوا رہیں
کسی کو راہ ہدایت کی طرف دعوت نہ کریں بلکہ تقبیہ کے پردہ میں عوام کو جھوٹے اور غلط مسئلہ تسلیم کرنا
حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق و بغض و شقاق اگرچہ دین کو برباد کریں شریعت کو بدیں حلال کو حرام
کریں مثلاً منقہ کو جس کے متعدد دفعہ کرنے سے ہر ایک دفعہ میں عوام کا لالچام فقہاء شہوت بھیجی
بھی کریں اور بتدریج اگر کہہ کر مراتب پر بھی فائز ہوں اور اس کے غسل کے پانی سے جس قدر قطرات
ٹپکیں ان سے فرشتے پیدا ہوں ایسی نعمت بے پایاں کو حرام کریں حقوق کو چھینیں بنات طہیات
کو غضب کریں دم نہ بابیں چون و چرا نہ کریں ہر اس خلاف لطف اور قبیح اور حرام سے اور خلاف
اس شخص کے ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور کتاب ازل ہوئی اور
جاماد کا حکم سنایا گیا اور اگر میں اس سے حفظ اور تلقینا نہ ہوتی ایمان مٹتی اور اس وجہ سے اس کو
مستحق سمجھا گیا تو یہ بھی بالکل و اہمیت ہے کہ نفاق کا لبتا اور اس کا حفظ اور اس کی حمایت ضرورہ
کریم کو اور اس کے رسوں کو اس درجہ مستور بالشان ہو کہ اس کے مقابلہ میں اس کا دین حنیف برابر ہو
جاوے اور اس کی کتاب خراب ہو اور طبیعت نبوی ذیل و خوار ہوں پھر بھی اس نفاق کا لبتا
مذہب سے لغو باشد من ذلک اور جب یہ اشد قبیح اور محرم ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے
ایسی قبائح و شنائع کا امصاد ہونا ام محال و منقطع ہے احتمال ثانی بھی بالکل غلط اور باطل ہے
کیونکہ اگر قاصداً الامعدودی آپ کے دشمن تھے تو جنگ جمل و صفین کے وقت میں آپ کے
ہمراہ ہو کر سزا بامحابہ نے جان بازیاب کیں وہ کہاں سے پیدا ہو گئے تھے پہلے کیوں دشمن تھے
اور اب کیوں دوست ہو گئے بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھے آپ
اپنی امارت میں خواہشات نفسانیہ سے ضرور روکتے ہوں گے جس پر مدار ناخوشی کا ہے اسی واسطے
آپ نے ارشاد فرمایا تھا و لا تلوموا ذی الخیالہ معنی جید۔ مگر انی منج العداوت۔ تو جب
اس وقت آپ کے ہمراہ ہوئے اور آپ پر یہی جاوے کہ خدا کرے تک دروغ نہ کیا تو کیا اس
وقت بعد نہ ہوتے بے یار و مددگار ہوتا تو اس وقت ہوتا کہ آپ ماریت فرماتے اور کوئی آپ

حائل سیفہ فی عنقہ وصدیدہ الم
 السیف فقیل لامیر المومنین الحق عمار افوجه
 بالجمع وقال لہو لا تھا بواہ فیض وابتہ و
 کان مع الرجل ثلثون فارساً من جیاد قومہ
 قالوا لہ ویک هذا علی بن ابی طالب فقلت
 واللہ وقل اصحابک عندہ دون النطفۃ
 فسقط القوم جزعاً من امیر المومنین فمسحب
 الاشیخ الی امیر المومنین علی حر وجہہ سبحا
 فقال دعوہ ولہ تعجلوا فقال ویک سبحا
 استحللت اخذ اصوال اهل البیت فقال
 وانت بما استحللت قتل هذا العلوق
 فی کل حق و باطل وان مواضاة صاحبہ احب
 ان من اتباع موافقتک فقال ما عرف من
 نفسی لیک ذبا لقتل احبک وليس بمثل
 هذا اسطلب الشارات ففیحت اللہ وترحت
 فقال لہ ادر شیع بل قبحک اللہ وتبرعمرک
 فان حسد الخلد لاولیال ملک حتی یوردک
 مواوئہ الہلکۃ فغضب الفضل ورمہ
 عندہ عن جسدہ فاجتہد اصحابہ علی الفضل
 فسل امیر المومنین سیفہ فلما نظر القوم الی
 بریق عینہ ولسان زری العفار ومواسلہ جہم
 وقاموا اساعدا فقال الضوفواس صاحبکم
 الاصفوانی جبکوا کبر فالضوفوانی
 واسد بین یدئی الی کل فیج المہاجر بہت
 وادلفار فقال احاکو لک فی غارہ

اور تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا کسی نے
 امیر المومنین سے عرض کیا کہ عمار کے پاس پہنچنے آپ
 سب سمیت متوجہ ہو گئے اور فرمایا اس کو گھبراہٹ میں
 اپنی سواری کو چلایا اور اس کے ساتھ بھی اس کی قوم کے
 عمدہ اور چیدہ گدوں میں سے تیس سواری تھے انھوں نے اسکو
 کہا تیرا اس بڑے علی بن ابی طالب اور اپنی خدا کی قسم جو کہ اور
 تیرے ساتھیوں کو لطفوں تک قتل کر دے گا پس ساری قوم
 امیر المومنین سے ڈر کر گر پڑی اور شیخ کو منہ کے بل گھسیٹ کر
 امیر المومنین کے پاس لے آئے آپ نے فرمایا چھوڑ دو اور جلدی نہ
 کرو اور پوچھا تیرا اس سوکس وہ ہے تو نے اہل بیت کے
 اموال کے شیعہ کو حلال کر لیا اس نے کہا اور تو نے کس سبب
 سے حق و نامق اس مخلوق کا قتل حلال کر لیا اور بالحقین جہم
 کو میرے سردار کی رضا تیری موافقت کی بیروی سے پیروی کرتا
 ہے فرمایا میں مجھ سے بھائی کے قتل کے اور کوئی نرا گناہ
 جیال نہیں کرتا اور زرا غبر سے کہ اس جیسے مسالبر کا عوج
 میںیں جو پاس تیرا غر بڑا کرے اور بڑا کرے اسے شیخ
 نے کہا بلکہ غر تیرا کرے اور تیری عمر کا شے بالحقین خدا کا
 حسد ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ تجھ
 کو بدلت کے گانوں پر تارے کا فضل غر ہو اور اس کے
 جہم پرست اس کی گردن بڑا دی جہم تو سر کے ساتھ فضل
 پر گئے ہو گئے پس امیر المومنین نے اپنی تلواریں جھڑپ آپ
 کی تنخواہوں تک اور زرا غر کی چک قوم نے دیکھی اپنے
 ہتھیار چیک دیتے اور حالت پکارنے کے فرمایا جاؤ اپنے
 جیسے سردار کا سر جسے سردار کے پاس مل جاؤ وہ گئے اور
 اس ہر اہل بیت کے دہریہ اس نے صاحبزادے اور امیر المومنین

رسولہ واولی الامر منکم فقتلہ صدقات
 المدینۃ و ما یلیہا فغار حنہ علی بن
 ابی طالب فقتلہ اخبت قتلة و مثل بہ
 اخبت قتلة فلیخرج الیہ شجھا نکمو
 استعد والہ من رباوا الخیل والسلاح
 فسکت القوم ملیا کان الطیر علی رؤسہم
 فقال انقوم ذوال السن فالتفت الیہ
 رجل من الاعراب لقال لہ الحاجاج بن
 السجین فقال ان سرت سرنا معک نفرت
 اخر فقال لا تعلم الی من توجہنا واللہ ان لقا
 ملک الموت اسعیل من لقاہ فقال اذا ذکرکم
 غی وارت اعینکم و اخذ تکو مسکرة
 الموت احکذا فیقال مثلی فالتفت الیہ عمر فقال
 لیس لہ الاخالہ فقال البرکیر یا باسیلعات
 انت الیوم سیف من سیوف اللہ فصر
 الیہ فی کیف من قومک فاند قتل
 لیثا و کھفا و ضیغاً من شیعنا وسلہ ان
 یدخل الحضرة فقد عفونا وان ما بذک
 الحرب فیجئنا بہ اسیرا فخرج خالد فی
 تمسکاً من البقال قومہ فظفر الفضل
 راخبر امیر المومنین فقال لو کانوا احصا دیہ
 قریش و قبائل حنین و فرسان هوازن
 ما استوحشت اہ من ضلہ لیسو فقال خالد
 ما ہذا الویشۃ البی قد بدت ملک لافوق
 بین کھتہ مجتھدہ و انصرم مارا بعد انحرود

کیا اور کہا کہ قتار سے بھائی ثقی نے خدا اور رسول اور کتاب
 امیر کی اطاعت کی تھی اور میں نے اس کو صدقات مدینہ اور
 اس کے متعلقات پر حاکم بنادیا تھا پس علی بن ابی طالب اس
 سے متحزن ہوا اور اس کو بہت بُری موت مارا اور بہت
 بُری طرح صورت بگاری پس تم میں سے باور اس کی طرف
 نکلو اور گھوڑوں اور ہتھیاروں سے اس کے لئے مستعد ہو
 باور اس کے قہر و ترسک ایسی چپ رہی گویا ان کے سردار
 پر چڑیا میں ابوبکر نے کہا کیا تم کو نہ ہو یا زبانون دالے تو
 ایک بدوی شخص جس کو حجاج بن یمن کتے تھے متوجہ ہوا اور
 کتے لگا کر تو پٹے کا تو ہم بھی تیرے ساتھ ہیں گے پھر دوسرا
 اٹھا اور کتے لگا لیا تو میںیں جانتا کہ ہم کو تو کس کی طرف بھیجتے
 ہے خدا کی قسم اس کے طے کی رابست ملک الموت کا نام سن کر
 ہے ابوبکر نے کہا کہ جب علی کا سر نہ زور ہو تا ہے تو کتہ
 انکھیں چہ جاتی ہیں اور تم کو موت کا شہر چڑھا جاتا ہے کیا میرے
 جیسے کو ایسی جواب دیتے ہیں پھر عمر اس کی طرف متوجہ ہوا
 اور بولا اس کے لئے بجز خالد کے اور کوئی نہیں ہے اس کا نام
 اباسلطان تواجہ اللہ کی تلواروں میں کی ایک تلوار ہے تو اس قوم
 کا گلاں شکر ہے کہ اس کی طرف جا اس نے ہمارے شیعہ میں کے
 ایک شیر کو مار ڈالا اور اس کو کہ کھڑے حضور ہو جائے ہم نے
 قصور صاف کیا اور اگر تجھ سے لڑے تو اس کو قید کر کے پکا
 پاس لے آؤ تو خالد اپنی قوم کے پانچ سو ہزار کے لکھا فضل نے
 دیکھ کر امیر المومنین کو اطلاع دی فرمایا اگر قریش کے سردار اور
 حنین کے قبیلے اور ہوازن کے شمسواری بھی ہوتے تو میں نہیں
 ٹھہرتا ہجڑان کی گڑھی کے مالنے کیا یہ کیا حرکت تھی جو
 تجھ سے ظاہر ہوئی مگر مجھ میں تعزیر نہ ڈال اور کبھی

فانك ان فعلت وحدت عنه غير محمود
فقال تهديد يا خالد بنفسك وبابن
ابن حنيفة فملك من يملك مثل اسير
اتحسب مالك بن نويرة فملكته وانحت
امراة الى لا عرف قاتلي والطلب منيتي
صباحا ومساء ولو اردت ذلك لقتلك
في فناء هذا المسجد فعضب خالد
فسل امير المؤمنين علي خالد وحقن عليه فلما
نظروا برين عينيه وبريق ذعب الفعار
نظروا الى الموت عيانا وقال يا ابا الحسن لم نرد
هذا فضر به امير المؤمنين بقفار اس
ذعب الفعار على ظهره فنكس عن دابة فقام
رجل يقال له المشي بن الصباح وكان عاقلا
فقال والله ما جئناك بعد اداة بيتنا وبينك
انت اسد الله في ارضه وسيت نقتله
على اعدائه ونحن اتباع ما مودون والطواع
لما لعون فاستجى امير المؤمنين ونزل الجميع
ونزل امير المؤمنين يمارح خالد او خالد لما به
الم الضرية ساكت فقال وملك يا خالد ما
اطوعك للغانين الساكئين فقد تركت
بالحق على معرفته وجئتني لتعلمني على
ابن ابني حنيفة اسيرا بعد معرفتك اني
قاتل عمر بن عبد ود وهو جرب وقال
باب خبير والي المستحي منكم ومن قلة
عضوكم ان نزع الله قد خفي عني ما قلتم

ہوئی آگ زہیر کا اگر تو کیا کرے گا تو اس کا ظلم
نا پسند ہو گا فرمایا اسے خالد مجھ کو اپنے سے
اور ابن ابی قحاز سے دھمکا ہے تیرے عیاں میرے جیسے کر
قید کر کے لے جائے گا مجھ کو بھی مالک بن نویرہ جھلے کوس
کو مار ڈالا اور اس کی عورت سے نکاح کر لیا با حقین میں اپنے
قاتل کو چھٹا تا میں اور میری شام اپنی موت کا طلب گار رہوں
اور اگر تو ایسا تھکرے گا تو میں تجھ کو اس جگہ کے من میں قتل
کر دوں گا اس پر خالد کو غصہ آ گیا قاتل بھی خالد پر تو کہیں
لی اور تیرے نگاہ سے دیکھا خالد نے جب اس شخص کو ایک حد
ذوالفقار کی چک دیکھی تو موت کو ظاہر دیکھ لیا اور کہنے لگا ہمارا
یہ قصہ نہیں تو آپ نے خالد کی پشت پر ذوالفقار کی نوک کی ہیر
مار کر سوری سے اس کو اور ہمارا گرایا ایک شخص شہر میں
مصلح نام جو دانشمند تھا اس کا اور کہنے لگا کھنک کی قسم ہم تیرے
پاس باہمی عداوت کی وجہ سے نہیں آتے تو اس کا شیر ہے
اس کی زمین میں اور اس کے انتقام کی تلوار ہے اس کے
دشمنوں پر اور ہم کایع حکوم اللہ صلح غیر خلاف میں اس پر
امیر المؤمنین کو کیا آگئی اور سب اترے اور امیر المؤمنین
بھی خالد سے دل لگی کرتے تھے اور خالد بسبب
الم ضرب کے چپ تھا پس فرمایا اسے خالد مجھ پر انوس
ہے کس چیز نے تجھ کو امانت میں خیانت کرنے والوں اور
عہد کے توڑنے والوں کا صلح بنا دیا اور تو نے جان بوجھ
کر حق چھوڑ دیا اور مجھ کو عمر بن عبد ود اور مر جب کا قتل
کر نے والا اور باب خیر کا لکھارنے والا جاننے کے بعد
مجھے میرے پاس آیا تاکہ مجھ کو ابن ابی قحاز کے پاس قیدی
بن کر لے جاوے اور مجھ کو تم سے اور تمہاری بے عقلی سے

بلد لیک صاحبک جیٹ اخرجک الى
وانت تذکرہ ما کان من ابی محمد یکرہ
والی صدر بن مسلمة المخزومی فقال
لک من ابی حنيفة اساکان ذلك
من عدل النبی وهو الان اقل من
ذلك فقال خالد يا ابا الحسن اعرف ما
تقول وما عدلت العرب عنک الا هو بل من
سيفک وما دعاهم ابی بیعة ابی بکر
الا مستسہلا وبجانبہ ولین عریکة
واخذ معوالا موال فزاد استحقاقهم
الى اخر الرواية.

شرم آتی ہے کیا تجھ کو یہ لگان ہے تیرے عداوت کرنے کے
وقت جو مجھ سے تیرے سر وارنے لنگو کی تختی مجھ پر غنی ہے
اور تو اس کو جو مجھ سے صدیکر ہو صدیق بن سلمہ کے
ساتھ ہوا تھا یاد دلایا تھا اس نے کہا یہ صرف بنی
صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت تھا۔ اور
اب وہ اس سے کم تر ہے خالد نے کہا اسے
ابا الحسن مجھ تو کیا کہتا ہے عرب بجز تیری تلوار
کے خوف سے تجھ سے اور کسی سبب سے خوف
نہیں ہوئے اور حجت ابی بکر کی طرف بجز اس کی سکوت
جانب اور بنی طبع اور استحقاق سے زیادہ مال حاصل
کرنے کے اور کوئی داعی نہیں ہوا۔

شیعہ کا دعویٰ وصیت محض بناوٹ ہے

اس روایت سے مثل روز روشن روشن ہے کہ وصیت کا دعویٰ جو حضرات
شیعہ فرماتے ہیں محض ڈھکوسلہ ہے اور الجار واکراہ صرف بناوٹ اور کثرت ہے اگر وصیت ہوتی
تو اس دراز سے معاملہ میں خلاف وصیت نہ فرماتے اور مخالف حکم تلوار نیام سے نہ کھینچنے تعجب
ہے کہ غضب امامت پر چوں نہ کی غضب بنات پر غیرت و حمیت کو اصول شیعہ پر جوش و آواز
دین برباد ہوا کیا کبھی سر نہ بڑا دیں اور جوش آوے تو اس تھوڑی سی بات پر اہل عقل غضب امامت
اور غضب بنات کو اس سے مقابلہ فرمادیں اور اس میں سکوت اور ان میں تلوار کشی کو دیکھیں اور
انصاف سے فرمادیں کہ شیعہ اپنے دعوے میں یکے ہیں یا نہیں۔ علاوہ انہیں اس روایت سے
اور بھی چند فوائد حاصل ہوئے جن کو مختصراً مختصراً لکھتا ہوں (۱) ظاہر ہے کہ شیخ بن مرثد بن مسلم
اور کلمہ گو تھا اگرچہ اس کے دل میں کفر و فحاشی ہو تو باعتبار ظاہر شریعت کے اس پر احکام اسلام کے
جاری ہوں گے تو اس کا قتل مستوجب قصاص ہے۔ پس اگر عباسی غاضل غاضب اس کے ظاہری
اسلام کا اعتبار فرمادیں تو اس کے دم کو مستحق قصاص کا سمجھیں اور فضل بن عباس پر قصاص لازم
فرمادیں اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس کی قربانی ناجائز اور حرام قرار دیں اور

اگر باطنی کفر کا اعتبار کریں اور اس وجہ سے اس کا دم مباح اور ہر سمجھیں تو پھر اس کا فکر فرما دیں
کہ حضرت ام کلثوم کے جواز نکاح کی علت حضرت فاروق کا ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے
اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سراسر غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کی
وجہ سے منافق کے ساتھ ظاہر کے جگر گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے
(۲) تمام صحابہ چھوٹے سے لے کر بڑے تک جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت سے اور آپ
کے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس ایسے لوگوں کی اطاعت کے لئے خدا تعالیٰ کا ایسے شجاع
کو حکم کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسے لوگوں سے جو آپ سے اس قدر غالت
وہر اسان ہوں تئیں کرنا ہرگز عقل سلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بچہ و کراہ معاذ اللہ
ان کے بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کو غضب کریں ہرگز فہم میں نہیں آئے جب
لوگ آپ سے اس قدر ڈرتے تھے تو یہ سب باتیں نغوار باطل ہیں (۳) تمام اصحاب مہاجرین و
انصار و غیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ
ہی تھی تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لئے دعوت کی جاتی تھی تو ان کی آنکھیں جلی جاتی تھیں
اور سکوت الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب نہ دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تم کو کس کے
مقابلہ میں بھیجتے ہو۔ یہ وہ شخص ہے جس کے مقابلہ کی نسبت موت کے کمزور بن جانا آسان ہے جب
خلیفہ اول کے ساتھ اصحاب کی یہ حالت تھی تو قطعاً یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارہ میں منافرت
فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا تو سب صحابہ خلیفہ اول کو ایک چھوڑ کر اور جناب امیر کے
حوالہ کر کے بھاگ جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے بھی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے
تو مشاہدہ ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سوا خالد کے کسی شخص نے
اس کام کے لئے اجابت نہ کی اور خالد کو اپنے پانچ سو رفقاء کے جب سامنے جناب امیر کے گئے
اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوے صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک
دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے اور بجز و الحاح کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو مارا
بھی تاہم ان پر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے اور اطاعت و نیاز
کے کچھ نہ کیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ بھوکو
قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل پر قادر ہیں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کا قاتل کوئی اور شخص ہے جس کی
یہ حالت ہو اس پر کوئی کس طرح جبر واکراہ کر سکتا ہے (۵) جناب امیر کو وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی

تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد اور حضرت صدیق کی ہوئی تھی آپ نے اس
کو ظاہر فرمادیا۔

حدیث بساط

(دوسری روایت) حدیث بساط جو کتاب امامت را دستانی سے صاحب ارغام نے
نقل کی ہے ہم اس کو یہاں ارغام سے نقل کرتے ہیں۔ روایت می کنند ابن ابی بکر بن عبد اللہ بن عثمان
فارسی کہ گفت نشستم بوم نزد سید مولا زید بن اسود امیر المؤمنین در آن وقت کہ مردمان بیعت بجمع
بن الخطاب کردہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر
و مقداد بن اسود نیز بودند و از ہر در سخنان میگفتند شت امام حسن منوچہ پیر بزرگوار شد و گفت یا
امیر المؤمنین حضرت ملک داؤد و سلیمان بن داؤد را عجب سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت
عطیہ بھی اور سیدہ باشد شاہ سریر ولایت تبسم فرمود و گفت آن مجہودیکہ از خشک را در
زمین سرسبز میگردد و آب آن قادیچہ آرد را از خاک تیرہ آفریدہ قسم کہ آہنچہ پدر ترا دادہ پیچک از اولیا
داوید یا حنفیہ ندادہ و بعد ازین میچسکس باین امامت فائز نخواہد شد پس امام حسن و حضار التماس
نمودند کہ یا امیر المؤمنین میخواستیم کہ شما از آہنچہ و اہب عطیات بشما مہبت نمودہ مشاہدہ کنیم و معاینہ
برہنیم تا موجب از یاد ایمان و بالحاظ تقویت علم و ایمان گردد سید اوصیا علیہ السلام فرمود کہ
مخدا کر آئمہ یعنی چنان کہ تم کہ شما میخواستید و چیزی از چیز ہا کہ حضرت ہدایت بمن کرامت نمودہ بر شما
ظاہر نہ سازم۔ پس برخواستہ در رکعت نماز کرد و کلمہ خیر بر زبان معجز بیان گذرانید کہ پیچک از حضا
فہم آن نتوانست کرد و از انجا بمیان خانہ آمدہ بدست مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از
لمحہ دست را بر زیر آورد و در رکعت دست مبارکش پارچہ ابری دیدم آنرا گذارشتہ بار دیگہ در دست
دراز کرد پارچہ دیگر بروی دستش دیدم سلمان گوید لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ و انک وصی نبی
کریم من شک فیک شک و من شکک شک سبیل النجاة یعنی گواہی میدہم کہ خدا یکیت و محمد
رسول برگزیدہ است و تو وصی و خلیفہ برگزیدہ ہر کہ شک آورد در وصایت و خلافت تو بلا شک شود
و ہر کہ بحدوث او شکایت و شک تو چنگ نہ خفت یا در پس دیدم کہ آن دو بر چوں دو قائمہ ہم شدند
در پہنوی یک و در کفر نہ گرفتند چنانچہ گوید سوزندہ از آن ہر یک بوی مشک از فرہ ماغ اہل اللہ
بر بہ پس فرمود کہ بر خیزید و برین بساط بنشینید ہر بر خاستہ بر یک و بر نشستہ و آنحضرت تنہا

که عبور نمودیم فرشته که بر آن موکل است رخصت زیارت این فرشته ملکیه بود امر وزیرین رفت که
 تدارک آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملائکه همه باذن شما از محل و مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدا می
 که اسما را به ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد که به رخصت من از جای خود حرکت نماید و اگر به
 اذن من بقدر لغنی حرکت نماید حضرت رب العزت بفرق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزندم
 حسن و بعد از حسین و بعد از نوکس از اولاد او که نعم ایشان قائم آل محمد است صلی الله علیه و علیه این
 حال دارند و هیچ یکی از ملائکه مقربین را حد نباشد که یک نفس بے اراده ایشان برآورد و یکی نام فرشته که
 موکل قاف است پرسید فرمود بر خائیل من گفتیم یا امیر المومنین زما دیر وزر خدمت شما بسر بودی کدام
 وقت نزول اجبال در آن کوه شده بود فرمود چشم خود را بپوشانید پوشانیدیم امر بکشودن کرد و کشودن
 را در مملکتی دیگر یافتیم گفتیم ان بذل الشیء بحجاب فرمود ملک الموت در قبضه افتاد من است که شما را خائف
 اطلاع بر آن نیست و معتمد امن بنده مخلوقم چون مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و تکلم مانند
 دیگران و اگر اندکی از آنچه من میدادم بدانید و بدانای شما تاب شنیدن آن ندارد و بدانید که اسم اعظم حق تعالی
 بنفاد و سه حرف است نزد آصف بن برخیا که تخت بلقیس را بیک چشم زدن آورد و نزد سلیمان یک
 حرف بود و نزد من بنفاد و دو حرف و یک حرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول
 و لا قوة الا بالله العلی العظيم شناخت هر کرم اشناخت و فکر شد هر کرم فکر شد پس آن ابرار امر
 فرمود که ما را باغی رساند که در سبزی و خوشی بار و نه بشت برابر می نماید در آنجا جوانی را در میان دو قبر
 مشغول دیدیم گفتیم یا امیر المومنین این جوان کیست فرمود برادر من صالح بنی است و این دو قبر از پدر
 و مادر اوست و چون چشم صالح بر صالح المومنین افتاد بنیایان پیش آمد و سینه بے کینه آنحضرت را بوسید
 و گریه کنان بشکوه درآمد آنحضرت او را تسلی میداد پرسیدیم که صالح چرا میگردد فرمود که از ویر پر رسید
 امام حسن فرمود ایها السعید الصالح چه چیز ترا میگرداند فرمود که پدرت هر روز وقت طلوع صبح نزد من
 آمد و با من نماز میکردم و باعث نشاط و رغبت من بود در عبادت و امر و زده روز است که تشریف نیاورده
 چون او را دیدم طاقت نماند گفتیم یا امیر المومنین این عجب ترست ما هر روز در صبح در خدمت شما بسر میبردیم
 چگونه بے اطلاع اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکنی فرمود که اگر خواجیه سلیمان را زیارت کنید گفتیم یا
 امیر المومنین ما را از روی نیست شاه ولایت بر خاسته رود شد در خدمتش بر بستای رسید و که کسی
 مانند آن نشنیده و ندیده آگاهی جاری و مرغان خوش اخوان و فو که بسیار چون آن مرغان را چشمه بر
 آنحضرت افتاد و او را فرود گرفته و پر میزدند و طوطا میکردند و در میان بشت تختی از فیروزه دیدیم

جوانی بر دو خوابیده و ستمای خود بر سینه نهاده و دو مار بالای سر پائین پائی او قرار گرفته چون ماران
 آنحضرت را دیدند در قدم او غلطیدند گفتیم یا امیر المومنین این جوان کیست فرمود سلیمان انگشتری را از
 انگشت خود بر آورده در انگشت او کرد و گفت قهر باذن الله الذی یحیی العظام و هی
 رحم فی الحال سلیمان علیه السلام برخاست و گفت اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک
 له و ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین
 کله و لو کوه المشرکون و اشهد انک و هی رسول الله الهادی المهدی الذی
 سالت الله بمعجلته و محبته اهل بیته ما اتانف الملك یعنی گواهی میدهم که خدا ستمای
 پرورش کیست و او را شیرینی نیست و پدریست که محمد بنده اوست و فرستاده او را و او را فرستاد
 بر ستمای و آنها را که دین حق و هر دین غیر دین اوست باطل باشد و دین او ناسخ دین با باشد
 اگر چه مشرکان دین معنی کراهت داشتند باشد و گواهی میدهم که تو وصی و جانشین رسول الله و تو ولی
 راه نمائنده و راه یافته که بر سبیل تو سوال کردم من از حق تعالی فحجت تو و محبت اهل بیت تو و من حق تعالی
 آنچه داده از ملک و بادشاهی مثل آن هیچ یک از اولاد آدم نداده بود و اگر محبت تو شایع منی ساختم آن
 سلطنت و بزرگی بمن عطا می فرمود پس زمانی آن سرور نزد سلیمان علیه السلام نشست بپا بوس
 آن پیغمبر شریف شد پس سلیمان را وداع نموده برخاست و سلیمان بجال خود برگشت و پارسیدیم که یا
 امیر المومنین شما را علمی آنچه در پس کوفت هست فرمود که خلاق عالم و موجد بنی آدم و جیل عالم در عقب کوفه
 قاف آفریده که بر عالمی جیل بر بر دنیا باشد و علم من با و را می گوید هیچ غلت بجال این دنیا و آنچه درین دنیا
 است بعد رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم نگاه دارنده آن عالمها منم و هم چنین بعد از من اولاد من حافظ
 شریعت نبوی و وارث علم مصطفوی خواهند بود تا روز قیامت و من دانا ترم بر اینها که در آسمان است
 و در اهما که در زمین است و دایم اسم کمون و اسم خزون الی دایم اسمار حسنی که چون خدا را بان اسما بخوانند
 و باجم صاحب آن اسما که بر عرش او کسی نشسته است و باجم قمت کننده بشت و دوزخ و زنا تغییر
 گرفته اند ملائکه آسمانها تسبیح و تهلل و تکبیر و توحید الی و دایم آن کلمات که چون آدم علیه السلام
 را ملئقین نمود و توبه اش قبول شد و من میدانم این امور عجیبه و اسرار عجیبه را برکت اسم اعظم که اگر بزرگ
 زبانون بان حرفه بنویسند و در آنش اندازند سوز و دوزخ و توبه و جیل و کینه و هر کجا است روشن
 روز از آسمانی نامی ماست و آسمانی ما را چون بر آسمان نقش کردند بے ستون استقامت یافت و زمین
 بان منقلب گشته مسطح شد و چون بر باد نماندند در حرکت آمد و بر برق نوشتند لعان شد و بر بر صدر فرمود

ناشیخ شد و بر جہد اسرافیل نقش کردند متکلم بکلام مسبق قدوس رب للملئکۃ والروح
گردید و چون کلام معجز نفاش باین مقام رسید فرمود پیش سمائی خود را پر شید پر شیدیم باز گفت بکنائید
بکشایم و خود در شہری دیدیم مشعل بر بازار ای معمود و قمری رفیع مردمش در نہایت لمذی قامت
و کمال استقامت ہر کی چون افغلی پس فرمود کہ این گروہ از بقیہ قوم عاد اند کہ ہنوز در کفر و ضلالت و ظلم و
جہالت گرفتار اند و ایمان برب ارباب و روز حساب ندارند و شہر ایشان از شہر ہائے مشرق بود من
بامر خالق نیچوں قلع و قمع اینہا نمودہ باین مکان شان نقل نمودم تا شہار اورینجا بہ بنید و شہار بران مطلع
گشتید و من داعیہ دارم کہ باین گروہ مقابلہ نایم پس آن قوم را بوجہ نہایت خدا و رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم ولایت خود دعوت نمود ایشان ابا نمودند و بسیاری را بکشت و چون خوف را ماندا ہر نمود
نزد ما آمدہ دست مبارک را برسینہ ما مالید خوف از امان زائی شد بار دیگر با و از بلند ایشان را با سلام
خواند ایمان نیاد و نہ برقی و صاعقہ ظاہر شد و چیز می چند میخو اند کہ ما نفہیم و مارا چنان مشاہدہ می شد
کہ این برقی رعد و صاعقہ از وہن آنحضرت بر می آمد و چندان صدائے ہولناک پدید آمد کہ الفیہ البیہ
آسمان بر زمین آمدہ کو ہما از ہم فرو می ریزد و تا آنحیک قفص از ایشان نماند و چون از مجادل آن قوم فارغ
شد و آن رعد و برق بر طرقت شد راستہ عالم فریم کہ یا امیر المومنین مارا الوطن باز رسان کہ زیادہ برین
طاقت مشاہدہ این امور ندایم کہ ان ابراہیم علیہ السلام و آن حضرت متکلم بکلامی شد با و
مارا ہوا برودہ بجائی رسانید کہ دنیا بقدر دور ہی معائنہ میکرد و بعد از خود را در خانہ امیر المومنین دیدیم از
ہمان مکان کہ مسافر شدہ بودیم و چون فرود آمد نشستیم بآنگ مؤذن شنیدیم کہ اذان نغمی میگفت یا اول
صبح بود از طلوع آفتاب را ہی شدہ بودیم کہ در پنج ساعت پنجاہ سال راہ را طی نمودیم چون مارا متعجب دید
فرمود بخدائی کہ نفس من بید قدرت اوست کہ اگر خواہم شمارا در طرقتہ العین در جہد آسمان و زمین بآنگوانیم
و ہر آن قادرم و این قدرت عظیم باذن خالق بریہ و از برکت خیر خلیفہ یافتہ و من ولی و وصی آنحضرت صلعم در
بین حیات و در زمان رحلت ولیکن اکثر مردمان نمی دانند سلمان گفت لعن اللہ من غضب حنک و حرک
و عرض حنک و ضاعت العذاب الایمہ انتی بلغۃ

شیعہ سے سوال

اے حضرات شیعہ اس حدیث کو پڑھو اور جناب امیر و دیگر ائمہ کی حامد و مناقب کو جو اس
روایت سے ثابت ہوتے ہیں دیکھو کہ حضرت کامر تہ کیا عالی ہے آپ کے اختیار کس قدر وسیع

ہیں آپ کی قوت و شوکت کس درجہ پر ہے ابراہیم کا مطیع ہوا آپ کی لوندی تمام ملائکہ آپ کے
پاکہ رختوں کے لئے آپ آب حیات سے بہتر ہم اعظم آپ کا سکہ انگشتی سلیں آپ کے ہاتھ میں
انبیاء آپ کے دار و مشیہ انبیاء کی آپ عقدہ کفارہ کی کلک آپ کی زبان میں سچ کی چمک و گلیں
میں ہر چیز آپ کو مطہر تمام عالم آپ کی نگہبانی میں امت یا حوج و ما حوج آپ کے قبضہ اقتدار میں
گنار و قنار کو ایک طریں خاک سیاہ کر دیں و ذوالنعار آپ کی اہل نفاق و کفر کو ایک دم میں تباہ کر دیں
قوم عاد کو جو قوت و جماعت میں لامتناہی متقی ملک دم میں نیت و نابود کر دیا پس ایسے شخص کی نسبت یہ
کہنا کہ اس نے چند منافقین سے ڈر کر سیاں تک تقید کیا کہ دین بھی تباہ ہو گیا اور وہ اس کی بی بی بھی
لے گئے اور اس کی زوجہ کو سیاں تک مارا کہ جس بھی ساتھ ہوا اور وہ اس میں رحلت کر گئی بلکہ خود ان کے
موافق مائل خلاف حق بیان کرنے لگا اور لوگوں کو ان کی گمراہی پر ادرار دیا اور مردگار بیگیا اور مردہ
اسی قسم کی باتیں جو کہتے ہیں خود بائیس من خاک و لکڑیات۔ امیر خسرو کے اہل بلکہ مجنوں اور دیوانہ کی جیسے
زیادہ وقت نہیں رکھتے اور یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے بمقابلہ چندی اوباش و منافقین کے وحیت کی
متنی کہ ہرگز ہرگز ان لوگوں کے سامنے سانس بھی نہ نکالیو چونکہ نہ کجوتہ جو کچھ چاہیں کریں مہر و سکوت
کے جل المیتیں کو ہاتھ سے نہ دیکھو خدا تعالیٰ کی خدائی پر فتح بلا خوف کا دھبہ لگانا ہے کمان لوگوں سے
شیعیان پاک کا خدا بھی خدا تھا خود ہائے من ذلک۔ اس قدر گزارش سے عقل پر جا رہے مستعمل
ثبوت دعائی کیفیت کھلی جی ہے اور نقل روایت طویل میں ہمارا وقت گریں مایہ بہت صرف ہو چکا ہے
اس لئے اس روایت کی نسبت ہم اس سے زیادہ سنیں کھ کھتے مگر اتنا اور بھی واضح رہے کہ حسب
تقریر صاحب انعام یہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مرقی مدد ستانی نے اپنی کتاب امامت میں بیان کی
ہے اور اس کے معتبر ہونے کا قرار کیا ہے۔ صاحب منہج التحقیق اور مؤلف معجزات مرقی نے
بھی نقل کیا ہے

روایت متضمن تمدید جناب امیر نجفی ثانی

امیر نجفی ثانی صاحب آیات بیانات نے کشف الغم سے نقل کی ہے روایت مست
نعمین خالد بنی کہ روزی عمر بن خطاب در آتشہ خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شمارا از محبت
دیر و مستحبات شیعہ و احکام شریعت محمدیہ صرف نایم دو کوئی کہ از مستحبات برگزیدہ و زنجیر نایم
جو اصرار در زمان جاہلیت بود و شہاب من جو خواہم کہ در آجائے منی در آن خود میر شد یا مخالفت من مردمان

ہر خاموش شدہ و پیکس جواب گفت عمر دیگر بار ہمیں سختی را اعادہ کرد از پیکس جواب نے نشیند پس دیگر بار ہمیں معاملہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از تو این حالت مشاہدہ گردد و ترا از دین مصطفیٰ نحرث یا ہم نائب دیگر طلب کنیم و اگر تو بہ کنی تو بہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا گردن ز نیم عمر حین این سختی از شاہ اولیا شنید گشت در دین ما مردان ہستند کہ اگر مخوف آشوب ما را بطریق مستقیم مستقیم وثابت دارند انہی بلغظہ اس روایت کے مضمون کو پڑھ کر سوچیں کہ جب جناب امیر غلام کے ساتھ بیان تک صاف کوئی فرماتے تھے اور ان کی زبان باتوں پر ان کے قتل کے مستعدی ظاہر فرماتے تھے تو اگر معاذ اللہ وہ دین کی تخریب کرتے بنات کو غضب کرتے تو آپ کیوں چپکے بیٹھے رہتے۔

روایت متضمن خوف خلیفہ ثانی از جناب امیر

اچوتھی روایت صاحب آیات بیانات نے حیات القلوب ملا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً نقل کی ہے علی بن ابراہیم از ابوذر رحمۃ اللہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براہی میر فرم گاہ مضطربانی در راہ یافتہ و صدای از سینہ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس مہوش شود گفت سہمی شود ترا اسی عمر گفت مگر نہ بینی شیر بدیشہ شجاعت را و معدن کرم و فتوت را و کشندہ طاغیان و باغیان و زینبہ شمشیر را و علمدار صاحب تدبیر را چون نظر کردم دیدم علی بن ابی طالب را دیدم دالی قول تا این ساعت ترش آواز دل من بدر ز فتنہ است و ہم گاہ اورامی میر چنین ہر اسان میژوم اس روایت کو ملحق کیے جب جناب عمر کی جناب امیر کو دیکھ کر یہ حالت ہوتی تھی کہ شدت خوف و ہیبت سے حواس باختہ ہو جاتے تھے لڑو ہونے لگتا تھا تو کیونکر قیاس میں آسکتا تھا کہ معاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیر بدیشہ شجاعت کی دفتر نیک اختر کو غضب کر کے جاوے اور وہ چپ ہو رہے اور چون و چرا نہ کرے۔

روایت منضم خوف خلیفہ ثانی از جناب امیر

و یا چوین روایت قطب راوندی نے حراچ و جراح میں روایت کی ہے

ابن عیاض عن سلمان الفارسی قال منجو جزوات جناب امیر کے ہے جو سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ کسی کو شہر پہنچی کہ عمر آپ کے شیعہ کا ذکر کرتا

فی بعض طرق لساتین المدینہ وفی مید علی قومس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعۃ فقال اربع علی ضلعک فقال انک لہا ہا شامور می بالقوس علی الارض فاذا ہو ثعبان کالبعیر فاغرا فاد وقد اقبل نحو عمر لیبتلہ فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لاعدت بعد حاف شیء وجعل یضرب الیہ فضرب بیدہ فی الشبان فعدت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ صرعو یا قتال سلمان فلما کان اللیل دعانی علی فقال سرالی عمر فانه حمل الیہ من ناحیۃ المشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد عزم ان یحبسہ فقل لہ یقول لك علی اخرج ما حمل الیک من المشرق ففرقہ علی من هو لہو ولہ تجسہ فانضحک قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال اخبرنی امر صاحبک من این علو بہ فقلت وحل یخنی علیہ مثل حد اراقال یا سلمان اقبل منی ما اقول لك ما علی الاساحو ان المسفق منہ والصبوب ان تغارقہ ولقد جملنا فقلت بنس ما قلت لکن ملی ورث من اسوار الدنوبہ ما قد رأیت منہ و عندہ اکثر مما رأیت منہ قال ارجع الیہ فقل لہ السمع والطاعة لوامرک فرجعت فی علی فقال احذک ما جری بک لکما

ہے مرینہ کے ہاتھوں کے بعض رستوں میں عمر آپ کے سامنے گیا اور علی کے ہاتھ میں لکان تھی فرمایا اسے عمر میرے شیوے کے تذکرہ کی تجھ سے مجھ کو بڑھ چکی ہے اس نے کہا ذرا اپنی کچی پر نرمی کر علی نے فرمایا ان تو میاں ہے اور اپنی لکان کو زمین پر چبک دیا چانک وہ ایک اشد مار گئی اور منکھول کر عمر کی طرف اس کے تلکے کے واسطے متوجہ ہوئی عمر چلایا راستے خلاصہ لایں میں پھر کبھی کسی امر میں ایسا نہ کروں گا اور عاجزی کرنے کا آپ نے اشد پابند نہ رہا تو وہ میری پہلے لکان تھا لایا ہی ہو گیا عمر اپنے گھر خود چلا گیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی امیر مومنین نے مسجد کو بل کر فرمایا کہ عمر کے پاس ما مشرق کی جانب سے اس کے پاس مال آیا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہیں اور اس کا قصد ہے کہ وہ میں روک رکھے پس اس کو کہہ کر بھیج کر کہتا ہے کہ جو مال مشرق کی طرف سے تیرے پاس آیا ہے اس کو نکال اور مستحق پر بانٹ دے اور روک مت دروازہ میں مجھ کو فضیحت کہیں گاہ سلمان کہتا ہے میں اس کے پاس گیا اور یہاں پہنچا یا عمر نے کہ مجھ کو پہنچنے کے امر کی خبر دے گا اس نے اس کو کہا میں جانیں نے کیا کیا اس سے ایسی باتیں معنی رو سکے ہیں پھر کہ اسے سلطان جو میں تجھ سے کہتا ہوں ماننے علی صرف باوجود گرفت اور میں اس سے ذرا ہوں اور بہرہ یہ کہ تیرے اس سے جدا ہو جائے اور ہمیں شاکر جاوے یہ سن کر تو نے سچا کہا مگر میں موت کے اسرار کا وارث ہوا ہے جو تو دیکھ چکے اور اس کے پاس جو تو نے دیکھا ہے اس سے بھی زیادہ ہے اس نے کہا تو اس کے پاس وہیں باور کرتے ہو گا کہ میں بیخ ہوں پھر میں علی کے پاس دایر کیا

قلت انت اعلم به مني فتكلم بكل
ما جرى بيننا قال رعب الشبان في
قلبه الى ان يموت استحي بلفظه
نے کہا جو قہدی باہم باتیں ہوئیں ہیں تجھ سے بیان کروں
میں نے کہا کہ آپ ان کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں پھر
پہلی سب باتیں بتلا دیں پھر فرمایا کہ نہ تک شواہد کی
دہشت اس کے دل میں رہے گا

ہمارے فاضل مخاطب اس روایت کو خراج و چراغ اپنے قطب و قطاب کے صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ پر بغور ملاحظہ فرما کر فرمادیں کہ مدلول اس حدیث کا پہلے واقع ہوا ہے یا مدلول حدیث شریف اول فرج غصبت کا اگر یہ قصہ اردا پہلے واقع ہوا ہے تو میرے کیا کسی عاقل کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی کے شیعان پاک کلبے ادبی سے نام لینے پر ایسا بڑا مجبور و کھچکا ہو اور مرنے تک اس کے دل میں دہشت باقی ہو اور شیعوں کی اس قدر حمایت اور امانت دیکھ چکا ہو بیٹی کے غضب کا تو کیا ذکر وہ لونی کی بھی نام لے سکے اور اگر بغرض محال نام لے بھی تو اس وقت بھی ایک مجبور و کھچکا کس کو ڈرا سکے تھے اور اگر غضب فرج پہلے ہوا تھا تو کیا جو شیعوں کے نام لینے پر کیا وہ غضب دختر پر نہیں کیا جاسکتا تھا کیا غضب دختر شیعوں کے صرف نام لینے سے بھی کم ضرر ہے بے حضرات تم کو قہدی تشیع کی قسم ہے ذرا تو اپنے دین و ایمان اور عقل و انصاف سے فرماؤ چارے نزدیک تو آپ صاحب برتے اپنے مذہب کے اس سے بہتر دوسری کوئی توجیہ نہیں فرما سکتے کہ جناب امیر جو عالم و ماکان و مایکون تھے آپ کو ہم کھٹوم کی طہیت سے معلوم ہو گیا تھا کہ ہم کھٹوم زمرہ فوجہ میں سے ہے کہ بعد میں متفقہ صحت خلافت عمر ہو جائے گی تو معاذ اللہ آپ نے بحکم الخبیثات للخبثین اس کو بخوشی و رضا عمر کو دے دیا چہ کند ہم جنس باہم جنس پر دراز اسے حضرات مدعیان و ذواتک جہاں تم صدا سادات حسینہ و حمینہ کو کافر و فاسق و ناہبی کہتے ہو اگر ایک بیچاری ہم کھٹوم کو جو باریت تعبیر میں بھی داخل نہیں ہے بلکہ اس کا صحابیہ ہوا زیادہ باعث بدگوئی ہے بڑا مجاہد کہ دوئے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے اصول مذہب کے بھی ذرا اختلاف نہ ہوگا بلکہ پورے مطابق ہوگا اور اہلسنت کی بھی کسی قدر اس علم سے زبان بندی ہو جائے گی

روایت میزب عباس

صحیح روایت صاحب آیات و بیانات نے کتاب عماد و سلم جناب قبلا و کعبہ شیعان مولوی دلداری سے نقل کی ہے چنانچہ جس قدر ان کا ذکر ہو گیا ہے اس کو مخلصانہ تحریک کر احسن عبارت سے بیان کیا

کرتے ہیں کتب امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الہی اپنے اور علی کے دروازہ کے سوا سب دروازہ مسجد سے بند کرنے کا حکم دیا حضرت عباس کی درخواست دروازہ کی نسبت تو نامعلوم ہوئی مگر پرنا کی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پرنا لگا دیا عمر فاروق کے عہد خلافت میں تین سال تک جاری رہا ایک روز اس کا پانی عمر کے کپڑوں پر گرنا انہوں نے اس کو اکھڑا دیا اور حکم دیا کہ اگر کوئی پھر اس کو لگائے گا تو اس کی گردن ماروں گا حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جا کر شکایت کی اور اپنی مصیبت سنائی انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھیں کیا کرتا ہوں

ثعونا دعی یا قنبر علی بذی القنار
فتقلد و تخرج الی المسجد والناس
حولہ و قال یا قنبر اصعد و رد المیزاب
الی مکانہ فضع قنبر فردہ الی موضعہ
قال علی و حق صلح ہذا القبر و المنبر
لئن قلعد قانع لا ضررین عنقہ و عنق
الاسر لہ بذلک و لا صلحنا فی الشمس
حتی یمنفد و ابلغ ذلک عمر بن
الخطاب فنهض و دخل المسجد و نظر
الی المیزاب و هو فی موضعہ فقال لا یضرب
احد ابنا حسن فیما فعلہ و نکفر عنہ عن
الیمین فلما کان من الضدۃ مضی علی
بن ابی طالب الی حمہ العباس فقال لہ کیف
اصبحت یا عمر قال بافضل النعمو ما
دمت لی یا ابن اخی فقال لہ یا عمر یضرب
ففسک و قرعنا فواللہ لو خاضعی لعل
الارض فی المیزاب لخصمتہم و شہ
لعلتہم بجل اللہ و قوتہ و لا یبالک

پھر قنبر کو بکارا کہ ذوالقنار لے آ اس کو حائل کیا پھر بجانب مسجد نکلے اور لوگ آپ کے گردا گرد گئے اور کہا اے قنبر چڑھو اور پرنا اپنی جگہ پر لگا قنبر چڑھ گیا اور اس کو اس کی جگہ لگا دیا علی نے کہا اس قنبر اور منبر والے کے حق کی قسم اگر کسی نے اس کو اکھڑا تو میں اس کی گردن ماروں گا اور اس کو دھوپ میں سول چڑھاؤں گا یہاں تک کہ تم ہو جائیں یہ خبر عمر بن خطاب کو پہنچی تو اٹھا اور مسجد میں آیا اور پرنا کو اس کی جگہ دیکھا کہا کوئی شخص علی کو اس کے کام میں عرصہ نہ دلاوے اور عمر بنی قنبر کا کفارہ دے میں گے دوسرے دن مجلس کو علی اپنے لباس چچا کے پاس گئے اور پوچھا چچا کیا حال ہے کہا اے بھتیجے جب تک تو میرا بے عمدہ گزرتا ہے فرمایا اے چچا خوش رہ اور بخیر می ٹھیک رہو خدا کی قسم اگر پرنا کے معاملہ میں تم زمین والے مجھ سے جھگڑیں گے تو میں ان پر غائب آؤں گا پھر ان کو قتل کروں گا بھول نہ وقت و درخت کو

ظیم ولا غموققام العباس فقبل بعین
عینہ وقال یا ابن ابی ماخاب من
انت ناصرو فان هذا فعل عمر بالعباس
عمر رسول اللہ وقد قال فی غیر
موطن وصیۃ منه فی عمہ ان عمری
العباس بقیۃ الذیاء والوجہ اذ ناخفظونی
فیہ کل فی کفنی وانا فی کف عمی
العباس منہ اذہ فقد اذانی ومن عادیہ
فقد عادانی سلمی وحر بہ حر بی وقد اذہ
عمر فی ثلث مواطن
طاحرہ غیر خفیۃ منہا قصۃ المیزاب
ولہ خوفہ من علی علیہ السلام
لہ یئذ کہ علی حالہ انتہی

ظلم اور غصہ نہ پہنچے گا عباس اٹھا اور آپ کی پشانی چوکی
اور کہا اے بھتیجے جس کا تو دم گار ہو گا وہ خنساء میں
نہیں ہے تو عباس عم رسول اللہ کے ساتھ عمر کا یہ فعل
تھا اور اپنے چچا کے باب میں اپنی وصیت کے بہت موقع
میں فرمایا کہ میرا چچا عباس ابا اور امجد کا بغیر ہے اس کے باب
میں میری رعایت کہ ہر ایک میری حمایت میں ہے اور
اور میں اپنے چچا عباس کی حمایت میں جس نے اس کو یزید کا
اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی اور جس نے اس سے عداوت کی اس
نے مجھ سے دشمنی کی اس کی تلخ میری صلح ہے اور اس کی لڑائی
میریں لڑائی اور اس کو عمر نے تین مواقع میں خاہر فرمایا
پہنچائی منہ ان کے پرنا کہ معاملہ تھا اگر اس کو علی کا خوف نہ
ہوتا تو پرنا کو اس کی حالت پر نہ چھوڑتا۔

لے تو رہی کہ وہ اس روایت کے ان جملوں سے صاف واضح ہے کہ ایذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایذا حضرت
فرمانی رضی اللہ عنہ سے ہے اور جو چیز باعث ایذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہوگی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایذا
کے بھی باعث ہوگی اور اسی طرح حضرت عباس کے ساتھ دشمنی عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی ہے
اس روایت سے ایک بہت بڑا مسئلہ صریح ہو گیا وہ یہ کہ حضرات شیعہ مطاعین شیعین بلکہ کثیرہ میں ہیں اس قسم کی روایت کو
موجود حضرت امیر اور جناب امیر کے باب میں وارد ہوئی ہیں جس کے الفاظ تقریباً یہ ہیں من غضبنا فقد اغضبی ومن
ما غنمنا الا انی ورسولک حرمی تخریج کر کے استدلال کیا کہتے ہیں۔ بندہ ان استدلال کے جواب میں
کہتا ہوں کہ جناب فخر اور جناب امیر کے باب میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں جناب عباس کے حق میں بھی اسی قسم کے
الفاظ جملوں سے کچھ بڑھ کر وارد ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت شیوہ کے نزدیک حضرت زہرا کا غضب اور ان کی ایذا اور جناب
میں جو کچھ روایت سے ثابت ہو کر ہے کہ استدلال بڑا اور بڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس روایت کے بموجب ایذا اور
اور وہ ظاہر جناب عباس میں بھی کچھ ہوگا حضرات شیعہ جیسے جناب امیر و جناب امیر کے ایذا دینے والے کچھ کے متغیر ہیں اسی طرح جناب علی
نے زیادہ دینے والے کچھ کے متغیر تھے لیکن حضرت شیوہ کے باب میں اس کے پاس سلف تاملت متواتر حدیث بیان کرتے ہیں
در کہتے ہیں کہ وہ دست و پا ہمارے حضرت صادق نے داؤد عباس کے سے ظاہر فرمائی تھی تو کیا وہ لڑنا (بقیہ شیعہ ۶۸۵ پر)
اور یا ظاہر تو نہیں ہے کہ جناب امیر کے دشمنوں کا وہ لڑنا نہ تھا کرتے ہیں اور اس ضمن میں دست و پا ہمارے کچھ اور کچھ قریش کے سوا

خدا کیلئے اس روایت کو ذرا انصاف و فہم کو مستحار ہی لے کر ملاحظہ فرماویں اور جناب امیر کی
کی غیبت صبر و سکوت و عجز و بیجاگی کو اس روایت کی عینک میں دیکھیں اور خیال کریں کہ
خدا تعالیٰ کی وصیت کی بجا آوری اس کے ہند گان مقررین و معصوم ایسی طرح ہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ
جناب امیر نے فرمائی کیا جناب امیر کے کائنات کے حکم کی تعمیل یونہی نہیں ہوتی ہے جس کا حضرت امیر پر
ان کے اہل تشیعہ اتہام لگاتے ہیں۔

شیعہ مصنف کی بے شرمی اور شیعہ حضرات سے سوال

افسوس کوئی شخص ان حضرات اہل سنت و فعل کے دوستوں سے پہلے کہ کیا امامت کا چھوٹا
بنات کا غضب ہونا حضرت عباس کے پرنا نہ ہو چھوٹا جو باجماع جمہور غافل ناقص ان بیان میں
حالانکہ قاضی صاحب سوشل سٹریٹری شرم و جیسا کہ وہاں سے ناقص رکھ کر فرماتے ہیں کہ امامت کا چھوٹا جانا
بہتر فروج کے غضب سے بھی زیادہ ہے تو موافق آپ کے قاضی صاحب کے فیصلہ کے پرنا کہ عباس
کا معاملہ بہتر از فروج کے غضب سے بھی بڑھ کر ہو گیا کیونکہ امامت سے بڑھ کر حواء و بل بلہ الہیہ
صراح ہیں جب جناب امیر نے ایسے فرار ذر سے معاملہ میں منہ کا مرقع و قتال سے بھی دریغ نہ کیا ہو تو

ہونے کا انداز حضرت عباس کے دشمنوں کی نسبت ان کی ایذا دہی اور معادہ فیہ کچھ کم ہے اور جو کچھ روایات متواتر شیعہ
سے ثابت ہے کہ جناب امیر کی ولادت و محبت سے بہرہ نہیں ہے اس لئے جب تصریح شیعہ ثبات شونہی
در جناب جناب امیر عباس کو اپنے پیارن لہائی میں سے نہیں سمجھتے تھے علاوہ ازیں کہیں جناب امیر جناب عباس کو
ضعیف الیقین ناقص الاکان ذلیل الغرض فرماتے ہیں کسی جگہ علیین جالیہ میں شمار کرتے ہیں تو کیا یہ کھت جناب عباس
کو ایذا دینے والے نہیں اور ان کی معادہ و برہان میں ہیں علاوہ ازیں حضرت شیعہ امیرین العابدین سے آیت ومن
کان فی بدہ اعمی غمونی الا غمہ و اعمی و اضر سہید کہ نزد حضرت عباس اور ان عباس کی شان میں نقل کرتے ہیں تو کیا
اب جناب عباس کی ایذا رسانی میں یہ کچھ غمونی و است بہت توجہ شیعین پاک اور ان کے اندر جناب عباس کو
ایذا رسانی اور معادہ متحقق ہوتی تو اس قبہ کی شکل اول سے جو نتیجہ ہم پرنا ہے میری زبان سے اور میں جو
سکتا قیاس پر ہے کہ حضرات شیعہ اور ان کے اندر نے جناب عباس کے حق میں ایذا رسانی کی اور حضرت عباس کی
ایذا رسانی رسول کی ایذا رسانی ہے اور رسول کی ایذا رسانی کفر ہے اس کا نتیجہ جو کچھ ہے وہ شیعہ کے اماموں کے حق میں
ظاہر ہوا ہے ہر جس کا جو کچھ جواب حضرات شیعہ خود فرمایا ہے اس کی طرف سے بھی ایسے الزامات کی بات اسی قسم کا جواب قبول فرمائی

غضب بنات کے معاملہ میں بروئے عقل و انصاف کیونکر اور کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے جو حکمت فرمایا ہوگا، تعجب یہ ہے کہ غضب بنات بھی کریں تو کون اور عاجز و بیچارہ بھی ہوں تو کس کے مقابل میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے کہ آپ کی زبانی ہتھ دیر اور ظاہر دھکی سے ڈر جاتے تھے اور اپنے ارادہ سے باز رہتے تھے ایسے لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا بنات چھینیں، مگر ہاں شاید خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہوگا کہ خاص امامت و بنات کے غضب پر نہ لوٹنا اور میرزا ب وغیرہ کے معاملہ میں اپنی قوت و شجاعت کے جوہر دکھانا۔ اور بسبب کی حکمت غامضہ کے خدا کے نزدیک غضب خلافت و غضب بنات سے پرنا کہ کاکھڑا زیادہ اچھے ہوگا جس کے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہیں نفوذ باطن میں ذلک، تو ان دلائل واضح سے واضح ہوا کہ جبر و اکراہ کا دعویٰ بالکل لغو اور سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے وصیت تھی کہ دین کی بربادی اور اہلیت کی اذیت و تذلیل چپکے چپکے دیکھنا اور سر نہ ہلانا آپ بیچارہ اور بے یار و انصار تھے نہ آپ کو یار و انصار کی ضرورت تھی واللہ علی ذلک لیکن جس قدر مابقی میں اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی سبیل التذلل والتسلیم تھا اور نہ فی الحقیقت بندہ نے جو کچھ عرض کیا تھا اس سے نکاح ہرگز مبرا اور نہ تھا کیونکہ بندہ نے الزام عین کیا تھا کیا تمک کے یہی معنی ہیں کہ نفوذ باللہ توبہ آل رسول کی بنات کو بلکہ ان کی شرمگاہوں کو مغضوب اعداء ٹھہرائیں اس عبارت سے صریح ظاہر ہے کہ بندہ نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اس پر یہ کہنا کہ امیر غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے ثبوت غضب تورایت کیلئے وغیرہ سے واضح ہے، بلکہ عبارت النص ثابت ہے وہ روایت کرتے ہیں، ہی اول فرج غضب منا پھر اس کو نکاح پر محمول کرنا بوجہ باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رضامد لینا اعراض عن الحقیقت و صیرورت الی المجاز سے جو بلا تعدیل حقیقت جائز نہیں اور اس جگہ حقیقت متعذرہ نہیں ہے بلکہ قرآن داعی الی الحقیقت میں غضب ایسے شخص کی حرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے وہ کام کئے جو اس سے بدتر تھا زیادہ تھے کیونکہ وہ سرکردہ دشمنان اہل بیت تھا اس نے بعد وفات سرور کائنات کے دو معصوموں کو قتل کیا مہبط وحی خانہ اہلیت کو طعنا یا اہل بیت کی مذلت و بانہ میں کوئی رفیق نہ چھوڑا جس کی یہ حالت ہو اور اس کی حرف غضب بنات روایات میں منسوب ہو تو متسلل کی حرف ہرگز یہ متطرق نہیں ہوتا کہ اس نے بھجور نکاح کیا ہوگا، جب وہ ایسا نلیع القدر ہے کہ جس نے پیسے ایسی ناشائستہ حرکات کئے ہوں اس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ نکاح کے بھگڑے کو خیر سے نکاح کی نسبت بدون نکاح کے غضب میں تذلیل اہلیت زیادہ متصور ہے

پس اس نے ظاہر اصول شیعہ پر ہی کیا ہوگا جو باعث تذلیل اہلیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غضب اپنے معنی حقیقی پر ہی محمول ہے۔ دوسری یہ کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ امیر غضب سے نکاح بلا رضا ہے، تاہم مفید مدعا نہیں کیونکہ حسب تصریح فقہائے قوم نکاح مومنہ کا دشمن اہلیت سے قطعاً حرام بلکہ اشد محرم ہے۔ پس جب کہ ادنیٰ مومنہ کا نکاح ادنیٰ دشمن اہلیت کے ساتھ حرام ہو تو جگر گوشہ بئزول کا نکاح سرآمد دشمنان اہلیت اور سرور و قمر منافقین علی مزعموم الشیعہ کے ساتھ کیوں کر جائز ہوگا۔ پس جب یہ نکاح جائز نہ ہوا اور حرام ہوا تو غضب اور نکاح میں صرف تنازع لفظی ہی رہ گیا، اور اگر تفسیر اور جبر و اکراہ کا عذر فرمایا تو وہ عنقریب الیائیر و زبر ہو چکا ہے کہ اس کی اصلاح فاضل عجیب سے بعد رجعت بھی محال ہے ولین یصلح العطار ما فسد الدهر تیسری صاحب نزہہ نے اپنی دانشمندی سے تحریر فرمایا ہے کہ نکاح یکہ بغیر طیب خاطر باشد اصلاً مستلزم زنا نیست چوتھی تزویج در مقام ضرورت و اضطرار از باب رخصت ست چنانچہ تجویز تناول میتہ در حال محضر و اضطرار قائلین تفسیر میگوتیند کہ شارع فعلی را کہ بشرق تفسیر واقع شود قائم مقام مامور بہ قرار داد پس بجا آوردن آن امتثال امر آملی است و این معنی مقتضی اجرت پس وقوع زنا لازم نیاید چنانچہ ہر گاہ جابر ہی شخصی را در طلاق دادن زوجه را ایش اجبار نماید در عرف میگوتین غضب زوجه حضرت کشمیری صاحب نے جبر و اکراہ و ضرورت و اضطرار کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اس کا قلع و قمع ہم واجب کر چکے ہیں، لیکن حضرت کشمیری اور ان کے متقلدین سے اس قدر استفسار باقی ہے کہ کیوں حضرت جب جبر و اکراہ و ضرورت و اضطرار کی ٹھہری اور مثل میتہ اور لم خضریر کی حالت محض میں ہوئی تو جو کچھ بجز واقع ہوگا وہ مباح ہوگا، اور جو کچھ ازراہ اکراہ و الجا واقع ہوگا وہ حین امتثال حکم خداوندی ہوگا تو پھر چاہیے لفظ غضب کو اس کے معنی حقیقی سے پھر کر معنی مجازی پر محمول نہ کریں بلکہ معنی حقیقی پر محمول کرنے سے اور زیادہ غاصب کی بُرائی پر دال ہوگا اور اہل بیت نبوت پر کسی قسم کا الزام لازم نہ ہوگا کیونکہ دونوں صورتوں میں اہل بیت سے تو جو کچھ ہوا وہ بحالت محضر تفسیر کے پردہ میں ہوا جو امتثال امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہو یا تو اور غضب ہو یا تو لیکن غاصب کے حق میں اگر نکاح بجز تسلیم کیا جاوے تو ایک معصیت اکراہ کی ہی ہوگی و بس کیونکہ بعد نکاح تحقق زنا مقصود ہے، اور اگر غضب اپنے معنی پر محمول ہوگا تو بحق غاصب ایک بُرائی فعل غضب کی ہوگی اور دوسری زنا کی کہ اس کے حق میں لمحالیہ زنا ہوگا معلوم نہیں کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے کیوں پھیرتے ہیں اور معنی مجازی پر بد ضرورت داعیہ اور بدون قرینہ کیوں محمول کرتے ہیں، واجب

ہے کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے مصروف نہ کریں اور معنی مجازی کا از نکاح و فطری
 رہا یہ کہ آپ کے حضرت کشمیری صاحب جو یہ نظیر پیش فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جابر بوجہ و اگر کسی کی
 زوجہ کو اس سے طلاق دلواتے تو عرف میں کہتے ہیں غصبت زوجہ تہ محض مغلطہ ہے کیونکہ اول
 تو اس عرف میں ہی کام ہے جب تک کسی دلیل سے ثابت نہ کیا جاوے۔ بعد اس کے یہ نظیر اپنے
 مثل کے بھی مطابق نہیں اور نہ اس کا غصب ہونا مثل کے غصب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ
 طلاق باکرہ و دلوانا گویا ایک شخص کی مملوک شئی کو اس کے قبضہ و تصرف سے بلا جواز شرعی مجبر
 نکالنا ہے جس پر غصب صادق آتا ہے اور انھیں فیہ میں یہ معنی مفقود ہیں کیونکہ نکاح بالجبر کی
 صورت میں کسی کی مملوک و متصرفہ کو اس کے قبضہ سے نہیں نکالتا بلکہ نکاح بالجبر کی ممانعت ہے اور
 اچھا تو نے مانا کہ یہ دونوں برابر ہی ہیں لیکن چہرہ دعویٰ آپ کے حجت کشمیری کا قضا ہے کیونکہ
 اس عبارت سے نکاح اس وقت مستلزم ہو سکتا ہے جب کہ غصب کی نسبت نفس عورت کی
 طرف جاوے اور جب اس کی نسبت عورت کی فرج کی طرف کر کے زیادہ تفسیح دیتے ہیں کہ جاز ہے تو اس
 وقت تاویل نکاح بالجبر کی مسلم نہیں بلکہ اس وقت بسبب اس کے کہ غصب کا فرق پر وقوع بیان
 نہ کیا گیا ہے نہ جہ پر فحش و مشاطہ میں پہنچا گیا ہے غصب حقیقی ہی مراد ہو گا تو اس سے صاف
 مسلم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نکاح بالجبر نہیں بلکہ غصب حقیقی مراد ہے مگر حضرت کشمیری
 صاحب نے اپنی خوش فہمی سے اس قدر کو نہیں سمجھا یا تجاہل فرمایا جو غرض بہت غصبت خواہ حقیقی
 مصنف پر محمول ہو یا مجازی مصنف پر وقوع حرام میں اصول شیعہ پر کچھ عام نہیں مگر جرح حرم و نواہیات
 کا یہ سچا نہیں چھوڑتا۔

نکاح ام کلثوم کے متعلق مزید بحث

قولہ: بالعرض اگر مکرر نہ بنت رہا ہی کا نکاح ہوا تب بھی یہ قہرست لازم آتی ہے
 نہ ہی ہے کہ یہ نکاح بخوشی نہیں ہوا۔

اقول: جب فریقین کی کتب معتبرہ اور روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ نکاح اوکثر
 جائز ہے تو بالعرض سے ہی ہو سکتا ہے تو بالعرض کے کیا معنی یہ مرفعی تو نہیں ہے یہ تو واقعی
 تخلیق ہے جو غلط بالعرض گنا محض و حرام دوسری ہے اور جب آپ نے اس عبارت کو تسلیم کر لیا
 تو قباحیت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و فروع شیعہ بر باد ہو جائے جس میں کیا کہ حسب روایات

شیعہ جناب امیر لہاد مضطر نہیں ہو سکتے تھے تو لاجمالہ یہ نکاح بخوشی ہوا اور اس سے جی کچھ
 صاعقہ شرر بار خرمن مذہب امامیہ پر واقع ہوتی ہے کسی ذی خود پر مخفی نہیں کیونکہ اگر حضرت
 فاروق اس کے لئے اہل اور لائق تھے تو بھی مذہب تیشیح کی خرابی اور اگر لائق نہیں تھے تاہم مذہب
 تیشیح کی برابری اور اگر با این ہمہ بھی بنا خوشی و ناراضی یہ نکاح واقع ہوا تاہم مذہب تیشیح کی
 تباہی پس ہمارے فاضل مجیب کا یہ کہنا تب بھی کیا قباحیت لازم آتی نادانستگی یا تجاہل سے
 ناشی ہے ورنہ جب حسب روایات شیعہ نکاح صحیح نہ ہوا تو یہ کنا کیا قباحیت لازم آتی کہ سر
 ابلہ فریبی ہے۔

قولہ: چنانچہ شرح صحیح بخاری کی روایت باور نہ پکار رہی ہے۔

اقول: ہم سابقہ عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب ثنوی ستری نے اس روایت کو
 ابن حجر متاخر کی طرف نسبت کیا ہے جو ابن حجر کی ہے اور آپ کے کشمیری صاحب نے زہرہ میں
 اس روایت کو مطلق ابن حجر کی طرف منسوب کیا ہے تو بظاہر ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی
 معلوم ہوتی ہے کہ اپنے کام میں جو زہرہ سے لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ابن حجر مطلق لکھا ہے تو عقلمانی ہی
 مراد ہو گا اس نے شرح بخاری ہی میں لکھا ہو گا فتح الباری کی طرف کرنا و افتراء نسبت فرما دیا
 حالانکہ وقت اطلاق کی سبقت ذہن کے فتح الباری کی طرف منسوخ بلکہ قباد مطلق ابن حجر کے
 ایسے امر کے ذکر کرنے سے جو متعلق حالات صحابہ ہو کتاب اسباب ہے اور اس میں یہ روایات
 بطرق متضاد موجود ہیں لیکن اس روایت کو انکس نشان بھی نہیں بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے
 اور اگر بالعرض یہ روایت فتح الباری میں ہو بھی تو آپ کے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخر یعنی مکی
 کی طرف نسبت کرنا کتاب و عند ہو گا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے فقط متاخر لکھا ہے
 اور قرینہ بھی وہی ہے کہ وہ ابن حجر سے ابن حجر کی ہے وہ یہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے
 فرماتے ہیں جس کا عاقل یہ سب کہ بعد اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے خبر و تفسیر کی طرف سے
 جو عقد و تحلیں سے پہلے واقع ہوئے یہ عاقل کیا ہے کہ ام کلثوم بسبب حضرت علی کے اس ورجو کہ نہیں
 پہنچی تھی کہ شہداء کہو اس کی شو و قبول حرام ہو اور اگر وہ صحیحہ و مہجوری تو حضرت علی اس کو کیوں بیعت
 اور یہ عبارت حسن و عین ابن حجر کی میں مکرر ہے۔

• تفسیر و تفسیر علی سے کیا ہے کہ
 • اور اس کا سزا و تحلیں کی وجہ سے ہوتا ہے
 • وہ سب ہی مصری کے روایت کو دیکھیں

حقاً یحرم ولولہ منہا لبعث بها
حرام ہوتی اور اگر اس کی کم سنی نہ ہوتی تو اس کا باب
ابوہا کہ ذلک۔

مگر اس روایت کا جس کا قاضی صاحب دعویٰ فرماتے ہیں وہاں کیس پتہ و نشان نہیں
پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اسی غلطی یا مغالطہ کی تقلید و تقلید ہوتی چلی آئی ہے مگر
ہمارے فاضل مخاطب نے اس پر یہ اور طرہ لگایا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کی طرف نسبت کر دیا
جو ابن حجر عسقلانی کی ہے پھر اگر بالفرض یہ روایت کسی امین حجر نے اپنی کسی کتاب میں نقل کی ہوتا ہے جب
معارض روایات جمہور محدثین کے سے قابل اعتبار کے نہیں ہو سکتی اور اگر اعتبار بھی تسلیم کر لیں
تو فاضل عجیب کا یہ ارشاد کہ باوجود بیکار رہی ہے غیر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحدیث یغیر بعضہ بعضاً
بالفحاش و دیگر روایات اس روایت میں الجاء کے یہ معنی ہوں گے کہ کثرت الحاح و مسالت اور نہایت
تردد و مراجعت فرمائی اور ظاہر ہے کہ یہ معنی عین مناقض دعویٰ سامی ہے اب لیجئے جو روایات
کہ ان معنی پر دال ہیں صواعق محرقة کے باب حاوی عشر میں مروی ہیں۔

وفی رواية ان عمر سعد المنبر فقال
ايها الناس اني والله ما حملني على
الحاح علي علي وفي ابنته الا اني سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
كل سبب وصحبه ينقطع الا سبب وصدي
وانما يا ثيان يوم التبدل فلتشتغل
لصاحبها وفي رواية لما اكثر تردد الى
علي اعتل بصفرها فقال ما حملني على
كثرة ترددي اليك الا اني سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل
حسب ولنسب وصبره
اور سبب وادامی تعلق

روایات سے کثرت الحاح و مراجعت اور نہایت تردد و مراجعت ثابت ہے پس
یہ سن کر لیجئے کہ جو روایت اس سے مدعی ہیں وہ کون سی ہیں جو اس سے مدعی ہیں

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر و ظالم اور غاصب تھے اور نہ جناب امیر رضی اللہ عنہ
مظلوم و مقهور و جبار و مغلوب تھے تو لامحالہ مطابق اصول اہل حق کے ان معنی پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ اور
فاضل عجیب کا دعویٰ غلط ہوگا۔ وہو المطلوب۔

قولہ: اور غصب کے معنی یہ ہی ہیں نہ کچھ اور۔

اقول: یہ معنی غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جب تک آپ کسی نقل
سے اس کو ثابت نہ فرمادیں گے اس وقت تک یہ دعویٰ قابل سماعت نہیں اور بالفرض تکلف
اگر یہ معنی ہوں بھی تو حصر ہر اس غلط ہے جو حضرت کی بخوبی فہم سے پیدا ہوا ہے اگر آپ کے نزدیک
یہ صحیح تھا تو کسی دلیل سے تو ثابت فرمایا ہوتا۔

حسب مذہب شیعہ نکاح مؤمنہ ناصبی کے ساتھ ناجائز ہے

قولہ: غلیظ ثانی مسلمان کلمہ گو تھے احکام اسلام ان پر جاری تھے نکاح شرعی ہو۔

اقول: اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ بوجہ ظاہری اسلام غلیظ فاروقی یہ نکاح از روئے شریعت
کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو اپنے مسائل فقہیہ کی بھی خبر نہیں ہے اور خبر کیونکر ہو
مناظرہ کی چند کتابیں دیکھ کر تو مجتہدین بیچھے مسائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکر ہو۔ اسی جناب میر صاحب یہ
اجتہاد آپ نے غلط فرمایا اور اس میں آپ نے خطا کی آپ اپنی کتابوں کا لحاظ فرمائیے آپ کے یہاں
صحیح نکاح کے واسطے صرف ظاہری اسلام و کلمہ گوئی سرگزشت نہیں ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ میں
نواصب و خوارج کے ساتھ مؤمنہ کا نکاح مراۃ ناجائز لکھا ہے اس وقت میں لایحضر حاضر ہے
اس میں یہ روایت موجود ہے۔

وروی الحسن بن محبوب عن سلیمان
الحار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا یبغی
للرجل المسلمون کما ان یفرق الناصبۃ
ولا ینزوج ابنته ناصبیا ویفرجھا عندہ
قال مصنف هذا الکتاب رحمۃ اللہ علیہ
نصب حرب قال یحییٰ علیہ السلام فہ
نصب لہ فی الناصبۃ و فرجھا عندہ
امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا
ہم میں سے مسلمان شخص کو تو حق نہیں کہ ناصب کے ساتھ
شادی کرے اور اپنی بیٹی کا ناصبی کے ساتھ نکاح کرے
اور اس کو اس کے پاس تو ان دے مصنف کتاب
نصب ہے ہر اس محمد بن عبد اللہ کے ساتھ نہ توئی رقم
نصب لہ فی الناصبۃ و فرجھا عندہ

فریقین کے نزدیک ابتداء اسلام میں مومنہ کا نکاح کا فر کے ساتھ جائز تھا یا صحیحہ منسوخ ہوا تو ام کلثوم کے نکاح کا قیاس اس پر نہیں ہو سکتا

اقول : ہمارے فاضل مجیب کی ہم پر تو طعن بے حیائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تھی لیکن یہاں تو خود بدولت نے منہم و حیا کا پردہ اٹھا کر دین و دیانت کو طاق میں بٹھا کر خاتم النبیین سید المرسلین کی عصمت بلکہ نبوت ہی پر قلم لے کر لکھ دیا اور بظلمات نصوص فریقین آپ نے اس نکاح کے عدم جواز کو تسلیم فرمایا، تو معاذ اللہ آپ کے قول کے موافق خاتم النبیین مگر کتب حرام کے ہوتے کیونکہ اپنی بیٹی مومنہ کا با اختیار خود بلا جبر و اکراہ کا فر کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ وہ لغتوں آپ کے ناجائز تھا، اور اگر یہ مراد ہے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرہ تھی اور بعد میں ایمان لائی چنانچہ آپ کا یہ قول کہ حضرت زینب دختر رسول اللہ مسلمان ہو گئی تھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے سے مسلمان نہ تھی اور بعد میں مسلمان ہو گئی تھی، یہ بھی آپ کے دین و ایمان کے مقتضی سے ناشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو بلا دلیل کا فر کہیں، واقعی اہلبیت نبوت کے ساتھ آپ کے زعم میں ولاد و محبت اور تمکک اسی کا نام ہے آپ تفریق کا ذکر ابھی کیوں فرماتے ہیں پہلے تو نفس عقد کی نسبت فرمایا کہ وہ بچہ ہوا یا برضا اور جائز ہوا یا حرام، اگر یہ نکاح بچہ ہوا اور باوجود حرام تھا لیکن کفار مکہ نے بچہ و اکراہ یہ نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر لیا تو البتہ آپ کا مقصد علیہ ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں اول آپ جبر و اکراہ کا ثبوت دیویں اور انشاء اللہ قیامت تک بھی دوسے سکیں گے اور بعد اس کے حضرت کے حق میں وجوب تقیر کا فتویٰ دیویں پھر حرمت کا ثبوت دیویں اور اگر برضا ہوا اور حرام تھا جیسا کہ آپ کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ مصلح کا نکاح کا فر کے ساتھ حرام ہے تو پھر آپ ہی خیال فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کیسے فعل کے مرتکب ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تھا چنانچہ واقعی اور فی نفس الام ایسا ہی ہے تو پھر آپ کا اس کو ذکر کرنا اور مقصود علیہ قرار دینا سراسر خوش فہمی ہے، لیکن ہم اس کے جواز کو آپ کی ہی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں، پس واضح ہو کہ ابتداء اسلام میں جب تک تحریر نکاح مومنہ کی متکمل کے ساتھ نام نہیں تھی اس وقت ابن سترک و ابن ابی انان میں یہ نکاح جائز اور حلال تھا اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا تھا، چنانچہ اس کی

ملت شرائع سابقہ میں بھی تھی، تفسیر مجمع البیان میں فاضل طبرسی تحت آیت شریفہ واقعہ سورہ ہود قال یا قوم هؤلاء بناتی هن امہن لکم لکھتے ہیں۔

وکان یجوز فی شرعہ تزویج المومنتہ اور اس کی شرع میں مومنہ کا نکاح کا فر من الکافر وکذا کان ایضاً مفیداً کے ساتھ جائز تھا اور اسی طرح شروع اسلام میں بھی الاسلام فقط زوج النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بقتہ من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلمتہ فسخ ذلک سے پہلے اس سے کہ سلمان ہو کر دیا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

پھر دوسری جگہ سورہ حجر میں تحت آیت کریمہ هؤلاء بناتی ان کنتم فاعلمن لکھتے ہیں۔ وقولہ ان کنتم فاعلمن کنایۃ عن النکاح وقولہ ان کنتم فاعلمن کنایۃ عن النکاح اسی ان کنتم متزوجین وقیل احاقال ذلک للزوجات الذین یکفون انفسہن وقد کان یجوز تزویج المومنتہ من الکافر یومئذ وقد کان ذلک ایضاً فی شریعتنا شو حرم اور نیز فاضل کا شافی خلاصۃ المنہج میں پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، گفت لو ذاعہ گودہ من اینہا دختران من اندیشا نرا، بخواسید کہ ایشان پاکیزہ اندم شمارا تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت اوتزویج مومنات بکفار جائز بودہ چنانکہ در ہدایت اسلام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دختران خود بقتہ داد و دختر دیگر را ابوالعاص و بعد از ان ابن حکم منسوخ شد انتہی علی مانی از آلہ الغین، اور جب یہ حکم بعد جو از ماہ حیات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو چکا اور یہ نکاح معتاد و نمونہ بہ حضرت عیسیٰ اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر قیاس کرنا اور حرام و حلال کو یکساں و مساوی سمجھنا حضرت مجتہدین و متکلمین شیعہ کی قوت تدبیر یا حدیثیہ کو زیریا ہے اور روایات اہل سنت کی بھی اس پر دلالت ہے، کہ نکاح مومنہ کا کا فر کے ساتھ قبل اسلام میں حرام تھا بعد اس کے منسوخ ہوا چنانچہ تائید و احادیث مملو ہیں، شرح مصابیح سے ایک روایت ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے از آلہ الغین سے نقل کرتے ہیں عن عائشہ ما بعت احدک من ذلک، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے

دارد ہی نہیں اور حکم ناسخ اس کو شامل ہی نہیں۔ پس تاریخ خمیس سے جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کی روایات صحیحہ مستحکمہ کے خلاف ہے اور قابل احتجاج کے نہیں بلکہ غوام المومنین عائشہ کی روایت جو شارح مصابیح نے نقل کی ہے وہ اس کے خلاف ہے اور ممکن ہے کہ تاریخ خمیس کی روایت میں کہ ان اسلام فرقا محمول استحباب پر ہو یا بن معنی کو بہتر اور مستحسن یہ تھا کہ نکاح کو نسخ کر اگر حضرت زینب کا نکاح کسی مسلمان سے کر لے کیونکہ اسلام نے باہل اسلام و کفار میں ایک قسم کی توفیق کر دی تھی، لیکن چونکہ نسخ باعتبار مرد ہے اس لئے آپ کو قدرت نہ تھی اور شاید موجب کٹا کٹی اور قطعہ کا ہوتا، لیکن آپ مغلوب تھے ایسی حالت میں صرف استحباب کے لئے قطعہ پر کیا مناسب و مصلحت نہ تھا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک نہیں ہوا تھا یہ نکاح بھی حرام نہیں ہوا تھا لہذا اس کو چھپنے سے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئیں اور کچھ اہل تعارض مر تلغ اور استدلال فاضل مستدل باطل ہوا مسند الزمزمی سلمنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مغلوب تھے اور یوں مغلوبیت کے تفریق ہوا آپ کی واجب تھی لیکن یہ قطعہ مفسد علیہ نکاح اہل کفر و مہین ہو سکتا ہے، کیونکہ ہمیشہ روایات معتبرہ ثابت کر چکے ہیں کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے، لہذا کہ اس قطعہ کو یہاں ذکر کرنا حضرات شیعہ کے علماء اور فاضل مخالفین کے خصوصاً کمال خوش فہمی اور انسانیت پر ہے ان اگر اس نکاح کو مفسد علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادوں زینب و رقیہ کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمان ذوالنورین کے ساتھ فرمایا اور دہل بھی غضب کے قائل ہوتے اور حضرت کے مغلوبہ اور تفتیح کا دعویٰ کر کے ثابت کر سکتے تو البتہ مضائقہ تھا چنانچہ فاضل صاحب شوستر می نے مجالس میں باین الفاظ اس کو فرمایا، اگر نبی خیر عثمان داد و دی و خیر بمر فرستاد اور اس کو ذکر کر کے اپنے استدلال کے بیچ آپ اپنے ہاتھوں کاٹ ڈالے کیا معنی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو ذلت سے تھا و مغلوبی دور ماندگی و جبر و کراہ سے تھا تو یہ فعل نکاح بطیب خاطر جواز شرعی ہوا تھا تو دلی کا فعل نکاح بھی ایسا ہی رہنا۔ و خوشی و جواز شرعی طابع و آراء ہو۔ و ہو المدعی۔

قول، ما لا تدری ہی فرض کرین جو حضرت حبیب یا حضرت حبیب کے میر ممدی صاحب آیات مینات میں فرماتے ہیں تب بھی تمک کو اس سے کیا نسبت مثلاً اگر کوئی یہ جہت پیش کرے کہ کیا اہل سنت کے رسول اللہ سے تمسک کرنے کے یہی معنی ہیں کہ ان کی بیوی کو زوجہ کفراس حال میں قرار دیں جب کہ سعاد نے حدیث کر دی تھی تو حضرت کیا جواب دیں گے۔

اسرائیہو حین غلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوہد و فقتل بعضهم و اسر بعضهم و طلب منهم الخداء و لعت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خد یبعث فی فدا و زوجہا الی العاص بن الربیع بن عبد شمس النضرشی جمال و هو کان من جملۃ اسرا بدو و کان تزویج الکافر بالمسلمۃ جائزاً فذبح بقلیٰ تعالیٰ و لا تمکنوا المشرکین حتی یزمنوا ۴۱۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کے دن فسخ پائی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر لائے اور ان سے غریہ طلب کیا تو حبیب اہل مکہ نے فدہ بھیجا تو زینب نے بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ہیں غیر جبر سے معنی اپنے شوہر ابوالعاص بن الربیع بن عبد شمس قرشی کے غریہ میں جو بخاندینوں کے تھا مال بھیجا اور کافر کا نکاح مسلم کے ساتھ جائز تھا تو قرشی و انکھو المشرکین حتی یزمنوا ۴۱۔

پس ثابت ہوا کہ جو حب روایات فریقین کے نکاح حضرت زینب کا کہ جس نسخ کے ہوا کہ اس وقت میں جائز اور مدلل تھا یہاں شاید بعض ان لوگوں کو جن کو حالات شریعت سے پوری واقفیت نہیں یہ شبہ واقع ہوا و رد یہ اعتراض کریں کہ مسلمان قبل نسخ کے جائز اور مدلل تھا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا اس وقت تفریق کی ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بابت مغلوبیت کے تفریق نہ کر سکے پس اس کا جواب یہ ہے کہ ان تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ تحریم کا نزول آخر ہی سے پہلے ہے بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہو ہو و ہوا جواب بطور عرض و تحقیق کے یہ ہے کہ وہاں ان نزول احکام پر مخفی نہیں ہے کہ ہوا احکام اول مشرک تھے اور بعد مشرک و عربیت کے منوع ہوتے ان کے نسخ کے یہ معنی ہیں کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بشرطیکہ ان میں اہل اسلام کے اختیار کو دخل جو غیر مشرک ہے اور جو کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا اور اس کے نسخ و تفریق میں مسلمانوں کو کچھ دخل نہیں وہ حکم نسخ میں داخل نہ ہوگا۔

خاتمہ جلیہ در باب نسخ نکاح مشرک

اور انہا جہ سے کہ عقد نکاح اگرچہ بائیتا را یہاں سورت ہے میں نسخ نکاح میں عورت یا اس کے اولیاء کہ حکم شریعت کچھ دخل نہیں کوئی ملکیت اس پر ہے و رد ہی نہیں ہو جو اس کو حرام و غیر مشروع کہی جاوے۔ اور ضرورت تفریق کی وافی ہو کہ ہوا و نکھو المشرکین سے راحت عقد نکاح صبر یہاں ثابت ہوتی ہے نسخ نسخ مستحکمہ سابق پر دلی ہے تو تحریم اس پر

اقول: بحمد اللہ اہل بیت نبوت جس کی شان میں آیت تعلیہ نازل ہے اس کے دشمنوں کو صریح زنا اور فحش اور بے حیائی کی تہمت سے ملوث و متهم فرمائیں اور پھر بھی تمک میں رخنہ نہ پڑے یہ تمک حضرات شیعہ کا ہی تمک ہے اور اہلسنت کے تمک پر جو نکاح ابو العاص کے ساتھ معارضہ کیا۔ بحمد اللہ اہلسنت کو موت جواب کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ یہ قصہ مشترک لالزام ہے پس اس کا جواب جو کچھ علامہ شیعہ نے دے کر فیصلہ کیا ہے چنانچہ اس کی نقول بجا الجمع الیہ ان و خلاصۃ المسئع ماسبق میں مذکور ہو چکے ہیں وہی جواب اہل سنت کی طرف سے قبول فرمادیں کہ اس کا وقوع قبل نسخ کے تھا اور یہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا ہے یہ بعد نسخ و تحویم کے ہے پس اس کی شرمندگی و خجالت رفع کرنے کے لئے قصہ نکاح زینب ذکر کرنا حضرات کے کمال تجرطنی پر دال ہے جب دیکھا کہ وہ بجات جات سستہ سے سرد ہے اور طریق گریز و فساد ہر جہاں طرف سے تنگ ہے تو بطور ابد فریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر کر دی تاکہ نادانفت تبھیں کہ حضرت میر صاحب قبلہ نے بھی بہت بڑا الزام دیا۔

قولہ: انبیاء و اوصیاء اہل بیت پر جو ظلم و ستم ہوئے ان کا بیان کرنا تمک کے برخلاف نہیں ہے ورنہ جو ذلت و رسوائی و بے عزتی ظاہری کر بلا و شام وغیرہ میں فریت رسول کی ہوئی انکا بیان کرنا تمک کے برخلاف ہو پھر حضرات اہل سنت ان وقائع کو کیوں اپنی کتب میں تحریر فرماتے ہیں۔

نکاح ام کلثوم میں بحث تاریخی نہیں بلکہ شیعہ کے مخصوص

عقائد کے تحت ہے

اقول: یہ تو آپ اس وقت فرمائیں کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت الزام دیتے ہیں۔ بیان واقعات تاریخی میں توجہ حالت ہوتی ہے نس کی جاتی ہے۔ یہاں تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جن کی ولادت تمک کے آپ زبانی مدعی ہیں اپنی کتب دین و ایمان میں امام معصوم کی زبانی فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کر دیا کہ نکاح جائز کی نسبت فرمایا اول فرج غضب مناکوئی باحیا اس کو جائز کے کا معاذ اللہ کوئی مسلمان اس کو تجویز نہیں کر سکتا ہے۔ اول توبہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسرے امام معصوم پر فحش گوئی کی تہمت تیسرے جگہ گوشہ

بتول کے دشمنوں کی نسبت شہر جانت و فعل حرام کا الزام۔ تعجب ہے کہ آپ اس کو تمک کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تمک کس چیز کا نام رکھ رکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام ہر ایک کی ذلت و رسوائی بیان کر کے وادیا کرنے کا نام و لاؤ تمک رکھا ہے حالانکہ اگر کسی ادنیٰ شخص پر بھی کبھی کوئی مصیبت و ذلت اس کے اہل کی نسبت پیش آتی ہے تو بعد اس کے کبھی اس کا نام تمک بھی نہیں لیتا چ جائیکہ اس کا سالانہ نام کرے اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہل بیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال اپنے غم کے پیرایہ میں انکو دلیل و رسوا کرتے ہیں جس پر غیر مذہب کے لوگ بھی خندہ زنان ہیں بس فی الواقع یہ حضرات محب اہلبیت نہیں بلکہ دشمن اہل بیت ہوتے۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ محرم میں دارالمؤمنین لکھنؤ کے اندر خصوصاً حضرت مجتہد صاحب کے امام بارگاہ میں اونٹوں پر کچا بے بندھوا کر ان پر سیاہ پوش عورتیں سوار کی جاتی ہیں اور وہ زمان اہلبیت کی نقل ہوتی ہے اور مخلصین ان اونٹوں سے لپٹ لپٹ کر روتے چلاتے ہیں اور ایک ایک کا نام لے کر پیچھتے ہیں بلبلا تے ہیں غرض کیا کچھ طوفان بے غیری ہے جو وہاں نہیں ہوتا پس اس کا نام تمک ہے اور یہ کچھ و لاؤ محبت ہے۔ علامہ انریں اہل سنت نے سوائے بیان تاریخی حالات کے اور وہ بھی بقدر ضرورت نرم الفاظ میں حاشا کہ کہیں اہل بیت کی شان میں کوئی فحش و شنیع لفظ لکھا ہو یا حرام کا الزام اہلبیت کی نسبت لگایا ہو یہ صرف کام مدعیان و لاؤ تمک کا ہے وہیں۔

قولہ: ان تمک کے برخلاف یہ ہے کہ حضرت عباس بن کو حضرت مجیب نے اہل بیت متمک بہ میں داخل فرمایا ہے حضرت خلیفہ اول کی شان میں اگر کہ اللہ بنظر امک فرمادیں۔ اور پھر وہ خلیفہ رسول و امام برحق رہیں کمر اعمال ملاحظہ فرمائیے۔

اقول: اسے اہل خرد و انصاف خدا زاد تو ہمارے اور ہمارے فاضل مجیب کے اس قول کو دیکھیں اور اس سے ان کی مناخرد دانی بلکہ ہمدانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ کی ترکیب لغتی ہی ان کے غلط ہونے پر دال ہے۔ لفظ بنظر امک کو ماقبل سے کچھ تعلق و ربط نہیں اور یہ کلام اس موجود عبارت میں ہے جو ہمارے مجیب ایسب نے نقل کی ہے اصل کتاب یہ کہ دوستیاب نہیں ہوتی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے۔ دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنی کفر کی حالت میں کہا ہو تیسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ حضرت عباس معصوم ہیں۔ اگر بالفرض انھوں نے یہ کلمہ فرمایا ہو چکا۔ چوتھے یہ کہ اگر حضرت عباس نے یہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اول کے خلیفہ رسول

اور امام برحق ہونے میں کیا قدر اور کیا نقصان۔ اس کو ہمارے مجیب لبیب نے کسی دلیل سے ثابت نہ فرمایا جو اس پر بحث کی جاتی یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ لفظ اگر حضرت عباس سے صادر ہوا تو ان کی خطا تھی تو یہ خلیفہ اول کی خلافت و امامت میں کیوں کر قانع ہو سکتا ہے پانچویں یہ تمسک کے برخلاف نہیں، اہل تمسک کے برخلاف یہ ہے کہ حسب تصریح علامہ شیعہ جناب فاطمہ بضوۃ الرسول جناب امیر کی نسبت مانند جنین پروردہ نشین رحم و مانند خاتین درخانہ گریزہ وغیرہ الفاظ شیعہ فرماویں اور آپ ان کو ہمہ جہتی خلیفہ معصوم اعتقاد کریں۔

قول: ہم آپ کی طرح دریدہ دہنی نہیں کرتے، پاس شرم و حیا ترجمہ بھی نہیں کرتے صرف عبارت نقل کر دی کثر اعمال میں آپ دیکھ لیں ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں۔

اقول: ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہنی تو آپ کے لفظ الاسد و یحییٰ کی اور ان کے اسناد کلام وغیرہ کی ہے جو واضح اور ماقول اس فحش اور بے حیائی اور دریدہ دہنی کے ہیں، ہم یہ کہنا کہ ہم آپ کی طرح دریدہ دہنی نہیں کرتے، سرسریہ سب سے بلکہ یہ کہنا چاہتے کہ ہم اپنے محدثین کی طرح دریدہ دہنی نہیں کرتے، ہم نے تو صرف مضمون روایت اپنی زبان میں ایسے الفاظ میں جو بہ نسبت اصل کے کہنا پر اور فحش سے خالی تھے نقل کیا، اس کو آپ خواہ دریدہ دہنی سمجھیں یا فحش و بے حیائی فحش نہیں لیکن یاد رہے اگر یہ دریدہ دہنی اور فحش و بے حیائی ہوگی تو جو آپ کے محدثین نے فسرہ یا دہ نسبت اس کے چہار چند دریدہ دہنی اور فحش و بے حیائی ہوگی، ہم کو دریدہ دہنی حضرات شیعہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ دریدہ دہنی آپ کا جزو مذہب ہے چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

و شام ہڈی کہ طاعت باشد مذہب معلوم دہن مذہب معلوم

خود آپ نے جو کچھ نقل فرمایا وہ باعتراف آپ کے اس سے زیادہ شیعہ ہے جو ہم نے نقل کیا، اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنے کو فحش ہونے نہ ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ ترجمہ کلمات میں کرنے سے شناخت رفع ہو سکتی ہے تو آپ نے بہ نسبت ہمارے زیادہ دریدہ دہنی و فحش اور یہ کہنا کہ ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپ کے جب آپ نے باوجود فارسی خوان ہونے کے سمجھ لیا تو اس کے سمجھنے والے بڑا آدمی نکلیں گے، ایسی نحو بانوں سے اس کی شناخت رفع نہیں ہو سکتی اور نہ آپ دریدہ دہنی اور فحش و بے حیائی کے الزام سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

قول: اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرنا بھی ہم تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں مگر چونکہ آپ نے لفظ شرم کا ذکر وغیرہ لکھ کر جواب چاہا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا مجبور ہم کو بھی یہ عبارت نقل کرنی پڑی۔

اقول: ہماری عزت سے بھی یہ ہی عذر قبول فرمایا جیسے اور سمجھتے کہ ہم بھی ایسی عبارت کے لکھنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں اسی واسطے ہم نے ترجمہ لفظ کنایہ میں کیا تھا مگر چونکہ آپ کے محدثین نے لفظ شیعہ فرج لکھی اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا مجبور ہم کو الزام دہ حدیث نقل کرنی پڑی۔

قول: اب آپ موازنہ فرماویں کہ لفظ فرج شیعہ ہے یا بفرج مکہ۔

مجیب لبیب کی تہذیب اور مسئلہ فحش و حریم کا ذکر اجمالی

اقول: اس حضرت نامہ میں اہل حق میں آخر کے جملہ میں حضرت مجیب نے جو تہذیب و شائستگی کا ذکر فرمایا ہے، اسی کا ہم تہذیب سے کیا ہمارے مجیب اس وقت اذ خاصہ فرج کے مصداق نہیں ہیں اگر ہمارے قلم سے کوئی ایسا غلط نکلیں جائے گا تو ہم کو بھی معذور سمجھ کر لایہ حب اللہ العجیب یا سیرہ میں مسئلہ مذہب کا مصداق قرار دیں گے پس اس سے زیادہ اس کے جواب میں ہم کچھ نہیں عرض کر سکتے کہ ہم کو اس موازنہ کی نوبت بھلا کیونکر پہنچ سکتی ہے اور ہم لفظ فرج اور بفرج میں کیا موازنہ کر سکتے ہیں ہمارے نزدیک تو متعہ تک حرام ہے مگر اہل لفظ فرج اور بفرج میں آپ نے خود ہی موازنہ کیا ہو گا کیونکہ حسب تصریح آپ کے ماہر میزور باقر جہی کے حق یقین میں لفظ حریم میں حرمت اجمالی ہے حق یقین کے صفحہ ۳۵ پر یہ عبارت مل حنفہ فرمایا جیسے، و حرمت دفعی محارم بالغت ذکر بجز برنا براحتی بلکہ عدو قول بجز محقق، اور اس میں آپ کے علامہ مجلسی نے حسب زجر احتمال پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اس کو آپ ہی خوب سمجھتے ہوں گے، عجیب نہیں کہ یہ حرمت بسبب کس جانے حریم کے ذکر سے ہو یا بسبب یقین ہونے پر حریم کے احتمال و عوامل حرمت فرج ہیوی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علق کی وجہ سے یہ حرمت ہو بہرہائیت یہ حرمت کچھ قطع نہیں بلکہ انتہائی ہے جس کی رعایت علی الخصوص وقت رفع خجالات مذہبی نہ ہوئی تو موازنہ بخوبی ہو سکتا ہے، متعہ نہ بنی و قوت یہ بھی ہونے آپ کے حکم کی تعمیل کی، اور لفظ فرج اور بفرج کو میں کیا ہے شک غلط نہ ہوگا شیعہ اور یقین سے یقین اس سے آپ کا مدعا خاص نہیں ہو سکتا، کیونکہ ایک تو لفظ شیعہ و فحش ماہر معصوم کی زبان سے بھی نکل سکتا

اہلبیت صادر ہوا اور ایک لفظ شیعہ غیر معصوم کی زبان سے کسی شخص کی نسبت جو خارج اہلبیت سے ہو نکلے بلکہ بروایات شیعہ کے ناقص الایمان ولد الزنا سے بحق کسی منافق دشمن اہلبیت بلکہ دشمن دین اسلام کے صادر ہو اگرچہ یہ لفظ فی حد ذاتہ زیادہ شیعہ ہو لیکن اہل خرد سمجھ سکتے ہیں کہ کون سا لفظ ہم دونوں مقولہ پر زیادہ شیعہ و قبیح ہوگا۔

قول: اور نیز وہاں نکاح باکرہ مہر ادبے اور یہ مقام ملاحظہ فرمائیے کہ کس موقع پر کہا گیا ہے۔

فیصلہ کن بحث در باب نکاح ام کلثوم

اقول: اگر یہ نکاح ناجائز و حرام تھا جیسا کہ روایات شیعہ سے ثابت ہوتا ہے تو اس کی تباحث و شناخت کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ نکاح جائز اور حلال تھا تو اور بھی زیادہ قبیح و شیعہ ان الفاظ میں ادا کرنا ہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے پیرایہ میں ادا کرنا اور حرام کو حرام جو سراسر ہے حیاتی اور فحش ہو غایت درجہ قباح و شناخت میں ہوگا آپ کو بھی شاید معلوم ہوگا کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کتنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قصبات سے ہیں اس سے زیادہ اور کیا قباح و شناخت ہوگی کہ یہ محبان اہلبیت امہ کی جناب میں عداوت و فحش گوئی اور حیائی کے کلمہ کفر کا صدور بھی امہ معصومین کی حرمت نسبت فرماتے ہیں۔ پس وہ تو شک اسی کا نام ہے جلد یہ ولادہ و تمکک اہلبیت سے کب ہو سکتا ہے، اعادنا اللہ من ذلک۔ اور اب اس موقع کو جو آپ الزام فرماتے ہیں ہر کو دیکھنے کی ضرورت نہ رہی۔ اور اس کی نقل میں خود جناب نے سپوتی و غاص فہ فرمایا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ چند ان موافق مدعا نہ تھا یا یہ کہ آپ نے بھی نقل و نقل کیا ہوگا اور اس میں کچھ نہ ہوگا آپ نے محض اپنے ظن و تخمین سے موقع کلمے موقع ذکر کر دیا اور آپ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ یہ لفظ کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اس کے موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت لکھتے تو ہم بھی الجہد دیکھتے۔

قال الفاضل المحجیب: تو کیا تمکک اسی کا نام ہے کہ بے حیائی و بے حفاظتی ان کی جناب پاک (حاشا جناب) میں ذلک کی حرمت نسبت کریں۔ تو ان شاید پیچھے ہی توں کو کمر لکھا ہے۔ معذرتاً جو کہ اس کی تفصیل کچھ نہیں لکھی ہم بھی کچھ جواب نہیں دیتے۔ درقول سابق کا جواب مذکور ہے۔

بقول العبد الفقیر الی مولاد الغنی: یہ کمر نہیں ہے بلکہ تقریباً حدیثیں ہیں آپ کو کیا خبر ہو آپ نے چند کتابیں مناظرہ کی مدحت فرمائی ہیں اور وہ بھی اپنے عمائد میں آپ اور ہمیں تو اپنے مولائے مجلس کی ہی کتابیں مدحت فرمائیے ان مواقع میں یہاں خلفاء کے خلاف دستور اور حبیبیت کی منہوی و صبر

بیان فرماتے ہیں کیا کچھ بے حیائی اور بے حفاظتی ان کے دشمنوں کی طرف نسبت نہیں کرتے۔ ہماری زبان و قلم میں اس کی تفصیل کی طاقت نہیں اس کی تفصیل آپ کو آپ کے علماء کی تصانیف سے اگر آپ چاہیں اتول سکتی ہے۔

قال الفاضل المحجیب: تو کیا تمکک کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صنوا بہ کو معاذ اللہ ولد الزنا اور ناقص الایمان اور دین و دنیا و آخرت میں ان کو اندھا کما میں چنانچہ کیا بات بینات میں مولوی ممدی علی صاحب سرائے کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت فرمایا ہے و علی ہذا القیاس اقول: آپ کے مولوی ممدی صاحب سنایت ہی علم و دیانت والے ہیں چنانچہ آپ کے قول آیت میں ان کا یہ علم و تدبیر آپ کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ آنحضرت سے سنایت ہی تعجب ہے کہ باوجود ادعائے علم و فضل و تحقیق ایسی روایتیں نقل کرتے ہیں اگر ایسی روایتیں ہوں بھی تب بھی چونکہ ہمارا مذہب نہیں اور کبھی نے حضرت عباس کی جرح و قدح بالتقریر میں کی ہم پر یہ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔

بقول العبد الفقیر الی مولاد الغنی: دانش مندان روزگار کو سوائے عام ہے کہ ہمارے فاضل محجیب کی خوبی و درمناںات کو ملاحظہ فرمائیں اور آپ کی کمال علمی اور تبحر کو دیکھیں، ہم کو اس میں بوجہ چند کلام ہے۔ اول یہ کہ ان روایات کے وجود میں اگر کمر اور شک و تردد کے کیا معنی اگر یہ روایات میں تو شک کیا اور ہمیں میں تو صاف کتنا چاہیے کہ اہلبیت کا افتراء ہے جب آپ ایسے مناظر و مناظر ہو کر شک و تردد فرمائیں تو البتہ موجب تعجب اور مزید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اس کا اخلاص نظر ہے دوسری یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کی جرح و قدح بالتقریر کسی نے نہیں کی یہ بھی غلط ہے قطع نظر اس سے کہ جو الزامات بر نسبت دشمنان جناب بقیۃ الامم رسول اللہ پہلے روایات علامہ شیعہ سے بیان ہو چکے ہیں اور شیخے آپ کے قاضی صاحب شومتری مجالس المؤمنین ورق نمبر ۳۲ پر فرماتے ہیں در کتاب کامل بحانی از امام محمد باقر روایت نموده کہ حضرت امیر درایمی کہ نہ فتنہ در دست فاضلان بود و انما لکنت و اللہ لو کان حمزۃ و جعفر حنین صاحب

فیما ہو یک و لکن اہلبیت بحسین حنفی عقیل و العباس اب تو آپ کو بالتقریر جرح و قدح کا یقین ہوا چاہا اور شیخے اسی کتاب مجالس میں ایک ورق بعد جو یہ عبارت لکھی ہے در کتاب استیعاب و غیر آن مسطور است کہ چون عمر بن الخطاب جہت تخریج

خلافت فاسدہ خود تزیوج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر نمود اور اس کی نقل ہم ابھی اوپر کر گئے ہیں اس کے آخر میں مذکور ہے وغالبہ بواسطہ این دکالت فضول و امثال آنحضرت امیر عباس را مانند دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت و اخلاص نمیدانست اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عباس نے جناب امیر کے تحت جگر کو حث اپنے طبع انسانی کی وجہ سے کہ مبادا زہم و متغایہ حج کا منصب ہاتھ سے جاتا رہے بزم شیعہ سرگروہ نواصب و اعدائے المہبت کے حوا کر دیا کہ جس پر وہ حلال نہ تھی اسی واسطے جناب امیر عباس کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی محبت نفاق آمیز تھی اور شاید عجب نہیں کہ عباس نے جناب امیر سے اس تزیل و توہین کا عوض لیا ہو کہ جو ابوطالب وغیرہ نے اپنے باپ سے عباس کے بارہ میں جھگڑا کر کے لیا تھا کہ یہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کی لوندی سے تو نے بے اجازت قمارت کی ہے آخر لمبی و سفاکش قریش کے اس امر پر فیصلہ قرار پایا کہ جس مجلس میں ابوطالب وغیرہ علیہ السلام کے بیٹے موجود ہوں عباس کو دس بار زنی اور اس پر ابوطالب وغیرہ نے اپنے باپ سے ایک عہد نامہ لکھ لیا چنانچہ اب تک ائمہ کے پاس محفوظ و مصون چلا آتا ہے تو جب عباس کو انہوں نے ذلیل و خوار کیا عباس نے اس کا عوض یہاں آکر نکالا۔ تیسری یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ یہ لازم مذہب ہے اور ہمارا مذہب نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جس کو خود سادھی و قوف ہوگا قنوقر لگائے گا۔ یہ آپ کی ثوب توجیہات آئی کہ جس جگہ راہ فرار جہات ستر سے مسدود دیکھا جھٹ فرما دیا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے لیکن اگر آپ یہ خیال فرمادیں کہ ایسی خرافات سے متکاثر نہ بنیں گے سب سے نجات پائیں سو یہ امر محال ہے افسوس کہ آپ ایسے الزام کی میسبت میں جو سب سے بڑے کہ آپ مذہب کو بھی بھول گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب مذہب کا اطلاق تشبیہات پر ہوتا ہے اور یہ قصہ قصص و حکایات میں ہے جو حال و احوال کی حکایت کر رہا ہے اس کو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہ امر بروایت صحیح ثابت ہے کہ جو عباس کی ولادت کی بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہیں تو یہ قصہ مطابق واقع ہے جو اور معاذ اللہ ولد الزنا ہونا عباس کا آپ کی روایت سے ثابت ہو گیا خواہ آپ مذہب سمجھیں یا نہ سمجھیں پس بمقابلہ اس کے یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے مگر اسے لغو و بے جودہ ہی نہیں بلکہ غیر مفید ہے اگر آپ امور و افایہ کو اپنا مذہب قرار دے دیں تو اس میں کسی کو کیا دخل ہے لیکن الزام تو امور و افایہ سے دیا جاوے گا۔

قولہ: اور معاذ اللہ حضرت عباس ہمارے نزدیک معصوم نہیں۔

مجیب لبیب نے حضرت عباس کی نسبت قدح کو تسلیم کر لیا

اقول: بندہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تمک کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام و صنواہیہ کو ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں اور اس کا یہ جواب ارشاد ہوا کہ حضرت عباس ہمارے نزدیک معصوم نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے اعتراض کو تسلیم کر لیا اور آپ کے نزدیک حضرت عباس معاذ اللہ ولد الزنا ہیں جو آپ کے مذہب میں بخس العین ہے اور کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا اور ناقص الایمان ہیں۔ پس بحان اللہ اہل بیت نبوی کے ساتھ تمک اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا کا آداب یہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صنواہیہ اور بقیۃ آبائی فرما دیں اور اس کو آپ ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں پس ولانے المہبت اور اسلام آپ پر ختم ہو چکا۔

قولہ: سبحان اللہ آپ کو بڑا آداب آباہ رسول اللہ کا ہے آپ کو ایسے امور سے شرم چاہیے اقول: ہم کو جس قدر بقیۃ آباہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے وہ ہماری روایات مذہب سے واضح ہے کہ مخالفین بروئے ہمارے مذہب کے کوئی ظن نہ کر کے لیکن بڑا آداب آباہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات شیعہ کو ہے کہ آپ کے چچا کو معاذ اللہ تو نبی و ولد الزنا اور ناقص الایمان فرما دیں اور شرم و حیا کو دخل نہ دیں دنیا و آخرت میں انہما کہیں اور ذرا خدا و رسول سے نہ شرمیں پھر ان الزام کو دیں اور فرمادیں کہ آپ کو ایسے امور سے شرم چاہیے اہی حضرت اپنے علما و محدثین جو آپ کے مذہب کے ستون ہیں ان کو فرمائیے کہ آپ کو ایسے امور سے شرم دھیا چاہیے اور ہم نے تو شل مشورہ نقل کفر کفر نباشد الزنا نقل کر دیا پھر آپ نے بھی اپنے قول سابق میں اپنے اساتذہ کی اقتداء فرما کر دیں و ایمان شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر حضرت عباس کی نسبت اس خبت کو تسلیم کر لیا۔ بایں ہر جہا و شرم کے لئے ہو کہ کیا جانا ہے کہ آپ کو ایسے امور سے شرم چاہیے گویا جو ہم کو آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہیے تھا وہ آپ نے آپ کو آپ ہی کہہ دیا۔

قولہ: فبقیۃ کفر ہم تہ بہت زیادہ ہے۔ عدم سہو حیا کا خدا بھلا کرے جس کی بدعت آپ بھی ہمارے سامنے ان امور میں گفت کر گئے و سے ہو گئے۔

فبقیۃ کفر ہم تہ بہت زیادہ ہے۔ عدم سہو حیا کا خدا بھلا کرے جس کی بدعت آپ بھی ہمارے سامنے ان امور میں گفت کر گئے و سے ہو گئے۔

حال ہے یہ جھڑکی کے مملات اور امیر خسرو کے اعلیٰ کیوں صادر ہونے لگے ان جملوں کا بعینہ یہ مصداق ہے بیت۔

چرخش گفتت سعدی وزرلین
کیسا کفر کہاں کافق کجا علامہ سیوطی کی ان کی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا ہوش میں آئیے سنبھلتے بندہ کی ایک ہی تحریر میں اور وہ بھی وہ تحریر جو صرف آپ کے شاگرد ابجا میں کھینچنے کے لئے بمنزل جال کے تھی ایسے ہوش و حواس رخصت ہوئے ایک بھی ٹکڑ نہ رہے پھر اس پر یہ جوش و خروش اور بدعوئے۔

قول: رما ولد الزنا کا اعتراض سو یہ بھی ہو پر نہیں ہو سکتا کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں حاصل ہوا کیونکہ شوہر کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر تصرف باطنی وغیرہ جائز ہے کماورد فی حدیث المعصومین ورواد شیخ الطائفة فی التہذیب آپ کے میر ممدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کینہ زادگی کی روایت تو بڑے زور سے لکھی اور حدیث تہذیب کا ذکر تک نہ کیا۔ دیانت کے یہی حصے ہیں کینہ زادہ ہونا کچھ عجیب نہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی نسبت شیعہ کی فحش بیانی اور مجیب کی تاویل علیل اور ان کی تہذیب

افق: اسے اہل علو و الساف ہمارے فاضل مجیب کے صدر قول کو ملاحظہ فرما دیں باوجود آپ مدعی کمال تہذیب اور نہایت شائستگی میں لیکن آپ جواب دے رہے جواب ہو گا کالی کچھ پر جو شہرہ باز ادیان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائے طاق رکھ کر سب و شتم پر اتر آئے اس کے جواب میں ہم مجز صبر و سکوت کے کچھ نہیں لکھتے ہاں اتنا ضرور کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے تو اصل معنی اور بانی اعتراض آپ نے علما اکابر میں جھٹوں نے کیا شائستگی بنی تہذیب و بیان میں اس کو کوئی نقل کیا ہے پس آپ ان پر کچھ نہ بولیں گے جس عتاب سے چاہتے عقب کیجئے آپ کو اختیار ہے کہ کچھ نہیں کہتے ہم تو محض ناقد ہیں اس سے سال کی بات کو یہی پوچھیں کہ کون کون کچھ کا اس سے کہنے

متنبہ کر دیا اگر پھر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہم اس باب میں بھی کیا کچھ ہیں گو آپ اپنے زعم میں ہم سے باعتبار مشق مورثی و قدیم کے اس باب میں بڑے ہوتے ہیں اگر آپ کو اس نقطہ سے یہ مخطوہ نہ تھا تو یوں لکھتے دربار عباس کے ولد الزنا ہونے کا اعتنا نہیں پیشتر بھی آپ نے ایک جگہ اپنی اس چالاکي کا استعمال فرمایا۔ مگر ہم نے وہاں اجمالی جواب پر اٹال دیا اور انتقام نہیں لیا لیکن اس جگہ آپ کو خبردار کرنا ضرور ہوتا کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری چالاکي کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اس کے ہم اصل روایت کلینی کو منتفی الکلام سے نقل کر کے اسل توجہ کو زیر زبر کریں گے۔ ابو جعفر کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تغیل مادر عباس کینہ مادر زبیر بن عبد المطلب و ابو طالب و عبد اللہ بود و عبد المطلب با او متعارف نہ نمود و عباس از وہم سید پل زبیر با عبد المطلب دعویٰ کرنے کہ وہ کاین کینہ از مادر با ما میراث رسیدہ است تو بنی رخصت ابا و او متعارف نہ کردہ و این فرزند می کہ بہر سببہ است بندہ ما ست پس عبد المطلب اکابر قریش را شفاعت بہ نزد وی فرستاد تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد و بنزدیک نامزد نشود کہ عباس و فرزندمان اور مجلسی کہ ما و فرزندمان نامشتہ باشند در مجلس نہ نشینند و در بیچ امری با ما شریک نشوند و حصہ نہ برند پس باین مضمون نامزد نشند و اکابر قریش مہر کردند و این نامزد امہ علیہ السلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ را برای جواب داد و بن علی عباسی فاجر گردانید فاجر ہے کہ روایت کلینی کی ہے اور بشادات ملای مجلسی بسند معتبر مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی اس کی تاویل و توجہ سواس کی کیفیت یہ ہے کہ اس روایت سے چند فوائد حاصل ہوئے اول تو یہ کہ عباس تغیل لوند می زوجہ عبد المطلب کے پیٹ سے تھے۔ دوسری یہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے دعویٰ کیا کہ یہ لوند می بچہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کی میراث سے ہو کو ملا ہے۔ تیسری یہ کہ اس لوند می کے ساتھ بدون اجازت اس کی ماں و مولود کے مقاربت کی نفی جو صریح زنا ہے اس سے یہ پیدا ہوا جو صحیح عبد المطلب نے ان دعویٰ کی نسبت انکار نہیں کیا کہ میں نے مقاربت بلا اجازت نہیں کی تھی بلکہ اجازت مقاربت کی اور یہ بچہ غلام نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس اس کے اکابر قریش کی شفاعت کر کے زبیر کو راضی کیا جو صریح زبیر اس امی سے کہ عبد المطلب نے زبیر کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا تھا باوجودین زبیر نے اپنی رشتہ کے وقت یہ شرطیں کیں کہ اس مندرجہ میں اس کی عدلی سے دست بردار ہوں گا و میں کہیں اس کی اور ہمارے اور جاری اور دے کا مندرجہ میں نہیں رہے

بیمیں نہ بیٹھے اور کسی امر میں ہمارا شریک نہ ہو اور حصہ نہ لیوے اور یہ سب شرطیں عبدالمطلب نے قبول و تسلیم کیں جو بدلتہ نسبت مدعا ہے چھٹی یہ کہ ان شرطوں کی بابت ایک دستاویز لکھی گئی اور اکابر قریش کی اس پر مہریں ہوئیں اور وہ دستاویز ان کے پاس موجود ہے بلکہ اس صائق نے داؤد بن علی عباسی کے جواب کے لئے اس کو کافی ہر فرمایا تھا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجہ یہ فرمائی کہ اعتراض مسلمات مذہب پر ہوتا ہے اور ردلول روایت کا وطی بجا برتہ الزوج ہے جو چارے مذہب میں ہرگز زمانہ نہیں کیونکہ زوج کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ میں تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطائیفی التندیہ اس پر دال ہے لیکن یہ تاویل بہت وجہ سے محل بحث ہے۔ اول یہ کہ اگر یہ وطی جائز تھی تو زہر کا دعویٰ کرنا کہ متاثر است بلا اذن واقع ہونی اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبدالمطلب کا اس کو تسلیم کرنا اور بنارشش اکابر قریش زہر کو راضی کرنا اور عہد نامہ لکھنا کہ عباس اور اس کی اولاد ہماری مجلس میں برابر نہ بیٹھے جو صریح غلام ہونے اور ولد الزمان ہونے کی تسلیم ہی پوری اور آخر تا ہوگا جب عبدالمطلب نے اس عہد کو تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہونے کو تسلیم کر لیا اور غلام ہونے کے بجز اس کی کوئی صورت نہیں کہ وطی حرام ہو کیونکہ وطی حلال ہوتی تو ولد حر ہوتا چنانچہ آپ کی کتاب فہم مصر ہے تو یہ کہ اگر یہ وطی جائز اور حلال تھی سرسرخ غلط اور بے سود ہوا مثلاً اس کا یہ ہے کہ اصل روایت کے مطلب ہی کو نہیں سمجھا۔ دوسری یہ کہ سرسرخ غلط اور غلط مذہب ہے کہ زوج کو جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے کیونکہ روئے مذہب حلال ہونا جاریہ کا تین قسم میں منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ مخصوص ہے دوسری کنیز کا مالک ہونا۔ تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لئے مباح و حلال کرنا اس وقت چارے پاس جامع عباسی موجود ہے اس سے مفصلاً نقل کرتے ہیں مطلب دوم در بیان نکاح کنیز، وہاں ہر قسم قسمت اول عقد و آن مخصوص کنیز غیر امت، قسم دوم مالک شدن کنیز، قسم سوم اباحت و تحیل است و آن چنین است کہ شخصی بدیگری دخول کردن حلال کند و این قسم از خواص فرق ناجیہ اثنا عشر پرست، اور اس کے آخر میں لکھا ہے و فرزندیک زین کنیز ہم رسد اگر پدر او آزاد باشد و صاحب کنیز شرط نکحہ باشد کہ فرزند او بندہ باشد از اوست اب ہم کو بخشنے ہیں کہ تغیر مادر عباسی میں یہ تینوں موقوف ہیں۔ عبدالمطلب کی ہر ایک عقیقہ نکاح واقع ہوا نہ لکھنے اجازت دہی چنانچہ صریح زہر نے کہا کہ توبہ جائز است و ہاد متاثر است کردہ ہیں ہر سے

فاضل مجیب کا یہ کہنا کہ جواری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سرسرخ غلط ہو کیونکہ مملوکات غیر نکاح طے بجز عقد یا تحیل کے نہیں ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ، ہاں من لایحضر کی روایت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کے مال پر یہ ولایت ہے کہ بدو اس کی اجازت کے زوجہ کو اس میں تصرف جائز نہیں نہ یہ کہ زوج کو اس میں مالکانہ تصرف جائز ہو یہ ہر گز صحیح نہیں ہو سکتا۔ من لایحضر کے باب حق الزوج علی المرأة میں ہے،

وروی الحسن بن محبوب عن عبد اللہ امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ عورت کو بدو اس کی اجازت اپنے شوہر کے اس کے سامنے پیشال قال لیس للمرأة مع زوجها فی حق ولہ میں عقیق میں اور صدقہ میں اور تبرک کرنے میں اور میری صلیتہ ولانہ بدو ولا حبتہ ولانہ زنی میں اور نذر میں اختیار نہیں، من گریچ یا نہ کو تو پالنے مالہا الا باذن زوجها الا فی حق حج او زکوٰۃ والدین کے ساتھ سلوک یا اپنے اہل قربات اور برادر الیہا وصلۃ فل بہتہا کے ساتھ صلہ رحمی میں اختیار ہے

اور اس قدر ولایت حاصل ہونا اور اس سے اور تصرف مالکانہ دوسرا امر ہے۔ تیسری یہ کہ باقریہ اگر یہ مسئلہ مذہب ہو اور اہل مذہب کے نزدیک معتبر سمجھا گیا ہو تاہم غلط اور خلاف نصوص قاعدہ کے ہے۔ کیونکہ خداوند کریم جل و علا شانہ نے اپنی کتاب مجید میں دو جگہ ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی فروج کی محافظت کرتے ہیں ماسوائے اپنی ازواج اور اپنے مملوکات کے وہ فواحش اور فاحشہ اور فاحشہ ہیں اور جو سوائے اس کے کوئی محل طلب کریں پس وہی میں حد سے تجاوز کرنے والے آیات سورہ مومنوں اور سورہ معارج میں مذکور ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وطی سوائے اپنی زوج یا اپنی جواری مملوک کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جواری مملوکات زوجہ کی اپنی مملوکات نہیں ہیں نہ اپنی زوجات ہیں پس جو شخص ان سے طلب کرے وہ حد حلال سے تجاوز ہے اور داخل وعید ہے عن اتبعی رذائل فاعلم انک حرام و حادون۔ جو لوگ اس سے سوا اٹھاتے ہیں وہی حد سے گذرے

پس عبدالمطلب کی وطی حسب ارشاد خداوندی حد حلال سے تجاوز ہونی اور حرام واقع ہونی پھر جو اس سے واپس نہ آئے ہو گا اس کو دیکھنا چاہیے کہ کیسا ہوگا۔ شاید فاضل مجیب اس کا یہ جواب دیں کہ یہ آیات ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازمہ مذہب ہے اور لازمہ مذہب براعتہ اہل نہیں ہو سکتا چنانچہ یہ کہ اگر فی واقع روایت تندیہ میں یہ مضمون مروی ہے درمیان ہوا کیونکہ اگر اس سے توبہ کرے

اس موقع پر اس کو نقل فرماتے تو معلوم ہوتا ہے شاید یہ زبانی باتیں ہیں تو یہاں فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیوں بھول گئے ہم بھی کہتے ہیں کہ مدلول روایت تہذیب کا آپ کا مذہب نہیں ہے بلکہ لازم مذہب ہے آپ پہلے اس کا مذہب ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپ کی تو کیا حقیقت ہے آپ کے ملائے مجلسی سے تو یہ مرحلے نہ ہوا اور اس باختم ہو کر حدیث کی تضعیف اور غرابت ثابت کرنے لگے۔ حالانکہ خود ہی اس حدیث کے سلسلہ سند کو مندرجہ فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: این حدیث بسیار غریب است و چون عبدالمطلب از وصیاریہ بود بناید کہ از وی حسدانی صادر شدہ باشد پس محفل کہ عبدالمطلب بولایت تقویم بر خود نمودہ باشد یا مادر زبیر کثیر یا دجشیدہ باشد وزبیر از زن خمر داشتہ باشد و علی ای حال خطا زبیر و ان آسان ترست از نسبت دادن بعبدالمطلب انتہی۔ آپ کے مولائے مجلسی نے اتنا حیا کو کار فرمایا کہ وہ احتمال جو جناب سامی نے خلاف مذہب خود بیان کیا کہ مطلق مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہیں ذکر فرمایا بلکہ وہ احتمال ذکر فرمائے کہ محفل ہے کہ بدو اسلام اپنی ولایت کے اس لوندھی کو بطور قیمت کے لے کر تصرف کیا ہو یا مادر زبیر نے اس کو بخش دیا ہو۔ اور وہ روایت جو ہم کلینی سے اوپر مذکور کرتے ہیں صریح اس کی کذب ہے کیا محفل کے اگر ایسا معاملہ ہوتا تو عبدالمطلب کیوں چپکے رہتے اور کیوں زبیر کے دعوے کی تردید میں اس کو پیش نہ کرتے اور کیوں ان مشرکین کو جو عباس کی غلامی اور ان کے ولدا الزنا ہونے پر ولایت کرتے ہیں تسلیم کر لیتے کوئی شخص جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی ادنی تذلیل و تحقیر سے وجہ نہیں چاہتا اور میں رسد رکھ سکتا۔ چہ جائیکہ عبدالمطلب جیسا شریف اور عالی مرتبہ ایسی خورشی کو اپنی اولاد حر کے واسطے تسلیم کر لے۔ زنا غرابت حدیث کا دعوے سو یہ بالکل لغوی ہے کیونکہ اجماع محدثین و اخبار میں روایت کلینی کی قطعی الصدور میں اور اصونہ و فروغان سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ پس اس کی غرابت کا حکم محض محکوم ہے اور دعوے و صایت عبدالمطلب یہ اور بھی پوچھ کر لیں۔ انفسوس کہ وصایت کی اصرار ابنہ عبدالمطلب کو نہ ہوئی اگر زبیر کو اپنے باپ کی وصایت کی تردید ہوتی تو زبیر حیدر ان استبعاد نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ ابو طالب کو جو وصی وصی تھا اور وصایت کو بھی لہجہ نہ ہوئی اور نہ حضور زبیر کو اس کے دعوے سے روکنے اور عبدالمطلب کے اکابر قریش کے پاس شفاعت کے لئے فرزند ارجمند کی خدمت میں دربر نہ ہوئے و ذلیل ہونے کی غرابت بانی۔ پس یہ روایت تمام وجوہات کی قاطع اور کامدائیمات و تسلیمات کی بنا پر قطع نظر ہے۔ بعض بر روایت آپ نے امام شافعی سے روایت کی یا ان کے ساتھ کہ کذب و

افترا ہو یا بالغرض محال حسب دعوے ملائے مجلسی مادر زبیر نے اپنی لوندھی اپنے زوج کو بخش دی تھی یا مباح کردی تھی یا عبدالمطلب نے بولایت خود اپنے اوپر اس کی قیمت کر لی تھی یا حسب دعوے عجیب بلیب مطلقاً زوج کو جو اسی مملوکات زوجہ پر تصرف وطی وغیرہ یعنی لواطت جائز ہے

تشمیح کے نزدیک ولدا الزنا ہونے کا قاعدہ کلیہ

تتبعہم اور روایات کو جو بطور قاعدہ کلیہ کے عدم طیب ولادت عباس و عقیل بلکہ بہت سے بنی ہاشم و علویین بلکہ سادات فاطمیین بلکہ انبیاء و مرسلین پر بنا بر اصول امامیہ ولادت کرتے ہیں کیونکہ رنج کرہں گی اور اس وسط سے کیونکہ نجات پائیں گی۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملائے مجلسی اور صدوق نے بزرگوں خود احادیث ائمہ سے ثابت کیا ہے کہ اہل بیت کی عداوت اس شخص کے عدم طیب ولادت کو مستلزم ہے چنانچہ خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے روایات ذیل اس مدعا کے ثبوت کے لئے نقل کی ہیں شیخ صدوق نے علل الشرائع میں امام صدوق سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من احبنا اهل البيت فليحسد الله اول
النعوقيل وما اول النعوقيل طيب
اولاده ولا يحسن الاصل من طابت
ولادته

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل بیت کو محبوب جانے چاہیئے کہ سب سے پہلے نعمت پر خدا کی حمد کرے کسی نے عرض کیا کہ سب سے پہلے نعمت کیا فرمایا ولادت کی پاکیزگی اور ہم کو پھر اس مومن کے حیر کی ولادت پاکیزہ ہو محبوب بنیں جائے۔

اور شیخ طبرسی نے احتجاج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی فرمودہ باعلیٰ دوست نمیدارد ترا گمراہ کسیر ولادتش نیکو پاکیزہ شد و دشمن نمیدارد ترا گمراہ کسیر ولادتش خبیث باشد

فی المحاسن عن عبد الله بن مسعود بن ابي
عبد الله عن الحسن بن مالك بن ابي
صلی اللہ علیہ وسلم کان ذات یوم جالساً
عن باب الله رومہ علی بنت ابي طالب
اذ اقبل شیخ فسلم علی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثم انصرف فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لعن العرق الشیخ فقامت لہ

الحسن بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے دروازہ پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے علی تھے اچانک ایک لڑکی آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام دیا اور چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ یہ کون سی لڑکی ہے تو نے کہا کہ یہ عرق الشیخ ہے تو نے کہا کہ لعن العرق الشیخ فقامت لہ

علی ما عرنا فقال هذا ابليس فقال علی
لوعلمت یا رسول اللہ لضربته ضربة بالسيف
فخلصت امتك منه قال فالصرف
ابليس الی علی فقال له ظلمتني یا ابا
الحسن اما سمعت قول اللہ عز وجل و
شارکهم فی الاموال والاولاد فواللہ
ما شرکت احد احب فی امه ویزید ذلک
بیانا وتفسیرا ما ووسی صدوقه فی العیون
من علی بن ابی طالب قال کنت جالسا عند
باب الکعبة واذا شیخ محمداً قد سقط
حاجباہ علی عینیه من شدۃ الکبر
فی یدہ عکاز وعلی راسہ برنس
احمر وعلیہ مدرأۃ من الشعر قدما الی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسنداً ظہیرا
بالکعبة فقال یا رسول اللہ ادعنی بالمعفرة
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاب سعید
یا شیخ وصل عکاک فاما ولی الشیخ
قال لی یا ابا الحسن العرفۃ قلت للبحر
لو قال ذاک النعمین ابليس قال علی خلیہ
اسدہم فخذوت خلفہ حتی یحفرته
وصرعت الارض علی صدرہ
ووضعت یدہ فی حنطہ وحنتہ
فقال رافض یا ابا الحسن فانی من
مناہل حیات الی یرم بوقت المعبر و
فی یدہ مہمہ بغض حاد

میں پہنچا تا فرمایا یہ ابلیس ہے علی نے کہا یا
رسول اللہ اگر میں جانتا تو تلوار کا ایسا دور مار تا کہ آپ
کی امت اس سے بچوت جاتی تو ابلیس علی کی طرف
پھیر آیا اور کہنے لگا اے ابوالحسن تو نے
مجھ پر ظلم کیا کیا تو نے اللہ عز وجل کا قول نہیں
سناروشا رکھ فی الاموال والاولاد خدا کی قسم جو تجھ کو سب
رکھتا ہے میں اس کی ماں میں شریک نہیں ہوا صدق
نے عیون میں علی سے روایت کیا ہے نہ فرمایا میں
کعبہ کے دروازہ کے پاس بیٹھا تھا چاک ایک ایک
بڑھا کوزہ پشت جس کی پلکیں بڑھاپے سے
آنکھوں پر گر پڑی تھیں اس کے ہاتھ میں ایک
لجھا ہتی اور اس کے سر پر سرخ کلاہ تھی اور
اس پر ان کی کٹی تھی بنی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا کعبہ
پیچھے کا سہارا لگے ہوئے آیا اور عرض کیا
یا رسول اللہ میرے لئے مغفرت کی دعا کیجئے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شیخ تیری سسی
ناکامیاب اور تیرا عمل بیکار ہے جب اس نے
پیچھے پھیری مجھ کو فرمایا اے ابوالحسن تو اس کو
پہنچا تا ہے عرض کیا نہیں فرمایا یہ ابلیس نعم ہے
علی نے کہا میں اس کے پیچھے دوڑا تا کہ اس کا
گلا گھونٹ ڈالوں اس نے کہا ایسا نہ کر اے
ابوالحسن کیونکہ قیامت تک ملت دیگا ہیں
خدا کی قسم سے علی میں تجھ کو دوست
رکھتا ہوں اور جو تجھ سے بعض رکھتا ہے
میں اس کے پکاس کی ماں میں شریک

الاشترک اباہ فی امہ فصار ولدا زنا
ففضحک و خلعت سبیلہ انتہی
ہو تا ہر مردہ سے جو توبہ میں نے ہر
کراس کو بچھو دی

اور علامہ باقر مجلسی نے علیہ التیقین میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ آنجناب فرمود
دشمن باہل بیت نیست مگر کسی کہ ولد الزنا باشد یا مادرش در حیف یا پدرش در غیہ
دوسری حدیث میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ راوی پرسیہ بچہ چھو بیٹا نہ ست کہ
کسی شریک شیطان شدہ است فرمود ہر کہ مارا دوست میزد و شین نہ جد شریک نہ ست کہ
وہر کہ دشمن است شیطان درو شریک ست علاوہ ان کے اور بہت سی قصوں میں جو اس
مدعا پر دل میں جن کی نسبت حسب تصریح خاتم المتکلمین اکابر امامیہ نے شدت مدعیوں کی ہے
پس ان احادیث سے صریح ثابت ہوا کہ جو شخص جناب امیر و دیگر مومنین سے دوستی ہے
اور بغض ابلیسیت ہے دلہذا امام اور لفظ شیطان ہے اب ہر مومن شیخ و احفاح امیت ہونا
عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرتے ہیں اول قاضی نور اللہ شوشتری نے بھی اس میں اس کی
باب غضب ام کہنہ صریح ظاہر علی تعلق اور اس غضب میں معاونت نمونہ کی ہے ساتھ میں کی
طرف منسوب کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں کہ ظاہر ابواسط و کالت فضیول و متان حضرت
امیر عباس رانا نہ دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت و اخلاص و غیرت و مدد خانہ گیسو نہ دیوں
سید الشہداء مذکور شدہ آنحضرت علیہ السلام از عباس و عقیل بحیثیں مومنین نہ حیات نہ مذ
اور ظاہر ہے کہ جو شخص رعایت اہل بیت نبوی ترک کرے اور بن حورن و متان و غیرہ متعصب
ام کلثوم میں غاصبوں کا شریک اور معاون ہو اس کی ناصیت اور عداوت نسبت میں نہ کہد

حاشیہ اہل دانش اور تصنف پر غنی ذریعہ ہے کہ ان روایتوں سے ثابت ہے کہ
امیر کو ابلیس جیسے قیامت تک ملت دی جائے گی یا جو یہ بھی باوجود یہ قرآن میں باوجود ہے ہر
ماکان و ما یكون غنی سے آپ نے نہ دیکھنے کا وہ دیکھ بعد تغیر و تعلق میں جناب امیر
کے قتل کے ارداسے باز رہے تو اس سے شیخ جو مت من لہذا رضی اللہ عنہ نسبت کی ہے
بنایت قرآن کی بھی قرعہ میں ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ
کب میت کو معبود دھتی مت کہ اس کے ہاتھ موڑا نہ کریں اور اس کے ساتھ میں نہ ہوں نہ ہوں
تو میں بہت دور سے من رہا

شعبہ ہے پس اس کی ولادت کے بارہ میں حضرات شیعہ جو کچھ فرما رہے ہیں ہم سابق میں نقل کرتے ہیں۔ دوسری روایت فقہ الاسلام کی ہے جس کا ترجمہ حیات القلوب میں کیا ہے اس کو بخاتم المشکین سے نقل کرتے ہیں۔ سید راز حضرت امام محمد باقر العلوم پر سید کہ کجا بود عزت و کثرت و شوق کتب با اثر کہ حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ما نہ بودیم و حمزہ کہ در غایت ایمان و یقین و از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و دوسرا ضعیف الیقین ذلیل النفس تازہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشان را در جنگ بدر اسیر کردند و از او کردند ایمان چینی قوتی نمیدارد و بخدا سوگند کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر می بودند در آن فتنہ ابو بکر و عمر یا راسی آن نہداشتند کہ حتی امیر المومنین را غضب کنند و اگر سعی میکردند البتہ ایشان را می کشتند انتہی۔ اس روایت سے واضح ہے کہ عباس و عقیل مطیع نفس امامہ دنیاوی طمع کی وجہ سے غلامی کے کاسہ لیسوں میں شریک ہو گئے۔ اسی واسطے جناب امیر نے ان کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خلافت پر بیعت کرنا چاہا تو اس پر اعتبار نہ کیا اور بیعت قبول نہ کی پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مقدمہ جو حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صنو ابیہ کی نسبت جن کی نسبت آپ تقیہ آبا کی فرماویں اور فرماویں کہ عباس کی ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اس کی تعظیم و توقیر کو د بیان کئے جاتے ہیں آپ کی نصب و عداوت ابن بیت نبوت پر واضح دلیل ہے اور جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو مدلول ان روایات کا جو متواتر المعنی ہیں اور قاعدہ کلیہ کے اثبات میں ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔ معاذ اللہ آپ پر صادق آیا اور نصب ابنیاء و مرسلین بھی ہم اصول شیعہ پر ثابت کرتے مگر عجلت و وقت اور قصد اختصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات متضاد و متعارضہ میں نقل ہو چکی ہیں اس وقت ہم اس کی تفصیل سے معذور ہیں۔

قول: دنیا اور آخرت میں اندھا بنو باجو کھا ہے اس پر بھی کمال حیف ہے آپس کی مہنی و محابہ کو حضرت اعلیٰ ارشاد سمجھ گئے ہیں۔

حسب روایات شیعہ آیت من کان فی ہذہ اعمی الہ عباس کے

حق میں نازل ہوئی بطور تمسخر نہیں

اقول: اگر یہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپ کے علماء نے صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اس کو تمسخر اور مطاہرہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس کہ آپ اس کو واقعی سمجھ گئے اور اگر ایسا بدستور ہے تو بھی غلط ہے فشا اس کا یہ ہے کہ اپنی کتابوں کی خبر اور نہ ختم کی کتابوں کی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہوگی لیکن جواب کے خوف سے اس کو مہنی مذاق کردیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپ کو نہ سوجھا ورنہ بہت کام آتا۔ لیکن ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ یہ پہل اور مطاہرہ نہیں بلکہ سراسر واقعی ہے سبحان اللہ حضرت تو آیت کا نشان نزول بیان فرماویں اور آپ اس کو مہنی تمسخر میں اتار دیں سلمنا لیکن کیا جیسا آپ اللہ کو بطور تقیہ جھوٹ بولنا درست فرماتے ہیں تو کیا سنی مطاہرہ میں بھی اللہ کو جھوٹ بولنا روا ہے۔ نیچے ہم اس کے ثبوت میں عبارت غنی الکلام کی نقل کرتے ہیں۔ خاتم المشکین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اگر بر این دلیل قناعت نکنی و گوش ابرمد لول آن مکابرة و مجادلة نہ منی دلائل دیگر ہر اصدا ثات و ما بصیبت این بزرگان چنین خود دارم از انجرا روایت اسناد کلینی است از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کہ در حق عبد اللہ و پدرش عباس این آیت نازل شدہ و من کان فی حد ذلک فہذہ اعمی و اخرۃ اعمی و اصل سبیلہ یعنی ہر کہ در دنیا کو درست و راہ حق را نمی بیند پس او در آخرت کو درست از دیدن راہ ہشت و مگر راہ راست انتہی ترجمہ الایۃ: اگر میری علی لسان صاحب حیات القلوب پس اگر مرد و اگر کوری این پدر و پسر معاذاً ترک رفاقت و تقوی و میل بدنیائے غلغلا و معنی ما بصیبت باشد فذاک عین انداء و اگر تیرہ دیگر باشند مثل انکہ را توحید یا نبوت و معاد یا فسق و فجور پس واجب است کہ ان خصوصیت بتعمیر و تخریر ان بردارند و در مقام منافذ اخبار ان سازند انتہی۔ ابن عقل و انصاف اس عبارت کا ملاحظہ فرماویں اور دیکھیں کہ یہ بیان نشان نزول بطور مہنی و مطاہرہ کے ہے یا واقعی اور نفس نامہ من اگر واقعی ہے اور روایات شیعہ سے ثابت ہے تو ہر ہمارے فاضل مجیب کا اس کو محابہ سمجھنا کیا اسی وجہ سے کہ جواب کی بلا سے نجات یا جاویں یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ اس بیت

پر جواب لکھنے بیٹھے لا حول و لا قوۃ الا باللہ

قال الفاضل المحیب: قولہ اب موازنہ فرمایا لیجئے کہ اہلسنت نے تمسک بالیقین کیا ہے یا حضرات شیعوہ نے۔ اقول: آپ نے اہل سنت کا کچھ تمسک ذکر نہیں فرمایا کہ موازنہ کیا جانا محض دعویٰ لسانی ہے۔ چند روایتیں شیعوہ کی جو بڑے غلط و خلاف تمسک بحیث نقل کردی ہیں کہ جواب گذر چکا موازنہ کیا جائے کس سے کیا جائے اگر کچھ اپنا تمسک بخیر فرماتے تو البتہ موازنہ ہوتا۔

یقول البدر الفقیر الی مولانا: افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو بھول گئے کہ اس میں کیا مسئلہ لکھا تھا بعد اس کے بندہ کی تجویز کا بھی مطلب نہ سمجھ جو آپ موازنہ پر مجبور ہوئے۔ آپ اپنے سوال کو مدخل فرمائیے کہ آپ نے معاملہ عقد خلافت و قصد احراق کے تمسک کا غلط کیا تھا۔ کمترین نے بھی یہ جواب اس کے چند روایات جو مستلزم عدم تمسک شیعوہ کے غلطی ذکر کر کے مندر کیا کہ جب ہمارے عدم تمسک یہ سبب جو آپ نے ذکر فرمایا اور آپ کا عدم تمسک یہ ہے جو ہم عرض کرتے اور قاعدہ سبب یثرت، شیار با صنداد ہوا اس سے اب ہمارے اور اپنے تمسک میں موازنہ نہیں پس خاصہ کہ اس کے واسطے ہم کو اپنے تمسکات میں کرنے کی ضرورت نہ تھی اگر آپ صاحب سمجھتے تو موازنہ کے لئے ہمارے تمسکات کے صاحب ہوتے اور ہوا بات تو یہ ہے کہ آپ نے تحریر فرمائی کہ حالت ابرحق و انصاف پر تجویز اہلسنت اور عجب نہیں۔

بھل بیٹھے جس میں آپ بھی انصاف کرتے ہوں گے۔

قولہ: اب آپ کی حرج ہم بھی مان کر رہے ہیں کہ کیا تمسک کے یہ بھی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو مؤلف و مدخل بنادین اور اس کو کتب دین اور یا پھر دین و رس اللہ کی جی و نوز و کافر کہیں اور یا ایک اسد ملے اس میں جدائی و اہل سنت کو کفر جسے کی دھمکی دی اور جن کو کھٹتے تھے اس پر رسول خدا و صلوٰۃ علیہ و آلہ و سلم فرمایا کہ اس کو خلیفہ رسول و امام برحق قرار دیں ان غیر ذمہ

اقتول: بھول نہ ہوئے تو ان مسائل کا بڑی بے احتیاطی و غلطی سے بحث کر چکے ہیں جس سے کفر و ایمان دو نہیں ہے۔

قال انصاف المحیب: فوراً بین ہم جناب صاحب کی تحریر سے معذور ہوتا ہے کہ ان کے

شیعوہ کی سند کے ساتھ یہاں لکھی ہیں

نزدیک صرف قصد احراق ثابت ہے الحمد للہ جن حضرات شیعوہ نے وقوع احراق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہیں ورنہ اسی کو موقع طعن میں بیان فرماتے۔ اقول: کیا جناب محیب ہم کو بھی مثل حضرات اہل سنت تصور فرماتے ہیں کہ دعویٰ بلا دلیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات کے مخالف کو الزام دیں ہمارا یہ شیعوہ نہیں ہم مقبولہ فریقین یا مقبولہ خصم سے الزام دیتے ہیں اس لئے حوالہ کتاب بھی گذارش ہوا تھا مگر جناب نے اس سے انماض و اعراض مصلحتی فرمایا۔

شیعوہ اہلسنت کی مانند قطعاً نہیں

یقول البدر الفقیر الی مولانا العنی: معاذ اللہ ہم آپ کو ہرگز مثل حضرات اہل سنت کے تصور نہیں کرتے۔

وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الموات۔

مٹا نہا اور بینا اور اندھیری روشنی اور سایہ اور گرمی برابر ہیں اور نہ زندے اور مردے برابر ہیں۔

لیکن یہ تو فرمائیے کہ آپ نے ہماری کس عبارت سے سمجھا ہے کہ ہم آپ کو مثل اہلسنت کے تصور کرتے ہیں خدا کے لئے کہیں تو نشان کرتے ہم نے تو صریح یہ لکھا تھا کہ بس حضرات شیعوہ نے دعویٰ وقوع احراق کا کیا ہے جس کے جواب سے جناب نے مصلحتی اعراض و انماض فرمایا پس اگر ان کا دعویٰ غلط اور کذب ہے چنانچہ آپ کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپ کو چاہیے تھا کہ یہ فرماتے کہ کیا ہم کو بھی مثل حضرات علماء شیعوہ کے تصور فرماتے ہیں بلکہ اور آپ کے دعاوی اور دلائل اور استدلال و الزامات کا حال آپ کی تحریر سے خود اہل انصاف پر واضح ہے کہ ہمارے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور خود یہ ہی دعویٰ آپ کے اس قول میں آپ کے دعوے کا مکذب ہے۔

قولہ: معذرتاً سوال کی کس عبارت سے یہ بات آپ نے سمجھی۔

اقول: جناب یہ امر میری گذارش سے ظاہر تھا مگر افسوس کہ آپ اردو کی سہل عبارتوں کو نہیں سمجھتے میرا خلاصہ گذارش یہ تھا کہ یہ موقع صحن کا تھا اور ایسے موقع میں حتی الامکان کوتاہی نہیں کی جاتی جو امر زیادہ باعث حق ہو اس کو ترک کر کے خفیف کو منیں ذکر کیا جاتا ہے جب آپ نے قصد احراق محل طعن میں بیان فرمایا حالانکہ آپ کے بعض علماء مدعی وقوع نفس احراق کے ہیں اور وقوع نفس

احراق کو جو باعتبار طعن اشد تھا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپ کے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اسی کو ذکر کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے نزدیک چنداں قابل اعتبار نہیں۔

قال الفاضل المحیب: قوله: باقی بقصد احراق جو امر تبلیغ سے ہے اس کا منسل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ محل اجمال ہے اسی قدر کافی ہے۔ اقول: اور کس بات کا آپ نے جواب عطا فرمایا کہ اس کی نسبت باقی رہا بلکہ فرماتے ہیں آپ نے شروع ہی سے وہ چال اختیار کی ہے کہ جو امور ہم نے دریافت کئے تھے بزع خود ہم پر بھی منقلب کر دیئے اور اس سے آپ کی غرض صرف اصلی جواب سے پہلو ہتی کرنا ہے۔

شیعہ مدعی کی تہی دامن

يقول العبد الفقير الى مولاه العفی: ہم شروع رسالہ میں گزارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ مدعی بھی تھے اور آپ نے اپنے دعوے کو بلا دلیل ذکر فرمایا تھا تو ہم نے آپ سے آپ کے دعوے کی نسبت دلیل طلب کی اور آپ کے سوال کا اجمالی جواب دے کر آپ کو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اس وقت مستحق ہوں گے جب کہ اپنے دعوے کو بدلائل ثابت کریں گے چنانچہ اس تحریر میں بزع خود آپ نے اپنے مدعا کو بدلائل ثابت کیا گو باعتبار واقعہ کے ثابت نہ ہوا ہو پس ہم نے بھی اپنے اسل رسالہ میں آپ کے سوال کا جواب کسی قدر بسط و تفصیل کے ساتھ گزارش کیا پھر آپ کا یہ فرمانا کہ اس سے آپ کی اصلی غرض صرف جواب سے پہلو ہتی کرنا ہے محض دعوے کے لیے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم استحقاق جواب کے یہ اجمالی طرز اس لئے بھی اختیار کیا تھا کہ آپ کو انظار و اباحت میں پھنسانے کے لئے ایک جال تھا سو بحول اللہ وقورہ حسب مدعا آپ ایسی اباحت کے جال میں پھنسنے میں کقیامت تک محضی محال ہے۔

قوله: مجھذا سوال میں قصد احراق ہی ذکر ہوا ہے اور جو کتاب بھی درج ہے مناسب تھا کہ اس کا جواب تحقیقی یا الزامی تحریر ہوتا اور اس قدر تعرض کی بھی کیا حاجت تھی جس طرح اصلی سوال کے جواب میں سکوت اختیار فرمائی یہاں بھی خاموش رہتے۔

طعن قصد احراق بیت فاطمہ کا جواب

اقول: انفسوس کہ بندہ کی گزارش فہم شریف میں مآئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصد امور قلبیہ

سے ہے یہ آپ کے سوال کا اجمالی جواب تھا اور حاصل اس کا یہ تھا کہ آپ نے قصد احراق کا دعویٰ فرمایا اور جو روایت کہ آپ نے ذکر فرمائی اس کی یہ عبارت ہے۔

و ايعا الله ما ذاك بلانف ان استحق
طوعا و التفر عندك ان ام همدان يحرق
اور اللہ کی قسم اگر میرے لوگ تیرے پاس
مجمع ہوتے تو یہ مجھ کو اس سے مانع نہ ہو گا کہ میں ان
علیہم البیت۔ پر گھر جلانے کا حکم کروں۔

اور ان الفاظ سے قصد احراق ثابت نہیں ہوتا بلکہ محض تمہید لبصرہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسے کلمات ایسے مواقع میں محض تمہید کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوتی اور دعویٰ ثابت نہ ہوا آپ نے بجز اس ایک روایت کے اور کوئی قرینہ بھی بیان نہ فرمایا تھا جو مثبت تصدیق عزم ہو پس ایسے پوچھ استدلال کی بیج کنی اور قطع عرق کے واسطے یہ ایک جملہ بھی کافی تھا بشرطیکہ فہم سے کام لیتے چونکہ اب آپ اس کی تفصیل کے طالب ہیں اور یہ موقع بھی اس کی تفصیل کا ہے اس لئے ہم اس کی تفصیل کے لئے بھی حاضر ہیں لیکن ذرا متوجہ ہو کر سنئے واقفان مناظرہ مذہبی فریقین پر مخنی نہیں ہے کہ حسب عادت قدیم خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و خراش کرتے رہتے ہیں شیعہ کے اس مسئلہ میں بھی رنگ برنگ کے اقوال رہے اول وقوع احراق کا دعویٰ ہوا چنانچہ علامہ طوسی نے تحریر میں اور ملا باقر مجلسی اور بعض متاخرین نے بھی لکھا اور بعض علماء جن میں سے ہمارے فاضل مجیب بھی ہیں جب اس دعویٰ کی غلطی پر متنبہ ہوئے تو اس دعویٰ کا انکار کیا اور قصد احراق کا دعویٰ کیا پھر جب بعض علماء کشاکشی اباحت اہل سنت میں گرفتار ہوئے تو انھوں نے اس کو تمہید اور تحویل پر محمول فرمایا چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہمارے فاضل مجیب کا دعویٰ نہیں بلکہ بعض علماء نے خود تکذیب فرمائی اس لئے ہم اس کی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور ابطال دعویٰ قصد احراق کی طرف عنان توجہ منعطف کرتے ہیں پس واضح ہو کہ قصد احراق سے مراد تصدیق عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود ولی یہ تھا کہ خاداہلبیت کو جلا دیں اور جو تحویل و تمہید منظر نہیں تھی۔

شیعہ کے دعوے کے بطلان کی وجوہات

لیکن دعویٰ تصدیق عزم احراق بھی وجود چند باطل ہے اول یہ کہ جو روایت کہ از لہ الخلف سے اس مدعا کے ثبوت میں غفلت کی ہے وہ ہرگز اس کو مثبت نہیں اور اس سے استدلال صحیح

نہیں کیونکہ اس میں احتمال مجرد تہذیب و تحوین کا ہے بلکہ غالب سیاق کلام سے معنوم ہوتا ہے تو استدلال تقصیر عزم احراق پر باطل ہوا۔ دوسری یہ کہ ان الفاظ میں جو روایت کمشکوٰۃ میں موجود ہیں قسم عدم مانعیت پر واقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس جملہ کا اس طرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں ہے امر احراق سے۔ تو اس جملہ سے یہ بھی نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوتے تو میں گھر جلا دوں گا بلکہ یہ کہ اسے اگر مجتمع ہوئے تو مجھ کو یہ امر احراق بیت سے مانع نہ ہوگا اور اس سے تقصیر عزم احراق پر استدلال کرنا سراسر بے جا ہے۔ تیسری یہ کہ جناب امیر نے بھی قصہ میزاب میں جس کی روایت ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں۔ پر نا ملوانے کے واسطے آپ تشریف لائے تو تلوار خلاف عادت شریف لگے میں ڈالے ہوئے آئے اور فرمایا لئن قلعتہ قتال لاضر من عنقہ و عنق الایمہ بدہ او غیر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اکھاڑنے کے بارہ میں جیسا کہ علل الشرائع میں آپ کے صدوق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتل کا ارادہ فرمایا حالانکہ سل سیوف قطعاً بحکم خدا و رسول آپ پر حرام تھا تو اگر اس کو مجبور و تحوین و تہذیب پر محمول فرماتے ہو تو ہماری طرف سے بھی یہ ہی فرمادیں۔ اور اگر جناب امیر کی تقصیر عزم قتل و قتل کے قائل ہوتے ہیں تو آپ کی عصمت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھ بیٹھ قبضہ فاطمی کی روایت ملخصاً جو قائم المشککین نے علل الشرائع سے ترجمہ نقل کی ہے ہم بھی اس کو نقل کرتے ہیں خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا سیدہ نہ او بحال جرح و فزع و فزع امیرہ صدیق بہتر تب تفریت نزد امیر المومنین حاضر شد و شکایت شروع کرد و گفت نہ ظلمیدن ما را بر جنازہ فاطمی از ان قبیل است کہ در غسل آنحضرت ما را دخلی ندادی و بکن تعلیم کردی کہ با بوی بکرت کہ ترا با منہر پیغمبر چه کار است این ہمہ دلیل کدورت و عنابرست حضرت امیر گفت اگر قسم شرعی باؤ کہیم تصدیق خواہیہ کرد گفتہ می۔ پس در مسجد مقدس داخل شد و گفت کہ دوام اول از ان بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در غسل فاطمہ زہرا در بارہ نماز جنازہ و مایہ تعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ اجانب را دخلی نہ ہی وحاشا کہ ان کلمہ بغیر نہ خود تعلیم کردہ باشم بلکہ چون الف والہ سبحانہ مصطفوی زائد الوصف داشت حتی کہ در عین نماز بردوش مبارکش سوار میشد و در اشارت خطبہ دامن مقدس می کشیدہ بر آمدن ابو بکر با می منبر ان سرور بروئے شاق آمد فاروق این کلمات طیبات را از مہملات دانست و صلاح او بر پیش قربان می برائے آوازے نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت منہر بکلفت گردید و نہ بہت باشنہ او غیظ و غضب رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام برآید و مقلد اعظم در حجاب کرد و واقع شود زیر کہ امیر المومنین قسم شرعی یاد نمود

کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم بلکہ قبل از نزل مطلب و میرا زہرہ ننگہ ارم پس مساجدین و انصار بیعت مجبوری در اصلاح افتادند و بر ارادہ فاروق تن برضا مذاوند انہی طبعہ تعجب ہے کہ جناب قتال باب خیر قاتل قوم عاد۔ بعد احراق بیت اور استفاطمین اور ضرب اسواط بضعتہ الرسول سیدہ کائنات اور انتساب تہمت زمانہ کے وقت آپ مامور بصبر و سکوت ہوں اور سل سیف کے مامور نہ ہوں اور نماز جنازہ کے واسطے بنش قبر پر مامور نہ ہوں۔ ع۔ این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہے کہ یہ سب قصہ تہذیب اور تہذیباً تھا اور ہرگز آپ کا قصد مخالف وصیت قتل و قتل کا نہ ہوگا جو چاہتی یہ کہ صاحب عماد الاسلام نے بھی اس کو مجرد تحوین پر حمل کیا وہ تحسیر فرماتے ہیں چنانچہ قائم المشککین نے نقل فرمایا ہے۔

مقتضی تلك الروایات هو ان عمر مع تبعة قصد احراق بیت فاطمة واتی باحطب ووجه علی بابہ لادانہ وقع منه الاحراق فلعن کان غرضه مجرد اس کی غرض صرف تحوین ہوگی۔ ان روایات کا مقتضی یہ ہے کہ عمر نے اپنے توابع کے ساتھ بیت فاطمہ کے احراق کا قصد کیا اور کٹائیں لاکر کمر کے دروازہ پر جمع کیں یہ سنیں کہ اس سے احراق واقع ہوا پس امیر سے کہ

پس جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا یہ فعل محض بغرض تحوین تھا تو آپ کا انکار ان کی ایسی تکذیب ہے جیسی مدین احراق کی۔ پانچویں حسب تصریح قائم المشککین در ازالہ الغین کلام ابو جعفر بن قہر و نقیب قتیعیین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں تمام مہاجرین و انصار خلفاء کے ظاہری زہرہ و ورع اور عدل و داد اور دنیا سے نفرت کئی کی وجہ سے ان کی حیثیت خلافت کے مستحقہ ہوئے تھے اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ ایمان حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوں گے کہ ایسا کوئی فعل ہم سے صادر نہ ہو جو باعث سوء ظن ہو بلکہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کو حسن ظن اور خلوص عقیدت کے دام میں چھنا دیں تو ایسی حالت میں علی الخصوص قریب زمانہ وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق اہلبیت کیا ہو اور اگر بالفرض ان سے یہ فعل صادر ہوا ہو تو آپ کے ابو جعفر و غیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چھٹی طرف تو یہ ہے کہ خود علماء شیعوں میں سے جبرسی نے مطابق روایت باقر مجلسی کے احتجاج میں روایت کی جس کا معنوم یہ ہے زینون خلیفہ ثانی کا بار زینبہ گفت کہ اگر امیر المومنین از غامہ خود بیرون نیاید غامہ از او خام سوخت حجاب

از شنیدن این قول متغیر شدند و انکار شدید کردند خلیفہ ثانی گنت شاگان بریدہ کہ من چنین خواہم
کرد حالانکہ مقصود من تنہا بود نہ چیز دیگر پس جناب مرتضوی بواسطہ شخص پیام بوسی
عمر فرستاد کہ من برای گزاردن آیات قرآنی در خانہ منزندہ شدہ ام و مشغول بتالیف گردیدہ ام
و بر زبان سوگند جاری شدہ کہ تا زین امر فارغ نشوم از خانہ پائی خود بیرون نگذارم و بامور دیگر نہ
پردارم قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اس کی نسبت یہ فرمایا کہ میرا یہ قول مجرد تنہا بر کی غرض سے
تھا جس پر صحابہ ساکت ہو گئے اس روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے بجز داس قول
(خواہ سوخت) سننے کے انکار نہ کیا اور موافقت فاروق کی سنیں کی بلکہ اور برہم ہو گئے
تو کیونکہ ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو بجز داس قول کے متغیر ہو گئے تھے اور انکار نہ کیا تھا گھر
جلانے کے واسطے سامان احراق جمع کرنے دیا ہو اور عقل سرسری بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ وہ بتائے
جو حضرات شیعہ دشمنان خلفاء کی طرف منسوب فرماتے ہیں مثل ضرب دشمنان سید و اسقاط
محسن و تممت فاحشہ و غیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان نثاروں نے بلا رد و انکار منظر کیا ہوگا ساتویں
علی بن ابراہیم قمی استاذ کلین کی تفسیر میں مروی ہے۔

حدثني ابي عن صفوان بن يحيى عن ابي الجاود
عن عمران بن ميثم عن مالك بن صفرة عن
ابي ذر رضى الله عنه قال لما نزلت هذه الآية
يوم تبين وجوه وتسود وجوه قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم تزد اصق
يوم القيمة على خمس رايات فراية مع عجل
هذه الامة اسألهم ما فعلتم بالثقلين
من بعدى فيقولون اما الاكبر فمن قتله
ومنذاه وراى ظهورنا واما الاصغر
فعادينا و البغضاء وظلمناه فاقول ردوا
النار ظما و مطعنين مسود وجوه حكمه شعر
ترد على راية فرعون حملا الامة
فاقول لهم ما فعلتم بالثقلين من بعدى

ابوذر سے روایت ہے کہ جب یہ
آیت یوم تبین وجوه وتسود وجوه
نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا قیامت
کے دن میری امت میرے پاس پانچ
جھنڈے ہو کر آئیں گے ایک جھنڈا تو اس
امت کے بچرے کے ساتھ ہوگا میں ان سے
پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا
وہ کہیں گے کہ بڑے کو ہم نے بچاڑا اور اس کو
پس پشت ڈال دیا اور چھوٹے کے ساتھ ہم نے دشمنی کی
اور اس سے بغض رکھی اور اس پر ظلم کیا میں کہوں گا
پراسے کالے منہ آگ میں بڑے پھر میرے پاس نہ امت
کے فرعون کا جھنڈا آئے گا میں ان کو کہوں گا کہ تم نے میرے

فيقولون اما الاكبر فخرقناه ومن قتناه وخالفناه
واما الاصغر فعاديناه وقتلناه وقاملناه فاقول
ردوا النار ظما و مطعنين مسود وجوه حكم
ثويرد على راية مع سامى هذه
الامة فاقول لهم ما فعلتم بالثقلين
من بعدى فيقولون اما الاكبر ففعلنا و نكنا
واما الاصغر فخذعناه و ضيقناه فاقول
ردوا النار ظما و مطعنين مسود وجوه حكم
ثويرد على راية ذى الشدية مع اول
الخوارج و اخرهم و اسألهم ما فعلتم بالثقلين
من بعدى فيقولون اما الاكبر فمن قتله
و برئامنه و اما الاصغر فعادينا و قتلناه فاقول
ردوا النار ظما و مطعنين مسود وجوه حكم
ثويرد على راية مع امام المتقين و سيد
المسلمين و قائدا الغل المجلين و صلى
رسول رب العالمين فاقول ماذا فعلتم
بالثقلين من بعدى فيقولون اما الاكبر
فاتبناه و اطعناه و اما الاصغر فاحبنا
و وائلنا و رادنا و نصرناه و حتى اهلينا
فيبلغ دماثنا فاقول ردوا الجنة رواه
مر و ثمين مبيضة وجوه حكمه شعر تلى
رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم تبين
وجوه وتسود وجوه الى قول فنى رحمه الله
هم فيها خالدون انتهى لعد عن
تفسير الصافي

بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے بڑے کو ہم
نے بچاڑا اور اس کی مخالفت کی اور چھوٹے کے ساتھ
دشمنی کی اور اس سے لڑے اور قتل کیا میں کہوں
گا پراسے جاؤ آگ میں تمہارے کالے منہ پھر ایک
جھنڈا اس امت کے سامری کے ساتھ میرے پاس آئے
گا میں کہوں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا
کہیں گے بڑے کی تو تفریق کی اور چھوڑ دیا اور چھوٹے
کو ہم نے دھوکا دیا اور کو ہم نے مانا کیا میں کہوں گا جاؤ پراسے
آگ میں تمہارے منہ کالے پھر ذوالشیر کا جھنڈا تمام خوارج
کے ساتھ میرے پاس آئے گا میں پوچھوں گا
تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں
گے بڑے کو تو ہم نے بچاڑا اور اس سے
بری ہوتے اور چھوٹے سے لڑے اور اس کو قتل
کیا میں کہوں گا جاؤ پراسے آگ میں تمہارے کالے
منہ پھر ایک جھنڈا پھر سب گاروں کی امام رسولوں
کی سردار دشمنیشانی اور ہاتھ پاؤں والوں کی
سرگردہ رسول اللہ کے دھم کے ساتھ میرے پاس
آئے گا میں کہوں گا تم نے میرے بعد ثقلین کے
ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑے کی بیروی کی اور رافعت
کی اور چھوٹے کے ساتھ تحت و موالات کی اور مردو
سعادت کی بیان تک کہ ان میں ہمارے خون بھی
میں کہوں گا کہ جنت میں چہ جاؤ سیراب تمہارے
دشمن چہ سے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ
یوم تبین وجوه وتسود وجوه سے فنی رحمۃ اللہ
پر مینا خروں تک

اہل عقل و انصاف اس روایت کو ملاحظہ فرمادیں اور مدعیان تشیع کے دلائل و محبت میں
صدق کو ملاحظہ کریں کہ میدان محشر میں بھی رسول خدا کے سامنے جھوٹ بولنے سے نہ بچو گے اور
اگر احراق بیت کا قصد یا قصد احراق کا معاملہ صحیح ہے اور علاوہ اس کے دوسری تمہیں جو غلط
و صحابہ کے ذمہ لگاتے ہیں تو کیا یہ قول و اما لا صغیرا حینہا و والیناہ و وازناہ و نصراہ
حتیٰ احریق فیہ لہود و صائنا صحیح اور مطابق واقع کے ہو سکتا ہے کیا یہ ہی موازرت اور
نصرت تھی کہ یہ گھر جلانے کا ارادہ کریں مہیزم وغیرہ دروازہ پر جمع کریں اور ضرب تازیانہ یا لکھ یا
دباؤ شمشیر یا کاروسی علی اختلاف روایا تم استطاعت محسن کرا دیں بلکہ قتل و مصوبین کا کریں اور علی
رؤس المناہر انہام فاحشہ کا نسبت بدشمنان کسیدہ کریں اور یہ مدعیان نصرت و مولات چپکے بیٹھے
دیکھیں اور دم نہ ماریں اور سانس نہ نکالیں اور یہ سوال کچھ خاص شیعیان پاک ہی سے نہیں کیا
جائے گا بلکہ خود جناب جو صاحب راست ہیں وہ بھی اس میں شامل ہوں گے اور خود حضرت امیر
بھی جواب دہ ہوں گے تو یہ کذب اصول شیعہ جناب امیر کی طرف بھی منسوب ہوگا اور سوال وارد
ہوگا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور محبت و مولات اہل بیت سرور نام کی یہ ہی ہے کہ جس وقت
عمر فاروق نے گھر جلایا یا جلانے کا سامان مہیا کیا چون و چرا نہ کی اور باوجود اس شجاعت کے جس
کا بیان خارج امکان ہے بمقابلہ اہلبیت کی امانت کرنے والوں کے کچھ نہ ہوا پس اس سے
زیادہ عداوت و دشمنی اہل بیت کے ساتھ اور کیا ہو سکتی ہے لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے
کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام وقائع آیہ بیان فرمادیئے تھے اور تمام حالات واقعات و حوادث
و دوامی کی خبر دے دی تھی اور فرمادیا تھا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون و چرا نہ کرنا پس اس
سوال کے کیا معنی کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا اور کسی بیخ سے یہ سوال صحیح ہو بھی تو یہ جواب
نہیں ہے جواب صحیح یہ ہے کہ ہم نے آپ کے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون و چرا نہ کی
ظلم و ستم ہوا کے کبھی دم نہ مارا ثقلین الیاذ بالہ خراب و خوار ہوئے سر نہ بلایا بہر کیف یہ سوال و
جواب مصنوعی غلط ہوا صحیح تو کہ کچھ بحث نہیں ہمارا مدعا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت ہے مگر
اس قدر گزارش اور باقی ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ اوپر نہ کوئی
اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم پر سکوت کرنے والے بھی ظالموں کے ساتھ گرفتار عذاب ہوتے ہیں

قال ابن جعفر روحی اللہ ان شیعہ
الشیعہ انی معذب من تو علی مائدہ
ہو جھڑنے کہ شیعہ بنی کہ حرت خدا نے دی
بجی کہیں تیری تو کہ بڑوں میں سے ایک لاکھ

وار لجین الفامن شرار حو او ستین
الفامن خیار حو فقال یارب حو
الاشترافعا بال الہ خیار فاوحی اللہ عز وجل
الیہ انہو داہن اہل المعاصی والو لعیضوا
لخفنی
چالیس ہزار کو عذاب کر دیں گا اور مصلوں میں سے ساٹھ
ہزار کو معاف کر دے گا یہ تو بد میں جھلائیوں کا
کیا حال ہے اللہ نے اس کی طرف دیکھی کہ انہوں نے
مناہگہ گاروں کے ساتھ مدافعت کی اور میرے عند
کے سبب وہ غصہ نہ ہوئے۔

تو اس سے ان کا حال تیا س کرنا چاہیے جنہوں نے ایسے سخت ظلموں پر سکوت کیا اور
مدافعت کی اور غضب ناک نہ ہوئے حالانکہ ان کے ادنیٰ چین بر چین ہونے میں کام نکلتا تھا کہ
ان کا کیا حال ہوگا شاید اصول شیعہ پر موافق اس روایت کے مدلول کے وہ خیار بھی ان اثرات کے
ساتھ معذب ہوں گے بیت۔

شام کہ ازرقیان و امن کشان گذشتی
آخوین خود علامہ کنوری نے بحواب حضرت خاتم المحدثین کے حضرت فاروق کے اس قول کا
مجرد تحریف پر محمول ہونا تسلیم کر لیا ہے وہ کہتے ہیں امام پر گفتمہ اگر مرد ایشان از قصد تحریف و تہذیب
زبانیت گفتیم انیکم شوام سوخت ان پس مایگویم کہ فی الواقع مراد علامہ شیعہ از قصد احراق بیت
نبوت کہ روایات اہلسنت ثابت میکنند ہمیں ست و اگر این قول اور قصد او دلالت نکند لازم آید
کہ در قول خود کاذب بوده باشد اور اگر ہمارے فاضل محیب کو یہ خیال ہو کہ آخر عبارت کنوری کی اور
نیز عبارت سابقہ صریح دلالت کرتی ہے کہ وہ درپے اثبات قصد تحریف کے ہیں سو اس سے تنفی
کے دفع کا آپ ہی فکر فرمادیں جو آپ کے معنی صاحب کی عبارت میں واقع ہے کہ کہیں معنی ثبات
قصد احراق ہیں اور کہیں مجرد تحریف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں اور جب نہیں کہ منشا اس کا یہ
ہو کہ حضرت معنی صاحب کو درمیان قصد تحریف اور قصد تحریف کی تفسیر نہ ہوتی ہوگی کہ جس کی درجہ سے
یہ انقباس و احتیاط کلام میں واقع ہوا۔

قولہ معلوم نہیں کہ قصد کو امور تقلید کہنے سے آپ کا کیا مطلب ہے بظاہر تو وہی
مصلب ہوگا کہ جو آپ کے خاتم المحدثین نے تحفہ میں فرمایا ہے قصد امور تقلید سے بے شک
ہے مگر جب کہ اسباب و سامان قصد کے ظاہر ہوں تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے
کونے پر مادہ ہے۔

قصد ایقاع فعل اور صرف تہدید و تحریف میں باعتبار ظاہر کچھ فرق نہیں

اقول: فعل کے کرنے پر آمادگی و طرح پر ہوتی ہے یا بطور تصمیر عزم کے یا بطور مجبورت تہدید و تحریف کے چونکہ بظاہر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں اور اسی واسطے بعض علماء شیعہ پر ملتیں ہو گئی اور ان دونوں میں فرق باعتبار ارادہ فاعل کے ہے اس لئے مناسب ہے کہ ہر اول ان دونوں میں فرق بتلائیں اور اس کے بعد اپنے فاضل مجیب کے اس قول کا جواب دیں پس واضح ہو کہ قصد علی الفعل ارادہ ضروری ہے جو اس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تحریف و تہدید یہ ہے کہ فی حد ذاتہ فعل کا کرنا مقصود نہ ہو صرف بظاہر القاء خوف کے لئے اس فعل کے اسباب و سامان کو اس صورت میں ظاہر کیا جاوے جس سے بظاہر عزم یا مجرم مترشح ہوتا ہو کیونکہ اگر اس سے یہ امر متحقق نہ ہو گا تو مقصود و جو تحریف و تہدید ہے ہرگز برآمد نہ ہو گا بلکہ امور عمدہ میں تہدید و تحریف کی نسبت جائز ہے کہ بائی توبہ و ردوبک فراہمی سامان بہ نسبت اعلیٰ قصد کے زیادہ ہو پس ظاہر سامان سے ان دونوں میں تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیعہ کرتے ہیں چنانچہ علامہ کنہ توری نے بھی تحفہ کے جواب میں لکھا ہے و اما آنچه گفته که قصد از امور تقلید است کہ بران غیر خدای تعالیٰ دیگرے مطلع نمی تواند شد پس مدفوع است بانحرامات و علامات دلیل قصد می باشد اور بتعلیل ان کے غالباً ہمارے فاضل مجیب بھی بدون سوچے سمجھے یہی ترادہ فرماتے ہیں اس پر دلیل ہے کہ حضرات کو ان دونوں میں تمیز نہیں ہو گی اصل سوال میں تحریر فرماتے ہیں اور بیعت لینے کے لئے گھر جلانے کی دھمکی دی اور بعد اس کے قصد احرار روایت ازالات الخفا سے ثابت کرتے ہیں اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دھمکی اور قصد احرار میں فرق و امتیاز خاص نہیں ان حالت فاعل کے اور یا وقت و قابلیت مفعول کے فی الجملہ قرینہ ہو سکتی ہے مثلاً ایسے افعال کے صدور میں کہ ان کا فاعل سفاک و بے باک ہو اور اتباع شرع سے مطلق ہے برہ ہو اور محلی بھی زمان گشتی و سوختی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تصمیر عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جب تک وقوع فعل نہ ہو چکے ہرگز استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ مقصود فی حد ذاتہ قصد قتل و احرار ہے پس جب یہ امر طے ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور ان کے مضی صاحب کا یہ فرمانا سامان و اسباب کے جمع کرنے سے درہیزم و ارتش کے لئے سے معلوم ہوا کہ فاعل احرار بیت

الطیبت کا عزم یا مجرم رکھتے تھے غلط ہوا کسی شخص کو اس کے قتل کی نسبت کرنا اور تلوار لگنے میں ڈال کر نہ کھنا بلکہ تلوار میاں سے کھینچنا تک دال عزم اور قصد پر نہیں ہو سکتی خود جناب امیر کا قصہ میزب پر جوش و غرور دش اور قتل کی دھمکی اور تلوار لگنے میں ڈال کر باہر آنا خود اس پر صریح دلیل ہے بشرطیکہ حضرات شیعہ اس کو مجبور تہدید پر محمول فرمادیں اسی طرح فتنہ قبرا فاطمی پر ارادہ قتل و قتال کرنا اور دست بعقبہ شمشیر ہونا بھی غالباً اسی قسم سے ہو گا اور اگر حضرات شیعہ اسی کو تہدید پر محمول نہ فرمائیں اور عزم یا مجرم سمجھیں تو چونکہ آپ امور بکوت تھے آپ کی عصمت بلکہ امامت و خلافت کو سنبھالیں آپ کو یا دہو کہ جب کہ آپ کے ابن عباس بصرہ کا بیت المال لوٹ کر مکہ آئیے اور جناب امیر نے ان کو ایک عتاب نامہ تحریر فرمایا جو بیخ البلاغت میں منقول ہے اور غالباً ہم اس کی نقل اور پر کر آئے ہیں اس میں ان کو جناب امیر نے قہر کھا کر کہا لکھا تھا کیا واقعی اس سے آپ کا عزم یا مجرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں غالباً وہ روایت بھی آپ نے حافظہ سے نہ نکلی ہو گی جو ہم اور پر بیان کرتے ہیں جو اصل روایت مجلسی اور قطب راوندی کی ہے اور مواضع حسنیہ میں بھی مذکور ہے اگر آپ کو فراموش ہو گئی ہو ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ جناب امام حسین نے قبر سے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ چند مشکیں غسل کی جو میں سے آئی ہیں تیری حفاظت میں ہیں اور مجھ کو ایک مہمان کی ناخوش کی ضرورت ہے حضور انجہ کو اس میں سے دے چنانچہ ایک مشک کا منہ کھول کر بقدر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت نے مشکوں کا منہ کھلے فرمایا تو معلوم ہوا کہ ایک مشک میں کم ہے قبر سے دریافت کیا اس نے عرض کیا کہ حضرت امام حسین ریحان رسول الثقلین کو ایک مہمان کے لئے ضرورت پیش آئی تھی انھوں نے حضور اسامہ لیا ہے سنتے ہی حکم دیا بلا وجہ حاضر ہوئے تو نہایت تیزی و خشونت و غیظ و غضب کے ساتھ دروازہ آپ کے ہاتھ میں اٹھا جناب امام کے مارنے کے واسطے اٹھایا میاں تک کہ جناب امام حسین نے نہایت عاجزی سے آپ کے غصہ فرو کرنے کے واسطے حق جھڑکے کو یاد دلایا اور آپ کا غصہ فرو ہوا تو معلوم نہیں یہ قرآن یعنی غیظ و غضب کرنا درہ کار مارنے کے واسطے اٹھانا ادر قیل القسمت مال خلق اللہ میں تعارف کرنا ادر جناب امیر کو حقانیت کا جوش ہونا مستلزم قصد ضرب و اہانت ہیں یا نہیں اگر نہیں ہیں تو مدعا ثابت ہے اور اگر ہیں تو قطع نظر تو ہیں امام کے غلط ہے کیونکہ آخر میں خود جناب امیر نے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے دانتوں کو بوسہ دیتے تھے تو میں یقیناً تجھ کو مارتا تو نہ مسلمانوں سے پہلے کیوں نفع اٹھایا اس سے صریح معلوم ہوا کہ آپ کا قصد ہرگز ضرب کا نہ تھا بلکہ صرف تہدید و تحریف مد نظر سامی تھی

کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت دندان مبارک صاحبزادہ کو بوسہ دیتے تھے تو ایسی حالت میں عزم بالجزم مارنے کا کیوں کر کر سکتے تھے۔ علاوہ انہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین جماعت کے لئے وعید احراق فرمایا جو متعلق علیہ فریقین ہے اور یقیناً وہ معمول اور پرستید و تحویل کے ہے کیونکہ کوئی شخص علماء میں سے تارک جماعت کے لئے وجوب احراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجود روایت میں شک و شبہ ہو تو اپنے مجتہد سابق کی تصانیف مثل مواظب حسیہ ملاحظہ فرمایا جے قولہ: پس جب کہ غلیظ ثانی نے قسم یاد کی ہو اور سامان احراق مثل آتش و ہیزم وغیرہ بھی ہر اولہ گئے ہوں، جیسا کہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہے تو اب اس میں کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص آگ کڑی وغیرہ کسی مکان پر لے جاوے اور اس کے مالک سے بستم کے کہ اس گھر کو جلا دوں گا۔ تو ضرور ثابت ہو گا کہ یہ شخص اس گھر کے جلانے کا قصد رکھتا ہے۔

احراق بیت کے لئے مثل ہیزم وغیرہ جمع کرنا غلط ہے اور ثبوت ایقاع فعل نہیں

اقول: اگر اصل سوال میں ہی آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو البتہ بندہ کا اجمالی جواب دینا اور یہ کہنا کہ قصد امور قلبیہ سے ہے مورد ظن ہوتا اور جب آپ نے یہ امور اس وقت ذکر فرمائے ہی نہیں تھے اور صرف روایت ازالۃ الخفاء پر اکتفا فرمایا تھا اور یہ بھی بتحدید علامہ کنزوری وغیرہ فرمایا ہے تو پھر اجمالی جواب کیوں محل ظن ہے۔ رہا ثبوت ان امور کا کہ آگ و ہیزم وغیرہ کالے جانا ہیزم سامی تھا جس کے ذکر سے کسی مصلحت کے سبب اغراض فرمایا، تعجب ہے کہ استدلال فرائض اور ایک ام کے اثبات کے درپے ہوں اور اثبات کے وقت پہنچتی کریں، جھلا اگر یہ امور آگ وغیرہ کالے ہونا کتب معتبرہ اہل سنت سے بزم سامی ثابت ہے تو آپ نے اس کو ذکر کیوں نہیں فرمایا جو روایت آپ نے ازالۃ الخفاء سے نقل کی اس میں تو یہ امور اشارۃ و کلامیہ بھی مذکور ہیں اس کے ذکر میں چند ان تطویل بھی نہیں تھی اور اگر فی الجملہ تطویل بھی ہو تو زوائد واجب الخیر والاسعاد ہوا کرتے ہیں، اصل مقصد ایجابات اور موقوف علیہ دعاوی، پھر اس حجت پر یہ فرمانا کہ اب اس میں کیا شک رہا تعجب افاوت سے ہے آپ کو بے شک شک نہ رہا ہوگا، لیکن اہل عقل

دانش کا شک تو ایسی خرافات سے کیونکر رفع ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض اہل سنت کی کسی کتاب میں بروایات ضعیفہ و اہم یا باجمعی جاوے تو اس کا جواب قول سابق کے جوابات سے بخوبی ظاہر و باہر ہے کہ اصول شیعہ پر بھی یہ امور قصد احراق پر دال نہیں ہو سکتے، اچھا بغرض محال ہم نے تسلیم کیا کہ یہ امور قصد احراق پر دال ہیں بلکہ مثل قضیہ شرطیہ ازومیرا نکانت الشمس طالعہ فالنار موجود مستقر عزم بالجزم احراق کو ہیں اور فی الواقع حضرت فاروق کا قصد صمیم احراق بیت تھا اور تمام اعوان النصا ان کے شریک و معاون تھے لیکن ہم پر چھتے ہیں کہ اگر عزم صمیم تھا تو اس کو کون مانع ہوا اور حسب مذاق فاضل محیب و دیگر بعض آکا بر شیعہ جو عدم وقوع احراق کے قائل ہیں، احراق کیوں وقوع میں نہیں آیا، صحابہ کرام اجماع الامم و دی فاروق کے حامی و مددگار ہوں گے اور جناب امیر و جناب سیدہ بلکہ تمام بنی ہاشم شایہ مامور بالکوت ہوں گے، انہوں نے کچھ چون و چرا نہ فرمایا اور اگر چون و چرا کرنے والے ہوتے تو ملاحظہ خلافت میں جو حسب ارشاد جناب قاضی صاحب شوستری اعتقاد جزار فرج و مومنات سے بھی زیادہ قبیح تھا چون و چرا کرتے خداوند تعالیٰ کی طرف سے بھی کوئی امداد غیبی نہیں پہنچی جو اس سے مانع ہوتی جب باوجود تسلط تمام اور عزم صمیم اور موجودگی سامان اور عدم موانع کے وقوع احراق نہ پایا گیا تو معلوم ہوا کہ مقصود احراق بیت نہ تھا بلکہ مقصود مجرد تحویل و تبدیہ تھی جو حاصل ہو گئی شایہ شیعہ اس کا یہ جواب دیوں کہ یہ قسم معلق بالشرط تھا جو اجتماع سے حاصل یہ کہ اگر یہ اجتماع باقی رہا تو بے شک گھر جلا دوں گا اور وجود معلق کے لئے وجود معلق یہ کا ضرور ہے اور وہ نہ پایا گیا تو بقاعدہ۔

اذافات الشرط فان الشرط ط۔ جب شرط نہیں پائی جاتی تو شرط بھی نہیں پایا جاتا۔ وجود معلق و مشروط کا بھی جو احراق بیت ہی نہ پایا گیا، ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ جواب بعینہ ہمارے مدعا کو ثبوت ہے کیونکہ اس سے بعبرۃ ثابت ہوا کہ فی حد ذاتہ مقصود اصلی تقریر و اعتبار تھی اور یہ ایجاب الاحراق محض اس مقصود کی تفصیل کا آکر اور واسطہ تھا اور فی حد ذاتہ مقصود نہ تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تعزیر بدون تبدیہ و تحویل کے ممکن نہ تھا پس مثل مشہور، جان آتش در کاسہ۔ وہی تحویل و تبدیہ کے طور پر ایجاب الاحراق محمول رہا اور یہ دعویٰ کہ احراق بیت مقصود تھا غلط ہوا۔ رہا قسم کھا کر کہنا سو اس کی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول تو یہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اس قسم کو فعل کے نام نہ لیا اور نہ ہی پر سکھے ہوئے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم مانعیت پر ہے حاصل یہ کہ فاروق نے قسم کھا کر اس روایت منقولہ میں یہ نہیں فرمایا کہ میں گھر جلا دوں گا بلکہ یہ فرمانا تھا کہ قسم اگر یہ جانتا تھا

پاس مجتمع ہونی تو یہ مجھ کو امر باہ حراق سے مانع نہ ہوگی۔ پس اہل انصاف مجھ کہتے ہیں کہ اس میں نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں احراق ہی پر قسم مودی ہو، اگرچہ ہم کو بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اس میں ہے جو روایت فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں تحریر فرمائی ہے تاہم ہمارے مدعا کے خلاف منیں کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ تہذیبیات بلفہر قصد کی نسبت زیادہ پختگی اور جد کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہیں۔ اور اگر قسم کے ذکر سے ایثار ہے کہ در صورت عدم قصد کے کذب لازم آوے چنانچہ آپ کے حضرت کنویری نے بھی غالباً یہ فرما کر اپنا تبرہ علمی ظاہر فرمایا پس ہم کہتے ہیں کہ اول لفظاً یہ اخبار ہو لیکن حقیقتہً اخبار منیں بلکہ انشاء تہذیب و تحوّل مقصود ہے تو اس کو صدق اور کذب سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ حکایت نہ اس کے لئے کوئی محلی عنہ نہ اس کو تطابق و عدم تطابق سے کچھ واسطہ تو اس کو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا، پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا اور یہ صریح بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ علاوہ انہیں اگر یہ کذب ہو تو وہ قسمیں جو ہم جناب امیر کی اوپر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہذیبیات جو امیر نے فرمائی ہیں بلکہ وہ تہذیب جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلّصین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہوں گی پس جو ان کا جواب آپ دیوبند وہی جواب آپ اور آپ کے علامہ کنویری اس کی طرف سے قبول فرمادیں۔

قولہ: یہ جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ محل اجمال ہے اسی قدر کافی ہے اس سے سخت حیرت ہے کہ آپ نے اجمالی بھی کون سا جواب دیا جس کو کافی سمجھتے ہیں اور موقع کون سا جو کا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اس کے جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور صرف اس قدر لکھ کر کہ جو امور تبلیہ سے ہے شاید اس کو اجمالی جواب تصور فرماتے ہیں بحان اللہ جواب دیہی اسی کہتے ہیں۔

شیعوہ کی بد فہمی

اقول: منشا اس حیرت کا یہ ہے کہ آپ نے اپنی فہم سے کام نہیں لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہ حیرت نہ فرماتے بلکہ ہر ایک چھوٹا سا لفظ دیکھ کر خیال کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مناسبت منصفہ کا اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بظاہر چھوٹا سا تھا لیکن اگر آپ تامل فرماتے تو آپ کے استدلال کے استیصال کے واسطے کافی تھا چنانچہ جواب

اس کے آخر آپ کو جہد یہ دعوے کی ضرورت پڑی اور آپ نے فراہمی سامان مثل آتش و مہینہ وغیرہ کا دعوے کیا اور اس کے اثبات سے پہلو تہی کیا اگر وہ جواب ایسا ہی ناکافی تھا تو اس کے لئے اس جہد یہ دعوے کی کیا ضرورت تھی۔ باقی رہا اجمال سو اجمال کا ہی وہ مقام تھا کہ اول آپ سے آپ کے دعووں کی نسبت جواب طلب تھا اور وہ تفصیل کا موقع نہ تھا اب آپ نے بھی اپنے دعوای کو بزرع خود بدلنا ثابت کیا تو اب ہمارے لئے بھی تفصیل کا موقع آیا اور اگرچہ تحریر طویل ہو گئی تھی تاہم تطویل کا کچھ اندیشہ نہ کیا اور مفصل اس کا جواب خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ لیجئے گا۔ آپ کی حیرت انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گی۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: اور جو صاحب ہدایۃ الشیعہ سلمہ اللہ تعالیٰ وادام برکاتہ کی نسبت تعصب و مخالفت روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سو اس کی نسبت اس قدر گزارش ہے کہ کلام مخالفت کو اگر انصاف سے منیں دیکھا جائے تو گو کتنی ہی حق کیوں نہ ہو تاہم تعصب محض و غل ہی نظر آیا کرتی ہے۔ اقول: میں نے صاحب ہدایۃ الشیعہ کی نسبت یہ لکھا تھا اس میں ہدایۃ الشیعہ لکھا ہے شاید الف غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کی نسبت سلمہ اللہ وادام برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غصن بھی صاحب ہدایۃ الشیعہ سے ہی ہے کیونکہ کتاب ہے ہدایۃ الشیعہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زائد و سلمہ ہیں خیران میں سے کوئی صاحب ہوں ہر دو صاحب کی نسبت یہ اعتراض ہے ہدایۃ الشیعہ والے کی اغلاط و کذبات تو محضہ الاشعریہ اس کے جواب میں درج ہیں اگرچہ میں تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمادیں۔ اور ہدایۃ الشیعہ والے حضرت کی اگر ایسی باتیں لکھی جائیں تو یہ تحریر بجائے خود اس کا جواب اور رسالہ ہو جائے مگر حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ گنہ گارش ہوتا ہے۔

یقول العبد الفقیر الی مولاناہ الغنی: چونکہ اس قول میں کوئی امر قابل جواب نہیں اس لئے اس کے جواب میں کچھ منیں تحریر ہوتا ہے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ کلام مخالفت کو۔ ہدایۃ فرما انفس الامریہ میں بجا و درست ہے مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائے خود نہیں ملے دیوں مناسب ہے کہ جب تعصب اور اپنے مذہب کی حق انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اس کی مناسبت ہی کتب معتبرہ و مذہبی میں کیوں نہ مذکور ہو اگر وہ بھی اپنے مذہب کے مخالفت پر مآبے تو صاف نیک کر جاتا ہے یا ایسی قول مولیٰ بات کہتا ہے کہ اس

کے مذہب کے مؤید ہو۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی، بے شک اس قول میں بندہ کا اس امر کو مطلق لکھنا بجا خود نہیں تھا بلکہ جو بندہ کو لکھنا چاہیے تھا وہ بندہ نے لکھا اور جو بروئے اپنی تحقیقات مذہبی کے جناب کو شایان تھا وہ آپ نے تحریر فرمایا۔

قال الفاضل المحیب، قولہ اور اگر اس باب میں کچھ اعتماد ہے تو ان امور کو تحریر نہ کرنا مولانا دام برکاتہم کے پاس بھیج دیں اور قدرت خداوندی کا تماشا مشاہدہ فرماویں، اقول، اگر سب امور کو لکھا جادے تو بجائے خود یہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل میں صرف ایک ہی روایت عرض کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کے تماشے کے منتظر ہیں۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی، لیجئے ہم بھی حاضر ہیں۔

قولہ، قدرت خداوندی کا کام حق کو چھپا نہیں۔

اقول، آپ اور یہ فرمائیں بروئے مذہب جناب تو قدرت خداوندی کا یہ ہی کام ہے کہ حق کو چھپا دے اصول مذہب تقلید میں نقل اعظم آپ کا اس وقت تک چھپا ہوا ہے نقل اصغر گویا ہمیشہ مخفی و پوشیدہ رہا جزئیات مسائل میں سداً تغیر رہا وصیت نامہ آج تک چھپا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اختفا و پوشیدگی خداوند تعالیٰ کی قدرت بلکہ اس کے حکم سے ہوگی تو چھپ آپ کا یہ فرمانا کہ قدرت خداوندی کا کام حق کو چھپانا نہیں البتہ تعجب انگریز ہے اور اس پر غرور تاشا یہ ہے کہ باوجود ان پوشیدگیوں کے پھر بھی لطف خداوند تعالیٰ پر واجب ہے سبحانہ و تعالیٰ عن ذلک۔

قولہ، اور نیز حضرت مجیب قدرت خداوندی تو کیا دکھاتیں گے مگر دیکھئے کیا سحر سامری کر دکھاتیں گے۔

اقول، گو میں اپنی تحریر سابق میں اپنی نسبت اس کا مدعی نہیں تھا لیکن جب مجیب لمیب نے مجھے کو خطاب کیا تو میں بھی کچھ نہ کچھ قدرت خداوندی کا تماشا دکھانے کے واسطے حاضر ہوں پھر زمانہ قدیم سے دستور ہے حق کے ساتھ یہی سلوک ہوا کیا ہے، بے شک آپ بھی قعدہ قدیر کے موافق اس کو تحریر بھیجیں گے، شعبہ فرمائیں گے، کمالت کہیں گے جو کچھ حق کی نسبت پہلے لکھا گیا ہے وہ جی آپ بھی فرمائیں گے اس کی ہر کوشش یہ نہیں جب انبیاء و رسل کے ساتھ ایسے ہوا ہے تو میں تو ایک بندہ گنہگار خطا کار ہوں۔

قولہ، رسالہ ہدایۃ الشیخ سوال دوم کے جواب واقعہ صلا میں آپ کے مولانا یہ تحریر

فرماتے ہیں، اور ستیغہ انصار اس بات پر مجتمع ہوئے تھے کہ ایک امیر انصار میں ہوا اور ایک مجاہدین میں اور حدیث الامتہ من قریش کا ان کو کچھ خیال نہیں رہا تھا کیونکہ وہ محصور نہیں تھے کہ لیبیان و سہوان پر نہ ہو سکے اور فی الحقیقت سہو سے تو محصور بھی مامون نہیں اور علم ماکان و مایکون بھی ان کو نہ تھا تا کہ عیب کیا جادے کہ یہ مسئلہ ان کو معلوم کیوں نہ تھا اگر معلوم بھی نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں جب شیخین دحل تشریف لے گئے اور اس حدیث کو پیش کیا اس سے ان کا وہ ارادہ فسخ ہو گیا اور سب نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی انتہی بقدر الحاح تھی، اگر آپ اس کو بخاری کی روایت کے مطابق کر سکتے ہیں تو کیجئے، ہم بھی آپ کی قدرت خداوندی کے تماشے موعود کے منتظر ہیں۔

ہدایۃ الشیخ مجیب کے اعتراض کا جواب

اقول، جناب میر صاحب گستاخی معاف، کیا یہ ہی وہ اغلاط و کذب بات ہیں جو آپ نے اور آپ کے ہم مذہبوں نے ہدایۃ الشیخ اور ہدایۃ الشیخ سے متبع فرما کر لکھا ہے، افسوس کہ آپ صاحب سلیس اور سہل عبارت اردو بھی نہیں سمجھ سکتے کیا ہی اس پر قدرت خداوندی کے مشاہدہ کے منتظر ہیں، اسی حضرت پہلے تو آپ نے اس قول میں اور بخاری کی روایت میں معارضہ ثابت کیا ہوتا، اس کے بعد آپ جواب کے منتظر ہوئے ہوتے، اولاً ہم اسی کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس عبارت میں اور روایت بخاری میں یہ تعارض ہے، اگرچہ ہم کو اس نفی پر دلیل لانے کی حاجت نہیں اور یہ منع ہی کافی ہے آپ کا ذمہ ہے کہ آپ دلیل سے معارضہ ثابت فرماویں لیکن تاہم تبرعاً لکھا کرش کرتا ہوں کہ یہ معارضہ اس دلیل سے باطل ہے کہ یہ قضیہ کلیہ اس فرد کو شامل نہیں جس کو روایت بخاری متضمن ہے، پس معارضہ متغی ہوا، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے بصرہ تمام یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کے معاملہ خلافت میں جماعت انصار کی خرف سے جھگڑا اٹھا اور انہوں نے یہ چاہا کہ ایک امیر ہم میں سے بھی ہو اس پر شیخین ستیف میں جہاں ان کا اجتماع تھا تشریف لے گئے اور حدیث الامتہ من قریش کو پیش کیا اس سے ان کا وہ ارادہ فسخ ہو گیا، اور ان سب نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اگر جناب کے فہم تشریف میں نہ آوے تو کسی منصف اردو خوان سے آپ دریافت فرمائیجئے کہ اس عبارت کے سیاق سے لفظ سب نے سے کون مراد ہیں، آیا مگر افراد جن آدم مراد ہیں یا تمام صحابہ مجاہدین و انصار و طغیان اور مجاہدین

و مومنات مراد ہیں۔ یا تمام حاضرین شفیق مراد ہیں یا تمام حاضرین انصار شفیق مراد ہیں سیاق عبارت ان محکمات میں سے کون سے احتمال کے تعین کرتا ہے پھر اگر کوئی شخص بھی آپ کو یہ کہے کہ اس عبارت سے احتمال اول یا ثانی مضموم ہوتا ہے تو آپ ہم سے دست و گریبان ہوں۔ یونہی خوش فہمی سے اپنے آپ خلاف سیاق ایک محتمل اپنے ذہن میں شعلیں کر لیا اور اس پر اعتراض کر دیا فہم و فراست دین و دیانت اسی کا تو نام ہے جناب من۔ سوق عبارت صریح دال ہے کہ جو لوگ برسر مخالفت تھے انھوں نے حدیث الامت من قریش سن کر مخالفت کو ترک کیا اور سب نے بیعت کر لی یا عاقبت سے غایۃ یہ مراد ہو سکتی ہے کہ تمام حاضرین متبیین نے بیعت کر لی مخالفین نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی تو جب انھوں نے بیعت کر لی تو مومنا فقیہین جن کو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہیں انھوں نے بالادولی بیعت کی ہوگی دلیں اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہ کا مضموم ہوتا ہے یا کوئی اہل سنت سے اس امر کا قائل ہو کہ متبیین میں تمام صحابہ نے بیعت کی تھی پس محض حضرت کی خوش فہمی تھی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئے اور نظیر اس جملہ کی ہے جو اپنی زبان سے مذہبی ترجیح اور تعصب کے باعث فرمایا تھا رہا یہ سوال کہ جب یہ بیعت عامہ نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے تحقیق خلافت کیوں کر صحیح ہوا سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بیعت عامہ نہیں ہوئی تھی لیکن حضرت صدیق کے احتیاطہ بالخلافۃ میں صحابہ میں سے کسی شخص کو تامل و انگار نہیں تھا بالفاق کلمہ اجماع کیوں حضرت کے استحقاق خلافت کے قائل تھے۔ نوا اگرچہ بیعت واقع نہیں ہوئی۔ لیکن جب کسی کو استحقاق میں تردد نہ تھا تو ان کا سکوت بمنزہ بیعت و قبول کے ہو گیا۔ چنانچہ جب بعد اس کے بیعت عامہ واقع ہوئی تو سب نے بقول راجع بیعت کر لی چنانچہ ہم اس مضمون کو مطاویٰ الباشا گذشتہ میں تفصیل تمام بیان کر آئے ہیں۔ معہذا اس امر کا تو فیصلہ خود جناب مشکل کشا ہی فرمائے اور فرمائے کہ انعقاد خلافت کے لئے جمیع اہل حل و عقد کا ہونا کچھ ضرور نہیں۔ چنانچہ ریح البلاغت کے مواقع مختلفہ میں مذکور ہے اور اس کو بھی ہم مابقی میں مفصل بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل و عقد نے بیعت کر لی مخالفت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب پر ہو گئی۔ پس جو اس سے پھر سے وہ حسب ارشاد جناب امیر مسلم المؤمنین سے منحرف ہوا اور مستوجب القتال اور مستحق دخول جہنم ہے۔ پس یوم متبیین بعض کا بیعت کرنا انعقاد خلافت کے واسطے کافی ہوا۔ دوسری یہ کہ سلمنا بغاہ تراض واقع ہے لیکن یہ تراض مدفوع ہے یونہی یہ اطلاق مجازی ہے من قبیل اطلاق الکمل علی الکارۃ جو شائع متبیین سے اور خارج ہے کہ ایسے

مواقع میں جہاں حقیقت متعذر ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے من غیر تخریر اس جگہ ایک روایت گذارش ہے مفسر صافی نے قیامت استاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے۔

عن ابی جعفر قال قال امیر المؤمنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ احضل اعمالہم فقال قال لہ ابن عباس یا ابا الحسن لو قلت ما قلت قال قرأت شیان من القرآن قال لقد قلت لا مر قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اثمکم الرسول فخذوہ وما نهکم عنہ فانتهوا فنتجد علی رسول اللہ انہ استخلف ابابکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی الہ الیک قال فہذا بالیقین قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منهم فقال امیر المؤمنین لما اجتمع اهل العجل علی العجل اھمنا فنتجدو مثلكم کمثل الذی استوات قد نار اھلما اصابت ماحولہ ذھب اللہ مینور رحمہ الایہ گردا گرد روشن کیا تو اللہ نے ان کا نور کھودیا۔

اس روایت میں ابن عباس کے جواب میں یہ الفاظ ہیں قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت مثله۔ اس میں قطع نظر اس سے کہ جمیع معروف بالامام مفید عدم کو ہوئی تھے یا نہیں ہوتی سیاق کلام سے مضموم ہوتا ہے کہ بعض ناس مراد نہیں کیونکہ بعض آدمیوں کا اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف رسول کے ہو داعی اس امر کو نہیں کہ ایک مومن کامل الایمان ان کا اتباع کر کے رسول کی مخالفت کرے یہ اسی وقت متحقق ہو جب کہ جمیع افراد مخفیہ ایک امر پر مجتمع ہوں یا اکثر اور اکثر یہ اس مرتبہ میں جب کہ بالقی بہ نسبت ان کے حکم میں عدم اور کامل مکن کے ہوں

تو ایسی حالت میں یہی اطلاق کل پر کیا جاسکتا ہے اور اس کل کا تحقق بعض اکثریت کے ہوگا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے اپنے جواب میں اجماع اناس سے جمیع ناس مراد لیے ہیں جن کا تحقق بعض اکثریت ہے۔ علاوہ اس کے یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اس کی صدا بنظیریں دستیاب ہو سکتی ہیں تفسیری یہ کہ ہم نے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز تعارض نہیں۔ کیونکہ آپ نے رسائل منظر میں دیکھا ہوگا کہ تحقق تناقض کے لئے مجملہ وحدات کے ایک اتحاد زمانہ کے بھی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمنہ مختلفہ کے متعارض ہوں گے تو ان میں کوئی عاقل تعارض و تناقض نہیں کہے گا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہدایۃ الشیعہ میں یہ جملہ اور سب نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی، جو مذکور ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب نے بیعت کر لی جو حاضرین تھے انھوں نے اسی وقت بیعت کر لی اور جو غائبین تھے انہوں نے اپنے پیچھے بیعت کی۔ اس جملہ میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اسی وقت بیعت کر لی یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس کا حاصل بس اسی قدر ہے کہ سب کی بیعت متحقق ہو گئی۔ پس غلطی یہاں سے واقع ہوئی کہ قیود وقت کی اپنی طرف سے تراش کر اس میں بڑھادی۔ تو اس صورت میں کچھ تعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے باقی نہ رہتا جو چوتھی یہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہدایۃ الشیعہ کا مدار ان روایات پر ہو جو دوبارہ بیعت تمام صحابہ جو مجلسوں میں اول سیف بنی ساعدہ میں بیعت خاصہ اور دوسری مسجد نبوی میں بیعت عام واقع ہوئی تھی وارد ہوئی۔ جس میں جناب امیر بھی شامل تھے اور چونکہ یہ بیعت ثانیہ جو اگلے اسی روز دوسری دفعہ مسجد میں بیعت اولیٰ کے متصل واقع ہوئی تو گویا بمنزلہ اس کے ہوئی کہ ان کا تحقق ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔ اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت میں بیعت کی۔ تو اس صورت میں عبارت ہدایۃ الشیعہ کی اگرچہ مضامین روایت بخاری کی ہو لیکن دوسری روایات صحیح کے جو مثبت واقع ہوئی ہیں موافق ہوئی اور مضامین روایت بخاری سے اس وقت میں جب کہ روایات کے موافق سب کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ پھر یہ روایات مضامین روایت بخاری کے ہوتی تو بحمد اللہ تعالیٰ ہم ان روایات کو مع وجود تطبیق کے گذشتہ بحث میں بیان کر آئے ہیں۔ پانچویں سنا کہ اس لفظ سے جو ہدایۃ الشیعہ میں مذکور ہے تمام مسلمان مراد ہیں اور یہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جب آپ کے اکابر علماء نے بھی سب مسلمانوں کا بیعت کرنا ابو بکر کے ساتھ تسلیم کر لیا باوجودیکہ آپ کے اصول مذہب اور نصوص روایات کے صریح مخالف ہے تو

پھر آپ ہدایۃ الشیعہ کے مخالف کو کس منہ سے کہہ سکتے ہیں۔ آیات بیانات صراحہ پر لکھا ہے رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے ابو بکر صدیق کی بیعت کی باقرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے جو بخار الاثور کی جملہ فقر میں منقول ہے اور جس کا ترجمہ محمد صاحب نے باین الفاظ کیا ہے جمیع مسلمان با ابو بکر بیعت کردند و اہلار رضاد خوشنودی بادوسکون و اطمینان بسوی او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج اسلام ست۔ پس جب آپ کے علماء نے باوجود مصافی ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کرنے کو تسلیم کر لیا تو اگر اہلسنت نے ایسا کیا تو کیا بعید ہے کہ ان کا عین مذہب ہے اور مخالف کا جواب جو آپ دیوں وہ ہی ہماری طرف سے قبول فرمادیں۔ پھر بطور تمیز کے آپ کے محل قاعدہ کے موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الزام اپنی مسلمات مذہب سے ہوا کرتا ہے اور بخاری کی روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہیں پس اس تعارض کا الزام ہدایۃ الشیعہ کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔

قال الفاضل المحیب، قولہ محمد بن عمر بن محال کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا منصب و مخالف اس سے کچھ کم ہے جو انھوں نے جواب آیت فانزل اللہ سکینۃ علیہ کے فرمایا اور اس کی نسبت بحال افتخار فرمایا ہے کہ چون این سخن را گوش ما صہان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در جیلہ غلامی از ان جان ایشان بلب رسید اور صاحب تعلیب المکائد نے اپنی کتاب میں اس پر بڑا ناز کیا ہے قاضی صاحب فرماتے ہیں، آنچه کاشف صحت بیان مذکور توند بود آنست کہ مقعدمان مارضوان اللہ علیہ افادہ فرمودہ اند کہ خدا تعالیٰ در پہنچ جاکہ یکی از اہل ایمان جہنمت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمود الا انکونزول انرا شامل جمیع ایشان دانستہ انتہی منقول از آیات بیانات۔ اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمائیے کہ قاضی صاحب نے کیسے افتخار کے ساتھ تعصب میں آکر کیا بے اصل دعوے مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے اور واضح رہے کہ اس میں صرف قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و مخالف کا الزام نہیں بلکہ قاضی صاحب نے بوفور کرم اپنے بزرگوں کو بھی اس میں شریک فرمایا ہے۔ فاعتبروا یا اہل الايمان انزل سبحان اللہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مقدمہ کے دعویٰ کو اس سے کیا نسبت۔ اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہاں وہ امر واقعی اور کہاں یہ گول مول بات جو بالکل بخاری وغیرہ کے مخالف ہے۔ اس ایک ہی روایت سے آپ کے میر محمدی صاحب کا مایہ علم و تدبیر بخوبی واضح ہے اور وہ یہ ہی مقام ہے کہ جس کا ہم سابقین میں وعدہ کر آئے ہیں۔ ان حضرات پر تو کچھ انھوں نے نہیں کیونکہ وہ ایک اہل علم سے ہیں مدت تک

سرکاری نوکری میں توغل رہا اور علم کی طرف توجہ نہ رہی مگر حضرت مجیب پر منایتِ تعجب ہے کہ باوجود دعوئے علم و فضل اس عبارت مندرجہ آیاتِ بینات کو غور سے ملاحظہ نہ فرمایا اور اپنے علم و فہم سے کام نہ لیا۔ میر ہمدی صاحب کی چکنی چڑھی باتوں میں آگے۔ یہ تو فارسی عبارت ہے اس بلکہ حضرت میر ہمدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارتِ سرعہ بیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ہندی و فارسی خوان کے سامنے بھی پیش نہ جاتے گی۔ حضرت جوشِ تعصب اس کو کہتے ہیں اور ہٹ دھرمی و حق پوشی اس کا نام ہے کہ ایک ایسا بلے سر و پا دعوئے کیا کہ جو عبارتِ اپنے دعوئے کے ثبوت میں نقل فرمائی اس میں اس کا نشان تک نہیں ہے بلکہ اس کے مکذب ہے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابوں کے دیئے ہیں ان میں کیا کچھ تصرف کیا ہو گا۔ اگرچہ آپ کلمے دعوئے تعصب و مخالف کا نسبت جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی اسی عبارت سے جو آپ نے نقل فرمائی رد و باطل ہے تعجب و افسوس ہے کہ آپ نے عبارت نقل کرتے وقت اس کے الفاظ کے معنی سمجھنے پر توجہ نہ فرمائی اور محض جوشِ تعصب میں آکر اپنے دعوئے کے مخالف عبارت نقل کر دی۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه العفیٰ یہ عبارت بطور توطیہ و ہتیدہ کے لکھی گئی ہے اس میں جس قدر آپ نے ان ترانیاں فرمائی ہیں ان کی حقیقت قول آئندہ میں بخوبی منکشف ہو جائے گی اس لئے ہم کو کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے جواب میں تطویل و لاطل اور تیض اوقات لاحق حاصل کریں۔ ہمارے میر ہمدی صاحب کی چالاکی اور دیانت اور ہٹ دھرمی و حق پوشی و جوشِ تعصب اور پایہ علم و تدبیر اور ہمارا جوشِ تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپ کا اور آپ کے قاضی صاحب کا صدق و دعوئے اور علم و انصاف اور اس دعوئے کا موافقی یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

قولہ مگر توضیحاً للہام ہم آیاتِ بینات کی ہی عبارت منقولہ لکھتے ہیں اور حضرت مجیب اور نیز اور دیکھنے والوں سے انصاف کے خواہاں ہیں۔ بعد نقل عبارتِ تقریر میر ہمدی صاحب کی نقل کر کے اس کا جواب گزارش کرتے ہیں۔ وہ ہونہ آہیچ کا شرفِ صحت بیان مذکور تو اندر بود آنست کہ مقدمان مشایخ مارضوان اللہ علیہم افاوہ فرمودہ اند کہ خدائے تعالیٰ ہرگز مدیجہ جاسی کہ یکی اند اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود الا آخر نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعضی آیات فرمود۔ و یوم حنین اذا عجزتکم کثرتکم فله لغن عنکم

شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت و علی المؤمنین و در آیت دیگر کفر فاذل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و چون با حضرت غیر از ابو بکر در غار نبودہ جرم خدائے تعالیٰ آنحضرت را در نزول سکینہ منفرد ساخت و اورا بان مخصوص گردانید البتہ را با و شرکت نہاد و گفت فاذل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لہ و قزوہا پس ہا ابو بکر مومن می بود با سنی کہ خدائے تعالیٰ درین آیت اورا جاری جبری مومنان می نمود و در عموم سکینہ داخل می فرمود۔ الی قولہ بنا بر این نزول سکینہ مخصوص اوشدہ باشد و ابو بکر بواسطہ عدم ایمان فضیلت سکینہ محروم مانده باشند۔ و البیضا فی قرآنی ابا و در انرا نکو در آیت غار سکینہ بر غیر رسول باشند جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہے جو آیاتِ بینات والے نے اپنے ہا میں نقل کی ہے۔ آپ کے ہمدی صاحب جو اس کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں اس کو ملاحظہ فرمائیے اور انصاف سے کہیے کہ کون سے الفاظ عبارت مذکورہ کے ان کے خلاصہ پر دلالت کرتی ہے آپ کے ہمدی صاحب فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے جہاں تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہاں اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ لفظ مومنین تسلی نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط ابو بکر پر تسلی نازل کی پس اس آیت سے ابو بکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اس لئے کہ اگر وہ با ایمان ہوتے تو تسلی پیغمبر کے ضرور خدا ان پر بھی تسلی نازل کرتا۔ امنتی بقدر الحاجۃ حضرت مجیب اور اور حضرات اللہ انصاف فرمادیں اور بتلایں کہ یہ خلاصہ کن لفظوں سے اس عبارت کے نکلتا ہے کہ خدائے جہاں تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہاں اول رسول پر نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر اللہ عبارت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہرگز در هیچ جایی کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود الا آخر نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ الہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کبھی کسی ایسی جگہ اہل ایمان سے بھی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئے ہیں تسلی نازل نہیں فرمائی مگر یہ کہ اس کے نزول کو سب کے شامل رکھا ہے چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتیں لکھی ہیں وہ اسی مطلب پر دال ہیں۔ یہ کہاں ہے جہاں خدائے تسلی مومنین پر نازل کی تو وہاں اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔

اقول خلاصہ اس ساری تعوییل لاطل اور طومار لا حاصل کا یہ ہے کہ مولانا سید ہمدی

علی صاحب سلم نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب کا بیان کیا ہے اس میں انھوں نے لکھا ہے۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے جہاں کہیں تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہاں اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر تو یہ جو انھوں نے لکھا ہے کہ اول رسول پر اور بعدہ مومنین پر یہ غلط ہے۔ اور اسی کو چالاکی قرار دیا ہے اور اسی کو جوش تعصب ٹھہرایا ہے اور اسی کو بے دینائی اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے خواہاں ہیں کہ اللہ ذرا متوجہ ہو کر دیکھیں اور فرمائیں کہ سیدہ مدی علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف اور یہ ان کی چالاکی اور بددیانتی اور حق پوشی یا ان کی متانت اور دیانت اور حق گوئی اصل یہ ہے کہ ہمارے فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اعتراض توجہ اب قاضی صاحب سے رفع نہیں ہو سکتا تو ایسے ہی جوش و خروش اور گیدڑ بھبکیوں میں کام نہ لیا۔

آیت غار کے جواب میں قاضی نور اللہ شوستری کی غلطی اور غلطی کی تائید کی تردید

پس اب اس کا جواب سنئے۔ اول ہم اپنے فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہاں سب کے سب استحقاق نزول سکینہ میں برابر تھے اور سب کے اوپر بالاصلہ اور بالاستقلال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزول سکینہ کا رسول پر اولاً اور بالذات ہے اور مومنین پر ثانیاً وبالعرض ہے۔ اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے اور آپ کا دواویلا سرسرا رہے گا اور اگر اول ہے تو بدابتر باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی میں جب رسول اور مومنین سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی کہ رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو پیچھے اور اگر مومنین کو عموماً بالذات حاصل ہو تو مساوات لازم آوے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ اولیت اور ثانویت خود نظم قرآنی سے بھی منہوم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں علی رسول و علی المومنین واقع ہے اور اس میں اول تو رسول کہ جو بالاتفاق افضل اور احق ہے مقدم ہے۔ دوسری یہ کہ رسول کو اپنے ضمیر کی طرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پر دل ہے۔ تیسری یہ کہ سکینہ کو بھی اپنے ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو بھی اپنے ضمیر کی طرف مضاف کیا جس سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف اولاً اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جار کے دال تجبیت پر ہے غرض اس مجموعہ سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اول رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ مسئلہ میں بھی یہی امر محمود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے کہ کیکی ازل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ با جو مصاحبت کے واسطے ہے اس پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں یہ تشریف ذکریم حاصل ہوتی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوتی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوتی اور بعد اس کے بالترج مومنین بھی اس میں شامل ہوں۔ چوتھی یہ کہ اگر یہ اولیت اور ثانویت عبارت قاضی صاحب سے منہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو تقویت ہوتی اور کیا بددیانتی اور حق پوشی اور جوش تعصب ہوا جس پر آپ نے یہ غل شور مچا رکھا ہے۔ اور اگر قطع نظر اولیت اور ثانویت کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہاں رسول اور مومنین پر سب پر تسلی نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول تسلی کا مومنین پر بشمول تسلی کو جو با ہم استلزام بیان کیا گیا ہے یہ غلط ہے۔ اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں تو یہ خود آپ کی ہی خوش معنی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہیں سمجھی شوستری صاحب کی عبارت سے بخوبی یہ مضمون ثابت ہے وہ فرماتے ہیں۔ خداے تعالیٰ ہرگز دریغ جامی کی کیکی ازل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود۔ ان کے نزول آنا شامل دہمیش ایشان داشتہ۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک بھی اہل ایمان سے تھا تو وہاں نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ ان مواضع مذکورہ میں نزول تسلی مومنین پر مستلزم بشمول تسلی کو ہے۔ بلکہ ایک دوسرا تفسیر بھی ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ ان مواقع میں نزول تسلی رسول پر مستلزم بشمول کو ہے اور حاصل دونوں تفسیروں کا یہ ہوا کہ نزول تسلی مومنین پر مستلزم نزول تسلی کو رسول پر ہے۔ اور نزول تسلی رسول پر مستلزم نزول کو بھی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہ ہے کہ ان مواقع میں اگر مثلاً قضیہ اوے صادق نہ آوے یعنی نزول تسلی کا مومنین پر ہوا اور رسول پر نہ ہو

تو صریح شمول باطل ہوگا اور اصل دعوے قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا تو دعوے اور میان نزول اور شمول کے ان مواقع میں تلازم کا ہے اور یہاں انفراد ہو گیا اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی موقع ہے کہ رسول بھی وہاں موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہیں آتا کہ نزول سکینہ کا مومنین پر اس موقع میں بیان فرمایا ہو اور رسول مومنین کے ساتھ نہ ہو تو اس سے ثابت ہے کہ جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہاں رسول پر بھی نازل فرمائی یہ صحیح خلاصہ ہے اس کے قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے اور یہ مضمون جو قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت ہے صریح غلط ہے۔ غرض کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کے غلط اور مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس قدر مطلب کو تو آپ بھی تسلیم فرماتے ہیں چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے خداوند تعالیٰ نے کبھی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سے بھی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئے ہیں تسلی نازل نہیں فرمائی مگر یہ کہ اس کے نزول کو سب کے شامل رکھا ہے۔ انتہی۔

آیات سکینہ پر بحث

تو ہم بموجب اسی آپ کی تسلیم کے پوچھتے ہیں کہ یہ جو دو موقع ابتداء سورہ فتح میں مذکور ہیں
هو الذي انزل السكينة في قلوب
المؤمنين ليزدادوا اليانعة ايمانهم
وہی ہے جس نے ہماری تسکین بیچ دلوں ایمان والوں
کے تو کہ بڑھ جاویں ایمان میں ساتھ ایمان اپنے کے۔

اور۔

لقد رضى الله عن المؤمنين اذ
باليحود تحت الشجرة فعلموا
في قلوبهم فانزل السكينة عليهم
بہ تحقیق راضی ہو۔ اللہ مسلمانوں سے جس وقت
بیعت کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت لکیر کے گرد
بانا جو کچھ بیچ دلوں ان کے کے تھا پھر تسکین اور پختہ
کہ جن میں خاص تسلی مومنین پر بیان فرمائی ہے اور رسول کو اس میں شام نہیں کیا ان
دونوں موقعوں میں آپ کے قاضی صاحب کا یہ قول غائب کی جگہ کہ اہل ایمان با حضرت پیغمبر
وہ وہ سابق آنا ہے بائیں اور ظاہر ہے کہ ان دونوں موقعوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ
عیدہ وسلم کے ہیں اور نزول سکینہ کا بھی اس بلکہ آپ کے قاضی صاحب سے یہ مواقع میں شمول کو

واجب اور اذکر فرماتے ہیں۔ ثواب دیکھنا چاہیے کہ موافق قول آپ کے قاضی صاحب کے شمول
سکینہ کا رسول اور مومنین سب کو ہے یا مخالف قول قاضی کے انفراد ہے قرآن شریف کھول کر
جو دیکھتے ہیں تو اس میں تو مخالف دعوے قاضی صاحب انفراد مومنین کا تسلی کے ساتھ معلوم ہوتا
ہے اور قرآن قاضی صاحب کی تکذیب کرتا ہے یا یوں کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول میں قرآن کی
تکذیب فرماتے ہیں تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی بھی قاضی صاحب کا دعوے غلط اور مخالف
قرآن کے ہے جو انھوں نے جو ش تصعب میں اگر بدو ان اس کے کہ قرآن کو دیکھیں لکھ دیا اب آپ
چاہتے ہیں کہ چند خرافات سے اس الزام کو ان کے لوح حجبین تحریر سے دفع کریں تو مصلیٰ یہ کب
ممکن ہے۔

قولہ: بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ تو یہ فرماتے ہیں کہ یہاں رسول پر تسلی نازل کی ہے
اور مومنین بھی رسول کے ساتھ ہوئے ہیں تو مومنین کو بھی اس تسلی میں شامل کر لیا ہے ذکر صرف
رسول پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نہ کیا ہو اور آیت غامضہ یہ نہیں ہے بلکہ رسول کا ہی
ذکر فرما کر اللہ جل شانہ خاموش ہو گیا۔

اقول: حضرت مجیب اور ان کے ہم مذہب اور اہل النفاۃ نشاۃ النفاۃ فرماتے اور بتلاتے ہیں
کہ اگر وہ خلاصہ جو میر سیدی صاحب سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہمارے فاضل مجیب دعوے
کر آتے ہیں تو یہ جو ہمارے فاضل مجیب نے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب لکھا ہے
اس عبارت کے کن لفظوں سے نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب رسول پر تسلی نازل کی ہے
اور وہاں مومنین بھی ساتھ ہیں تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سید مہدی علی صاحب
سلمہ کو دیتے ہیں اسی الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہ مطلب جو آپ نے قاضی صاحب
کی عبارت کا بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ مطلب کہ جو
سید مہدی صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت افسوس و توبہ ہے
کہ سید مہدی علی صاحب سلمہ کو تو آپ مطعون کریں اور خود آپ اسی قسم کے محسن بیان فرمائیں
اور اہل علم سے کچھ نہ شرمائیں اگر یہ سید مہدی کی چالاکی اور جوش تصعب اور ہٹ دھرمی اور حق پرستی
تھی تو جو کچھ جناب نے قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا وہ جناب
کی بھی چالاکی اور جوش تصعب اور ہٹ دھرمی اور حق پرستی ہوگی سو اب سوار اور بعد اس کے قاضی
صاحب کی عبارت غلط کی غلط رہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر مستفاد ہیں۔ اول اس

موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں۔ دوسرا نزول سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سب کو پس منزل علیہ سکینہ کا بیجا رسول ہے ویسے ہی مومنین بھی ہیں چنانچہ لفظ شمول سے یہی سمجھ میں آتا ہے تو جب ہر دونوں منزل علیہ ہوں تو اگر ان کا منزل علیہ کتنا اور یہ کتنا کہ جس پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر بھی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا منزل علیہ کتنا اور یہ کتنا کہ یہاں رسول پر بھی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہو گا اور اگر وہ غلط ہے تو یہ بھی غلط ہو گا۔ لہذا کذب اور تعارض عبارت شوستر ہی صاحب کا قرآن سے وہ ظاہر ہے کہ ہر دو امین اولیں ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول نہیں پایا جاتا۔ نزول سکینہ کا مصرح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے البتہ ہر مضمون ہوتا ہے اور عدم شمول بھی صریح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح تناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ بھی جناب کو رسالہ منطلق سے معلوم ہو گا متصل لزومیت کلمہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد میں صدق ہو جب اس کا صدق متحقق ہو گا اور اس کے کذب کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد میں کذب متحقق ہو اس وقت قضیہ کاذب ہو گا بلکہ ایک بھی تقدیر پر اگر کذب سمجھا جائے گا تو قضیہ کاذب ہو گا پس یہ قضیہ کلیہ جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز در پیج جا لہذا چونکہ ان کے نزدیک اس کی یہ بھی دو مواد تھے کہ جہاں اس کا تحقق تھا اس لئے انھوں نے حکم کلی فرما دیا اور یہ ان کو معلوم نہ ہوا کہ اس کے جزئیات اور بھی ہیں جہاں یہ حکم متحقق نہیں ہے اگر کلیہ حکم کیا جاوے گا تو کاذب ہو گا۔ اور معلوم کیونکر ہو اگر کچھ قرآن سے تعلق ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف میں ذکر نزول سکینہ کا کہاں کہاں پر ہے پس اس موقع پر آیت غار کا ذکر کرنا بجائے خود نہیں۔

قولہ: اور جیسا کہ جناب باری عز و جل فرمایا ہے۔ فانزل اللہ سکینۃ علی رسولہ و علی المؤمنین۔ بیان بھی اگر سوائے رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ میں شامل کرنا منظور ہوتا تو فرماتا کہ علیہ و علی صاحبہ یا علیہما وغیرہ۔ اور جب کہ حق تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہے۔

اقول: اول خطا آپ کے قاضی صاحب اور ان کے اتباع کی یہ تھی کہ اس تفسیر کو جو پہلے مذکور ہوا ہے ہرگز در پیج جا لہذا کیونکہ اس کا کلیہ ہونا سراسر غلط تھا۔ دوسری خطا یہ ہوتی کہ اس تفسیر کو ایک محکم میں متعین کیا اور یہ حصے بیان کئے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں رسول

پر تسلی نازل کی اور وہاں مومنین سے بھی کوئی ہمراہ تھا۔ تو وہاں اس کے نزول کو سب کے شامل فرمایا حالانکہ یہ تعین غلط تھی کیونکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی اور وہاں رسول بھی تھے تو وہاں اس کے نزول کو سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوتی کہ آیت غار میں اول تو اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ فانزل اللہ سکینۃ علیہ کی ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور پھر اس فاسد بنا پر یہ مقدمہ فاسد متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اس کو بھی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین سے آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے اور یہ بالکل غلط اور بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ آپ کا ختم یہ کہتا ہے کہ آیت غار میں خدا تعالیٰ نے نزول سکینہ کا ذکر فرمایا اس کا منزل علیہ صرف ابوبکر صدیق ہے اور یہ اس قبیل سے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے سورہ فتح میں ارشاد فرمایا۔

هو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین اور فانزل السکینۃ علیہ اور وہاں نزول کو مومنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور ان کے ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت غار میں بھی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو مخصوص یا غار کے ساتھ فرمایا قطع نظر اس سے ہم بھی ایک قاعدہ کلیہ بمقابلہ قاعدہ کلیہ آپ کے قاضی صاحب کے لکھتے ہیں۔ اور اہل انصاف سے انصاف اے کہ خواہاں ہیں۔ وہی خداوند تعالیٰ جانتیکہ نزول سکینہ بر رسول بیان فرمود ہرگز در پیج جا نہزل ان را بر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنی رسول را بلفظ رسول کہ دال بر کمال بزرگی و تعظیم و نہایت و علو و عظیم است تعبیر فرمود لیکن جانتیکہ نزول سکینہ بر مومنین بیان فرمود۔ گاہی انسا را بلفظ مومنین تعبیر فرمود چنانچہ دلی المومنین و فی قلوب المؤمنین۔ و گاہی بر ضمیر اکتفا فرمود۔ چنانچہ فانزل اللہ سکینۃ علیہ ارشاد شد پس اگر در آیت غار بیان نزول سکینہ بر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر اکتفا نہ فرمائی بلکہ بلفظ رسول تعبیر شدی و لیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ ابوبکر صدیق بود و در ان گنجائش ضمیر ہم بود لہذا بر ضمیر اکتفا نہ فرمائی۔ خدا کے لئے ذرا انصاف کی انھیں کھول کر دیکھیں کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد فرمایا ہے۔ بعد اس کے مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ و چون این سخن گوشش نا صبیان خوانند شنید باعث حیرت ایشان خواہد گردید و در حیل خلاص از آن جان ایشان بلب خواہد رسید۔ تو اب فرمائیے کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہے یا آپ کے قاضی صاحب کا۔

قولہ: اور شیعوں نے یہ امر بدل بدل آقا قاضی ثابت کر دیا ہے کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف

پہرتی ہے نہ کسی غیر کے۔

اپنے اصول مذہب کے معاملہ میں شیعہ کی کمزوری

اقول: سبحان اللہ! آج تک حضرات شیعہ سے اپنا اصول مذہب تو دلائل قاطعہ سے ہو ہی نہیں سکا جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مزید غمیر کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کریں گے امامت کا اصول دین میں سے ہو نا دلائل قاطعہ سے ثابت کریں امامت کی عصمت اور ان کی انبیاء سے فضیلت وغیرہ یہ سب اصول دین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے مگر یہ ایسا دعوے ہے جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کہ وہ فروعات فقہ کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعیات سے ثابت ہیں حالانکہ جہود علماء شیعہ نے ان کی تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ بھی دلائل قاطعہ سے ثبوت کے مدعی ہیں پس ایسے لنو دعووں کا جواب جن پر کوئی دلیل قائم نہ ہو بجز سکوت کے اور کچھ نہیں۔

قولہ: پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہ دعوے کہ چون ابن سخن را گوش نابینان شنیدہ انہ منایت ہی سچا اور بہت ہی ٹھیک ہے ورنہ شیعوں کا دعوے اتنی مدت کا بدون جواب باقی نہ رہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے تو اب جواب دیں۔

اقول: جناب میر صاحب ایسے معاملات و خرافات کے جواب میں کسی عاقل کو بھی تردید نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہلسنت کو حیرانی ہو۔ اہل اکل جملہ باعث حیرت ایشان گردیدے سے مراد لی جاوے کہ اہل سنت کو اس مسئلے کی حیرت ہے کہ یہ بات بھی کیا اس قابل ہے کہ عقل کی زبان سے نکلے اور کیا اس لائق ہے کہ اس پر ناز و افتخار کیا جائے تو البتہ بجا ہے پھر بعد اس کے جو حیلہ بطور دلیل کے تحریر فرمایا ہے ورنہ شیعوں کا یہ دعوے ۱۱ اس قابل ہے کہ اہل عقل و دانش اس پر آفرین کہیں شاید یہ بھی انھیں دلائل قاطعہ سے ہے جن کا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعوے بالآخر من بے جواب باقی ہو تو کیا یہ کچھ مستحب ہے کہ بدیہی غلط اور داہی ہونے کی وجہ سے اس پر انصاف نہ کیا ہو یا یہ کہ جبارے فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہاں ہیں سو بجز اللہ ہم اس کا ابطال اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر بہت دجرات ہے تو جواب دے دیں اور اگر اس سے اتنی خاطر نہ ہو اور بھی ہوں ہوتا اور بھی بچے وہ یہ کہ قطع نظر اس کے غلط اور خرافات واقع اور مخالف قرآن ہونے کے یہ دعوے بالکل غلط اور بد دلیل سے اور اصل سے اس کی بنیاد ہی غلط ہے کیونکہ اگر بالآخر من ہم اپنے مجیب کی خاطر سے تسلیم کریں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہی ہے کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہاں مومنین

سے بھی کوئی ہمراہ تھا تو سب کے شامل کی اور حضرت کو منفرد نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ خداوند تعالیٰ پر یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہیں اس کے خلاف نہیں فرمائے گا سراسر وہامیات اور خرافات ہے کیونکہ اس کے لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلات کرئی یہ محض جناب قاضی صاحب کے وسوس و تخیلات ہیں جو مادہ سوداوسی سے ناشی ہوئے ہیں اگر کوئی دلیل اس پر دلالت کرتی تھی تو اول اس کے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے نیز انھوں نے نہیں بیان فرمائی تو اب اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے اور کوئی دلیل لائے اور لیوں ہی ایک دعوے بلا دلیل پر افتخار و ناز فرمانا شان عقلانیت نہیں ہے اور یہ جب ہے کہ ہم تسلیم کر لیں کہ جو مطلب ہمارے مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے طبعاً ہے ورنہ عقیدت یہ ہی غلط ہے چنانچہ ہم ابحاث گزشتہ میں اس کے بطلان کو بخوبی ثابت کر آئے ہیں پس جس طرح دل چاہتے ہیں اس سے گت کر لیں ہم ہر طرح تحریر و تقریر حاضر ہیں۔

قولہ: آپ کا یہ فرمانا کہ تعصب میں اگر کیسا ہے اصل دعوے مخالف قرآن شریف کے خلاف ہے بجائے خود نہیں بلکہ آپ نے جوش تعصب میں آکر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب اور کیا ہو گا کہ بدون کچھ عبارت نقل کر دی۔

اقول: اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش تعصب میں آکر مخالف قرآن شریف کے دعویٰ کیا یا ہم نے جوش تعصب سے اس دعوے کی نسبت ایسا کیا اور یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ ہم نے بدون کچھ عبارت نقل کی ہے یا آپ نے بے کچھ عبارت کی توجیہ فرمائی ہم کچھ نہیں کہتے بجز اس کے کہ کسی کے سامنے اہل انصاف میں سے یہ عبارت رکھ دیجئے اور تماشا دیکھ لیجئے۔

قولہ: حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب میں نہیں آئے اور نہ اصل دعوے معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا بلکہ ایک امر واقعی مدلل آیات قرآنی بیان کیا ہے آپ کا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا دعوے بے دلیل ہے اگر آپ اس اپنے دعوے میں بچے ہیں تو بس اللہ کوئی دلیل لے لیتے اور حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کے اس دعوے کو رد فرمائیے اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب معتبرہ سے ایسی نقل فرمائیے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ نے شانے تسلیم نازل فرمائی ہو اور رسول کے جہرہ مومنین بھی ہوں تو لفظ رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور مومنین کو شانے فرمایا ہو۔

نہیں اس کی نسبت صاف کنا چاہیے کہ یہ حوالہ درست نہیں کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی واما اصل کتاب سے اس کائنات اس وقت ضروری ہوگا جس وقت آپ صاف انکار فرمادیں گے، اور یہ کہیں گے کہ یہ روایت ہمارے یہاں نہیں ہے، اقول حضرت مجیب نے جو کچھ اس قول میں فرمایا ہے عام اہلسنت یہ ہی بے اصل دعویٰ کرتے ہیں، اگر یہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہیں تو آپ کے خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین نے جو حوالے نقل فرمائے ہیں وہ کہاں سے نقل فرماتے ہیں، بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ اہل سنت ہمارے کتابوں کا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر میں رکھنا گناہ سمجھتے ہیں ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چھپ کر شائع ہو گئی ہیں اگر جناب مجیب کو حقوق کتب مبنی کا ہے تو ارث و فرامین کہ فرست کتب مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیج کر طلب فرمادیں اور اس بے اصل دعویٰ سے باز آئیں۔

لیقول البید الفخیر الی مولانا العفیٰ: اگرچہ اس قول میں کوئی امر قابل بحث و جواب نہ تھا تاہم اس قدر گزارش ضرور ہے کہ اگر آپ کی کتب مشتبہ نایاب نہیں ہیں اور ہر جگہ ملتی ہیں اور چھپ کر شائع ہو گئی ہیں تو یہ فرمائیے کہ قطع نظر اور کتابوں سے آپ کا قرآن جو جناب امیر نے تالیف و جمع فرمایا اور ائمہ کے پاس بیٹے بعد دیگر سے متواتر چلا آیا، اور آخر کو غار سرمن راستے میں امام زمان کے ساتھ مخفی ہوا کوئی دفعہ کسی وقت چھپ کر شائع ہوا ہے یا یہ شخص جھوٹے دھکوسلے میں نہ کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا ائمہ کے پاس متواتر اگر غار سرمن راستے میں مخفی ہوا علاوہ انہیں آپ کے اصول اربعہ کتنی دفعہ چھپ کر شائع ہو چکے ہیں، پس اسی سے شیوع کتب معلوم ہو جائے گا، ہند میں کلینی بھی صرف نو لکھوڑے چھپائی ہے، تہذیب استبصار میں لا یحضر ہمارے والست میں ہندوستان میں تو چھپی نہیں ایران کی ہم کو خبر نہیں، پس جب اصول کا یہ حال ہے تو اور علوم کی کتابوں کا کیا حال ہوگا، اور انچیزہ کتاب میں جو جو اہات اہلسنت میں تالیف ہوئیں اور چھپ گئیں تو ان کے شیوع سے یہ نہیں کہنا سکتا کہ کتب مذہب کا شیوع ہے اور نیز اگر اہلسنت میں سے دو چار کو کسی وجہ سے آچکی کتابیں ہم ہم پہنچائیں تو یہ بھی دلیل شیوع کی نہیں ہو سکتی، آپ کی کتابوں کے دیکھنے کا شوق اس وقت تک ہے جب تک کہ آپ سے مناظرہ ہے سو اس کے لئے کسی قدر کتابیں جمع بھی کی ہیں اور کسی قدر جمع کرنے کا ارادہ بھی ہے بشرطیکہ آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا پس اس عنایت کا شکر گزار ہوں جو ارسال خدمت کی بابت سخت فرمایا، اور گذشت کرتا ہوں کہ اگر مطبع حمزہ اور ملک الکتاب، لسانی کے علاوہ کوئی اور خدمت ہو تو البتہ عنایت فرمادیں، متاخرین کی تصانیف میں سے آپ کے قبل و بعد مجتہد صاحب کے

اقول: ہم بلائیں ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب کا دعویٰ خلاف واقع مخالف قرآن محض جوش لعل سے ناشی ہے اور اس کو بخوبی رد کر دیا ہے آپ ملاحظہ فرمائیں البطل کے واسطے یہ کچھ ضرور نہیں کہ ایک ہی طرح پر کیا جاوے، ہاں جب آپ اس دعویٰ کو واقعی اور مدلل بآیات قرآنی تصور فرماتے ہیں تو امید ہے کہ ہمارے دعویٰ کو بھی واقعی اور مدلل بآیات قرآنی سمجھیں گے اور اگر آپ کو اس میں کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے اور ثابت کیجئے کہ خدا تعالیٰ نے کہیں رسول پر سیکڑ نازل کی ہو اور نظر رسول سے تعبیر نہ فرمایا ہو اور صرف منیر پر اکتفا فرمایا ہو۔

قول: یہ حضرات اہلسنت کی ہی جرات ہے کہ بے اصل دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہاں دلیری اور بے باکی یہ ہے کہ جو عبارت سند اعلیٰ کرتے ہیں اس کا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت سے مخالف عبارت منقولہ کے تراشتے ہیں اور لہذا زور افتخار اس اپنے ہی تراشتے ہوئے مضمون کو رد کرتے ہیں نہ خدا اور رسول سے ڈرتے ہیں نہ اس کی مشرک کرتے ہیں کہ دیکھنے والا جن کو خدا نے کچھ بھی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کہ کا یہ حال ہے ان حضرات کا فاعلیہ و یا اولیٰ الایمان، آپ کے مدعی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد میں لکھا ہے چونکہ خلاصہ ہی صحیح نہیں کیا تو رب بنار فاسد علی الناس ہے۔

جواب دروغی

اقول: ایسے کذبات اور خرافات کا جواب پس یہ ہے کہ بقول شامخ: دروغی را جزا باشد دروغی، ہم کہیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں، باقی آپ کے مذہب کلمات کا جواب ہم کچھ نہیں دیتے، قال الفاضل المجیب: قول: ہمارے مقابل میں جو عبارتیں تحریر فرمادیں، جناب مخاطب کا اس سے مفقود صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہیں حضرات شیعہ کی کتب نایاب ہیں بڑے بڑے شہروں میں بھی دستیاب نہیں ہوتیں اور اگر کہیں حضرات شیعہ کے ہاں ہیں تو اہل سنت کو وہاں تک دسترس اور ان کا حصول ممکن نہیں چنانچہ ایک شخص حضرات شیعہ میں سے میرے بھی عنایت فرما ہیں اگر میں یا کوئی اہلسنت جس پر احتمال مناظرہ دانی کا ہوں کہ مذہب کی کتاب ان سے طلب کرتا ہے تو مسخرہ چرا جلتے ہیں حالانکہ جاری ہر قسم کی کتابیں ان کے استعمال میں رہتی ہیں تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ اصل کتاب ائمہ کے لئے دستیال بھی تصور ہوگا اور ہذا وقت میدان مناظرہ ائمہ کے پاس سے ہوا چھ راستے ہو کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ تخریر وغیرہ میں بعض حوالے درست نہیں تو اس سے معذور ہو کہ بعض حوالے ہر ائمہ درست ہیں تو جس وقت استدلال میں وہ حوالے نہ کر رہوں جو درست

عماد الاسلام و ذوالفقار و حسام وغیرہ کا خیال ہے اور کتب مقدسہ میں سے رسائل فضل بن شاذان و نسو
سیلم بن قیس لملی وغیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپ کو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھ ضرورت
نہیں کیونکہ اپنے مذہب کی صحت اور آپ کے مذہب کے فساد میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے
جو کسی امر کی تحقیق کی ضرورت ہو۔

قولہ: یہ حکایت جو لکھی ہے شاید صحیح ہو مگر یہ کیا اثر دے کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت
نجیب مجھے ہیں نہ دیتے ہوں شاید کوئی اور غرض ہو جیسا کہ اسی شہر میں ایک سید صاحب ہیں اور ان
کے پاس دو ایک کتب احادیث ہیں وہ ہم کو بھی گھر لے جانے کو نہیں دیتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ
میری چند کتابیں نہایت عمدہ جو شوق سے خریدی تھیں بعض حضرات لے گئے اور پھر واپس نہ دیں
جب سے میں نے عذر کر لیا ہے کہ خواہ کوئی مانگے میں کتاب ہرگز نہ دوں گا۔ ہاں میرے مکان پر آکر
جو شخص چاہے خواہ سستی ہو خواہ شیعوں کو مانگو کہ یہ عبارات نقل کر کے لے جائے بلکہ حق پانی وغیرہ
کی خدمت کروں گا تو کیوں نہیں جانتے کہ وہ صاحب بھی جن کا ذکر حضرت نجیب نے کیا ہے
اس خیال یا مثل اس کی کسی اور سبب سے نہ دیتے ہوں۔

اقول: چونکہ اس جواب کی تحریر میں ایک کتاب سے جو ہم کو اپنے نہایت فرما سے لی بہت
مدد پہنچی لہذا اس کو ہم کمال شکر نگہداری کے ساتھ لکھتے ہیں اور اسی واسطے ہم اپنے فاضل نجیب کے
شمارات کا جواب خواجہ مفتاح فکر ہر کس بقدر محبت دوست نامشی جوئے ہیں ہم کچھ جواب
نہیں لکھتے۔

قولہ: معتمدان مناظرہ کے اصول میں یہ داخل نہیں کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے
مخالف کا فرض ہے کہ جس طرح مکان ہو خود یہ سامان ہم بیچا ہے۔

اقول: بہت درست ہے ہم بھی اس کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ جب ہے کہ تحقیق حق
مناظرہ ہو اور جب تحقیق حق منظر ہو جیسا کہ آپ مری ہیں تو پھر یہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

قولہ: میری اصلی غرض جو حضرت سمجھتے ہیں وہ ہرگز نہ تھی بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اگر خواجہ
خزینہ ہوں تو اس کے رد و بدل میں وقت ضائع نہ ہو۔

اقول: اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیسا اصل کتاب میں جب نہ پایا کہ یہ حوالہ غلط ہے
ختم یا اس کو ثابت کرے گا ورنہ غلطی تسلیم کرے گا لیکن تغلیط بھی بصری طور پر ہوتی ہے کہ
بدون اصل کتاب کے مطابق کئے قوانین پر پڑ کر تغلیط کر دی اور یہ تغلیط ایسے ہے کہ اس میں خود

رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطعی طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب سے خوب مطابقت کر کے جب نہ
پایا تو تغلیط کر دی چنانچہ ہم نے لفظ ستیز العرب کی تغلیط کی ہے تو البتہ تغلیط قابل اعتبار ہے اور اس
میں رد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

قولہ: میدان مناظرہ بفضل الہی ہر طرح ہمارے ماتحت ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت
نقل فرمائیے خواہ خود دیکھ کر لکھیں۔

اقول: باطلست آپ بخمدی گوید۔

قولہ: معتمدان مصنف ہیں آپ کا یہ فرما کہ جس وقت استدلال میں حوالے مذکور ہوں
جو درست نہیں الہ بہت درست ہے اور ہم ہر دم چشم قبول کرتے ہیں بلکہ اس لکھنے سے یہ ہی
غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کر لیں۔

اقول: ع۔ عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است مگر واضح رہے اگر آدمی بزرگ اپنے مذہب
کی حیانت کے لئے حق پوشی اور بہت دعویٰ کرے اور ایک جگہ حق قبول کرے تو اس کو مصنف نہیں
کہا جاسکتا، بہر کیف واجب امر کے تسلیم میں ہم کو کچھ چون و چرا نہیں ہے۔

قال الفاضل المجیب قولہ: صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ درست نہیں، البتہ جن حضرات
کی تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو بایں طمطراق افتخار و ناز ہے وہ تحقیقات عند تحقیق خود
غلط ہیں۔ اقول: اس کے جواب میں نہایت ادب سے آپ کا یہ ہی متوالہ ہم بھی عرض کرتے ہیں۔ چنانچہ
جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعویٰ تعصب و تحالف قرآن شریف کے بیان میں
کسی قدر سابق میں بیان ہو چکا ہے اگر حضرت مجیب کچھ بھی انصاف فرمائیں گے تو کچھ جائیں گے
کہ جن تحقیقات کو ہمارے حضرت بعد افتخار و ناز تمدیداً تحریر فرماتے ہیں وہ تحقیقات ہی واقعہ میں
بجائے خود نہیں اور ہمارے علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت بجا و درست ہے
اب اس تحقیق کا حال بھی جو مجیب نے بعد ناز لکھی ہے ظاہر ہوا جاتا ہے انصاف شرط ہے۔

یقول العبد الفیض الی مولانا الفنی: قاضی نور اللہ صاحب کے تحالف کا حال محقق ہو چکا باقی تحقیقات
کا حال بھی معلوم ہو جائے گا اور یہ کیا اصول مذہب کی تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر انھوں اس کا
بے کہ ہمارے فاضل مجیب صرف ہم کو ہی فرماتے ہیں کہ تحقیقات علماء کو بغیر انصاف دیکھیں اور خود بدلت
اس پر عمل نہیں فرماتے۔ ہمارے تو حکم سامی کی تعمیل کی اور دعا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو بھی
توفیق عطا فرمادے۔

قال الفاضل المحجب، قوله مشتق من قوله خروار ہرگز نذر ہیں خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ میں عبارت منہج البلاغت سے جو حضرت ابوبکر کی طرح میں جناب امیر نے فرمائی ہے استدلال کر کے علامہ شیعہ کی طرف سے جواب نقل کئے ہیں منجملہ ان کے فرمایا ہے، عمدہ آن توجہیات نزد ایشان آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مدارج شیخین، ۱۰۴۰، اس کے جواب میں علامہ کنزوری نے لکھا ہے کہ ابن ادعائے کذب محض است احتیاج این توجہیات شیعہ را وقتی می افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود چون لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج بہ یک از توجہیات نیست۔ اقول، حضرت آپ کے خاتم المحدثین اس مقام پر ابتداء ہی سے راہ خلاف واقع گوئی چلے ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ہم منہج البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور جو عبارت نقل کی ہے اس میں اپنی طرف سے بجائے لفظ فلان لفظ ابوبکر لیا گیا ہے حالانکہ کتب مذکور میں بلکہ کسی روایت شیعہ میں بجائے لفظ فلان لفظ ابوبکر نہیں ہے۔ طرفہ دیگر خود اقرار کرتے ہیں کہ منہج البلاغت میں لفظ فلان ہے لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ نسخہ کی عبارت مجسّمہ نقل کرتے ہیں وہ ہونہار و منہما اور ردہ الرحنی ایضاً منہج البلاغت عن امیر المومنین انما قال لہ بلاد ابی بکر فلتد قوم الادود و اوی العمدة و اقام السنة و خلف البدعة ذھب لفق الشوب قليل العیب اصاب خیرھا و سبق مشرھا دی الی اللہ طاعتہ و اتقاء محضہ رحل و ترکہم و طرق منشعبۃ لا یستدی ذیلھا الضال و یستقیم المہتدی و این عبارت جناب امیر صاحب منہج البلاغت کے شریف رضی ست برای حفظ مذہب خود تصرف کردہ لفظ ابوبکر را حذف نموده و بجائی اول لفظ فلان آورده تا اہل سنت تمکین شود انمود الہذا ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کے خاتم المحدثین چمچے تھے تو پہلے لفظ فلان منہج البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف ابوبکر کرتے پھر جو چاہتے فرماتے اب ان کی تحریف تو خود ان کی ہی زبان سے ثابت ہوگئی، جناب سید علیہ الرحمۃ کی تحریف پس حسب داب مناخرہ اگر کسی کتاب شیعہ سے اس روایت میں لفظ ابوبکر نقل کرتے اور پھر نقل جناب سید علیہ الرحمۃ اسی کتاب سے ثابت کرتے اس وقت الذیہ تحریف جناب سید ثابت ہوتی واذلیس فلیس، اور جو نسخہ حضرت خاتم المحدثین مدعی تحریف ہیں تو ان کو اثبات اپنے دعوے کا لازم تھا اور ہم کو محض منع کافی ہے کہ اتقوا زنی عوام مناخروہ۔

خطبہ لشہر بلافلان میں حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کی تحقیق اور

علامہ کنزوری کا انکار اور اس کا ابطال

یقول العبد الفقیر الی مولائہ الفنی، اہل دانش و انصاف سے التماس ہے کہ لشہر ذرا متوجہ ہو کر اس بحث کو سنیں اور علامہ کنزوری اور ان کے اولیاء و توابع کا مرتبہ علم و پایہ انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ اول حضرت کنزوری نے کس قدر تبحر علمی اور تدبیر ظاہر فرمایا اور بعد اس کے ان کے توابع مفکرانہ کیسا دیانت و انصاف کا خون کر رہے ہیں، ہم نے ان علماء شیعہ کی تحقیقات کی تغلیط میں جھٹلنے سے بچنے کے جوابات لکھے ہیں بطور تمثیل علامہ کنزوری کے تحقیق پیش کی جاتی ہیں جس سے حوالہ کا جی غلط ہونا ثابت تھا خلاصہ اس کا یہ تھا کہ جو جوابات خطبہ لشہر بلافلان کی شیعہ کی طرف سے نسخہ میں نقل ہوئی ہیں ان میں صاحب نسخہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے عمدہ آن توجہیات نزد ایشان آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مدارج شیخین بنا بر استتجاب قلوب ناس الہ اس کے جواب میں علامہ کنزوری نے تحریر فرمایا کہ این ادعائے کذب محض است الہ اب اس دعوے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کنزوری صاحب کے جواب سے صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدعی ہیں کہ یہ توجہیات حضرات شیعہ کہتے ہیں اور علامہ کنزوری اس حوالہ کی تکذیب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کا یہ دعوے اور یہ حوالہ کذب محض ہے نہ شیعہ نے یہ توجہیات کی اور نہ ان کو ان توجہیات کی حاجت اور کہیں فرماتے ہیں ان هذا اذا فکرتہم مبین۔ انیس ناصبی بایدر پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر است یا عمر اور کہیں فرماتے ہیں ثبت المدار شہر افکش۔ اول این معنی با ثبات بایدر رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر است بعد از ان باین اوصاف اثبات فضل ابوبکر بایدر نمود، اور کسی قول کے جواب میں لکھتے ہیں، بیچک از امامیہ این توجیہ نکرده، غرض اس تمام بحث سے واضح ہے کہ علامہ کنزوری نہایت غلو کے ساتھ حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالوں کی تغلیط و کمزب فرما رہے ہیں کہ یہ امور جو صاحب نسخہ شیعہ کی طرف منسوب کرتے ہیں محض کذب و دروغ ہے، ہم نے اس پر آیات بیانات سے نقد و تعین فرمایا کہ حضرات شیعہ کی تحقیقات کا حال یہ ہے کہ جو بالغیب حوالوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ سب امور ان کی کتب معتبرہ میں موجود ہیں چنانچہ ردہ سب

امور جن کا انکار بڑی شدت سے آپ کے علامہ کنٹوری صاحب فرما رہے تھے وہ سب فاضل تبحر
کمال الدین ابن قیم بجائی کی شرح میں موجود ہیں۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب اپنے
حوالوں میں سچے تھے اور آپ کے علامہ کنٹوری ان کی تکذیب میں کاذب۔ اب ہم اہل انصاف کو ان
کے انصاف کی قسم دے کر پوچھتے ہیں۔ ہمارے فاضل مجیب کی تمام تقریر متعلقہ کو ملحوظ کر کے فرما دیں
کہ انھوں نے اپنے علامہ کنٹوری کی طرف سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو ان پر سے کیونکر رفع کیا اور
کیونکر ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعوں کی طرف منسوب کرنا کذب ہے فرمایا تو یہ فرمایا
کہ علامہ ابن قیم کا اپنی شرح میں یہ امور ذکر کرنا بطور تشہیل بلکہ بطور استہزا و تمسخر کے ہے معلوم نہیں
کہ حضرت مجیب کا یہ فرمانا بطور تمسخر ہے یا واقعی۔ اسی حضرت میر صاحب آپ نے تو اپنے تمام دین
کو ہی تمسخر بنا دیا اور دائرہ محبت کا اپنے اوپر تنگ کر دیا۔ آپ کے خصم نے آپ سے ہی سیکھ کر آپ
کے اوپر جہات ستہ کو مسدود کر دیا۔ اگر سے جو کچھ روایت کرتے ہیں۔ غالباً سب تمسخر خم غدیر کا
خطبہ اور تمام وصیتیں سب تمسخر کو محفل میں ہم ہمیشہ آیت۔

ولہ متخذ و آیت اللہ عز و جہ
و بناؤ اللہ کی آیتوں کو جھٹھا۔

کے معنے سوچا کرتے تھے سو آج آپ کی بدولت یہ عقدہ حل ہوا اور خوب سمجھ میں آ گیا کہ دین
کے ساتھ استہزا اس طرح ہوتا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ علامہ کنٹوری کو یہ توجہ نہ ہو سکی اور اس
نے عام طور پر انکار کر دیا کہ چونکہ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست۔ اگر ان کو یہ توجہ ہو جتنی توصات
انکار نہ فرماتے اور یہ رد و رد سیاہ جو آج ان کو اور ان کی اتباع کو دیکھنا پڑا نصیب نہ ہوتا۔ بہر کیف
جب یہ امور کتب شیعہ میں موجود ہیں خواہ بطور تمسخر و استہزا ہیں یا واقعی تو اب حضرت شاہ صاحب
کا ان کو شیعوں کی طرف منسوب کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنٹوری کی تکذیب انھیں کی طرف الٹی پھرتے اور
تمسخر و استہزا نے بجز مخران کے کچھ سودہ دیا رہا یہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
دعویٰ کیا ہے کہ عدو رومی نے اس خطبہ میں تحریف کی ہے کہ لفظ ابو بکر کا تخلص اس کی جگہ لفظ فلان
بنا دیا ہے اگرچہ یہ باطنی ذیہ سے علیحدہ تھا کیونکہ ہمارا مقصود صرف حوالہ کی تکذیب کی بات بحث مخفی
ثابت اثبات تحریف نہیں بلکہ چونکہ فاضل مجیب نے اپنا تخلص سمجھ کر اس کو چھپا دیا ہے تو اس کا بھی
ثبوت یہ ہے۔ علامہ بصرہ ای جہ کے اقرار سے ثابت ہے کہ ان وصات کا موصوفہ درجہ و درجہ
کا ممدوح ابو بکر میں باقی اور نہ سب سے کہ تحریف و توصیف سب اب میر نے جمع عام میں فرمایا تھی کہ
جہاں صدہ آدمی انھیں سب نہیں کے متعلق تھے تو اسے موقع میں نام سے کیا یہ کرنا ممنوع نہیں

آتا۔ کیونکہ ایسے موقع میں اگر بڑا کتے تو تفریق نام سے کیا یہ کرنے کی ضرورت ہوتی اور جب مدح و ثنا
فرما رہے ہیں تو نام سے کیا یہ کرنے کی کیا ضرورت ہر شخص جس کو عقوڑی سی بھی کلام کی فہم ہو
گی اور ذوق سلیم ہو گا وہ سمجھ لے گا کہ ایسے موقع تعریف میں جہاں کسی کے اس قدر مبالغہ سے
تعریف کرنی مقصود ہوا اور ایسے لوگوں میں جہاں نام لینے میں کسی قسم کا خوف نہ ہو بلکہ نام لینے سے
زیادہ مطلب برآری ہوتی ہو استیجاب قلوب زیادہ حاصل ہوتا ہو تو ایسے وقت ممدوح کے
نام سے لفظ فلان کے ساتھ کیا یہ کرنا تمام کلام کو سر اسر لغو اور مفلک کر دے گا۔ اور آپ نے اب جہ
بھی مدح و تعریف فرمائی چنانچہ ابن قیم نے اپنی کبیر شرح میں لکھا ہے۔ ولعصری ان
مکانہ صاف الاسلام لعظیہ ۱۱۔ چنانچہ ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے بے شک ممدوح کا نام لے کر توصیف فرمائی ہے لیکن پیچھے اس
میں تعریف ہو اسے اب رہا یہ کہ گس نے تعریف کیا سو احتمال یہ بھی ہے کہ یہ شیخ رضی سے اوپر
ہوا ہو اور غالب یہ ہے کہ یہ کام حضرت رضی کا ہے۔ کیونکہ اس بزرگ نے بہت خطبوں میں
تعریف کیا ہے اور چنانچہ ابن قیم نے تنگ ہو کر کہیں اس کو ضبط سے تعبیر
کیا ہے اور کہا۔ هذا خطبہ عجیب من السید کیں ان کی عادت فرمائی ہیں
جب عمر آپ کے سید رضی صاحب کی یہ عادت ہے تو ایسے موقع میں جو خاص ان کے مذہب
کے لئے ذہال اور نکال سے کیوں چوکے ہوں گے تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہ ہی ہے کہ یہ تعریف
اور تحریف آپ کے سید رضی صاحب کا ہی کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریف یہ فرمانا کہ
مشریف رضی نے تعریف کیا ہے صحیح ہے۔ رہا یہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیفیت
آپ تحریف کا الزام لگاتے ہیں۔ سو یہ آپ کی اور آپ کے ان اکابر کی جھجھنے نے یہ اعتراف کیا
ہے کمال ہی خوش فہمی اور دانشمندی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کھار
مہر انھیں کے فعل کے بعد صاف غور فرمایا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر
کا ممدوح رضی نے تحریف کر کے بجائے لفظ ابو بکر کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ امر مسلم ہو جائے اور
استہزا نہ ہو سیکے تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت میں لفظ ابو بکر نہیں ہے
بلکہ خدا بکر کے لفظ فلان کے لئے لکھ دیا ہے کہ اکابر امامیر نے ممدوح سے الہاد و
پس کو بصرہ ای کے لفظ تحریف ہی سے پس جو شخص کہ خود بصراحتہ کہتا ہے کہ اس خبر میں غلط
نہیں ہے۔ لیکن اسے لفظ ابو بکر جو بیان ممدوح سے راجح ہے بطور نزاد شیعہ اور منافقت

باب لکھ دیا ہے تو اس کو تحریف کہنا البتہ ان کا اور ان کے اکابر کا ہی کام ہے معذرتاً دلائل سے یہ بھی ثابت ہے کہ علامہ رضی نے اس میں تحریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ میں یا لفظ ابو بکر ہو گا یا عمر اور محض شرح کے اقوال سے ترجیح ابو بکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے تو جب تصریح اس امر کی کر دی جاوے کہ رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ میں باعتبار اس کے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصل لفظ ابو بکر ہے یا عمر بعض شارح کی ترجیح کی وجہ سے ابو بکر کا لفظ لکھ دیا جو ہے تو اس کو کوئی عاقل تحریف نہیں کہے گا۔ علامہ کنزوری نے جواب اس قول کے حیا کو کار فرمایا۔ اور دعویٰ تحریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہیں کیا لیکن ان کی خوش فہمی یہ ہے کہ وہ اس قول میں تناقض شاہ صاحب کی طرف نسبت کرتے ہیں اور یہ بھی سراسر لغو ہے۔ اسی جواب سے اس کا بھی استیصال ہو جاتا ہے ہم کو بیان و تعویل کی حاجت نہیں۔

قولہ: لیکن باین ہر ہم ان کے اس قول کی تحریف ان کے ایک بڑے عالم کی کتاب سے ثابت کئے دیتے ہیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہلسنت سے ہیں کتاب ہمایہ میں لکھتے ہیں ومنہ حدیث علیؑ بلاء فلان لقد قوم الاود الہاء اگر کسی کتاب اہلسنت میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہو تا تو ابن اثیر کیوں لکھتے کہ حدیث علیؑ میں بلاء فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاء ابو بکر ہے پر حاجی کتب شیعہ۔

اہل سنت کی خدات حدیث

اقول: واضح ہو کہ علماء اہلسنت نے حل لغات حدیث میں مختلف طور پر کتابیں لکھی ہیں چنانچہ بعض نے خاص احادیث بخاری کے حل لغات میں کتاب لکھی اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور بعض نے دونوں صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض مصنفین نے بلا اقیانوس صحاح و ضغاف و روایات اہل وفاق و خلاف کی مطلق لغت حدیث کو لیا چنانچہ صاحب ہمایہ نے بھی اتمام روایات صحیحہ نہیں کیا اسی واسطے بہت روایات ضغاف و اصل خلاف کو متضمن ہے۔ پس ہمایہ کی نقل سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر ایسی کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت سی روایات مناقض مذہب شیعہ و موافق مذہب اہل حق کتاب مجمع البحرین میں موجود ہیں ان سے بھی استدلال صحیح ہو گا اور ان کا یہ جواب دینا کہ یہ کتاب سنت کی ہے و صحت ائمہ و صحت روایات سے اس کو تعلق نہیں تو اس سے استدلال صحیح نہیں صحیح

نہ ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات بطور نمونہ مفتی الکلام میں خاتم المحدثین نے ذکر فرمائی ہیں۔ اور چونکہ ان امور کی ابتداء اہلسنت کی طرف سے نہیں ہے تو ان کا عذر قابل قبول ہو گا اور ان کا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بمثل خود کردہ روایات منیست صحیح و معتبر سمجھا جائے گا۔

قولہ: پس جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر منیست نہایت صحیح و درست ہے اور آپ کے خاتم المحدثین کا دعویٰ تحریف محض خلاف ثابت ہوا الحمد للہ علی ذلک اور جب ثابت ہو گا کہ لفظ ابو بکر کتب شیعہ میں نہیں ہے تو ان توجہات کی شیعہوں کو ضرورت نہیں اقول: جناب میر صاحب یہ آپ کی اور آپ کے علامہ کنزوری کی فاحش غلطی ہے کیونکہ یہ کہنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر منیست اس سے کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ کتب شیعہ میں بطور بیان مراد کے لفظ ابو بکر نہیں تو تصریح کذب ہے کیونکہ علامہ ابن میثم نے جب لکھا ہے تو اس کا اپنی شرح میں لکھا تصریح اس کا مذکور ہے کیونکہ وہ عالم شیعہ امام اثنا عشری ہے اور علامہ کنزوری کی جمل یا تجاہل کا اس قدر ہم کو افسوس نہیں ہے کہ اس میں احتمال ہے علامہ نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہو گی مگر تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے فاضل محب باوجودیکہ معلوم کر چکے کہ شرح ابن میثم کبیر و صغیر میں یہ لفظ موجود ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ علامہ کنزوری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر منیست صحیح اور درست ہے اور کمال دین و دیانت و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے باین معنی کہ اس کلام جناب امیر کی روایات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر مروی نہیں ہے چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامہ کنزوری کی دلالت کرتی ہے امتیاز ابن توجہات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود۔ اس جگہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ اس سے بھی زیادہ پوچ اور خرافات ہے کیونکہ یہ کہنا کہ ہم کو ان توجہات کی ضرورت جب ہوتی کہ ہمارے روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہوتا اور جب لفظ ابو بکر ہمارے روایات میں نہیں ہے تو ہم کو ان توجہات کی کچھ ضرورت نہیں سراسر غلط ہے جس کو کنزوری سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہے اس لئے کہ اگر بالفرض علامہ شیعہ ہیں سے کوئی شخص نہ لکھے نہ بطور مراد کے نہ بطور روایت کے کہ لفظ فلان سے ابو بکر مراد میں یا کسی روایت میں بجائے فلان کے ابو بکر مراد ہے اور جس قدر وضاحت مذکور ہوئے ہیں وہ بے بیعت مجبوری سوائے شیعین رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور نہ

میر ہمدی علی صاحب آیات مینات کی نسبت کم علمی اور پنچرہیت کا جواب

يقول العبد الفقير الى مولاه الغني: حضرت میر صاحب سید ہمدی علی سلمہ کی نسبت جس قدر آپ برائی فرمائیں وہ سب اس قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے عبد اللہ بن سلام کی نسبت بعد ان کے اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تھا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہ آپ کا سید ہمدی علی صاحب سلمہ کی نسبت برائی کرنا کچھ قابل اعتبار ہے اور نہ محل شکایت اگر اس وقت جو آپ کے علماء عصر ہیں توفیق خداوندی ان کی رہبر ہو اور عار کو مار پر اختیار کریں اور اہل حق کے گرد وہ میں داخل ہو جائیں تو آپ ان کی نسبت بھی ایسا ہی فرماویں گے بلکہ اگر توفیق موفق جیتی آپ کی رہبری و دستگیری فرماوے اور آپ کو با کثافت حق و رط سے نکال کر ساحل نجات و فلاح پر پہنچاوے اور آپ سستی جو باویں تو اور شدید آپ کی نسبت بھی وہی فرمائیں گے کہ جو آپ سید صاحب کی نسبت فرما رہے ہیں بلکہ مع شی زائد۔ رہا ان کی لیاقت و استعداد علمی اور فہم سو میں جملت کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم تو یقیناً آپ کے کنوڑی اور شوہری وغیرہ سب سے زیادہ ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اول آپ فرماتے ہیں کہ وہ بیچارے تو فارسی عبارت سمجھتے سے بھی قاصر ہیں اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ اہل سنت کی صحبت میں رہ کر آپ کے خاتم المتکلمین کی کتابیں دیکھے جب ان کا یہ حال ہے کہ فارسی عبارت سمجھنے سے بھی قاصر ہیں تو خاتم المتکلمین کی کتابیں جن کی فارسی بھی فارسی سلیس نہیں بلکہ کسی قدر دقیق ہے کیونکر دیکھ سکتے ہیں اور اگر اہل سنت کے فیض صحبت سے انہوں نے یہ ملاحظہ حاصل کر لیا ہے تو پھر یہ الزام بے جا ہے اول ہر کوئی اُمّی جو تہا ہے پھر اہل علم سے کب علوم کیا کرتا ہے تو اگر انہوں نے اہل سنت کی صحبت میں رہ کر ملاحظہ حاصل کیا ہو تو کیا عمل ممکن ہے اور ہم سابق میں جواب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر بیان کر آئے ہیں کہ عبارت فہمی کی لیاقت آپ کو زیادہ ہے یا ان کو اس سے واضح ہے کہ سخن فہمی کا سلیقہ جناب کو آتا بھی نہیں اور یہ جو لکھا کہ آیات مینات میں جو کچھ لکھا ہے سب شغف اور ازالہ الغیبن وغیرہ کا ترجمہ سے سو یہ کچھ نئی ہمت نہیں ہمیشہ آپ اور آپ کے اسلاف یہ ہی لا خائل و دعویٰ فرماتے رہے چنانچہ سخن کی نسبت فرماتے ہیں کہ صواقع کا ترجمہ ہے کوئی صاحب

بڑے عقل سلیم کوئی شخص سوائے ابوبکر و عمر کے ممدوح اس مدح کا ہو سکتا ہے تو اس صورت میں اگر یہ کسی نے لفظ ابوبکر زبان سے نہ نکالا ہو تاہم توجہیات کے وجوب سے آپ بری الذمہ نہیں ہو سکتے اور تنبیہ پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجہیات کر کے نہ رہے کے رخنہ کو بند کریں یہ جانتیکہ علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہے یا عمر تو جب اکابر علماء شیعہ نے تصریح کر دی کہ موصوف ان اوصاف کے حضرت ابوبکر ہیں یا عمر اور وہ اوصاف مصادق و مستلزم حقیقہ موصوف کو ہیں تو آپ ہی فرمائیے کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ کو اس کلام کی توجہیات کی حاجت نہیں اگرچہ علماء سے تعین مہم فرمائی ہو اور احتیاج اسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابوبکر بجائے لفظ فلان کے ہو تو ہل چلنا الامکان تہ و عن ادافوسس کہ آپ کو اور آپ کے عدم کنوڑی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ شیعہ کو اس کلام کی توجہیات کی جب اس وقت بھی ضرورت سے جب کہ کسی طور پر بھی کتب شیعہ میں لفظ ابوبکر موجود نہ ہو تو اس وقت احتیاج توجہیات بالاولیٰ ہوگی جب کہ اکابر علماء شیعہ میں سے کسی نے بھی تصریح کر دی ہوگی کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہیں یا عمر پس ہر تقدیر علامہ کنوڑی کی یہ تحریر غلط ہے پھر اس پر جناب کا اس کی تصحیح و تائید کرنا اور بھی بے جا کاش آپ ذرا بھی فہم و انصاف سے کام لیتے۔

قال الفاضل المحیب: قولہ: جواب اس کے صاحب آیات مینات سلمہ فرماتے ہیں کہ یہ جواب علامہ کنوڑی کا غلط ہے اور جو انہوں نے نسبت خاتم المتکلمین کے فرمایا ہے اگر ان ادعا کو بے محنت است و ہجی ملامت محیب کی نسبت کہتے ہیں کہ ان کا جواب کذب محض منت۔ اقول: صاحب آیات مینات میں یہ لیاقت امکان کہ علماء کے کلام کا جواب نہ دے سکیں وہ بیچارے تو عبارت فارسی سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ہاں اہل سنت کی صحبت میں رہ کر آپ کے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کتابیں دیکھیں اور حدیث اس کے کہ انہیں عقل و علم سے کام لیں یا اپنے شکوک و وہاب علماء کرام یا ان کے کلام سے رفع کریں سستی جو کہنے اور جواب توفیق خداوندی ان سے پہلے ہی سلب ہو چکا تھی اب سستی بھی نہ رہے سید محمد خان صاحب کی صحبت و تعلیم سے بخیر ہو گئے اور ان کے حق میں انہیں سوائے اندوہ و اذ شوماء، مثل سادق مہر علی ایسے نابینا و متکبر و مان کی بات کا کیا ٹھکانہ یہ جو کچھ آیات مینات میں کہتے ہیں وہ ان کے لہجہ و انداز العین وغیرہ کا ترجمہ ہے نہ ان کی لیاقت تو صاحب قاضی صاحب عبد الرحمن کی تعلیم و تربیت سے انہیں سستی ہو چکی ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ صواب سے مسروق ہے اگر ہم بھی ایسی ہی خرافات زبان سے نکالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ تالیفات کنتوری و جاسی شوستری و مجلسی کی کتابوں کا ترجمہ ہے اگر اخذ مضامین کو تالیفات میں سر تو کسا جائے یا ترجمہ قرار دیا جاوے تو متاخرین کی تمام کتابیں متقدمین کی کتابوں کا ترجمہ ہوں گی خود آپ کی یہ تحریر جس کا میں جواب لکھ رہا ہوں ترجمہ وغیرہ کا ترجمہ ہو گا دلم یقل بہ احد لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو پھر جو دل چاہے فرمائیں اور شکوک و اداہم کو علماء کرام سے رفع کریں گے نسبت جو ارقام فرمایا تھا نہایت تعجب ہے آپ کے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول مذہب میں مبتلا۔ اوام ہیں نہیں میں نے غلط کہا بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں دیکھتے لیکن اختاروا النار علی النار اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے حاشا کہ تفسیر اور ہزل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہے واقعی ہے اگر اس میں کوئی شک و شبہ ہو تو سنئے کہ اسی خطبہ کے بابت آپ کے نقیب ابو جعفر استاد و فاضل مدائنی پابنگل اور دست در بغل ہیں چنانچہ خاتم المتکلمین نے ازالہ النعین میں لکھا ہے و درین مقام اہل حق را بشارت تہا دیگر است ہر حرفی از آن تصریح کہ نقیب ابو جعفر استاد و فاضل مدائنی کہ در کلام و ظرافت و مطنلی دار و در اثبات مشالب غلبہ را شترین پر سعی و کوشش بجائے اگر دیرین مقام علم برستان انداختہ و لغارہ برکتہ نواختہ زیر کہ مدائنی در شرح خود بعد از عبارتیکہ کنتوری بر آن دیرین قول مکتبی شدہ میگوید کہ بنقیب گفتہ کہ تو نہیں بخاطر وقتی درست می شود کہ مدح شخص ماضی مطابق نفس الامر بود و هیچ شکی و تردیدی ہر امر ان نگردد چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہد بود کہ بالا تر از آن نہ باشد نقیب سر بگریبان فرد بردہ و بعد از تامل گفت کہ راست میگوید انتہی کنتوری چون ابن مطلب را باعث رسوائی مذہب خود دانستہ بذکر آن پیر دانستہ انتہی بلغۃ الشریف عاقل میری گذارش کی تصدیق فاضل مدائنی کے کلام سے بخوبی کر سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ اصول تشیع پر حسب اصول مذہب سے شکوک و اعتراضات رفع نہیں ہو سکتے تو بیچارے علماء کیا کر سکتے ہیں آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب ان کے استاد سے بجز تسلیم کے کچھ نہ بن آیا اگر تو نفیق خداوندی دونوں استاد و تلمیذ کی رہبر ہوتی تو ذرا آگے بھی نکر فرمانے کہ جب یہ بات مسلمہ ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اور اس تعریف سے بالترکونی تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ مصادیق و مثبت خلاف شدہ ممدوح ہے تو پھر کیوں جو ایسے لوگوں کو بر خلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر از کفار اعتقاد ہوں دیکھیں وہ مستشرقین اختیار کر لیں اور اس دوسرے بادیہ خلعت میں پریشان پھریں لیکن تو نفیق

دستگیر نہ ہوتی اور آگے نہ سوچا چ ہے۔ کذلک یطیع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون اور جو کچھ آپ نے سید مدنی علی سلمہ کی تفسیریت کی بابت لکھا اول تو اس کا آپ ثبوت دیکھتے ہمارے نزدیک اس کا کچھ ثبوت نہیں اور یہ محض دعوئے بے اصل ہے دوسری یہ کہ سید احمد خان صاحب کے دو اصول ہیں اول متعلق دنیا کے جوان کی اصلی غرض ہے دوسرے متعلق دین و اعتقادات کے جو اصل کہ ان کے متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہ ہے کہ اس زمانہ میں اہل اسلام باعتبار مال و دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسری قوموں سے نہایت گرے ہوئے اور پستی کی حالت میں ہیں جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل افسوس ہے اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اس کے ممکن نہیں کہ یا مال دولت ہو یا مناصب جلیل پر فائز ہو اور نہایت برہی ہے کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم دنیاوی کے حصول پر اس وقت میں باسباب ظاہر موقوف ہے اور حصول مال بھی یا حرمت و صاعنت سے بے یا تجارت و ذراعت سے اور ان کی تحصیل بھی مال کا تحصیل علوم دنیاویہ پر موقوف ہوتی ہے تو اس لئے سید احمد خان صاحب کی رائے میں نہایت جوش و غرور کے ساتھ مسلمانوں کی بہبودی کے لئے یہ قرار پایا کہ علوم دنیاویہ کو ترقی دی جائے چنانچہ اسی بناء پر امنوں نے مدرسۃ العلوم کھولا اور اس میں انھوں نے وہ تعلیم جو آج کل دنیاوی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم سمجھی جاتی ہے جاری کی اور اسی طرح سولی سر و دل کے محرک سلسلہ ہوئی اور سید احمد خان صاحب کی اس رائے کے ہزار مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ ان کے دنوں میں مشتعل تھی مدد و معاون ہو گئے اور ان کے گردہ میں داخل ہو گئے اب ہم اس امر سے قطع نظر کر کے کہ بحیثیت دین کے تحصیل دنیا میں اس قدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین سے زیادہ مستر باطن سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجائے یا بے جا دیکھتے ہیں تو کوئی شخص اس وقت اس امر میں مخالفت نہیں آتا کہ وہ بنظر اسباب ظاہر ہی ان وسائل کو دنیاوی ترقی مسلمانوں کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہو گا یہ ہی وجہ ہے کہ وہ اہل اسلام جو دنیاوی ترقی کے خواہاں تھے ان کے حامی ہو گئے اور ہزار ہا روپیہ فراہم ہو گیا لیکن اس سے زیادہ کافر ہوئے اور نہ محمد و راگر آپ کے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب میں کوشش کرنا باعث کفر ہوتا آپ نے انگریزی طاعت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ ہے اور عذر وہ اس کے ہزارہ خواص و عوام شیعہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت سے سید احمد خان صاحب کے ہی حواریں میں داخل ہوں گے جن یقین کرتا ہوں کہ آپ ان کو اس درجہ پر گزدارندہ اسلام سے خارج

نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور ان کی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے اس کی نسبت جن قدر ہم نے خبریں سنیں اور ان کے اعتقادات کی نسبت تحذیرات لوگوں کی دیکھیں کہ سید احمد خان صاحب ضروریات دین کے منکر ہیں اگر یہ صحیح ہیں تو بے شک یہ مخالفت اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جن قدر لوگ سید احمد خان صاحب کے معتقد اور ان سے گردیدہ ہوتے ہیں اگر ان کی دنیاوی اصل کی وجہ سے ہوتے ہیں اور ہرگز اعتقادات میں ان کے پیرو نہیں ہوتے۔ لیکن عرف میں عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر کسی کو جو مدرسہ العلوم کا حامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خان صاحب کے ہو یا نہ ہو سب کو پیغمبری کہہ دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ سید مہدی علی صاحب سلمہ بھی صرف اصل اول دنیاوی کی وجہ سے ان کے معاون ہوں اور ان کے اعتقادات کے تابع نہ ہوں۔ اگر آپ کو اس امر کا یقین ہے کہ سید مہدی علی صاحب کے اعتقادات بھی سید احمد خان صاحب جیسے ہو گئے ہیں تو آپ کسی دلیل سے ثابت کیجئے قطع نظر اس سے ہم نے مانا کہ وہ اعتقادات میں بھی سید احمد خان صاحب کے تابع ہو گئے۔ اور قطعی طور پر وہ پیغمبری ہو گئے تو یہ کتاب آیات بیانات تو انھوں نے پیغمبری ہونے سے پیشتر تالیف فرماتی تھی یہ کیوں ساقط الاعتقاد ہو گئی۔ اور اگر بالفرض پیغمبری ہونے کے بعد ہی لکھتے تو بھی جب انھوں نے اہل حق کے نزدیک حق لکھا ہے تو ان کی تون مزاجی اور تذبذب سے امر حق کیوں بے ٹھکانہ ہو گیا۔ یہ حضرت کی مناظر وانی اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے اعراض و گریز ہے۔

قولہ: یاں آپ کے خاتم المتکلمین نے ازالہ الیقین میں یہ لکھا ہے اس کا جواب گزارش ہوتا ہے۔ اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات بیانات والے نے حضرت علامہ علیہ الرحمۃ کی نسبت لکھا ہے وہ ان کی ہی نسبت درست ہے۔

اقول: بیت۔

تو کار می زمین را انکو ساختی کہ با آسمان نیز پرداختی
حضرت کا دعائے علم میان تک پہنچا کہ سید مہدی علی کے جواب سے آپ کو ان تکلف ہو اور خاتم المتکلمین کی تحریر کی لیشیت سے آپ جواب دہی پر کہ ہاں میں چن خوش استعداد کا وہ حال اور خواہے یہ کہ غیر بہت اچھا آپ جواب دیجئے کسی کے نام سے دیجئے معلوم ہو جائے گا کہ آپ کے حضرت علامہ کچے ہیں یا چارے سید مہدی علی سلمہ۔

قال الفاضل المحیب: قولہ: اور ثبوت اس کا یہ کہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے

شرح منج البلاغت میں لکھا ہے ان ارادته لا یفی بکراشبہ من ارادته عمر الہ
اقول: آپ کے خاتم المتکلمین و صاحب آیات بیانات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت مصدق قول جناب مفتی صاحب اعلاء اللہ مقامہ کی ہے اسی کو کذب ان کے قول کا ٹھہراتے ہیں یہ عبارت تو نہایت صاف اور صریح اس بات میں ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان سے کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے پس غرض فاضل ابن میثم علیہ الرحمۃ کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے اولاً لاسم کہ ابو بکر و عمر مراد ہے اور ثانیاً علی التقریل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد لینا بہتر ہے عمر کے مراد لینے سے اور وجہ اس کی بیان کی ہے پس یہ الزام ابن ابی الحدید کے رد کے لئے ہے نہ یہ کہ واقعی شارح اس قول کے قائل ہیں۔

خطبہ اللہ بلا دفلان حسب تحقیق ابن میثم ابو بکر یا عمر کے حق میں ہے
اور شرح کی عبارت اور اس کی تحقیق

یقول البیہد الفقیہ الی مولانا الغنی: اسے ابن انصاف و دانش خدا را چارے فاضل محیب کے اس جواب کو دیکھو اور اس بحث کو ذرا متوجہ ہو کر سنو۔ سب سے پہلے ضروری معلوم نہ تیا ہے کہ علامہ ابن میثم کی شرح کبیرہ صغیر سے پوری عبارتیں نقل کر دوں اور بعد اس کے گزارش کروں کہ فاضل محیب نے اس کے موافق فرمایا ہے یا مخالفت اور اہل نقل خود ہی سمجھیں گے علامہ ابن میثم اس خطبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیرہ میں فرماتے ہیں جو مطبوعہ ایران ہے۔

اقول: الوداد اخرج وانحد من من
وهو الشداخ داخل سنام تبعیر من
الحمل ونحوه مع صحۃ ظاہرہ وقولہ
للہ بلاد فذلک لفظ یقال فی معروض
المسح کقولہ لہو للہ حرہ وللہ ابودہ واصنہ
ان العرب اذا اراد مسح شیئاً وتغییرہ
میں مکتا ہوں اور کی ہے اور محد و نٹ کی گمان کے
نزدیک باری ہوتی ہے جو بوجہ وغیرہ سے پیدا
سوغاتی ہے اللہ ہر صحیح درست معلوم نہ تیا ہے جس کو
شارح کہتے ہیں اور قورنہ بلا دفلان یہ شرح کے موقع
میں لولا جاتا ہے جیسا کہ میں نے شرح درہ اور شرح ابو
س کی اصل یہ ہے کہ عرب جب کسی شے کی تحریر و تغیر

نسبوا الى الله تعالى بهذا اللفظ وروي
 لله بلوا فلون هي عمل الحسن في
 سبيل الله والمنقول ان المراد بفلات
 عمر وعن القطب الراوندي انه انما
 اراد بعض اصحابه في زمن رسول الله
 من مات قبل وقوع الفتن وانتشارها و
 قال ابن ابى الحديد رده ان ظاهر
 الاوصاف المذكورة في الكلام يدل
 على انه اراد رجلا ولي امر الخلافة
 قبله لقوله لا ودود اوى الحمد ولم
 يرد عثمان لوقوعه في الفتنة و
 تشيعها بسببه ولا ابا بكر لتصرمة خلافة
 وبعد عهده عن الفتن فكان الرا
 انه اراد عمر و اقوال ارادته لا في كبر
 شبه من ارادته بعمر لما ذكره في
 خلافة عمر و زهارة في خطبتها
 المعروف بالشفقة كما سبقت الاشارة
 اليه وقد وصنه بامور اعدا تقويمه
 بزدور وهو كناية عن تقويه
 - موجاج الخلف عن سبيل
 ية الامم استقامة فيها الثاني
 مذ و الحمد و استعار لفظ الحمد
 نه من النفسانية باعتبار
 سن مبا لاذي كالحمد و وصف
 مد و تلغا لجة قلت الامراض

کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو خدا کی طرف اس لفظ کے ساتھ
 نسبت کرتے ہیں اور بعض روایات میں مثلاً بطلان مروی
 ہے اور ہمارے معروض کے نیک کام خدا کی راہ میں ہر
 میں منقول ہے کہ لفظ فلان سے عمر ترا ہیں اور قطب
 راوندی سے منقول ہے کہ لفظ فلان سے حضرت نے
 اپنے بعض اصحاب کو مراد رکھا ہے رسول اللہ کے زمانہ میں
 جو فتنوں کے واقع ہونے اور پھیلنے سے پہلے فوت ہو
 چکا تھا۔ اور ابن ابی الحدید نے کہا کہ جو اوصاف کلام میں
 ذکر کئے ہیں اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مراد ایسا شخص ہے
 جو حضرت سے پہلے ام خلافت کا متحمل ہوا بسبب آپ کے
 قول قوم الاود اور راوی محمد کے دشمن کا تو اس کے فتنہ
 میں پڑنے اور اس کے مابٹ سے فتنہ پھیلنے کے سبب
 اراد نہیں کیا اور ابو بکر کو بھی اس کی مٹ خلافت کی کوئی
 اور فتنوں کے اس کے عہد خلافت سے بعد ہونے کے
 سبب اراد نہیں کیا تو بہت ظاہر ہے کہ مراد کو مراد رکھا
 اور میں کہتا ہوں حضرت کا ابو بکر کو مراد رکھنا نسبت عمر کے
 ارادہ کے زیادہ مشابہت ہے بسبب ان امور کے جن کا
 واقع ہونا عمر کی خلافت میں اور مذمت کرنا خلافت کا ان
 کے سبب سے اپنے اس خلیفہ میں جو خطبہ شقیر کے
 نام سے مشہور ہے ذکر کیا ہے چنانچہ اس طرف اشارہ
 کر رہا ہے اور باقی میں اس کا چند امور کے ساتھ وصف فرمایا
 ہے اور اس کی کوئی دلیل نہ کرنا اور اس کی فتنوں کی کوئی دلیل نہ
 کرنے اور اس کو شقاق اور دشمنی کی طرف پھرنے کا یہ
 ہے اور اس کی جاری کا مدح کرنا اور فتنہ کو جو خود ش
 عدہ کے نیکوں کو مسترد سے غنائی یا باری کیے استعارہ کیا اور

بالمواظعة البالغة والزواج الفارعة القولية
 والفعلية الثالثة اقامته السنة ولن وصفا
 الرابع تخليته للفتنة اى موته قبلها و
 وجبه كون ذلك مدحاً له هو اعتبار عدم
 وقوعها بسببها وفي زمانه بحسن
 تدبيره الخامس ذهابه لفتح الشوب و
 استعارة لفظ الشوب لغرضه و لقاءه لسلا متة
 عن دنس المذام السادس تلة عيوبه السباع
 اصابة خيراها وسبق شرها والضمير في
 الموضعين يشبه ان يرجع الى المجهول
 مما هو فيه عن الخلافة اى اصاب
 ما فيها من الخير المطلوب وهو العدل
 و اقامة دين الله الذي به يكون
 الشواب الجزيل في الاخرة والشرف
 الجليل في الدنيا وسبق شرها
 اى مات قبل وقوع الفتنة فيها وسبق
 الدنيا لاجلها الثامن ادائه الى الله طاعة
 التامع القاؤله بحقه اى ادى حقه
 خوفا من عقوبته العاشر جليل الى الاخرة
 تاذركا الناس بعد في طرق متشعبة
 من الجباوت لا يبتدى دينها من ضل
 عن سبيل الله و ريتيقن المبتدى في
 سبيل الله اذ على سبيله لا اختلاف فرق
 النسخ وكثرة الخلفاء اليها والنوع في
 قوله ونزكبعه للجان واعلم ان الشيعة

بسبب محال کرنے ان امر ان کے موافق بالغہ اور زواج
 قارع قولیہ اور فعلیہ کے ساتھ تلاوت کو بیان کیا (۳)
 اس کا سنت کو قائم کرنا اور اس کو لازم پکڑنا (۴) اس کا
 فتنہ کو پیچھے چھوڑنا یعنی اس سے پہلے مرنا اور اس امر کے اس
 کے لئے مدح ہونے کی وجہ وہ فتنوں کے ذوق ہونے کے سبب
 سے ہے بسبب اس کے اس کے زمانہ میں بسبب اس کے حسن تدبیر
 کے (۵) اس کا پاک دامن ماننا فتنہ کو اس کی آبرورکھنے
 اور اس کے پاک صاف ہونے کو دشمنوں کی میل کچیل سے
 سلامتی کیلئے استعارہ کیا (۶) اس کا بے عیب ہونا (۷) اس کا
 خلافت کی جھلکی کو پانا اور اس کی برائی سے گذر جانا اور
 غیر دونوں کا مشابہت یعنی یہ ہے کہ خلافت کی طرف جو محمود
 ہے راجع ہے یعنی جو کچھ خلافت میں خوب مطلوب ہے اس کو
 پایا اور وہ انصاف اور اللہ کے دین کا قائم کرنا ہے جس
 کے سبب آخرت میں ثواب عظیم اور دنیا میں بڑی بزرگی حاصل
 ہوتی ہے اور خلافت کی برائی سے گذرنا یعنی خلافت
 میں فتنہ کے واقع ہونے اور اس کے سبب خونریزی سے
 پیشتر وفات پا گیا (۸) اس کا اللہ کی بزرگی کو ادا کرنا (۹) اس
 کا تقویٰ کرنا اللہ سے اس کے حق کے ساتھ (۱۰) اس کا لوگوں
 کو حیات کے پیچ در پیچ دستوں میں چھوڑ کر آخرت کی طرف کوچ
 کرنا جن میں جو شخص کہ اللہ کے رستہ سے گمراہ ہو رہا نہ
 پاسکے اور خدا کے رستہ کا راہ یاب یقین نہ کر سکے
 کہ وہ خدا کے رستہ پر ہے مگر اسی کے دستوں کے
 اخذات اور ان دستوں کی قدرت مجاہدوں
 کی کثرت کے سبب اور واداس کے
 قوں و ترکم میں حالیہ ہے اور جان کا شیعہ نے

قد اور دواھنما سوا لافقا لوان ہذا
 المباح التي ذكرها عليه السلام في حق احد
 الرجبين تناف ما اجتمع عليه من
 تخطيهم واحدا مما نصب الخلافه
 فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه
 السلام وان يكون اجماعا خطا ثم اجماعا
 من وجهين احدهما لانسلاف الثاني
 المذكور فانه جائز ان يكون ذلك المصح منه
 عليه السلام ع وجده مستلزم من
 بغتد صفة خلافه في الشيخين واستجلاب
 توبه لم يثبت هذا الكلام الثاني انه جائز ان
 يكون مبدعه ذلك لاحد هافي معرض
 توبه بخ عثمان بوقوع الفتنه في خلوت
 واضطراب الامور عليه واستينار به بيت مال
 المسلمين هو وبنو ابيه حتى كان ذلك
 سببا لثور المسلمين من الامصار اليه و
 قتلهم ونبه على ذلك بقوله وخلت
 لفتنه وذهب لفت الثوب قليل السبب
 اصاب غير حاو بسبب مشر حاو قوله وتركه
 في طرفه منسببه واذن منسببه ذلك ن سوي
 بعد هذا الموصوف قد اتصت باضد هذه
 صفات و لله اعلم. نسفي بلفظ

اس جگہ سوال وارد کیا ہے کہ یہ مرح جو حضرت
 علیہ السلام نے دو شخصوں را ابو بکر یا عمر کے حق میں فرمائی
 ہے اس کے خلاف ہے جس پر ہم نے ان کو خطائی طرف
 نسبت کرنے اور منصب خلافت کے چھیننے سے اجماع
 کیا ہے تو یا تو یہ کلام حضرت علیہ السلام کے کلام نہیں یا
 یہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے پھر اس کا انصر نے دو طرح پر
 جواب دیا ہے ایک تو یہ کہ ہم مخالفت مذکورہ تیسرین کرتے
 کیونکہ جائز ہے کہ یہ مرح حضرت علیہ السلام سے اس صیغے
 کلام کے ساتھ متفقین صحت نہ تھی شیخین کے صلح جوئی
 دوران کے دنوں کے کچھنے کے طور پر صادر ہوئی ہو سکتی
 یہ کہ اس کی یہ تفسیر ایک ان دونوں کی نسبت عثمان
 کے توجہ کے مقام میں جو سبب واقع ہونے فتنوں
 کے اس کا خلافت میں اور مستغرب ہونے امر کے
 اس پر اور بسبب لینے اس کی اور اس کے باپ کی اولاد
 کے بیت المال کو میان تک کہ اس کی طرف شہر سے
 مسلمانوں کی ہر انجنگی اور اس کے قتل کا سبب ہوا اور
 اس پر مشتبہ کیا اپنے اس قول سے وفتن الفتنہ
 ذمہ لفت الثوب قلیل الجیب اصاب خسیر ہا
 وبن مشر ہا اور اس قول سے و ترکہ فی طرفی
 مشتبہ ہا و لفتی اس کا منہمونی عت یہ ہے کہ اس
 موصوف کے بعد جو تیسرے سے وہ ان صفات کے لئے اور
 کے ساتھ مصنف ہے و اشرا

یہ تو حضرت ابن میثم نے اپنی شرح کبیر میں تحریر فرمایا ہے اب شرح مختصر کی عبارت
 بھی سُن لیجئے۔

فمن یقال منہ بعد فتنہ کثیرا لہ درہ
 میں کہتے ہوں جو سے میں تیرے بعد فتنہ میں مرح کہتے ہیں

ولله الحمد وحسب کلمة مدح قلیل اراد
 بلہ مدح عمر وقلیل بعض الصحابة
 ممن جاهد فی دین الله والادود
 الاعوجاج والعمد مرض یاخذ الابل
 فی استنبھا وهو مستعار لامراض
 القلوب ومد او اتھا بالزاجر القولية
 والغلبه و لقا توبه کنا بة عن طهارته
 من المطاعن والضمیر فی خیر حاو
 شرحا للخلوفا وان لم یجر ذکر کا لکھنا
 معهوده ولتقدم ذکر حاو الطرق المتشعبة
 طرق الفتنه نسفی بلفظ

لشہ درہ اور اشرا ابو اور یہ مرح کا کہ ہے کیا گیا ہے کہ
 حضرت نے اس سے عمر کی مرح کا ارادہ کیا ہے اور کیا
 گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنہوں نے اللہ کے دین میں جہاد کیا
 تھا ارادہ کیا ہے اور ادوب کی ہے اور عمر جاری ہے
 جو اونٹوں کی کوفٹوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور دلوں
 کی بیماریوں کے لئے متعارف ہے اور انکا علاج قول اور
 نقل زواجر کے ساتھ ہے اور کپڑے کی ستھرائی صفائی
 اس کی معائن سے پاکر امنی کے کیا ہے اور غیر
 اور شر میں صداقت کی حث ہے اگرچہ اس کا ذکر نہیں آیا
 بسبب اس کے معین ہونے یا اس کے ذکر کے مقدم ہونے
 کے اور پرانے رستہ فتنوں کے رستہ ہیں۔

اب ہر بعد نقل عبارات عدم ابن میثم بحرانی اہل انصاف سے امید کرتے ہیں کہ خدا کیلئے
 مقصود ہی سنی کیلئے گوار فرما کر بخود اش عشرہ کے اس مقام کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جس کی یہ
 عبارت مذکورہ شرح ہی ملاحظہ فرماویں اور بعد اس کے اس کا جواب جو کچھ علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا
 ہے بخود دیکھیں اور فرمایں کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط اس کا بیان مفصل تو متفقین نقل
 کو ہے مگر مختصر واسطے رفع انتظار سامعین کے اس کو لکھتے ہیں تاکہ علامہ کنتوری کا پایہ علم و تدبیر
 اور حضرت نجیب کا مبلغ فہم و الضاف واضح ہو جاوے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب
 اس خطبہ کا سنایت اختصار کیا بیان کروں پس واضح ہو کہ ابن میثم کی اس شرح سے چند امور حاصل
 ہوتے ہیں انہیں ہم لفظ فلان میں چند اقوال نقل کئے۔ اول سب سے یہ لکھا کہ منقول یہ ہے کہ
 لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے تو یہ مراد یا تو
 منقول اصل مصنف شریف رضی جامع بیخ البلاغت سے ہے چنانچہ علامہ کنتوری نے محتاج
 الکنوز الخیر سے جو حاشیہ منیرہ تحت اش عشرہ پر کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے کہ
 شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فہا کہتھا کہیں نے اس نسخہ میں جو بخیر رضی تھا لفظ فلان کے کچھ
 حکم لکھا ہوا دیکھیں علامہ کنتوری کی عبارت یہ ہے و نیزین قول او منقول است با پھر خود در حاشیہ ابن
 ابی شریح ابن ابی الحدید کہ جو قائلین بخلاف اصحاب ثلاثہ ست نقل کردہ و بعد عبارت

وفلان المکنی عنه عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ وقد وجدت النسخة التي
بخط الرحمن إلى الحسن جامع نيج البلوغت
وتحت فلان عمر حدثني بذلك فخار بن
معد الموسوي الاديب الشاعر وصاكت
عنه النقيب اباجعفر يحيى بن ابی زيد العلوي
فعال لي هو عمر فقلت له انني عليه اميل المؤمنين
هذا الشاء فقال لخصه
يا لفظ فلان كما مكنى عنه عمر بن الخطاب
لنسخة الواسع من جامع نيج البلوغت
لفظ فلان کے نیچے لفظ عمر تھا حدیث کی مجھ سے
فخار بن معد موسوی ادیب شاعر نے
اور ابوجعفر یحییٰ بن ابی زید علوی نقیب سے
میں نے اس کو پوچھا تو اس نے مجھ کو کہا کہ وہ
عمر سے ہیں نے اس کو کہا کہ امیر المؤمنین نے اس قدر
کی شاک اس نے کہا ہاں

والن قول ابن ابی الحدید کہ متضمن آنت کہ فخر بن معد موسوی باور وایت کرد کہ در نسخہ
نيج البلوغت کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ عمر بود اگرچہ قول ناصبی را کہ متضمن بود
لفظ ابی بکر است نقص میکند لیکن تصحیح میکند مذہب اورا کہ مدح عمر باشد انتہی بقدر الجائزہ تو اس
سے صاف معلوم ہوا کہ ابن میثم نے جو مطلق منقول ہوا لفظ فلان سے عمر لکھا ہے تو شاید منقول اصل
مصنف سے مراد ہے یا یہ کہ منقول علماء مذہب سے یا منقول ائمہ سے ہے بہر کیف کسی سے
منقول ہو۔ علامہ کے نزدیک یہ نقل قابل اعتماد و وثوق ہے۔ دوسرا قول قطب راوندی کا نقل کیا اور
فرمایا کہ منقول قطب راوندی سے یہ ہے کہ مراد لفظ فلان سے بعض اصحاب ہیں جو حضرت کے زمانہ
میں وقوع فتن سے پہلے وفات پا گئے۔ اور یہ قول شارح ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں چنانچہ
ہم اس کو ثابت کریں گے تیسرا قول ابن ابی الحدید کا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی الحدید مرجع نے فرمایا
ہے کہ کلام جناب امیر میں اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر طور پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کی مراد
مرح ایسے شخص کی ہے جو حضرت سے پہلے ولی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم اعوجاج اور مداوۃ
امراض بدون خلافت متصور نہیں اور وہ تین شخص ہیں ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ۔ لیکن عثمان مراد
نہیں ہو سکے کیونکہ ان کے سبب سے تشوب و انتشار فتن ہوا اور وہ فتن میں واقع ہوئے اور
ابوبکر مراد نہیں ہو سکے کیونکہ ان کی مدت خلافت بہت تصویری تھی اور ان کا زمانہ فتن سے بعید
تھا تو انہی سے کہ مراد عمر ہیں (۲) علامہ ابن میثم کے نزدیک یہ تو مسلم تھا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ
شخص ہی ہے جو حضرت امیر سے پہلے ولی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے اور یہ بھی
فیما بین شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہے کہ عثمان مراد نہیں ہے اور یہ بھی باہم

متفق علیہ ہے کہ ابولشیخین مدوح ان مدائح عالیہ کے ہیں لیکن تعین میں اختلاف ہے کہ دونوں
میں سے کون مراد ہیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے انہی سے کہ عمر مراد ہیں کیونکہ صدیق بسبب قصر مدت
اور بعد عن الفتن کے مراد نہیں ہو سکتے۔ شارح ابن میثم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں
جناب امیر کا ان اوصاف کے لئے ابو بکرؓ کو ارادہ فرمانا بہ نسبت عمر کے اشہب بھی ہے کیونکہ جناب
امیر نے خطبہ شقیفہ میں ان امور کے جو خلافت عمرؓ میں واقع ہوئے مذمت کی ہے تو میرا ان
اوصاف عالیہ کے مصداق وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبہ شقیفہ
میں خلافت صدیقی کی نسبت ایسی مذمت نہیں فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو پس ابن میثم
کی اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ گھڑا تھا وہ اس کے نزدیک قابل
اعتبار نہیں اور اس کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفاء میں بھی راجح
خلیفہ صدیقؓ مراد ہیں (۳) بعد تعین مبہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو ایک ایک کر کے لکھا
اور بشرح و بسط سب کو بیان کیا (۴) شرح اوصاف میں اس امر کو واشگاف کر دیا کہ موصوف ان
صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرا کوئی شخص موصوف ان صفات کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بعض اوصاف
کے مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جن کا مصداق خلیفہ ہی ہو سکے۔ اول قوم الاولاد کے معنی کو بیان کیا
کہ وہ کانیۃ عن تقویہ لہ عوجاج الخلق عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ
فیہا یعنی تقویم اود کے کناہ ہے خلق کے کئی کو خدا کی راہ سے سیدھا کرنا اور راستے کی طرف لانا
اور ظاہر ہے کہ یہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے۔ دوسرا وصف مداوات امر ارض انسان کے معنی
بالنہ اور زواج فاروقیہ فعلیہ کے ساتھ ہے بھی امام ہی کے ساتھ مختص ہے۔ تیسرا سنت کا خلق
میں قائم کرنا اور خود بھی اس پر عمل کرنا خلیفہ ہی کا کام ہے۔ چوتھا اس کی حسن تدبیر سے فتن کا واقع
نہ ہونا امیر کا ہی منصب ہے ساتواں وصف اصابتہ غیر باو سبق مشر یا شارح کہتا ہے کہ دونوں ضمیریں
خیر اور شر بائیں خلافت کی طرف راسخ ہیں اور اصحاب غیرہ سے مراد یہ ہے کہ اس نے حاصل کیا اس
چیز کو جو خلافت میں مقصود ہے یعنی اس نے عدل و انصاف کیا اور خدا تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جس
کے سبب سے ثواب جزیل آخرت میں اور شرف جلیل دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور سبق شر باو سے
مراد یہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت میں فتن واقع ہوں اور خلافت کی وجہ سے خون ریزی و فتن
ہو گیا یعنی اس کی خلافت میں کوئی فتنہ نہیں ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی۔ اب
بعد اس شرح و بسط کے ایسا کون شخص ہے جس کو اس میں تامل ہو کہ علامہ ابن میثم کے نزدیک صحیح یہ

ہی سے کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو جناب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا
اور کسی کو یہ نصیر بجات دیکھ کر اس میں شک باقی رہے گا کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول
غلط ہے شرح اوصاف مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن میثم کی رائے میں لفظ فلان
مراد احمد بن شیخین سے ہے اور قطب راوندی کا قول ہر قابل اعتبار کے نہیں (۵) بعد شرح اوصاف
کے جب ابن میثم نے سمجھا کہ موصوف ان صفات کا محال احد الخلیفین قرار پائے اور ان کے ان اوصاف
کے ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درجہ برتر ہوا جاتا ہے تو اس نے اس کو سوال وجواب
کے پیرایہ میں اس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ اس جگہ شیعہ نے سوال وارد کیا ہے وہ یہ کہ یہ تو لایف و
توصیف جو جناب امیر نے ابو بکر یا عمر کی فرمائی ہے ہمارے اس جماع کے خلاف ہے جو کہ ہم نے
ان کی نسبت غصب خلافت اور تخطیہ میں منع کر رکھا ہے پس یا تو یہ کلام جناب امیر کا کلام نہیں
ہے یا ہمارا جماع و اتفاق غلطی اور خطا پر ہے اس کے بعد اس کے جواب نقل کئے لیکن چونکہ کثرت
کی رائے میں قابل اعتبار نہ تھی اس لئے ان کو شیعہ ہی کی طرف منسوب کر کے اور شیعہ کی گردن پر دھر
کر فرمایا کہ شیعہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں پہلا جواب تو یہ ہے کہ جائز ہے کہ جناب امیر
نے یہ تو لایف و توصیف مستحقین صحت خلافت شیخین کی اصلاح اور ان کے قلوب کو اپنی طرف
کھینچنے کی غرض سے فرمائی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ مدح تو بیعت عثمان کی غرض سے
بطور تعریف بیان فرمائی ہو کہ ان کے ایام خلافت میں فقہائے ائمہ حاصل یہ ہو کہ جو شخص موصوف ہند
الصفات کے بعد متولی خلافت ہوا وہ ان صفات کے اصداد کے ساتھ متفق ہے اہل علم و دانش
و عقل والی ان جوابوں کو معلوم کر سکتے ہیں کہ غلط ہیں یا صحیح اور ان سے مشہد رفع ہو سکتا ہے
یا نہیں افسوس کہ ہم کو اختصار مد نظر ہے اور خوف تطویل دامن گیر و نہ ہم ان جوابوں کے اور ان کے
قائلین کے جملہ اہل نقلی کھولتے بہر کیف اگر قدر ہو تو اس سوال وجواب سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ
شارح بحرانی کے نزدیک یہ مادہ و محسوس احد الخلیفین کے ساتھ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت
ہوا کہ یہ سوال بھی امامیہ ملکاؤں کا غلط ہے اور جواب بھی انہیں کی طرف سے ہے
کیونکہ ان کے لئے ہے جب مصلحت شیعہ ہو جائے تو اس سے فروا ثنا عشر پر مداخلت مخصوص جہ
عدلی کرے والا خود شیعی اثنا عشری ہے تو اس وقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ اور
ہم سے تو اس سے بخوبی ثابت ہو کہ احد الخلیفین کا مدوح جناب امیر ہیں و حدیث عشرہ جاری ہوا
اور جو جوابات کا وہ نام ہے مذہب امیر ہے اور نہ یہ کہ مذہب امیر ہے جب کہ نام مذہب

کی شرح جو ابن میثم نے فرمائی ہے دیکھ چکے اور اس کی شرح الشرح جو بطور بیان مطالب ہم نے
گزارش کی تھی وہ بھی ملاحظہ فرما چکے ثواب تھوڑی سی گزارش یہ بھی سن لیجئے کہ خاتم الحنفین صاحب
تحفہ اثنا عشریہ نے اس کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا ملخصاً اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے اور اس کے جواب
میں علامہ کنزوری نے جو کچھ زبان درازی اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی جوش عناد و تعصب میں فرمائی
اس کو بھی ذرا توجہ فرما کر دیکھئے بعد اس کے لفظ انصاف سے فرمائیے کہ علامہ کنزوری کا فرمانا حق و صواب
ہے یا محض حق پوشی و معاداة اصحاب ہے علامہ موصوف بجا جواب تحفہ فرماتے ہیں **قولہ** ولما انشأ ابن
منج البلاغت از امامیہ در تیس فلان اختلاف کردہ اند بعضی لفظہ اند کہ ام ابو بکر است و بعضی لفظہ
عمر ابو بکر (قولنا) ان هذا الاصلک مبین الزین ناصبی بایر پر سید کہ ام شارح امامیہ لفظہ کہ ام ابو بکر
یا عمر است و حال آنکہ قبل از ابن ابی الحدید غیر از قطب راوندی کسی بشرح ابن کتاب شریف پر در داختر
چنانچہ ابن ابی الحدید در اول شرح خود گفته ولو لیشح هذا الکتاب فنبی فیما علیہ و حدیث
و حدیث سعید بن جبہ التلمذ بن الحسن فقیہ المعروف بالقطب راوندی و
کان من فقہاء الامامیہ استقی انما نأخذ من اس عبارت کو جو کنزوری نے لکھی و در شرح
ابن میثم کی عبارت سے معاتب کریں اور پھر کنزوری صاحب کے دین و دیانت کا تماشہ دیکھیں
اور علامہ کنزوری نے جو عبارت کہ لفظ حالانکہ سے لکھی ہے اس کا مطلب تو اولیاء دولت ہی
کچھ ہوں گے کہ ان کے علامہ یہ کیا ہے مگر فرماتے لگے **قولہ** درین عبارت سر اسر بشارت ابو بکر را
برہ و صفت موصوف مذکورہ **قولہ** ثبت الذان فلو انقضت اول ابن منجی با ثبات بایر سائید
کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر است بعد از ان باین اوصاف اثبات فضل ابو بکر بایر مقرر **قولہ**
عمدہ توجہات نزد ایشان آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مدارج شیخین بنا بر اشتداد قلوب
ناس و استمالہ رعایا سے خود کرخی متفقہ حسن سیرت شیخین و انتقام امور دین در عدم ایشان
بودند نیز مود **قولنا** ابن و کا مذہب محسن است احتیاج این توجہات شیعہ را وقتی ہے افتاد کو در کتب
شیعہ بنامائے لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان
را احتیاج بچیک توجہات نیست پس چنانچہ ناصبی بعد از تفسیر این توجہات از ہدایات خود دوسرے کردہ
الرجوع تھا **قولنا** ابن برکت از قمیہ ہمارے خاصہ ہند **قولہ** و بعضی از امامیہ چنانکہ کہ غرض سن
حضرت امیر توحید عثمان و توحید بن ہود و دیگر سیرت شیخین فرقت و فقر و فساد در زمان ادب سیر
واقع شد **قولنا** ابن کلام امیر بن توحید بن ہود و غیر ان محمد بن در شرح ابن کلام ابن مختار سیرت

بارودیک کہ از فرق زید یہ است نسبت داده چنانکہ گفتہ و اما الجبار و دیتہ من الزیدیتہ فیقولون
انہ کلام قالہ فی امر عثمان اخرجه متخرج الذم لہ والنقص لہ اعمالہ ۱۱۱

خطابی خطا

اب اہل دانش و انصاف سے اتنی التماس ہے کہ حضرت کنزوری صاحب کے ان اقوال کو
شرح ابن میثم سے ملا کر دیکھیں پھر اگر خود حضرت کنزوری کا ہی فرمانا محض کذب اور انک مبین ہو تو ان
کی دیانت و انصاف پر ناخوش نہ رہیں۔ بعد اس کے جو کچھ ہمارے فاضل مجیب نے انصاف کی
آنکھوں پر پٹی باندھ کر علامہ کنزوری کے اقوال کا ذوق کی تصریح کی ہے اس کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ اول
فرماتے ہیں کہ عبارت ابن میثم کی مصدق قول مفتی صاحب کے ہے اور اس سے صاف و سریع معلوم ہوتا
ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے حضرت مجیب جواب تو لکھتے بیٹھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس اعتبار
کا جواب دے رہے ہیں اور کس دلیل کو باطل کر رہے ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ دلیل اس امر کے
ثبوت کے لئے ہے کہ حدیث میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ بھی اپنے علامہ
کنزوری کی طرح بنے بیٹھے فرماتے گئے اور اگر یہ اس کی بھی دلیل ہے تو بالفہام اس کے ہے کہ جب فاضل
متبحر کے نزدیک اعتبار بحق یہ ہوا کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر عیاض
بلغ ہرگز ایسی عبارت مبہم نہیں کہ گنا کہ اس کو آپ کے قطب الاقطاب جیسے دین و دیانت والے غیر محل
پر محمول کریں اور مقصود سے بعید نہ جائیں تو اس صورت میں مجیب کے کلام جواب کی صلاحیت نہیں
رہکتے۔ دوسری خطا یہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ فلان سے کس کو کیا ہے۔ آیا ابو بکر مراد ہے یا
عمر مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے۔ ہرگز ابن ابی الحدید سے ابن میثم نے نقل
نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر۔ بلکہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد عثمان مراد
نہیں ہو سکتا اور ابو بکر بھی مراد نہیں ہو سکتے تو عمر مراد ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
نے بھی مثل اپنے علامہ کنزوری کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہیں کیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ فرماتے ہیں
یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ اجتہاد میں قطب راوندی سے نقل کیا ہے۔ یہ بھی محض کذب ہے
ہرگز اجتہاد میں قطب راوندی کا قول نقل نہیں کیا کہ اول اس نے لکھا ہے و المنقول ان
من روایت عثمان مراد ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شرح ابن میثم کو نہیں دیکھا اور اگر
اجتہاد اضافی مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہیں عبارت۔ حق کی مخالفت ہے۔ چوتھی خطا یہ

ہے کہ فرماتے ہیں کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے کہ اولاً لاسم کم
ابو بکر و عمر مراد ہے اس سے صحت معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اولیہ اور اجتہاد حقیقی
مراد ہے نہ اضافی حالانکہ یہ محض دروغ ہے چنانچہ ہم عرض کر چکے کہ قطب راوندی کا قول ابن میثم
نے اجتہاد میں نقل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں صرف نقل اقوال سے یہ غرض پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ
کوئی دلیل دلالت نہ کرے اور دلیل میں جب نظر کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے
اور مؤید ہے کہ قول ابن ابی الحدید کا صحیح ہے اور قول قطب راوندی غلط کیونکہ قول ابن ابی الحدید ایسی
مستحکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا رفع ہونا محال ہے وہ یہ کہ اوصاف مذکورہ صاف دال ہیں
کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر سے پیشتر متولی امر خلافت ہوا اور یہ امر
اوصاف سے ایسا واضح ہے کہ ہر شخص جس کو ذرا سی بھی فہم ہوگی سمجھ لے گا کہ سوائے خلیفہ کے کوئی
دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہیں ہو سکتا چنانچہ ہماری کتب شرح اوصاف سے بخوبی ثابت ہے
اور قول قطب راوندی کا اس درجہ ابہام و اہمال میں ہے کہ کوئی عاقل اس کو قبول و تسلیم نہیں کر سکتا
اول تو خود اوصاف ہی اس سے باہر کرتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ جناب امیر اس کو بطور کنایہ بیان
فرمایوں اور نہ ایسا شخص جو ایسے اوصاف کے ساتھ متصف ہو اس قدر کم نام ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی
ذہانے اور آپ کے قطب صاحب بھی بس اسی قدر فرما دیں کہ کوئی شخص صحابہ میں سے تھا جو قبل
وقوع فتن و فسادات پا گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ آپ کے قطب الاقطاب و غوث ارغوث آپ
کے صحابہ مقبولین میں سے مثل مقداد و ہمارا ابو زور وغیرہ کے کسی کا نام فرما دیتے اور ہم ثابت کر چکے
ہیں کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس ایسے مہمل قول کو بلا دلیل دوسرے
اقوال مدللہ کا ملبطل سمجھنا ہمارے فاضل مجیب ہی کے شایان شان ہے۔ معذرا اگر اداں بیان کرنا کسی
قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال لاحقہ باطل ہیں تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے و المنقول ان
مراد بفلان عمر مراد ہے تو حسب قاعدہ مسلمہ مجیب کے لازم آتا ہے کہ یہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول
بیان کیا ہو کہ تغلیف و تکلیف قطب راوندی کی فرمادے اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود و تکلیف
راوندی ہے کیونکہ بعد اس کے پہلے قول کا مؤید ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول
بیان کیا تھا کہ مراد لفظ فلان سے عمر ہے جو مبطل قول راوندی تھا اس کے مؤید دوسرے قول ابن ابی الحدید
کا نقل کیا تو دو غلطیاں اس پر متفق ہو گئیں۔ مراد ہے اور قطب راوندی کا قول قطعاً باطل ہوا چنانچہ
خطا یہ ہے کہ عزت کی وجہ سے کہ ابو بکر یا عمر مراد ہونا علی سہیل الشہرل سے حالانکہ کوئی قرینہ اس کے

خلفاء ثلاثہ کے بغض میں اندھا بین

اقول: اسے حضرت میر صاحب افسوس کو آپ نے تو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں فہم و انصاف، دین و ایمان کو تیر باد کر رکھتے دیا، جہلا کچھ تو عقل و فہم و ایمان و انصاف سے کام لیا ہوتا، اگر شارح اس امر کی واقعیت کے قائل ہوں تو کیا یہ اوصاف جو مشاہدہ کمالات نبوت کے ہیں بلکہ چلتہ نبوت سے ہی ناقل ہوتے ہیں، جس کے اندر پائے جاتے ہیں بروئے عقل اور ایمان کے مصداق مثل مستحب، رحمۃ اللہ علیہ المناشیح الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کو خلق اللہ کے کئی راستے پر لادے اور ان کے امراض نفسانیہ کا علاج کر کے ان کو ہلاکت و اہلی سے نجات دیوے سنت کو قائم کرے اپنے حسن تعمیریت فقہ کو نہ اٹھنے دے، برائیوں کی چرک سے نفی الثوب سید العرف دنیا سے رخصت ہو جائے، قلیل العیب ہو، خلافت کی غیر مطلوب کو جو عدل و اقامت دین کے لیے جس سے مستحق ثواب جزائی کا تخرت میں اور شرف جلیل کا دنیا میں ہوتا ہے پہنچ چکا ہو، خلافت کے شرف سے محفوظ رہا ہو، خدا کی اطاعت بجا لایا ہو، اور تقویٰ کام تیر حاصل کیا ہو، اس کے بعد لوگوں کا یہ حال ہوا ہو کہ جہالتوں کی شاخ و درشاخ رہوں میں ایسے پریشان ہوں کہ نہ گمراہ راہ یاب ہو سکے اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یافتگی کا یقین ہو سکے تو ایسے شخص کی نسبت کوئی ایمان دار کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس قبیح مثل کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی نگاہیں کھولو، الا عالمین تو ان کی آنکھیں کھول اور ان کو ہدایت فرما، انک قریب مجیب، چچہ بغرض محال اگر یہ کفر صحیح ہو تو اس قول کی نسبت جو آپ کے بزرگوں ہی سے ابن میثم نے ابتداء میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے، والمنقول ان المراد بفساد عمن اور مختصر میں فرمایا ہے تیل ارادہ مرجع کیا فرمائے گا وہاں تو نہ الزام ہے نہ متعجب ہے، غرض اس عبارت کو الزام یا متعجب پر محمول کرنا مصداق مثل الغریت بیت شت بجح حشیش کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت اس جگہ ایسے برومات میں گرفتار ہیں کہ مغرور مخلص نہیں سوچتا یا چارے دھتکے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔

قال الفاضل المجیب قولہ: بلکہ بعینہ اس جواب کو اہل اقول: بل بعض شیعہ سے نقل کیا ہے لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہیں جیسا کہ جناب مفتی صاحب علیہ رحمۃ نے فرمایا ہے اس لئے کہ ان کی کتب میں اس روایت میں جو کچھ باطل موجود نہیں بلکہ لفظ فہم سے پس لاسکو کہہ دو کہ مراد ہوں کیوں نہیں بڑا ہے کہ شخص دیگر مراد ہوں اور علی استغفر لہ کہ ابوبکر یا عمر ہی مراد ہوں تو محمد بن

خدا تعالیٰ آپ کی دیدہ بصیرت کھول دے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرما دے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ واقعی مرجع ہے یا متعجب، ادھر خواجہ جس قدر اوصاف و محمد جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت مروجی ہوئی ہیں اسی طرح خرافات و دلائل سے باطل کرتے ہیں اور متعجب و استعجاب میں اڑاتے ہیں ادھر آپ حضرات ہیں کہ شیعین کے محالہ فضائل کو متعجب اور استعجاب پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ بھی جھوٹے ہیں اور آپ بھی اپنے دعوے میں بچے نہیں، پس راہ نجات اور صراط مستقیم وہی ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہے اور وہ محمد اللہ المہدی کا طریق تویم ہے اللہ علیہ اجمعین و علیہ اجمعین و فی ذلک لعل احسن فیہ یوم میبعثون۔

قولہ: خصوصاً ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شفقہ کا ہے اور کہتا ہے کہ وہ ہنیک کا م حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور اس میں مذمت ثلاثہ موجود ہے ایک جگہ مذمت کرنا اور دوسری جگہ اس کی مدح کرنا صریح تناقض ہے اور بمقابلہ ابن ابی الحدید الزاہد بہت ٹھیک ہے۔ اقول: اگر شارح ابن میثم کا یہ مقصود تھا کہ ابن ابی الحدید کو الزام دیوے تو صریح کہنا چاہیے تھا کہ یہ غلط ہے اور مخالف خطبہ شفقہ کے ہے جس کو ابن ابی الحدید نے کلام جناب امیر کا کلمہ کو رکھتے اور نیز واجب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کا جو اس نے اس کے مراد ہونے میں بیان کیا ہے اول جواب دیتا جب اس کو باطل نہیں کیا اور اس کی دلیل کا جواب نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اسی کے موافق ان اوصاف کا مصداق خلیفہ کو قرار دیا تو اس کو کیونکر الزام پر محمول کیا جاسکتا ہے علی الخصوص جب کہ یہ الزام خود کذب و دروغ جو اور مبنی اس الزام کا ایسی دلیل پر ہو جو اس نے بیان مذکور جو غرض کسی طرح پر اس کا الزام ہونا ٹھیک نہیں ہے اور نہ متعجب اور استعجاب ہونا اور اگر ابن ابی الحدید کے لئے یہ الزام ہے تو اس قول کو آپ کیا کریں گے جو سب سے اول نقل کیا ہے والمنقول ان المراد بفساد عمن اور نیز مختصر شرح میں تو بجز دو دونوں قولوں کے، اور کچھ لکھا ہی نہیں ان میں جس میں اس کو ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے موافق قصب راندہی کے قول کے بحال کے واسطے مقدم یا کیا ہے لکھا ہے قیل ان دہ مسلح عمن تو یہاں نہ متعجب ہے نہ زہد ہے یہاں تو صریح میں میں بیان کیا کہ اس لفظ سے مراد میں پس یہ صریح اس کے الزام ہونے کو کلمہ ب ہے اور نہ متعجب و استعجاب ہونے کو باطل کرنا ہے۔

قولہ: اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اس کے قائل بھی ہوں تب بھی کچھ حرج نہیں بصورت رحمۃ اللہ علیہ مناشیح اول ہوں گے اشارہ ہی کافی ہے اس کی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔

علی وجہ استصلاح جیسا کہ قول شارح علیہ الرحمۃ جازان نیکن ۱۰ اس جواب کے تنزیل ہونے پر
بآواز بلند پکار رہا ہے۔ پس تنزیل جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب سمجھنا آپ کے خاتم المشکلبین یا صاحب
آیات بنیات کی خوش فہمی ہے۔

کذب و افتراء کی حد

بِقَوْلِ الْعَبْدِ الْفَقِيرِ اَلْمَوْلَاہِ الْغَنِیِّ: جناب میر صاحب یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بعض شیعوہ
سے نقل کیا ہے یہ محض آپ کا کذب و افتراء ہے ہرگز وہاں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو تہیض
پر دال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دال ہیں کہ یہ رسول و جواب تمام ان شیعوہ کی طرف سے ہے جو شیخین
کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ اس عبارت میں

وَالْعِلْمُ اَنَّ الشَّيْعَةَ اَوْرَدُوْا اِهْلَانَا سِوَا
فَقَالُوْا اِنَّ هَذِهِ الْمَادِحَ الَّذِي ذَكَرَ هَا عَلِيْہِ
السَّادَہُ فِيْ حَقِّ اَحَدٍ مِنَ الرِّجَالِ
تَنَاقَى مَا جَعَلْنَا عَلَیْہِ مِنْ تَخَطُّبَتِهِمْ وَاِخْرَاجِہَا
مَنْصُوبٍ اِلَیْہِ اِلَّا مَا اَنْ رَیْکُمْ اَلْکَلَامَ مِنْ
كَوْمَةٍ عَلَیْہِ السَّادَہُ اَو اَلْنِیْکُوْنَ بِمَا عَاخَرُ خَطَا
ثَعْمًا جَالُوْا مِنْ وَجْہِیْنِ لَفْظًا مَا جَعَلْنَا
عَلَیْہِ اَو اَلْنِیْکُوْنَ بِمَا عَاخَرُ خَطَا

صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ سوال تمام شیعوہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے تحظیر کے اجماع میں شامل
میں مطلق شیعوہ کا اجماع بیان کرنا دلیل صریح اس کے عموم و شمول کی ہے پس یہ آپ کی اور آپ کے
کنٹوری صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض شیعوہ سوائے اپنے مراد لیتے ہیں اور گمراہ
اہل حق سے فرار کر کے اس اجماع سے جو بنائے اصول مذہب ہے دست بردار ہو گئے ہیں فاعتقوا
بِاَوَّلِ الْاَبْصَارِ علاوہ ازیں اس سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ وہاں ابن میثر نے لکھا ہے والمنقول
لَا اَمْرًا بَلْ اَدْبَارًا عَمْرٍ دوسری وہ ہے کہ جو لکھا ہے اَقُولُ اِنَّ دَقَّةَ لَوْنِیْ بَلْ اَشْبَہَ
مَنْ اَمْرًا دَقَّةَ لَوْنِیْ تیسری وہ ہے جو کہ شرح اوصاف مذکورہ میں اوصاف کے محال کو ایسے
شخص میں منحصر اور متعین کیا کہ غیر نیکینہ کا احتمال قطع ہو گیا اور یہ تینوں امور خواہر ہے کہ بنائے اعتراض

بعض شیعوہ غیر امامیہ پر نہیں ہے بلکہ ابن میثم نے یا اپنا مسلم بیان کیا ہے یا اپنے اکابر امامیہ سے نقل
کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی کے اکابر یہ فرما گئے کہ مطلق لفظ شیعوہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد
ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ متبع فرمائیں گے تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا آپ کے اکابر تصریح فرما گئے ہیں
کہ سوائے امامیہ کے اور کوئی شیعوہ ہی نہیں چنانچہ ان ہی آپ کے حضرت علامہ کنٹوری کی نسبت
ہمارے خاتم المشکلبین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کنٹوری در سیف ناصری دآپنچ درابر اش بچند
ورق در مقابلہ رشید العلماء تحریر کردہ ثابت نمودہ باشند کہ غیر اثنا عشریہ ختیئہ شیعوہ نیستند و اطلاق لفظ
شیعوہ بر اثنا عشریہ درست ہے پس جب لفظ شیعوہ سے عند الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتے ہیں ماسوائے
امامیہ جمیع طوائف شیعوہ سے کوئی طائفہ عند الامامیہ شیعوہ نہیں تو اس جگہ اگر شیعوہ مطلق ہو یا بعض شیعوہ
ہو تو لامحالہ اس سے امامیہ ہوں گے اور آپ کا اور آپ کے کنٹوری صاحب کا فرمانا کہ بعض شیعوہ سے
ماسوائے امامیہ مراد میں سر اسر لخواہ و باطل ہو گا اور علامہ کنٹوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کی حاجت
نہیں غلط ہو گا مگر اسلما شیعوہ غیر امامیہ مراد ہیں لیکن یہ کتنا کہ یہ توجہات بعض شیعوہ غیر امامیہ کے ہیں
فرع اس امر کے ہے کہ یہ روایت ان کی کتابوں میں موجود ہو اور حجت تک یہ ثابت نہ کریں اس وقت
تک اس توجہ کو بعض شیعوہ مجہول کی طرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا شیخ البلاغہ
میں لکھنا ان فرق پر حجت نہیں ہے اور یہ کتنا کہ امامیہ کو ان توجہات کی اس وقت حاجت ہے جبکہ
ان کی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر ہو آپ کی اور آپ کے علامہ کنٹوری کی غلطی ہے اگر بالفرض آپ کی
روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر بجائے فلاں نہ ہو اور آپ کے اکابر علماء ہی نے تصریح کی ہو یا صرف وہ
اوصاف ہی تعیین مبہم پر اس طرح دال ہوں کہ عرق ابہام و مشرکت کی قطع ہو گئی ہو تو تب بھی یہ کتنا
کہ ہم کو احتیاج جواب نہیں محض جواب سے پہلو تہی اور غلط سمجھا جائے گا۔ طرہ تماشایہ ہے کہ علامہ
کنٹوری نے توجہ استصلاح ناس و استیجاب قلوب کو بھی کذب ہی قرار دیا ہے جیسا کہ توجہ توحید
عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل مجیب توجہ استصلاح کے شیعوہ امامیہ کی طرف سے
ہونے کے معترف ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر علی التشریل ابو بکر یا عمر ادہوں تو محمول علی وجہ الاستصلاح
ہو گا جیسا کہ قول شارح جازان نیکن ۱۰ اس جواب کے تنزیل ہونے پر بآواز بلند پکار رہا ہے ہم
نے مانا تنزیل سنی لیکن علامہ کنٹوری کا یہ فرمانا کہ ان ادعا کذب محض است باعتراف سامی کذب محض
ہو اور اس جواب کے تنزیل ہونے کی نسبت اس آپ تمام عبارات ابن میثم دیکھئے اور پھر کسی عالم منصف
سے دریافت بھی کیجئے اس کے بعد کچھ فرمائیے۔

قال الفاضل الجلیب: قوله بعد اس کے صاحب ترجمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، وبعینہ
امامیہ چنین گفتند کہ عرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توبیح عثمان و تکریمین برادر بود اس کے جواب میں
علامہ کنزوری فرماتے ہیں، یہیچک از امامیہ این توجیہ نکرده البتہ بحواب اس کے صاحب آیات بیات
سلمہ فرماتے ہیں، لیکن یہ جواب علامہ کنزوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو بھی ابن میثم
نے نقل کیا ہے۔ اقول، اگر عرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ ہے فروغ سے
مشرع ابن میثم موجود کثیر الوجود ہے کیس لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں، ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا
ہے کل شیعہ اس کے قائل نہیں اس لئے کہ قول قطب راوندی پہلے نقل کر چکے ہیں اور یہ ضرور نہیں
کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں امامیہ اخص شیعہ ہیں۔

بقول العبد الفقیر الی مولاه العفی: یہ ہی عرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے جس میں امامیہ
بھی داخل بلکہ حسب ادعائے طائفہ فرد کامل ہیں اور یہ دروغ نہیں ہے دروغ یہ ہے جو آپ
فرماتے ہیں کہ ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے، شرح ابن میثم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اس
میں کیس لفظ بعض کا نام و نشان بھی نہیں، جب کہ ثمر اجالہ کی ضمیر ان شیعہ کی طرف عائد ہے جو باقی
میں مذکور ہیں اور تخیل شیعہ کے اجماع میں شامل ہیں اور جن کے مذہب پر سوال وارد ہوتا ہے تو
مجیب بھی وہ ہی ہوتے اور ان سب میں پیش درست بزم خود امامیہ آٹھ عشرہ ہیں جو عند الاطلاق
مراد ہوتے ہیں تو سوال اور جواب میں ان کی شرکت سب سے پہلے ہوتی، علی الخصوص جب کہ آپ
کے علامہ نے تصریح کی ہو کہ لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد ہیں اور یہ خود یہی ہے کہ ایک قطب
راوندی کا ایک قول میں منفر د ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اس کا
قائل نہ ہو پس یہ کہنا کہ یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں بالکل وابیات ہے بلکہ لا محالہ
لفظ شیعہ سے اس جگہ مراد امامیہ ہوں گے۔

قوله: اور نیز یہ توجیہ علی التزلی ہے نہ علی التحقیق اور یہ بات غابہ ہے کہ تنزیل و تقدیر
پر جواب کسی فرقہ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں کوئی ان کو اصلی جواب اس فرقہ کا نہیں کہہ سکتا
اگر بالعرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہوں تب بھی یہ اصلی جواب نہیں ہے اس لئے علامہ علیہ الرحمۃ
کا یہ فرمانا کہ یہیچک از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل صحیح و درست ہے۔

اقول: اقوال سابقہ میں اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات، ورتنزیل ہونے کا ابطال
نہ بیان کر چکے ہیں قطع نظر اس سے کوئی قرینہ عبارت میں اس کے تنزیل ہونے پر دلالت نہیں

کرتا پس اس کی نسبت تنزیل ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ
جواب تنزیل ہو تو بھی علامہ کنزوری کا یہ فرمانا کہ یہیچک از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل کذب و دروغ
ہے کیونکہ یہ محض اس توجیہ کے وجود سے انکار ہے حالانکہ اس کا وجود علی سہیل التزلی مسلم ہے
تو مطلق یہ کہنا کہ یہیچک از امامیہ این توجیہ نکرده دروغ ہوا جو آپ فرماتے ہیں اگر یہ ہی مدعا تھا
تو آپ کے علامہ یہ فرماتے یہیچک از امامیہ این توجیہ نکرده الا ان میں علی التزلی بیان کردہ
مطلق انکار سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ توجیہ نہ علی التحقیق نہ علی التزلی بیان ہی نہیں کی بنیاد ثابت
ہو کہ شیعہ سے امامیہ بھی مراد ہیں اور یہ جواب تنزیل نہیں اور اس کی نسبت علامہ کنزوری کا انکار
سراسر غلط اور کذب ہے۔

قوله: یہ بھی واضح راستے عالی ہو کہ شارح ابن میثم علیہ الرحمۃ حکم مشرب ہیں در بعض جگہ
اقوال مختلفہ عام شیعہ کے بلکہ اپنی دانت میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں لکھ کر اور دروغ کر کے
اپنی سمجھ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے خاتم المتکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ ان کو
اصلی و تحقیقی جواب سمجھ کر الزامات نقل کرتے ہیں۔

اقول: ظاہر اس عبارت سے مقصود اثبات عدم توثیق ابن میثم مذکور ہے درینہ
کہنا ہے کہ وہ رعب دیا بس اقوال مختلفہ عام شیعہ کے نقل کرتے ہیں اور اپنی دانت میں جو اعتراض
وارد ہوتا دیکھتے ہیں اس کو فرضاً لعلی کہ با و افترا، شیعہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی سمجھ کے موافق
اس کا جواب لکھتے ہیں۔

ابن میثم نے شرح نہج البلاغۃ کے خطبہ میں خدا سے عہد بندہ سے

کہ ناحق کی طرف داری اور خواہش کی طرف میل نہ کرے

تو ایسے اقوال اور ایسے شخص کے اقوال الزامات نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھ نہ کرنا
کی سمجھ کی خوبی ہے تو ان میں کی نسبت یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو حدیث میں ہے
اور ان کی شرح کی نسبت مناقب و مناقب میں کہیں نہ کہ خوف ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ
بیب کے نزدیک سب کذب و دروغ سے ابن میثم کے مودعہ کی قریبیت سے آپ کے توجیہ
شورستری نے مجالس المؤمنین میں اس کی تخریص و حکمت پر آپ کے خواجہ جگان بدریہ مراد

شہادت بیان کی ہے اور شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنی شرح کے خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد موقوف کیا ہے کہ سوائے حق کے کچھ دیکھوں گا اور باطل کی طرف ہرگز میل نہ کروں گا اور یہ اس لئے کہا ہو گا کہ دیکھا مولا علماء شیعہ تعصب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے۔

و مشروعت في ذلك بعد ان عاهدت
اللہ سبحانہ ان لا انصر فیہ مذہبا
غیر الحق ولا اتکب صوی لمرأاة احد
من الخلق۔
اور میں نے اس شرح کو شرح کیا بعد اس کے کہ خدا
سے عہد باندھا کہ مجھ کو مذہب حق کے دوسروں کی
مدد نہ کروں گا اور خلق میں سے کسی کی مراعات کی وجہ
سے خواہش نہسانی کو اختیار نہ کروں گا۔

اور اگر آپ متبع فرمادیں گے تو معلوم کریں گے کہ آپ کے بعض علماء نے اپنی فہرست
علماء میں یہ بھی لکھا ہے۔

ومنہم الشیخ الحسن المیثم بن علی
بن میثم البحرانی مصنف مشرح
نبیح البلاء و تحقیق ان یکتب
بالذهب علی الاحداق لا بالی علی الادواق
مبغدان کے شیخ حسن میثم بن علی بن میثم بحرانی
شرح نبیح البلاء کا مصنف ہے اور وہ آنکھوں
کے ذیلوں پر سونے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے
نکا غدوں پر سیاہی سے۔

پس جب مصنف کا یہ مرتبہ ہو اور مصنف کی یہ حالت ہو اس کی عدم توثیق کوئی کیونکر
بیان کر سکتا ہے۔ حضرت مجیب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرمادیں گے کہ کشکب
اجاث اہل حق میں یہاں تک تنگ آئے کہ راہ فرار جہات ستہ سے مدد و پناہ اپنے معتد علماء کے
عدم توثیق ثابہت کرنے لگے اور ان کو عاطب دلیل قرار دینے لگے تو جو امر ایسے شخص کے اعتراف سے
ثابت ہو گا اور جو اقوال ایسے مستند شخص کے ایسے موثق اور معتد کتاب میں درج ہوں گے۔ اہل حق
ان سے الزام دینے میں کیوں دریغ کریں گے۔ اور ایسی معتدہ نقول سے کیونکر الزام نامہام ہو سکتا
ہے الزام ان ہی امور سے ثابہت و نام ہوتا ہے کہ جن کی نسبت خصم اعتراف کرے اور اس کے لئے
مضر اور اہل حق کے لئے معینہ ہو اور یہاں مجد اللہ الیابی ہے کہ شارح ابن میثم کے نزدیک لفظ فلان
سے مراد ابوبکر ہے چنانچہ اس کی عبارت سے صاف واضح ہے اور یہ بھی اس کی عبارت سے
ہوید ہے کہ اس کے نزدیک قول راوندی پسندیدہ نہیں اور نہ اس کی طرف اس کو میلان ہے تو
اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ قوت نام ہے اور آپ کا اور آپ کے متوری صاحب کا انکار

ناواقفی ہے یا عناد۔

قولہ: یہ ہی سبب ہے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے و اعلم ان الشیعۃ قد اوردوا
ھہنا سواد الامم میں بطور محاکمہ فرض تسلیم قول نقل کر کے اس کے جواب لکھے ہیں ورنہ آپ ہی
فرمائیے کہ اگر اس سے مراد شیعہ امامیہ ہیں اور شارح کی تحقیق ہے تو کون سے شیعہ نے فلان سے
ابوبکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مراد لے کر یہ توجہیں کیں ہیں، آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں
تو کسی کتاب سے لکھتے ہیں یا یوں ہی خیالی گھوٹے دوڑا رہے ہیں اور شرح نبیح البلاء میں بھی
موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا تحقیقی ہو تو چاہیے کہ اور کتابوں میں بھی یہ توجہیں فرمادیں ورنہ
زبانی دعوے کون سنتا ہے۔

اقول: اگر یہ ہمارے فاضل مجیب کی رائے میں محاکمہ ہے گو علی سبیل الفرض والتسلیم ہی
سہی تمام محاکمہ کے لئے ضرور ہے کہ حکم ایک شخص ثالث ہو یا بن معنی کہ ایک مدعا کی نسبت ایک
شخص اس کی صحت پر مستدل ہو اور دوسرا کوئی شخص اس کا نقض و البطل کرے۔ تیسرا شخص ان
دونوں خصمین میں قول فیصل لکھ کر حکم ہو سکتا ہے اسی طرح ما نحن فیہ میں بھی ہمارے مجیب پر لازم
ہے کہ اول ایک مدعا قرار دیں اور بعد اس کے اس پر خصمین تجویز فرمائیں پھر ان دونوں خصمین کے لئے
شارح ابن میثم کو حکم قرار دے کہ فرمائیں کہ اس کا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم سیال
غور کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ اول شارح ابن میثم نے بطور نقل کے بیان کیا کہ لفظ فلان نے عمر
مراد ہے پھر راوندی سے نقل کیا کہ ایک شخص مجہول الاسم والمسی صحابہ میں سے مراد ہے۔ پھر
ابن ابی الحدید سے نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ معلوم ابوبکر و عثمان
مراد نہیں تو عمر مراد ہوں گے پھر اپنی رائے کہ نسبت عمر کے ابوبکر مراد ہونا مشتبہ بحق ہے
ظاہر کے بعد اس کی شرح اوصاف بیان کر کے شیعہ کی طرف سے اعتراض اس بناء پر نقل کیا کہ لفظ
فلان سے مراد ابوبکر یا عمر ہوں پھر ان ہی کی طرف سے دو جواب نقل کئے تو اب فرمائیے کہ محاکمہ
شارح نے کیا کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فیصل کون سا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے
اگر یہ ہی دونوں جواب قول فیصل میں تو قطع نظر اس سے کہ فیصل اپنی طرف سے ہوتا ہے تمام
الزامات کذب و دروغ کے جو خاتم محمد ثبین کی طرف نسبت کرتے تھے وہ سب آپ کے اعتراف
سے کذب و دروغ ہو گئے۔ غرض اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے مجاہد فرض و تسلیم
کنا سر اسر غلط اور ناواقفی ہے۔ اب رہا ہم سے یہ سوال کہ اگر یہ بطور فرض و تسلیم محاکمہ نہیں ہے

اور واقعی نقل ہے تو بتاؤ کہ یہ کہاں سے منقول ہے اور کس شیعہ نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے کیونکہ اگر تحقیقی ہے تو اجمالاً یہ توضیحیں کتابوں میں مذکور ہوں گی ورنہ زبانی دعوے کون سننا ہے سوال علم والہ صاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہم سے کیا موقع تھا نقل تو آپ کے ابن مثنیٰ زناہی اور آپ سوال ہم سے کریں۔ سبحان اللہ حضرت میر صاحب ذرا ہوش کی باتیں کیجئے ہم کو اس سے کیا غرض کہ آپ کے فاضل منیر حکیم نے سچ کیا کہ جھوٹ بول دیا جب اس نے ایک امر کو نقل کیا پس ہمارے لئے حجت ہو چکا خواہ فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی شیعہ نے لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری حجت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا اور آپ کے کنتوری کا کفر مانا صحیح ہے اور فی الواقع کسی نے نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل منیر حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہوا کہ خلاف واقع اپنے بزرگوں پر افتراء باندھتے ہیں اور ان کی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو انھوں نے فرمائے نہیں لیکن یہ طریقہ کچھ نیا نہیں بلکہ قدیم سے علماء شیعہ کا یہی فتنہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ پر افتراء باندھ چکے ہیں اور ائمہ نے ان کی تفصیل ذیل کیجی ہے فرمائی ہے تو اگر شارح نے ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قوم کے نہیں کیا۔ بہر گشت شارح کا لکھنا ہمارے لئے ثبوت مدعیان کامل حجت ہے کیونکہ جب ایسے بڑے مقدمہ اور شیعہ امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ خصم کے لئے حجت ہو گیا پس اس کی نسبت آپ کا یہ فرمنا کہ یہ خیالی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور زبانی دعوے کون سننا ہے ابن مثنیٰ کے خلاف شان ہے لیکن آپ جس قدر چاہیں اس پر تبرا چھیں۔ مثنیٰ چاہیں گالیاں دیں اب الزام اٹھنا محال ہے علاوہ ازیں میں کتنا ہوں کہ کیا یہ ضرور ہے اگر یہ تحقیق ہو تو کتابوں میں بھی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان علماء امامیہ نے جو معاصرین ابن مثنیٰ تھے درس تدریس یا بحث و گفتگو کے وقت یہ اعتراضات کئے ہوں اور یہ توضیحات زبانی کی ہوں۔ اور اب ابن مثنیٰ نے بطور نقل کے ان سے اپنی شرح میں درج کر دیا ہو اور کیا ضرور ہے کہ اگر یہ اعتراضات و توضیحات مشروح میں مذکور ہوں تو ہم یا آپ تک ان کے مطالعہ کی نوبت آوے آخر فاضل مرہوتی نے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور اپنے نعت البیہ سے نقل کیا ہے اس سے بھی یہی مدعا تکرار ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل مرہوتی کی ہم قریب نقل کرتے ہیں۔ اور علاوہ اس کے اور بھی مشروح و تراجم اس کے ہیں اگر آپ کو تصدیق ابن مثنیٰ کی منظور ہو۔ تو ان کو تلاش و تتبع کیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے ہمارے لئے بس ہمارے الزام کی تکمیل کے واسطے صرف ابن مثنیٰ کا لکھ دینا بھی کافی ہے۔ قطع نظر اس سے جو کو سخت

تعجب و حیرت ہے کہ آپ ابن مثنیٰ کے اس قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم سے پوچھتے ہیں اور قطب راوندی کے اس قول کو جو آپ کے نزدیک صحیح و مسلم ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھتے کہ اس میں کیا ابہام و اہمال ہے کہ جس کا کچھ انتہا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ مراد ایک رجل صحابہ سے ہے جس کا نہ کچھ نام ہے نہ نشان ہے۔ اب ہم اس کی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ شخص ممدوح کون ہے جس کی ایسی صفات کا ملکہ جناب امیر نے بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہیں ہو سکتا جس کو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی شخص معلوم ہے تو متعین کر کے بتلائیے یا اپنے قطب الاقطاب سے دریافت کیجئے ورنہ صاف معلوم ہو گا کہ آپ کے قطب الاقطاب نے الزام کے خوف سے عقلی گھوڑے دوڑاتے ہوں گے تو ایسی زبانی باتیں جب آپ کے ہم مذہب اور قریب بھی نہیں سُننے تو کم کتب میں گئے۔

قال الفاضل الحلیب: قوله: اور اسی بحث میں صاحب تحف فرماتے ہیں ولما شاعروا منج البلاغت از امامیہ در تعیین فلان اختلاف کردہ اند بعضے گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ اند عمر است۔ اس کے جواب میں علامہ کنتوری جھلا کر فرماتے ہیں۔ ان هذا لانک مبین ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است۔ بجواب اس کے صاحب آیات مینا سلمہ نقلاً عن خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم زیرا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بحرانی ہستند الخ۔ اقول۔ آپ کے خاتم المحدثین کے اس قول آنے فیصلہ ہی کر دیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجز لفظ فلان ابو بکر نہیں ہاں اس کے مراد می معنی ہیں بقدر یرود تسلیم و تنزل احتمال ابو بکر یا عمر کا لکھا ہے پس جناب مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائے لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اس کا انکار نہیں کیا کہ معنی مرادی اختلا میں بھی علی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔

فاحش غلطیاں

یقول العبد الفقیہ الی مولانا الغنی: سخت حیرت اور نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسی سلیس اور سہل عبارتوں میں ایسی فاحش غلطیاں کرتے ہیں۔ اے اہل سمجھ و عقل و انصاف و عدل خدا کے لئے ذرا ہمارے عجیب و غریب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرما دیں جس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ زعمارت تحف کا مطلب سمجھے اور نہ کنتوری کے مدعا تک رسائی ہوتی۔ نہ ازالہ الغیباں

کا مضمون ذہن عالی میں آیا۔ یا یہ کہ مضمون سمجھ گئے ہیں لیکن اپنی دیانت و انصاف کے ہاتھ سے
 لاچار ہیں بہتتہا۔ اس کے ایسی خرافات باتیں نہ فرمائیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا ثبوت
 آنکر کس دلیل سے ہو۔ اس قول میں اول خطائے فاش یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتم المتکلمین کے اس
 قول نے فیصلہ کر دیا کیونکہ تسلیم کر لیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں لفظ فلان ہے اور لفظ
 ابو بکر نہیں ہاں بطور مرادی معنی کے تشریح احتمال ابو بکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے نہ صاحب تحفہ
 نے نہ صاحب ازالۃ الغیہ نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجائے
 لفظ فلان لفظ ابو بکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعویٰ تخریفات نسبت
 شریف رضی کے شرح کے تعین یعنی مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تخریفات پر قرار دیا ہے
 چنانچہ علامہ دہلوی قدس سرہ الحزینہ تحفہ میں فرماتے ہیں۔ درین عبارت جناب امیر صاحب بیخ البلاء
 کہ تخریفات رضی ست برای حفظ مذہب خود تصرفی کردہ لفظ ابو بکر را حذف نموده و بجائے او
 لفظ فلان آورده تا اہلسنت تمکین متواتر نہ شود لیکن کرامت حضرت امیر اُکنت کہ اوصاف مذکورہ
 صریح تعین مبہم میکنند چنانچہ بیان خواہ شد دلند شارحین بیخ البلاغت از امامیہ در تعین لفظ
 فلان اختلاف کرده اند بعضی گفتہ اند مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ عمر الباء اس عبارت سے صاف
 واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ تخریفات کے لئے دو دلیلیں ذکر فرمائی اول یہ کہ اوصاف مذکورہ
 تعین مبہم کی کرتے ہیں دوسری یہ کہ شرح نے بطور بیان مراد کے ابو بکر یا عمر کو بیان کیا ہے
 اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر اور
 جب آپ نے معنی مرادی سے مرادی ہونے کو تسلیم کر لیا تو گو یا خصم کی دلیل کو قبول کر لیا اور دعویٰ
 ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جانے کے آپ کی یہ ہی مراد ہو اور اگر فیصلہ ہو
 جانے سے رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک بھی ممکن نہیں آخر آپ کے علامہ کنزوری ایسی
 ہی ہر دو بات میں گرفتار ہو کر سرے ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ نہ ہمارے شارحین
 نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد لی ہے نہ تعین احد ہا میں اختلاف کیا ہے نہ یہ توجہات
 مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہیں کہ علماء امامیہ نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر کا مراد ہونا تسلیم کر لیا ہے
 علماء امامیہ میں سے کسی نے بیان کی ہیں حالانکہ علامہ کنزوری کا یہ فرمانا محض غلط اور کذب تھا
 اور یہ توجہات ابن مینم نے نقل کی تھیں اور اگر بغرض محال اس کو تسلیم کیا جاوے کہ یہ نقل نہیں
 بلکہ بجرانی نے اپنی طرف سے لکھا ہے تو بھی چونکہ بجرانی فضل مجتہد امامیہ سے ہے اسی کا لکھنا ثبوت

الزام اور انکار کنزوری کے بطلان کے لئے کافی ہو گیا۔ دوسری خطا ہی قدیم خطا ہے کہ اس کو
 تنزیل فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعوے کے ثبوت کے لئے نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے
 بلکہ قطعی قرآن اس کے خلاف پر قائم ہیں چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں تیسری خطا نہایت
 فاحش اور قبیح یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ملکی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائے لفظ
 فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اس کا انکار نہیں کیا کہ معنی مرادی احتمالی میں بھی علی تقدیر تنزیل
 ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سراسر کذب و دروغ و عتلا واقع ہے اور مصداق مصرعہ چہ
 دلا و دست الہ کسبے تحفہ کی عبارت موجود ہے اس کو دیکھتے پھر اس پر علامہ کنزوری کی عبارت
 ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کے کنزوری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں۔ قولہ ولند شارحین
 بیخ البلاغت از امامیہ در تعین فلان اختلاف کرده اند بعضی گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ اند
 عمر الباء قولنا ان ہذا الالف مکین۔ ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا
 عمر است و حال آنکہ قبل از ابن ابی الحدید غیر از قطب راوندی کسی بشرح ابن کتاب شریف مذکور نہ
 چنانچہ ابن ابی الحدید در اول شرح خود گفتہ ولویش شرح حد الکتاب قبل فیما علمہ
 الہ واحد و هو سعید بن حبہ اللہ بن الحسن الفقیہ المعروف بالقطب
 الراوندی و کان من فقہاء الامامیۃ انتہی و نیز ابن ابی الحدید در شرح ابن
 کلام انحضرت بعد دعویٰ اینکه گفتہ۔ فاما الراوندی فانہ قال فی الشرح انہ علیہ
 السلام مدح بعض اصحابہ بحسن السیرۃ وان الفتنۃ ہی الموت
 وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاختیار والاشرة۔
 جس شخص کو ذرا بھی عبارت سمجھنے کی تمیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے کہ علامہ دہلوی
 رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شارحین بیخ البلاغت کا امامیہ میں سے باہر اختلاف
 ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمر ہے۔ پس پاس
 قول میں بصراحت اس امر کی نسبت دعویٰ ہے کہ کتب شیعہ میں لفظ فلان سے بطور مراد کے
 یا ابو بکر یا عمر مذکور ہیں۔ جواب اس کے علامہ کنزوری نے اس دعویٰ کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان
 ہذا الالف مکین یعنی یہ دعویٰ ظاہر بہتان ہے۔ اس ناصبی سے پوچھنا چاہیے کہ کون سے
 شارح امامیہ نے کہا ہے کہ مراد ابو بکر ہے یا عمر تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ
 لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد ہونے کی تکذیب ہے اور تحفہ کی عبارت میں نہ اس امر کا دعویٰ کیا

کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل مدائنی کی تشریح کی نقل کی ہے اس سے صاف واضح ہے کہ وہ
اور اس کا استاد نقیب البجھر بھی اس امر کے قائل ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر ہیں مدائنی
کتا ہے کہ نقیب گفتہ کہ تخریض بجا صرفتی درست یہ مشود کہ مدح شخص باطنی مطابق نفس الامر بود
وہ بیخ شک و تردید پیر امون آن نگردد چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہ بود
کہ بالا تر از ان نباشد نقیب سرگرم بیان فرو بردہ بعد مائل گفت راست میگوئی، انتہی، اگرچہ اس
عبارت میں بصراحت نام ابوبکر یا عمر کا نہیں ہے، لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تفسیر
ہونے پر ہے اور ظاہر ہے کہ تخریض جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہ بھی بدیہی ہے کہ ان کو تخریض بجز
ذکر محاسن اعدائے خلیفین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان محامد اعدائے خلیفین کو
متضمن ہے اور حاصل اس کا وہی ہے جو بحرانی نے اپنے جواب ثانی میں نقل کیا ہے، الثانی، اند
جان ان یكون مدح ذلك لحد هما ف معرض توبیخ عثمان الہ اور یہ نیز
حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے آخر میں بتصریح لکھا ہے اور کلمات دیگر شاہین
و مترجمین این کتاب از امامیہ ہم ترجیح صدیق برقی آید کمالا بھی علی المتبعین لیکن چونکہ علامہ کنوری
کی تفسیر بحرانی کی نقل سے بخوبی ہو چکی تھی اور شاہین سے نقل کی حاجت نہ ہوتی، معتمد کیا یہ
خاتم المتکلمین کا لفظ مثل لکھا آپ کے اور آپ کے علامہ کنوری کی تقریرات سے بھی زیادہ خلاف
دیانت ہے کہ بدستہ کذب اور دروغ دعویٰ فرماتے ہیں کیسے کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلان
سے ابوبکر یا عمر کو مراد نہیں لیا کہیں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کسی نے ابوبکر یا عمر پر محمول نہیں کئے۔ کبھی
فرماتے ہیں کہ یہ توجہیات و اعتراض کسی امامیہ نے نہیں کیس پھر اس پر فاضل مجیب حاشیہ چڑھاتے
ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلان کے ابوبکر یا عمر مراد ہونے کے سوائے اور کسی امر کا انکار
نہیں کیا حالانکہ آپ کا اور آپ کے علامہ کنوری کا فرمانا بدستہ خلاف واقع ہے پھر تعجب ہے کہ
باین ہر مدعا سے انصاف یہ تقریریں خلاف دیانت نہیں معلوم ہوتیں آرمی ریح و عین الرضا من کل
عیب کلیلہ۔ رہا توجہیات کا بتقدیر تسلیم و تنزل ہونا اور عام شیعہ کی طرف منسوب ہونا سو اس
کا جواب ہم پہلے اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔

قولہ: پسند اپنے خاتم المتکلمین کے اس قول کا بھی جواب سنئے قولہ زیر اگر الہ۔ اقول کلام ابوبکر
یا عمر کے تعین حتی میں ہے اور وہ ہرگز نہ شرح ابن میثم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ جسے معلوم ہو چکا
ہے کہ بحرانی علیہ الرحمۃ نے اقول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ مراد ابوبکر

کے کتب شیعہ میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابوبکر یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور علامہ کنوری
کی تفسیر اس کی طرف راجع ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا کہ لفظ ابوبکر
بجائے لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں الہ سر اسر دروغ بے فروغ ہے کسی ایمان دار اہل شرم
وحیا کا یہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے۔ لیکن چونکہ آپ کو خوف خدا اور اہل علم سے
شرم و حیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں
فسرہائیں۔

قال الفاضل المجیب۔ قولہ زیر اگر مراد ان میں الہ۔ اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین کی یہ تقریر
کیا ملح کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شارح علیہ الرحمۃ کی اور شارح امامیہ نے بھی یہ توجہ کی ہو
گی۔ معاملہ دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں آپ کے خاتم المتکلمین نے نہایت چھان بین
کی اور بہت سی کتب کی اور اقوال گردانی فرمائی تب ان کو اس شرح میں یہ توجہیات علی سبیل التسلیم
والتمتزل ہاتھ لگیں اول تو ان توجہیات کو جو بتقدیر تسلیم و تنزل کی گئی ہیں اور وہ بھی عام شیعہ کے ہیں
شرح میں لفظ امامیہ کا نام و نشان تک نہیں ہے الزام بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اس پر
لفظ مثل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔

انکار کی سزا

يقول العبد الفقير الى مولاه الغني: اول بحواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے
آپ کے کنوری نے اس کا صاف انکار کر دیا تھا سو ان کا انکار کچھ پیش نہ کیا۔ اور وہ اپنے اس انکار
کی سزا پا چکے جو اہل شرم و حیا کے لئے بہت کچھ ہے تو ان کی سلب کلی کے مقابلہ میں اس کی
تفصیل ایجاب جزئی ثابت کی گئی بلکہ ثابت ہوا کہ ان کا انکار محض تصور تتبع سے یا عناد سے ناشی
تھا اب آپ نے اس کا انکار فرمایا کہ سوائے بحرانی کے اور کسی شارح نے نہیں لکھا ہے اور حضرت
خاتم المتکلمین نے لفظ مثل کا مذہب خلاف دیانت بڑھایا سو اس کو آپ کو علامہ کنوری کا حال دیکھ کر غرت
نہ ہوتی اور علامہ کنوری کی طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول نہج البلاغۃ کی تمام شروح و تراجم ملاحظہ
فرمائیے اس کے بعد اگر انکار فرماویں گے تو قابل جواب ہو گا میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے
تمام شروح و تراجم نہج البلاغۃ کے ملاحظہ نہیں فرمائے ہوں گے۔ اس لئے عرض کرتا ہوں
معاند دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ان میں اسی بحث میں جو عبارت

و عمر نہیں ہے اس کے بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہے کہ وہ بعض وجوہ سے حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہے نہ یہ کہ تعین حتمی کرتا ہے پھر علی الترتیل بطور فرض و تسلیم قول مخالف یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ در صورت ان ہر دو کے مراد ہونے کے بعض وجوہ سے حضرت ابو بکر ترجیح رکھتے ہیں بشرطیکہ اس کو استثناء نہ سمجھا جاوے پس اس کو تعین حتمی ابو بکر یا عمر قرار دینا کمال ہی دانائی ہے۔

اقول: جناب میرے صاحب میں جملہ کتب سے اس کتاب کی تحریر پر چونکہ اول سے آخر تک ایسی ہی خرافات اور واهیات سے بھری ہوئی ہے ہرگز اس قابل نہیں تھے کہ کوئی اہل علم اس کے جواب میں قلم اٹھائے مگر ہم کو اپنے حضرت ماذلک کے ارشاد اور پاس خاطر عنایت فرمائیے بندہ منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی مقیم حیدرآباد نے مجبور کر دیا اور بجز امتثال کے کچھ نہ کر سکا نہ ہو سکا ناچار قلم اٹھانا پڑا کیا انصاف اسی کا نام ہے کیا دیانت اسی کو کہتے ہیں کہ بدرون شرح ابن میثم دیکھے اس کی عبارت کی توجہات بلکہ تحریفات بلکہ تکذیب فرما رہے ہیں۔ شارح ابن میثم نے اول میں قول قطب را وندی کی اپنی شرح میں کہا ہے سب سے اول قول جو لکھا ہے یہ ہے والی المنقول ان المراد بفلان عمر جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعین حتمی ہے اور بموجب آپ کے قاعدہ کے دلالت کرتا ہے کہ قطب را وندی کا قول قابل اعتبار کے نہیں اس کے بعد اس کی تائید ابن ابی الحدید سے کی کہ وہ بھی اس امر کا قائل ہے کہ مراد بلفظ فلان سے حضرت عمرؓ ہیں اس کے بعد اپنی رائے ظاہر کی جو قطب را وندی کے قول کے سراسر مذبذب ہے اور کہا کہ میں کتنا ہوں کہ ابوبکر کا مراد ہونا بہ نسبت عمر کے زیادہ مشابہ حتیٰ معلوم ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول ابن ابی الحدید جو حضرت عمر کے مراد ہونے پر دلالت ہے وہ بھی چنداں بعید عن الحقیقت نہیں صرف اشبہ اور مشابہ حتیٰ ہونے کا فرق ہے جو مدلول افضل التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مراد احمد با تملک مراد آخر کو ہی لفظ فلان سے اگر کسی کو شبہ نہیں میں سے مراد تیسرے کو تو دوسرے کی مراد اور حقیقت با ستزاد ثابت ہو جائے گی لیکن قطب را وندی کے قول کی سراسر تکذیب ہے پس جو کچھ بہ نسبت مراد ہونے احمد الشیخین کے بیان کیا ہے وہ جزا الیقینی ہے خصوصاً اوصاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اس میں اختلاف یا تاویل کی گنجائش ہی باقی نہیں چھوڑی شرح اوصاف میں صاف ثابت کر دیا کہ مراد ان سے کوئی غلط فہم نہ چھایا نیز متن محال ہے کہ تیسرے کی تعین حتمی نہیں ہے لیکن شارح نے کسی حد پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے پس علامہ کنز الدینی کا اس کی نسبت مطلقاً انکار کرنا ان کی فاحش ضلالت سے یا نہیں پس ایسی ہی طرح باتوں سے اگر آپ چاہیں کہ اہل حق کا سستلہ نہ جلا دے یا آپ

کے علامہ کنہوی کی جان الزام سے چھوٹ جائے تو یہ ہرگز ممکن نہیں بلکہ جس قدر آپ اس کی حمایت فرمائیں گے اسی قدر الزامات زیادہ ہوتے جائیں گے چنانچہ آپ اس بحث میں دیکھ ہی چکے اب بھی اگر کچھ علم و حیا و شرم ہے تو سمجھ جائیے ورنہ آپ کو اختیار ہے۔ واعلیٰنا الالبلاغ۔

فول: اہم مذاہم کہتے ہیں کہ اگر شارح بحرانی علیہ الرحمۃ نے یہ توجہات بدون فرض و تسلیم تحقیقی ہی کی ہوں اور ان کے نزدیک یہ اصلی ہی جواب ہوں اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شرح کو ملاحظہ فرمایا ہو تو کون سے عجیب و نقص کی بات ہے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہے، آپ کے خاتم المتکلمین نے ازالہ الغیب میں محض اپنے اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شرح کو منیں دلچسپ کیا زبان و رازسی اور ہرزدہ درائی کی ہے وہ دشواری و غل مچایا ہے کہ راز کو سر پر اٹھالیا ہے حالانکہ ایک کتاب کا مذہبنا بر وقت تحریر اس کے مضامین کا یاد دہنہا کچھ ٹری بات نہیں محض اس توہم سے ان کو پایہ تصنیف و تالیف سے گرانے ہیں اور صاحب تحفہ کی خبر نہیں لیتے کہ اگر کتب تو ایک طرف اپنے والد ماجد کی ہی کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی کتاب بھی کون سی جس کا ادروں کو خود حوالہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھنا چاہے تو اس کتاب میں دیکھے چنانچہ کئی جگہ اسی تحریر میں ان کی یہ بات ثابت کی گئی ہے، اور نیز اکثر صحابہ بلکہ حضرت خلیفہ ثانی جن کو کتاب اللہ وانی کا یہ دعویٰ تھا کہ بمقابلہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت جس میں آنحضرت کی موت کا ذکر ہے نہ جانتے ہوں اور بعد بیان کرنے غلیظہ اول کے کہیں کہ گویا آج ہی سخی ہے ان کی شان میں کچھ چونہ چراند کریں اور منہ خلافت و امامت بے تکلف دے دیں، ان بذالاشی عجائب، اور یہ حال اکثر کتب میں موجود ہے اگر حضرت حبیب کو شک ہو تو مراجع النبوت جلد دوم ص ۵۱ مطبوعہ مطبع فخر المطابع سے مطالعہ فرمادیں چونکہ عبارت ضلیل ہے اس لئے ہم نہیں لکھتے، اور خلافت کا اہم الہام دین ہونا بھی اسی مقام میں لکھا ہے۔

عبرت ناک مٹوکر

اقول بہ حضرت فاضل مجیب کے سمندر فہم و انصاف نے یہاں بھی ٹھوکر کھانی اور ایسی ٹھوکر کھانی کہ مزہ کے بن آیا حضرت پہلے مٹھا اعتراض سمجھنے بلا اول عبارت تحفہ دیکھتے پھر اپنے مفتی صاحب کا جواب بغور ملاحظہ فرمائیے پھر خاتم الکلیکس کے اعتراض کو بغور ملاحظہ سوچئے اس

کے بعد جواب دیجئے۔ اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے مخفی فرمایا کہ امامیہ شرح
منہج البلاغت نے لفظ فلان سے جو منہج البلاغت میں بطور تحریف واقع ہے متعین مراد میں
اختلاف کیا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ مراد ابو بکر ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمر ہے۔ اس
پر آپ کے علامہ کنٹوری فرماتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے کسی شارح امامیہ نے مراد ہونا لفظ فلان
سے ابو بکر یا عمر کا بیان نہیں کیا و نہ عبارت۔ ان هذا الاذخار مبہین۔ ازین ناصبی باید
پرسید کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است الہ اس پر حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
نے علامہ کنٹوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا۔ قولہ ان هذا الاذخار مبہین۔ اقول سبحانک
بذاہمتان عظیم۔ زیرا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بحرانی ہستند دیکھن چون این بے نصیب کتب
مذکورہ مذہبہ میگنوید کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است۔ اینک عبارت رئیس الحکام والمجتہدین
کمال الدین مذکور بخوش خود بشنو و خاک مذلت بر خو دبریز و از مسندہ کلم و تصنیف بر خبر حجت قال الہ
اسی طرح اور چند جگہ آپ کے مفتی صاحب نے حضرت خاتم المتکلمین کی اس بحث میں تکذیب کی اور
اپنا تبرج کیا اور حضرت خاتم المتکلمین نے اس کے جواب میں آپ کے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی
اور ابن میثم کی عبارات نقل کر کے ان کے دعویٰ ختم کو توڑا۔ اب بعد اس تقریر کے آپ اپنے جواب کو
مطابق کجیہ اور خیال فرمائیے کہ آپ کے جواب اور معارضات کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت
ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر بحرانی کے نزدیک بر توجہات
تحقیقی اور اصلی جواب ہوں گویا ان کے نزدیک بدون تنزل و استہوار کے مدح و ان اوصاف عالیہ
کے اور مراد لفظ فلان سے حضرت ابو بکر یا عمر ہی ہوں اور فی الواقع مفتی صاحب نے شرح
ابن میثم نہ دیکھی ہونو کون سے عیب اور نقض کی بات ہے ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بروقت تحریر
اس کے مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ بڑی بات نہیں کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کی تحقیق ہمیشہ
ملاحظہ رہے۔ لیکن ہم کب کہتے ہیں کہ شرح ابن میثم کا نہ دیکھنا کچھ عیب اور نقض کی بات ہے اور
ہم نے اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہے ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا اس کے
مضامین کا بروقت تحریر یاد نہ رہنا کچھ بڑی بات ہے اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک
مادہ کی کتاب اور اس کی تحقیق ہمیشہ ملاحظہ رہے چاہے ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
کا علم ان تو یہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے شرح ابن میثم نہیں دیکھی تھی یا آپ کو یہ مضامین یاد نہیں
ہے تھے تو یہ زبان درازی اور ہرزہ ورائی کیوں فرمائی کہ لکھیں فرماتے ہیں ان هذا الاذخار مبہین

ازین ناصبی باید پرسید کہ کلام امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است رکھیں لکھتے ہیں۔ این ادعا کذب محض
ست کہیں فرماتے ہیں۔ ثبت الدار ثم النقش۔ اول این معنی باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان
درین کلام ابو بکر است الہ۔ اور کیوں الیاد و یلک یا کہ زمانہ کو سر پر اٹھا لیا جس سے صاف معلوم ہوتا
ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شرح منہج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے اور تمام شرح کے مضامین
اور تمام شارح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہیں۔ اگر آپ نہیں جانتے تھے تو لفظ فلان سے شیخین
کے مراد ہونے کا انکار اور علماء امامیہ کی توجہات کرنے کا انکار کس بنا۔ پر کیا ان کو تو دعویٰ تمام
شرح کے دیکھنے اور تمام مضامین کے مستحضر ہونے کا ہے اگر باوجود اس نہ جاننے کے وہ سمجھتے ہوتے
کہ میں نہیں جانتا ہوں تو اس شد و مد سے تکذیب و انکار نہ کرتے بلکہ یہ کہتے کہ میں نے سوائے
ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شرح نہیں دیکھی یا میں اس دعویٰ کی تصدیق و تکذیب
کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ تمام شرح دیکھی تھی مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہے الی
غیر ذلک اور اس میں چندان نقض و عیب نہ تھا اگرچہ اس قدر تو اس میں بھی غلطی تھا کہ جب کتاب
تصنیف فرمانے بیٹھے اور نصیر کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شرح منہج البلاغت
کے اس موقع خاص کو دیکھیں خطوئہ ایسا امر نہ جس پر سلطان مذہب کا مدار ہو اور بقول آپ کے
بعض شرح بھی جن میں یہ توجہات مذکور ہوں نایاب نہ ہوں تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ کتاب
کھول کر نہ دیکھ لیں اور یوں ہی دعویٰ فرمائیں جس سے معلوم ہو کہ ان کا علم تمام شرح کے مضامین
کو حاوی ہے پس واضح رہے کہ آپ کے مفتی صاحب نے اپنے نہ جاننے کا اظہار کیا اور نہ
اعتراض عدم علم پر ہے بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعویٰ ہے کہ باوجود نہ جاننے کے اپنا علم
و تبرج کا دوا فرما رہا تھا۔ اس پر آپ کا یہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی بات نہیں اور
نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے
مفتی صاحب کی عبارت کو بھی نہیں سمجھ و نہ اتنا تو سمجھتے کہ اعتراض سے نہ جاننا ثابت ہوتا ہے
یا جاننا اور ازاد الفین کی عبارت کو بھی نہیں سمجھ و نہ اس جواب کو ان سے کچھ ربط و تعلق ہے
علاوہ ازیں اس تقدیر پر کہ بحرانی نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور واقعی ہو اور ان کے نزدیک یہ
جواب اصلی جواب ہوں اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہ فرمایا ہو یا اس کے
مضامین ان کو یاد نہ رہے ہوں بحسب بیان علامہ ابن میثم یہ الحصر احسن ان المادح الحق
ذکر ما علیہ السلام فی حق احد الدجالین یناف ما اجمعنا علیہ من

تخطیہ ہو اخذ ہما منصب الخلافۃ فاما ان لا یکن الکلام من کلامہ
 علیہ السلام ان یکن اجماعنا خطا وارد ہوتا ہے اور علامہ بحرانی نے خود جواب
 شیعہ سے نقل کئے ہیں وہ جواب بدستہ معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز صلاحیت رفع ہمت راضی کی
 نہیں رکھتے چنانچہ حضرت صاحب ستغہ رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے
 تو اب فرمائیے کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراف میں سے کسی کو اختیار فرمائیے گا کہ آیا آپ کا اجماع خطا پر
 ہے یا یہ کلام جناب امیر کا کلام نہیں ہے اور شریف رضی نے من تلقاء النفس کذب باثر حدیث یا یکن
 یہ تو واضح ہے کہ شریف رضی تو لیدہ و دانستہ ایسے کلام کو جو صریح مدح شیعین پر دلالت
 کرے اپنے خلاف مذہب کیوں بڑھاتا ایسا احتمال مؤیدات مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافیاً
 مذہب میں یہ امر بالکل مفقود ہے نادانستگی کا عذر غیر مسموع علی الخصوص حاشیہ پر بخطہ رضی
 لکھا ہوا اعلیٰ گیا کہ لفظ فدان کے نیچے عم لکھا تھا تو شریف رضی کے بڑھانے اور اس کلام کے جناب
 امیر کے کلام نہ ہونے کا تو احتمال باطل ہوا تو ثابت و متیقن ہوا کہ آپ کا اجماع خطا پر واقع ہے
 وہو المطلوب اگرچہ اس گدار نش سے آپ کے محارفات بھی باطل ہو گئے تھے لیکن ذرا تفصیل
 سے شیئہ کہ اول معارضہ جناب نے حضرت صاحب ستغہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اپنے والد ابہ
 کی تصنیفات نہ دیکھنے کے بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ ہم کسی جگہ اس تحریر میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں پس
 اس کا جواب تو یہ ہے کہ یہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت
 ازالۃ الخفاء کے مطلب سمجھنے میں غلطی کی جتنی چنانچہ جس جگہ اس تحریر میں آپ نے یہ دعویٰ فرمایا
 ہے وہیں ہم بھی بحرانی اس کو باطل کر آئے ہیں حاجت اعادہ نہیں ہے دوسرے محارضہ آپ نے
 حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے یاد نہ رہنے کی بابت فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اول نسیان کسی کے نزدیک محل اعتراض نہیں
 یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جائز رکھا ہے خود جناب
 امیر شیطان لعین کے مملکت یافتہ ہونے کو مجبور ہوتے تھے اور انیس کی تلقین سے متنبہ ہوتے
 اور مدعا قلم المستحکمین کا اعتراف نسیان کی بابت ہے پس جب نسیان منافی نبوت نہیں تو
 تناقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے محمد آنحضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ صدمہ ہوش
 وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش آیا تھا مگر آپ کے مفتی صاحب پر کیا مصیبت
 پڑی اور ان کو کیا صدمہ پیش آیا جس سے ان کے ہوش و حواس سلب ہو گئے اور باخبرہ حواس ہو کر

یہ غفلت طاری ہوئی اور نسیان پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات
 کا صدمہ و مصیبت ہے اور انکا وارے عضال ہونا اس کا باعث ہے تو ہم بھی آپ کے مفتی صاحب
 کو معذور سمجھتے ہیں علاوہ ازیں اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسرے مواقع
 میں کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جاتا ہوں
 بعید ہے وہ یہ کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا وقت تحریر مضامین کا یاد نہ رہنا معیوب نہیں سمجھا جاتا
 وہ موقع ہے کہ جہاں فیما بینہما تعلق بعید ہو کہ اس سے ان مضامین کی طرف السابق ذہن کا کم ہو
 اور انتقال فکر کا ادھر سے ادھر نادر ہوا ایسے مواقع میں اگر وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے یا کتاب
 کو نہ دیکھے تو معذور سمجھا جاسکتا ہے اور یہ موقع جو آپ کے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ ختم نے
 اپنے ثبوت دعوے میں ایک کتاب کے خاص موقع کو مستل فرار دیا اور اس کتاب کے شروع
 کے مضامین مسئلہ کو اپنے دعوے کی تائید میں بیان کیا تو اگر کوئی شخص اس ختم کے جواب میں مدون
 اس کے کہ شروع دیکھے اور ان کی طرف مراجعت کرے اور ختم کے دعوے کا صدق یا کذب کتب
 سے مقابلہ کر کے معلوم کرے صاف انکار کر دے اور کہے کہ کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں
 اور یہ دعوے محض کذب و دروغ ہے حالانکہ خود یہ انکار و تکذیب محض کذب و دروغ ہے
 تو ہرگز وہ معذور نہ سمجھا جائے گا اگر کبھی ملامت سے نہ بچے گا مگر اگر کوئی اس کے اتباع میں سے
 اس کی حمایت کرے اور عذر کرے کہ آپ نے کتاب نہیں دیکھی جتنی اور آپ کو یاد نہیں رہا تھا تو یہ
 کسی غافل کے نزدیک قابل التفات نہ ہوگا بلکہ مصداق مثل مشہور عذر گناہ ہنر از گناہ نہ سمجھا جائے
 گا کیونکہ اس موقع میں بوجہ غایت اتصال و قرب تعلق فیما بینہما اس پر واجب تھا کہ شروع کی طرف
 مراجعت کرے اور اس دعوے کے صدق و کذب کو کتب سے مقابلہ کر کے دیکھے تو اس نے
 ترک واجب کیا اور اپنے مذہب کی حمایت میں صریح مرتکب کذب و خیانت کا ہوا تو ایسے موقع
 میں جس قدر ملامت کی جاوے بجا ہے اور جس قدر گرفت کی جاوے زیادہ پس چارے فاضل کا
 بجا کثرت اپنے مفتی صاحب کے فرمانا اگر انھوں نے کتاب نہ دیکھی ہو یا مضامین یاد نہ رہے
 ہوں تو کیا عیب و نقص کی بات ہے سر اسرہ و ابیات ہے بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سر اسرہ عیب
 اور نقص اور خیانت و کذب اور مرتبہ تصنیف کے بالکل مخالف ہے رہا خلافت کے امور المہمات
 ہونے کا جو آپ اشارہ فرماتے ہیں سو یہ وہ غلطی ہے جو اجاث سابقہ میں آپ کو پیش آچکے اور تفصیل
 تمام اس کی نسبت ہم گذارش خدمت کر چکے ہیں

قال الفاضل المجيب: قوله في بحث كمال ما حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پائیدار علم اور تہذیب
بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا استیفاء نہیں کیا گیا، اقول: بل یہ ایک بحث کا
حال ہے جس سے علماء سنیہ کا پائیدار علم و دیانت و فہم و فراست و عقل و کیا است بخوبی معلوم ہو سکتا ہے
حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفاء نہیں کیا گیا۔

مجیب کے اس اعتراض کا جواب کہ علماء اہل سنت لہ بلاد فلان کو

غلطی سے قسم کہتے ہیں

یقول: الجواب الفقیر الی مولانا النبی: بحول اللہ تعالیٰ دقت اہل سنت کا پائیدار علم و دیانت و فہم و
فراست ایسا ظاہر ہوا ہے کہ کسی پرچنی منہیں رہ سکتا ہے ہی جامعہ مصداق ید اللہ علی الجاہلۃ
و غضب اللہ علی من خلفائہ کے ہے، ان علماء شیعہ کا پائیدار علم و دیانت و فہم و فراست قابلِ ثناء
ہے کہ ان کے اکابر مذہب ان کے زعم میں ہمیشہ قیام پر مہمے میں محتفی رہے اور مذہب کو دانا
مستورق قیام میں بند رکھا، سو الحمد للہ فریقین کے علم و دیانت و فہم و فراست کی حالت اسی بحث سے
بخوبی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے۔

قولہ: مگر کسی قدر اس بحث کے مفصل جواب میں بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان
کرنے وغیرہ کے علم و فضل کا مرتبہ بھی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے یہاں تک کہ جو باتیں کورس خوان و بستان
کو معلوم ہیں ان سے ابھی کمال مہارت بہرہ نچائی ہے، جیسا کہ لہ بلاد فلان کو بدرجہ ارفع قسم دروغ و فالتے
ہیں حالانکہ کتب بخوبی و لغویہ میں تصریح ہے کہ لہ درہ و لہ الوہ و لہ بلاد و مثل بار کے کلمات تنجب
سے ہے قسم سے اس کو کیا علاوہ اور جواب تنزیہی و تقدیری کو اصلی سمجھتے ہیں نیا للعجب اس علم و فضل
پر کوئی صاحب خاتم الخیرین اور کوئی صاحب خاتم المتکلمین کا خطاب اپنے اہل نملہ سے پاتا ہے ان
بذاتی عجاب۔

اقول: اہل انصاف ہر اس خدا فرما اس بحث کو جو ہمارے فاضل مجیب نے بعد از افتتاح
تحریر فرمائی ہے سبب اور حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم و فضل ملاحظہ فرمائیں کہ واقعی جو باتیں کہ افعال
مدرسہ کو معلوم ہوں ان حضرات ان میں غلطی و بیجاں ہوتے ہیں اور ان سے بھی واقف نہیں ہیں
نے غلط کہا بلکہ ان میں کمال مہارت بہرہ نچائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں اور خیر یہ ہے کہ آپ

اپنے علماء سے نقل فرماتے ہوں گے، کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی خواں ہوں، آپ کو
کتب بخوبی و لغویہ سے اور تحقیق لہ بلاد وغیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت میں بھی
اس طرف ایما رہے کہ لکھتے ہیں، اس بحث کے جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو مگر یہ کہنا چاہیے
کہ فاضل مجیب نقلاً اپنے علماء سے اعتراض نقل کرتے ہیں کہ علماء اہل سنت نے لہ بلاد فلان کو بدرجہ ارفع قسم
دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کہ ہے، اب اس کا جواب سنئے کہ یہ آپ کے علماء کا محض کذب
اور افتراء اور بہتان ہے ہرگز علماء اہل سنت نے لہ بلاد فلان کو جو حسب تصریح فاضل بحوانی مکر مدح
کا ہے قسم نہیں فرمایا ہے صواق اور متخوہ اور ازالہ الغین میری نظر سے بھی گزری ہیں اور غالباً متخوہ
کی نسبت یہ اکثر عرض ہو گا اس لئے میں عبارت ان کتابوں کی نقل کر کے اپنے فاضل کو ان کے علماء
مجتہدین کے تجر اور تقدس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں فرمائیں تو سہی کہ اس عبارت میں کہاں لکھا ہے
کہ لہ بلاد فلان کلمہ قسم ہے خواجہ نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ صواق میں یہ خطبہ نقل کرنے کے بعد اعلیٰ جواب
وکان منہ علی وجد استصلاح من یستحق حجة خلافة الشیخین کے
ضمن میں فرماتے ہیں فانہ اثبت للامام المعصوم انہ کذب عشر کذبات صراح مؤکدہ و
حلف عشر حلفات کاذبہ من غیر الجہاد ضرورۃ داعیۃ الیہ فان استقصا حلیہ و
استجلوب تلویہم تحصل بغیر الکذب والیمین الکذب اور نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں فانہ
وقوع الغتہ فی خلافة عثمان کان معلوماً لکل احد غیر خفی وحل یخفی علی
الناس القمروانہ حلف عشر حلفات کاذبہ۔ الم ان قال: فان المؤمن اللیب لا یرتکب
الکذب والیمین الکذب لا یرتکب بالصدق فصدق عن الیہ کاذب الیہ ان
الکاذبۃ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحریر میں توجیہ اول کے ضمن میں فرماتے ہیں لیکن
برعاقل منصف پر مشیہ نیست کہ وہ دروغ مؤکد بقسم و نسبت بجناب معصومی نمودن کہ برائے
غرض سہل دنیا لینے و لداری چند کس الیہ پھر فرماتے ہیں کہ اگر ضرورت نہی این ہر تاکید است
و مبالغات و ایمان اغلاط شدہ بود۔ پس یہ عبارتیں ہیں اس میں کہاں لکھا ہے کہ لہ بلاد فلان کلمہ
قسم ہے حضرت شیوخ کی یہ عادت ہے کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط مضمون تراش لیا اور اس
پر اعلیٰ احض کرنے کے بعد مضمون اپنے کمال فضل و علم کے اس جگہ یہ سمجھ لیا کہ لہ بلاد فلان کے معنی قسم
کے لکھے ہیں اور اس پر ناحق داویلا شروع کر دیا، اب رہا یہ کشاید اپنی کمال تجر اور ہمدانی سے یہ سوال
کریں گے کہ اگر لہ بلاد فلان کے معنی قسم کے نہیں لکھے تو پھر یہ قسم کھانے سے پیدا ہوئے اور کون سا

حرف قسم کا عبارت میں موجود ہے جس کے معنی قسم کے خواجہ نصر اللہ اور علامہ دہلوی نے لکھے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نحو کے چھوٹے چھوٹے رسائل میں لکھا ہے کہ قسم مقدر مثل موقوف کی ہوتی ہے چنانچہ غالباً کا فیر ابن حاجب میں ہے و تقدیر القسم کلفظ پس اول لفظ وفلان کلمہ مرج کا ہے بعد اس کے لفظ لفظ قسم مقدر پر دال ہے اور اس کا جواب واقع ہے معنی البلیب میں لکھا ہے وقال غیرہ (منحصری) ان نحو ولقد علمتموا الذین اعتدوا منکم قد فی الجملة النعلیۃ المحاب بھا القسم مثل ان واللام فی الجملة الدسمیۃ المحاب بھا القسم فی افادۃ التوکید. دوسری جگہ لازم تاکید کے بیان میں لکھا ہے وبعضہا المنصرف المتروک بتدنی نحو ولقد کانوا عاهدوا اللہ من قبل لقد کان فی یوسف و اخوتہ آیات والمشہور ان هذه لوم القسم بضایہ میں لکھا ہے ولقد علمتموا الذین اعتدوا منکم فی السبب اللام موطئة للقسم اس پر محشی عبد الحکیم لکھا ہے ای مہلکہ ومعینہ للقسم المحذوف وقربۃ علیہ. تو ان عبارت سے معلوم ہوا کہ یہاں قسم مقدر ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے. لفظ وفلان فواللہ لفظ قوم الاودوداوی الخ اسے حضرت میر صاحب آپ کے علماء نے ہم پر اعتراض کر کے اپنے علم و فضل کی آپ ہی دلیل و سند دے دی پھر اس پر آپ کا اس کو ناز و افتخار کے ساتھ ہمارے مقابل میں لکھنا اور بیادہ یہ ایک چھوٹی سی بحث ہے جس سے پاد علم و فضل علماء شیعہ و علماء اہل سنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علماء اہل سنت خطاب خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین کے لائق ہیں یا علماء شیعہ جن کو چھوٹے چھوٹے مسائل نحو میں بھی کمال مہارت ہے. خطاب مجتہد اور علم الہدی اور صدوق کے لائق ہیں. رہا ابن میثم کے جواب کو تنزیلی و تقدیری کہنا ایسی خطا فاحش ہے کہ جس کو تھوڑی سی عقل و انصاف ہو وہ بھی اس کو سمجھ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن میثم ملاحظہ فرمائیں گے تو خود اپنی اس خطا پر متنبہ ہو جائیں گے.

قال الفاضل المجیب: قولہ اگر تامل کیا جاوے تو جو بات تھوڑی سی غلطیوں سے بڑھیں پس اب انصاف سے فرمائیے کہ تھوڑا زیادہ عدم اعتماد کے قابل ہے یا اس کے جوابات مستعملہ جناب مخاطب. اقول آپ نے جو بات تھوڑا کب دیکھے کہ تامل فرماتے اگر آپ ان کو دیکھتے اور کچھ تامل اب انصاف سے کام لیتے تو آپ کو کاشش فی نصف المنار روشن ہو جاتا کہ صاحب تہذیب کے بہت ہی کو ایسے قول ہوں گے جو ضعیف و خلاف واقع کوئی سے خالی ہوں اور حاشا کہ جو بات تھوڑی غلطی ہو

یقول البعد الفقیر الی مولانا الفنی: ایسے غلط بات و کذب کے جواب میں بجز اس کے کہ ہم سکوت کریں یا ہم بھی جھوٹ بولیں کہ آپ سچ کہتے ہیں اور کچھ جواب نہیں دے سکتے. قولہ: اگر آپ کا یہ فرمانا صحیح ہوتا تو اب تک کوئی صاحب تو آپ صاحبوں میں سے مرد میدان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا.

اقول: جب وہ اس قابل ہی نہیں کہ اہل علم ان کے جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا اصل استدلال جو ابطال مذہب شیعہ پر تھا بجائے خود باقی رہا پھر ہم کو ان کے جواب لکھنے کے اور مانتی تفسیر اوقات کی کچھ ضرورت نہیں ہے. علاوہ اس کے ہماری بھی ایسی کتابیں ہیں جن کا علماء شیعہ نے جواب نہیں لکھا تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان میں غلطی ہوتی تو آپ صاحبوں میں سے کوئی تو مرد میدان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا.

قولہ: آپ کے خاتم المتکلمین کی یہ جرات نہ ہوتی مگر اہل خال خال جہاں کہیں ان کو اپنی سمجھ کے موافق قلت تہذیب و تہذیب سے جاتے انکشت معلوم ہوتی اس قول کو نقل کر کے بہت کچھ شور و غل مچایا مگر اہل فہم و انصاف جانتے ہیں کہ فضول تھا چنانچہ اسی بحث سے جس کو آپ نے بڑے ناز و افتخار سے تلمذ کیا لکھا تھا معلوم ہو گیا.

اقول: ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں جو بالاستقلال آپ کی بعض تحریرات کے جواب میں فرماتے تبخا و استطراداً حسب محل و موقع جوابات تھوڑے وغیرہ کی بخوبی قلعی کھول دی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ یہ جوابات قابل التفات طلبہ علوم بھی نہیں ہیں بجز جائیکہ علماء متصدی جواب ہوں چنانچہ اہل فہم و انصاف جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اسی بحث سے جو ابھی گذر چکی بخوبی واضح ہے.

قولہ: آپ ہی انصاف فرمادیں کہ جب آپ نے تھوڑے اجواب ملاحظہ ہی نہیں فرمائے تو آپ کیونکر ان کے اعتماد و عدم اعتماد کی بابت کچھ کہہ سکتے ہیں.

اقول: یہ آپ کا خیال و زعم بالکل غلط ہے جس کی کچھ اصل نہیں.

قولہ: جاننے والے پر کہنے کو اسے جانتے ہیں کہ کون اعتماد کے قابل ہے.

اقول: بے شک اس پر ہمارا بھی سادہ ہے.

قال الفاضل المجیب: قولہ شیعہوں کی بعض فرضی کتابیں گھڑیں جناب مخاطب کی تحریر سے تو ان کا مادہ علمی اس قدر معلوم نہیں ہوتا کہ ایسے مذہب کی تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور اور ان

کی واقفیت ہو۔ اقول۔ اس آپ کی تشخیص پر ہم بھی صادق کرتے ہیں میں اپنی کم علمی پچھانی منسوخ ہی میں عرض کر چکا ہوں۔

تقاضائے احتیاط

بقول العبد الفقیر الی مولاد الغنی پوٹو اس جگہ فاضل مجیب نے جو ہمارے جواب کی عبارت نقل کی ہے اس میں خلط واقع ہوتا ہے مبادا ناظرین اقوال کو تعین اقوال میں تردد و اشتباہ واقع ہو اس لئے بنظر احتیاط عرض کرتے ہیں کہ اس جگہ جو لفظ قول ہمارے فاضل مجیب کے کلام میں واقع ہے یہ قول ہماری تحریر میں کا ہے اور ضمیر اس کی راجح بعرف فاضل مخاطب ہے اور بعد اس کے عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابوں میں گھڑ لیں۔ اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے جس کا جواب ہم نے لکھا ہے اور کہا ہے جناب مخاطب کی تحریر سے اہل پس ناظرین یہ خیال فرمایاں کہ قول کے قائل فاضل مجیب ہیں اور ضمیر ہماری طرف راجح ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتاب ہماری عبارت ہے جیسا کہ ظاہر سے مستفاد ہوتا ہے فلیتذکر سابق میں ہمارے فاضل مخاطب نے ہمارے قول کو اپنے قول کے ساتھ ملا کر تنکدار قول قرار کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قول سموا کا کتب سے ترک ہو گیا ہو گا یا عمدہ کر یہ مستحق سمجھ کر چھوڑ دیا ہو گا تعجب ہے کہ بایں ہمہ بیچ مدانی اگر یہ کس فرض کے طور پر نہیں ہے تو آپ نے اصول و فروع میں بلا تعلیل مرتبہ حق البیقین کا کیونکر پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل اودعائے ہمدانی ہے اور یہ محض تواضع قول۔ لیکن اگر گستاخی معاف ہو تو بصدا و اب اس قدر گندارش ہے کہ بندہ تو تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور نہیں رکھتا اور واقف نہیں کہ جناب بایں ہمہ اودعائے علم و فضل اصل مسئلہ متنازعہ فیہ سے ہی آگاہ نہیں پینا سچا امامت کو مسائل فروعیہ سے بیان کرنے میں اذالۃ الغیض کے حوالہ کی ضرورت ہوتی۔ اس مسئلہ کو آپ کی کتب احادیث وغیرہ حتیٰ کہ کتب عقائد میں اہم الہامات لکھا ہے مگر آپ اس کو اہم الہامات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقائد و احادیث وغیرہ پر عبور نہ ہونے کا ہی سبب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید اجتہاد کا دعویٰ تو آپ کو بھی نہ ہو۔

اقول بحضرت نے دریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سے ہے یا فروع سے بندہ نے جواب اس کے عرض کیا کہ اہل سنت کے نزدیک مسئلہ امامت فروع میں سے ہے اور اس کے ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کی عبارت کا جو اس وقت سینے

موجود تھی لکھنا کافی بجا پس اس پر جناب کا فرمانا کہ اصل مسئلہ متنازعہ فیہ اسے آگاہی نہیں آپ ہی انصاف سے فرمایاں کہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اس کے ثبوت کے وقت حوالہ اپنے مجتہد العصر یا مفتی کنتوری صاحب کا دیوں اور مسئلہ بھی صحیح فرمایاں تو کوئی دعوئے کر سکتا ہے کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہیں ماحشا و کلا۔ اور بالفرض اگر میں شرح عقائد کا حوالہ دیتا تو بھی آپ یہ ہی اعتراض فرما سکتے تھے جب تک کہ تمام کتب عقائد و احادیث وغیرہ کی ذکر نہ کی جاتی حالانکہ کوئی شخص تمام حوالوں کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ بجز نقل قول کسی معتبر عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جب کہ مسئلہ بھی مسائل فروعی میں سے ہو اور یہ امر حضرت خاتم المتکلمین کی طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس اس کی نسبت جناب کا عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی کا قانون انصاف سے ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور صحیح ہے کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعوئے اجتہاد ہے مگر تعجب یہ ہے کہ آپ کے جناب مفتی صاحب نے خلاف واقع دعوئے فرمایا کہ شروح پنج البلاغت میں کیوں یہ توجہات مذکور نہیں اور جناب نے اس کی نسبت عذر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہے۔ ہر ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا ہر وقت تحریر اس کے مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ بڑی بات نہیں اور کچھ عجیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اس کے مضامین یاد نہ رہے ہوں۔ پس جب آپ کے نزدیک شروح پنج البلاغت کے نہ دیکھنے سے آپ کے مفتی صاحب کے تبحر میں کچھ فرق نہ آیا اور ان کے کذب کی طرف سے یہ عذر بار و فرمایا اور برسرِ چشم قبول کر لیا تو ہم نے ایسا کیا تصور کیا تھا کہ باوجودیکہ مسئلہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکن ہاں تمام حوالوں کو جمع نہیں کیا اس کو ہماری کتب عقائد و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی اور ناواقفیت بجا۔ آپ نے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپ کے مفتی صاحب باوجود خطا کے بھی متحیر ہی رہیں اور ہم بے خطا ناواقف و نادان سمجھے جائیں یہ صریح ہٹ دھرمی اور حق پوشی نہیں تو کیا۔ ہے۔ انصاف تو اس کو مقتضی ہے کہ اگر کسی کو آپ حرفت اس درجہ سے مطعون کرتے ہیں کہ کسی کو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے تو اپنے مفتی صاحب کو ایسی اگر دو چند نہیں تو ہمارے برابر تو مسنون و عام ہائے راء اہم الہامات کا ذکر کرنا یہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس تحریر میں آپ نے ظاہر فرمائی کہ ہم گتے گتے تھکتے گئے۔ اور اس کا جواب مفصل سابقاً ذکر ہو چکا ہے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ اگر دعویٰ ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار امتحان سے اس امر کی بخوبی آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول: بندہ کو ہرگز دعویٰ منہیں ہے میں کیا اور میرا دعویٰ کیا جاہل و ظالم و ناقض بیع میرا بچہ دانا اعلیٰ الخلیفۃ بل لاشی فی الخلیفۃ ہوں اور اس کے جواب میں بجز اس کے کہ جناب نے اپنی بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے کیا عرض کروں اگر مرد و زنجیر معیوب و ممنوع نہ ہوتا شاید بخیاں اس کے کہ الشکر مع الشکر صدقہ یہ شعر عرض کیا جاتا ہے۔

خوش بود گر محک بخیر آید بمیان تاسیر و دشود ہر کہ در دغش باشد

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اگرچہ ہم نے بعض مضامین چھانٹ رکھے تھے کہ گذارش خدمت اقدس کریں گے لیکن جناب نے ترک دعویٰ ہے اس قدر عجز و انکسار فرمایا کہ کوئی طور سی تو اب انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ہم کچھ اس عنوان خاص سے لکھیں اور فی الخلیفۃ یہ تمام تحریرات ہی محک امتحان ہیں اس سے سب کچھ واضح ہو چکا ہے۔ رہا بندہ کی نسبت جو جناب نے بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے اس سے سب کچھ واضح ہو چکا ہے۔ رہا بندہ کی نسبت جو جناب نے بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے اس سے سب کچھ واضح ہو چکا ہے۔ رہا بندہ کی نسبت جو جناب نے بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے اس سے سب کچھ واضح ہو چکا ہے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ مسند بعض کتب بعض ازمہ میں مشہور ہوتی ہیں اور وہی بعض ازمہ میں مفقود و مستور۔ اقول: آپ نے یہ مضمون از اللہ الغنی سے نقل تو کر دیا مگر ذرا غواص طبع کو بخیر فکر میں غور فرمایا کہ بالفرض اگر یہ آپ کا قول تسلیم بھی کر لیا جاوے تاہم وہ کتب کو بعض ازمہ میں مفقود و مستور و متداول نہ ہوں مگر اسے علماء و کتب رجال میں تو ضرور مذکور ہوں گی و زمان کی سند کیونکر جائز ہوگی۔ آپ کے خانم الشکلیں جو از اللہ الغنی میں فرماتے ہیں کہ مخفی نیست کہ بسا باشد کہ کتابے در زمانے شہرت می باید و بعد زمانی شہرتش از صغیر کائنات محو گردد و عکس بالعکس اگرچہ یہ محض دعویٰ سانی تھا اس کی مثال پر قادر نہ ہوئے۔ اور دوسری صورت جو ہمچنین بعضے از کتابا پر بیان فرمائی اور جو اس کی مثال کتاب سیف المملوک کی دی ہے شک یہ ممکن ہے مگر کتاب سیف المملوک موجود اور علماء کی زبان پر مذکور اس کے مصنف کا حال معلوم ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کتاب حجاج السالکین ہوتی تو ضرور وہ بھی موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوتی اس کے مصنف یا مولف کا حال معلوم ہوتا کہ وہ متداول نہ ہوتے اور اگر ایسا نہ ہوتا ہر شخص ایک ایسی کتاب کا حوالہ دے کہ جو اصل میں تصنیف یا تالیف ہی نہ ہوئی ہو کہہ سکتا ہے کہ بعض نسب بعض ازمہ میں مشہور ہوتی ہیں اور وہی بعض ازمہ میں مفقود و مستور فرمائیے آپ اس

کا کیا جواب دیں گے ایسی کتاب کا حوالہ جو اس زمانہ میں مفقود و مستور ہو اور اس مذہب والوں کے رجال میں بھی کہیں اس کا ذکر نہ ہو اس کے مصنف کا نام مفصل نہ اس کی تصنیف و تالیف کا زمانہ مشرح بتقابلہ خصم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔

مثال سے سمجھیں شاید کہ عقل آئے

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی: اگرچہ کتب غیر متداولہ و مفقودہ و مستورہ کی مثال طلب کرنا ایسا ہے جیسا کوئی غیر معلوم و مجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنے حضرت فاضل مجیب کو مثال ہی سے سمجھاتے ہیں۔ سنئے کہ آپ کی بلاذریقین کی کتب رجال و فہرست مصنفین و علماء ہیں بعض علماء کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صد ہا مجلدات ان کی تصانیف ہیں چنانچہ ابن شہر اشوب نے معالم العلماء میں فضل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے ولہ مائتہ و ستون مصنفات اور نیز اسی ابن شہر اشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الدنباری کے حال میں لکھا ہے ولہ مائتہ و اربعون کتابا محمد بن مسعود عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتبہ بین ید علی مائتہ مصنف محمد بن علی بن بابویر النخعی کے حال میں لکھا ہے لہ نحو من ثلثمائۃ مصنف علی ہذا القیاس اور بہت سے علماء کی نسبت اسی طرح درج ہے لیکن اگر تتبع و تامل کی جاوے تو بجز چند کتابوں کے جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہوں گی کسی کا کہیں پتہ و نشان منہیں ملے گا۔ تو ان کی نسبت بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتابیں ہوں تو موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوں اور ایسی بھی کتابیں ہیں کہ جن کے مصنفین کا حال کچھ معلوم منہیں چنانچہ معالم العلماء کے آخر میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور یہ بھی ہر ایک پر واضح ہے کہ جامع فہرست علماء کو اول تو استیعاب و استیفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود منہیں ہوتا غرض یہی خصوصیت کتابیں بطور نمونہ درج کر دیتے ہیں اور اگر استیعاب ہوتا ہے بھی تو اپنے علم و واقفیت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ کچھ ضرور منہیں کہ ان کا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات کو عادی و شامل ہو آپ نے معاملہ میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ ان میں کھاسب و انکانت الکتب لا تعد و لا تحدد و آخر میں لکھا ہے فتوالفہرست و الکتب غیری منحصۃ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو استیفا مقصود منہیں علاوہ انہیں چند کتب در ساق بندہ کے پاس بھی مذہب شیعہ کے مصنفہ علماء شیعہ موجود ہیں آپ ان کا بھی حال تلاش کر بھیں اور تتبع کر کے فرمادیں کہ وہ کس کس کی کتابیں در ساق ہیں اوصاف ان مشرف

کتاب الاشراف، حجة الکامل، نوادر الاثر، مختصر العوین اگر ہر ایک کتاب کے واسطے ضرور ہے کہ اس کا حال اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف مفصل و مشروح معلوم ہو اگر سے تو ان کا حال بھی اسی طرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ رہا صحت استشاد کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا ہے سو مانع فیہ میں ہماری سند کی صحت کا مدار کچھ حجاج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور بھی بعض معتبر کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ ہم آئمہ اس کو متل کریں گے اسی واسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب تخریج رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار مجاز السالکین ہی پر نہیں فرمایا ہے پس جب کہ یہ روایت دوسری معتبر کتابوں میں بھی موجود ہے تو اگر بالفرض حجاج السالکین مفقود و مستور ہو اور اس سے استدلال صحیح نہ ہوتا ہم ہمارے استدلال کی صحت میں بابت رضا جناب بتول رضی اللہ عنہما شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت آپ کا یہ دعوئے فرمانا جو کتاب تصنیف ہوئی ضرور ہے کہ اس کا حال اور زمانہ تصنیف معلوم ہو خلاف بہت ہے بہت ایسی کتابیں تصنیف ہوئیں جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جن کے مصنفین کا کچھ حال معلوم نہیں۔ اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زیر درس تھیں اس وقت ان کا نام و نشان بھی نہیں۔ قاعدہ ہے جب ایک چیز کا تداول کم ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ شے ہی اول مثل معدوم کے ہوتی ہے اور پھر حقیقتہً معدوم ہو جاتی۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ تفسیر کے بعض مقالوں کا کیس پریشان و نشان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطاطالیس وغیرہ کا اس وقت کیس نام و نشان باقی ہے اچھا ان کو رہنے دو صحف ابراہیم علیہ السلام کا کیس عالم میں وجود ہے تو ریت و انجیل و زبور اصل کیس پائی جاتی ہیں، علی ہذا القیاس صد ہا ہزار ایسی کتابیں ہوں گی جو ایک زمانہ میں مشہور تھیں اور بعد اس کے مفقود ہو گئیں۔ اس جگہ عرض ان کے بیان سے صرف یہ ہے کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اس کے بھی اس کا وجود باقی رہے جیسا کہ ان کتب سادہ کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہے ممکن ہے کہ بعض کتب ایسی ہوں کہ ان کا وجود خارجی اور علمی دونوں جاتے رہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس کے استعمال پر قائم نہیں و من ادعی غلیہ البیان اور حجاج السالکین تو اس جنس سے نہیں کہ جس کا وجود مطلق نہ رہا ہو۔ آخر حضرت علامہ کا بیانیہ صواب میں اس سے استشاد کیا۔ حکیم محذوم سلامت علی خان نے اس کے وجود کی نشاندہی دی اس کے وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا اس کو اہانت کا افسر۔ سمجھا اور انکار کرنا اور یہ لکنا کہ اپنے نفع کے لئے گھڑی ہوگی اور چونکہ اس باب میں اہانت منہم ہیں اس لئے ان کی شہادت قابل

قبول نہیں سو اس کا جواب ہم عنقریب بیان کریں گے۔
 قال الفاضل المجیب: قولہ پس یہ بھی اپنے قدام کے بھر دے پر پھولوں نے برائے نام تحفہ کے جوابات لکھے ہیں لکھا گیا ہے۔ اقول۔ حضرت اسی طرح آپ نے بھی اپنے قدام کے بھر دے پر بلکہ بعینہ وہی مضمون نقل کر دیا ہے۔
 یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی: اس قول میں قید برائے نام تحریر جوابات کے وقت ملحوظ خاطر نہیں ہونی مطلق قدام سمجھ کر معارضہ فرمایا پس یہ معارضہ ہم پر وارد نہیں ہو سکتا۔
 قولہ جناب من قدام کے ہی بھر دے پر معاملات دینی میں گفتگو ہو کر تھی ہے اپنی رائے کا دخل کم ہوتا ہے۔

اقول: چونکہ آپ نے اپنی عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدام کے اہوا کے سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل نہیں دیتے اسی واسطے صراط مستقیم سے منحرف اور جماعت سے ایک طرف ہو گئے ہیں۔ ہم نے بحول اللہ و قوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دے رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدار کا رہے اس کے خلاف کسی کی سنیں مانتے جو اس کے موافق ہو وہ علی الرکب والبعین سمجھتے ہیں اس لئے جبل المتین اسلام کو محکم پکڑے ہوئے ہیں۔ حضرات کی کتاب اللہ جب امام غائب فار سے لے کر برآمد ہوں گے تب کشیدہ کچھ معمول بہا ہو تو ہو ورنہ اب تک تو صرف ہشامین و زرارہ و بکر والوصیر وغیرہ کے رقبہ تقلید زبیب جید بلکہ اقرب من جبل الوردیہ ہے۔
 قولہ بگم ہم میں اور آپ میں اس قدر فرق ہے کہ اگر آپ کے قدام بلا دلیل سے کوئی دعوے کیوں نہ کریں بدون سوچے سمجھے اپنی عقل و علم سے کام لے محض تقلید آپ تسلیم کر لیتے ہیں چنانچہ ازالۃ الغیب سے آپ نے یہ مضمون نقل کر دیا اور جو مثال آپ کے خاتم المتکلمین نے دیا انہی سے اس کو اور کتاب تنازعہ فہم کو مطابق نہ کیا بدون تاہل ان کا مضمون تسلیم کر لیا آیات بنیات سے جو عبارت متعلق آیت غار آپ نے نقل کی ذرا نہ سوچا کہ یہ عبارت بھی دعوئے کو ثابت کرتی ہے یا نہیں جو میر ہمدی صاحب نے لکھا اس کو بے درجہ تسلیم قبول کر لیا اور یہ دونوں ہم سنجایا کہ ہمارے مقابل میں بھی نقل کر دیا اور ہم اس قسم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائز ہی نہیں جانتے ہاں مدلل قول کو بے شک تسلیم کرتے ہیں گو اس کے تمام مقدمات من کل الوجوہ اپنی نظر سے نہ گذری ہوں۔

اقول: گذشتہ ابجاث سے اہل فہم و انصاف پر واضح و روشن ہے کہ قدام کی تقلید

بے سوچے سمجھے اور بدون اپنی فہم سے کام لے کر آپ کرتے ہیں یا ہم کرتے ہیں۔ فروع کو تو جملہ رہنے دیجئے۔ آپ تو اصول میں انھیں عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں۔ امامت کے اصول دین ہونے پر کون سی دلیل قطعی قائم ہے جس سے آپ اس کا اصول دین سے ہونا ثابت فرماتے ہیں مسئلہ رجعت پر کون سی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں۔ محض تقلید پر بے سوچے سمجھے اور اپنی عقل سے کام لے کر مدار کا رہے اور یہ جو فرماتے ہیں کہ مدلل قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ محض دعوئے لسانی ہے دلس قطب راوندی کے قول پر جو اس نے لشد بلا دفلان کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابہ میں سے ہے جو وقوع فتن سے پہلے وفات پا گیا کون سی دلیل قائم تھی جو آپ نے برخلاف ابن مہتم وغیرہ اس کو بے سوچے بسرد و چشم قبول کر لیا کیا مدلل قول ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پھر طفرہ تناسلہ سے کہ فرماتے ہیں گو اس کے تمام مقدمات من کل الوجوہ اپنی نظر سے نہ گذرے ہوں خیال کرنا چاہیئے کہ جب تمام مقدمات اس کے من کل الوجوہ نظر سے نہیں گذرے تو اس کا مدلل ہونا آپ کے نزدیک کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اس کے آپ نے تقلید اس کو مدلل خیال کر لیا ہوا اور کوئی صورت نہیں در نہ جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر آپ کی نظر سے نہیں گذرا تو آپ کے نزدیک اس کا مدلل ہونا کیونکر ثابت ہوا۔

قولہ: اور نسخہ کے جواب جب آپ نے دیکھے ہی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برائے نام لکھ میں کیونکر صحیح ہو اگر آپ ان جوابوں کو دیکھیں اور کچھ بھی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول انھیں کہ واقعی یہ جواب لا جواب ہیں۔

اقول: اگر عقل و انصاف سے کام لینا اسی کا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدسیات کا انکار کر دیا اور خلاف براہتہ دعویٰ کیا کہ میں فرمایا کہ ابن مہتم کی توضیحات منسخر پر مبنی ہیں انھیں متن پر نازل کیا کہیں دعویٰ کیا کہ لشد بلا دفلان کو علماء اہلسنت قسم کھاتے ہیں الی غیر ذلک من الکاذب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو ہی مبارک رہے اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اس کی رو سے آپ تو کیا خود ان جوابات کے مصنفین بھی ان کی نسبت ایسا دعویٰ کرنے سے نہیں نکال سکتے پس دعویٰ محض اس قول کے قبیلہ سے ہے جبکہ انتہی یعنی دیسمر۔

قال الفاضل المجیب: قولہ: سوال کی کیفیت ذرا ملاحظہ ہو خاتم الحمدین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ میں حدیث مجاہد السالکین سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابوبکر مدظلہ کے ساتھ معاملہ مذکور میں استدلال فرمایا ہے اس کے جواب میں طعن الرباع میں لکھا ہے واما حال نام کتاب مجاہد السالکین گوش کسی از شیعیان نرسیدہ فضلاء کونہ مستنور اچر مستبعد است کہ نام کتاب را خودش بدرون ساختہ باشد انتہی طمعا اور علامہ کنوری نے اس سے بھی بلند پروازی فرمائی اور صاحب نسخہ کی وضع کرنے پر قریضہ بھی جمادیا وہ یہ کہ باب سوم جس میں علماء و کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اس کے مصنف کا ذکر نہیں کیا۔ انتہی نقل عن ازالۃ الغیبن: بحوالہ اس کے مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغیبن میں فرماتے ہیں واین کتاب یعنی مجاہد السالکین خود در صواق و سیف السلول و مانند آن مذکور است و ہم نزدیکم مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبری کہ بہ عوادین و ائین الدین شہرت دارد محبوب و معدود پس جہالت احد ہما ہنہی بر عصبت و جہل ست کیفیت دعویٰ جہالت کیا جانتی بقدر الحاجۃ اقول: افسوس کہ آپ نے یہاں بھی عقل و انصاف سے کام نہ لیا عدم مدعیہ رحمۃ کی نسبت بلند پروازی تو طفرہ آخر پر فرمائی مگر اس کے جواب میں کچھ بھی نہ لکھا۔ آپ غور فرمایا کہ جب آپ کے خاتم الحمدین نے اپنا تجسر جتانے کے لئے کتب علماء شیعہ کا حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیعوں کی بہت برے دعویٰ کو اپنے زمر میں داخل کرنا چاہتے ہیں اگر کہیں کچھ بھی نشان اہل کتاب یا اس کے مصنف و مؤلف کا پاتے تو ضرور اس کا بھی ذکر کرتے۔ یہ ذکر نہ کرنا بات پر قوی قریضہ ہے کہ اس نام کی کوئی کتاب کتب شیعہ میں نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔

عقل و انصاف سے عاری کون؟

بقول العبد الفقہ الی مولانا العینی: فی الحقیقۃ یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف عائد ہے کیونکہ اس بحث میں بھی اشارۃ اللہ تعالیٰ عنہ قریب واضح ہو جائے گا کہ عقل و انصاف سے ہونے کے کار نہیں لیا یا کہ علامہ ان جناب والہ نے۔ راہیکو آپ کے علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے آپ کے علامہ کا دعویٰ اس وقت صحیح ہو جب کہ یہ اہم ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو نسخہ میں استیفاء کتب مقصود ہو بلکہ اس کے دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں سے نسخہ میں استدلال فرمایا ہے یہاں کتب میں ان کا بھی استیفاء نہیں فرمایا لہذا جناب کو بھی معلوم ہوگا کہ خود

پنج البلاغت کا جس کی عبارات سے جا بجا استدلال فرماتے ہیں بیان کتب میں ذکر نہیں فرمایا
 تو اب اس کی نسبت بھی اعتراض فرمائیے کہ جس کتاب سے شیعوں کے بہت بڑے بڑے
 دعووں کو باطل کرنا چاہتے ہیں اگر کہیں کچھ بھی نشان اس کتاب یا اس کے مؤلف کا پاتے تو ضرور
 اس کا بھی ذکر کرتے یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قرینہ قوی ہے کہ اس نام کی کوئی کتاب کتب شیعہ
 میں نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علیٰ ہذا القیاس اور بہت کتابیں جن
 کی روایات سے استدلال کیا ہے اور ان کا ذکر نہیں پس خدا کے لئے ذرا انصاف سے فرمائیے
 کہ عقل و انصاف سے کام لینا اسی کا نام ہے شاید عقل و انصاف سے اپنی عقل و انصاف مراد ہو
 گی یعنی ہماری عقل و انصاف سے کام نہیں لیا سو یہ بھی عین عقل و انصاف ہی سے کام لینا ہے
 قولہ آپ کے خاتم المتکلمین نے جو کچھ ازالۃ الغلبہ میں اس باب میں لکھا ہے اور آپ نے
 اس کو نقل کیا ہے اس کے جواب میں ہم صرف لغات الریاضین کے خاتم میں جو کچھ لکھا ہے بتذکرہ
 نقل کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو مخاطب کی طبع نازک پر گراں گذریں میں لکھتے بلکہ بجائے ان کے
 الفاظ ملائم لکھتے ہیں حضرت مجیب سے انصاف کی امید ہے وہ ہونہر گاہ برداشت بخاری
 و مسلم کہ اصح الکتاب و مجمع علیہ اہلسنت ہیں کہ بقول شاہ صاحب یہ دونوں کتابیں مخدوم طوائف
 انام و جمیع علماء اسلام ہیں اور شہرت و تعلق بالقبول میں بدرجہ علیا پہنچے ہیں حتیٰ کہ جامع الاصول میں
 نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری سے بلا واسطہ نوے ہزار علماء و فضلاء نے سنا ہے اور
 ناظرین کتب رجال پر ان کے فضائل جو شش رہا مخفی نہیں غضب ناک ہو نا جناب سیدہ کا
 مقدمہ مذک میں حضرت ابو بکر پر اور پھر نہ کلام کرنا ان سے تمام عمر ثابت ہوا تو اب علماء اہلسنت
 نے ناچار ہو کر حرکتیں مذہبوحی کیں چنانچہ خود شاہ صاحب تغلید خواجہ کاہلی بخلاف روایت بخاری
 و مسلم و بمقتضائے الفرقین یثبوت بکل حشیش در پے رضا جناب سیدہ ہو کے روایات موضوعہ
 و حکایات مصنوعہ مدارج النبوة و کتاب الوفا سہتی و مشرح مشکوٰۃ و ریاض النضرہ و فضل الخطا
 و کتاب الموافقة ابن سمان سے جوئی حالانکہ ان سب کتابوں میں صرف دو روایتیں ہیں کہ او زاعی و
 شعبی سے نقل ہوئی ہیں یہ دونوں روایتیں شعبی و او زاعی کی باوصف کہ روایات صحاح کذب ان
 کی ہیں سرس میں کافی تشبیہ المطاعن ثنائیہ کہ باوفا خیر کتب اہل حق سے اثبات رضا کیا اور
 استشاد میں عبارت مجاہد السالکین محض تنقید کا ہی پیش کی اور حکیم سلامت علی بنار سے کہ کثرت
 واقع کوئی میں شاہ صاحب سے بھی بلند مرتبہ رکھتے ہیں انھوں نے تخیلنا مجاہد السالکین کو مع تفسیر

مجمع البیان و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہ محض ضبط و خلط ہے بلکہ دلیل عقل
 دماغ حکیم صاحب موصوف ہے کیونکہ مجمع البیان اور احتجاج یقیناً عماد الدین طبرسی کی نہیں بلکہ
 مجمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسین بن فضل طبرسی کی ہے اور احتجاج تصنیف ابو منصور
 احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے ان دونوں کتابوں کو کتاہیف شخصین
 متکلمین کی ہیں شخص ثالث کی طرف منسوب کیا یعنی طرف عماد الدین طبرسی کے اور عماد الدین طبرسی
 علماء مصنفین شیعہ میں کوئی نہیں البتہ ایک عماد الدین مصنف کتاب بشارة المصطفیٰ مشاہیر علماء شیعہ
 سے ہیں وہ طبرسی نہیں بلکہ طبرسی ہیں پس یہاں حکیم صاحب سے تشخیص میں کمال غلطی ہوئی کہ وہ کتابوں
 کو جو دو شخص مختلف کے ہیں تصنیف ایک شخص مکتوف کی بیان کرتے ہیں مگر حکیم صاحب یہ غدر
 پیش کر سکتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب واسطہ تسلی اپنے بیٹوں کے لکھی ہے اس سے یہ عرض نہیں
 کہ علماء فریقین اس کو دیکھیں بعد اس کے جب مولوی حیدر علی نے علم تکلم بنیاد اہل حق بلند کیا تو مقام
 اثبات کتاب مجاہد السالکین و نسبت آن بمصنف و توثیق مصنف میں مدعی اس کے ہونے کی یہ کتاب
 صاحب صواعق یعنی خواجہ نصر اللہ کاہلی کے پیش نظر ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے
 عبارت اس کی بلا واسطہ نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گذری یہ محض دعوئے
 لسانیہ قابل التفات و جواب نہیں اور نیز مولوی حیدر علی نے اثارۃ العین میں مجاہد السالکین
 کو منسوب بطرف عماد الدین کر کے اس قدر اور زیادہ کیا کہ عماد الدین معروف بامین الدین طبرسی
 ہے۔ دبل ہذا الکذب عراج و ہتھان بواج بالجلد اول امین الدین طبرسی صاحب مجمع البیان ہرگز
 مشہور بعد الدین طبرسی نہیں ثنائیہ کتاب مجاہد السالکین تصنیف ان کی نہیں کسی نے وصاف
 القبا سنا بھی ان کی طرف منسوب نہیں کی چرخوش خواجہ کاہلی و محدث دہلوی کو تو ہرگز یہ میسر نہ ہوا
 کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثابت کرتے اب حکیم صاحب و مولوی حیدر علی صاحب
 بعد خرابی بصرہ چاہتے ہیں کہ چند خرافات سے توثیق کتاب ثابت ہو جائے اور یہ نہیں سوچنے کہ
 ایسے امور سے سوائے ثبوت عجز و عدم تہریر کچھ فائدہ نہیں انتہی بقدر الحاجۃ اب حضرت
 مجیب لمیب کی خدمت اقدس میں بعد ادب عرض ہے کہ برائے خدا و رسول انصاف فرمادیں
 کہ کی حسب داب منفرہ کسی کتاب کی توثیق کا ثبوت اسی طرح ہوا کرتا ہے آپ کے خاتم المتکلمین
 جو اپنے اور اپنے اہل محلہ کے زعم میں من مانتہ میں یہ طوطا رکھتے تھے اور بقول آپ کے ممدی
 صاحب کے شیخہ یہی ہے تو ان کے نام سے کہتے ہیں ایسے بڑے فاضل اہل اور تکلم بے بدل

کا یہ لکھنا کہ این کتاب یعنی مجاہد السالکین خود در صواق وسیف مسلول و مانند تان مذکور است و ملوک و ملوک
ملک صاحب مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم کمال ہی عجز و ضعف پر وال ہے اور ان کتاب
مذکورہ سے شہادت لانا شہادۃ النصب علی ذہن سے کم نہیں۔

صاحب طعن الرماح کا کتاب مجاہد السالکین کے نام کے گھڑنے کو

صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرنا غلط ہے

اقول: افسوس کہ یہاں بھی آپ نے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور ہماری عبارت کو کہ محض
اردو تھی نہ سمجھا کاش اتنا ہی سمجھ لیتے کہ فضا اعتراض کیا ہے اس لئے ضرور ہوا کہ مکرر بقل عبارت
معروضہ سابقہ طعنا اعتراض کے تقریر کروں اس کے بعد اہل دانش و سنی و عیسائی کہ حضرت حبیب کے
جواب کو اس اعتراض سے کیا ربط و تعلق ہے، بندہ نے عرض کیا تھا کہ علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز
نے در باب رضا حضرت فاطمہ حدیث مجاہد السالکین سے استدلال کیا تھا، جواب اس کے طعن
الرماح میں لکھا کہ تو حال نام کتاب مجاہد السالکین بخوش کے از شیعیان نرسبیدہ، پر مستبعد ست
کہ نام کتاب را خود ش بہر دواغ ساختہ باشہ طعنا اور علامہ کنٹوری نے باب سوم میں مذکور کرنے
کو قرینہ وضع کا قرار دیا اس پر مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، و این کتاب یعنی
مجاہد السالکین خود در صواق وسیف مسلول و مانند آن مذکور است بلکہ اس سے صاف ثابت ہے کہ
صاحب طعن الرماح نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود صاحب تحفہ کا مصنوع ہے
اور یہ روایت حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہ سراسر کذب ہے کیونکہ جب صواق اور
سیف مسلول میں اس کتاب کا نام اور اس روایت کا حوالہ اس کتاب کی طرف موجود ہے تو صاحب
تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کذب و وضع کی نسبت کرنا محض کذب و دروغ ہے اب رہا یہ کہ اگر اپنے
اس دعوے کو کاذب تسلیم کریں اور فرمادیں کہ یہ وضع و افتراء صاحب تحفہ قدس سرہ نہ سی صاحب
صواق کا جو کہ بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کے ہی ذمہ ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ قرینہ قطعیہ
قائم ہے کہ اسبت کو اس وضع و افتراء کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب بجز خود گھڑیں کیونکہ عبارت
تحفہ سے واضح ہے کہ اس روایت کا وجود کچھ مجاہد السالکین پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور بھی معتبر
کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ جو نقل کریں گے۔

مقدمہ فدک میں ابو بکرؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی رضا کا ثبوت

پس جب کہ یہ روایت اور بھی بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کرتی
ہے کہ باوجود پائے جانے روایت کے معتبر کتابوں میں ان کو ترک کریں اور فرضی نام کتاب کا
تراش کر روایت کو اس کی طرف نسبت کریں، یہ روایت فاضل فقہ کمال الدین میثم بن علی بن میثم
بحرانی نے اپنی شرح کسر منج البلاغت مسمی بمصباح السالکین میں جس کے خطبہ میں خدا تعالیٰ
سے عہد کیا ہے کہ حق سے مراعات نہ تباہ و زمین کروں گا اور ہرگز باطل کی طرف میل نہیں کروں
گا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ ایران سے نقل کرتے ہیں۔

وروی انہ لما سمع کلامہا حمد اللہ و
اشنی علیہ و صل علی رسولہ ثم قال یا
خیبۃ النساء و ابنتہ خبیۃ الزہراء و اللہ ما
عدت رای رسول اللہ و نہ عملت
الہام و ان الہام لا یکنذب اہلہ قد
قلت فابلیغت و اغلظت فاحجرت فغفر اللہ
لنا و لاک اما بعد فقد دفعت الی رسول
اللہ و دابنتہ و حذاہ الی علی و اما ما سوي
ذلک فانی سمعت رسول اللہ یقول اما ما
ابلیغہ لا نورث ذہبا و لا فضة و لا ارضا
و لا خمار و لا دارا و لا کنا فودث الایمان
و الحکمة و الحلوۃ و السنۃ و قد علمت بما عرفت
و نصحت فقامت ان رسول اللہ قد و حبیبی
قال فمن یشہد بذلک مجاہد بن
ابی طالب و ام ایمن فیشہد الہا بذلک
فنجاء حسن بن الخطاب و عبد الرحمن
بن عوف فیشہد ان رسول اللہ یقصد

اور روایت ہے کہ ابو بکر نے جب فاطمہ کا حکم سنا خدا
کی حمد و ثناء کی اور رسول پر درپردہ چاہا کہ اسے عورتوں
میں سب سے بہتر اور باپوں میں سے بہتر باپ کی بیٹی خدا
کی قسم میں نے رسول اللہ کی راتے سے تجاویز میں کیا اگر
نہ بجز اس کے حکم کے کوئی کام کیا، اور بالتحقیق دائرہ پنہاں
کے ساتھ محبوت نہیں بولتا خدا تعالیٰ ہم کو اور کچھ کو بخشے
اما بعد پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جتیار اور
سوامی اور نعلین میں نے علی کو دے دی اور اسوا اس کے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا دئے تھے ہم
دنیا کی جماعت سونے اور چاندی اور زمیں اور جائیداد
میں کسی کو اپنا وارث نہیں چھوڑتے لیکن ہر ایمان اور حکمت
اور علو اور سنت وراثت میں چھوڑتے ہیں اور جو کچھ مجھ کو حکم
فرمایا تھا میں نے اس پر عمل کیا اور خیر خواہی کی فاطمہ نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھ کو میرا دیا تھا ابو بکر
نے کہا کہ اس کو کون گواہ ہے تو میں بن امیہ اب اور ام ایمن
بنی اور اس کی گواہی دی پھر عمر بن خطاب اور عبد الرحمن
بن عوف آئے اور گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقال ابو بكر صدقت يا ابنه رسول الله وصدق
علي وصدقتم ام ايمن وصدق عمرو
صدق عبد الرحمن وذلک ان لا ما بينک
کان رسول الله ياخذ من ذلک قوتک و
يعتسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله
ولک علی الله ان اسنع بها کلن يصنع
فرضيت بذلک واخذت العهد عليه به
فکان ياخذ عليها في دفع اليه منها ما
يكفيهم ثم فعلت الخفاء بعد ذلک الى
ان ولي معاوية ناقط من وان ثلثتها بعد
الحسن ثم خلصت له في خلوة وقلها
ارلاوه الى ان انتقلت الى عمر بن عبد العزيز
فردھا في خلوة عی اواد فاطمة
قالت الشیعة فکانت اول ظلمة ردھا و
قالت اهل السنن قبل استنصافی ملکہ ثم
وهبها لهم ثم اخذت منهم بعد الى ان
انقضت دولة بنی امیة فردھا علیهم
ابو العباس السفاح ثم قبضھا المنصور فردھا
ابنه المهدی ثم قبضھا ولدا موسی
وهارون فلم یزل فی ایدی بنی
العباس الى زمن المامون فردھا انیهم وبقیت
الی عهد المتوکل فاقطعھا عبد الله بن
عمر بن ابی زورودی انه کان وینا احدی
عشرة خلة عرسها رسول الله مسیده
فکانت بنو فاطمة یجدون مخرج

اس کو تیرے فریضے تھے ابو بکر نے کہا اے رسول اللہ کی دختر
تو نے بھی حج کیا اور علی اور ام ایمن نے بھی حج کیا اور
اور عبد الرحمن بھی حج کیا اور یہ اس طرح کی تیرے دربار
کی چیز تیری ہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مذکر
میں سے تمہارا قوت لے کر باقی ماندہ تقسیم کرتے تھے اور خدا
کی راہ میں اس میں سے سوا کرتے تھے اور میں نے
عہد کرنا ہوں کہ میں اس میں اس طرح کروں گا جس طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اس پر فاطمہ
راضی ہو گئی اور ابو بکر سے اس کا مہر کر لیا تو ابو بکر
ذلک کی آمدنی سے جس قدر ان کی حاجت کو کافی ہو ان
کو دیتے تھے پھر اس کے بعد فاطمہ اسی طرح کرتے رہے
یہاں تک کہ موسیٰ بن جعفر نے وفات ہوئی اس کے بعد جس کے
اس میں سے تمہاری مروان کو ابوبکر کے طور پر دے دیا پھر
اس کی خدمت میں اس کا خالص ہو گیا پھر اس کی اولاد کے
بعد دیکھو یعنی یہی میان تک کہ عمر بن عبدالعزیز کی قربت
پہنچی اس نے اپنی خلافت میں اس کو اولاد فاطمہ پر لٹا دیا
اس پر شیعوں کو کہتے ہیں کہ یہ اول ظلم ہے جس کو اس نے ٹوٹا دیا
اور اہل سنت کہتے ہیں یہ نہیں بلکہ خالصہ کے ان کو بخش
دیا پھر اس کے بعد ان سے لے لیا گیا بیان تک کہ بنی امیہ
کا زمانہ سلطنت گزر گیا پھر ابو العباس سفاح نے ان پر
ٹوٹا دیا پھر منصور نے اس پر قبضہ کر لیا پھر مہدی اسکے
بیٹے نے ٹوٹا دیا پھر اس کے دونوں بیٹوں موسیٰ اور ہارون
نے اس پر قبضہ کر لیا پھر سلیمان عباسیہ کے قبضہ میں رہا تو
کے ذمہ کچھ چھوٹا ہوا اور تو کو کتنا بڑا باغ ذلک باقی رہا
اس نے عبد اللہ بن عمر بن ابی زورودی کو جائیداد میں دیا اور روایت

الی الحاج فیصلو فہم عن
ذلک بمان جلیل فبعث الباز یا رجلا
فصرمھا وعاد الی البصرة فقلج وف
ھذہ القصة خبط کثیر مع الشیعة
ومخالفیہم ولکل من الغدین کلام
طویل ولنرجع الی المنزلی مقبلی بلذہ

کرتے ہیں کہ وہ کچھ کر کے گیارہ درخت تھے جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے بوئے تھے اور بنی
فاطمہ ان کا پھل حاجیوں کے پاس بغیر ہریرہ کے بھیجتے تھے
اور وہ بمقام اس کے ان کے ساتھ بٹھے مال سے سلوک
کرتے تھے تو بازیا رہے کسی کی کوٹاں بھیج کر ان کو لٹوایا اور
بصرہ میں واپس آیا تو اس کو فالج نے مار لیا اور اس قصید
شیعہ اور ان کے مخالفین میں نہایت خبط ہے اور فریقین میں ہر ایک کی کلام طویل ہے اور ہم متن کی طرف رجوع کرتے ہیں
الحمد للہ تعالیٰ کہ فاضل فہم کی روایت سے جو ایسی کتاب میں روایت کی ہے جس میں خدا
تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ وہ ان تکب ہوا علیٰ اعادة احد من الخلق رضا حجاب
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ثابت ہوتی اب فرمائیے کہ آپ اور آپ کے صاحب نفحات الیہا عین
یہ جو تحریر فرماتے ہیں کہ کذابا فخر اکتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا کیا یہ محض کذب اور حق پرستی
نہیں ہے تو کیا ہے غرض اس تقریر سے بخوبی یہ امر ثابت ہے کہ بحول اللہ وقوت اہل حق کو
حدیث کے وضع کرنے کی اور نام کتاب تراشنے کی کچھ ضرورت نہیں رہا یہ کہ آپ کے صاحب نفحات
الیہا عین نے جو یہ اعتراض فرمایا کہ محتاج کی تصنیف کو نسبت کرنا طرف عماد الدین طبری کے بشمول
مجمع البیان و احتجاج کے خبط و غلط اختلال و داغ ہے کیونکہ مجمع البیان ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبری
کے ہے اور احتجاج ابو منصور احمد بن علی ابن ابی طالب طبری کے ہے اور ان میں سے کوئی عماد الدین
نہیں ہاں صاحب مجمع البیان ملقب بامین الدین ہے اور احتجاج ہرگز منسوب بامین الدین طبری نہیں
غرض کہ اول احتجاج امین الدین ابوعلی طبری کے نہیں بلکہ ابو منصور طبری کی ہے دوسرے امین الدین
ابوعلی طبری مشہور بعماد الدین نہیں آپس بجواب اس کے گزارش ہے کہ واقفان کتب رجال پر مخفی
نہیں ہے بسا اوقات ایک نام کی دو کتابیں شخصین مختلفین کی ہوتی ہیں تو کیا عجب ہے کہ
احتجاج امین الدین ابوعلی طبری کی تھی ہو اور ابو منصور طبری کی بھی اس میں کیا استحالہ ہے
علاوہ انہیں اگر یہ خبط اور غلط اور اختلال داغ ہے تو آپ ہی کے اکابر کے ہے جنہوں نے علم
مصنفین کی فہرست لکھی کہ کسی نے احتجاج کو احمد بن ابی طالب کی طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی
نے ابوعلی طبری کی طرف منسوب کیا ہے مگر اب تعجب ہے کہ آپ اپنی کتابوں کو خود نہیں فرماتے
اور بدین دیکھتے اور تراش کئے ان کے فرماتے ہیں اس وقت ہمارے پاس تراجم عرب میں سے

مجموعہ معالم العلماء ابن شہر آشوب مورسالتین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید
ابن طاووس کا ہے موجود ہے۔ اب ان کے اختلافات کی کیفیت سنئے۔ جس سے جملہ اور خلط
بلکہ اختلاف دماغ کی پوری پوری تصدیق ہو جاوے معالم العلماء میں ابن شہر آشوب لکھتے ہیں۔
شیخ احمد بن ابی طالب لہ الکافی میر شیخ احمد بن ابی طالب اس کی یہ کتابیں ہیں
فی الفقہ حسن الاحجاج۔ مناقب حسن الاحجاج۔ مناقب الطالبع
لطالبع تا بیع الاممہ۔ فضائل الزہراء۔ تاریخ الاممہ۔ فضائل زہراء۔
تو یہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبرسی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اب سنئے
سید ابن طاووس نے اپنے رجال میں ابوعلی طبرسی کے حال میں لکھتے ہیں۔

ومنہو الشیخ ابوعلی فضل بن
الحسن بن ابی الفضل الطبرسی
المفسر الباهر مصنف مجمع البیان والجامع
والجمل والکافی و کتاب الاحتجاج و
کتاب مکارم الاخلاق۔
مخجلان کے شیخ ابوعلی فضل بن حسن بن
فضل طبرسی مفسر باہر مصنف مجمع البیان اور
جوامع اور جامع اور کافی اور کتاب احتجاج
اور کتاب مکارم الاخلاق کا
ہے۔

اس بزرگ نے ان دونوں کتابوں یعنی کافی اور احتجاج کو جن کو ابن شہر آشوب نے
احمد بن ابی طالب کی تصنیفات بیان کی تھیں۔ ابوعلی کی تالیف بیان کیا۔ آپ کے علماء مجلسی نے
جلد اول بحار میں صفحہ ۱۲ پر صاف لکھا ہے۔

کتاب الاحتجاج وینسب هذا ايضا
الی ابی علی وهو خطا بل هو تالیف
ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی
کتاب الاحتجاج اور ابوعلی کی طرف بھی منسوب
ہے اور یہ خطا ہے بلکہ یہ ابو منصور احمد بن علی
بن ابی طالب طبرسی کی تالیف ہے۔

غرض اس سے ہم کو یہ ثابت کرنا تھا کہ علماء شیعہ نے احتجاج کو ابوعلی طبرسی کی طرف
منسوب کیا ہے تو اگر یہ اختلاف دماغ ہے تو آپ کے علماء کا ہے نہ حکیم سلامت علی خان مرحوم
کا اور لیجئے آپ کے ابن شہر آشوب نے بیان ابوعلی طبرسی میں لکھا ہے کہ شیخ ابوعلی
طبرسی لہ مجمع البیان فی مدنی القرآن حسن الکلام الشاف من کتاب
الکشاف لنور سینہ الثالث حسن عدم لوری باعلام الہدی الادب
الذینہ لسخنہ المعینہ۔ تو انہوں نے علماء اور ابی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے

اور سید ابن طاووس نے اپنے رجال میں لکھا ہے ومنہو الشیخ الفقیہ ابو منصور
محمد الطبرسی صاحب کتاب اعلام الوری وغیرہ من المؤلفات۔ علی
ہذا القیاس۔ ان حضرات کے باہم جس قدر اختلافات ہیں وہ ایسے نہیں جو واقف پر مخفی ہوں
رہا یہ کہ امین الدین ابوعلی طبرسی ملقب بعماد الدین ہیں یا نہیں۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت صرف
مختصر ترین رسالہ ہیں منجلان کے ایک رسالہ میں لقب امین الدین لکھا ہے۔ اور دوسروں میں
کچھ لقب نہیں لکھا بلکہ ایک رسالہ میں امین الدین کے جہ کو کنیت کے طور پر ابی الفضل لکھا ہے
تو ہم اس کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ملقب بعماد الدین ہے یا نہیں اور ناضل مجیب اور صاحب
نفحات الریاضین کے تجر کا حال تو صاف واضح ہے تو ان کا انکار اس باب میں قابل اعتماد کے
نہیں ہو سکتا۔ پس جب کہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ روایت رضا نامی کتب مجتبہ شیعہ سے ثابت
و متحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کے وضع کرنے اور کتاب کا نام تراشنے کی کچھ ضرورت
نہ تھی تو اس سے صاف عقل سلیم باور کر سکتی ہے کہ یہ کتاب فی الحقیقت علمائے شیعہ کی کتابوں
میں سے ہے پھر اگر حکیم سلامت علی خان مرحوم نے اس کتاب حجاج السالکین کو بشمول
مجمع البیان و احتجاج ابوعلی طبرسی کی طرف منسوب کر دیا تو اس کی امتناع پر کون سی دلیل قائم ہے
جو اس کے مانع ہو علی الخصوص جب کہ یہ بھی ثابت ہو گیا جو کہ احتجاج و مجمع بھی اسی کی طرف
منسوب ہے اور صاحب نفحات الریاضین نے جو یہ دعویٰ کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ مدعی ہیں
کر شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے حجاج السالکین کی عبارت بلا واسطہ نقل کی ازالۃ الغیب کی عبارت
اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ مولوی حیدر علی نے یہ دعویٰ نہیں
کیا۔ معذرتاً کہ اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علی سبیل التشریل والتسلیم ہم نے قبول کیا
کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکھا اور مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وجہ سے کہ حکیم
سلامت کے قول پر اعتماد کر لیا خطا کی تو بھی ہم کہتے ہیں کہ یہ وضع واقف از البست کا نہیں ہو سکتا
بلکہ اس صورت میں اس کی تائید جو قریب النعم ہے یہ ہے کہ کچھ بعید نہیں اصل کتاب صواعق میں
یہ لفظ مصباح السالکین ہو گا کیونکہ ظاہر ہے کہ اس کے قریب المعنی وہ روایت ہے جو ہم نے مصباح السالکین
شرح کبیر منج البلاغت مصنف ابن مثیر بحرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کا تب سے لفظ مصباح
میں حروف ساوا اور ب کی جگہ لفظ مجملج خا۔ وحیم کے ساتھ لکھا گیا ہو اور ظاہر ہے کہ سیف المسلمون
میں یہ روایت صواعق سے گئی ہے اور تحفہ میں بھی صواعق سے لگئی ہے اس لئے وہ غلطی کا تب

برابر چلی آئی ہو دوسرا قریب اس پر یہ ہے کہ سیف المسلول کا جو نسخہ ہمارے پاس ملبورہ دہلی موجود ہے اس میں منہاج السالکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول تو یہ ناخوش واقعہ سے ہے اور اس میں حجاج السالکین ہے۔ دوسری یہ کہ حضرت خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ سیف المسلول میں حجاج السالکین مذکور ہے تو معلوم ہو کہ یہ یقیناً سمو کاتب ہے اسی طرح اگر صواب کے نسخہ میں نسخہ کی غلطی ہوئی ہو اور بجائے مصباح السالکین حجاج لکھ دیا ہو تو کچھ بعید نہیں اور مصباح السالکین مندرج کبیر ابن میثم جوانی کا نام ہے جو بیخ البلوغت پر ہے اور با این ہر صورت میں وہ روایت روایت بالمعنی ہو گی کہ جس میں تطابق الفاظ شرط نہیں اور یہ تو جبر علی التناول والتیسر ہم نے اس لئے کہ چارے پاس اس کے ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اس کے ختم کو تسلیم کر دیں درہ قرآن سے تو ہر عاقل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ شک یہ کتاب علماء تشیع کے کتب مطبوعہ میں سے ہے اور کچھ عجیب نہیں کہ عین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہو کیونکہ اس کی تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماء شیعہ میں سے بہت زیادہ متعصب نہیں ہے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ اس نے یہ روایت نقل کی ہو۔ غرض بہر کیف شیعہ میں اس نام کی کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب طعن الرماح کا یہ فرمانا چر مستبعد سمجھ کر اس کتاب را خودش بدروغ ساختہ باشد اور علامہ لنفوری کا اس کی تائید و تقویت کرنا سرسرخ و لاطالی ہے اور جب علماء تشیع کی معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہو نا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فدک میں ثابت ہو گیا تو یہ ضمن جواب باب مطاعن میں شیعہ کا ماہہ الافتقار تھا ساقط ہوا اب ہم کو کچھ ضرورت نہیں رہی کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچھ کلام کریں۔ مگر مشیطا للسامعین دو چیز لفظ اس کی بابت بھی گذرنا شمس کرتے ہیں کہ حدیث بخاری میں لفظ فوجہت فاطمہ کی نسبت اول ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ کافی الحقیقت اس کے معنی غضبت کے ہیں بلکہ معنی اغمت یا مذمت کے ہیں کہ اپنے سوال فدک سے جو خلاف حق تھا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال بے جا تھا تو آپ کو غلام حق ہو جیسا کہ مقربین بارگاہ خداوندی کا حال ہوتا ہے کہ ترک غرور پر بھی ان کو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سیف المسلول میں فرماتے ہیں وجواب فرد غیر آلت کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث ابن عباس واقع شدہ است فوجہت و لغت صحیح حدائق و جہت لغت سنن الشریک در چند معنی مجہزی غضبت و مذمت و فوجہت مذکور کہ فی سبابت بخاری و بخاری و جہت را اس را وی بمعنی مذمت یا موعبت

اغمت استعمال کردہ بعضی روایت فرع کہ روایت حدیث بالمعنی کہ مذمت و جہت را بمعنی غضبت فہمیدہ ہمان قسم یاد داشتہ و لفظ غضبت روایت کردہ و معنی این حدیث در تحقیق آلت کہ چون فاطمہ جواب ابو بکر شنیدہ و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کرد کہ سوال میراث خلاف شرع واقع شد مذمت کشیدہ و ہر سوال کردن خود میراث را تمکین شد کہ ابن فعل جہرا از من ظہور شد انتہی بقدر الحاجتہ

معاملہ فدک میں درباب رضا فاطمہ بخاری کی حدیث کی توجیہ

سلمان کہ وجہت بمعنی غضبت کے ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ وعید من اغضبنا فقد اغضبتہ میں داخل نہیں ہے کیونکہ اغضاب کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا و نفسان کے ایسی حرکت کرے جس سے غرض اور مقصود حضرت سیدہ کو ناخوش کرنا ہو تو یہ عمل وعید سے زیادہ کثار کے حکم سے کوئی فعل واقع ہوا اور اتفاقاً بحکم بشریت جناب سیدہ ناراض ہو جاویں تو یہ داخل وعید نہیں۔ جناب امیر کے ساتھ چند بار ایسے معاملات غیظ و غضب کے پیش آئے منجملہ ان کے ایک وہ کہ ناخوش ہو کر آپ مسجد میں جا لیٹے تھے اور حضرت تشریف لائے اور جناب سیدہ سے پوچھا میں ابن عمک آپ نے فرمایا غضبتی فخرج ولعل یقل عندی خود حضرت تشریف لے گئے اور کچھ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں آپ نے قہر یا باقرب فرما کر اٹھایا منجملہ ان کے ایک وہ کہ جناب امیر نے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اس پر حضرت سیدہ ناخوش ہوئیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت شکایت پہنچی اور آپ نے اس کی نصیحت فرمائی منجملہ ان کے ایک وہ کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے بھیجی تھی اور جناب سیدہ نے جناب امیر کا سر مبارک اس کی گناہ میں دیکھ کر کس قدر غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیر کی قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا جانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر شکایت فرمائی منجملہ ان کے ایک وہ کہ جب خلفاء نے جو کرنا اہل بیت پر بزرع شیعہ شروع کیا اور جناب امیر نے بحکم خدا تعالیٰ و بوصیت رسول صلواتہ و سکوت فرمایا تو جناب سیدہ بیان تک ناخوش ہوئیں لکھنات مستبصر یعنی جناب امیر مثل جنین پردہ نشین و خائنین و خاد کریمہ فرمائے حال منکر جناب رسالت جو چکا تھا یا فاطمہ اہ تعصی علیا فان غضبت بغضبتہ اور یہ واقعہ قریب و نہت جناب سیدہ کے ہے پس اگر حکم من اغضبتنا فقد اغضبتی کہیہ

ہے تو یہ واقعات بھی داخل علوم حکم ہو کر وعید میں شمار ہوں گے۔ اور اگر کلیہ منین توطن ہے
 سر اسر پوچ ہے تو اس صورت میں جب کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرع
 کیا اور اس پر جناب سیدہ ناخوش ہوئیں تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عامہ منین ہو گا لیکن
 البتہ جناب سیدہ کی طرف فی الجملہ اعتراض ہے تو اس کے لئے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ
 آخر جناب سیدہ معصومہ نہ تھیں اور نفس رکھتی تھیں اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو
 جاتی ہیں آخر جناب امام حسینؑ باوجود عصمت اپنے بڑے بھائی پر درباب صلح ناخوش ہوئے
 اور ظاہر ہے کہ حق ایک ہی جانب تھا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکر سے ناخوش ہوئی ہوں
 تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء مختصین اہلسنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ جب
 دوسری توجیہ اس کی جس سے طہارت و نفاقت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے ہو
 سکتے ہیں تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور وہ یہ کہ وحدت کے معنی اغمت
 یا عدمت کے معنی سمجھے جاویں اس کے بعد گزارش ہے کہ جملہ تسلیم اگر آپ کے نزدیک
 عام ہے کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام منین کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث اعلیٰ الشرائع و بحار غریہ
 اس کی مذہب ہیں جن کو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین میں نقل کیا ہے چنانچہ ایک روایت ہم
 بھی ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت زہرا کا ابوبکر کے ساتھ اخیر عمر تک کلام نہ کرنا روایت شیعہ سے بھی باطل ہے

ہر گاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند و خواستند
 کہ پروانگی حاصل شود تا در خانہ در آئند آنجناب اذن نہ داد ابوبکر بعد ازین عبد کرد سجداً زیر سقیف
 خانہ نہ آرام نہ داخل شود و در رضاہ او گوشہ پس تمام شب در صیغہ بسر برد پیچ چیز برد ساید و از بزم
 پستتر آمد نزد علی و گفت تو میدانے کہ ابوبکر مردی پرست و رقت قلبی دارد و مصاحب دیا ر غار
 پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم و بالیقین چند بار آمدیم و خواستیم کہ نزد بتول زہرا حاضر شویم و در
 رضاہ او گوشتیم اگر توانی دین امر بخوش امیر المؤمنین فرمود مطمئن باشیہ کہ من دین امر مای
 بطبع بتقدیم میرسانم پس بخانہ درآمد و گفت اے دختر پیغمبر این دو کس را دیدی کہ بار بار می آئند و

لب معذرت می کشانید و مرا تکلیف دادہ اند کہ اجازت برای شان حاصل کنم فاطمہ فرمود کہ بخدا
 اجازت نخواہم داد و نہ کلام با آنہا خواہم کرد تا آنکہ پدر بزرگوار را ملاقات کنم و در شکایت ایشان
 باز خاتم امیر المؤمنین گفت کہ من ضامن شدہ ام کہ ایشان را در خانہ داخل کنم فرمود کہ اگر این ضمان
 اتفاق افتادہ پس خانہ نشت و زنان محکوم اند بلکہ مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در
 پیچ چیز نخواہم کرد پس پروانگی بدہ ہر کہ را خواہی امیر المؤمنین بیرون آمد و شیخین را پروانگی داد
 ہر گاہ جناب فاطمہ زہرا را دیدند سلام کردند و روی از ایشان باز گردانید و گفت اے علی پرہیز کن
 و پرستار را فرمود تا روی آنجناب را بسوی دیوار گردانیدند ابوبکر چون این حال مشاہدہ نمود عرض
 کرد اے دختر رسول خدا باعث آمدن ما نیست کہ خوشنودی ترا طلب کنیم و از غیظ و غضب
 تو خود را باز کشیم سوال ما یہین ست کہ بہ بخشی و از زلات ما بگذری فرمود پیچ اکہر باشا خواہم گفت
 تا آنکہ بخدمت پیغمبر خدا حاضر شوم و معاملات شمارا شرح دہم باز شیخین معذرت و پوزرش را
 اعادہ کردند و عنو و صغ را در خواستند بعد ازین فاطمہ زہرا سوسی علی رضی اللہ عنہ التفات نمود
 و گفت کہ من حرفی باین ہر دو کس نخواہم زد تا آنکہ چہرے سوال میکنم کہ ایشان از رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم شنیدہ اند اگر تصدیق خواہند کرد پس ہر چہ در رای من خواہد آمد بدان عمل خواہم نمود
 شیخین خدا را یاد کردند و گفتند بے تکلف ہر پرس از سخن حق تجاوز نخواہیم کرد و بصدق و صدا گوای
 خواہیم داد فرمود قسم میدہم شمارا یاد میکنید یا نہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمارا دقت
 نصف شب بسبب امری کہ حادث شد از جانب علی طلبیدہ بود و گفتند سجداً یا میداریم باز گفت
 قسم میدہم شمارا کہ از پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدہ اید یا نہ کہ می فرمودہ فاطمہ بارہ از من ست
 و من از دیم ہر کہ اورا یاد میدہم را ازیت میرساند و ہر کہ مراد را در پیچے آرد بالیقین خدا را در غضب
 می آرد و ہر کہ با یزاد او گوشہ بعد از موت مثل شخصی ست کہ ایذا دہد اورا در زندگی من و ہر کہ
 اورا رنج دہد در حیات من ہست مثل کسی کہ ایذا دہد اورا بعد از مرگ من گفتند سجداً از حضرت
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً و یقیناً شنیدیم فرمود الحمد للہ باز گفت کہ خدا یامن ترا گواہ میکنم
 و اے حضار گواہ باشیہ کہ این دو کس مرا در حیات و دم وقت وفات رنج دادہ اند کلام بالیشان
 نخواہم کرد پیچ تا آنکہ ملقاہ خدا رسم شکایت از شما نمایم و افعال و اعمال شما یک بجویم پس
 ابوبکر بول و شبو در گریست انتہی یہ روایت علل الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم المتکلمین نے
 ازالۃ الغین میں فارسی میں نقل فرمائی ہے اور اسی طرح اور روایتیں ہیں جو اس کے ہم معنی

لعن الرماح سے نقل کی گئی ان سے صاف واضح ہے کہ جناب سیدہ نے باوجود مکر و سرک
عمد و ہیمان کے اور قسم شرعی کے کہ میں ہرگز ان سے کلام نہ کروں گی شیخین کے ساتھ کلام کی تو
دعوئے عموم باطل ہوا اور علی الاطلاق کلام سے انکار کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اس کے
چارہ نہیں کہ جملہ تشکیم کو متفقہ کریں اور فرمائیں کہ بعد تشکیم لفظ رضا وغیرہ مقدر ہے اور معنی یہ کہ
شیخین کے ساتھ رضا و خوشنودی سے وقت وفات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے
کہ باوجود سعی و سفارش جناب امیر کے اگر جناب سیدہ شیخین سے راضی نہ ہوتیں تو مخالفت مر
جناب امیر کے جو امام برحق تھے لازم آتی اور نیز اس کے مخالفت ہوا کہ من زوجہ مطہرہ شہرہ و من
مخالفت تو درپیش چیز نخواستہ مکر و جیسا کہ روایت ہمار و علل الشرائع میں مذکور ہے۔ ابلی حق بھی یہ
ہی فرماتے ہیں کہ جملہ تشکیم معقید ہے بقید فی امر مذکور فی ذلک المال۔ اور معنی یہ کہ ابوبکر کے
ساتھ معاملہ مذکور اور اس کے مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک پھر کلام نہیں کی کیونکہ سیدہ
پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی اور یہ ہی وجہ ہوتی کہ جناب
امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جاگیر کو حضرت علیؑ و آلہ وسلم کے درمیان تقسیم نہیں
فرمائی اور نہ بنی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اسی طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء سابقین کے زمانہ میں
ہوا کرتا تھا۔ پھر چنانچہ علامہ بھائی صاف شہادت دے رہے تھے فعلت الخلفاء بعدہ و کذا
ان ولی معاویۃ قاطع ثلثھا من ان اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ
خلافت میں بھی معصوب رہے اور آپ بھی اس میں اسی طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء سابقین
کرتے۔ جتنے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر رد کر دیا جس کی نسبت حضرات
شیعہ فرماتے ہیں جس کو ابن میثم نقل کرتا ہے قالت الشیعۃ فکان اول خلاصۃ ردہ و اگر
فدک معصوب تھا اور خلفاء غاصب تھے تو جناب امیر معصوم بھی اس فعل میں ان کے شریک ہیں
پس اگر خلفاء کا کوئی فعل موافق فعل معصوم کے واقع ہوا تو اس فعل کی نسبت ان پر لعن کرنا و حرمت
امام معصوم پر لعن سے اور یہ کہنا کہ خلفاء مکرکب غضب حق اور جور اور فاعل حرام ہوتے گویا امام معصوم
کی نسبت کہنا سے بدو امام معصوم کی نسبت ہے کیونکہ جناب امام حسن نے اس پر و ظلم کو اہلیت سے
اپنے زمانہ خلافت میں منکر فرمایا پس جب امامین معصومین کے موافق خلفاء کے فعل ہوتے تو وہ کیونکر
محل لعن ہو سکتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ معاملہ مذکور میں حقیقت خلفاء کے جانب مبنی ہو جناب
سیدہ پر بعد نئے حدیث نحن معاشیر الانبیاء کے واضح ہو گئی تھی کہ پھر آپ

معاہد میں لب کشائی نہ فرمائی اور آخر میں سے بھی کسی نے اس کا پھر نام نہیں لیا۔ پس روایت بخاری
سے خلیفہ صدیق کے لعن میں استدلال کرنا حضرت مجیب اور ان کے حضرت صاحب نجات الیہما
کے فہم کی غریبی ہے پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ بمقتضائے کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں
کہ اہلسنت نے ناچار ہو کر مذہب جو حرکتیں کیں اور مصداق مثل منشور العزلی تیشیت بکل حشیش
کے ہوئے اور کذاب و افتراء کتب شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بول اللہ و قرآن
بارہ میں اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ استدلال شیعہ کا اس جگہ صحیح ہو سکتا ہے اور
جب ان کے علامہ ابن میثم نے لکھ دیا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ کذاب و افتراء اثبات رضا
چاہا کذب و افتراء کو اپنے علامہ فاضل قجہر ابن میثم کی طرف منسوب کرنا ہے۔ اب اس علامہ ابن میثم
کی شہادت پر دیکھیں کیسی کچھ حرکتیں مذہب جو فرمائیں گے بلکہ اہل حق کو مٹا دے ہو کہ ابن میثم نے تو بعد
تحریر روایت گویا فضیلہ ہی کر دیا اور فرمایا و فی ہذہ القصۃ خبط کثیر بین الشیعۃ
و مخالفینہم تو علامہ بھائی نے اعتراف فرمایا کہ اولین و آخرین شیعہ معاملہ مذکور میں مبتلا خبط کثیر
ہیں۔ اور اہل سنت کے خبط کا دعوئے پس محض بلا دلیل ہے اگر حوصلہ ہو تو ثابت کیجئے۔ وقت
تقریر ان اقرار الاعتقاد حجۃ علی النفس فقط والحمد للہ علی و صرح الحق۔

قولہ: آپ نے بھی عقل کو داخل نہ دیا اور باوجود دعوئے علم مناظرہ دانی ایسے ثبوت کو کہ
اس سے سکوت بدرجہا بہتر ہے فخریہ تمہید ہمارے سامنے پیش کیا۔

اقول: حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جب عبارت کے مطلب
کو نہ سمجھیں تو سرفارغ الذمہ میں انہوں نے کہ بااین ہر ادعا مناظرہ دانی مطلب عبارت کو تو خود نہ
سمجھیں اور ان الزام ہم کو دیں۔

قولہ: غور فرمائیے کہ میری وہ عرض جو سابق میں گذارش ہوئی کہ آپ بددن دلیل اپنے
علماء کے دعوئے لسانی کو تسلیم کر لیتے ہیں درست ہے کہ نہیں۔

اقول: جس قدر بجائے پہلے گذر چکی ہیں ان سے بخوبی واضح ہے۔ اور اہل نصفت
و ذکا و دانش و منی بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اپنے علماء کے دعوئے لسانی کو بلا دلیل آپ تسلیم فرما لیتے ہیں
یا ہم ہر ایک بحث میں جس کا دل چاہے دیکھ لیوے۔

قولہ: تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے مقدمات پر نظر نہ کر کے فخریہ بلکہ بطور دھمکی متبادل
ختم پیش کرتے ہیں انہوں نے حقیقت سے بھی تو عین و انصاف سے کام لیا کیجئے۔

اقول: یہ حیث و افسوس عقل و انصاف سے کام نہ لینے کی نسبت حضرت مجیب ہی کے عائد حال ہے کہ آپ کو اپنے علماء کی تقلید میں حق و باطل میں تمیز نہ رہی چنانچہ ایک بحث سے واضح ہے ہم کیا کہیں اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیں۔

قولہ: آپ کے خاتم المتکلمین کا یہ فرمانہ اور تصنیفات طبری کے لہجہ والدین و امین الدین شہرت دار محسوب و محدود دعویٰ زبانی ہے اور بدون دلیل دعویٰ قابل اصفائیں جو آپ تو درکنار دعویٰ بے دلیل قبول خود نہیں، چنانچہ جناب بھی اسی تحریر میں فرماتے ہیں (و دعویٰ بلا دلیل کے واسطے تو محض انسلم ہی جواب ہے بلکہ انسلم کی بھی حاجت نہیں کیونکہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر مقبول ہے انتہی لہذا الحاح جزیرہ) پھر تعجب ہے کہ اثبات توثیق کتاب مجاہد السالکین میں جو آپ نے بڑے فخر و ناز سے خاتم المتکلمین کی کلام نقل فرمائی اس اپنے قول کا بھی پاس نہ کیا یا یاد نہ رہا۔

اقول: ہمارا دعویٰ اثبات رضا رجناب سیدہ رضی اللہ عنہا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فدک میں روایات شیعہ سے تھا اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف مجاہد السالکین کے ثبوت توثیق پر نہیں اور نہ ہم کو اس کے اثبات توثیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتدہ شیعہ میں وارد ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور جب ہمارا مدعا دوسری کتب سے بھی ثابت ہے اور مجاہد السالکین پر ہی موقوف نہیں تو اس روایت کے وضع کرنے کا اور نام کتاب کے تراشی کا الزام خود ہمارا مشور ہو گیا کیونکہ یہ ثابت شدہ ہے کہ ہم کو کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اس وقت ہوتی جب کہ ہمارا اثبات مدعا اسی پر منحصر و موقوف ہوتا تو ایسے وقت میں احتمال تھا کہ شاید نام کتاب از خود تراش لیا ہو، لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہم کو اس کے اثبات کی ضرورت کیا باقی رہی اور اس کے اثبات کے واسطے اسی قدر گنا کافی ہے کہ حکیم سلامت علی خان مرحوم کے پاس تھی، اور عماد الدین و امین الدین طبری کی تصنیفات سے ہے، اگر بالفرض یہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارے مدعا کو اس سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے، اسی واسطے ہم نے نقل عبارت خاتم المتکلمین صرف آپ کے صحت الرایح کے ابطال دعویٰ کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و افراء فرماتے تھے نہ ثبوت توثیق میں کہ اس کی ہم کو حاجت تھی اور سہلان دعویٰ صاحب ضعن الرایح بخوبی واضح ہے پھر جناب

کا یہ فرمانہ تعجب ہے کہ اثبات کتاب مجاہد السالکین میں جو آپ نے بڑے فخر و ناز سے خاتم المتکلمین کی کلام نقل فرمائی اس اپنے قول کا بھی پاس نہ کیا یا یاد نہ رہا۔ محض حضرت مجیب کی خوبی فہم و انصاف سے ناشی ہے۔

قولہ: عجب نہیں کہ موافق و سیف مسلط کو ہماری ہی کتاب میں سمجھے ہوں۔ اقول: سبحان اللہ حضرات کے خیالات اور دعویٰ کی یہ کیفیت ہے کہ جو کتابیں ہمارے روزمرہ استعمال میں ہیں ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتابیں سمجھے ہوں کوئی حضرت سے پوچھے کہ یہ آپ نے کیونکر سمجھا یہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہیں کہ آپ نے اجتہاد سے پیدا کیا ہو، ہاں اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہوں گے تو البتہ فرشتہ کی زبانی جس کی صورت نظر نہ آتی ہوگی معلوم ہوا ہوگا، مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علماء کی فرستوں کو جو علماء شیعہ کے بیان میں لکھیں ہیں ملاحظہ فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے علماء کو مصنفین اہلسنت و شیعہ میں تمیز نہیں ہے اور علماء اہلسنت کو اپنے علماء میں محدود کیا ہے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ قیاس کن زکستان من بہار مراد اقول جس عرض سے آپ نے یہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بے شک آپ کے ہی حال کے منایت چسپاں ہے ہم بھی صادر کرتے ہیں۔

بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی: عاقلان خود میداندند
قال الفاضل المجیب: قولہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفاء کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ کون سی غلطی آپ نے ثابت کی۔

بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی: جب آدمی عقل و انصاف سے کام نہ لے تو جو منہ میں آوے کہ مثل مشور زبان سے لگی نہ کوا نہ کھاتے، لیکن اگر مشور و حیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اس وقت یہ فرمائیں تو البتہ مضائقہ نہیں۔

قولہ: ہر مقام مستدرک میں ایک ایسی کتاب کا جو ضل عننا معلوم الاسم و مجهول الجسم ہے اور معلوم الاسم بھی آپ کے ہی علماء کے نزدیک ہے حوالہ دینا اور جب ختم الحاکم کرے تو اس کی توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلاں عالم کے پاس تھی اور ہماری فلاں کتاب میں اس کا نام درج ہے اور بدون دلیل کسی عالم خصم کی طرف نسبت کرنا اسی کا نام غلطی ہے تعجب ہے کہ سب مشور مہندی الی جو کہ تو قوال کو گناہنے اپنی غلطی ہمارے

ذمہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضحیم تیار ہو۔ **ابن کاراز** تو آید مردان چنین کنند۔

اقول: یہ حضرت یہ کتاب عقلاً صفت سی لیکن ہم گزارش کر چکے کہ اس کا مہول ہونا ہمارے استدلال کو کچھ مضرب نہیں ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ جب ختم انکار کرے تو اس کی توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب الہی محض خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکار کا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر منہج البلاغت میں نقل کی ہے پس یہ اس امر کا البطل ہے جو آپ کے صاحب طعن المراح نے اپنی غلطی سے دعویٰ کیا ہے کہ یہ مستبعد است کہ نام کتاب خود شبدروغ ساختہ باشد اور وضع و افتراء کو علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب سے استشہاد کتب مقدمہ میں موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہیں چنانچہ اسی غلطی کے ثبوت میں ہم نے یہ عبارت نقل کی تھی، اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے ہیں انصاف سے فرماتیں جب یہ اس کتاب کا نام صواب و غیرہ میں مذکور ہے تو صاحب طعن المراح کا افتراء کہ حضرت علامہ دہلوی کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنٹوری کا اس کی تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب سوم میں اس کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے ساختہ پروا فرماتے ہیں یعنی علامہ کنٹوری کی اور صاحب طعن المراح کی خطابتے کہ نہیں افسوس کہ آپ نے یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دانستہ اغراض فرمایا کہ اصل اعتراض کی طرف اشارہ نہ کیا اور بے فائدہ جوش و خروش فرمایا، پس ہم بھول اللہ وقوتہ آپ کی ہی غلطی آپ کے ذمہ لگاتے ہیں اپنی غلطی آپ کے ذمہ نہیں لگاتے، لیکن آپ ذرا فہم عقل سے کام لیجئے ختم کے مدعا کو سمجھئے اور ناحق واویلہ فرمائیے۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ہم نے جو عرض کیا تھا کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جائے تو ایک کتاب ضحیم تیار ہو سکتا تھا اور مہندی کی مش جو تجویز فرمائی اس کا جواب ہم کیا نہیں اہل دانش و انصاف سمجھتے ہیں کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہے اور نیز اس کا جواب خالی از ہزل و خرافت نہ ہو گا اس لئے ترک کرتے ہیں۔

قولہ: ہاں بسی غلطیاں ہم نے ثابت کی ہیں، اگر ایسے اغراض کا استیفا کیا جاوے تو نہ صرف ایک کتاب ضحیم تیار ہو چنانچہ آپ کے جواب میں کسی قدر تحریریں اور نسخے

صفحوں اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھے گئے ہیں، اگر ہمارے حضرت مجیب کو شوق ہے تو اجوبہ مستحق ملاحظہ فرمائیں۔

اقول: جس قدر غلطیاں آپ نے بزم خود تحریر فرمائی ہیں منجملہ انہیں اغلاط کے ہوں گی جن میں صفحات و اوراق لکھے گئے ہیں۔ پس ان کا حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر قیاس کر لینا چاہیے پس جب کہ ان جوابات کا یہ حال ہے تو اصل اغلاط بھی بجائے خود قائم رہیں اور علاوہ ان کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید ہراں ہو گئیں، پس جس قدر غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی بابت کتاب ضحیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہم نے گزارش کیا تھا۔ **قولہ:** ارادہ تھا کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیاں حضرت خاتم المحدثین کے ہدیہ نذر کریں، چنانچہ کسی قدر ذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور بیماری نے اور عید الفطری نے مجبور کر دیا اس لئے اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں۔

اقول: ہم کو بھی خیال تھا کہ کچھ غلطیاں صاحب تشبیہ و علامہ کنٹوری و شہید ثالث و صدوق وغیرہ کے آخر میں پیش کریں گے اور ہمارے حافظ میں موجود ہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کی ان خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کھینچ رہا ہے جو اصول مذہب تشبیہ کے لئے بیخ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہے کہ اور ان کی خطاؤں کا اظہار کیا جاوے اور اگر ان کی غلطیاں ختم نے تسلیم بھی کر لیں تو مذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہے اس لئے ہم نے ان ہی ضمنی غلطیوں پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور پیشتر بھی صرف آپ کی تحریک ہی کی وجہ سے ہم نے گزارش کر دیا تھا، اگر آپ اپنے سوال میں اس قصہ کو نہ پھیرتے تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں ان کی کیفیت بھی بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیاں تھیں اہل عقل و انصاف بغور و تامل دیکھ لیں۔

قولہ: اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کبھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ یا رہا باقی و صحبت باقی۔

اقول: بزم اس سلسلہ کے بادی ہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار آپ نے یا آپ کے شفیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے جب تک آپ کا اور ان کا دل چاہے

جاری رکھتے اور جب دل چاہے ختم کر دیجئے۔ ہم مامور محض ہیں اور ہر طرح حاضر ہیں تحریراً
تقریراً جس طرح دل چاہے سیکھ لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے۔

قال الفاضل المجیب: قولہ بنا برال اس قدر قلیل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دوسرے
وقت پر مختصر کرتا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الهدی۔ اقول جس قدر قلیل پر آپ نے اکتفا
فرمائی اسی قدر ہم بھی جواب گزارش کر چکے، اگر آپ تفصیل سے لکھیں گے تو ہم بھی جواب منسل
کو حاضر ہیں والسلام علی من اتبع الهدی۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی: جس قدر آپ نے ہمارے جواب میں تحریر فرمایا وہ
سب ہم آپ ہی پر منتحب کر چکے اور واضح کر چکے کہ یہ محض اداہم باطلہ و خیالات لاطالما تھے
پس عقل والی صاف سے کام لیجئے، تعصب و نفسانیت کو چھوڑ لیجئے۔ اور الباطل حق پر نہ اتار
ہو جیئے و صراط مستقیم اختیار کیجئے۔ وما علینا الا السبل والحمد لله اولاً و آخراً
دائماً سرمداً و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ
و انشیاعہ و احبابہ اجمعین۔

اس کے بعد ہمارے فاضل مجیب نے دو تحریریں جو بعنوان جواب مولوی پیر
محمد خان صاحب سہارنپوری میں ملحق کی ہیں، پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت و طعن و
تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تلبیہ کی بحث بے محل چھڑ گئی۔
اس کے جواب کی چندال حاجت نہیں۔ اور دوسری تحریر میں حدیث بخاری سے جو متضمن
تاخیر بیعت تاشش ماہ ہے اور قصد احراق سے تعرض کیا جس کا مفضل جواب اس تحریر کے
مواضع متعددہ میں موجود ہے اس کے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور علاوہ اس کے
جیسا کہ حضرات تنبیہ کی خدا و رسول پر افترا و بہتان باندھنے کی عادت ہے اسی عادت قدیمہ
کے موافق کذباً و افترا، بحوالہ معالم التنزیل تفسیر سورہ یسین ایک نبی پر انبیاء سے بت پرستی
کا بہتان باندھا وہاں ہذا الاکذب صراح و بہتان بواح۔

حضرت مجیب کا بحوالہ معالم التنزیل یہ فرمانا کہ ایک نبی نے دین کی ترویج
کیلئے کفار کی عبادت میں شریک ہونا اختیار کیا تھا محض کذب و افترا ہے

اول تو یہ ہی مسلم نہیں کہ ترویج دین کی نیت سے بت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین
میں کسی کے نزدیک ثابت فرمادیں کہ اس غرض سے کفار کے عبادت خانوں میں جانا اور ان کی
عبادتوں میں شریک ہونا جائز ہو، دوسرے یاد آتا ہے کہ مجمع البیان میں ہے کہ انبیاء کو تو تلبیہ
نیک بھی جائز نہیں، علاوہ ازیں تفسیر معالم التنزیل میں ہرگز کسی نبی کی نسبت یہ نہیں لکھا ہے
تفسیر معالم التنزیل کتاب نادر الوجود نہیں سر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جس کا دل چاہے حضرت
مجیب کا ان کے اکابر کے افتراء کا جن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تا شاید کچھ کیوے
اب ہم اس کا جواب گزارش کرتے ہیں جو مولوی پیر محمد خان صاحب کی پہلی تحریر کے
ضمن میں ہم کو خطاب کر کے فرمایا ہے

قولہ: حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس میں بصراہ اب گزارش ہے کہ آپ نے
اصلی سوال کا جواب عطا نہ فرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث میں طول دیا میرے کسی قول کا جواب
نہ دیا، مشرط کے دلائل جو آپ نے دریافت فرماتے بجا کیا۔ مگر میں نے سوال میں عرض کیا
تھا کہ اپنے اصول خلافت جو لکھیں مدلل لکھیں اس کا جواب کچھ بھی تحریر نہ ہوا میں نے گذشتہ
کیا تھا کہ اہلسنت خلافت خلافت ثلاثہ اپنے اصول موضوعہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتے بخیر
فرمایئے کہ یہ کتنا زائد دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔

اقول: چونکہ وہ محل آپ کے اصلی سوال کے جواب کا نہ تھا اس لئے ہم نے تفصیل عرض
نہیں کیا تھا اور مجاہدہ بھی موجود تھا، کاش آپ تامل کی نظر سے ملاحظہ فرماتے۔ اور زائد گفتگو
کی بنا خود جناب کی زائد گفتگو ہوئی تھی، اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چھڑا تو اس
پر بندہ نے بھی مختصر عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتے تو بندہ بھی عرض نہ کرتا، اور آپ کا فرما
کہ میرے کسی قول کا جواب نہ دیا انصاف ساری سے بعید معلوم ہوتا ہے اس کے جواب میں بجز
اس کے کہ کبھی جھوٹ بولیں اور کہیں کہ آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دے سکتے
جس سے آپ خوش ہو جائیں، ثبوت خلافت ثلاثہ رضی اللہ عنہم اس تحریر میں بخوبی مفصل

تحقیقا والزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو۔

قولہ :- اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو ہم اللہ ہم بھی حاضر ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جس طرح ہم نے آپ کے ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ بھی ہمارے ہر قول کا جواب تحریر فرمادیں اور جو کچھ لکھیں مدلل ہو اور اگر طوالت منظور نہیں تو صرف میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہو۔

اقول :- اگرچہ ہم کو تطویل مد نظر نہ تھی لیکن فرمائش سامی کے موافق آپ کے ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے مدلل عرض کیا ہے چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تعالیٰ بعد معائنہ واضح ہو جاتے گا۔

قولہ :- ہم نے شرائط ثلاثہ آپ کی ہی کتب معتبرہ سے ثابت کر دیں اگر یہ مقبول ہوں تو فرمائیے کہ ان شرائط سے مشروط کون خلیفہ ہے اور اگر مقبول نہیں تو ان کو بدلائل و فرمائیے اور زائد باتوں کو نہ چھیڑیے ہم بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں۔

اقول :- یہ شرائط ثلاثہ کا ثبوت صرف بڑوسامی ہے وہیں اور فی الحقیقت ان کا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ جو بدلائل جناب نے ثبوت شرائط ثلاثہ میں تحریر فرماتے تھے ان کو ہم بدلائل نہ فرمائیے آپ کو اختیار ہے چاہے بحث کو مختصر فرمادیں یا طوالت دیں ہم کو آپ کی تطویل کا کچھ خوف ہے اور نہ اختصار کی خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح ہو جائے گا۔

قول :- اگر آپ کو اس تحریر کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہم کو کچھ شکایت نہیں۔
اقول :- اگر آپ ناخوش نہ ہوں اور میری تعلی و تبجیر پر محمول نہ فرمادیں تو میں واقعی بلا فتنہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کی یہ تحریر ہرگز قابل جواب و التفات نہ تھی اور میرا ہرگز دل نہ چاہتا تھا کہ اس کے جواب میں قلم اٹھاؤں اور اپنا تصنیع اوقات گرامی کروں اسی واسطے ماؤذیقہ ثلاثہ تک اس کی تحریر میں فصل مختارہ آخر جب مسافری اور میرا کوئی عذر قبول نہ ہو تو جبراً نہ وسط ذلیقہ ثلاثہ سے بالتراد جواب لکھنا شروع کیا۔ ذلیقہ سے پریشانی بھی چند اجزاء متفرق طور پر تحریر کر چکا تھا مگر وسط ذلیقہ سے لازم متحرک کر کے آج کو ہمارے دعوہ و حق الاولیٰ مسئلہ اوجہ بوجہ اللہ و توڑا کو منقطع کر دیا آئندہ بھی مجھ کو ترک و تحریر میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اگر آپ نے اس کے جواب پر تمہارا اٹھا یا اور مجھ کو اس کی تردید کا ایمانوا بشرہ زندگی انشاء اللہ تعالیٰ میں قطعاً اس کا جواب لکھوں گا ورنہ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ ایسی خرافات و منہات کے جواب میں قلم اٹھانے کو

میں سراسر تصنیع اوقات تصور کرتا ہوں۔

قولہ :- صرف آپ خلافت خلفائے ثلاثہ اپنے ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرمادیجئے اقول :- بھول اللہ و قوت ہم خلافت خلفائے ثلاثہ کو آپ کے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہیں آپ اس کو عقل و انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے نزدیک مسئلہ امامت فروع میں سے ہے پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرمادیجئے خلاف عقل ہے کیونکہ غایت مافی الباب وقوع اختلاف اگر ہو گا تو موجب عدم قطع کو ہو گا اور یہ خود فروع میں ضرور نہیں بلکہ فروع کے ثبوت میں صرف ظن کافی ہے۔ بایں ہمہ ہم نے بلا اختلاف خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو آپ کے اصول پر ثابت کر دیا ہے اور واضح رہے کہ اختلاف منہی سے وہ اختلاف مراد ہے جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ سفطیات کا انتفاء تو نبوت بلکہ اکیات میں بھی ممکن نہیں۔

قولہ :- غور فرمائیے کہ ہم کہاں تک وسعت دیتے ہیں یہ بھی اس صورت میں ہے کہ آپ کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی۔

اقول :- اگر جناب کو وسعت ہی پسند خاطر ہے تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہیں کہ آپ زائد باتوں کو ترک فرمائیے اور صرف امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیے یا امام کے لئے صرف عصمت ہی ثابت کر دیجئے شرائط ثلاثہ تو آپ کی کیا ثابت فرمائیے گے اور اگر آپ تحریر کی تحویں سے گھبراتے ہوں اور ہماری عدم الضررستی سے مجبور ہوں تو ہم آپ کو ایک عمدہ تدبیر بتاتے ہیں کہ آپ ہم کو تحریر فرمادیں ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیں گے اور یہ اس صورت میں ہے کہ آپ کو یا آپ کے شفیق کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی ہم کو کوئی شکایت نہیں۔ ہم نے یہ صرف اسی لئے عرض کیا ہے کہ آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہے کہ اس سنت کی مہاجرت سے آپ کے دماغ میں یہ گمان ہوا ہے کہ میری تحریر و تقریر کے مقابل میں کسی کو محال دم زدن نہیں۔ پس اگر فی الواقع آپ کو یہ خیال تو اور اہل سنت کی نسبت آپ خیال کرتے ہوں کہ وہ اپنے اصول کو ثابت نہیں کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے۔

قولہ :- آخر میں بعد نیاز یہ ہی گزارش ہے کہ اگر اس تحریر میں غلطی دھو ہو ہو تو بخیر

انتباہ

انتباہ۔ تحریر رسالہ ہذا میں حضرت مجیب مخا طب کا رسالہ
مکرمی پیرچی عنایت احمد صاحب سلمہ قدوسی گنگوہی
کے ذریعہ سے میرے پاس پہنچا، اس کے دیکھنے سے حضرت
الضاف اور بھی بخوبی معلوم ہو گیا، چونکہ مسائل خلافیہ کی
بڑے مسئلہ کی بحث کے ضمن میں بہت سے چھوٹے اور
ہے اور یہ رسالہ ہدایت الرشید بہ
کو شامل ہے جو تفصیل اس میں لکھے گئے ہیں۔ لہذا
بحثوں کے جوابات تو اس رسالہ ہدایات الرشید میں
کی وہ بعض بحثیں جن کا کوئی قریب تعلق اس رسالہ کی بحثوں
اس رسالہ میں نہ تھا، ارادہ یہ تھا کہ خاتمہ رسالہ پر حسن المقال
ہدایات میں جواب نہیں لکھا گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکھ
رسالہ ہذا میں ان کی تردید کی طرف ایما اور ان کے ضمنی ذکر
ختم رسالہ ہدایات معلوم ہوا کہ جامع بین المعقول والمنقول
حافظ کلام اللہ جناب مولانا مولوی مشتاق احمد
قصبہ انبھٹہ ضلع سہارن پور نزل لدھیانہ جو میرے
کا جواب جو غالباً مسمیٰ تجبیل المنال باصلاح حسن المقال
لہذا اس خیال سے کہ تحصیل المنال حسن المقال کے
سے معنی ہو گا۔ اور نیزہ بجائے خود یہ رسالہ ہدایات
بندہ نے اپنا ارادہ اس کی تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ
حضرت مجیب نے حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبارتیں لکھ
شہادت دی ہے اس کی نسبت اس قدر گزارش ہے کہ
عبرت انگیز واقعات جو اولین و آخرین ان حضرات کو یہ
کریں۔ چنانچہ ابھی مولانا مولوی سید نربین العابدین منظر

اصلاح ملاحظہ فرماویں کیونکہ مجھ صبا جابل و ناداں ہرگز اس لائق نہیں کہ اس بحث میں جو علمایہ
اعلام کا کام ہے کچھ لکھے محض اپنے شفیق دلی کی خاطر سے کچھ لکھا گیا۔

اقول: یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہے ورنہ اپنی تحریر بمقابلہ
خضم ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنے اساتذہ
کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اس کے موافق ہم نے حکم کی
تعمیل کی اور جو کچھ نظر سرسری میں بائیں قابل اصلاح آئیں بصدا دہ عرض کر دی۔

قولہ: یہ بھی عرض ہے کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عند اللہ معاف
فرماویں، عرض آپ کو یا کسی کو رنج پہنچانے کی ہرگز نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ علیم ہے مگر آپ
جانتے ہیں کہ مباحثہ مذہبی میں احتیاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ بولے اور
لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ والسلام خیر خاتم۔ سرسرا عیب و شین فرزند
حسین عفی عنہ۔ ۲۷ محرم الحرام۔ مطابق ۲ نومبر ۱۸۸۵ء۔

اقول: یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و الطاف اور کرم و اخلاق سامی ہے ہر چند
بندہ نے بھی الزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتیٰ اوسع تحریر نہ کر دینا
اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو عند اللہ معاف فرماویں کہ میرا قصد بھی ہرگز
رنج رسانی کا نہیں ہے خداوند تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو معاف فرماوے اور توفیق خیر کی عطا
کرے۔ و اخذ عوانا ان الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و
اصحابہ و ازواجہ و احبابہ اجمعین

قالہ بفعہ ورقمہ بقلمہ کثیرا لخطایا و العصیان کثیرا الذنوب و الاثام

خلیل احمد

وقفہ اللہ للتزود عند اقامتہ

فبہا و لغور صاۃ

اللہ عن الفتن

والشور

ربیع عشر شہر جمادی الاولیٰ سنۃ ۱۲۸۵ الف و ثلثمائة و اربع من ہجرت سید القلیل صلی اللہ علیہ

بعد جو داہیر بعض اعیان ملتان کے یہاں پیش آیا تقریباً اسی کا نمونہ ہے، جیسا بعض
 ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعداء کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے نزدیک
 واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لئے ہوتے ہیں نہ شہادت کے لئے
 اس لئے ہم نے اس کو شجرہ نفاہیت سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے ترک
 کر دیا اور اس پر قلم نہیں اٹھایا۔ سبحانک وبحمدک اشہدان لا الہ الا
 انت استغفرک و اتوب الیک اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت
 وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم و انت
 المتخول لا الہ الا انت۔

تصدیق

از جناب قدسی آیات فیض انتاب قدوة الواصلین زبدۃ العارفین
 عارح معارج السرار ولایت نایب منایج الوار ہدایت آموزگار
 تلقین و تعلیم مرشد صراط مستقیم پیشوائے اصحاب طریقت مقتدا
 ارباب حقیقت کرم رفتار منازل ملت و دین قافلہ سالار مرحل حق یقین
 مجاز شناس حقیقت دان غلوت پسند جلوت بیان ہر جہہ نوشتہ
 وحدت الوجود و التجربہ شیعنا غلام فرید صاحب سلم
 اللہ اللطیف سجادہ نشین چاچوڑاں شریف دامت برکاتہ۔

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کامل مولوی خلیل احمد صاحب نے رد فرمائے
 مضامین شیعہ را فضیہ میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے مملو ہے اور مطابق
 ملت قدسیہ اہل سنت و جماعت کے ہے۔ میں بعد مطالعہ اس کتاب کے تصدیق
 کرتا ہوں کہ جو جو مولوی صاحب نے لکھا ہے فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ واللہ
 علی من اتبع الهدی۔

العبد

حاکم کیا فقرہ غلام فرید چشتی حنفی عفی عنہ بقلم خود

تقریباً دلیلی بر تحریر بر لفظ بصنعتیکه از سر فقره اش ۱۳۰۶ هجری معلی
 ہویدا میشود چکیده قلم یا قوت رقم ناظم رنگین خیال ناشر عیدم المثال
 مباح بحر نکته دانی سیاح اقلیم بیان و معانی اسوة الکاتبین مولوی عزیز الیہ
 صاحب خوشنویس حضور سرکار ابد قرار والی ریاست بہاولپور خلد اللہ ملکہ

۱۳۰۶ هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ الْحَاجِدُ

ہذا کہ این کتاب کمال
 و بعنایت عامر سید الانام و صاحب الحسام و القلم
 چہ کتابیکہ ہر فنش مودب
 پڑ از مدح و خوبی چہ ریار
 از ہر نقطہ او مہر بر دل شیعیان
 بجمت امامیہ تیر عقیدہ
 پی رافضیان نادرک حسنین
 منشور شہادت
 زیب دہ مجلس عالمان ذوی العقول
 باطل ساز کجی مذہب ناحق
 تیر ادب بکجی دشمنان
 دران رد اہل التشیع
 جا بجا عبارتش فیض بوحسن
 داغ دل اہل لفاق
 کلمہ خبیث است عقل
 روایات او مسند از کتب امامیہ
 ہدایت آراء نسخ رنگین
 منشور سخن
 بجان تیر چو کہ میست بہ بدن کا زید و بیک

و نامہای آن کلام ہدایت ارشید

از تالیف فیت عالم صحیفہ ربانی
 رکن و حامی دین خدا و رسول
 وحید الدہر شہادت پناہ
 قاری بادب و حاجی حرمین شریفین
 سلالہ فقیہای مبارک خصال
 جناب قدس مآب مولوی غیل احمد صاحب
 حسب ارشاد و اداد جناب علی نقی صاحب
 منہل خاندان سیادت
 منبع فیض ندیم سلطان
 اخلاص کیش و محسن من
 زہی فرمان بر چار ریار رسول
 سید عالم تغنی شاہ صاحب بی بی شک منظر جود
 زیادہ جزاۃ اللہ فی الدارین خیرا
 بمطبع قدوسی طراز طبع گرفتہ
 طبع اتمام پوشیدہ پسند دل دانا گزیدہ
 التماس بجناب ولا طبعان ستودہ آئین
 واحترام العبادت راگن عزیز الدین غنی غفرلہ
 اگر نگلی خطای و عیبی فہم نمائید

۱۳۰۶ ہجری میں تالیف ہے۔

حضرت مولای طویل احمد	فاصل و هم حافظ و عالم و آید	حامی دین حاجی بیت حرم	نامی شکر است فدا را صیب
حامی معقول و محدث فیت	جامع معتدل و مغرور لبیب	از پی تردید دلیل مجیب	کرد چه تعین کتاب عجیب
صاف کن باطن اهل حسد	نور دیر دید صاحب صیب	فکر چو فیر و ز میز و لبی	از پی تاریخ بجز غریب
و ابا و نفس غیب این ندا	سر مدنی دیر فاضل مجیب		

قطرہ تاریخ از طبع قناد و ذہن نقاد عالم کمال و فاضل
 سید محمد زمان شاہ صاحب قصوری و غیر لوہری متخلص
 جناب مولوی صاحب معظم شفیق و
 وحید العصر میں علم و شرف میں فضیلت
 جواب اس میں عجیب و نران شکن میں کر شیعہ طہ
 جزاء اللہ فی الدارین خیرا کہ ممنون
 غنیمت ہے وجود ان کا جہان میں وجود ان
 ہدایات الرشید ان کا رسالہ بہت عمد
 براتے دوستان ہے مثل گل کی بشل خار
 نیازی نے لکھا ہے بخت کی رو سے کلام و

تقریظ منظوم کتاب مستطاب بجانب محصیت ملبوس حا
 غفر اللہ لوالدیر و احسن الیہما و الیہ مالک مطبع قدو

زبان خام و وقف حمد حق ہے مگر ہیبت
 مداد تیر میں کو ہے روانی ہوئی جانی
 کنوؤں کی اس کے ڈر سے چشم تر ہے چمن میں
 بے جاتے میں دریا ہو کے پانی سمندر
 اسے یکساں ہے قربت ہو کہ دوری برابر ہے
 اسی کے ڈر سے کا مہیدہ ہوا کاہ ہوا چنی
 وہ دیکھو دھوپ پر بچانی ہے زردی بگولے کر
 پیچ کر بھاڑ میں کنتا ہے دانہ الہی مجھ
 سمٹ کر تل بنا رخسار کا خال رخ گلور
 نفس بھی دم بدم زیر و زبر ہے کمر باندھے
 اسی کے حکم میں پلتے ہیں تارے حجاب اس

تاریخ
 کتاب الحکمت ایضہ
 منظم

کتاب کریو برد الروافض
 کتاب مجید ہدی للذنام
 لعدمة الفاضل الیلمعی
 فصیح بلیغ ادیب ادیب
 هو العاقل الاکمل اللوذی
 وقد رد احوال خصمہ جیفا
 قد احتج فیہ بنصر صریح
 یدع الرشاد و یدعو الضلال
 بانذار حق معافی الکتاب
 و یاہب الحق النظر الیہ
 سیستغنی عن کل داء الشکوک
 و ینبذ عن کل فحش و منکر
 کیف قضیب مزیم الفتن
 مفید بشیر لاولہ لفظن
 خلیل النبی فرید الزمن
 شریف باخلوقہ ذوالمنن
 کتمس الغنی فی سماء الطین
 بنوع عجیب و وجہ احسن
 فمن یرغب عن نصر من کن
 و یسعی لجهل و یلقی الخبن
 کارہا و رد باعلی الفتن
 مع الجہل ثلث الوانی والوہن
 کاکل العقاقیر لیشفی البدن
 و یهدیک حقا و یقض الشجن

ایضہ بتاریخہ قال عبد الملك - کتاب التخلیل مجید و احسن فارسی

جناب مولوی صاحب مکرم	ادیب فاضل و مقبول مزید	تخلیل احمد کراچی ثانی	باخلاق و باوصاف و مجاہد
مرتب کردہ رزق رواض	کتابی راہ بر زبان شریف	حروف حق جلد در سکہ سلطوش	در نشان است چوں گل و فرید
چو تخریش بیا و گشت راج	متاع خصم اور گردید کاس	مخالف ہر جہاں است الزام	نمودہ بر مخالف جلد عاید
	ترہی تاریخ طبعش گفت و	ہدایات الرشید از مہر عائد	

زمین و آسمان سب اس کے مقاد
طبیعت ہے جو اس مضمون کی حامی
زبان آسمان تا مرکز خاک
فروزد آئند یا بالاشتات بند
سحاب رزق اس کا سب پر برسا
حجم و فعل اس کے ذات میں ہے
خدا کی کبریا کی منین تھا
ادامتھی نے کی کچھ حمد باری
ہوا ہے لغت کا یہ کس کے آہنگ
طبیعت خود بخود ہے کس کی جو ان
مگر ذکر شہ ختم رسل ہے
محمد ابن عبد اللہ کیا میں
وہ ہیں اقلیم معنی کے شہنشاہ
وہ سبحان الذی اسرے کا سر نہیں
وہی میں مسد امر و نواہی
وہی احمد وہی محسود بھی ہیں
وہی تکرین عالم کا سبب ہیں
انہیں سے رونق کون و مکان ہے
فلک پر تا ہومہ دریا میں ماہی
سے اس کے بعد یہ مقصود خام
کیا ہے اہل حق نے اس کو تحقیق
وہ پہلے جانشین مصطفیٰ ہیں
وہ یار غار خیر المرسلین ہیں
جو ثانی میں وہ نہانی عسر ہیں
پس تخت کے وہ دو نور خلیفہ

ملک جن و بشرہ خود پر ہی زاد
مجھے یاد آ گئے دو شعر جامی
اگر صدہ بیالے وہم و ادراک
ز حکمش ذرۃ بے سیردن نیابت
نہ ترساتک کبھی روئی کو ترسا
سکت اللہ ہی کی ذات میں ہے
وہی ہو گا وہی ہے اور وہی تھا
تو اب لغت نبی کی آئی باری
کہ ہے طرز بیان کا اور ہی رنگ
سمندر فکر کیوں ہوتا ہے پویان
شروع سنت ہادی سبیل ہے
رسول اللہ و ختم الانبیاء ہیں
صراط مستقیم ان کی گزیر گاہ
وہ شافع میں شفاعت پر مسرت ہیں
وہی بے شک ہیں محبوب الہی
وہی حامد وہی معبود بھی ہیں
وہی تخلیق آدم کا سبب ہیں
انہیں سے عزت ہر وہ جان ہے
درو ان پر سلام ان پر الہی
کہ ہووے منقبت ہی درج نام
کہ ہیں بعد نبی ابو بکر صدیق
وہ کان صدق میں کان صفایں
وہی مصداق آیات مہین ہیں
رسول حق کا بازو ہیں کمر میں
رہی دوران سے یہ دنیا کی سید

بنائیں مسجدیں ڈبا ڈبا کے گرجا
لگائے کافروں کے زخیم کاری
میں عثمان مصدر شر م و حیا داہ
وہ ذی النورین کہلائیں نہ کیوں کر
کھلا ان سے زباب فتنہ ہرگز
وہ تھے بس نیک خوا ورنیک عادت
علی مرتضیٰ ہیں بعد ان کے
خلافت میں اگرچہ ہیں وہ چوتھے
ہوں تیری رحمتیں چاروں پر یارب
ہو جب آ کے اک شیعہ مقابل
وہ قابل کیا ہیں کامل ہیں اہل ہیں
حدیث و فقہ و تفسیر ان کے دل میں
انہیں حاصل ہے وہ معقول و منقول
وہ حافظ ہیں وہ حاجی ہیں ولی ہیں
خلیل احمد ہے ان کا نام نامی
برے ہی خاکسار اور متقی ہیں
سے ایسا مذہب حق کا انہیں جوش
وہ ہوں کاغذ ہونیز کا قلم ہو
وہ کرتے ہیں حریموں کو دوبارہ
سے افحام العینہ ایسا رسا
دلائل اور برہان سے ہے لہریز
یہ اس کے نام اب بھیجا ہے مکتوب
جو مقبولوں پر کرتے ہیں تہنیت
جو ہے مسرور و محبوبت پرستی
بناتی ہے محرم میں جو مشہور

کلیسے کہا قبلہ کو پھر جا
کیا اسلام کو عالم میں جباری
وہ شوی بنت پیغمبر ہیں واللہ
کہ دیں جن کو نبی دو اپنی دختر
منیں لائے وہ تاب فتنہ ہرگز
ملی انجام میں ان کو شہادت
ہیں پیروا دیائے سعد بن کے
اسی شمع ہدی کے پردہ کو تھے
رسول اللہ کے یاروں پر یارب
تو ہم میں سے بھی اٹھا ایک قابل
وحید و ہر شان لم یزل ہیں
علوم و فضل ان کے آب و گلاب
کہ دشمن ان کو نہ جوتے ہیں معقول
وہ گلزار فضائل کی کلی ہیں
رہیں دارین میں یارب گرامی
خلیل حق ہیں ثانی تلقی ہیں
کیا دم میں چراغ خصم خاموش
تو دم میں گردن طغیان قلم ہو
سر اقدار کا لیتے ہیں احبارہ
کہ جس نے اشتیاق کو مار ڈالا
یہ کوڑا ہے سے ہر فتنہ انجیز
کہ ہے جس قوم کو دشنام خوب
سے سب و شتم جس کا روزگار
ہے جس کے گھر میں اجس شرک سستی
کیا جس نے عقیدہ اپنا ہتھ

وہ صاحبِ مہم میں رائج ہے فقیر
 ہے جن کا روز و شب طرفِ ملامت
 بیان کرتے ہیں جو اٹلے یٹنے
 رہنما دامنِ میں وہ بارہ
 ہوا گویا کامِ اللہ بیکار
 ہے نقشِ شکر جن کے دل پر کندہ
 دکھائی مولوی نے ان کو دلی
 لکھے ہیں یہ ہوا بابتِ حقیقی
 ہے الزامی ہوا بول کا عجیب رنگ
 غرض جو کچھ لکھا اہم لکھا ہے
 یہ نسخہ جو دوسرے شیعہوں کا بڑی
 ہوا قدسی کو فکر سال پیدا
 مخالفت آگیا مجدد کو انظر اب
 ذرا انھیں ملا بابت کیجئے
 جو چکی سال نبی نبی نمایاں
 عدد میں اسبت علی ہذا و منقول
 قیامت میں شفاعت کا ذریعہ

ہے متعجب جن کے فغول کا بقیر
 ہے گالی جن کے مذہب کی علامت
 کہ اترے تھے اماموں پر صحیفہ
 جدا قرآن سے ہے ہر اک کا پارہ
 اترتے کیوں صحیفے در نہ ہر بار
 کمرے ہے طفل جن پیروں پر خند
 کہ چھوڑیں کچھ تو عاداتِ جہلی
 نیکی ہوں جنوں انکو محی پر حقیقی
 عدو ہو جائیں گے پڑھ کر انہیں دنگ
 کہ ہر حرفِ دُر بے بہا ہے
 ہو اس کی دین دنیا میں منادی
 کہ ہے ہدایت سے ان باتوں کا شیدا
 تو میں کتا ہوں اس سے بے خطر اب
 غلیل احمد نے دی ہے مات لیجئے
 کہ تھا ان کا بھی کتنا مجھ کو شایان
 پڑی سچ رخصت پر یہ سیفِ مسلول
 لکھی قدسی نے کیا دلچسپ تاریخ

ایضاً قطعہ تاریخ
 ۱۳۰۵ھ

ہو افی م العزیز الدن میرے
 لکھی قدسی نے کیا دلچسپ تاریخ
 قیامت میں شفاعت کا ذریعہ
 شکستیں پاکے اب بھاگا ہے شیخ



